فکرِ خوارج

خطرناک فتنوں کی حقیقت

www.KitaboSunnat.com

يَمْرُقُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ

الفرقان ٹرسٹ
ہماری دعوت
اسلاف کا راستہ

تالیف: ڈاکٹر علی محمد محمد الصلابی حفظہ اللہ

ترجمہ: ابو عبداللہ بن ابراہیم الفتح حفظہ اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- **کتاب وسنت ڈاٹ کام** پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- **مجلس التحقیق الاسلامی** کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- **دعوتی مقاصد** کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

فکرِ خوارج

خطرناک فتنوں کی حقیقت

يمرقون من الإسلام كما يمرق السهم من الرمية

www.KitaboSunnat.com

ہماری دعوت اسلاف کا راستہ

تالیف: ڈاکٹر علی محمد محمد الصلابی حفظہ اللہ

ترجمہ: ابو عبداللہ بن ابراہیم الفتح حفظہ اللہ

الفرقان ٹرسٹ، خان گڑھ ضلع مظفر گڑھ، پاکستان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب

فکرِ خوارج

تالیف: ڈاکٹر علی محمد محمد الصلابی

ترجمہ: ابو عبداللہ بن ابراہیم الفتح

سعودی عرب

دار العلوم الندیہ للنشر والتوزیع

س ت: ١٠١٠٢٠٤٨٧٦

فرع: مرکز الجامع التجاری شارع باخشب جدہ

معرض: ٠٢٦٣٣٦٦٤٠ فاکس: ٠٢٦٨٧٤٥٥٧

المکتب الرئیسی الریاض، حی الفیصلة

ھاتف: ٠١٢٤٢٣١٢٦

مکتبہ دار الفرقان، الریاض

ھاتف: ٠١-٤٣٥٨٦٤٦، ٠٥٦٣٠٦٤٧٣٦، ٠٥٠٧٤١٩٩٢١

مکتبہ بیت السلام، الریاض

ھاتف: ٠١-٤٤٦٠١٢٩، ٠٥٠٥٤٤٠١٤٧، ٠٥٠٢٠٣٣٢٦٠

پاکستان

مکتبہ الکتاب: حق سٹریٹ، اردو بازار لاہور فون: 0321-4210145

ڈیلرز

اسلامی اکیڈمی: الفضل مارکیٹ، اردو بازار لاہور فون: 042-37357587

کتاب سرائے: الحمد مارکیٹ، اردو بازار لاہور فون: 042-37320318

نعمانی کتب خانہ: حق سٹریٹ، اُردو بازار لاہور فون: 042-37321865

مکتبہ اسلامیہ: غزنی سٹریٹ، اُردو بازار لاہور فون: 042-37244973

دار الکتب السلفیہ: اقرا سینٹر، غزنی سٹریٹ اُردو بازار، لاہور۔فون: 042-37361505

مکتبہ قدوسیہ: غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور۔فون: 0321-4460487

ملنے کے پتے

اسلام آباد ▪ دار النور: 0321-5336844 ▪ السعود اسلامک بکس: 051-32261356

▪ تجلیات طیبہ: 051-35535168 ▪ الحرم (اسلامک بکس) 0300-322-4814274

کراچی ▪ فضلی بکس: 021-32212991 ▪ علمی کتاب گھر: 021-32628939

سیالکوٹ ▪ مکتبہ رحمانیہ: 052-34591911

فیصل آباد ▪ مکتبہ اسلامیہ: 041-32631204 ▪ مکتبہ اہل حدیث: 041-32629292

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست مضامین

❀ عرضِ ناشر 13

❀ سچی فکر ونظر 19

❀ امن وعدل کا ضامن علم وحی ونظامِ اسلام 20

❀ علم ومعرفت کے ہوتے ہوئے جان بوجھ کر حق سے عداوت کا انجام 25

❀ (ا)......گمراہوں، گنہگاروں کا تزکیہ وتعلیم 27

❀ (ب)......طاغوت کی پوجا سے روکنا 28

❀ (ج)......بداعمالیوں پر سزا 28

❀ (د)......عدل وانصاف 29

❀ (ھ)......نبی ختم الرسل ﷺ کی بعثت کی مزید خصوصی صفات 29

❀ (۱)......دنیا جہان کے لیے رحمت 29

❀ (۲)......ساری دنیا کے لیے تا قیامت آخری رسول 30

❀ (۳)......دین حنیف، اسلام کی تکمیل 31

❀ انتہائی مستند حقائق کی روشنی میں ایک سب سے بڑے تاریخی سچ کا خصوصی جائزہ 32

❀ وحی کا آغاز 35

❀ تکمیل شریعت وغلبۂ اسلام 37

❀ نبی کریم ﷺ کی جہد مسلسل 39

❀ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعریف وتوصیف قرآن وحدیث میں 41

❀ جزیرۂ عرب سے باہر غلبۂ اسلام کی ابتداء 45

❀ دورِ خلافت 46

❀ خلافتِ فاروقی کا آغاز واختتام 49

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

❀ خلافتِ عثمانی کا آغاز 51
❀ مقدمۂ کتاب 61
❀ عصر حاضر میں خارجیوں کے انحراف وتنازعات کے اسباب 64
❀ اہل تشیع کا فرقہ رافضیہ 64
❀ صحیح منہج 65
❀ اصل منہج 67
❀ گزارش واستدعا 70

پہلا باب: ''خوارج''

فصل اوّل:......خوارج کی ابتداء ونوپیدی اوران کی پہچان 71
❀ خلاصۂ پہچان 73
❀ ابن جوزی رحمہ اللہ کی رائے 75
❀ راجح رائے 77
فصل ثانی:......خوارج کی مذمت میں وارد احادیث صحیحہ 78
❀ خوارج کی قابلِ مذمت علامات کہ جنھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا 80
تیسری فصل:......خوارج کا حروراء کی طرف سمٹنا اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا ان سے مناظرہ 87
❀ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مناظرہ سے مستنبط دروس، نصائح اور احکام 92
❀ ا......مدمقابل بدعتی یا مشرک وکافر کے ساتھ مناظرہ کے لیے بہترین عالم کا چناؤ 92
❀ ب......مدمقابل سے متفق علیہ نقاط پر گفتگو سے آغاز کرنا 93
❀ ج......مدمقابل کے پاس جو دلائل ہوں، پہلے اُن کا جاننا اور ان کا شمار کر لینا 93
❀ د......مدمقابل کے گمان شدہ ارادوں کو ایک ایک کر کے دلائل سے ختم کرتے چلے جانا 93
❀ ھ......مناظرہ کے لیے سب سے پہلے کسی ایسی بات کو مقدم کرنا کہ جس کے ذریعے مناظرہ کا نتیجہ حق کے لیے بہتر ثابت ہو سکے 93
❀ و......دوران مناظرہ مدمقابل کی رائے کے احترام کا اظہار 94

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

❀ ز...... اس مدلل مناظرہ کے نتیجہ میں اسلام کی طرف واپس پلٹنے میں ہزارہا خوارج کے لیے اللہ کریم کی توفیق 94

❀ ح......ابن عباس رضی اللہ عنہما کا خوارج سے کہنا: ''تمھارے اندر صحابہ کرام میں سے ایک بھی نہیں ہے'' 94

❀ ط......حق بات کو قبول کر لینے کے لیے مدمقابل کو پابند کرنا 95

چوتھی فصل: ...... باقی خوارج کے ساتھ مناظرہ کے لیے امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کا خود نکلنا، خارجیوں کا واپس کوفہ پلٹنے کے بعد ان کے ساتھ معاملہ وسلوک کرنے میں جناب علی رضی اللہ عنہ کی سیاست اور خارجیوں کا دوبارہ نئے سرے سے خروج کرنا 96

❀ امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا عدل پسندانہ اعلان 97

❀ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ کا تبصرہ 103

پانچویں فصل: ...... جنگِ نہروان ۳۸ھ 106

❀ ا:......معرکہ کا سبب 106

❀ ب:......امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا اپنے لشکر کو لڑائی پر تیار کرنا 108

❀ ج:...... جنگ کا آغاز 111

❀ د:......پستان جیسے ہاتھ والے لنجے کے قتل کا اثر سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے لشکر پر 113

❀ ھ:......امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا خوارج کے ساتھ معاملہ 114

چھٹی فصل:......امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے معرکوں کے فقہی اخبار منقولہ 118

❀ عادل مقتول کی وراثت کا حکم باغی کے حق میں 124

ساتویں فصل:......خوارج کی اہم نشانیاں 126

❀ (۱)......دینِ حنیف کے بارے میں غلو سے کام لینا 126

❀ (۲)......دینِ حنیف کے بارے میں جہالت 128

❀ (۳)......امیر المسلمین کی اطاعت سے انکار 131

❀ (۴)......گناہوں کی وجہ سے کفر کا فتویٰ لگانا اور مسلمانوں کے خون، مال حلال جاننا 131

❀ (۵)......خوارج کا نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ''ظلم'' جیسے فتویٰ کا جائز سمجھنا 133

❀ (۶)......عیب لگانا اور گمراہی کی طرف نسبت کرنا 134

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

❀ (۷)......بدگمانی 134
❀ (۸)......مسلمانوں پر شدت 135
آٹھویں فصل:......خوارج کی بعض اعتقادی آراء 138
❀ (۱)......کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرنے والے کو کافر قرار دینا 138
❀ (۲)......امامتِ کبریٰ کے بارے میں خوارج کی رائے 145
❀ خوارج کے ان دلائل کا جائزہ و ردّ 151
❀ امیر المومنین وخلیفۃ المسلمین کے لیے قریشی النسب ہونے کی شرط پر اہل السنہ والجماعۃ کے دلائل 154
❀ بعض کبار علماء امت اور آئمۃ الحدیث کا اس کے خلاف نظریہ 157
❀ خلافۃ المسلمین وامامتِ عظمیٰ کے لیے قریشی کے زیادہ حق دار ہونے میں دو بنیادی شرائط 158
نویں فصل:......خوارج کی بعض صحابہ کے متعلق طعن و تشنیع اور کافر قرار دینا 160
دسویں فصل......: عصرِ حاضر میں خوارج کے گمراہ کن راستے اور جھگڑوں والی راہیں 169
❀ (۱) شرعی علوم کے بارے میں جہالت 170
❀ (۲) بغیر استاد کے کتابوں کا مطالعہ 171
❀ (ا)......علماء سے منہ موڑ لینا 172
❀ (ب)......تقلید کی مذمت میں حد سے زیادہ غلو 173
❀ (ج)......سچائی کے کلمات کی انتہائی غلط تطبیق 175
❀ (۳) عصر حاضر کے علماء کی اکثریت کا اپنے فرض کے قیام سے پیچھے ہٹے رہنا 183
❀ (۴) ظلم واستبداد کا عام ہونا اور انسانوں کے اپنے ایجاد کردہ قوانین کا غلبہ ونفاذ 186
❀ (۵) عصر حاضر کے بعض مسلمان مفکرین کی کچھ آراء کی غلط تاویلیں 186
❀ (۶) لوگوں میں فساد کا عام ہو جانا 186
❀ (۷) نفوس کا عدمِ تزکیہ 187
❀ (ا)......اپنی ذات پر دینِ حنیف کے معاملے میں تشدد اور دوسروں کو تنگی میں ڈال دینا 188
❀ (ب)......فخر وغرور اور ایسے کام کرنا کہ جن سے اپنی حیثیت نمایاں ہو 189
❀ (ج)......دوسروں کو جاہل سمجھنا اور اپنی رائے کو منفرد جاننا 190

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

❀ (د)......دین حنیف پر عمل پیرا علماء کرام کے بارے میں طعن و تشنیع 191
❀ (ھ)......بدگمانی 195
❀ (و)......دوسروں کے ساتھ سختی اور تشدد کا معاملہ 199
❀ (ز)......تکفیر کا راستہ 207
❀ (۱)...... پہلا اُصول: صغیرہ و کبیرہ گناہوں کی تقسیم 207
❀ (۲)......دوسرا اُصول: کفر کی دو اقسام ہیں 208
❀ (۳)......تیسرا قاعدہ و اُصول: بدعات کا ایک دوسرے سے مختلف ہونا 209
❀ (۴)......چوتھا اُصول: تکفیر کی کچھ شروط و موانع ہیں 211
❀ تکفیر کی شروط 211
❀ پہلی شرط......علم 212
❀ دوسری شرط......عمدیت (جان بوجھ کر عمداً کوئی کام کرنا) 216
❀ تیسری شرط......اختیار و قدرت 218
❀ تکفیر کے موانع 218
❀ جو آدمی کسی کافر کو کافر نہ کہے اور کافر نہ جانے وہ بھی کافر ہے، کا معنی 219

دوسرا باب: شیعہ اپنی تاریخ، نظریات و افکار اور افعال کے آئینہ میں

فصل اوّل:......"شیعہ" کا لغوی و اصطلاحی معنی اور "رفض" کا لغوی و اصطلاحی معنی 223
❀ (۱)......شیعہ کا لغوی معنی 223
❀ (۲)......لفظ شیعہ کا اصطلاحی معنی 225
❀ (۳)......رفض کا لغوی معنی 230
❀ (۴)......رفض کا اصطلاحی معنی 230
❀ (۵)......شیعہ کا نام "روافض" رکھنے کا سبب 232
❀ (٦)......عصر حاضر کے روافض 233
❀ شیعہ کے تین بڑے فرقے 233

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصل ثانی:......روافض شیعہ کا آغاز اور ان کی نشو ونما میں یہود کا کردار 236
فصل ثالث:......روافض شیعہ کے مرحلہ وار ادوار 250
❀ پہلا مرحلہ 250
❀ دوسرا مرحلہ 251
❀ تیسرا مرحلہ 252
❀ چوتھا مرحلہ 262
فصل رابع:......رافضی شیعہ کے عقائد میں سے اہم ترین عقیدہ ''امامت'' 264
❀ روافض شیعہ کے نزدیک ''امامت'' کا درجہ ومقام اور اس کے انکاری کا حکم 267
❀ (۱)......صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو روافض کا کافر قرار دینا 271
❀ (۲)......اہل بیت رضی اللہ عنہم کو شیعہ کا کافر قرار دینا 272
❀ (۳)......رافضیوں کا اہل ایمان واسلام کے خلفاءِ راشدین المھدیین کو کافر قرار دینا 275
❀ (۴)......اسلامی ملکوں پر حکم کہ یہ دارالکفر ہیں 276
❀ (۵)......مسلمانوں کے فیصلہ کرنے والوں (قضاۃ) کے بارے میں روافض کا فیصلہ 279
❀ (۶)......اہل اسلام وایمان کے آئمہ وعلماء کرام رحمہم اللہ کے متعلق روافض کا فیصلہ 280
❀ رافضی شیعوں کے نزدیک معصوم عن الخطا والا نظریہ عصمت 285
❀ ۱: شیعہ کے اماموں کا معصوم عن الخطا والے عقیدہ کے لیے ان کا قرآن کریم سے دلیل پکڑنا 290
❀ ۲: روافض کے نزدیک آیۃ التطہیر اور حدیث الکساء کا مفہوم اور اس کا ردّ 298
❀ ۳: روافض شیعہ کی مرویات سے ان کے دلائل 316
❀ ۴: عصمت ومعصومیت والے مسئلہ پر اُن کے عقلی دلائل 318
❀ ۵: آئمہ اثناعشریہ کے بارے میں معصومیت عن الخطا والے نظریہ کی ابتداء پر عام جرح ونقد 324
❀ اثناعشری امامی شیعہ کے ہاں ''امامت'' کے لیے، اس کی شروط میں تعیین وتصریح بھی ایک شرط 333
❀ اس نص وتصریح پر رافضیوں کے قرآن سے دلائل اور ان کا ردّ 350
❀ ا......: ولایت ثابت کرنے کے لیے آیت کریمہ 351
❀ ب......: مباہلہ والی آیت سے ان کا استدلال 369

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

❀ ج......: آیۂ مودت (سورۃ الشوریٰ:۲۳) سے روافض شیعہ کا استدلال 368

❀ اس استدلال پر مفصل جواب 369

❀ مودت اولی القربیٰ کے وجوب پر روافض کے احادیث سے دلائل 370

❀ (ا)......خطبہ غدیر خم 370

❀ (ب)......غزوۂ تبوک کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کا علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ پر اپنا نائب مقرر فرمایا 391

❀ حدیث مذکور بالا کی شرح میں علماء کرام کے اقوال 396

❀ رسول اللہ ﷺ کے اپنے بعد کسی کو بھی بالتصریح امت کا ولی الامر مقرر نہ کرنے میں حکمت و دانائی 400

❀ (۱) پرندے والی حدیث 401

❀ (۲) حدیث الدار 402

❀ (۳) حدیث "أَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا" اور دیگر موضوع احادیث 407

❀ توحید باری تعالیٰ اور امامی اثنا عشری شیعہ 410

❀ (۱)......روافض نے توحید باری تعالیٰ کے نصوص کو اپنے آئمہ کی ولایت میں مان رکھا ہے 412

❀ (۲)......روافض کے نزدیک قبولِ اعمال میں اصل چیز "ولایت" ہے 416

❀ (۳)......روافض کا عقیدہ ہے کہ: ان کے امام اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے درمیان واسطہ ہیں 420

❀ ا......لوگوں کو اماموں کے بغیر ہدایت نہیں مل سکتی 420

❀ (ب)...... اماموں کے ناموں کے واسطہ کے بغیر دعا قبول نہیں ہوتی 425

❀ (ج)......اماموں اور ولیوں کی قبروں کی زیارت حج سے بھی زیادہ فضیلت والی ہے 429

❀ (۴)......روافض کا عقیدہ ہے کہ: امام جس چیز کو چاہے حرام کر دے اور جس چیز کو چاہے حلال کر دے .. 435

❀ (۵)......روافض کا ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ: دنیا و آخرت دونوں جہان امام کے اختیار میں ہوتے ہیں .. 439

❀ (۶)......حوادث کونیہ و تکوینیہ میں اپنے اماموں کے عمل دخل والے نظریہ میں روافض کا اسناد 442

❀ (۷)......بموجب نظریاتِ رافضہ: اللہ کی ذاتِ اقدس کا ایک حصہ اُن کے اماموں میں حلول کر جانا 444

❀ (۸)......روافض کا یہ دعویٰ کہ: ان کے امام "ما کان وما یکون کا علم" رکھتے تھے، ان پر کچھ بھی مخفی نہ تھا ... 446

❀ (۹)......اللہ وحدہ لاشریک لہ کو مجسم ثابت کرنے میں غلو، حد سے بڑھنا 467

❀ (۱۰)......روافض کا عقیدۂ تعطیل 471

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

❀ (ا) مسئلہ خلقِ قرآن 477
❀ (ب) رؤیۃ اللہ کا مسئلہ 482
❀ (II) روافض کا اپنے اماموں کو اللہ کے نبیوں اور رسولوں سے بھی زیادہ افضل ماننا 486
پانچویں فصل:......قرآن کریم کے بارے میں امامی روافض شیعہ کا موقف 491
❀ (۱) روافض کے اکثر علماء کا کتاب اللہ العزیز کی تحریف ہو جانے کا عقیدہ اور اس کا علمی ردّ 491
❀ ا......: قرآن کریم سے دلائل 503
❀ ب......: شیعہ اماموں کے اقوال 513
❀ ج......: تحریفِ قرآن کے رد میں عقلی دلائل 514
❀ (۲) قرآن کے بارے میں روافض کا دوسرا عقیدہ: قرآن مجید ''قیم......نگران کار'' کے بغیر دلیل نہیں 516
❀ (۳) روافض کا یہ عقیدہ کہ: قرآن کے باطنی معانی بھی ہیں جو ظاہری مفہوم کے مخالف ہیں 533
چھٹی فصل:......صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بارے میں امامی روافض شیعہ کا موقف 542
❀ (ا)......سورۃ آل عمران کی آیت 549
❀ (ب)......سورۃ المائدہ کی آیت کریمہ 562
❀ (ج)......سورۃ التوبہ کی دو آیات 564
❀ (د)......حوض کوثر سے دھتکارنے اور دفع کرنے والی حدیث 571
❀ اس شبہ کا ردّ 573
❀ (۱)......صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی حکمت وشجاعت اور پاک دامنی ومنصف مزاجی (عدالت) 581
❀ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی عدالت پر احادیث مبارکہ سے دلائل 588
❀ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی عدالت پر اجماع 591
❀ (۲)......صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے محبت کا وجوب، اُن کے لیے دعا اور استغفار کرنا 594
❀ (۳)......کتاب وسنت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سب وشتم کرنے کی حرمت وممانعت 597
❀ سلف صالحین کی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سب وشتم کرنے سے ممانعت 600
❀ (۴)......امیر المومنین سیدنا علی اور ان کے بیٹوں رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کی صحابہ کرام سے محبت 601

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتویں فصل:...... نبی مکرم ﷺ کی سنت واحادیثِ مبارکہ کے متعلق روافض کا موقف 605

❀ (۱)...... حدیث کی إسناد 606

❀ (۲)...... احادیثِ صحیحہ کے بارے میں پُر اعتماد ہونا 607

❀ (۳)...... راویوں کے بارے میں نقد وجرح اور صدق وکذب کے اعتبار سے ان کے حال کا بیان 608

❀ (ا)...... رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھنے والے 608

❀ (ب)...... اپنی عام احادیث وروایات میں جھوٹ بولنے والے 609

❀ (ج)...... خواہشات کے پجاری اور بدعات کے رسیا لوگ 609

❀ (د)...... زندیقیت کا عقیدہ رکھنے والے لادین ملحد، فاسق وفاجر، دینی غفلت کا شکار وہ لوگ جو اپنی بیان وروایت کردہ احادیث وآثار کے بارے میں ان کا فہم نہیں رکھتے اور وہ تمام لوگ کہ جن میں ضبط وعدالت اور فہم وادراک والی صفات متوفر نہ ہوں 609

❀ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو کافر قرار دینے کے سبب روافض شیعہ کا سنت وحدیث کے متعلق موقف 610

❀ (۱)...... امام کا قول وحکم اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کے فرمان وحکم کی طرح ہے 612

❀ (۲)...... روافض کا نظریہ وعقیدہ ہے کہ اُن کے امام اللہ کے علم اور اُس کی وحی کے محافظ ومنتظم ہیں 613

آٹھویں فصل:...... روافض شیعہ کے ہاں ''تقیہ'' کا حکم 619

❀ ۱: روافض شیعہ کے ہاں ''تقیہ'' کی تعریف 619

❀ ۲: روافض شیعہ کے نزدیک تقیہ کا درجہ ومقام 620

❀ ۳: تقیہ کے بارے میں اس غلو کا سبب 621

❀ وضو میں پیروں کے دھونے کا مسئلہ 624

❀ مسئلہ نکاح 625

❀ میراث کی تقسیم والا مسئلہ 626

❀ ۴: سلفی منہج وعقیدہ والے حضرات گرامی قدر اہل السنہ والجماعۃ کے نزدیک تقیہ کا مفہوم 627

❀ اسلام میں تقیہ کا حکم 629

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نویں فصل:......امام مہدی رحمہ اللہ کے بارے میں شیعہ اور اہل السنہ کے نظریات میں بنیادی فرق 633
❀ (۱)......روافض کے نزدیک مہدی منتظر کا عقیدہ 633
❀ (ا)......اس فرضی مہدی منتظر کی ولادت نہ ہونے کا ثبوت 634
❀ (ب)......مہدی موعود و منتظر کے چھپ جانے کا کوئی معنی و مفہوم نہیں 635
❀ (ج)......آج تلک اس مہدی منتظر کا کوئی فائدہ منظر عام پر نہیں آیا 636
❀ (۲)......سلف صالحین کے منہج وعقیدہ پر قائم اہل السنہ والجماعۃ کا امام مہدی رحمہ اللہ کے متعلق عقیدہ 637
دسویں فصل:......روافض شیعہ کے نزدیک موت کے بعد واپس دنیا میں آنے کا عقیدہ 643
❀ رجعت کا معنی 644
گیارھویں فصل:......روافض کا اللہ اور اس کے کسی حکم کے متعلق پہلے سے لاعلم ہونے کا عقیدہ 652
❀ رافضی عقیدہ ''البداء'' کا لغوی معنی 652
❀ روافض کا عقیدہ ''البداء'' 653
❀ اس بطلان کا جواب 655
بارھویں فصل:......اہل بیت کے متعلق شیعہ روافض کا موقف 668
❀ خلاصۂ کلام 674
تیرھویں فصل:......اہل السنہ اور شیعہ روافض کے درمیان قربت کی راہ پیدا کرنے والا نقطۂ نظر 675
❀ تاریخی شواہد 676
❀ (ا)......سقوط بغداد میں ابن علقمی رافضی کا ترک کافروں کو طلب کرنا اور اُنھیں مشورے دینا 677
❀ (ب)......صفوی حکومت 679
❀ (ج)......قربت کی راہوں اور ایک دوسرے کے قریب کرنے والی کوششوں کے لیے عصر حاضر کے تجربات 682
❀ (ا)......مصطفیٰ السباعی رحمہ اللہ کا تجربہ 682
❀ (ب)......الشیخ موسیٰ جار اللہ کا تجربہ 685
❀ (د)......سب کو قریب اور ایک ہی کلمہ پر اکٹھے کرنے کے لیے قابل قبول طریقہ ومنہج 689
❀ مصادر ومراجع 694

❀❀❀❀

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ ناشر

ربّ کائنات کی حمد و ثناء، حبیب ربّ العالمین پر ان گنت درود و سلام اور بلاتفریق اللہ کریم کے تمام صالح بندوں کے لیے رحمت کی دعا کے بعد: یہ تو سب جانتے ہیں کہ ہر کتاب پڑھنے کے لیے ہوتی ہے۔ مگر بعض کتابیں پڑھنے کے ساتھ ساتھ انتہائی غور و فکر سے سمجھنے اور دوسروں کو پڑھانے کے لیے بھی ہوتی ہیں۔ یہی بعد والا معاملہ آپ کے ہاتھوں میں موجود اس کتاب ''فکر خوارج'' یعنی خطرناک فتنوں کی سچی حقیقت کا ہے۔ یعنی ایک ایسی تاریخی سچی حقیقت کو تحریر ہذا کے ذریعے جاننے اور سمجھنے کا، جو سبب ہے دنیا میں بدامنی و دہشت گردی اور بے انصافی و ظلم و استبداد کو پھیلانے کا۔ کتاب ہذا میں بیان شدہ بیّن دلائل، ٹھوس دستاویزی ثبوت اور بدباطن شیطانی عقائد و نظریات کے عملی مظاہرے کا مشاہدہ آپ اپنے ان معاشروں میں بخوبی کر سکتے ہیں جہاں سبائیت و اُبائیت اور خارجیت و ناصبیت نے ڈیرے جما رکھے ہوں۔ آج کون مسلمان ہمدرد و حساس دل ہے جو اُمت خیر الامم، ملت اسلامیہ کی تازہ صورتِ حال کو دیکھ کر کڑھتا اور پریشان نہ ہوتا ہو؟ مسلمانوں کے کروڑوں کی تعداد والے سیلِ بے کراں کا رُعب و دبدبہ اور ڈر، خوف کیا آج اقوامِ عالم میں ہے کہیں؟

تنزل نے کی ہے بری گت ہماری
بہت دور پہنچی ہے نکبت ہماری
گئی گزری دنیا سے عزت ہماری
نہیں کچھ اُبھرنے کی صورت ہماری
پڑے ہیں اک اُمید کے ہم سہارے
توقع پہ جنت کی جیتے ہیں سارے

اس تنزل و پستی کے ایسے کچھ اسباب ہیں کہ جب تک ملت کا ہر فرد انھیں خوب جاننے، معلوم کرنے اور اُن کے صحیح ترین سدباب و علاج کی فکر نہیں کرے گا اور جب تک اہل حل و عقد اور امراء و حکام المسلمین ان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے انسداد میں اپنا کردار ادا نہیں کریں گے، اس انتہائی تکلیف دہ اور خطرناک صورتِ حال سے نکلنا اُمت اسلامیہ کے بس میں نہیں رہے گا۔ بلکہ بحیثیتِ اجتماعی امت اسلامیہ ذلت و رسوائی کی گہری کھائیوں میں مزید گرتی چلی جائے گی۔

اُمت کے تنزل و پستی والے اسباب میں سے سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ آج اہل اسلام نے اُس راستے کو یکسر چھوڑ رکھا ہے جس راہِ مستقیم پر چلتے ہوئے ہمارے اسلاف نے عزت و وقار اور شرف و کرم کی بلندیوں کو چھو لیا تھا۔ یہ راستہ تفرقہ بندی سے یکسر پاک صرف اور صرف قرآن و سنت والا منہج و طریق تھا۔ اسی لیے: ع

اب تلک یاد ہے قوموں کو حکایت اُن کی
نقش ہے صفحۂ ہستی پہ صداقت اُن کی

اُمت اسلامیہ کے تنزل کا دوسرا بڑا سبب قرآن و سنت میں سموئے ہوئے علوم سے یکسر دُوری اور غیر اسلامی تہذیبوں سے محبت ہے۔ ذلت و رسوائی والی اس گہرائی میں آج کل کے مسلمان اس قدر گر چکے ہیں کہ دنیا کے اکثر خطوں میں قائم مسلم معاشروں کو دیکھ کر قرآن و سنت والے اسلام کی اصلی تعلیمات سے بہرہ مند شخص اُن پر ''ھندوؤں، یہودیوں، نصرانیوں اور ملحدوں جیسے'' ہونے سے کم پر کوئی حکم نہیں لگا سکتا۔ یہی بات تو اقبالؔ نے کہی تھی:

وضع میں تم ہو نصاریٰ، تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں، جنھیں دیکھ کے شرمائیں یہود

پھر شاعر نے اُمت مسلمہ کو مخاطب کر کے اُس کی علم وفن سے دُوری اور جہالت کو یوں بیان کیا ہے:

جن کو آتا نہیں دُنیا میں کوئی فن، تم ہو
نہیں جس قوم کو پروائے نشیمن، تم ہو
بجلیاں جس میں ہوں آسودہ وہ خرمن، تم ہو
بیچ کھاتے ہیں جو اسلاف کے مدفن، تم ہو
ہو نکونام جو قبروں کی تجارت کر کے
کیا نہ بیچوگے جو مل جائیں صنم پتھر کے؟

ملت اسلامیہ کے تنزل کا تیسرا بڑا سبب اس کا بیسیوں فرقوں میں بٹ کر تفرقہ بندی کا شکار ہونا ہے۔ اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جیسا کہ مترجم نے اپنے مقدمہ ''سچی فکر ونظر'' میں جامع الترمذی اور سنن ابی داؤد میں مندرج تفرقہ بندی کے حوالے سے نبی کریم ﷺ کی احادیث مبارکہ کو بیان کیا ہے، آج یہ ملت خیر الامم اپنے گمراہ تر فرقے مکمل کر چکی ہے۔ اللہ عزوجل کے درج ذیل فرمان کے مطابق ہر گروہ اور فرقہ سمجھتا ہے کہ وہ درست راہ پر ہے۔ حالانکہ رسول ربّ العالمین ﷺ نے چودہ صدیاں قبل ''درست راہِ مستقیم'' والوں کی پہچان بتلا دی تھی۔ وہ پہچان بھی آگے بیان ہونے والی ہے۔

اللہ عزوجل فرماتے ہیں:

﴿ مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا ؕ كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ۝﴾

(الروم: ۳۲)

''ان لوگوں سے جنھوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور کئی گروہ ہو گئے، ہر گروہ اسی پر جو ان کے پاس ہے، خوش ہیں۔''

اُمت محمدیہ علی صاحبہا التحیۃ والسلام کی اس ذلت وپستی کی وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ کے تمام احکام کو بالعموم اور ملت کو متحد ہو کر زندگی گزارنے کے لیے اُس کے درج ذیل فرامین کو بالخصوص بھلا چکی ہے۔ اللہ ربّ کریم نے تو حکم فرمایا تھا:

ا .... ﴿ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ ۖ وَاصْبِرُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝﴾ (الانفال: ٤٦)

''اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو اور آپس میں مت جھگڑو، ورنہ بزدل ہو جاؤ گے اور تمھاری ہوا چلی جائے گی اور صبر کرو، بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

ب .... ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ ۝ وَكَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ ؕ وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۪ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ o﴾

(آل عمران: ۱۰۰ تا ۱۰٤)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تم ان میں سے کچھ لوگوں کا کہنا مانو گے، جنھیں کتاب دی گئی ہے، تو وہ تمھیں تمھارے ایمان کے بعد پھر کافر بنا دیں گے۔ اور تم کیسے کفر کرتے ہو، حالانکہ تم پر اللہ کی آیات پڑھی جاتی ہیں اور تم میں اس کا رسول (موجود) ہے اور جو شخص اللہ کو مضبوطی سے پکڑ لے (یعنی اس کے دین کو) تو یقیناً اسے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دی گئی۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو، جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تم ہرگز نہ مرو، مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو۔ اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور جدا جدا نہ ہو جاؤ اور اپنے اوپر اللہ کی نعمت یاد کرو، جب تم دشمن تھے تو اس نے تمھارے دلوں کے درمیان الفت ڈال دی تو تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی بن گئے اور تم آگ کے ایک گڑھے کے کنارے پر تھے تو اس نے تمھیں اس سے بچا لیا۔ اس طرح اللہ تمھارے لیے اپنی آیات کھول کر بیان کرتا ہے، تاکہ تم ہدایت پاؤ۔ اور لازم ہے کہ تم میں ایک ایسی جماعت ہو جو نیکی کی طرف دعوت دیں اور اچھے کام کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔''

ملت اسلامیہ کے اسی سب سے بڑے آج کے مسئلہ و المیہ کے اسباب و ذرائع کو مصنف نے اپنی اس تحریر میں بیان کیا ہے۔ آپ کے ہاتھوں میں اُردو ٹائٹل ''فکر خوارج'' یعنی خطرناک فتنوں کی سچی حقیقت کا اصل عربی نام ''فكر الخوارج والشيعة فى ميزان اهل السُّنّة والجماعة'' ہے۔ مملکتِ سعودی عرب میں عصر حاضر کے ایک بڑے عالم، ادیب، مؤرخ، (P.H.D) ڈاکٹر، فضیلۃ الشیخ علی بن محمد الصلابی حفظہ اللہ اس کتاب کے مصنف ہیں۔ آپ مختلف عناوین پر مشتمل بیسیوں کتابوں کے مصنف ہیں۔ دکتور موصوف کو تاریخ اور الفِرق والادیان پر پوری گرفت کے ساتھ خوب دسترس حاصل ہے۔ مملکت سعودیہ میں بالخصوص اور دیگر عرب ممالک میں بالعموم ان کی کتابوں کو پورے شوق سے پڑھا جاتا ہے۔ آپ حفظہ اللہ اپنی ہر کتاب کو اس طرح لکھتے ہیں کہ وہ باقاعدہ ایک مصدر و مرجع کی حیثیت اختیار کر جاتی ہے۔ دکتور الصلابی حفظہ اللہ نے ملت اسلامیہ میں تفرقہ بندی کے اوّل کاشتکاروں، ان کے نظریات و عقائد اور لائحہ عمل والی ایک فاسد کھیتی کو جس مدلل و مستحسن انداز میں اپنی اس کتاب کے اندر بیان کیا ہے یہ اُن کا ہی علمی نصیب ہے کہ دوسرا کوئی عصر حاضر کا عالم اس طرح کے سچے تاریخی حقائق پیش نہیں کر سکا۔ چونکہ اُمت اسلامیہ کی غیر عرب دنیا کو تفرقہ بندی کے ذریعے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہود و ھنود کے افکار و نظریات میں انھیں جکڑے رکھنے کے لیے تمام رافضی اور خارج عن الملۃ فرقوں نے صدیوں سے اسلام کے نام پر اُلو بنا رکھا ہے اور عامتہ الناس کیا، خواص میں سے بھی تعلیم یافتہ لوگ بھی اس ضمن میں علمی گمراہیوں کا شکار ہیں۔ اس لیے ہم نے عزم صمیم کیا کہ: کتاب ھذا کا اُردو ترجمہ کروا کر اُردو دان طبقہ میں پیش کر کے تفرقہ بندی والے اصل اسباب و ذرائع کی ان کے سامنے نقاب کشائی کی جائے تا کہ اس سے لوگوں کی اصلاح ہو اور ہم اللہ عزوجل کے ہاں سرخرو ہو سکیں۔

چونکہ موضوع بڑا حساس اور کتاب اپنے موضوع میں ایک مصدر کی حیثیت رکھتی ہے اس لیے اس کا ترجمہ بھی اسی انداز میں ہونا چاہیے تھا کہ ترجمہ میں کسی قسم کا سقم نہ رہے۔ سو اس عمل عظیم کے لیے ہم نے نہایت سوچ بچار اور نگاہِ انتخاب کے بعد اُردو میں بیسیوں کتابوں کے مترجم و مصنف جناب ابوعبداللہ بن ابراہیم حفظہ اللہ سے رابطہ کر کے انھیں اس کام کے لیے تیار کیا۔ مترجم موصوف خود دوسرے کئی ایک علمی کاموں میں مشغول ہیں کہ جنھیں ''P.H.D کے لیول والے علمی مشاغل'' کہنا مبالغہ نہ ہوگا۔ مگر انھوں نے ہماری تحریض اور زیر مطالعہ موضوع کی اہمیت وضرورت کے پیش نظر حامی بھر لی۔ مترجم موصوف حفظہ اللہ کی طبیعت میں یہ بات شامل ہے کہ آپ جس کام کا بیڑا اُٹھا لیتے ہیں اسے بالکل صحیح انداز میں نبھانے کی پوری کوشش اور جدوجہد کرتے ہیں۔ پھر یہ کہ آپ عربی اور اُردو دونوں زبانوں کے ماہر ہیں۔ اُن کا یہ ترجمہ شدہ شاہکار ''فکر خوارج'' یعنی خطرناک فتنوں کی سچی حقیقت پڑھ کر آپ پہچان ہی نہیں کر پائیں گے کہ اصل کتاب عربی میں ہے یا اُردو میں۔ علاوہ ازیں ابوعبداللہ حفظہ اللہ نے جہاں ضرورت محسوس کی ہے وہاں حاشیہ میں وضاحت بھی کر دی ہے اور حوالہ جات کا اہتمام بھی خوب کیا ہے۔

ہم مکتبۃ الکتاب لاہور کے مدیر عبدالرؤف بھائی کے بھی شکر گزار ہیں کہ اُنھوں نے کتاب کی کمپوزنگ سے لے کر پرنٹنگ اور جلد بندی تک ہر کام کو انتہائی احسن انداز میں نبھایا اور تیار کروایا ہے۔ تو جس طرح کتاب کی سیٹنگ، کاغذ، پرنٹنگ، ٹائٹل اور جلد بندی سمیت ہر چیز شاندار ہے، اسی طرح اس کے اندر پائی جانے والی مدلل و ثقہ تحریر بھی مصنف اور مترجم کے اخلاص وعلمی دیانتداری کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اس لیے قارئین کرام سے گزارش ہے کہ وہ اس کتاب کو خوب سمجھ کر پڑھیں، اسے آگے بھی پڑھائیں اور ایک تحریک کی صورت میں اس کی دعوت بھی دیں۔ اسی طرح ہماری اُن پڑھے لکھے، دانا اور حساس دل مسلمان بھائیوں سے بھی گزارش ہے جو تفرقہ بندی کو دیکھتے ہوئے دین حنیف، اسلام کے بارے میں شکوک وشبہات کا شکار ہیں کہ وہ اس کتاب کو دل کی گہرائیوں سے پڑھیں، غور وفکر کریں اور اپنی اصلاح کرتے ہوئے عین قرآن وسنت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والے اصل منہج وطریق سلف صالحین رضی اللہ عنہم اجمعین کو اختیار کرلیں۔ کتاب ہذا کے مطالعہ سے جن جن بھائیوں کی معلومات میں اضافہ اور جن کی اصلاح ہوسکے وہ ہمیں اپنی دعاؤں میں ضرور یاد رکھیں۔ اگر آپ اس کتاب میں کوئی کمی، کوتاہی محسوس کریں تو ہمیں اُس سے ضرور آگاہ فرمائیں تاکہ اگلے ایڈیشن میں اغلاط کی اصلاح ہوسکے۔

وَجَزَاكُمُ اللّٰهُ خَيْرًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ

ناشر کتاب/ابوساریہ

مملکت سعودی عرب

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سچی فکر ونظر

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَأَ النَّسْمَةَ، الَّذِيْ خَلَقَ فَسَوّٰى. وَالَّذِيْ قَدَّرَ فَهَدٰى۔ اَللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ ط لَهُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى o وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى خَيْرِ الْبَشَرِ وَالثَّقَلَيْنِ، نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ، جَدِّ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ، وَعَلٰى آلِهِ الْاَطْهَارِ وَأَصْحَابِهِ الْأَبْرَارِ وَعَلٰى اَزْوَاجِهِ الْاَخْيَارِ وَعَلٰى كُلِّ مَنْ وَالَاهُمْ إِلٰى يَوْمِ الْبَعْثِ وَالْفِرَارِ. وَبَعْدُ!

حمد وثنائے جمیل صرف اورصرف ایک اُس اللہ ربّ العرش الکریم کے لیے ہے کہ: جس نے دانے سے کونپل کو پھاڑ کر نکالا اور سب مخلوق کو پیدا فرمایا۔ وہ ذاتِ اقدس کہ جس نے سب کچھ (بغیر کسی معاون ومشیر اور مددگار کے) پیدا بھی خود ہی کیا اور ہر چیز کو عمدگی سے بنایا بھی۔ اللہ ربّ العالمین وہ ذاتِ اقدس ہے کہ جس نے ہر ہر چیز کا ٹھیک ٹھیک اندازہ ٹھہرایا اور پھر اُس نے (ہر عاقل اور تمام غیر ذوی العقول کو) راہ بھی دکھادی۔ ❶ اللہ کریم وہ ذاتِ اقدس ہے کہ جس کے سوا (کہیں بھی، کوئی بھی اور کبھی بھی) کوئی معبود برحق نہیں۔ تمام کے تمام، اچھے سے اچھے اسماء گرامی صرف اُسی کے ہیں۔ (اور اُس کی صفات عالیہ جیسی کسی کی صفات ہو نہیں سکتیں۔) صلوٰۃ وسلام ہو تمام نوعِ بشر اور دونوں (جن وانس کے) جہانوں کے تمام افراد سے افضل ترین شخصیت، ہمارے محبوب ہادی و رہنما محمد رسول اللہ ﷺ پر کہ جو سادا تنا حسن وحسین ابناء علی رضی اللہ عنہم کے محترم نانا جی تھے۔ آپؐ کی آلِ اطہار، نہایت صالح آپؐ کے تمام صحابہ کرام اور آپ کی، سب عورتوں سے زیادہ، خیر وتقویٰ والی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم جمیعا پر بھی درود وسلام ہو اور بعثت و بھاگ دوڑ والے قیامت کے دن تک آنے والے ہر اُس سعادت مند صالح مومن، مسلمان پر بھی اللہ کی رحمتیں، برکتیں اور سلامتی نازل ہو کہ جس جس نے بھی ان مذکور بالا تمام حضراتِ گرامی قدر سے دلی محبت کی۔ اما بعد!

---

❶ انسان کے بارے میں تو صاف طور پر فرمادیا کہ: ﴿إِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ إِمَّا شَاكِرًا وَّإِمَّا كَفُوْرًا﴾ (الدھر: ۳) ''بلاشبہ ہم نے اسے راستہ دکھادیا، خواہ وہ شکر کرنے والا بنے اور خواہ ناشکرا۔'' یعنی عقل اور سمجھ بھی دی اور بنی نوع انسان کی طرف پیغمبر بھی بھیجے جنھوں نے لوگوں پر شکر گزاری، اللہ عزوجل کی توحید خالص وشریعت مطہرہ اور ناشکری وکفر وبغاوت کے راستے بھی واضح کردیے۔ پھر دونوں راہوں پر چلنے کے انجام سے خبردار کرتے ہوئے اس ضمن میں انسان کو اختیار بھی دے دیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہر صاحبِ علم اور عقل سلیم والا آدمی خوب جانتا ہے کہ: ابتدائے آفرینش کے کچھ عرصہ بعد ہی سے انسانوں میں خیر اور شر برابر سے چلے آ رہے ہیں۔ کبھی خیر کا غلبہ ہوتا ہے اور کبھی شر کا۔ امام ابوجعفر محمد بن جریر الطبری رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۲۱۳ کے تحت درج کیا ہے کہ: سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا: سیّدنا آدم اور جنابِ نوح علیہما السلام کے درمیان دس زمانوں کا فاصلہ تھا۔ ان زمانوں کے لوگ حق اور شریعت الٰہی پر قائم تھے۔ پھر ان میں اختلاف پڑ گیا۔ (بعض لوگوں نے شیطان کے وسوسوں میں آ کر حق سے منہ موڑ لیا اور وہ اس کے ساتھی بن گئے۔) تب اللہ تعالیٰ نے لوگوں میں اپنے نبی بھیجنے شروع کر دیے۔ جو ایمان والوں کو اللہ کریم کی رضا و خوشنودی اور جنتوں کی خوشخبری سناتے، جبکہ کافروں کو اللہ کی پکڑ اور اس کے عذاب سے ڈراتے رہتے تھے۔'' ❶

سورۃ البقرہ (آیت ۲۱۳) اور سورۂ یونس کی (آیت ۱۹) میں قرآن کے اسلوبِ بیان سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ: انسانیت کی ابتداء کفر یا شرک سے نہیں بلکہ خالص توحید الٰہی سے ہوئی تھی۔ ابتدا میں تمام انسان ایک ہی دین، اسلام رکھتے تھے اور ایک ہی ان کی ملت تھی۔ مگر آہستہ آہستہ انھوں نے اس دین سے انحراف کیا اور آپس میں اختلاف کر کے اپنی مرضی کے ادیان و قوانین وضع کر لیے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ فِيْمَا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝﴾ ...... اور اگر اللہ تعالیٰ کی ایک بات (حکم و فیصلہ) پہلے سے (صادر شدہ) نہ ہوتی تو جن باتوں میں یہ (مشرک و کفار اور منافقین) اختلاف کر رہے ہیں، اُن کا فیصلہ کب کا ہو گیا ہوتا۔'' (یونس:۱۹)...... یعنی اگر اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی سے یہ فیصلہ نہ فرمالیا ہوتا کہ دنیا میں لوگوں کو مہلت دی جائے گی تا کہ اپنی عقل و فہم سے کام لے کر جس راستہ کو چاہیں اختیار کریں اور جس راستہ کو چاہیں چھوڑ دیں اور قیامت ہی کے دن انھیں ان کے اچھے یا برے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا تو اللہ تعالیٰ کبھی کا ان لوگوں کو پکڑ چکا ہوتا جو ایمان و صراطِ مستقیم کا راستہ چھوڑ کر کفر و شرک کے راستہ پر چل رہے ہیں۔

سیّدنا نوح علیہ السلام کی بعثت سے پہلے لوگ آدم علیہ السلام کی ملت حقہ (عقیدۂ توحید خالص اور اسلام) پر تھے۔ حتیٰ کہ شیطان کے منصوبے کامیاب ہونے لگے اور لوگوں میں شرک و خرافات کی گرم بازاری ہو گئی۔ گفتگو کو آگے بڑھانے سے پہلے ہم چاہتے ہیں کہ: یہاں نہایت اہم دو باتیں ضرور سمجھ لی جائیں۔

(ا) ...... امن وعدل کا ضامن علم وحی و نظام اسلام:

صرف عقل انسانی نہیں بلکہ پختہ و مستند علم وحی اصل حقیقت ہے۔ جو لوگ اپنی اور بعض دوسرے انسانوں کی

❶ دیکھئے: (۱): تفسیر الطبری جلد٤، ص ۲۷۵، (۲): المصباح المنیر في تهذیب تفسیر ابن کثیر ص١٥٤، (۳): مستدرك حاکم: جلد۲، ص ٥٤٦ وقال: صحیح الإسناد ولم یخرجاه.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عقل وفہم اور ادراک کو دنیا کے تمام نظاموں اور تمام کے تمام معلوم وغیر معلوم معارف وعلوم پر بالعموم اور یہاں روئے زمین پر پائی جانے والی غیر مرئی مخلوقات، ہماری اس دنیا سے باہر کی ذوی العقول مخلوقات اور مابعد الموت والی ایک ابدی حیات والے اُمور کے بارے میں بالخصوص جو آخری سند کا درجہ دیتے ہیں، ان کے بارے میں مشاہدات وتجارب اور تاریخ انسانی کے مستند حوالہ جات سے نہایت ہی واضح طور پر پتہ چلتا ہے کہ...... شیطان کی نفس ذات، شیطانی منصوبوں اور ان کے نتائج سے انکار کرتے ہوئے دنیا میں چہار جانب پھیلی دہشت گردی، بدامنی اور ظلم واستبداد پھیلانے والے یہ طاغوتی امام اور فرعونی نظاموں کے ہرکارے، شیطان لعین ومردود کے زبردست ممد ومعاون اور مددگار ہیں۔ ایسے ہی نظریات کے حاملین کے فاسد خیالات کی وجہ سے دنیا میں توحید ربّ العالمین وشریعت مطہرہ اور حقوقِ انسانی کا قلع قمع ہو رہا ہے۔

یہ بات حقیقت وسچائی سے سوفیصد تعلق رکھتی ہے کہ: خیر، بھلائی، امن وعدل، برکتوں، رحمتوں، رزق کا وفور، انسانی معاشروں میں باہمی الفت ومحبت اور ایک دوسرے کے احترام جیسی تمام اچھائیوں کا منبع ومرکز ایک اللہ رب العرش الکریم اور اُس کی شریعت مطہرہ ہے۔ جبکہ شر، فساد، بے حیائی، حقوق کی پامالی، بدامنی ودہشت گردی اور ظلم واستبداد جیسی بے شمار برائیوں کا منبع شیطان مردود اور اس کے جنّی وانسانی ہرکارے وکارندے ہیں۔ چنانچہ دنیا کی سب سے مستند اور سب سے سچی کتاب اس منبعِ شر وفساد کے بارے میں بیان کرتی ہے کہ:

(ا)...... ﴿يَٰبَنِيٓ ءَادَمَ لَا يَفۡتِنَنَّكُمُ ٱلشَّيۡطَٰنُ كَمَآ أَخۡرَجَ أَبَوَيۡكُم مِّنَ ٱلۡجَنَّةِ يَنزِعُ عَنۡهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوۡءَٰتِهِمَآۚ إِنَّهُۥ يَرَىٰكُمۡ هُوَ وَقَبِيلُهُۥ مِنۡ حَيۡثُ لَا تَرَوۡنَهُمۡۗ إِنَّا جَعَلۡنَا ٱلشَّيَٰطِينَ أَوۡلِيَآءَ لِلَّذِينَ لَا يُؤۡمِنُونَ ○﴾ (الاعراف: ۲۷)

’’اے آدم کی اولاد! کہیں شیطان تمھیں فتنے میں نہ ڈال دے، جس طرح اس نے تمھارے ماں باپ کو جنت سے نکال دیا، وہ دونوں سے ان کے لباس اتارتا تھا، تاکہ دونوں کو ان کی شرمگاہیں دکھائے، بے شک وہ اور اس کا قبیلہ تمھیں وہاں سے دیکھتے ہیں جہاں سے تم انھیں نہیں دیکھتے۔ بے شک ہم نے شیطانوں کو ان لوگوں کے دوست بنایا ہے جو ایمان نہیں رکھتے۔‘‘

(ب)...... ﴿قَالَ مَا مَنَعَكَ أَلَّا تَسۡجُدَ إِذۡ أَمَرۡتُكَۖ قَالَ أَنَا۠ خَيۡرٞ مِّنۡهُ خَلَقۡتَنِي مِن نَّارٖ وَخَلَقۡتَهُۥ مِن طِينٖ ○ قَالَ فَٱهۡبِطۡ مِنۡهَا فَمَا يَكُونُ لَكَ أَن تَتَكَبَّرَ فِيهَا فَٱخۡرُجۡ إِنَّكَ مِنَ ٱلصَّٰغِرِينَ ○ قَالَ أَنظِرۡنِيٓ إِلَىٰ يَوۡمِ يُبۡعَثُونَ ○ قَالَ إِنَّكَ مِنَ ٱلۡمُنظَرِينَ ○ قَالَ فَبِمَآ أَغۡوَيۡتَنِي لَأَقۡعُدَنَّ لَهُمۡ صِرَٰطَكَ ٱلۡمُسۡتَقِيمَ ○ ثُمَّ لَأٓتِيَنَّهُم مِّنۢ بَيۡنِ أَيۡدِيهِمۡ وَمِنۡ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ط وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ○ قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ط لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ ○﴾

(الاعراف: ۱۲ تا ۱۸)

''فرمایا تجھے کس چیز نے روکا کہ تو سجدہ نہیں کرتا، جب کہ میں نے تجھے حکم دیا ہے؟ اس نے کہا: میں اس سے بہتر ہوں۔ کہ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا جبکہ اسے تو نے مٹی سے پیدا کیا ہے۔ فرمایا پھر اس سے اتر جا، کیوں کہ تیرے لیے یہ نہ ہوگا کہ تو اس میں تکبر کرے۔ سو نکل جا، یقیناً تو ذلیل ہونے والوں میں سے ہے۔ اس نے کہا: مجھے اس دن تک مہلت دے جب یہ اٹھائے جائیں گے۔ فرمایا بے شک تو مہلت دیے جانے والوں سے ہے۔ اس نے کہا پھر اس وجہ سے کہ تو نے مجھے گمراہ کیا، میں ضرور ہی ان کے لیے تیرے سیدھے راستے پر بیٹھوں گا۔ پھر میں ہر صورت ان کے آگے سے اور ان کے پیچھے سے اور ان کی دائیں طرفوں سے اور ان کی بائیں طرفوں سے آؤں گا اور تو ان کے اکثر کو شکر کرنے والے نہیں پائے گا۔ فرمایا اس سے نکل جا، مذمت کیا ہوا، دھتکارا ہوا، بے شک ان میں سے جو تیرے پیچھے چلے گا میں ضرور ہی جہنم کو تم سب سے بھروں گا۔''

(ج)..... ﴿تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ○﴾ (النحل: ۶۳)

''اللہ کی قسم! بلاشبہ یقیناً ہم نے تجھ سے پہلے بہت سی امتوں کی طرف رسول بھیجے تو شیطان نے ان کے لیے ان کے اعمال خوشنما بنا دیے۔ سو وہی آج ان کا دوست ہے اور انھی کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

(د)..... اسی لیے اللہ رب العالمین نے اپنے مومن بندوں کو حکم فرمایا ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً وَّ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ط اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ○﴾ (البقرہ: ۲۰۸)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں کے پیچھے مت چلو، یقیناً وہ تمھارا کھلا دشمن ہے۔''

رئیس الجرائم، شرک کی ابتداء:

چنانچہ اس ظالم، ہمارے ازلی دشمن نے اللہ ربّ کریم سے ہمیں دور کرنے اور اپنے ہمراہ جہنم میں لے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جانے کی خاطر ہم انسانوں کو اپنے ساتھی بنانے کا جو پہلا منصوبہ بنایا وہ جناب نوح علیہ السلام کی بعثت سے قبل اُس دور کے پانچ صالح، بزرگ آدمیوں کی پرستش کا تھا۔ شیطان کے اس منصوبے کا ذکر بالاختصار قرآن عظیم میں بھی ہے، صحیح احادیث مبارکہ میں اور مستند تاریخی روایات میں بھی۔ امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری نے محمد بن قیس رحمہ اللہ کا اثر نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: (جناب ادریس علیہ السلام کے زمانے میں، غالباً ان کی وفات کے بعد اور جناب نوح علیہ السلام کی ولادت و بعثت سے پہلے) وڈ، سواع، یغوث، یعوق اور نسر نامی پانچ نہایت صالح بزرگ آدمی تھے۔ یہ لوگ سیدنا آدم اور نوح علیہما السلام کے درمیانی زمانے میں صالح لوگوں کی ایک جماعت تھی۔ ان کی اتباع کرنے والے لوگ بھی تھے جو ان کی اقتداء کرتے تھے۔ جب یہ لوگ فوت ہوگئے تو ان کے پیروکار کہنے لگے: یہ بزرگ اب ہمارے اندر نہیں رہے، اگر ہم ان کی تصویریں بنالیں تو (ان کی یاد بھی تازہ رہے گی اور) عبادت میں ہمارا شوق (بھی) قائم رہے گا۔ (یہ بات شیطان نے ان کے دلوں میں ڈالی تھی اور پھر ان صالح آدمیوں، بزرگوں کی تصویریں بھی بنا کر دے دیں۔) چنانچہ جب یہ لوگ بھی دنیا سے چلے گئے اور ان کے بعد والی نسلیں آئیں تو شیطان نے اُنھیں یہ گھٹی پلائی کہ تمھارے بڑے تو ان کی پوجا کرتے اور ان سے دعائیں، حاجتیں مانگا کرتے تھے۔ انھیں بزرگوں کی وجہ سے تو ان پر بارشیں اترا کرتی تھیں۔ چنانچہ اُنھوں نے اب باقاعدہ ان بزرگوں کی تصویروں کی پرستش شروع کردی۔''[1]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری، کتاب التفسیر، حدیث: ۴۹۲۰ کی شرح میں امام السہیلی کی کتاب ''التعریف'' (میں جفسیر بقی بن مخلد رحمہ اللہ)، عمر بن شبہ کی ''کتاب مکہ'' اور الفاکہی کے حوالے سے لکھا ہے کہ: پھر ان لوگوں کے بعد جو نسل آئی، اُس نے باقاعدہ ان کی مورتیاں بنالیں اور ان کی پوجا پاٹ شروع کردی۔ یہاں سورہ نوح کی تفسیر میں دراصل امام بخاری رحمہ اللہ نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا ایک اثر نقل کیا ہے کہ: جو بت جناب نوح علیہ السلام کی قوم میں پوجے جاتے تھے بعد میں وہی بت عرب میں پوجے جانے لگے۔ وُدّ، دومۃ الجندل میں بنی کلب کا بت تھا۔ سواع، بنی ہذیل کا، یغوث بنی مراد کا اور بنی مراد کی شاخ بنو غطیف کا، جو وادی اجوف میں قوم سبا کے پاس رہتے تھے۔ یعوق، بنی ہمدان کا بت تھا اور نسر، حمیر کا بت تھا جو ذوالکلاع کی آل میں سے تھے۔ یہ پانچوں دراصل جناب نوح علیہ السلام کی قوم کے نیک لوگوں کے نام تھے۔ جب ان کی موت ہوگئی تو شیطان نے ان کے دل میں ڈالا کہ اپنی مجلسوں میں (جہاں وہ بیٹھے تھے) ان کے بت قائم کرلیں اور ان بتوں کے نام اپنے نیک لوگوں کے نام پر رکھ لیں۔ چنانچہ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ ابتداء میں ان بتوں کی پوجا نہیں ہوتی تھی۔ لیکن

---

[1] تفصیل کے لیے دیکھئے: تفسیر الطبری جلد ۲۳، ص: ٦٤٠ (تفسیر سورۃ نوح) والمصباح المنیر تهذیب تفسیر ابن کثیر ص: ١٤٤٧، ١٤٤٨.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب وہ لوگ بھی مر گئے کہ جنھوں نے بت قائم کیے تھے اور علم لوگوں میں نہ رہا تو ان کی پوجا ہونے لگی۔''

قومِ نوح بنو راسب میں پوجے جانے والے یہ پانچوں بت جب طوفان نوح میں غرق ہوگئے تو پھر یہ عربوں میں مابعد والے ادوار میں کیسے پہنچے؟ اس میں بھی شیطان کا پورا پورا منصوبہ اور عمل دخل تھا۔ جسے اس کی تحقیق کرنا ہو وہ مذکور بالا حوالہ جات کے علاوہ تاریخ کی کتب ''البدایہ والنہایہ''، تاریخ الطبری اور دیگر تاریخی مصادر کا مطالعہ کرے۔

اب کسی کی عقل اگر جنس شیطان، اس کے قدیم منصوبوں اور انسان کو گمراہ کر کے دنیا میں شرک وخرافات، ظلم واستبداد اور بدامنی ودہشت گردی پھیلا کر یہاں تباہیاں مچانے والی حقیقت کو نہیں مانتی تو اُسے اپنی عقل کا ماتم کرنا چاہیے کہ روئے زمین پر چہار سو پھیلے کھنڈرات دیکھ کر بھی وہ جاہلوں جیسی ہٹ دھرمی اختیار کرے تو اُس جیسا دنیا میں کوئی شر پسند اور شیطان لعین کا سب سے بڑا کوئی مددگار اور دوست نہ ہوگا۔

چنانچہ اللہ عزوجل فرماتے ہیں:

﴿ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ۝﴾

(الانعام: ۱۰ تا ۱۱)

''اور بلاشبہ یقیناً تجھ سے پہلے کئی رسولوں کا مذاق اڑایا گیا، تو ان لوگوں کو جنھوں نے ان میں سے مذاق اڑایا تھا، اسی چیز نے گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔ کہہ دے زمین میں چلو، پھر دیکھو جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا؟''

نبی آخر الزماں، حبیب ربّ العالمین محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے وقت دنیا میں شر، فساد، بدامنی، غیر اللہ کی سرعام پوجا، انسانیت کی اہانت اور شیطانی وطاغوتی قوتوں کے غلبہ کی جو روئے زمین پر کیفیت تھی اسے بیان کرتے ہوئے اللہ عزوجل دنیا جہان کے انسان کو تنبیہ کے طور پر فرماتے ہیں:

﴿ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝ قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلُ ؕ كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّشْرِكِيْنَ ۝﴾ (الروم: ۴۱ تا ۴۲)

''خشکی اور سمندر میں فساد ظاہر ہوگیا، اس کی وجہ سے جو لوگوں کے ہاتھوں نے کمایا، تاکہ وہ انھیں اس کا کچھ مزہ چکھائے جو انھوں نے کیا ہے، تاکہ وہ باز آجائیں۔ کہہ دے زمین میں چلو پھرو،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر دیکھو ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو ان سے پہلے تھے، ان کے اکثر مشرک تھے۔''

(۲)......علم ومعرفت کے ہوتے ہوئے جان بوجھ کر حق سے عداوت کا انجام:

یہاں پر دوسری نہایت اہم بات یہ ہے کہ: جرائم پر حکم لگاتے وقت جب عدل سے کام لیا جاتا ہے تو اس فیصلے کو ہر عقلمند آدمی برحق مانتا ہے کہ: انجانے، لاعلمی اور جہالت میں کسی گناہ اور جرم کا ارتکاب کرنے والے کو وہ سزا نہیں ملا کرتی اور نہ ہی ملنی چاہیے کہ جو سزا و عقاب اُس مجرم کو ملے کہ جس نے کوئی جرم و گناہ اور قانون کی خلاف ورزی جان بوجھ کر، علم و معرفت کے ہوتے ہوئے کی ہو۔ پھر سزا ملنے اور برے انجام سے دوچار ہونے کے اعتبار سے وہ مجرم ان دونوں سے مزید بڑھ کر سب سے کڑی اور بڑی سزا کا حقدار ٹھہرتا ہے کہ: جو جان بوجھ کر گناہ و جرائم کرے بھی اور آگے ان کی اشاعت کرتے ہوئے ان کی دعوت بھی دے۔ چنانچہ اسی عقلی و فطری قانون کے پیش نظر اللہ عز وجل ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا ﴾ (النساء: ۱۱۵)

''اور جو کوئی رسول کی مخالفت کرے، اس کے بعد کہ اس کے لیے ہدایت خوب واضح ہو چکی اور مومنوں کے راستے کے سوا (کسی اور) کی پیروی کرے ہم اسے اسی طرف پھیر دیں گے جس طرف وہ پھرے گا اور ہم اسے جہنم میں جھونکیں گے اور وہ بری لوٹنے کی جگہ ہے۔''

یعنی جو شخص یا گروہ شریعت کے خلاف راستہ اختیار کرے اور حق معلوم ہو جانے کے باوجود مسلمانوں کی سیدھی اور صاف روش سے ہٹ جائے تو ہم بھی اسے اسی ٹیڑھی راہ پر لگا دیتے ہیں جو اس کو جہنم میں لے جا کر ڈال دیتی ہے۔ مومنوں کی راہ دراصل تو کتاب وسنت کی راہ ہے اور کسی اجماعی مسئلے کی مخالفت کرنا بھی غیر مومنین کی راہ پر چلنا ہے۔ امت محمدیہ کو اللہ تعالیٰ نے یہ شرف بخشا ہے کہ وہ اجماعی طور پر غلطی اور خطا سے محفوظ رہی ہے اور رہے گی۔ یعنی ایسا نہیں ہوسکتا کہ ساری امت صدیوں ایک غلط راہ پر چلتی رہے۔ اس بارے میں بہت سی صحیح احادیث وارد ہیں حتیٰ کہ بعض علما ان کے تواتر کے قائل ہیں۔ [1]

غزوۂ بدر کا ذکر کرتے ہوئے اللہ عز وجل ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰۗىِٕكَةِ اَنِّىْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۭ سَاُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ

[1] امام شافعی رحمہ اللہ نے اجماع کے حجت ہونے کا اسی آیت سے استنباط کیا ہے۔ یہ استنباط بہت قوی اور عمدہ ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''معارج الاصول'' میں اس پر مفصل بحث کی ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کے استدلال کی پرزور تائید کی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ٥ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ٥﴾ (الانفال: ۱۲۔۱۳)

''جب تیرا رب فرشتوں کی طرف وحی کر رہا تھا کہ بے شک میں تمھارے ساتھ ہوں، پس تم ان لوگوں کو جمائے رکھو جو ایمان لائے ہیں، عنقریب میں ان لوگوں کے دلوں میں جنھوں نے کفر کیا، رعب ڈال دوں گا۔ پس ان کی گردنوں کے اوپر ضرب لگاؤ اور ان کے ہر ہر پور پر ضرب لگاؤ۔ یہ اس لیے کہ بے شک انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی جان بوجھ کر مخالفت کی اور جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے تو بے شک اللہ بہت سخت عذاب والا ہے۔''

آگے ایک مقام پر اللہ رب العالمین دین حنیف، اسلام کے قدیم و دائمی ہونے کا ذکر کرتے ہوئے یہود و نصاریٰ کا جان بوجھ کر کھلم کھلا سرکشی کی صورت اختیار کرتے ہوئے تفرقہ بندی کے ذریعے کئی فرقوں میں بٹ جانے اور صراطِ مستقیم سے ہٹ جانے کی بنا پر ان کے لیے سخت سزا کا ذکر یوں فرماتے ہیں:

﴿شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ؕ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ؕ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ٥ وَمَا تَفَرَّقُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى لَّقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ٥ فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ ۚ وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ؕ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ؕ لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ؕ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ؕ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ٥ وَالَّذِيْنَ يُحَآجُّوْنَ فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا اسْتُجِيْبَ لَهٗ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ٥﴾

(الشوریٰ: ۱۳ تا ۱٦)

''اس نے تمھارے لیے دین کا وہی طریقہ مقرر کیا جس کا تاکیدی حکم اس نے نوح کو دیا اور جس کی وحی ہم نے تیری طرف کی اور جس کا تاکیدی حکم ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا، یہ کہ اس دین کو قائم رکھو اور اس میں جدا جدا نہ ہو جاؤ۔ مشرکوں پر وہ بات بھاری ہے جس کی طرف تو انھیں بلاتا ہے، اللہ اپنی طرف چن لیتا ہے جسے چاہتا ہے اور اپنی طرف راستہ اسے دیتا ہے جو رجوع کرے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور وہ جدا جدا نہیں ہوئے مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس علم آ گیا، آپس کی ضد کی وجہ سے۔ اور اگر وہ بات نہ ہوتی جو تیرے رب کی طرف سے ایک مقرر وقت تک پہلے طے ہو چکی تھی تو ضرور ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا۔ بے شک وہ لوگ جو ان کے بعد اس کتاب کے وارث بنائے گئے وہ اس کے متعلق یقیناً ایسے شک میں مبتلا ہیں جو بے چین رکھنے والا ہے۔ سو تو اسی کی طرف پھر دعوت دے اور مضبوطی سے قائم رہ، جیسے تجھے حکم دیا گیا ہے اور ان کی خواہشوں کی پیروی مت کر اور کہہ دے کہ اللہ نے جو بھی کتاب نازل فرمائی میں اس پر ایمان لایا اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمھارے درمیان انصاف کروں۔ اللہ ہی ہمارا رب اور تمھارا رب ہے، ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمھارے لیے تمھارے اعمال۔ ہمارے درمیان اور تمھارے درمیان کوئی جھگڑا نہیں، اللہ ہمیں آپس میں جمع کرے گا اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ اور جو لوگ اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں، اس کے بعد کہ اس کی دعوت قبول کر لی گئی، ان کی دلیل ان کے رب کے نزدیک باطل ہے۔ ان پر بڑا غضب ہے اور ان کے لیے بہت سخت سزا ہے۔''

آیئے! سلسلۂ کلام کو آگے بڑھاتے ہوئے ہمیں، اوّلاً: اس بات کو سو فیصد حق سمجھتے ہوئے اس کا یقین کر لینا چاہیے کہ: انسان اپنے ذاتی عقل و فہم اور ادراک کے لحاظ سے یکسر ادھورا ہے۔ وحی والے علم حقیقی کے بغیر نہ ہی تو دنیا میں اس کو کامیابی حاصل ہوتی ہے اور نہ ہی علم وحی کے ذریعے اسے دیے گئے دستور و قانون اور شریعت الٰہی پر ایمان لائے اور عمل کیے بغیر اس کو آخرت میں کوئی کامیابی ہوگی، چاہے اپنے طور پر یہ کتنے ہی اچھے کام اپنی عقل اور سمجھ بوجھ سے کیوں نہ سر انجام دیتا پھرے۔

ثانیاً: جب منزل من اللہ وحی کے لیے انبیاء کرام علیہم السلام کا سلسلہ سیّدنا آدم علیہ السلام کے زمانہ سے ہی جاری ہے تو اللہ رب العزت والکرم نے اپنے رسولوں اور نبیوں کی بعثت کے جہاں دوسرے مقاصد بیان فرمائے وہاں یہ بھی ذکر فرمایا کہ: اللہ کا پیغمبر تا کہ جاہلوں اور گمراہوں کو علم وحی کے ذریعے ان کی اصلاح کر کے انھیں قرآن و سنت کی تعلیم دے۔ آیئے قرآنِ حکیم کی روشنی میں دیکھتے ہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت کے مقاصد، اس مذکور بالا مقصد کے علاوہ اور کیا ہوا کرتے تھے۔

(۱)...... گمراہوں، گنہگاروں کا تزکیہ و تعلیم:

فرمایا:

﴿ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَٰلٍ مُّبِينٍ ۝﴾

(آل عمران: ١٦٤)

''بلاشبہ یقیناً اللہ نے ایمان والوں پر احسان کیا جب اس نے ان میں ایک رسول انھیں میں سے بھیجا، جو ان پر اس کی آیات پڑھتا اور انھیں پاک کرتا اور انھیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے، حالانکہ بلاشبہ وہ اس سے پہلے یقیناً کھلی گمراہی میں تھے۔''

(ب)...... طاغوت کی پوجا سے روکنا:

رسولوں کی بعثت کا ایک اور بڑا مقصد جاہلوں اور مشرکوں کو ''طاغوت کی پوجا'' سے روکنا تھا۔ چنانچہ فرمایا:

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ ۖ فَمِنْهُم مَّنْ هَدَى اللَّهُ وَمِنْهُم مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلَالَةُ ۚ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ۝﴾ (النحل: ٣٦)

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ (وہ انھیں دعوت دے: لوگو!) اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو۔ پھر ان میں سے کچھ وہ تھے جنھیں اللہ نے ہدایت دی اور ان میں سے کچھ وہ تھے جن پر گمراہی ثابت ہوگئی۔ پس زمین میں چلو پھرو، پھر دیکھو جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا۔''

(ج)...... بداعمالیوں پر سزا:

رسولوں اور نبیوں کی بعثت جہاں سلیم الفطرت لوگوں کے لیے سراپائے رحمت ہوا کرتی تھی وہاں سرکشوں کے لیے زحمت اور ان کی سزا کا موجب بھی بنتی۔ چنانچہ اللہ عزوجل فرماتے ہیں:

﴿وَلِكُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولٌ ۖ فَإِذَا جَاءَ رَسُولُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝﴾

(یونس: ١٠)

''اور ہر امت کے لیے ایک رسول بھیجا گیا ہے، تو جب ان کا رسول آتا (اور وہ اس کو جھٹلا دیتے) تو ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جاتا اور وہ ظلم نہیں کیے جاتے تھے۔''

یعنی وہ اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے تباہ کر دیے جاتے تھے۔ نہ انھیں بے گناہ سزا دی جاتی اور نہ ہی حجت تمام کیے بغیر ان کا مواخذہ کیا جاتا۔ پھر یہ کہ اللہ کے نبی کے ذریعے اللہ کے مومن بندوں کی مدد کی جاتی اور مجرموں سے انتقام لیا جاتا۔ چنانچہ فرمایا:

﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ رُسُلًا إِلَىٰ قَوْمِهِمْ فَجَاءُوهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَانتَقَمْنَا مِنَ الَّذِينَ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَجْرَمُوْا ؕ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝﴾ (الروم: ٤٧)

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے تجھ سے پہلے کئی رسول ان کی قوم کی طرف بھیجے۔ چنانچہ وہ ان کے پاس واضح دلیلیں لے کر آئے۔ پھر ہم نے ان لوگوں سے انتقام لیا جنھوں نے جرم کیا اور مومنوں کی مدد کرنا ہم پر لازم تھا۔''

(د)...... عدل وانصاف:

رسولوں کی بعثت کا ایک مقصد یہ بھی ہوتا تھا کہ لوگ اُن کی شریعت کے ذریعے عدل وانصاف سے کام لیں، تاکہ دنیا میں امن وامان قائم ہوسکے۔ چنانچہ فرمایا:

﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝﴾ (الحدید: ٢٥)

''بلاشبہ یقیناً ہم نے اپنے رسولوں کو واضح دلیلوں کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور ترازو کو نازل کیا، تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں۔ اور ہم نے لوہا اتارا جس میں سخت لڑائی (کا سامان) ہے اور لوگوں کے لیے بہت سے فائدے ہیں۔ تاکہ اللہ جان لے کہ کون دیکھے بغیر اس کی اور اس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے۔ یقیناً اللہ بڑی قوت والا، سب پر غالب ہے۔''

(ھ)...... نبی ختم الرسل ﷺ کی بعثت کی مزید خصوصی صفات:

نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے قبل جتنے انبیاء ومرسل گزرے تھے ان سب کی بعثت ونبوت کے تمام مقاصد کے ساتھ ساتھ اللہ ربّ العالمین نے آپ ﷺ کو کچھ خصوصی مقاصد کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ چنانچہ ان خصوصی مقاصد واہداف کا جاننا موضوع ہذا کے حوالے سے نہایت ضروری ہے۔ خدشہ طوالت کے پیش نظر چند ایک کا جائزہ لے لیتے ہیں۔

(ا)...... دنیا جہان کے لیے رحمت:

فرمایا:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝﴾ (الانبیاء: ١٠٧)

''اور ہم نے تجھے نہیں بھیجا مگر جہانوں کے لیے رحمت بنا کر۔''

صرف مسلمانوں کے لیے نہیں بلکہ مسلمان، کافر سب کے لیے۔ دنیوی واخروی ہر اعتبار سے آپ رحمت بنا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر بھیجے گئے تھے۔ اسلامی اصول و شریعت کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ جو اخلاقی قدریں اور دائمی اصول رسول اللہ ﷺ کی وساطت سے اللہ تعالیٰ نے متعین فرمائے ہیں وہ آج تک دنیا تلاش نہیں کر سکی۔ اس سے بڑی رحمت اور کیا ہو سکتی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اِنَّمَا اَنَا رَحْمَةٌ مُهْدَاةٌ" کہ میں تو مجسم رحمت ہوں۔ جو لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور ہدیہ دی گئی ہے۔ مسلمانوں کے لیے تو رسول اللہ ﷺ کا رحمت ہونا عیاں ہے کہ ان کو رسول اللہ ﷺ کی اتباع سے ہر قسم کی سعادت حاصل ہوئی۔ مگر کفار کے لیے آپؐ کیسے رحمت ہیں؟ اس کے جواب میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے پہلی قوموں پر جو ہلاکت خیز عذاب آتے رہے ہیں انھیں رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بعد روک دیا گیا ہے۔ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے ابوجہل کے الزامات کے جواب میں فرمایا: "وَلَاُهْدِيَنَّهُمْ وَهُمْ كَارِهُوْنَ" میں ان کی نفرت کے باوجود ان کو ہدایت پر لانے کی کوششیں جاری رکھوں گا۔ اس سے آپؐ کے رحمت ہونے کا مفہوم واضح ہوتا ہے۔

(۲)......ساری دنیا کے لیے تا قیامت آخری رسول:

فرمایا:

﴿ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝﴾

(سباء: ۲۸)

''اور ہم نے تجھے نہیں بھیجا مگر تمام لوگوں کے لیے خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔''

دوسرے مقام پر اللہ کریم نے آپ کا تذکرہ پہلی آسمانی کتب میں بیان کرتے ہوئے، اہل ایمان کی فلاح و کامیابی بھی بیان فرمائی اور آپ کی بعثت دائمی و عالمی بھی۔ چنانچہ فرمایا:

﴿ اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا ۨ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴾ (الاعراف: ۱۵۷-۱۵۸)

''وہ جو اس رسول کی پیروی کرتے ہیں، جو امی نبی ہے، جسے وہ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، جو انھیں نیکی کا حکم دیتا اور انھیں برائی سے روکتا ہے اور ان کے لیے پاکیزہ چیزیں حلال کرتا اور ان پر ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے اور ان سے ان کا بوجھ اور وہ طوق اتارتا ہے جو ان پر پڑے ہوئے تھے۔ سو وہ لوگ جو اس پر ایمان لائے اور اسے قوت دی اور اس کی مدد کی اور اس نور کی پیروی کی جو اس کے ساتھ اتارا گیا وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ کہہ دے اے لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔ وہ (اللہ) کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی صرف اس کی ہے، اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔ پس تم اللہ پر اور اس کے رسول نبی امی پر ایمان لاؤ، جو اللہ اور اس کی باتوں پر ایمان رکھتا ہے اور اس کی پیروی کرو، تاکہ تم ہدایت پاؤ۔''

تیسرے مقام پر فرمایا:

﴿ تَبَارَكَ الَّذِىْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ﴾ (الفرقان: ۱)

''بہت برکت والا ہے وہ جس نے اپنے بندے پر فیصلہ کرنے والی (کتاب) اتاری، تاکہ وہ جہانوں کے لیے ڈرانے والا ہو۔''

سارے جہان سے مراد قیامت تک کے تمام جن و انس ہیں۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت ان سب کے لیے تھی۔ کوئی دوسرا رسول دنیا میں ایسا نہیں آیا۔ حدیث میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے پانچ چیزوں میں تمام انبیاء پر فضیلت دی گئی ہے جن میں سے ایک یہ بات ہے کہ پہلے نبی کسی خاص قوم کی طرف مبعوث ہوئے اور مجھے اللہ تعالیٰ نے سب لوگوں کے لیے نبی بنا کر بھیجا ہے۔

(۳)...... دین حنیف، اسلام کی تکمیل:

اللہ رب العالمین نے اپنے آخری نبی محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت و نبوت کے ذریعے اپنے دین حنیف، اسلام کی تکمیل بھی فرما دی اور اسے قیامت تک محفوظ رکھنے کا ذمہ بھی خود لے لیا۔ چنانچہ بنی نوع انسان کے لیے مکمل نظام حیات و دستور العمل کی تکمیل کے حوالے سے فرمایا: ﴿ اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ۭ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ۭ﴾ (المائدہ: ۳) ...... ''آج کافر لوگ تمھارے دین کی طرف سے ناامید ہوگئے ہیں (کہ اب وہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس دین کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔) اس لیے ان کافروں سے مت ڈرو بلکہ صرف مجھ سے ہی ڈرو۔ ❶ آج میں نے تمھارا دین مکمل کر دیا ہے اور تم لوگوں پر (اے مومنو، مسلمانو!) اپنا احسان وانعام تمام کیا اور اسلام کو بطور دین (مکمل نظامِ حیات ودستور العمل) تمھارے لیے پسند کیا ہے۔''

دین کو مکمل کرنے سے مراد یہ ہے کہ اس کے تمام ارکان، فرائض سنن، حدود اور احکام بیان کر دیے گئے اور کفر وشرک کا خاتمہ کر کے اس نعمت کو مکمل کر دیا گیا۔ نبی کریم ﷺ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد ۸۱ دن زندہ رہے۔ بعد میں وفات پا گئے۔ علماء نے لکھا ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد آیت ربا (سود کی حرمت) اور آیت کلالہ نازل ہوئی ہیں۔ پس دین کے مکمل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ''دین'' کا بڑا حصہ مکمل کر دیا گیا ہے۔

مستند حقائق کی روشنی میں ایک بڑے تاریخی سچ کا جائزہ

اگر ہم نہایت ثقہ ومستند تاریخی روایات وحقائق کے تناظر میں آج سے ٹھیک ایک ہزار چار سو تیس قمری سالوں سے پہلے کی دنیا پر انسانی معاشروں کی تمام انفرادی واجتماعی، سیاسی ودینی، عربی وعجمی اور معاشی ومعاشرتی حالتوں کا جائزہ لیں تو جیسا کہ قرآن حکیم میں بیان ہوا ہے:

﴿ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝ قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلُ ۭ كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّشْرِكِيْنَ ۝﴾ (الروم: ٤١ تا ٤٢)

''خشکی اور سمندر میں فساد ظاہر ہوگیا، اس کی وجہ سے جو لوگوں کے ہاتھوں نے کمایا، تاکہ وہ انھیں اس کا کچھ مزہ چکھائے جو انھوں نے کیا ہے، تاکہ وہ باز آجائیں۔ کہہ دے زمین میں چلو پھرو، پھر دیکھو ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو ان سے پہلے تھے، ان کے اکثر مشرک تھے۔''

یہاں خشکی سے مراد زمین، تری سے مراد سمندر اور فساد سے مراد ہر آفت اور مصیبت ہے چاہے وہ جنگ وجدال اور قتل وغارت کی صورت میں ہو یا قحط، بیماری، فصلوں کی تباہی، تنگ حالی اور سیلاب وزلزلہ وغیرہ کی صورت میں۔

جزیرۃ العرب کے وہ تینوں سرحدی علاقے جو غیر ممالک کے پڑوس میں پڑتے تھے ان کی سیاسی حالت

❶ یعنی اب تمھاری طاقت اس قدر مستحکم ہوگئی ہے کہ تمھارے دشمنوں کی کمر ٹوٹ گئی ہے۔ وہ اس چیز سے قطعی مایوس ہوگئے ہیں کہ اب وہ تمھارے دین وشریعت کو نیچا دکھا سکیں گے۔ تو آج سے مراد ''حجۃ الوداع ۱۰ھ'' ہے۔ عرفہ کا دن تھا جب یہ آیت عظیمہ نازل ہوئی تھی۔ (دیکھیے تفسیر قرطبی)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سخت اضطراب و انتشار اور انتہائی زوال و انحطاط کا شکار تھی۔ انسان، مالک اور غلام یا حاکم اور محکوم کے دو طبقوں میں بٹا ہوا تھا۔ سارے فوائد سربراہوں...... اور خصوصاً غیر ملکی سربراہوں کو حاصل تھے اور سارا بوجھ غلاموں کے سر تھا۔ اسے زیادہ واضح الفاظ میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ رعایا درحقیقت ایک کھیتی تھی جو حکومت کے لیے محاصل اور آمدنی فراہم کرتی تھی اور حکومتیں اسے لذتوں، شہوتوں، عیش رانی اور ظلم و جور کے لیے استعمال کرتی تھیں اور عامۃ الناس پر ہر طرف سے ظلم کی بارش ہو رہی تھی۔ مگر وہ حرفِ شکایت زبان پر نہ لا سکتے تھے۔ بلکہ ضروری تھا کہ طرح طرح کی ذلت و رسوائی اور ظلم و چیرہ دستی برداشت کریں اور زبان بند رکھیں، کیونکہ جبر و استبداد کی حکمرانی تھی اور انسانی حقوق نام کی کسی چیز کا کہیں کوئی وجود نہ تھا۔

ان علاقوں کے پڑوس میں رہنے والے قبائل تذبذب کا شکار تھے۔ انھیں اغراض و خواہشات اِدھر سے اُدھر، اور اُدھر سے اِدھر پھینکتی رہتی تھیں۔ کبھی وہ عراقیوں کے ہم نوا ہو جاتے تھے اور کبھی شامیوں کی ہاں میں ہاں ملاتے تھے۔ جو قبائل اندرونِ عرب آباد تھے ان کے بھی جوڑ ڈھیلے اور شیرازہ منتشر تھا۔ ہر طرف قبائلی جھگڑوں، نسلی فسادات اور مذہبی اختلافات کی گرم بازاری تھی، جس میں ہر قبیلے کے افراد بہر صورت اپنے اپنے قبیلے کا ساتھ دیتے تھے خواہ وہ حق پر ہو یا باطل پر۔ چنانچہ ان کا ترجمان کہتا ہے:

وَمَا أَنَا إِلَّا مِنْ غَزِيَّةَ إِنْ غَوَتْ
غَوَيْتُ، وَإِنْ تَرْشُدْ غَزِيَّةُ أَرْشُدِ

''میں بھی تو قبیلہ غزیہ ہی کا ایک فرد ہوں۔ اگر وہ غلط راہ پر چلے گا تو میں بھی غلط راہ پر چلوں گا اور اگر وہ صحیح راہ پر چلے گا تو میں بھی صحیح راہ پر چلوں گا۔''

اندرونِ عرب کوئی بادشاہ نہ تھا جو ان کی آواز کو قوت پہنچاتا اور نہ کوئی مرجع ہی تھا جس کی طرف مشکلات و شدائد میں رجوع کیا جاتا اور جس پر وقت پڑنے پر اعتماد کیا جاتا۔

نبی آخر الزمان محمد رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت سے کچھ عرصہ پہلے کا اگر ہم تاریخی شواہد کے تناظر میں پورے غور و فکر اور تدبر کے ساتھ جائزہ لیں تو اس دور کے آباد زمینی خطوں میں سے براعظم ایشیاء، مشرقِ وسطٰی اور براعظم افریقہ میں سے ہندوستان کی طوائف الملوکی، ایران کی ساسانی سلطنت کسریٰ، روم کی قیصروی سلطنتِ عظمٰی، چین کی بادشاہی، بعض افریقی محکوم حکومتیں، جزیرۂ نمائے عرب میں مختلف قسم کی منقسم حکومتیں اور دیگر عربی و عجمی تابع فرمان امارتیں باہم دست و گریبان، ظلم و استبداد اور شرک و خرافات کی رسیا، ضلالت و جہالت کی راہنما اور گھمنڈ، فخر و غرور کے جال میں پھنسی نظر آتی ہیں۔ اس دور کی پوری آباد دنیا کا اگر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اخلاقی، دینی، تعلیمی اور تہذیبی اعتبار سے بالاختصار جائزہ پیش کرنا ہو تو یوں کہنا قطعاً مبالغہ نہ ہوگا کہ:

''تمام کائنات انسانی، عبادتِ رب العالمین کی بجائے مظاہر پرستی میں مبتلا ہو چکی تھی۔ ہر ملک میں نوعِ انسانی سے لے کر نوعِ جمادات تک کی پرستش سرمایۂ نازش بنی ہوئی تھی۔ کہیں انسان کو ''اوتار'' (خدا) کہا جا رہا تھا اور کہیں خدا کا بیٹا۔ یہ صرف قیل وقال کی حد تک نہ تھا بلکہ ان باطل نظریات کی بنیاد پر صدہا صد سالوں سے ایک دوسرے کا خون بھی بہایا جا رہا تھا۔ کوئی مادہ پرست تھا تو کوئی دوسرا خود اپنی آتما (روح) کو ہی خدا سمجھ رہا تھا۔ سورج، چاند اور تاروں کی پرستش کے ساتھ ساتھ حجر وشجر اور نار کی پوجا تھی۔ پانی، ہوا اور مٹی کے سامنے ناصیہ فرسائی تھی۔ غرضیکہ کائنات کی ہر شے پرستش اور پوجا کے لائق تھی، اگر نہیں تھی تو صرف ذاتِ الٰہ قابلِ عبادت نہ تھی۔ نہ اس کی احدیت کا تصورِ خالص تھا اور نہ صمدیت کا، اگر اسے مانا بھی جاتا تھا تو دوسروں کی پرستش اور عبادت کے ذریعے۔ یہ نظریہ عام تھا کہ ''اگر اللہ تعالیٰ خالقِ کائنات وموجودات ہے تو مادہ روح اور ترکیب، سب ہی باتوں میں دوسروں کے واسطے اور احتیاج کا پابند ہے۔ وہ اگر مالکِ موجودات ہے بھی تو انسان، حیوان درخت اور پتھر کے بل بوتے پر۔'' غرض ساری دنیا میں اصل کارفرمائی مظاہر کی تھی اور ''ذاتِ حق'' صرف نام کے لیے تھی۔ حقیقت سے چشم پوشی تھی۔ مجاز کے ساتھ ذوقِ عشق اور ذاتِ حق سے بعد تھا۔ مظاہر سے قربت سرمایہ سعادت اور حق سے بیگانگی تھی۔ ہر طرف مَا نَعۡبُدُهُمۡ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَآ إِلَى ٱللَّهِ زُلۡفَىٰٓ ...... ''ہم ان کی پوجا صرف اس لیے کرتے ہیں کہ وہ اللہ کی جانب ہماری قربت کا ذریعہ بن جائیں۔'' کا مظاہر نظر آتا تھا۔ پورے کرۂ ارض پر چند ایک افراد تھے جو اللہ کو اس کی ذات وصفات میں ایک ماننے والے تھے۔ روئے زمین پر کروڑوں کی انسانی آبادی میں ان کا شمار انگلیوں پر کیا جا سکتا تھا۔ وہ بھی کہیں ایک مقام پر اکٹھے نہ تھے۔ دنیا میں پھیلے ہوئے تھے۔''

واقعہ اصحاب الفیل (ابرھہ الاشرم کی مکہ پر چڑھائی) والا زمانہ ایک ایسا دور تھا کہ کائنات کا گوشہ گوشہ خدا پرستی اور توحید الٰہی کے نغموں سے محروم ہو چکا تھا۔ خدا کی بھیجی ہوئی تعلیم کے مدعی (یہود ونصاریٰ) ہر جگہ موجود تھے مگر سچی تعلیم معدوم ہو چکی تھی۔ گلستانِ توحید واخلاص کے تمام درخت اور پودے مرجھا چکے تھے۔ نوعِ بشر کے پیڑ انسانی معاشرے کو عدل وانصاف، امن وآشتی اور الفت ومحبت کے خوش ذائقہ پھل دینے سے انکاری ہو چکے تھے۔ اپنی درد بھری آواز کے ساتھ رب العالمین کی توحید کا میٹھا نغمہ سنانے والی بلبلیں نہ جانے کہاں سو گئی تھیں۔ گلستانِ ھست وبود بالکل ہی ویران ہو چکا تھا۔ ہر طرف انسان نما بھیڑیے ہی نظر آ رہے تھے۔ ان حالات کے پیشِ نظر اللہ رب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

العالمین کا قانونِ رُشد وہدایت حرکت میں آیا۔ اس نے ارادہ کرلیا کہ وہ اپنے بندوں پر ضرور رحم کرے گا۔ انہیں ضلالت وخباثت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں سے نکال کر، ان کے چہار جانب چھائی ہوئی شرک و جہالت اور رسم ورواج کی تاریکیوں کو فنا کرکے، رشدوہدایت، علم ویقین، عدل گستری اور امن وامان کی روشن راہوں پر انہیں ضرور چلائے گا۔ تاکہ دنیا میں ''معیشتِ ضنکا'' سے اور آخرت میں جہنم کی آگ سے وہ بچ سکیں۔

یکایک ہوئی غیرتِ حق کو حرکت
بڑھا جانبِ بُوقبیس ابرِ رحمت

چنانچہ ''عام الفیل کے موسم بہار میں ۹ ربیع الاول بروز سوموار بمطابق ۲۲/اپریل ۵۷۱ عیسوی، واقعہ اصحاب الفیل کے ٹھیک ۵۵ ویں دن، یکم جیٹھ ۶۲۸ بکرمی کی صبح صادق کے بعد اُرض العرب کے خطۂ حجاز کی بن کھیتی اور بغیر انگوری کے سرزمینِ مکہ معظّمہ کی وادی بطحاء کے ایک معزز ترین گھرانے، بنوقریش کے فخذِ سربلند بنوھاشم کے سردار عبدالمطلب کے لختِ جگر عبداللہ الذبیح کے مشکوئے معلّی سے آمنہ بنت وھب کے ہاں نیر عالم تاب، آفتابِ رسالت نے جنم لیا۔

ہوئی پہلوئے آمنہ سے ہویدا
دعائے خلیل اور نویدِ مسیحا

وحی کا آغاز:

چنانچہ اس آفتابِ رشد و ہدایت محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب القرشی الھاشمی ﷺ کی عمر مبارک جب چالیس سال ہوگئی اور ربیع الاول کا مہینہ آیا تو اُفق حیات کے پار سے آثارِ نبوت چمکنا اور جگمگانا شروع ہوگئے۔ ان آثار کا آغاز سچے خوابوں کی شکل میں ہوا۔ آپؐ رات کو جو بھی خواب دیکھتے اگلے دن وہ سپیدۂ صبح کی طرح (تعبیر بن کے) سامنے ہوتا۔ اس حالت پر چھ ماہ گزر گئے اور رمضان المبارک کا مہینہ آگیا۔

حسبِ سابق آپ ﷺ کھانے پینے کا سامان لے کر (جبلِ نور کی) غارِ حراء میں جا بیٹھے۔ رمضان کے بیس دن گزر گئے تھے۔ اکیسویں رات اور سوموار کا دن تھا کہ وہ مبارک ساعت آن پہنچی جس کا آسمانوں پر مقدس کروبیوں اور ارض اللہ پر حق کے متلاشیوں کو صدیوں سے انتظار تھا۔ اگلی بات ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی سنیے: ''رسول اللہ ﷺ پر وحی کا آغاز نیند میں اچھے سچے خوابوں سے ہوا۔ آپؐ خواب میں جو کچھ دیکھتے وہ صبح کی روشنی کی طرح صحیح اور سچا ثابت ہوتا۔ پھر آپ (من جانب اللہ) تنہائی پسند ہوگئے اور آپؐ نے (جبل نور کے) غارِ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حراء میں خلوت نشینی اختیار فرمالی۔ کئی کئی دن اور راتیں وہاں مسلسل عبادت و یادِ الٰہی اور ذکر وفکر میں مشغول رہتے۔ جب تک گھر آنے کو دل نہ چاہتا توشہ ہمراہ لیے وہاں قیام فرمائے رہتے۔ توشہ (کھانے پینے کا سامان) ختم ہونے پر (اُمّ المومنین سیّدہ) خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لاتے اور مزید کچھ توشہ ہمراہ لے کر وہاں جا کر خلوت گزیں ہو جاتے۔ یہی طریقہ جاری رہا حتی کہ آپ پر حق منکشف ہوگیا۔ آپ غار حراء میں ہی تھے کہ فرشتہ (جبریل علیہ السلام) آپ کے پاس (نمودار ہوکر) حاضر ہوا اور کہنے لگا: ''(اے محمدؐ!) ❶ پڑھو۔'' آپ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا: ''میں پڑھنا نہیں جانتا۔'' آپؐ فرماتے ہیں کہ فرشتے نے مجھے پکڑ کر اتنے زور سے بھینچا کہ میری طاقت جواب دے گئی۔ پھر مجھے چھوڑ کر کہا: ''اِقْـرَأْ..... پڑھو۔'' میں نے پھر وہی جواب دیا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ (دوبارہ پھر) فرشتے نے مجھے زور سے بھینچا کہ جس سے مجھے سخت تکلیف محسوس ہوئی (طاقت نچڑ کر رہ گئی۔ چھوڑا اور) پھر کہا: ''پڑھ'' میں نے (تیسری بار یہی) کہا: ''میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔'' پس اس نے مجھے تیسری بار پکڑا اور خوب دبایا یہاں تک کہ مجھ میں طاقت نہ رہی۔ پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا:

﴿ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ o خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ o اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ o الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ o عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ o﴾ (العلق: ۱۔تا۔۵)

''(کائنات کے لیے منتخب ہونے والے ہمارے پیارے آخری نبی!) اپنے رب کے نام سے جس نے (سب خلقت کو) پیدا کیا ہے۔ (اپنی طرف اتارے جانے والے قرآن کو) پڑھ۔ (تیرا رب۔ اللہ تعالیٰ۔ وہ ذات ہے)

---

❶ محمد بن اسحاق رحمہ اللہ کی روایت میں ہے: ''یہاں تک کہ وہ رات آئی جس میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسالت سے سرفراز فرمایا اور اس کے ذریعے بندوں پر رحم فرمایا۔ جبریل علیہ السلام اللہ کا پیغام لے کر آگئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''میرے پاس جبریل (علیہ السلام) اس وقت آئے جب میں سویا ہوا تھا۔ وہ ایک ریشمی کپڑا لائے کہ جس میں ایک کتاب تھی۔'' پھر اس نے کہا: پڑھو''......الخ

امام ابوالحسن عبدالرحمٰن بن عبداللہ خطیب الخثعمی السہیلی الاندلسی کا بیان ہے کہ: اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: میں سویا ہوا تھا جب جبریل آئے ...... (اور روایت کے آخر میں ہے کہ) پھر میں نیند سے بیدار ہوگیا اور وحی میرے دل میں کتاب کی طرح لکھ دی گئی۔'' جبکہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا والی روایت میں نیند کا ذکر تک نہیں۔ بلکہ آپؐ کا اس وحی سے پہلے خوابوں کے ذکر کرنے کا مقصد یہ تھا کہ اس دفعہ خواب نہیں تھا بلکہ جاگنے کی حالت میں جبریل علیہ السلام آپؐ سے ہم کلام ہوئے۔ اور سیّدنا عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما والی روایت تو اس بات کی کھلی دلیل پیش کرتی ہے کہ آپؐ پر یہ پہلی وحی جاگنے کی حالت میں اتری تھی...... تو پھر اس تضاد کا معنیٰ کیا ہوا (جبکہ دونوں طرح کی روایات بھی صحیح ہیں۔)

سہیلی کہتے ہیں: ''(عام الفیل کے اکتالیسویں سال رمضان کے مہینے کی اکیسویں رات کو) آپ سوئے ہوئے تھے کہ جب جبریل علیہ السلام آئے تاکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کا سامنا کرنے میں آسانی رہے۔ یہ آپؐ کے ساتھ رفقت وشفقت تھی اس لیے کہ نبوت کا معاملہ بہت بڑا اور اس کا بوجھ بہت بھاری ہوا کرتا تھا۔ جبکہ آپ ایک کمزور بشر تھے۔ پھر آپؐ کو جگایا گیا اور باقی باتیں جاگنے میں ہوئیں۔ (واللّٰہ اعلم بالصواب......

دیکھیے: السیرۃ النبویۃ لابن ھشام جلد اوّل ص ۲۲۸ یہ حاشیہ)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ جس نے انسان کو جمے ہوئے لہو سے پیدا کیا ہے۔ (اے نبی!) پڑھ (اور یہ خیال نہ کر کہ میں ناخواندہ ہوں۔) تیرا مالک (اللہ تعالیٰ) بہت کرم کرنے والا ہے۔ (وہ مشکلات آسان کردے گا۔) وہی ہے وہ ذات کہ جس نے (انسان کو) قلم کے ذریعے (لکھنا بھی) سکھادیا اور آدمی کو وہ باتیں سکھادیں (ان کا علم دے دیا) جنہیں وہ جانتا تک نہ تھا۔''

پس یہ آیات آپ ﷺ سیّدنا جبریل علیہ السلام سے سن کر (دل میں بٹھا کے) اس حال میں غارِ حراء سے نیچے اترے کہ آپؐ کا دل (اس انوکھے واقعہ سے) کانپ رہا تھا۔ گویا:

ہوئے محو عالم سے آثارِ ظلمت — کہ طالع ہوا ماہِ بُرجِ سعادت
نہ چٹکی مگر چاندنی ایک مدت — کہ تھا ابر میں ماہتابِ رسالت
یہ چالیسویں سال لطفِ خدا سے
کیا چاند نے کھیت غارِ حراء سے
خطاکار سے درگزر کرنے والا — بداندیش کے دل میں گھر کرنے والا
مفاسد کا زیر وزبر کرنے والا — قبائل کو شیر وشکر کرنے والا
اتر کر حراء سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا

تکمیل شریعت وغلبۂ اسلام:

ہم نے پیچھے ایک ہزار چارسوتیس سال پہلے کی جو بات کی تھی، اس کے مزید ۱۰ سال گزر چکے ہیں۔ ہجرت کا گیارھواں سال اور صفر کا مہینہ ہے۔ پوری کائنات انس وجن کے سردار سیّد الاوّلین والآخرین امام الانبیاء والمرسلین، خاتم النّبیین محمد رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے آخری تیس دن باقی ہیں۔ ﴿ اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا ۚ ﴾...... ''آج میں نے تمہارا دین (نظامِ حیات کے لیے مکمل دستور العمل) مکمل کردیا، اپنی نعمت (دین حنیف والی) تم پر پوری کردی اور تمہارے لیے اسلام کو بطورِ دین پسند کرلیا ہے۔ (المائدہ:۳) اور ﴿ إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا ۝ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا ۝ ﴾...... جیسے کھلے کھلے پیغام اللہ ربّ العالمین کی طرف سے اپنے بندے محمد رسول اللہ ﷺ کو آچکے ہیں کہ: آپ کا مشن مکمل ہوگیا ہے، اب آپ واپسی کی تیاری کیجیے۔

جیسا کہ پیچھے بیان ہوا، ربّ کائنات کی طرف سے نبیوں کی بعثت کے بہت سارے مقاصد واہداف ہوا کرتے تھے اور یہ کہ نبی آخر الزمان محمد رسول اللہ ﷺ کو اللہ ربّ العالمین نے مزید بہت سارے مقاصد کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تکمیل کے لیے قیامت تک کے تمام انسانوں کی طرف مبعوث فرمایا تھا، جن میں سے چند ایک کا ذکر پیچھے ہوا ہے۔ انھیں خصوصی مقاصد میں سے ایک اور بڑے مقصد کو اللہ رب العزت نے یوں بیان فرمایا ہے:

﴿ هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴾ (التوبة: ٣٣)

''وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا، تاکہ اسے ہر دین پر غالب کردے، خواہ مشرک لوگ برا جانیں۔''

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ رب العالمین کا دین، اسلام اس لیے نہیں آیا کہ وہ کسی دوسرے دین ...... یہودیت وعیسائیت، بدھ مت، ھندو ازم، نظام سرمایہ داری، جمہوریت، کمیونزم یا سوشلزم اور کفر و الحاد سے مغلوب ہو کر یا اس سے مصالحت کر کے دنیا میں زندہ رہے۔ بلکہ اسلام کا اوّل و آخر مقصد یہ ہے کہ وہ دوسرے ادیان باطلہ اور ظالمانہ نظامہائے زندگی کو ختم کر کے ایک ہمہ گیر عدل و انصاف اور امن و امان والے نظامِ حیات و دستور العمل کی حیثیت سے زندہ رہے۔ مذکور بالا آیت کریمہ میں اس کے غلبہ سے مراد، براہین و دلائل کا غلبہ بھی ہوسکتا ہے اور سیاسی وحکومتی غلبہ بھی۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ((إِنَّ اللّٰهَ زَوَى لِيَ الْأَرْضَ ، فَرَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا ، وَإِنَّ أُمَّتِي سَيَبْلُغُ مُلْكُهَا مَا زُوِيَ لِي مِنْهَا ، وَأُعْطِيتُ الْكَنْزَيْنِ ، الْأَحْمَرَ وَالْأَبْيَضَ ...... الخ .)) [1] ...... ''بلاشبہ اللہ عزوجل نے زمین کو میرے لیے (اُس کے حالات دکھانے کی خاطر) لپیٹ دیا۔ چنانچہ میں نے اس کے مشرقوں اور اس کے مغربوں (پوری زمین) کو دیکھا۔ زمین کے جس جس حصے کو میرے لیے لپیٹا گیا، وہاں وہاں تک میری اُمت کی حکومت پہنچ جائے گی۔ اور مجھے دو خزانے بھی دیے گئے ہیں، سرخ اور سفید۔''

سیّدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((لَيَبْلُغَنَّ هٰذَا الْأَمْرُ مَا بَلَغَ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ ، وَلَا يَتْرُكُ اللّٰهُ بَيْتَ مَدَرٍ وَلَا وَبَرٍ إِلَّا أَدْخَلَهُ اللّٰهُ هٰذَا الدِّيْنَ بِعِزِّ عَزِيْزٍ أَوْ بِذُلِّ ذَلِيْلٍ ، عِزًّا يُعِزُّ اللّٰهُ بِهِ الْإِسْلَامَ ، وَذُلًّا يُذِلُّ اللّٰهُ بِهِ الْكُفْرَ .)) [2] ...... ''یہ دین وہاں وہاں تک پہنچ جائے گا، جہاں جہاں دن اور رات پہنچتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ معزز کو عزت اور ذلیل کو ذلت دے کر شہر اور دیہات کے ہر ہر گھر میں اس دین کو داخل کردے گا۔ عزت سے مراد وہ عزت ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ اسلام کو معزز

---

[1] صحيح مسلم/ كتاب الفتن/ حديث: ٢٨٨٩/٧٢٥٨.

[2] مسند الامام أحمد: ١٠٣/٤ـ مستدرك الحاكم: ٤٣٠/٤، ح: ٨٣٢٦، وقال شعيب الأرناؤوط: اسناده صحيح.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کردے گا۔ اور ذلت سے مراد وہ ذلت ہے کہ جس کے ساتھ اللہ عزوجل کفر کو ذلیل ورسوا کردے گا۔''

نبی کریم ﷺ کی جہد مسلسل:

نبوی حیاتِ طیبہ کے آغاز میں ہی جب ربّ کائنات نے اپنے حبیب وخلیل پیغمبر محمد رسول اللہ ﷺ سے: ﴿یَـاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ o قُمْ فَأَنْذِرْ o وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ o﴾ ...... ''(وحی کی ہیبت سے) اے کپڑا اوڑھنے (لپیٹنے) والے۔ اُٹھ جا اور (مکہ والوں کو اللہ کے عذاب سے) ڈرا۔ اور اپنے رب کی بڑائی بیان کر۔'' ﴿یَا اَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ o قُمِ اللَّیْلَ إِلَّا قَلِیْلًا o نِصْفَهُ أَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِیْلًا o أَوْ زِدْ عَلَیْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِیْلًا o﴾ ...... ''(جبریل علیہ السلام سے خوفزدہ ہوکر) اے کپڑا اوڑھنے والے! ساری رات نماز میں کھڑے رہا کرو مگر تھوڑی رات آرام کر، یعنی آدھی رات یا اس سے بھی کچھ کم (ایک تہائی رات) یا اُس سے کچھ زیادہ (دو تہائی رات) عبادت کیا کر۔ اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر اچھی طرح سے پڑھا کر'' .... جیسے خطاب کے ذریعے آپؐ کے سر پر دنیا جہان کے لوگوں کی قیادت و سیادت کا تاج رکھ دیا تو پھر؛ آپؐ اُٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے کاندھوں پر روئے زمین کی سب سے بڑی امانت و ذمہ داری کا بارِگراں اُٹھائے تیئس سال تک اس طرح سے مسلسل کھڑے رہے کہ پوری زندگی کبھی بھی پوری رات آرام نہیں فرمایا۔ یعنی قیامت تک کی انسانیت کا بوجھ، ربّ العالمین کی توحید خالص کی ذمہ داری، مختلف میدانوں میں جہاد وقتال اور تگ وتاز کا بوجھ۔ یعنی آپؐ نے اس انسانی ضمیر وسرشت کے خلاف ایک تھکا دینے والی تگ وتاز کا بوجھ اُٹھایا جو جاہلیت وسرکشی میں جکڑے ہوئے اوہام وخرافات کے اندر غرق تھا۔ جو شہوات کے طوقوں اور پھندوں میں قید تھا۔ مگر جب اس ضمیر کو دنیا جہان کے سب سے بڑے صابر وعاقل اور دانا شخص محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنے معزز وسعادت مند ساتھیوں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی صورت میں جاہلیت اور حیاتِ ارضی کے تہہ در تہہ بوجھ سے آزاد کرا لیا اور انسانی تاریخ کی یہ جماعت اللہ ربّ العالمین کے ہاں توحید خالص میں پختگی، رسالت ونبوت پر بے مثل ایمان، زہد وتقویٰ اور دنیا سے بے رغبتی وللّٰہیت کے اعتبار سے معزز ترین اُمت بن گئی تو پھر ایک دوسرے میدان میں ایک اور معرکہ کا آغاز ہوا۔ بلکہ اس ضمن میں معرکوں پر معرکے شروع ہوگئے۔

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صورتِ ہادی عرب کی زمیں جس نے ساری ہلادی
نئی اک لگن دل میں سب کے لگادی اک آواز میں سوتی بستی جگادی

پڑا ہر طرف غل یہ پیغامِ حق سے
کہ گونج اُٹھے دشت وجبل نامِ حق سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی دعوتِ الٰہی اور دین حق کے وہ دشمن کہ جو اس دعوت اور داعی الی اللہ پر ایمان لانے والوں کے خلاف ٹوٹ پڑے تھے، اسلام کے پاکیزہ و پھل دار پودے کو پنپنے، زمین میں جڑ پکڑنے، فضا میں شاخیں پھیلانے اور پھلنے پھولنے سے پہلے ہی ختم کر ڈالنا چاہتے تھے۔ مگر جیسا کہ سورۃ التوبہ کی آیت نمبر: ۳۳ کے حوالے سے پیچھے بیان ہوا ربّ کائنات اس ثمر دار درخت کو پھل آور بنانا اور اپنے اس دین حنیف کو دنیا جہان کے باطل نظاموں پر غالب کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ ان دشمنانِ ربّ کبریاء و اعدا الاسلام کے خلاف آپ ﷺ نے اللہ عزوجل کے حکم سے معرکہ آرائیاں شروع کر دیں۔ چنانچہ سیّد الشہداء حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی قیادت میں مدینہ منورہ سے مغرب میں پہاڑی علاقے کے اندر مقامِ عیص پر لڑے جانے والے سب سے پہلے معرکہ سے لے کر سنہ ۹ ہجری میں غزوۂ تبوک اور سنہ ۱۰ ہجری میں حجۃ الوداع تک آپ ﷺ نے مسلسل و پیہم معرکہ آرائی میں دس سال گزار دیے۔ جبکہ اس جہادی دورِ مدنی اور اس سے قبل دس سالہ مکی دور میں حزب اللہ کی تیاری میں آپ ﷺ کو کوئی معاملہ کسی دوسرے معاملہ سے غافل نہ کر سکا۔ آپ ربّ کبریاء کے سرکشوں کے ساتھ مختلف میدانوں میں مسلسل معرکوں، دعوت الی اللہ کے بہت بڑے عمل اور اپنے ساتھیوں کے تزکیہ نفس و تربیت اسلامی کے لیے شب و روز جتے رہے۔ دن بدن دنیا آپ کے قدموں میں ڈھیر ہوتی گئی مگر آپ ﷺ تنگی و ترشی سے گزر بسر کر رہے تھے۔ اہل ایمان، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جماعت اپنے اموال، اپنے خون اور اپنی صلاحیتوں کے ذریعے آپ کے گرد امن و راحت کا حصار قائم کیے ہوئے تھی۔ مگر آپ اس کے باوجود اللہ کی راہ میں مسلسل جہد و مشقت اپنائے رہے۔ آپ کا کڑی محنت سے سابقہ تھا مگر آپ نے آزمائشوں اور مصیبتوں پر صبر جمیل کے دامن کو ہمیشہ تھامے رکھا۔ حتیٰ کہ اسلامی دعوت اتنے بڑے پیمانے پر انتہائی کامیابی کے ساتھ پھیل گئی کہ عقلیں حیران رہ گئیں۔ سارا جزیرۃ العرب محمد رسول اللہ ﷺ کے تابع فرمان ہوگیا۔ اس کے اُفق سے جاہلیت کا غبار چھٹ گیا، بیمار عقلیں تندرست ہوگئیں۔ ایمان باللہ سے حیات حاصل کیے ہوئے صحراء کا شبستانِ وجود، اذانوں سے گونج اُٹھا اور اس کی پہنائیوں کو اللہ اکبر کی صدائیں چیرنے لگیں۔ قرآنِ عظیم کے قراء اس کی تلاوت اور اس کے احکام پر عمل کرتے ہوئے شمال و جنوب میں پھیل گئے۔ بکھری ہوئی قوتیں اللہ عزوجل کے جھنڈے، دین حنیف کے پھریرے تلے جمع ہوگئیں۔ انسان بندوں کی بندگی سے نکل کر ایک اللہ کی عبادت میں لگ گیا۔ اب نہ کوئی قاہر رہا، نہ کوئی مقہور، نہ کوئی مالک رہا، نہ کوئی مملوک، نہ ظالم، نہ مظلوم بلکہ سارے لوگ اللہ کے بندے اور آپس میں بھائی بھائی بن گئے۔ ایک دوسرے سے محبت کرتے اور اللہ کے احکام کو بجا لاتے۔ اب عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر، گورے کو کالے پر اور کالے کو گورے پر کوئی برتری نہ رہی۔ فضیلت کا معیار صرف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تقویٰ وایمان باللہ قرار پایا۔

دیے پھیر دل اُن کے مکر و ریا سے — بھرا اُن کے سینہ کو صدق و صفا سے
بچایا اُنھیں کذب سے، افتراء سے — کیا سرخرو خلق سے اور خدا سے
رہا قولِ حق میں نہ کچھ باک اُن کو
بس اک شوب میں کردیا پاک اُن کو
جب اُمت کو سب مل چکی حق کی نعمت — ادا کرچکی فرض اپنا رسالت
رہی حق پہ باقی نہ بندوں کی حجت — نبی نے کیا خلق سے قصد رحلت
تو اسلام کی وارث اک قوم چھوڑی
کہ دنیا میں جس کی مثالیں ہیں تھوڑی

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعریف وتوصیف قرآن وحدیث میں:

تیئس (۲۳) سالہ شب وروز کی محنت کے ساتھ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جو جماعت محمد رسول اللہ ﷺ نے تیار فرمائی اُس جماعت خیر الامم کے بارے میں اللہ ربّ العرش الکریم کا ارشادِ گرامی قدر ہے:

(۱) .... ﴿ لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيَنْصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ۝ وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَنْ يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ ۝﴾ (الحشر: ۸۔۱۰)

"(یہ مال) ان محتاج گھر بار چھوڑنے والوں کے لیے ہے جو اپنے گھروں اور اپنے مالوں سے نکال باہر کیے گئے۔ وہ اللہ کی طرف سے کچھ فضل اور رضا تلاش کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جو سچے ہیں۔ اور (ان کے لیے) جنھوں نے ان سے پہلے اس گھر میں اور ایمان میں جگہ بنالی ہے، وہ ان سے محبت کرتے ہیں جو ہجرت کرکے ان کی طرف آئیں۔ اور وہ اپنے سینوں میں اس چیز کی کوئی خواہش نہیں پاتے جو ان (مہاجرین) کو دی جائے اور اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں، خواہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انھیں سخت حاجت ہو۔اور جو کوئی اپنے نفس کی حرص سے بچالیا گیا تو وہی لوگ ہیں جو کامیاب ہیں۔اور (ان کے لیے) جو ان کے بعد آئے، وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جنھوں نے ایمان لانے میں ہم سے پہل کی اور ہمارے دلوں میں ان لوگوں کے لیے کوئی کینہ نہ رکھ جو ایمان لائے،اے ہمارے رب! یقیناً تو بے حد شفقت کرنے والا،نہایت رحم والا ہے۔"

دوسرے مقام پر ان کی تعریف یوں فرمائی ہے:

(ب) .... ﴿ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ۭ اُولٰۗىِٕكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ۭ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۭ اُولٰۗىِٕكَ حِزْبُ اللّٰهِ ۭ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝﴾

(المجادلہ: ۲۲)

"تو ان لوگوں کو جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں،نہیں پائے گا کہ وہ ان لوگوں سے دوستی رکھتے ہوں جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی،خواہ وہ ان کے باپ ہوں، یا ان کے بیٹے، یا ان کے بھائی، یا ان کا خاندان۔ یہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اس نے ایمان لکھ دیا ہے اور انھیں اپنی طرف سے ایک روح کے ساتھ قوت بخشی ہے اور انھیں ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی، ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے۔ یہ لوگ اللہ کا گروہ ہیں، یاد رکھو! یقیناً اللہ کا گروہ ہی وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں۔"

یعنی جب اللہ کے ان مومن متقی بندوں نے اپنا سب کچھ اللہ ربّ العالمین کی راہ میں قربان کر دیا تو پھر ربّ کریم نے بھی اپنے فیضِ غیب سے اُن کی مدد فرمائی اور انھیں وہ نور عطا فرمایا کہ جس سے دلوں کو اطمینان اور روح کو تقویت حاصل ہوتی ہے۔اس کے بعد دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت بھی اُن کو شکست نہ دے سکی۔ یہ آیت کریمہ وہ تصدیق نامہ ہے جو نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اللہ ربّ السموات والارضین کی جناب سے حاصل ہوا اور قیامت تک اس کی تلاوت کی جاتی رہے گی۔صرف یہی نہیں بلکہ ایک دوسرے مقام پر تو اس سے بھی زیادہ احسن انداز میں اللہ کریم نے اپنے ان بندوں کی تعریف و توصیف بیان کرتے ہوئے ان سے راضی ہو جانے والا تصدیق نامہ یوں بیان فرمایا ہے:

(ج) .... ﴿ وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ ؕ اَلَآ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ؕ سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○﴾ (التوبة: ۹۹۔۱۰۰)

''اور بدویوں میں سے کچھ وہ ہیں جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ خرچ کرتے ہیں اسے اللہ کے ہاں قربتوں اور رسول کی دعاؤں کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ سن لو! بے شک وہ ان کے لیے قرب کا ذریعہ ہے، عنقریب اللہ انھیں اپنی رحمت میں داخل کرے گا۔ بے شک اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ اور مہاجرین و انصار میں سے جن لوگوں نے سب سے پہلے ہجرت کی اور پہلے اسلام لائے اور جنھوں نے نیکی کے ساتھ ان کی پیروی کی، اللہ کریم ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔ اور اللہ رب العالمین نے اُن کے لیے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہی تو بہت بڑی کامیابی ہے۔''

اسی بات کو دوسرے مقام پر یوں ارشاد فرمایا ہے:

(د) .... ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ○ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ ؕ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ○﴾ (الانفال: ۷۴۔۷۵)

''اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے جگہ دی اور مدد کی وہی سچے مومن ہیں، انھیں کے لیے بڑی بخشش اور باعزت رزق ہے۔ اور جو لوگ بعد میں ایمان لائے اور ہجرت کی اور تمھارے ساتھ مل کر جہاد کیا تو وہ تم ہی سے ہیں۔ اور رشتے دار اللہ کی کتاب میں ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں۔ بے شک اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ کو اپنے حبیب و خلیل پیغمبر محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھیوں، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ایمان اس قدر پسند آیا کہ اس ایمان کو دوسروں کے لیے معیار بناتے ہوئے ارشاد فرمایا:

(ھ) .... ﴿فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ ۚ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○﴾ (البقرة: ۱۳۷)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''پھر اگر وہ اس جیسی چیز پر ایمان لائیں جس پر تم ایمان لائے ہو تو یقیناً وہ ہدایت پا گئے اور اگر پھر جائیں تو وہ محض ایک مخالفت میں (پڑے ہوئے) ہیں، پس عنقریب اللہ تجھے ان سے کافی ہو جائے گا اور وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''

اور پھر دنیا جہان کی تمام ملتوں، قوموں اور اُمتوں پر ان کو فضیلت عطا کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

(و) .... ﴿ كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ۗ وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُم ۚ مِّنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ ○ لَن يَضُرُّوكُمْ إِلَّا أَذًى ۖ وَإِن يُقَاتِلُوكُمْ يُوَلُّوكُمُ الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنصَرُونَ ○﴾

(آل عمران: ١١٠۔١١١)

''تم سب سے بہتر امت چلے آئے ہو، جو لوگوں کے لیے نکالی گئی ہے تم نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔ اور اگر اہل کتاب ایمان لے آتے تو ان کے لیے بہتر تھا، ان میں سے کچھ مومن ہیں اور ان کے اکثر نافرمان ہیں۔ وہ تمھیں ہرگز نقصان نہیں پہنچائیں گے مگر معمولی تکلیف۔ اور اگر تم سے لڑیں گے تو تم سے پیٹھیں پھیر جائیں گے، پھر وہ مدد نہیں کیے جائیں گے۔''

سیّدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((خَيْرُ أُمَّتِي قَرْنِي ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ .)) ...... ''میری اُمت میں سے بہترین زمانہ (یعنی اس دور کے لوگ) میرا زمانہ ہے۔ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) پھر (درجہ میں کم) ان لوگوں کا جو اس زمانہ کے متصل بعد آئیں گے (یعنی تابعین کرام رحمہم اللہ) اور پھر (ان سے بھی درجہ میں کم) ان لوگوں کا زمانہ ہوگا جو ان کے متصل بعد آئیں گے۔'' یعنی تبع تابعین کرام رحمہم اللہ۔

جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے، فرمایا: ((خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِي ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ...... الخ .)) ...... دنیا جہان کے تمام لوگوں سے بہتر میرے زمانہ کے لوگ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) ہیں۔ پھر وہ جو ان سے متصل بعد آئیں گے اور پھر وہ لوگ جو ان سے متصل بعد آئیں گے...... الخ۔ ❶

اس جماعت حقہ و اُمت خیر الامم کے ذریعے آنے والی تبدیلیوں کی بدولت جزیرۃ العرب نے ایک ایسی بابرکت اُٹھان کا مشاہدہ کیا کہ جس کی نظیر انسانی معاشروں کے کسی دور میں بھی نہیں دیکھی گئی۔ اس جزیرہ نمائے عرب کی تاریخ اپنی عمر کے ان یگانۂ روزگار ایام خیر و برکت میں اس طرح جگمگائی کہ اس سے پہلے کبھی یوں روشن

---

❶ صحيح البخاري / كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ / حديث: ٣٦٥٠، ٣٦٥١۔ وصحيح مسلم / كتاب فضائل الصحابة رضي الله عنهم / حديث: ٦٤٦٩ ـ ٦٤٧٨.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہوئی تھی۔

جزیرۂ عرب سے باہر غلبۂ اسلام کی ابتداء:

مگر جزیرۂ عرب سے باہر دنیائے عجم میں بادشاہوں، حاکموں، راجوں، مہاراجوں، سرداروں اور وڈیروں کی طرف سے عامتہ الناس پر ظلم واستبداد، شرک وخرافات، غیروں کی پوجا وغلامی، طبقاتی امتیازات کا فساد و تعفن اور گندگی وانارکی مسلسل موجود تھیں۔ اور جیسا کہ پیچھے سورۂ سبا کی آیت نمبر: ۲۸، سورۃ الاعراف کی آیت نمبر: ۱۵۸، سورۃ التوبہ کی آیت نمبر: ۳۳ اور سورۃ الفرقان کی آیت نمبر: ۱ کے حوالے سے ''مقاصد بعثت انبیاء'' میں بیان ہوا کہ اللہ عزوجل کے دین حنیف، اسلام کو پوری دنیا پر غالب کرنے کے لیے ربّ العالمین نے اپنے حبیب وخلیل پیغمبر، نبی آخر الزماں محمد رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرمایا تھا، سو جزیرۃ العرب میں غلبۂ دین حنیف کے بعد نبی معظم ﷺ نے باقی دنیا کی طرف توجہ فرمائی اور سب سے پہلے آپؐ نے اُن امراء و حکام اور بادشاہوں کو خطوط و سفراء اسلام کے ذریعے دعوتِ حق دی اور پھر جنھوں نے اس دعوت سے انکار کیا ان کے نظامہائے باطلہ کو توڑنے اور اللہ کے بندوں کو ان کی غلامی سے نجات دلا کر ربّ العباد کی بندگی میں دیتے ہوئے ان کو آزادی کی نعمت سے سرفراز فرمانے کے لیے لشکروں کو ترتیب دیا۔ چنانچہ سنہ ۹ ہجری کے نصف ثانی میں آپ ﷺ نے سلطنت روم کے خلاف جہاد و قتال فی سبیل اللہ کے لیے نفیر عام کر دی۔ عسرت و تنگی کی حالت کے باوجود آپ نے تیاری کر کے تیس ہزار کے لشکر جرار کے ساتھ تبوک کی طرف کوچ فرمایا۔ اپنے دور کی سپر پاور کی سرحدوں کے اندر گھس کر آپ نے بیس دنوں تک عسکری پڑاؤ کیے رکھا مگر رومیوں اور ان کے حلیفوں کا یہ حال ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی آمد کا سن کر ان کے اندر خوف کی لہر دوڑ گئی۔ انھیں آگے بڑھنے اور ٹکر لینے کی ہمت نہ ہوئی۔ بلکہ وہ اپنے ملک کے مختلف علاقوں اور شہروں میں بکھر گئے۔ ان کے اس بزدلانہ طرزِ عمل کا اثر جزیرۂ عرب کے اندر اور باہر اہل ایمان، مسلم سپاہ کی فوجی ساکھ پر بہت عمدہ مرتب ہوا۔ اس سفر جہاد و غزوۂ تبوک سے مسلمانوں نے ایسے ایسے سیاسی فوائد حاصل کیے کہ شاید جنگ کی صورت میں ان کا حاصل کرنا آسان نہ ہوتا۔ یہ نبی مکرم ﷺ کی حیاتِ طیبہ کا وہ سب سے بڑا اور آخری غزوہ و معرکہ تھا کہ جس کی قیادت آپؐ نے فرمائی تھی۔ آپ اس سفر جہاد سے رمضان المبارک سنہ ۹ ہجری میں واپس مدینہ منورہ تشریف لائے تھے۔ ❶

اس غزوہ و فتح کے بعد لوگ فوج در فوج اور قبیلوں کے قبیلے اسلام میں داخل ہونے لگے حتیٰ کہ سنہ ۱۰ ہجری میں آپ نے حجۃ الوداع ادا فرمایا تو اس وقت آپ ﷺ کے گرد ایک لاکھ چوبیس ہزار یا اس سے بھی زیادہ

❶ تفصیل کے لیے: سیرۃ ابن ہشام، البدایہ والنہایہ، فتح الباری اور الرحیق المختوم کا مطالعہ کریجیے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک لاکھ چوالیس ہزار (۱,۴۴۰۰۰) فرزندانِ توحید و اسلام کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا وہ مقدس سمندر تھا کہ آئندہ اس کی رُو میں دنیا کی سب گندی تہذیبیں خس و خاشاک کی طرح بہہ جانے والی تھیں۔ یہ بات سو فیصد درست ہے کہ دنیا کے ایک کونے میں اللہ عزوجل کے شیر بہادر بندوں کی یہ ایک نہایت مضبوط جماعت تیار ہو گئی تھی جو ایک اللہ الواحد کے قانون و دستور العمل کو دنیا پر پیش کرنے کے لیے، اپنے اخلاق و کردار، علمی و عقلی دلائل، منصفانہ براہین اور جہادی قوت کے ذریعے اب جزیرۂ عرب سے باہر نکلنا چاہتی تھی مگر رومن امپائر کے تکبر کو گوارا نہ تھا کہ وہ اسلام اور اہل اسلام کے زندہ رہنے کا حق تسلیم کرے۔ اسی لیے اس کی قلمرو میں رہنے والا اگر کوئی شخص حلقہ بگوش اسلام ہو جاتا تو اسے اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑتے تھے۔ جیسا کہ اُردن میں علاقہ معاؔن کے رومی گورنر جناب فروہ بن عمرو الجذامی رضی اللہ عنہ اور دیگر بہت سارے مسلمانوں کے ساتھ پیش آ چکا تھا۔

چنانچہ اس جرأتِ بے محابا اور اس غرور بے جا کے پیش نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفر سنہ ۱۱ ہجری میں ایک بڑے لشکر کی تیاری شروع فرما دی اور سیّدنا اُسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما کو اس لشکر کا سپہ سالار اعلیٰ مقرر فرماتے ہوئے حکم دیا کہ بلقاؔء کے علاقہ اور داروؔم کی فلسطینی سرزمین کو اپنے سواروں کے ذریعے روند آؤ۔ اس کاروائی اور رومی سلطنت پر چڑھائی کا مقصد یہ تھا کہ رومیوں کو خوفزدہ کرتے ہوئے ان کی حدود میں واقع عرب قبائل کا اعتماد بحال کیا جائے۔ اور کسی کو یہ تصور کرنے کی گنجائش نہ دی جائے کہ کلیسا کے تشدد پر کوئی باز پرس کرنے والا نہیں اور اسلام قبول کرنے کا مطلب شاید صرف یہ ہے کہ اپنی موت کو خود دعوت دی جا رہی ہے۔ لشکر اسامہ (رضی اللہ عنہ) مدینہ منورہ سے روانہ ہو کر تین میل دور (حرم کی حد سے باہر) جرؔف کے مقام پر خیمہ زن ہو گیا۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کے متعلق تشویشناک خبروں کے سبب آگے نہ بڑھ سکا۔ بلکہ اللہ عزوجل کے فیصلے کے انتظار میں وہیں ٹھہرنے پر مجبور ہو گیا۔ اللہ کا فیصلہ یہ لگ رہا تھا کہ یہ لشکر سرور کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری اور اوّل خلیفۃ الرسول سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کی پہلی فوجی مہم قرار پائے۔ [1]

دورِ خلافت:

جس دور کی ہم بات کر رہے ہیں اُس زمانے میں عجمی دنیا کی جو حالت تھی، شاعر نے اُس کو یوں بیان کیا ہے:

نہ وہ دور دورہ تھا عبرانیوں کا   نہ یہ بخت و اقبال نصرانیوں کا
پراگندہ دفتر تھا یونانیوں کا   پریشان تھا شیرازہ ساسانیوں کا

[1] تفصیل کے لیے: صحیح البخاري/ کتاب المغازی/ باب بعث النبي صلی اللہ علیہ وسلم أسامة بن زید رضی اللہ عنہما في مرضه الذي توفي فيه/ حدیث: ٤٤٦٨ تا ٤٤٦٩ میں دیکھ لیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جہاز اہل رُوما کا تھا ڈگمگایا
چراغ اہل ایراں کا تھا ٹمٹمایا

ادھر ھند میں ہر طرف تھا اندھیرا
کہ تھا گیان گن کا لدایاں سے ڈیرا

اُدھر تھا عجم کو جہالت نے گھیرا
کہ دل سب نے کیش وکنش سے تھا پھیرا

نہ بھگوان کا دھیان تھا گیانیوں میں
نہ یزداں پرستی تھی یزدانیوں میں

ہوا ہر طرف موجزن تھی بلا کی
گلوں پر چھری چل رہی تھی جفا کی

عقوبت کی حد تھی، نہ پرسش خطا کی
پڑی لٹ رہی تھی ودیعت خدا کی

زمیں پر تھا ابر ستم کا دڑیڑا
تباہی میں تھا نوعِ انساں کا بیڑا

ادھر مدینہ منورہ کے سقیفہ بنی ساعدہ اور مسجد نبوی میں اُمت خیر الامم، ملت اسلامیہ کے سب سے زیادہ افضل ومکرم شخصیت سیّدنا ابوبکر بن ابوقحافہ رضی اللہ عنہما کے دست مبارک پر اوّل خلیفۃ الرسول اللہ ﷺ بلافصل کے طور پر بیعت مکمل ہوئی اور اُدھر مدینہ منورہ کے گردونواح اور جزیرۃ العرب کے مختلف علاقوں سے کئی ایک فتنوں نے سر اُٹھایا۔ یعنی مرتدین عن الاسلام، مانعین زکوۃ اور جھوٹے مدعیانِ نبوت جیسے انتہائی خطرناک فتنے۔ مگر سیّد الانبیاء والبشر محمد رسول اللہ ﷺ کی تربیت، ایمان کی پختگی، دینی غیرت، قرآن وسنت کے فہم، خداداد فہم وفراست، شجاعت و بہادری اور اللہ عزوجل پر مکمل توکل کی دولت نے جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ایسے جرأتمندانہ فیصلے کرنے کا حوصلہ عطا کیا کہ ایک سال کے اندر اندر تمام فتنوں کی سرکوبی کر کے پورے جزیرۂ عرب میں خلافتِ اسلامیہ کو نہایت مضبوط بنیادوں پر آپ کھڑا کر چکے تھے رضی اللہ عنہ وارضاہ۔ عرب کے کسی گوشہ اور حصہ پر شرک و ارتداد کی کوئی سیاہی باقی نہ بچی تھی، سوائے نجران کے عیسائیوں کے۔ اُنھوں نے جزیہ پر صلح کر رکھی تھی یا پھر خیبر کے یہود کے۔ اُنھوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نصف آمدن پر معاہدہ کرتے ہوئے خیبر کی زمین کاشت پر لے رکھی تھی۔ امام ابن جوزی رحمہ اللہ نے ''المنتظم فی تاریخ الملوک والامم'' (جلد نمبر: ۴، صفحہ: ۸۷) میں جناب ابورجاء العطاری رحمہ اللہ کی روایت نقل کی ہے کہ: انہی دنوں وہ مدینہ منورہ گئے۔ بیان کرتے ہیں کہ: میں نے لوگوں کو ایک جگہ اژدھام کیے ہوئے پایا۔ وہاں ایک بزرگ کو دیکھا کہ وہ دوسرے ایک صاحب کے سر کو بوسہ دیتے ہوئے فرما رہے ہے: ''میں آپ پر قربان! اللہ کی قسم! اگر آپ نہ ہوتے تو ہم ان فتنوں کی وجہ سے ہلاک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو چکے تھے۔'' میں نے لوگوں سے پوچھا: یہ دونوں بزرگ کون ہیں؟ تو اُنھوں نے بتایا کہ؛ بوسہ لینے والے عمر ہیں اور بوسہ دینے والا سرا ابوبکر کا ہے۔ رضی اللہ عنہما وارضاہ۔

ادھر لشکر اسامہ بھی رومیوں کو شکست دے کر بے شمار مالِ غنیمت اور قیدی لے کر جمادی الاولیٰ سنہ ۱۱ھ میں واپس مرکز خلافت مدینہ منورہ پہنچ چکا تھا۔ اس فوج کی روانگی اُس وقت بظاہر خطرناک معلوم ہوتی تھی مگر اس کے نتائج اسلام اور مسلمانوں کے لیے نہایت مفید ثابت ہوئے۔ انہی دنوں سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جناب مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو فوج کا ایک دستہ دے کر عراق کی طرف روانہ کر دیا تھا۔ آپ نے انھیں حکم دیا تھا کہ کسی بھی جگہ جم کر لڑنے کی بجائے چھاپہ مار کارروائیاں جاری رکھیں اور عراقی سرداروں کو ڈراتے رہیں تاکہ ایرانی حکومت کو عرب پر حملہ آور ہونے کی جرأت نہ ہو سکے۔

ایک بڑی حکومتی طاقت کے خلاف ایک بڑا معرکہ:

جب ملک یمن اور باقی جزیرۂ عرب کے حالات مکمل طور پر قابو میں آ گئے۔ ہر صوبہ اور ضلع میں امراء نے مکمل کنٹرول سنبھال لیا تو خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلافصل سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشن کو آگے بڑھاتے ہوئے ملک عراق اور سلطنت روم کے عرب سے متصل علاقوں کی طرف توجہ فرمائی۔ اللہ کی تلوار سیّدنا خالد بن ولید، مثنیٰ بن حارثہ، مغیرہ بن شعبہ، ابوعبیدہ بن الجراح، ولید بن عقبہ، یزید بن ابوسفیان اور دیگر بیسیوں سپہ سالاران و شاہسواران اسلام فتوحات کا دائرہ پھیلاتے ہوئے پورا عراق فتح کر چکے تھے۔ وہاں اسلامی حکومت کے طور پر مکمل نظم و نسق قائم کر لیا گیا تھا۔ سنہ ۱۲ ہجری والے حج کے بعد سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مشاورت طلب کی اور پھر اتفاق رائے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے سلطنت روم کو زیر کرنے کے لیے پانچ لشکر ترتیب دیے۔ ہر لشکر کو الگ الگ ذمہ داری سونپتے ہوئے جناب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں یرموک کے مقام پر ایک بڑا معرکہ لڑنے کی ہدایات جاری فرمائیں۔

اسی طرح آپ رضی اللہ عنہ نے پورے جزیرۂ عرب سے نفیر خاص کے ذریعے روم کے خلاف جہاد فی سبیل اللہ کا اعلان فرما دیا کہ جس کے نتیجے میں سنہ ۱۳ ہجری کے آغاز سے ہی ملک بھر سے مجاہدین کے قافلے مرکز خلافت مدینہ منورہ پہنچنا شروع ہو گئے تھے۔ مجاہدین اسلام کی جب مطلوبہ تعداد مکمل ہو گئی تو آپ نے ملک شام کے چار اضلاع بنائے اور ہر ضلع کا امیر مقرر کر دیا۔ ابوعبیدہ بن الجراح کو حمص کا ضلع دیا۔ یزید بن ابوسفیان کو دمشق، شرحبیل بن حسنہ کو اُردن اور جناب عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم اجمعین کو فلسطین کا ضلع دیا۔ سیّدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ پہلے سے ہی ملک عراق میں اپنے لشکر کے ساتھ موجود تھے۔ پانچوں سپہ سالاران اپنے اپنے لشکروں کے ساتھ ملک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شام کی طرف روانہ ہو گئے۔

ادھر سلطنت روم کے بادشاہ قیصر، ہرقل کو جب اسلامی افواج کی ملک روم پر چڑھائی کی اطلاع ملی تو وہ بھی اپنے دارالحکومت سے حمص آن پہنچا اور پھر اس نے اپنی فوجوں کو بہت جلد تیار کر لیا۔ اس کے اعلانِ جنگ سے رومی فوجوں کے ساتھ چھاؤنیاں کی چھاؤنیاں بھر گئیں۔ ہرقل کا سگا بھائی تذارق بھی اس جنگ میں شریک تھا اور اس کی زیر قیادت نوے ہزار کا لشکر تھا۔ قیصرِ روم نے اپنے ایک سردار جرجہ بن توذرا کو ساٹھ ہزار کا لشکر دے کر روانہ کیا۔ اسی طرح اپنے ایک جرنیل فیقار بن نسطوس کو بھی ساٹھ ہزار کے لشکر کی قیادت سونپی۔ غرضیکہ دیگر سپاہ ملا کر سلطنت روم کی دو لاکھ چالیس ہزار سپاہ کا یہ لشکر جرار بہادری و شجاعت میں بے مثل تھا۔ جبکہ مسلمانوں کے پاس صرف تینتالیس ہزار مجاہدین تھے۔ پھر یہ کہ رومی افواج کے پاس ان میں سے ۸۰ ہزار گھڑ سوار سپاہی اور چالیس ہزار وہ دلیر بہادر تھے جو موت کی زنجیریں پہن کر آئے تھے۔ ظاہری اسباب و افواج پر فخر کرنے والے یہ متکبرین کہنے لگے: ہم ابوبکر کی افواج کو روند کر رکھ دیں گے۔ انھیں جرأت کیسے ہوئی جو ہماری زمین میں آن داخل ہوئے۔

مگر آسمانِ دنیا نے سلطنت روم کے میدانِ یرموک میں اس حیران کن واقعہ کا مشاہدہ کیا کہ بدر و حنین جیسے معجزانہ معرکوں کی طرح اللہ کے شیر دلیر بندوں نے جمادی الثانیہ سنہ ۱۳ ہجری میں لڑنے جانے والے اس معرکۂ حق و باطل میں حزب الشیطان کو گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیا۔ یہاں میدانِ یرموک میں صلیبیوں کے ایک لاکھ بیس ہزار بہادر کام آئے۔ باقی باغیان رب کبریا میدانِ کارزار سے دُم دبا کر بھاگ چکے تھے۔ اب مرنے والوں کی لاشیں اُٹھانے والا بھی کوئی نہ تھا۔ رومی فوج کے سپہ سالار تذارق سمیت صلیبیوں کے تقریباً سارے ہی جرنیل مارے جا چکے تھے۔

خلافت فاروقی کا آغاز و اختتام:

ادھر یہ معرکہ حق و باطل جاری تھا اور ادھر مدینہ منورہ میں خلیفۂ رسول اللہ ﷺ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ چند دنوں کی علالت کے بعد بروز سوموار جمادی الثانیہ سنہ ۱۳ ہجری کی ۲۲ تاریخ کو اپنے رب کے پاس جا چکے تھے۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ۔ علامہ عبدالرحمٰن بن علی بن محمد ابن الجوزی رحمہ اللہ اپنی مشہور و معروف کتاب المنتظم میں لکھتے ہیں: امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا آغاز ہوتے ہی جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات سے بیس دن بعد فتح یرموک کی یہ پہلی نوید تھی جو آپ کو ملک شام سے سنائی دی۔ گویا اس معرکے کا آغاز خلیفۂ رسول اللہ ﷺ بلا فصل سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وارضاہ کی خلافت میں ہوا اور اختتام امیر المؤمنین خلیفۂ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

راشد الثانی سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں۔ اسی طرح سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا اختتام سنہ ۲۳ ہجری کے ماہ ذوالحجہ کی آخری تاریخوں میں آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے ساتھ ہوا۔

یہاں ہم اس کتاب کے صفحات میں اس بات کی وسعت نہیں پاتے کہ جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کی تفصیل کھول کر بیان کی جاسکے۔ البتہ یہ بیان کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ طیبہ میں پورا جزیرۂ عرب اسلام کے جھنڈے تلے آچکا تھا اور سلطنت روم کی کمر میدانِ یرموک میں توڑ دی گئی تھی اسی طرح سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بابرکت دور میں ماہِ محرم سنہ ۱۴ ہجری کو قادسیہ کے میدان میں سلطنت فارس (ایران) کا غرور خاک میں ملادیا گیا تھا۔ سلطنت فارس کے مجوسی متکبرین اپنے دور کے، ان میں سب سے بہادر سپہ سالار رستم کی قیادت میں ایک لاکھ اسّی ہزار کا لشکر جرار لے کر قادسیہ کے میدان میں اُترے تھے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی سیّدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی قیادت میں تیس ہزار سے کچھ زائد مجاہدین اسلام کا لشکر لے کر میدان کارزار میں فروکش ہوتے تھے۔ اس جنگ میں بھی اہل ایمان کی طرف سے نہایت حیران کن واقعات پیش آئے تھے جنھیں اللہ کے ان مومن، صالح اور متقی بندوں کی کرامات سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ تفصیل مولانا نجیب آبادی کی ''تاریخ اسلام'' میں دیکھی جاسکتی ہے۔ خلافت فاروقی میں سلطنت اسلامیہ کی وسعت بائیس لاکھ مربع میل تک پھیل گئی تھی۔ اور پھر جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

((هَلَكَ كِسْرٰى ثُمَّ لَا يَكُونُ كِسْرَى بَعْدَهُ، وَقَيْصَرُ لَيَهْلِكَنَّ ثُمَّ لَا يَكُوْنُ قَيْصَرُ بَعْدَهُ، وَلَتُقْسَمَنَّ كُنُوزُهُمَا فِيْ سَبِيلِ اللّٰهِ.)) ...... سلطنت ایران وفارس کا بادشاہ کسریٰ (پرویز) ہلاک ہوگیا (مرگیا) ہے۔ اب اس کے بعد کوئی کسریٰ ایران نہ ہوگا۔ اور قیصرِ روم (ہرقل) بھی عنقریب مرجائے گا اور پھر اس کے بعد کوئی قیصرِ روم نہ ہوگا۔ (یہ دونوں ملک مسلمان فتح کرلیں گے۔ قسم ہے اُس ربّ العرش الکریم کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے!) تم لوگ ان دونوں کے خزانے اللہ کی راہ میں تقسیم اور خرچ کروگے۔'' [1] اس کے بعد یہ دونوں سلطنتیں اس پہچان اور قوت کے ساتھ دوبارہ اسلام کے مقابلے میں اُٹھ نہ سکیں۔ خلافت فاروق کے تمام مفتوحہ علاقہ جات میں اسلام کا نظام عدل، ایک اللہ کی توحید خالص، نبی آخرالزمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت مطہرہ کا غلبہ اور امن وامان کے ساتھ ساتھ اہل ایمان، مسلمانوں کے پاس دنیاوی آسائشوں اور دولتوں کے انبار لگ گئے مگر وہ تکبر وفخر اور شیطانی پھندوں سے تاہنوز بچے ہوئے تھے۔ للّٰہیت وتقویٰ اور فکر آخرت ان کا مقصود ومطلوبِ حیات تھا۔

---

[1] صحيح مسلم/ كتاب الفتن/ حديث : ۷۳۲۹.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلافتِ عثمانی کا آغاز:

پھر سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد یکم محرم سنہ ۲۴ ہجری سے ذوالنورین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خلافت کا آغاز ہوا اور خیر و برکت والی ان کی خلافت ۱۸ ذوالحجہ سنہ ۳۵ ہجری تک پورے بارہ سال دنیا میں قائم رہی۔ سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دس سال نہایت شاندار فتوحات، نظم و نسق اور امن و عدل کے ساتھ گزرے کہ ایک طرف آذربائیجان کی آخری اور چین کی ابتدائی مغربی جنوبی سرحدوں تک، ہندوستان کے صوبہ سندھ کی سرحدوں تک، ملک شام سارے کا سارا اور براعظم افریقہ کم و بیش سارے کا سارا اسلامی خلافت و حکومت کے زیر انتظام آ چکا تھا۔ غرضیکہ اُس دور کی کم و بیش دو تہائی آباد دنیا اسلام کے جھنڈے تلے اسلامی نظام حکومت کے تحت خلافت عثمانی کے زیر تسلط آ چکی تھی۔ چہار دانگ عالم میں اللہ کی توحید کے آوازے گونجتے، ایک ربّ کبریاء کی عبادت ہوتی، بلاامتیاز تمام انسان اسلامی نظام قانون سے مستفید ہوتے اور ہر جگہ قال اللہ وقال الرسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آواز سنائی دیتی تھی۔ پھر ہوا یہ کہ جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

ا ...... ((إِنِّي لَأَرَى مَوَاقِعَ الْفِتَنِ خِلَالَ بُيُوتِكُمْ كَمَوَاقِعِ الْقَطْرِ .))

"میں بارش کے قطروں کے گرنے کی جگہ کی طرح تمہارے گھروں میں فتنوں کے نازل ہونے کی جگہوں کو دیکھ رہا ہوں۔" ❶

ب ...... ((سَأَلْتُ رَبِّي ثَلَاثًا فَأَعْطَانِي اثْنَتَيْنِ وَمَنَعَنِي وَاحِدَةً، سَأَلْتُ رَبِّي أَنْ لَا يُهْلِكَ أُمَّتِي بِالسَّنَةِ فَأَعْطَانِيهَا، وَسَأَلْتُهُ أَنْ لَا يُهْلِكَ أُمَّتِي بِالْغَرَقِ فَأَعْطَانِيهَا، وَسَأَلْتُهُ أَنْ لَا يَجْعَلَ بَأْسَهُمْ بَيْنَهُمْ فَمَنَعَنِيهَا، [وَفِي لَفْظٍ آخَرَ: وَإِنَّ رَبِّي قَالَ: يَا مُحَمَّدُ! إِنِّي إِذَا قَضَيْتُ قَضَاءً فَإِنَّهُ لَا يُرَدُّ، وَإِنِّي أَعْطَيْتُكَ لِأُمَّتِكَ أَنْ لَا أُهْلِكَهُمْ بِسَنَةٍ عَامَّةٍ وَلَا أُسَلِّطَ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِنْ سِوَى أَنْفُسِهِمْ، يَسْتَبِيحُ بَيْضَتَهُمْ وَلَوِ اجْتَمَعَ عَلَيْهِمْ مَنْ بِأَقْطَارِهَا، حَتَّى يَكُونَ بَعْضُهُمْ يُهْلِكُ بَعْضًا، وَيَسْبِي بَعْضُهُمْ بَعْضًا۔]))

"میں نے اپنے رب سے تین دعائیں مانگی ہیں مگر اُس نے میری دو دعائیں قبول کر لی ہیں اور ایک دُعا کو مجھ سے روک دیا ہے۔ (وہ قبول نہیں کی۔) میں نے اپنے ربّ سے اس بات کا سوال کیا ہے کہ وہ میری اُمت کو عام قحط کے ساتھ ہلاک نہ کرے (کہ جس سے ساری کی ساری اُمت اسلامیہ مر جائے۔)

❶ صحیح البخاری / کتاب فضائل المدینۃ / حدیث : ۱۸۷۸ عن أسامۃ بن زید رضی اللہ عنہما۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو میری یہ دُعا اُس نے قبول کرلی ہے۔ پھر میں نے اُس سے اس بات کا سوال کیا ہے کہ: وہ میری اُمت کو پانی میں غرق کر کے ہلاک نہ کردے (کہ ملت اسلامیہ میں سے کوئی شخص بھی باقی نہ بچے۔) تو اُس نے میری یہ دُعا بھی قبول فرمالی ہے۔ اور پھر میں نے اُس سے یہ مانگا ہے کہ؛ وہ لڑائی اور قتل و غارت کو ان کے درمیان نہ رکھے۔ (ایسا نہ ہو کہ وہ آپس میں لڑ مریں۔) لیکن اُس نے میری اس دُعا کو قبول نہیں کیا۔ (صحیح مسلم کی ہی) ایک دوسری روایت کے الفاظ اس طرح ہیں؛ اور میرے ربّ نے (میری دُعا کے مقابلے میں) فرمایا؛ اے محمد! (ﷺ) جب میں کسی چیز کا فیصلہ کردیتا ہوں تو پھر وہ پلٹا نہیں کرتا۔ (یعنی وہ فیصلہ عملی صورت میں ہو کر رہتا ہے۔) میں نے تیری یہ دُعا قبول کی کہ تیری اُمت کو عام قحط سے ہلاک نہیں کروں گا۔ اور نہ ہی ان پر کوئی غیر دشمن ایسا مسلط کروں گا جو ان میں سے نہ ہو اور وہ ان کی جڑ کاٹ کر رکھ دے۔ اگرچہ اس کے لیے دنیا جہان کے تمام کافر و مشرک اکٹھے کیوں نہ ہو جائیں۔ (یعنی مسلمانوں کو کلی طور پر تباہ کرنے کے لیے۔ مگر وہ ایسا ہرگز نہ کرسکیں گے۔) یہاں تک کہ مسلمان خود ایک دوسرے کو ہلاک کریں گے اور ایک دوسرے کو قید بھی کریں گے۔'' [1]

ایسے بڑے بڑے فتنوں کا آغاز ہوا کہ جنھوں نے شر و شیطانیت اور فساد و خون خرابے کی ایسی صورت اختیار کرلی جس سے خلافت اسلامیہ کی عمارت ہل کر رہ گئی۔ بعد والے وقتوں میں یہی فتنے عقائد و نظریات کی شکل اختیار کر کے ایک تحریک کی صورت میں اُٹھے اور انھوں نے اسلامی اصول و ضوابط اور اسلامی حکومت کی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیا۔ ان باطل و شیطانی نظریات اور عقائد کے موسّسین نے سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کے آخری دو سالوں میں بالخصوص خفیہ طور پر محنت کر کے ان نظریات و عقائد کے قبول کرنے والوں کی باقاعدہ ایک جماعت کرلی، کہ جس کے ذریعے اُن میں سے ایک گروہ (فرقۂ سبائیہ) نے سیّدنا عثمان بن عفان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو شہادت و قتل سے دوچار کیا اور دوسرے شر پسند گروہ (فرقۂ خارجیہ) نے امیر المؤمنین سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے ناک میں دم کیے رکھا، حتیٰ کہ انھیں شہید کر کے ہی اس حزب الشیطان کے کلیجے ٹھنڈے ہو سکے۔

صحیح و حسن اسناد سے مروی آثار و احادیث اور تاریخ کی کتب میں مذکور اس موضوع سے متعلق صحیح روایات کا جب ہم مطالعہ کرتے ہیں تو جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا:

((أَلَا إِنَّ مَنْ قَبْلَكُمْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ افْتَرَقُوا عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِلَّةً وَإِنَّ هٰذِهِ الْمِلَّةَ سَتَفْتَرِقُ عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ، ثِنْتَانِ وَسَبْعُونَ فِي النَّارِ، وَوَاحِدَةٌ فِي

---

[1] صحيح مسلم/ كتاب الفتن/ حديث: ٧٢٥٨، ٧٢٦٠.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الْجَنَّةِ، وَهِيَ الْجَمَاعَةُ، وَإِنَّهُ سَيَخْرُجُ فِي أُمَّتِي أَقْوَامٌ تَجَارَى بِهِمْ تِلْكَ الْأَهْوَاءُ كَمَا يَتَجَارَى الْكَلْبُ لِصَاحِبِهِ [اَلْكَلْبُ بِصَاحِبِهِ] لَا يَبْقَى مِنْهُ عِرْقٌ وَلَا مَفْصِلٌ إِلَّا دَخَلَهُ.)) ❶

''سنو! تم لوگوں (اُمت محمدیہ علی صاحبہا التحیۃ والسلام) سے پہلے جو اہل کتاب تھے، وہ بہتر (۷۲) فرقوں میں بٹ گئے تھے۔ یہ اُمت تہتر (۷۳) فرقوں میں بٹ جائے گی۔ ان میں سے بہتر (۷۲) فرقے جہنم میں جائیں گے اور ایک جنت میں۔ یہی ''الجماعۃ'' ہے۔ (عین قرآن وسنت کے مطابق صحابہ کرام وتابعین عظام رضی اللہ عنہم کے منہج وطریق پر چلنے والے لوگ۔) اور عنقریب میری اُمت میں ایسے لوگ نکلیں گے جن میں گمراہیاں اس طرح سمائی ہوں گی جس طرح کتے کا اثر (اُس کے باؤلا پن اور اُس کے زہر آلود لعاب کا) اس شخص پر غالب آ جاتا ہے کہ جسے اس نے کاٹ لیا ہو۔ تو اس آدمی کا کوئی جوڑ اور کوئی رگ ایسی باقی نہیں رہتے کہ جس میں اس کاٹے کا اثر باقی نہ رہا ہو۔''

اس معنی کی ایک حدیث جامع الترمذی میں یوں ہے؛ جناب عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(("لَيَأْتِيَنَّ عَلَى أُمَّتِي مَا أَتَى عَلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ، حَتَّى إِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ أَتَى أُمَّهُ عَلَانِيَةً، لَكَانَ فِي أُمَّتِي مَنْ يَصْنَعُ ذٰلِكَ، وَإِنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ تَفَرَّقَتْ عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِلَّةً وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ مِلَّةً، كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً۔" قَالُوا: وَمَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! قَالَ: "مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي.")) ❷

''میری اُمت پر ایک ایسا وقت ضرور آئے گا جیسا ایک دور بنو اسرائیل پر آ چکا ہے۔ اور دونوں کے اعمال برابر ہو جائیں گے جیسے ایک جوتا دوسرے جوتے کے برابر ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر بنو اسرائیل (یہود ونصاریٰ) میں سے کسی آدمی نے علی الاعلان اپنی ماں سے زنا کیا ہوگا تو میری اُمت میں سے بھی کوئی شخص ایسا ضرور ہوگا جو یہ کام کرے گا۔ بلاشبہ بنو اسرائیل بہتر (۷۲) فرقوں میں بٹ گئے ہیں اور میری اُمت تہتر (۷۳) فرقوں میں ضرور بٹے گی۔ سوائے ایک کے سب فرقے جہنم میں جائیں

❶ سنن ابي داؤد/ كتاب السنة/ حديث: ٤٥٩٧ وانظر الصحيحة للألبانيؒ: ٢٠٤۔ واسناده حسنٌ.

❷ جامع الترمذي/ كتاب الإيمان/ حديث: ٢٦٤١۔ قال الألباني والترمذي رحمهما الله: حسنٌ۔ وانظر "الصحيحة": ١٣٤٨۔ ومسند أحمد: ١٢١/٣، ١٤٥.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: تو اس جنتی فرقہ والے کون لوگ ہیں؟ فرمایا: جس (قرآن وسنت والے دین ومنہج) پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔"

یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ اُمت خیر الامم کے زمانہ خیر القرون میں ہی سب سے پہلے تفرقہ بندی اور باہمی قتل وفساد کا بیج بونے والے "عبداللہ" نامی تین افراد تھے۔ یعنی عبداللہ بن اُبی ابن سلول، عبداللہ ابوالخویصرہ اور عبداللہ بن سبا یہودیٔ یمن۔ ابن اُبی کے افکار ونظریات اور طریق عمل سے جھوٹے مدعیانِ نبوت اور ملت میں بدعات وخرافات اور شرکیات کے رسیاؤں نے بھرپور فائدہ اُٹھایا۔ جبکہ ابوالخویصرہ خوارج کا امام بنا اور عبداللہ بن سبا نے شیعیت ورافضیت کی بنیاد رکھی۔ تاریخ وسیر اور احادیث وآثار کی کتب کے مطالعہ سے روزِ روشن کی طرح یہ بات عیاں ہوجاتی ہے کہ ان تینوں شیطان کے کارندوں کی بدکرداریوں اور جهد فی سبیل الطاغوت کا اثر زمانہ خیر القرون میں ہی کھل کر ظاہر ہوگیا تھا۔ پھر مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ ان تینوں میں سے ہر ایک کے نظریات وعقائد اور اعمالِ باطلہ کو آگے بڑھانے کے لیے اُنھیں ابلیس اپنے کارندے مہیا کرتا رہا اور یہ ٹولے اسلام واہل ایمان کو نقصان پہنچانے کے لیے یہود ونصاریٰ اور کفار ومشرکین سے بڑھ کر کردار ادا کرتے رہے۔ یہودیت ونصرانیت اور الحاد د مجوسیت کی خدمت وعمیلیت اور محبت وکاسہ لیسی میں جتنا کردار ان تینوں حزب الشیطان کے کارندوں میں سے رافضیت نے ادا کیا ہے اتنا دوسرا کوئی فرقہ وگروہ ادا نہیں کرسکا۔ خاص طور پر ان کے وہ بازو کہ جو باطنیت کے ساتھ اپنی ایک تاریخی داستان رکھتے ہیں۔ انھوں نے ہمیشہ حرام کاری و بدکرداری والی سیڑھیاں چڑھ کر حکومتی عہدے حاصل کیے اور پھر خالصتاً قرآن وسنت پر عمل پیرا سلف صالحین کے منہج پر قائم اہل السنہ والجماعۃ پر ظلم واستبداد کی انتہا کردی۔ ان لوگوں کی ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ دین حنیف کی اصلی صورت کو بالکل بگاڑ کر رکھ دیا جائے۔ مگر نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے درج ذیل فرمان کے مطابق اللہ عزوجل نے بھی اپنے دین، اسلام کو قیامت تک اصلی صورت میں قائم رکھنے کا وعدہ فرما رکھا ہے۔

جناب امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا تَزَالُ مِنْ أُمَّتِي أُمَّةٌ قَائِمَةٌ بِأَمْرِ اللّٰهِ، لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ وَلَا مَنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰى يَأْتِيَهُمْ أَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ عَلٰى ذٰلِكَ.)) [1]

"میری اُمت میں ہمیشہ ایک بڑی جماعت ایسی ضرور رہے گی جو اللہ تعالیٰ کی شریعت (عین قرآن و سنت والے دین حنیف) پر قائم رہے گی۔ (علم ودلائل کے اعتبار سے بھی اور عملی صورت میں بھی۔) انھیں رُسوا

[1] صحيح البخاري/ كتاب المناقب/ حديث: ٣٦٤١- صحيح مسلم/ كتاب الإمارة/ حديث: ٤٩٥٥.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنے کی کوشش کرنے والے اور اسی طرح ان کی بھرپور مخالفت کرنے والے انھیں کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔ حتیٰ کہ (زمانہ چلتا رہے اور) قیامت آ جائے۔ مگر وہ (ان شاء اللہ اپنے سلف صالحین کے منہج و دین پر) اسی حالت میں ہی رہیں گے۔''

صحیح مسلم کی روایت کے آخر میں یوں ہے: ((وَهُمْ ظَاهِرُوْنَ عَلَى النَّاسِ .)) ...... ''اور وہ (اپنے علمی دلائل و عمل بالقرآن والسنۃ کے ذریعے) تمام لوگوں پر غالب رہیں گے۔'' بلکہ صحیح مسلم کی ہی ایک دوسری سند کے ساتھ مروی حدیث کے الفاظ ہیں: ((مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ ، وَلَا تَزَالُ عِصَابَةٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِيْنَ عَلَى مَنْ نَاوَأَهُمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ .)) ...... ''جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ فرمائیں اسے دین اسلام کا تفقہ (علم و سمجھ) عطا فرما دیتے ہیں۔ مسلمانوں کی ایک جماعت ہمیشہ حق پر (اللہ کے باغیوں، کافروں، مشرکوں اور منافقوں سے) لڑتی رہے گی اور جو لوگ ان سے عداوت رکھیں گے اُن پر تا قیامت یہ (خالص قرآن و سنت والے سلفی منہج کے حامل اہل السنۃ والجماعۃ) غالب رہیں گے۔''

(حدیث نمبر: ۴۹۵۶)

ہر باطل فرقے کا تعلق چونکہ نفاق سے ضرور ہوتا ہے اس لیے اس طرح کے تمام اُبائی، سبائی اور خارجی گروہوں کے بارے میں اللہ ذوالجلال نے قرآنِ حکیم میں اہل ایمان کو پہلے سے ہی خبردار کرتے ہوئے ان کی پہچان والی نشانیاں بتلا دی ہیں۔ چنانچہ فرمایا:

ا ..... ﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ○ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ○ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ○ ﴾ (البقرة: ۸ تا ۱۰)

''اور لوگوں میں سے کچھ وہ ہیں جو کہتے ہیں ہم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے، حالانکہ وہ ہرگز مومن نہیں، اللہ سے دھوکا بازی کرتے ہیں اور ان لوگوں سے جو ایمان لائے۔ حالانکہ وہ اپنی جانوں کے سوا کسی کو دھوکا نہیں دے رہے اور وہ شعور نہیں رکھتے۔ ان کے دلوں ہی میں ایک بیماری ہے تو اللہ نے انھیں بیماری میں اور بڑھا دیا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے، اس وجہ سے کہ وہ جھوٹ کہتے تھے۔''

ب ..... ﴿ يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۚ قُلِ اسْتَهْزِءُوْا اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ ○ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ۚ قُلْ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ٥ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ۭ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَةً بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ٥ اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ ۭ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ۭ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ٥﴾ (التوبة: ٦٤ تا ٦٧)

’’منافق ڈرتے ہیں کہ ان پر کوئی ایسی سورت اتاری جائے جو انھیں وہ باتیں بتا دے جو ان کے دلوں میں ہیں۔ کہہ دے تم مذاق اڑاؤ، بے شک اللہ ان باتوں کو نکالنے والا ہے جن سے تم ڈرتے ہو۔ اور بلاشبہ اگر تو ان سے پوچھے تو ضرور ہی کہیں گے ہم تو صرف شغل کی بات کر رہے تھے اور دل لگی کر رہے تھے۔ کہہ دے کیا تم اللہ اور اس کی آیات اور اس کے رسول کے ساتھ مذاق کر رہے تھے؟ بہانے مت بناؤ، بے شک تم نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا۔ اگر ہم تم میں سے ایک گروہ کو معاف کر دیں تو ایک گروہ کو عذاب دیں گے، اس وجہ سے کہ یقیناً وہ مجرم تھے۔ منافق مرد اور منافق عورتیں، ان کے بعض بعض سے ہیں، وہ برائی کا حکم دیتے ہیں اور نیکی سے منع کرتے ہیں اور اپنے ہاتھ بند رکھتے ہیں۔ وہ اللہ کو بھول گئے تو اس نے انھیں بھلا دیا۔ یقیناً منافق لوگ ہی نافرمان ہیں۔‘‘

ج .... ﴿ اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ۭ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ٥ اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ٥ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰي قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ٥ وَاِذَا رَاَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ ۭ وَاِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ۭ كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ۭ يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ۭ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ۭ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۡ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ٥﴾ (المنافقون: ١ تا ٤)

’’جب منافق تیرے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم شہادت دیتے ہیں کہ بلاشبہ تو یقیناً اللہ کا رسول ہے اور اللہ جانتا ہے کہ بلاشبہ تو یقیناً اس کا رسول ہے اور اللہ شہادت دیتا ہے کہ بلاشبہ یہ منافق یقیناً جھوٹے ہیں۔ انھوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنالیا، پس انھوں نے اللہ کی راہ سے روکا۔ یقیناً یہ لوگ جو کچھ کرتے رہے ہیں برا ہے۔ یہ اس لیے کہ بے شک وہ ایمان لائے، پھر انھوں نے کفر کیا تو ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی، سو وہ نہیں سمجھتے۔ اور جب تو انھیں دیکھے تجھے ان کے جسم اچھے لگیں گے اور اگر وہ بات کریں تو تو ان کی بات پر کان لگائے گا، گویا وہ ٹیک لگائی ہوئی لکڑیاں ہیں، ہر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلند آواز کو اپنے خلاف گمان کرتے ہیں۔ یہی اصل دشمن ہیں، پس ان سے ہوشیار رہ۔ اللہ انھیں ہلاک کرے، کہاں بہکائے جا رہے ہیں۔"

د .... ﴿ بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمَا o ۨ الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ ؕ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا o وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ ۖ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعَا o ۨ الَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْٓا اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ وَاِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِيْنَ نَصِيْبٌ قَالُوْٓا اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعْكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا o اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ؕ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا o مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا o يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا o اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا o اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا o﴾ (النساء: ۱۳۸ تا ۱۴۶)

"منافقوں کو خوش خبری دے دے کہ بے شک ان کے لیے ایک دردناک عذاب ہے۔ وہ جو کافروں کو مومنوں کے سوا دوست بناتے ہیں، کیا وہ ان کے پاس عزت ڈھونڈتے ہیں؟ تو بے شک عزت سب اللہ کے لیے ہے۔ اور بلاشبہ اس نے تم پر کتاب میں نازل فرمایا ہے کہ جب تم اللہ کی آیات کو سنو کہ ان کے ساتھ کفر کیا جاتا ہے اور ان کا مذاق اڑایا جاتا ہے تو ان کے ساتھ مت بیٹھو، یہاں تک کہ وہ اس کے علاوہ کسی اور بات میں مشغول ہو جائیں۔ بے شک تم بھی اس وقت ان جیسے ہو، بے شک اللہ منافقوں اور کافروں، سب کو جہنم میں جمع کرنے والا ہے۔ وہ جو تمھارے بارے میں انتظار کرتے ہیں، پھر اگر تمھارے لیے اللہ کی طرف سے کوئی فتح ہو جائے تو کہتے ہیں کیا ہم تمھارے ساتھ نہ تھے اور اگر کافروں کو کوئی حصہ مل جائے تو کہتے ہیں کیا ہم تم پر غالب نہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو گئے تھے اور ہم نے تمھیں ایمان والوں سے نہیں بچایا تھا۔ پس اللہ تمھارے درمیان قیامت کے دن فیصلہ کرے گا اور اللہ کافروں کے لیے مومنوں پر ہرگز کوئی راستہ نہیں بنائے گا۔ بے شک منافق لوگ اللہ سے دھوکا بازی کر رہے ہیں، حالانکہ وہ انھیں دھوکا دینے والا ہے اور جب وہ نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو سست ہو کر کھڑے ہوتے ہیں، لوگوں کو دکھاوا کرتے ہیں اور اللہ کو یاد نہیں کرتے مگر بہت کم۔ اس کے درمیان متردد ہیں، نہ ان کی طرف ہیں اور نہ ان کی طرف اور جسے اللہ گمراہ کر دے پھر تو اس کے لیے ہرگز کوئی راستہ نہ پائے گا۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ایمان والوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست مت بناؤ، کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ کے لیے اپنے خلاف ایک واضح حجت بنا لو۔ بے شک منافق لوگ آگ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے اور تو ہرگز ان کا کوئی مددگار نہ پائے گا۔ مگر وہ لوگ جنھوں نے توبہ کی اور اصلاح کر لی اور اللہ کو مضبوطی سے تھام لیا اور اپنا دین اللہ کے لیے خالص کر لیا تو یہ لوگ مومنوں کے ساتھ ہوں گے اور اللہ مومنوں کو جلد ہی بہت بڑا اجر دے گا۔''

روافض کا اہل ایمان سے دھوکہ ہمیشہ اس طرح سے رہا ہے کہ: (۱) ...... وہ نام مسلمانوں جیسے رکھیں گے۔ (۲) ...... کچھ عبادات مسلمانوں جیسی کرتے رہیں گے۔ (۳) ...... نبی مکرم ﷺ کے آلِ بیت سے محبت و عقیدت کا اظہار انتہائی مبالغہ کے ساتھ کریں گے۔ (۴) ...... اور اہل ایمان، مسلمانوں کی طرح اسلامی شعائر و اصطلاحات کا استعمال اپنی گفتگو میں یوں کریں گے کہ پتہ چلے یہ ''پکے مومن'' ہیں۔ مگر یہ سب کچھ اُنھوں نے ایک ڈھال کے طور پر اختیار کر رکھا ہوتا ہے۔ سو، اس بنا پر کہ: رافضیت و خارجیت اسلام و اہل ایمان کے لیے انتہائی خطرناک فتنوں اور زہر ہلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں، اس لیے بیسیوں کتابوں کے مصنف، عرب دنیا کے معروف عالم دین، محقق و مؤرخ اور محسن و مربی (P.H.D) علامہ ڈاکٹر علی بن محمد الصلابی حفظہ اللہ نے اس موضوع پر جو کتاب '' فکر الخوارج والشیعۃ فی میزان اھل السُّنۃ والجماعۃ'' کے عنوان سے تحریر فرمائی ہے، اُس کا ہم اُردو ترجمہ، ''خطرناک فتنوں کی سچی حقیقت'' کے نام سے اُردو دان طبقہ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں تا کہ غیر عرب اہل اسلام کو بھی آج کل اُمت اسلامیہ کو ضعف و مصائب سے دوچار کرنے والوں کے اصلی چہروں کی شناخت ہو سکے اور وہ قرآن وسنت والے اصلی دین حنیف، اسلام کی طرف رجوع کرتے ہوئے اپنی اصلاح بھی کر سکیں اور دوسروں کی اصلاح کے لیے بھی ان کے پاس علمی و عقلی دلائل موجود ہوں۔ یاد رکھیے! جیسا کہ امام مالک رحمہ اللہ نے قرآن وسنت کی تعلیمات کو سامنے رکھ کر فرمایا تھا: ((لَنْ يُّفْلِحَ آخِرُ هٰذِهِ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الْأُمَّةِ إِلَّا بِمَا فَلَحَ بِهِ أَوَّلَهُ .)) ......''اس اُمت کے آخر والے لوگ ہرگز کامیابی حاصل نہ کرسکیں گے مگر صرف اسی منہج وعمل کے ساتھ کہ جس کے ذریعے اس اُمت کے پہلے والے لوگ (صحابہ کرام وتابعین عظام رضی اللہ عنہم اجمعین) فلاح پاسکے تھے۔''

اور پھر اللہ عزوجل کا وعدہ قرآنِ مجید میں اپنے مومن مسلمان بندوں کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس طرح درج ہے۔

﴿ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ ۠ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـــًٔا ۭ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝﴾ (النور: ۵۵)

''اللہ نے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، وعدہ کیا ہے کہ وہ انھیں زمین میں ضرور ہی جانشین بنائے گا، جس طرح ان لوگوں کو جانشین بنایا جو ان سے پہلے تھے اور ان کے لیے ان کے اس دین کو ضرور ہی اقتدار دے گا جسے اس نے ان کے لیے پسند کیا ہے اور ہر صورت انھیں ان کے خوف کے بعد بدل کر امن دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے، میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں گے اور جس نے اس کے بعد کفر کیا تو یہی لوگ نافرمان ہیں۔''

اور اللہ فرماتے ہیں: ﴿ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ۭ وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ۝﴾ ......''اللہ عزوجل کا وعدہ سچا ہے اور کون ہے جو اپنی بات میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے زیادہ سچا ہو۔'' (النساء:۱۲۲)

بعض علماء نے اس وعدۂ الٰہی کو صحابہ کرام کے ساتھ یا خلفائے راشدین کے ساتھ خاص قرار دیا ہے لیکن اس کی تخصیص کی کوئی دلیل نہیں۔ قرآن کے الفاظ عام ہیں اور ایمان وعمل صالح کے ساتھ مشروط ہیں۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ عہد خلافت راشدہ اور عہد خیر القرون میں، اس وعدۂ الٰہی کا ظہور ہوا، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو زمین میں غلبہ عطا فرمایا، اپنے پسندیدہ دین اسلام کو عروج دیا اور مسلمانوں کے خوف کو، امن سے بدل دیا۔ پہلے مسلمان کفارِ عرب سے ڈرتے تھے، پھر اس کے برعکس معاملہ ہوگیا۔ نبی کریم ﷺ نے بھی جو پیش گوئیاں فرمائی تھیں، وہ بھی اس عہد میں پوری ہوئیں۔ مثلاً آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ حیرہ سے ایک عورت تن تنہا اکیلی چلے گی اور بیت اللہ کا آکر طواف کرے گی، اسے کوئی خوف اور خطرہ نہیں ہوگا۔ کسریٰ کے خزانے تمہارے قدموں میں ڈھیر ہوجائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ [1]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوة فی الاسلام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حکمرانی کی وسعت بھی مسلمانوں کے حصے میں آئی، فارس و روم اور مصر و افریقہ اور دیگر دور دراز کے ممالک فتح ہوئے اور کفر وشرک کی جگہ توحید و سنت کی مشعلیں ہر جگہ روشن ہوگئیں۔ اور اسلامی تہذیب وتمدن کا پھریرا چارہ دانگ عالم میں لہرا گیا۔ لیکن یہ وعدہ چونکہ مشروط تھا، اس لیے جب مسلمان ایمان میں کمزور اور عمل صالح میں کوتاہی کے مرتکب ہوئے تو اللہ نے ان کی عزت کو ذلت میں، ان کے اقتدار اور غلبے کو غلامی میں اور ن کے امن واستحکام کو خوف اور دہشت میں بدل دیا۔

کتاب ہذا میں نہایت ہی سچے تاریخی حقائق اور عصر حاضر میں ان گمراہ فرقوں کی بدکرداریوں کو بیان کرنے کا مقصد مصنف حفظہ اللہ کے پیش نظر بھی یہی ہے، ہم ترجمہ کرنے والوں کے پیش نظر بھی اور کتاب کی اشاعت کرنے والوں کے سامنے بھی:

﴿ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ اَنْهٰكُمْ عَنْهُ ؕ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ؕ وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ۝﴾ (هود: ٨٨)

’’اور میں نہیں چاہتا کہ تمھاری بجائے میں (خود) اس کا ارتکاب کروں جس سے تمھیں منع کرتا ہوں۔ میں تو اصلاح کے سوا کچھ نہیں چاہتا، جتنی کرسکوں۔ اور میری توفیق اللہ کے سوا کسی سے نہیں، میں نے اسی پر بھروسا کیا اور میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔‘‘

أخوكم في الله

ابو عبداللّٰه بن ابراهيم الفتح

المدينة المنوّرة

١١/ ربيع الأوّل/ ١٤٣١هـ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ ❶ ، وَنَسْتَغْفِرُهٗ ❷ ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا ❸ وَمِنْ سَيِّاٰتِ أَعْمَالِنَا ❹ ، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ❺

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ○ ❻ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً ۚ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ۚ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا○ ❼ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا○ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا○ ❽

أَمَّا بَعْدُ: فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ ، وَخَيْرَ الْهُدٰى هُدٰى مُحَمَّدٍ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) وَشَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا ، فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ ❾ وَّ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ ، أَلضَّلَالَةُ فِي النَّارِ۔

---

❺❹❸❷❶ صحیح مسلم، کتاب الجمعه ، باب تخفیف الصلاۃ والجمعه ، حدیث-۲۰۰۸ ،
❽❼❻ ابوداؤد، کتاب النکاح ، باب في خطبة النکاح ، حدیث = ۲۱۱۸ (نَحْمَدُهٗ کے بغیر) مسند احمد ۱/ ۳۹۳ (اِنَّ اور نَحْمَدُهٗ کے بغیر) جامع الترمذی ، کتاب النکاح ، باب ماجاء فی خطبة النکاح ، حدیث ۱۱۰۵ (نَحْمَدُهٗ کے بغیر) مشکوٰۃ المصابیح ، حدیث=۳۱۴۹ تصحیح فضیلة الشیخ الالبانیؒ وقال: حدیثٌ صحیحٌ۔
❻ سورۃ آل عمران آیت نمبر ۱۰۲ ❼ سورۃ النساء آیت نمبر ۱ ❽ سورۃ الاحزاب آیت نمبر ۷۰، ۷۱
❾ فَاِنَّ کُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ کے الفاظ مسند احمد ۴/ ۱۲۷ کے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''بلاشبہ سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں۔ ہم اس کی تعریف کرتے ہیں۔ اس سے مدد مانگتے اور اسی سے ہم بخشش طلب کرتے ہیں۔ ہم اپنے نفسوں کے شر اور اپنی بداعمالیوں سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں۔ جسے اللہ (سیدھی) راہ سجھا دے اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جسے وہ گمراہ کردے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں (ہوسکتا۔) میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے۔ اور تمہیں موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو۔ اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور (پھر) اس (جان) سے اس کی بیوی کو پیدا کیا۔ پھر ان دونوں سے بہت سارے مرد اور عورتیں پیدا کر کے (زمین پر) پھیلا دیے۔ اور ڈرو اللہ سے کہ جس کے نام پر تم ایک دوسرے سے (حاجت براری کے لیے) سوال کرتے ہو اور ناطہ توڑنے سے (بھی ڈرو) بلاشبہ اللہ تمہارے اوپر نگہبان ہے۔

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور بات سیدھی (سچی) کہا کرو۔ (ایسا کروگے تو) اللہ تمہارے اعمال کی اصلاح کردے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اور جس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کی اطاعت کی، اس نے بڑی کامیابی حاصل کی۔

حمد وصلوٰۃ کے بعد: یقیناً تمام باتوں سے بہتر اللہ کی کتاب ہے۔ تمام طریقوں سے بہتر طریقہ محمد (رسول اللہ ﷺ) کا ہے۔ اور تمام کاموں سے بدترین کام وہ ہیں جو (دین اسلام میں) اپنی طرف سے وضع کیے جائیں۔ دین میں ہر نیا کام بدعت اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ گمراہی کا انجام جہنم کی آگ ہے۔''

"يَا رَبِّ لَكَ الْحَمْدُ كَمَا يَنْبَغِيْ لِجَلَالِ وَجْهِكَ وَعَظِيْمِ سُلْطَانِكَ ، وَلَكَ الْحَمْدُ حَتّٰى تَرْضَى ، وَلَكَ الْحَمْدُ إِذَا رَضِيْتَ ، وَلَكَ الْحَمْدُ بَعْدَ الرِّضَا .

''اے رب کریم! جس طرح تیرے چہرۂ اقدس کے جلال اور تیری عظیم ترین سلطنت کے لائق ہے، اسی طرح ہی تیری حمد وثناء ہو۔ (ہماری طرف سے تاحیات) تیری حمد وتعریف ہوتی رہے حتیٰ کہ تو راضی ہوجائے اور جب تو راضی ہوجائے تو تیرے راضی ہونے پر بھی حمد وثناء جمیل اور تیری رضا کے حصول کے بعد بھی تیری حمد وثناء (ہماری زبانوں پر جاری رہے۔)''

امابعد! دراصل آپ کے ہاتھوں میں یہ کتاب " فكر الخوارج والشيعة في ميزان اهل السنه والجماعة" ...... ''خطرناک فتنوں کی سچی حقیقت'' ہماری ایک اور کتاب " أسمى المطالب في سيرة امير المؤمنين عليّ بن أبي طالب ؓ" کا ایک باب ہے۔ چنانچہ اس موضوع کی اہمیت کے پیش نظر کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کا فائدہ تمام اہل ایمان و اسلام کو پہنچ سکے، میں نے اسے الگ سے شائع کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ ہم کتاب ہذا میں شیعہ اور خوارج کے انحراف اور ان کی فکر و سوچ کے طریق و مسلک کے بارے میں گفتگو کریں گے۔ اسی طرح امیر المومنین سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں ان دونوں فرقوں کی اُٹھان اور ان کے بارے میں جنابِ علی کرم اللہ وجہہ کے موقف پر بھی گفتگو ہوگی اور عصرِ حاضر میں ان کے اہل اسلام، اہل السنہ والجماعۃ کے ساتھ تنازعات پر بھی لکھا جائے گا، ان شاء اللہ۔

میں نے کتاب ہذا کا نام "فكر الخوارج والشيعة في ميزان اهل السنه والجماعة یعنی "خطرناک فتنوں کی سچی حقیقت" رکھا ہے۔

خارجیوں اور رافضی شیعوں کے متعلق میں نے علمی مطالعہ کر کے خارجیوں کی ابتداء و نشأۃ کو واضح کرتے ہوئے اُن کی خوب پہچان کروائی ہے۔ ان احادیثِ نبویہ علی صاحبہا التحیۃ والسلام کا بھی ذکر کیا ہے کہ جو ان کی مذمت کو شامل ہیں۔ اسی طرح خارجیوں کے مقام "حروراء" ❶ کی طرف ہٹ کر اکٹھے ہو جانے کو بھی بیان کیا ہے۔ خارجیوں کے ساتھ سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے مناظرہ، ان کے ساتھ امیر المومنین سیّدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کے معاملہ کرنے کی سیاست، آپ رضی اللہ عنہ کا ان کے ساتھ جنگ کرنے کے اسباب، ان کے ساتھ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی گھسان کی جنگ، "ذوالثدیہ" ❷ یا لنجا کے واقعہ اور جناب علی رضی اللہ عنہ کے لشکر پر اس کی جنگ کے اثرات کو بھی بیان کیا گیا ہے۔

میں نے ان فقہی احکام کو بھی سمجھا ہے کہ جن کے بارے میں امیر المومنین سیّدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ نے جنگ جمل و جنگِ صفین اور خارجیوں کے ساتھ لڑے جانے والے معرکوں میں اجتہاد سے کام لیتے ہوئے اختیار فرمایا تھا۔ اور یہ کہ بعد والے فقہاء نے ان احکام پر اعتماد کیسے کیا؟ اور انھوں نے جو اپنی کتابوں میں "باغیوں کی فقہ کے احکام" کے عنوان سے ان احکام کو مدوّن کیا ہے تو میں نے ان کا بھی احاطہ کیا ہے۔ اسی طرح میں نے امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے عہد میں خوارج کی خاص پہچان والی علامتوں اور اوصافِ سیۂ کی طرف بھی بالاجمال اشارہ کیا ہے۔ جیسے کہ دینِ حنیف کے بارے میں غلو سے کام لینا اور اسلام کے بارے میں جہالت و لاعلمی، اطاعت و فرمانبرداری والی لاٹھی کو توڑ ڈالنا، گناہوں کے سرزد ہونے پر اہل ایمان و اسلام کی تکفیر کرنا۔ مسلمانوں کے مالوں اور ان کے خون بہانے کو حلال جاننا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پر طعن و تشنیع کرنا اور انھیں گمراہ جاننا اور اہل اسلام کے بارے میں سوء ظن سے کام لیتے ہوئے ان کے بارے میں شدت سے کام لینا۔

---

❶ کوفہ کے قریب ایک مقام کا نام "حروراء" تھا۔ خارجی سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے لشکر سے الگ ہو کر یہاں آ گئے اور فتنے پھیلانے لگے تھے۔

❷ ذوالثدیہ کا لفظی معنی چھوٹی چھاتی والا ہوتا ہے۔ مگر یہاں مراد ایک خارجی کا لقب ہے۔ اس کا نام ترملہ تھا اور وہ جنگ نہروان میں مارا گیا تھا۔ اس کا ایک ہاتھ پستان کی طرح چھوٹا تھا۔ بعض روایات میں اسے "ذوالیدیہ" بھی کہا گیا ہے۔ یعنی بالکل چھوٹے ہاتھ والا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر میں نے خارجیوں کی اعتقادی آراء کے بارے میں بھی مباحثہ و مناقشہ سے کام لیا ہے (اور انھیں دلائل سے غلط ثابت کیا ہے۔) جیسا کہ اُن کا کبیرہ گناہ کے مرتکب سے متعلق کفر کا فتویٰ لگانا۔ امامت و خلافت کے بارے میں اُن کی رائے، بعض صحابہ کرام کے بارے میں ان کی طعن و تشنیع اور سادا تنا علی و عثمان رضی اللہ عنہما کو کافر قرار دینا، وغیرھا۔

عصر حاضر میں خارجیوں کے انحراف و تنازعات کے اسباب:

میں کتاب ہذا میں خارجیوں کے جدید دور میں انحراف و تنازعات کے اسباب کے بارے میں بھی ایک راہ پر چلا ہوں اور میں نے اس موضوع سے متعلق ایک مقام پر پہنچ کر دم لیا ہے۔ جیسا کہ: (۱)...... علماءِ اہل السنہ والجماعۃ سے اِعراض کے سبب شرعی علوم سے لاعلمی اور جہالت۔ (۲)...... بغیر کسی جید عالم استاذ کے کتابوں کا خود بخود مطالعہ کر کے اُنھیں پڑھنا۔ (۳)...... تقلید کی مذمت کے بارے میں ان کا نہایت غلو سے کام لینا۔ (۴)...... اکثر علماء کا (کما حقہ دعوت الی اللہ والے) اپنے فرض کی ادائیگی میں الگ تھلگ ہو کر رہ جانا۔ (۵)...... ظلم واستبداد کے عام ہو جانے اور انسانوں کے خودساختہ قوانین و دساتیر کا نفاذ ہونا۔ (۶)...... لوگوں کے درمیان دہشت گردی اور فساد کا پھیل جانا۔ (۷)...... مسلمانوں میں اپنے نفسوں کے تزکیہ کا باقی نہ رہنا۔ (۸)...... اسی طرح میں نے خارجیوں کے غلو والے انتہائی اہم مظاہر کو بھی بالاجمال بیان کیا ہے۔ جیسے کہ دین کے بارے میں نفس پر تشدد اور دوسروں پر اسے نہایت آسان جاننا۔ (۹)...... اپنے آپ کو بڑا جانتے ہوئے غرور سے کام لینا۔ (۱۰)...... اپنی رائے کے بارے میں اپنے آپ کو ترجیح دینا اور اس ضمن میں دوسروں کو جاہل جاننا۔ (۱۱)...... دینِ حنیف پر عمل پیرا علماء کرام کے بارے میں طعن و تشنیع سے کام لینا۔ (۱۲)...... بالعموم دوسرے سب مسلمانوں کے بارے میں شدت اور سختی سے کام لیتے ہوئے انھیں کافر جاننا۔

اہل تشیع کا فرقہ رافضیہ:

اور میں نے اس کتاب میں شیعہ کے رافضی فرقہ کے بارے میں بھی گفتگو کی ہے۔ چنانچہ میں نے لفظ شیعہ کے لغوی اور اصطلاحی معانی بیان کرتے ہوئے لغت و اصطلاح میں کلمہ "الرفض" کے معنی بھی بیان کیے ہیں۔ اسی طرح ان کے لیے روافض کا نام رکھے جانے کا سبب بھی بیان کیا ہے اور اس تحریک میں ان کے اندر یہودیوں کے کردار اور روافض کی نشو و نما سے متعلق بھی لکھا ہے۔ پھر جن جن مراحل سے شیعہ گزر کر آئے ہیں اُن کو بھی بیان کیا ہے اور شیعہ رافضیوں کے اہم عقائد کی بھی وضاحت کی ہے۔ امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ اور علماءِ اہل بیت کا رافضیوں کی طرف منسوب ان عقائد کے بارے میں موقف بھی بیان کیا ہے۔ جیسے کہ اقامت و امامت اور خلافت کا عقیدہ اور اس عقیدہ کے بارے میں جو جھگڑا کھڑا کرے اس کے متعلق حکم، معصوم عن الخطأ کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عقیدہ اور اس عقیدہ کے بارے میں ان کے دلائل سے مناقشہ اور اس عقیدے کے باطل ہونے کا بیان۔ اسی طرح قرآن حکیم کے نصوص پر ان کے غلط مفاہیم و تاویلات والے دلائل پر جرح و رد جیسے کہ ''آیۃ تطہیر'' کے بارے میں اُن کی باطل رائے ہے اور آیات مباہلہ و ولایۃ کے بارے میں۔ بعینہ حدیث و سنت سے اُن کے اپنے مزعومہ مواقف ہیں، جیسے کہ ''خطبہ غدیر خم اور حدیث: "أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰى" ہے۔ مسئلہ امامت پر ان لوگوں نے جن موضوع اور ضعیف روایات و احادیث اور آثار سے استدلال کیا ہے اُن کو بھی علت کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے۔ جیسے کہ ''الطائر اور الدار'' والی حدیثیں ہیں اور یہ حدیث بھی: "أَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا ."

صحیح منہج:

اس ضمن میں لوگوں کو قرآن و سنت والے اصلی دینِ حنیف کے قریب کرنے والا طریق یہ ہے کہ سلف صالحین کی راہ پر گامزن علماء اہل السنہ والجماعۃ اپنی صحیح ترین عقائد و منہج کو نشر کرنے کے لیے بہت بڑی جدوجہد کے ساتھ کھڑے ہو جائیں۔ وہ عقائد صحیحہ کہ جو قرآنِ حکیم اور سنت مطہرہ کے چشمہ صافی سے جاری ہوئے ہیں۔ ان علماء پر لازم ہے کہ اہل بدعات و خرافات کے مذہب و مسلک سے نکھیڑ کر ان عقائد و احکام کو بیان کرتے ہوئے ان کے صحیح ہونے پر روشنی ڈالیں۔ اس لیے کہ بحمد اللہ العزیز اہل السنہ والجماعۃ کے لوگ ہی دراصل وہ متبعین ہیں کہ جو اسی راہ پر ہیں جس منہج و طریق پر محمد رسول اللہ ﷺ تھے اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین۔ ان کی نسبت بھی تو رسول اللہ ﷺ کی سنت کی طرف ہوتی ہے کہ جس کے ساتھ تمسک پر نبی کریم ﷺ نے اپنے درج ذیل فرمان میں پوری پوری ترغیب دلائی ہے۔ فرمایا:

((فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ مِنْ بَعْدِي، تَمَسَّكُوْا بِهَا وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ، [1] وَحَذَّرَ من مخالفتها بقوله: "وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُوْرِ؛ فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ، وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ"، وَقَوْلُهُ: "مَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي .)) [2]

''تو تم پر لازم ہے کہ میری سنت پر عمل کرو اور میرے بعد (میرے) ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی طریقے کو اپنا لینا۔ تم میری سنت کو مضبوطی سے (عملاً) تھام لینا اور (جس طرح کسی چیز کو دانتوں کے ساتھ مضبوطی سے پکڑ لیتے ہیں، اسی طرح) تم میری سنت کو اپنی (عمل والی) ڈاڑھوں کے ساتھ مضبوطی سے پکڑ لینا۔'' اور پھر آپ ﷺ نے اپنے درج ذیل فرمان کے ذریعے اپنی سنت کی مخالفت سے خبردار

---

[1] سلسلة الأحاديث الصحيحة: ٢/٦٤٧، ٦٤٨.
[2] صحيح مسلم: ٢/٥٩٢.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور متنبہ فرمایا ہے: ''اور دین میں ایجاد کردہ نئی نئی بدعات سے بچنا۔ اس لیے کہ بلاشبہ دین میں ایجاد کردہ ہر عمل بدعت ہے اور (یاد رکھیے!) دین میں ہر بدعت گمراہی ہے۔'' اور آپ ﷺ کا ایک فرمان یوں ہے کہ: ''جس شخص نے میری سنت سے بے رغبتی اختیار کی اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔''

اور یہ بات نفسانی خواہشات کے پجاریوں اور اہل بدعات کے بالکل مخالف ہے کہ جو ایسی راہوں پر چلتے ہیں جن راہوں پر محمد رسول اللہ ﷺ قطعاً نہ تھے۔ جبکہ اہل السنہ والجماعۃ کا عقیدہ و منہج تو نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ کے غلبۂ نبوت و بعثت کے ساتھ ہی غالب آ گیا تھا۔ اور یہ عقیدہ و منہج آج تک قرآن عظیم اور سنت رسول اللہ ﷺ میں محفوظ و مامون ہے۔ اہل بدعات و خرافات کے عقائد و مسالک تو نبی کریم ﷺ کے زمانہ سے بہت دیر بعد وجود میں آئے تھے۔ ان میں سے بعض عقائد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے دور کے بالکل آخر میں ایک مدہم سی شکل میں ظاہر ہوئے اور بعض تو ان سے بھی ایک لمبی مدت بعد معرضِ وجود میں آئے تھے۔ نبی معظم ﷺ نے اس بات کی اطلاع دے دی تھی کہ آپ ﷺ نے صحابہ میں سے جو لوگ لمبی زندگی تک باحیات رہیں گے وہ امت میں (عقیدہ و منہج کی بنیاد پر) تفرقہ بندی اور اختلاف کو دیکھ لیں گے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا تھا:

((وَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِيْ فَسَيَرَى اِخْتِلَافًا كَثِيْرًا .))[1]

''اور تم میں سے جو شخص میرے بعد زندہ رہے گا (اور اس کی عمر دراز ہوگی) وہ امت میں (عقیدہ و منہج کی بنیاد پر) بہت زیادہ اختلاف دیکھے گا۔''

پھر نبی مکرم ﷺ نے ''صراطِ مستقیم'' پر چلنے کی طرف راہنمائی فرمائی اور صراطِ مستقیم سے مراد نبی اکرم ﷺ اور آپ کے خلفائے راشدین مہدیین کی سنت اور طریقہ ہے۔ دین میں ایجاد کردہ نئی نئی بدعات سے خبردار کرتے ہوئے آپ نے بتلایا کہ یہ تو نری گمراہی ہے۔ یہ بات ناقابل قبول اور انتہائی نامعقول ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے حق اور ہدایتِ مستقیم چھپے رہتے اور اس حق کو صحابہ کے بعد آنے والوں کے لیے چھپا کر رکھا جاتا۔ حق یہ ہے کہ: یہ تمام کی تمام نئی ایجاد کردہ بدعات و خرافات شر اور فساد ہیں۔ اگر ان بدعات میں سے کسی کے اندر بھی خیر، بھلائی ہوتی تو اس کی طرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ضرور سبقت لے جاتے۔ لیکن بات یہ ہے کہ ان بدعات کے ذریعے اصحاب خیر القرون کے بعد والوں کو آزمائش میں مبتلا کیا گیا تھا۔ یعنی ان لوگوں کو جنھوں نے اُس منہج و طریق سے انحراف کر لیا تھا جس طریق و منہج پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین تھے۔ امام دار الہجرہ جناب مالک بن انس رحمہ اللہ نے فرمایا تھا: ''لَنْ يَصْلُحَ آخِرُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ إِلَّا بِمَا صَلَحَ بِهِ أَوَّلُهَا...... اس امت خیر الامم کے آخر والے لوگوں کی ہرگز اصلاح نہ ہو سکے گی مگر صرف اسی عقیدہ و منہج کے ساتھ کہ جس کے ذریعے اس

[1] سلسلة الاحاديث الصحيحة، رقم: ٢/٦٤٧، ٦٤٨.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اُمت کے پہلے لوگوں (صحابہ کرام وتابعینِ عظام رحمہم اللہ جمیعاً) کی اصلاح ہوئی تھی۔'' اسی لیے اہل السنہ والجماعۃ کی نسبت بھی سنت رسول اللہ ﷺ کی طرف کی جاتی ہے۔ جبکہ ان کے علاوہ جتنے بھی فرقے ہیں ان کی نسبت ان کی باطل نسبتوں کی طرف کی جاتی ہے یا پھر کچھ خاص معین افراد کی طرف۔

اصل منہج:

بلاشبہ اللہ عزوجل کا قرب حاصل کرنے کے لیے قرآن وسنت والا اصل منہج ہی دراصل حق کو بیان کرنا اور باطل نظریات کو کھول کر واضح کرنا ہے۔ اسی طریقے سے اہل تشیع کو کتاب اللہ العظیم اور سنۃ رسول اللہ الکریم ﷺ کے قریب کیا جاسکتا ہے۔ اصل منہج قرآن وسنت کے ذریعے ہی علمائے اہل السنۃ کے درمیان صحیح اسلام کا فہم حاصل کیا جاسکتا ہے۔ ان علماء کرام کے صدر الصدور اہل بیت کے علماء وفقہاء تھے رحمہم اللہ اجمعین۔ جیسے کہ امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب، ان کے بیٹے اور پوتے رضی اللہ عنہم جمیعاً۔ اسی طرح اصلاح کی غرض سے اُٹھنے والی شیعہ آوازوں کی تعریف کرنا اور اُن کو جرأت وہمت دلانا بھی نہایت ضروری ہے۔ ایسی آوازوں کا احترام اور ان کی اقوام کی وعظ و نصیحت میں ان کی تائید کرنا بھی ضروری ہے۔ جیسے کہ جناب حسین الموسوی رحمہ اللہ نے اپنی ایک متداول کتاب ''لِلّٰہ ثم للتاریخ، کشف الاسرار وتبرئۃ الأئمۃ الأطھار'' میں اس بات کا اہتمام کیا ہے۔ اور جیسا کہ جناب احمد الکاتب کی معروف ومشہور کتاب: ''تطور الفکر السّیاسی الشیعي من الشوریٰ إلی ولایۃ الفقیہ۔'' میں ایک علمی جدوجہد نظر آتی ہے کہ جس کا اہتمام انہوں نے اپنی اس کتاب میں کیا ہے۔ جزاھما اللہ خیرًا۔

ہمارے اُوپر لازم ہے کہ ہم اہل بیت سے سچی محبت رکھنے والے تمام علماء کے ساتھ اللہ عزوجل کی کتاب قرآن مجید اور اللہ کے محبوب نبی محمد رسول اللہ ﷺ کی سنت کی طرف لوگوں کی راہنمائی کرنے کے لیے ان حضرات کے آثار صحیحہ اور ان کی صاف ستھری اور عقیدۂ توحید خالص وسنت رسول اللہ سے مزین راہنمائی کی پیروی میں کھڑے ہوجائیں۔ ان کے ساتھ ہم پوری عزت اور مکمل احترام کے ساتھ معاملہ کریں۔ امن وامان کے کناروں تک پہنچانے کے لیے ہم عامۃ الناس کے ہاتھ علم وتدبر سے پکڑے رہیں۔ ہم ان کو عقل کے ناخن لینے پر تیار کریں اور ان کی عقل کو گمراہی کے طوقوں سے آزاد کروائیں۔ فطرتوں اور عادتوں پر پڑی ہوئی جو باطل عقائد ونظریات اور غلط اعمال کی بھاری، موٹی تہیں ہیں ان کو زائل کرنے کے لیے جدوجہد کریں حتیٰ کہ عقلیں حق سے منور ہوجائیں۔ وہ سچائی اور حقیقت کہ جس کا پھیلنے والا نور اور اس کی چمک دار روشنی ایسی ہوتی ہے کہ جس کو گہرے بادل بھی چھپا نہیں سکتے، یہی حق کا نور اور چمکدار روشنی سلیم الفطرت طبیعتوں کے چکر لگانے کا مقام ہوتا ہے اور وہ اس نور کو حاصل کرکے رہتے ہیں۔

علماء اہل السنہ والجماعۃ سلفی دعاۃ وعلماء کرام پر یہ بھی لازم ہے کہ اہل بدعات کی بدعتوں کے بارے میں ایسے محقق علمی اسلوب کا التزام کریں جو ان کو بدعات کے متعلق مناقشہ ومباحثہ کی طرف صحیح صحیح راہنمائی کرسکے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور یہ کہ وہ ان بدعتیوں کے ساتھ کہ جو تقلید/ بدعات کا ارتکاب کر رہے ہوں نرمی سے کام لیں۔ نرمی کا پہلو اختیار کرنے میں آخری شفقت ان سے میل ملاقات اور ان سے ایسی حدود و قیود میں معاونت ہے کہ جن میں کوئی اختلاف نہ ہو یا اُن کے ساتھ شفقت کا ایک طریقہ دنیاوی مصائب و مشکلات کے دنوں میں ان کی مدد کرنا ہے۔ یا جب وہ کسی کافر اور ظالم آدمی کے ساتھ لڑائی جھگڑا کر رہے ہوں تو مصلحتوں کے پیش نظر مفاسد سے بچاؤ میں نرمی اختیار کرنے والی شرعی سیاست والی سمجھ کے مطابق ان کی مدد کرنا ہے۔

البتہ اس ضمن میں ایک استثنائی امر یہ ہے کہ ایسے لوگوں کے ساتھ تعاون کرنے، تعلق کو اچھا بنانے اور تحقیق و ریسرچ میں نرمی کے پہلو تلاش کرنے میں مذکور بالا اُصول کے متعلق ناممکن ہے کہ ایسا ہمیشہ لگا تار درست ہو اور اس میں غلو اختیار کرنے والے رافضی شیعہ بھی شامل کر لیے جائیں۔ اس لیے کہ بسا اوقات ایسے کسی رافضی کے بارے میں خاموشی اور نرمی اختیار کرنا شور و غوغا اور ہنگامہ و فساد کو تحریک دیتا ہے۔ بلکہ اس ضمن میں ہمارے اُوپر لازم یہ ہے کہ ہم شدید قسم کا غلو اختیار کرنے والوں، تمام حالتوں میں شاذ قسم کے اقوال اور اہل السنہ والجماعۃ اور رافضی شیعوں کے درمیان امتیاز کرنے والی حد کے کاربند لوگوں کے بارے میں کھل کر اُن کا انکار کریں۔ اہل السنہ والجماعۃ کے ساتھ گفتگو میں ہم نرمی اختیار کریں گے جبکہ روافض کے ساتھ گفتگو میں ہم سختی برتیں گے۔ بلاشبہ نص شرعی پر (بددیانتی سے) گفتگو کرنے والے کے اعتماد کی غایت انتہاء میں ایک ایسا چھپاؤ ہوتا ہے کہ جس سے قرآن وسنت کے بارے میں یا کسی ایسی صحیح ماثور تفسیر کے متعلق شبہات وجود میں آتے ہیں کہ جس کی طرف سلیم الفطرت ذہن مائل ہوتے ہیں۔ جہاں تک ایسے لوگوں کا تعلق ہے کہ جو نادانوں (بے عقلوں) سے مروی غرائب کا تتبع کرتے ہوں اور ایسے متاخرین سے روایت کریں کہ جن کے پاس تفسیر کا ملکہ نہ ہو، تو ہماری طرف سے اس کا ردّ و انکار بالاولیٰ ہونا چاہیے۔ بلکہ بسا اوقات اس کی بدعت کے ردّ و انکار میں شدت واجب ہو جاتی ہے۔

یہ بات بھی حقیقت ہے کہ فرقہ و گروہ بندی کی سوسائٹیوں میں اہل السنہ والجماعۃ کے اہل حل وعقد کا خیر و اصلاح اور بھلائی کے لیے مسلمانوں کی صحیح قیادت و راہنمائی میں ایک بڑا کردار ہوتا ہے۔ چنانچہ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں کہ جو دوسرے گروہوں کے ساتھ ان مصلحتوں اور مفاسد کی فقہ کے مطابق جماعتی عہد و پیمان اور سیاسی موقفوں کی پوری صلاحیت رکھتے ہیں کہ جو ان کو شرعی سیاست میں خوب مضبوط کر دیتی ہے۔ علماء و دعاۃ اہل السنہ والجماعۃ کو یہ معاملہ مسلمانوں کی منہج اہل السنہ کے اُصول کی تعلیم، اس پر اُن کی تربیت، لوگوں کو اس طرف دعوت دینا اور مسلمانوں کے درمیان پھیل جانے والے فاسد عقائد و نظریات سے خبردار کرنے سے قطعاً نہیں روکتا۔ تا کہ عامۃ المسلمین رافضی و خارجی نظریات و عقائد سے متاثر نہ ہو جائیں۔ اس منہج اہل السنہ والجماعۃ، منہج سلف صالحین کی نشر و اشاعت میں سلفی دعاۃ اہل السنہ والجماعۃ رات دن کوشش کرتے رہتے ہیں۔ وہ بغیر کسی ملال اور تھکاوٹ کے کھلم کھلا بھی منہج قرآن وسنت کی دعوت دیتے ہیں اور چھپا کر بھی۔

ہمارے لیے رسول اللہ ﷺ کے مدینہ منورہ (مکہ سے ہجرت کر کے) پہنچنے کے متصل بعد والے دنوں میں نہایت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عمدہ نمونہ موجود ہے۔ جب آپ یہاں تشریف لائے تو آپ ﷺ نے یہودیوں کے ساتھ ایسے معاہدے کیے جن کے ذریعے حکومتِ اسلامیہ کے سائے میں ان کو باعزت زندگی کی امان مل گئی تھی۔ جب کہ اسی زمانہ (دنوں، مہینوں اور سالوں) میں قرآن کریم یہود کے عقائد، اُن کی تاریخ اور اُن کے اخلاق کے بارے میں بھی بتلارہا تھا۔ حتیٰ کہ اہل اسلام کو یہودیت کی حقیقت کے بارے میں سب کچھ معلوم ہوگیا اور وہ ان سے اس ضمن میں قطعاً دھوکہ نہیں کھا رہے تھے۔ جب یہودیوں نے غداری کی تو اسلامی اتحاد نے اس گروہ کے خلاف ایک قلعہ کی حیثیت اختیار کرلی تھی۔

تاریخ اسلام میں مختلف ادوار کے اندر اُٹھنے والی اسلامی تحریکوں ...... جیسے کہ نور الدین محمود زنگی اور صلاح الدین ایوبی کے عہد میں صلیبی جنگوں کا مرحلہ، یوسف بن تاشفین کے دور میں مرابطین کی تحریک اور عثمانی دور خلافت میں سلطان محمد الفاتح کے دور کا مطالعہ کرنے والا، مسلمانوں کے دوبارہ سے مستعد ہوکر اٹھنے کے عوامل اور اللہ عزوجل کی مدد کے بہت زیادہ اسباب کو ملاحظہ کرے گا۔ ان نصرتِ الٰہی کے اسباب میں سے: (۱)......عقیدہ کی صفائی۔ (۲)......منہج سلف صالحین کا واضح انداز میں اختیار کرنا۔ (۳)......حکومت میں اللہ کی شریعت کو نافذ کرنا۔ (۴)...... ایک ایسی ربانی قیادت کا وجود کہ جو قرآن وسنت والے اللہ عزوجل کے عطا کردہ نور کے ساتھ حالات پر نظر رکھے ہوئے تھی۔ (۵)......ملتوں اور قوموں کی تربیت میں اللہ عزوجل کے طریقوں کے ساتھ ان سے معاملہ کرنے پر مقدرت کا حصول۔ (۶)......حکومتوں کے گرانے اور بنانے کی صلاحیت۔ (۷)......سوسائٹیوں کے عیوب ونقائص کی معرفت۔ (۸)......امتوں کے طور طریقوں کی معرفت اور تاریخ کے اسرار کا علم۔ (۹)......ملحدوں، یہودیوں اور صلیبی دشمنوں کے منصوبوں سے واقفیت۔ (۱۰)......اسی طرح باطنی اور بدعتی فرقوں کے بارے میں علم ومعرفت اور (۱۱)...... ہر گورنر کے ساتھ تعامل میں اس کا طبعی وشرعی اور قانونی حق دینا ہے۔

چنانچہ نشاۃ ثانیہ کے فقہی قضایا اور آپس میں ایک دوسرے سے ملے ہوئے دُوررس نتائج والے ان ابھرتے ہوئے منصوبوں کو مکمل طور پر سمجھ لینے اور انھیں حاصل کرنے کی استطاعت صرف وہی شخص رکھ سکتا ہے کہ جو کتاب اللہ العزیز، سنۃ رسول اللہ الکریم ﷺ کے فہم وعلم پر پورا عبور رکھتا ہو اور اُس راہنما فقہ کے ساتھ مرتبط ہو کہ جو ہمارے سلف صالحین سے ہم تک محفوظ طرق سے پہنچی ہے۔ وہ اس کے نشانات راہ، اس کے وجود کے اسباب، اس کے زوال کے عوامل اور اس کی خصوصیات سے خوب واقف ہو۔ ملتِ اسلامیہ کی بیداری کے تجربات اور اسلامی تاریخ سے پورا پورا استفادہ کرے اور یہ یقین رکھے کہ اس امت نے تقدم وترقی کو کبھی ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ یہ امت اپنے رب الرحیم اور اپنے نبی کریم ﷺ سے ہمیشہ پوری پوری وفا کرنے والی رہی ہے۔ اس ملتِ خیر الامم کا داعی اس بات کا علم رکھتا ہے کہ عسکری شکست ایک عارضی چیز ہے جو زائل ہوجایا کرتی ہے۔ البتہ جہاں تک ثقافتی اور تہذیبی شکست کا تعلق ہے تو یہ ایک مہلک زخم ہوتا ہے کہ جو ملتوں کو موت سے ہمکنار کردینے والا ہوتا ہے۔ جبکہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن وسنت والے اصولوں اور منہج سلف صالحین پر قائم صحیح تہذیب وثقافت مسلمان آدمی اور مسلم خاندان کی تربیت وتعمیر کرتی ہے۔ مسلم معاشرہ اور اسلامی حکومت کی کتاب اللہ العزیز، سنت رسول الکریم (ﷺ)، خلفائے راشدین ومہدیین اور آج تک جو بھی عالم وامام ان کے نہج وطریق پر چلا ہے ان سب کی راہنمائی سے ماخوذ علم وہدایت کے قواعد واُصول اور ٹھوس بنیاد پر ان کی تربیت وبناء بھی یہی صحیح ترین اور سب سے زیادہ مہذب وسنجیدہ ثقافت ہی کرتی ہے۔ اور صحیح شہری (معاشرہ کی) بناء وتعمیر کی عبقریت (ہر چیز سے اخلاقیات میں فائق۔ The Respectable Genius) ہی وہ اخلاقی قدر ہے کہ جس نے اسلام کے خالص اور واضح ہونے کو آج کے دن تک اللہ عزوجل کی خاص توفیق اور اس کی حفاظت کے ساتھ قائم رکھا ہے۔

گزارش واستدعا:

آخر میں ہم ہر مسلمان بھائی سے امید رکھتے ہیں کہ وہ اس کتاب کا مطالعہ ضرور کرے گا اور یہ کہ ایسا ہر قاری اپنی درج ذیل دعا میں مجھے، اس فقیر، اپنے رب کی مغفرت ورحمت اور اس کی رضا کے امیدوار کو ضرور یاد رکھے۔

﴿رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰى وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِكَ فِیْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِیْنَ ۝﴾ (النمل: ١٩)

''اے میرے رب! مجھے توفیق دے کہ میں تیری نعمت کا شکر کروں، جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کی ہے اور یہ کہ میں نیک عمل کروں، جسے تو پسند کرے اور اپنی رحمت سے مجھے اپنے نیک بندوں میں داخل فرما۔''

اور اللہ رب العالمین کا ارشاد گرامی ہے:

﴿مَا یَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا وَ مَا یُمْسِكْ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝﴾ (فاطر: ٢)

''جو کچھ اللہ لوگوں کے لیے رحمت میں سے کھول دے تو اسے کوئی بند کرنے والا نہیں اور جو بند کر دے تو اس کے بعد اسے کوئی کھولنے والا نہیں اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔''

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ۔ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ ، أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوْبُ إِلَيْكَ وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

علی محمد محمد الصلابی

غفر الله له ولوالديه ولجميع المسلمين

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلا باب

''خوارج''

فصل اوّل:...... خوارج کی ابتداء ونو پیدی اوران کی پہچان

اہل علم نے بہت ساری علامتوں اور پہچان کی نشانیوں کے ساتھ خوارج کا تعارف کروایا ہے۔ ان میں سے ایک پہچان علامہ ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ نے یوں کروائی ہے:

''بلاشبہ خوارج کا نام اس گروہ پر بولا جاتا ہے کہ جنھوں نے چوتھے خلیفۂ راشد امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ پر خروج کیا تھا۔ (یعنی اُن کے خلاف انھوں نے بغاوت کی تھی۔) چنانچہ خوارج کی وجۂ تسمیہ یہی اُن کا سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج بن گئی اور خارجیوں کی اس وجۂ تسمیہ کا سبب: جناب علی رضی اللہ عنہ کا ان کے متعلق ایک فیصلے کے نتیجہ میں آپ رضی اللہ عنہ کے خلاف اُن کا خروج بن گیا تھا۔'' ❶

امام ابن قیم رحمہ اللہ نے وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے کہ:

''خارجی کا نام ہر اُس شخص پر منطبق ہوجاتا ہے کہ جو سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ وارضاہ کے خلاف خروج کرنے والوں کے افعال و اقوال اور نظریات کی مشابہت اختیار کرلے اور ان کے عقیدہ کو اپنالے۔ اسی طرح ہر وہ شخص کہ جو قرآن وسنت کو فیصلہ کن شریعت وقانون ماننے سے انکار، کبیرہ گناہ کے مرتکب مسلمان آدمی کو کافر قرار دینے اور ظلم وزیادتی کرنے والوں مسلمان حکام کے خلاف خروج کا فتویٰ دینے میں خوارج کی موافقت کرے تو وہ خارجی کہلائے گا۔ اگر وہ یہ بھی عقیدہ رکھے کہ کبیرہ گناہوں کے مرتکب مسلمان ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہیں گے اور یہ کہ امامتِ کبریٰ قریشی خلفاء کے علاوہ دوسروں کے لیے بھی جائز ہے تو وہ بھی خارجی ہی شمار ہوگا۔ مذکور بالا ان چھ بنیادی باتوں کے ساتھ ساتھ دیگر ایسے اُمور میں بھی خوارج سے اگر اختلاف کرے کہ جن کے بارے میں اہلِ اسلام بھی ایک دوسرے سے اختلاف کرتے ہیں تو پھر وہ خارجی شمار نہیں ہوگا۔'' ❷

❶ دیکھئے: مقالات الإسلامیین (۱/ ۲۰۷).

❷ دیکھئے: ''الفصل فی الملل والأهواء والنِّحل''، رقم: ۱۱۳.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علامہ ابوالفتح محمد عبد الکریم شہرستانی رحمہ اللہ نے خارجیوں کی ایک عام سی پہچان کرواتے ہوئے لکھا ہے: وہ امام و امیر المسلمین کہ جس کی امارت وحکومت پر ملت کا اجماع ہو چکا ہو اس کے خلاف غداری و ہنگامہ بازی اور قتل و غارت اس پر اور اُس کی شرعی امارت و امامت پر خروج شمار ہوگا۔ یہ خروج چاہے کسی بھی زمانے میں ہو خروج علی الامام ہی شمار ہوگا۔ اور خارجیوں کی تعریف کرتے ہوئے آپ رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ہر وہ شخص کہ جو ہر اُس امام و امیر المسلمین کے خلاف خروج (غداری وقتل گری) کرے کہ جس پر مسلمانوں کی پوری جماعت اتفاق کر چکی ہو اس کا نام ''خارجی'' ہوگا۔ چاہے یہ خروج صحابہ کرام کے دور میں خلفاء و آئمۃ المسلمین الراشدین المھدیین کے خلاف ہو چاہے اُن کے بعد تابعین عظام کے زمانہ میں ہو یا آج تک کسی بھی دور میں کسی بھی امام و امیر المسلمین برحق کے خلاف ہو۔'' ❶

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ خوارج کی تعریف کرتے (پہچان کرواتے) ہوئے فرماتے ہیں: خوارج وہ لوگ تھے کہ جنھوں نے امیر المومنین سیّدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کے خلیفۃ المسلمین منتخب ہونے پر کھلا انکار کیا تھا اور وہ سادات نا علی، آپ کی اولاد اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم سے یکسر الگ ہو گئے تھے۔ اور انھوں نے ان تمام اصحاب اطہار سے جنگ کی تھی۔ اور اگر ان خوارج نے مذکور بالا اصحاب اخیار و اطہار کی تکفیر کو چھوڑ دیا تھا تو یہ انتہائی سرکش، غلو سے کام لینے والے لوگ تھے۔ ❷

ایک اور پہچان کرواتے ہوئے آپ رحمہ اللہ ان کے بارے میں فرماتے ہیں: خوارج سے مراد خارجیوں کی جماعت ہے۔ یعنی ایک بڑا سرکش قسم کا گروہ۔ یہ اہلِ بدعات کی ایک جماعت تھی کہ جن کا یہ نام: دینِ حنیف اور مسلمانوں کے سب سے بہتر لوگوں پر خروج کی وجہ سے رکھا گیا تھا۔ ❸

علامہ ابوالحسن الملطی رحمہ اللہ کی رائے ہے کہ: فیصلہ شدہ سب سے پہلے خوارج وہ تھے کہ جنھوں نے: لَا حُـكْـمَ إِلَّا لِـلّٰـهِ...... اللہ عزوجل کی ذات اقدس کے سوا کسی کا فیصلہ قابلِ قبول نہیں کا نعرہ لگایا تھا۔ (یعنی اللہ عزوجل خود بنفسِ اقدس اپنے عرش کریم سے اُتر کر نیچے آئے اور اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ کرے۔) اُن کا دوسرا نعرہ یہ تھا کہ: امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے (نعوذ باللہ) کفر کا ارتکاب کیا ہے کہ انھوں نے بندوں کے درمیان فیصلے کا اختیار جناب ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو سونپ دیا تھا۔ جبکہ فیصلے کا اختیار تو صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔'' خارجیوں کے

---

❶ دیکھئے: المِلَل والنِّحل للشهرستاني.

❷ دیکھئے: ''هدي الساري في مقدمة فتح الباري'' ص ٤٥٩.

❸ دیکھئے: فتح الباري (٢٨٣/٢).

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرقے کو اس لیے خوارج کہا جاتا ہے کہ انھوں نے حکمین والے دن سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کیا تھا کہ جب انھوں نے جناب علی اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کے فیصلہ کرنے والے عمل کو ناپسندیدگی اور نفرت سے دیکھتے ہوئے کہا تھا: لَا حُكْمَ إِلَّا لِلّٰهِ...... ❶

جناب پروفیسر ڈاکٹر ناصر عبدالکریم العقل کہتے ہیں: خوارج وہ لوگ ہوتے ہیں جو کبیرہ گناہوں کی بنا پر اہل ایمان کو کافر شمار کرنے لگتے ہیں اور اپنی عوام پر ظلم و زیادتی کرنے والے اُمراء المسلمین پر وہ خروج و سرکشی کرتے ہیں۔'' ❷

خلاصۂ پہچان:

معلوم ہوا کہ ''خوارج وہ لوگ تھے (اپنی ابتدا میں) کہ جنھوں نے جنگِ صفین کے موقع پر امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ وارضاہ کی طرف سے صلح کے لیے جانبین سے مقرر شدہ حکم کو قبول و منظور کر لینے کے بعد اُن کے خلاف خروج و بغاوت اور سرکشی کی تھی۔ خوارج والے لقب (اور پہچان) کے علاوہ بھی ان کے کچھ القاب ہیں کہ جن کے ذریعے ان کو پہچانا جاسکتا ہے۔ جیسے کہ: (۱) حروري ❸ (۲) شراۃ ❹ (۳) مارقہ اور (۴) محکمی ❺۔ سوائے مارقہ والے لقب کے باقی تمام القاب و معارف کو وہ خوشی سے قبول کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ انکار کرتے ہیں کہ: جس طرح تیر کمان سے نکل جاتا ہے اس طرح سے وہ دین سے خارج نہیں ہوئے ہیں۔ (چھید کر پار ہو جانے والے تیر کو عربی میں ''المارق'' کہتے ہیں۔) ❻

بعض علماء کرام اس بات کی پختہ رائے رکھتے ہیں کہ خارجیوں کی ابتداء دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ سے ہی ہوگئی تھی۔ یہ علماء ذوالخویصرہ کو خارجیوں کا پہلا آدمی شمار کرتے ہیں۔ اس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اُس سونے کی تقسیم کے بارے میں اعتراض کیا تھا جسے سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ نے ملک یمن سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مدینہ منورہ روانہ کیا تھا۔ اس وقت آپؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یمن کے امیر (گورنر) مقرر تھے۔

---

❶ دیکھئے: " التنبيه والرد على أهل الأهواء والبدع"، ص ٤٧.

❷ دیکھئے: " الخوارج " ناصر عبد الكريم العقل كي: ص ٢٨.

❸ عراق کے مقام ''حروراء'' پر شروع شروع میں خارجیوں کے فروکش ہونے کی وجہ سے ان کا نام ''حروری'' پڑا تھا۔

❹ " شَرَىٰ يَشْرِىٰ شِرَاءً " کا معنی ہوتا ہے خریدنا اور بیچنا۔ خارجیوں کا نام " شُراۃ" اس لیے پڑا کہ وہ کہتے تھے: ہم نے اللہ کی اطاعت میں اپنے آپ کو بیچ دیا ہے۔ یعنی ہم نے جنت کے بدلے اپنے آپ کو بیچ دیا ہے۔

❺ اہلِ ایمان کا قرآن وسنت کے مطابق فیصلے کرنے والے عمل کے انکار میں ان کے: لَا حُكْمَ إِلَّا لِلّٰهِ کہنے کی وجہ سے اُن کو محکمی کہا جاتا ہے۔

❻ دیکھئے: مقالات الإسلاميين، ١/ ٢٠٧.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ نے یمن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیری کے پتوں سے دباغت دیے ہوئے چمڑے کے ایک تھیلے میں سونے کے چند ڈلے بھیجے۔ ان ڈلوں سے کان کی مٹی بھی ابھی صاف نہیں کی گئی تھی۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ سونا چار آدمیوں میں تقسیم کر دیا۔ یعنی عُیینہ بن بدر، اقرع بن حابس، زید بن خیل اور علقمہ یا عامر بن طفیل رضی اللہ عنہم کے درمیان۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک آدمی نے اس پر کہا: ان لوگوں سے زیادہ ہم اس سونے کے حق دار تھے۔ راوی کا کہنا ہے کہ جب نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا:

((أَلَا تَأْمَنُونِي وَأَنَا أَمِينُ مَنْ فِي السَّمَاءِ، يَأْتِينِي خَبَرُ السَّمَاءِ صَبَاحًا وَمَسَاءً۔" قَالَ: فَقَامَ رَجُلٌ غَائِرُ الْعَيْنَيْنِ مُشْرِفُ الْوَجْنَتَيْنِ نَاشِزُ الْجَبْهَةِ، كَثُّ اللِّحْيَةِ، مَحْلُوقُ الرَّأْسِ، مُشَمَّرُ الْإِزَارِ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، اتَّقِ اللّٰهَ، فَقَالَ: "وَيْلَكَ، أَوَلَسْتُ أَحَقَّ أَهْلِ الْأَرْضِ أَنْ يَتَّقِيَ اللّٰهَ؟" قَالَ: ثُمَّ وَلَّى الرَّجُلُ، قَالَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَلَا أَضْرِبُ عُنُقَهُ؟ فَقَالَ: "لَا لَعَلَّهُ أَنْ يَكُونَ يُصَلِّي،" فَقَالَ خَالِدٌ: وَكَمْ مِنْ مُصَلٍّ يَقُولُ بِلِسَانِهِ مَا لَيْسَ فِي قَلْبِهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِنِّي لَمْ أُومَرْ أَنْ أَنْقُبَ عَنْ قُلُوبِ النَّاسِ، وَلَا أَشُقَّ بُطُونَهُمْ،" قَالَ: ثُمَّ نَظَرَ إِلَيْهِ وَهُوَ مُقَفٍّ، فَقَالَ: "إِنَّهُ يَخْرُجُ مِنْ ضِئْضِئِ هٰذَا قَوْمٌ يَتْلُونَ كِتَابَ اللّٰهِ رَطْبًا، لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ، يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ،" وَأَظُنُّهُ قَالَ: "لَئِنْ أَدْرَكْتُهُمْ لَأَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ ثَمُودَ.")) ❶

''تم میرے اُوپر اعتبار نہیں کرتے حالانکہ اس اللہ نے مجھ پر اعتبار کیا ہے جو آسمان پر ہے اور اُس اللہ رب العزت کی وحی جو آسمان پر ہے میرے پاس صبح وشام آتی ہے۔'' راوی نے بیان کیا کہ: پھر ایک شخص کہ جس کی آنکھیں دھنسی ہوئی تھیں، دونوں رخسار اُبھرے ہوئے تھے، پیشانی بھی اُبھری ہوئی تھی، ڈاڑھی گھنی اور سر منڈا ہوا تھا، تہبند اُٹھائے تھا...... ❷ کھڑا ہوا اور کہنے لگا: یا رسول اللہ!

---

❶ أخرجه البخاري، كتاب المغازي، (۲/۲۳۲) حديث: ٤٣٥١- صحيح مسلم، كتاب الزكاة، (۲/۷٤۲)، حديث: ١٠٦٤.

❷ اس حدیث میں جس شخص کی یہ علامات بیان ہوئی ہیں اُس کا تذکرہ صحیح البخاری کی دیگر چند احادیث میں بھی آیا ہے۔ چنانچہ کتاب المناقب باب علامات النبوة فی الإسلام حدیث نمبر ٣٦١٠ میں اس شخص کا نام اور اس کے ٹولے کی بعض دیگر علامتوں کا ذکر یوں ہے:

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم (غزوۂ حنین کا مال غنیمت) تقسیم فرمار ہے تھے۔ اتنے میں بنوتمیم کا ایک شخص ذوالخویصرہ......بموجب تصریح ابن حجر رحمہ اللہ: اس کا نام نافع تھا۔ لیکن صحیح بخاری کی ⇦⇦⇦

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ سے ڈریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''افسوس تجھ پر۔ کیا میں روئے زمین پر اللہ سے ڈرنے کا سب سے زیادہ مستحق نہیں ہوں؟ راوی نے بیان کیا کہ: پھر وہ شخص چلا گیا۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں کیوں نہ اس شخص کی گردن مار دوں؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: نہیں شاید وہ نماز پڑھتا ہو۔ اس پر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: بہت سے نماز پڑھنے والے ایسے ہوتے ہیں کہ جو زبان سے اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں جبکہ ان کے دل میں اسلام نہیں ہوتا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مجھے اس بات کا حکم (اللہ عزوجل کی طرف سے) نہیں دیا گیا کہ لوگوں کے دلوں کی کھوج لگاؤں اور نہ اس کا مجھے حکم ہوا ہے کہ: ان کے پیٹ چاک کروں۔'' راوی نے بیان کیا کہ: پھر نبی کریم ﷺ نے اس منافق کی طرف دیکھا تو وہ پیٹھ پھیر کر جا رہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کی نسل سے ایسی قوم نکلے گی جو کتاب اللہ کی تلاوت بڑی خوش الحانی کے ساتھ کرے گی۔ لیکن قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اُترے گا۔ دین سے وہ لوگ اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر جانور کے جسم سے پار نکل جاتا ہے۔'' اور میرا یقینی گمان یہ ہے کہ: نبی کریم ﷺ نے یہ بھی فرمایا تھا: اگر میں نے ان کا دور پالیا تو قوم ثمود کی طرح ان کو بالکل قتل کر ڈالوں گا۔''

ابن جوزی رحمہ اللہ کی رائے:

اس حدیث کی شرح میں امام ابن جوزی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ: خارجیوں کا سب سے پہلا شخص (یعنی فتنہ

⇦⇦⇦ حدیث نمبر ۶۹۳۳/ کتاب استتابة المرتدین...... باب من ترك قتال الخوارج...... الخ میں اس شخص کے نام کی صراحت یوں موجود ہے۔ جس وقت نبی کریم ﷺ مالِ غنیمت تقسیم فرما رہے تھے تو ایک شخص آیا جس کا نام عبداللہ بن ذوالخویصرہ التمیمی تھا...... الخ تو ممکن ہے کہ اس آدمی کے باپ کا نام نافع ہو...... یعنی عبداللہ بن نافع ذوالخویصرہ التمیمی آیا اور کہنے لگا: یارسول اللہ! انصاف سے کام لیجیے۔ یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''افسوس! (ہے تم پر) اگر میں ہی انصاف نہ کروں تو دنیا میں پھر کون انصاف کرے گا۔ اگر میں ظالم ہو جاؤں تب تو میری بھی تباہی ہو جائے گی۔'' جناب عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کے رسول! اس کے بارے میں مجھے اجازت دیں، میں اس کی گردن مار دوں۔ نبی کریم نے فرمایا: ''اسے چھوڑ دو۔ اس کے جوڑ کے کچھ لوگ پیدا ہوں گے کہ تم اپنی نماز کو ان کی نماز کے مقابلے میں بظاہر حقیر جانو گے اور تم اپنے روزوں کو ان کے روزوں کے مقابلے میں ناچیز سمجھو گے۔ (یعنی اس قدر وہ متقی پرہیزگار معلوم ہوں گے) وہ قرآن کی تلاوت کریں گے لیکن قرآن ان کے حلقوں سے نیچے نہیں اُترے گا۔ یہ لوگ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح ایک زوردار تیر جانور کے جسم سے پار ہو جاتا ہے۔ اس تیر کے پھل کو اگر دیکھا جائے تو اس میں کوئی چیز (خون وغیرہ) نظر نہیں آئے گی۔ پھر اگر اس کے پٹھے کو دیکھا جائے تو اس کے پھل کے داخل ہونے کی جگہ سے اُوپر جو لگایا جاتا ہے، وہاں بھی کچھ نہیں ملے گا۔ اگر تیر میں لگی ہوئی لکڑی کو دیکھا جائے تو وہاں بھی کچھ نشان نہیں ملے گا۔ اسی طرح اگر اس کے پر کو دیکھا جائے تو اس میں بھی کچھ نہیں ملے گا۔ حالانکہ گندگی اور خون سے وہ تیر گزر کر گیا ہوگا۔ ایسے لوگوں کی نشانی ایک کالا شخص ہوگا۔ اس کا ایک بازو عورت کے پستان کی طرح ابھرا ہوا ہوگا یا گوشت کے لوتھڑے کی طرح ہوگا اور حرکت کر رہا ہوگا۔ یہ لوگ مسلمانوں کے بہترین گروہ سے بغاوت کریں گے۔''...... الخ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خارجیت کا مؤسس) ان میں سب سے برا (کہ جس نے اس فتنے کی بنیاد رکھی) ابن ذوالخویصرہ تمیمی تھا۔ روایات میں جو اس کے الفاظ منقول ہوئے ہیں۔ ان میں سے یوں بھی اس نے کہا تھا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِعْدِلْ ...... اللہ کے رسول! انصاف کریں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: وَيْلَكَ! وَمَنْ يَّعْدِلُ إِذَا لَمْ أَعْدِلْ؟ ...... افسوس ہے تم پر! اگر میں انصاف نہیں کر رہا تو دنیا میں اور کون انصاف کرے گا؟ ❶

تو یہ پہلا خارجی تھا جس نے اسلام میں خروج کیا تھا۔ اس کے لیے مصیبت یہ تھی کہ یہ ظالم اپنی ذاتی رائے پر راضی تھا۔ اگر یہ (بدبخت) توقف کرتا اور وہاں اس مجلس میں رکا رہتا تو اس بات کو جان لیتا کہ رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ و حکم اور رائے کے اُوپر کسی کی رائے کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اس آدمی (عبداللہ بن نافع ذوالخویصرہ التمیمی) کے پیروکار ہی وہ لوگ تھے کہ جنھوں نے امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کی تھی۔'' ❷

ایسے علماءِ عظام جنھوں نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ: خارجیوں کا پہلا سردار عبداللہ بن ذوالخویصرہ تھا، ان میں: (۱)...... امام ابو محمد ابن حزم ❸ اور (۲)...... علامہ ابوالفتح محمد بن عبدالکریم شہرستانی ❹ شامل ہیں۔ لیکن بعض علماء کی رائے ہے کہ خارجیوں کے فتنے کا آغاز امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے خلاف ان کے خروج سے ہوا تھا۔ خوارج کی نشاۃ اُولیٰ اُس فتنہ کے اٹھانے سے ہوئی تھی کہ جس کا انجام انتہائی ظلم و استبداد اور سرکشی کے ساتھ سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل پر ہوا تھا۔ یہ فتنہ کہ جسے ان لوگوں نے اٹھایا تھا اس کا نام ''پہلا فتنہ'' رکھا گیا تھا۔ ❺

عقیدہ طحاویہ کے شارح نے لکھا ہے کہ: خارجی اور شیعہ دونوں گروہ اس ''پہلے فتنہ'' میں شریک ہوئے تھے۔ ❻ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے ہنگامہ آرائی کی وجہ سے ان لوگوں پر خوارج کے نام کا اطلاق کیا ہے کہ جنھوں نے امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کر کے انھیں شہید کر ڈالا تھا۔ ابن کثیر رحمہ اللہ نے جناب عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کے بعد خوارج کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے: اس کے بعد خارجی آئے اور انھوں نے

---

❶ صحیح مسلم، حدیث: ۲٤٥٦.

❷ دیکھیے: امام ابن جوزی رحمہ اللہ کی ''تلبیس ابلیس'' ص ۹۰۔ جیسا کہ اوپر حاشیہ میں صحیح بخاری کی حدیث (۳۶۱۰) میں آگے ذکر ہے کہ جناب ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ حدیث میں نے خود نبی کریم ﷺ سے سنی تھی اور میں اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ: امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ نے ان (خارجیوں) سے جنگ کی تھی۔ اس وقت میں بھی جناب علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا۔

❸ دیکھیے: الفصل فی الملل والاھواء والنحل'' ١٥٧/٤.

❹ دیکھیے: علامہ شہرستانی کی ''الملل والنّحل'' ١٦١/١.

❺ دیکھیے: عقیدة أهل السُّنّة فی الصحابة، ١١٤١/٣.

❻ دیکھیے: شرح عقیدہ طحاویہ ص ٥٦٣.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں کا بیت المال لوٹ لیا۔ اس بیت المال میں ڈھیروں چیزیں تھیں۔ ❶

راجح رائے:

خارجیوں کی نشأۃ اولیٰ کے بارے میں باوجود اس کے کہ: عبداللہ بن ذوالخویصرہ تمیمی کے درمیان اور اُن ہنگامہ کرنے والوں (دہشت گردوں) کے درمیان ایک مضبوط تعلق پایا جاتا ہے کہ جنھوں نے سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کیا تھا اور اُن خوارج کے درمیان کہ جنھوں نے فیصلے کا اختیار صرف اللہ عزوجل کی ذاتِ اقدس کو ہی دینے کا نظریہ اختیار کیا تھا (کہ اللہ تعالیٰ اپنے عرش عظیم سے زمین پر نزول فرما کر بندوں کے درمیان فیصلے کرے) اس سبب کی بنا پر انھوں نے سیّدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کیا تھا...... زیادہ راجح رائے یہ ہے کہ: اپنے دقیق معنی میں ''خوارج'' کی اصطلاح کا اطلاق صرف سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے خلاف تحکیم کے سبب خروج کرنے والوں پر ہوگا۔ اس حکم میں کہ ایک بہت بڑے گروہ کی صورت میں وہ ایک جماعت تھے کہ جس کا ایک سیاسی رخ تھا۔ ان کی خاص آراء اور نظریات تھے کہ جس نے باقاعدہ ایک عقیدہ کے طور پر فکری اثر چھوڑا تھا جو آج تک موجود ہے۔ ❷

---

❶ دیکھیے: البدایہ والنھایہ : ۷/۲۰۲۔

❷ دیکھیے: العواجی کی ''الفرق المعاصرہ ۱/۶۷'' اور عبدالحمید کی ''خلافت علی رضی اللہ عنہ'' ص ۲۹۷۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصل ثانی

خوارج کی مذمت میں وارد احادیث صحیحہ

مارقی خوارج کی مذمت میں نبی مکرم ﷺ سے بہت ساری احادیث وارد ہوئی ہیں۔ ان احادیث میں ان کی نہایت قابل مذمت اور شنیع قسم کی علامتیں بیان ہوئی ہیں کہ جنھوں نے ان کو سب سے خبیث مقام پر لا کھڑا کیا ہے۔ چنانچہ ان احادیث میں سے وہ روایات کہ جن میں ان کی مذمت کی طرف واضح اشارات پائے جاتے ہیں بعض وہ ہیں جنھیں امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری اور امام مسلم بن الحجاج رحمہ اللہ نے اپنی صحیحین میں درج فرمایا ہے۔ ان میں سے سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث پیچھے حاشیہ میں گزر چکی ہے۔

(۱)...... اسی طرح شیخین محترمین (امام بخاری و مسلم) رحمہ اللہ نے جناب ابوسلمہ اور عطاء بن یسار رحمہ اللہ سے مروی حدیث بھی اپنی صحیحین میں درج کی ہے۔ چنانچہ یہ دونوں صاحب بیان کرتے ہیں کہ:

((أَنَّهُمَا أَتَيَا أَبَا سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ، فَسَأَلَاهُ عَنِ الْحَرُورِيَّةِ: هَلْ سَمِعْتَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَذْكُرُهَا؟ قَالَ: لَا أَدْرِي مَنِ الْحَرُورِيَّةُ؟ وَلٰكِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: يَخْرُجُ فِي هٰذِهِ الْأُمَّةِ ...... وَلَمْ يَقُلْ مِنْهَا ...... قَوْمٌ تَحْقِرُونَ صَلٰوتَكُمْ مَعَ صَلٰوتِهِمْ، فَيَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حُلُوقَهُمْ ...... أَوْ حَنَاجِرَهُمْ ...... يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّيْنِ مُرُوقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ، فَيَنْظُرُ الرَّامِي إِلٰى سَهْمِهِ، إِلٰى نَصْلِهِ، إِلٰى رِصَافِهِ، فَيَتَمَارٰى فِي الْفُوقَةِ، هَلْ عَلِقَ بِهَا مِنَ الدَّمِ شَيْءٌ.))[1]

"وہ دونوں جناب ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور اُن سے دریافت کیا: کیا آپ نے حروریوں کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے کچھ سنا ہے؟ کہ آپ ﷺ ان کا کچھ ذکر کرتے ہوں؟ جناب ابوسعید رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نہیں جانتا کہ حروریہ کون لوگ ہیں۔ البتہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یوں فرماتے ہوئے ضرور سنا ہے: "اس امت میں ایک قوم نکلے گی۔ یہ نہیں فرمایا کہ یہ قوم اس امت اسلامیہ سے ہوگی۔ اور وہ ایسے ہوں گے کہ تم اپنی نماز کو ان کی نماز کے مقابلے میں

[1] صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب ذکر الخوارج وصفاتهم، حدیث: ۲٤٥٥.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حقیر جانو گے۔ وہ قرآن پڑھیں گے مگر یہ قرآن ان کے حلقوں ...... یا فرمایا کہ ان کے گلوں سے ...... نیچے نہیں اُترے گا۔ (قرآن پر عمل نہیں کریں گے۔) وہ دینِ حنیف (اسلام) سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے۔ کہ شکاری اپنے تیر کی لکڑی کو، اس کے پھل کو اور اس کے پر کو دیکھتا ہے اور اس کے آخری کنارے پر بھی غور کرتا ہے کہ جو اس کی چٹکیوں میں تھا کہ: کہیں اس کی کسی چیز میں کچھ خون لگا ہو۔ (مگر دیکھتا ہے کہ کہیں بھی خون نہیں لگا۔)''

(ب)......امام بخاری رحمہ اللہ نے جناب اُسید بن عمرو رحمہ اللہ کی حدیث بھی درج کی ہے۔ کہتے ہیں:

((قُلْتُ لِسَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ: هَلْ سَمِعْتَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ فِي الْخَوَارِجِ شَيْئًا؟ قَالَ: سَمِعْتُهُ يَقُولُ ...... وَأَهْوَى بِيَدِهِ قِبَلَ الْعِرَاقِ ...... يَخْرُجُ مِنْهُ قَوْمٌ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، يَمْرُقُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ مُرُوقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ .))[1]

''میں نے (بدری صحابی) جناب سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا آپ نے نبی کریم ﷺ سے خوارج کے بارے میں کچھ فرماتے ہوئے سنا ہے؟ انھوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے اور آپ ﷺ نے عراق کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: اِدھر سے ایک جماعت نکلے گی۔ یہ لوگ قرآن تو پڑھیں گے لیکن قرآن حکیم ان کے حلقوں سے نیچے نہیں اُترے گا۔ وہ اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار کے جانوروں سے باہر نکل جاتا ہے۔''

مذکورِ بالا تینوں احادیث میں فرقۂ خوارج کی مذمت نہایت واضح ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ان کی پہچان بتلائی ہے کہ وہ ''طائفہ مارقہ'' دینِ حنیف سے نکل جانے والا گروہ ہے۔ وہ دینِ اسلام میں بغیر موقع محل کے تشدد اختیار کرتے ہیں۔ بلکہ جس طرح وہ اسلام میں داخل ہوتے ہیں اسی طرح وہ اس سے نہایت جلدی سے باہر نکل جاتے ہیں۔ وہ دینِ اسلام کی کسی چیز (قول و عمل) کو اپنے پاس نہیں رکھتے۔ جس طرح کہ پہلی حدیث میں اس بات کا بھی ذکر ہوا ہے کہ وہ اہل حق سے جنگ (لڑائی) کرتے ہیں۔ (اور اہل حق کو قتل کرتے ہیں۔) اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ اہل حق اُن سے جنگ کرتے ہیں۔ اور ان میں ایک ایسا شخص بھی تھا کہ جس کے ہاتھ کا ذکر حدیث میں آیا ہے۔ یہ سب کچھ واقع ہو چکا اور جس طرح نبی معظم ﷺ نے خبر دی تھی اسی طرح اس کا حصول بھی ہو چکا ہے۔

نبی مکرم ﷺ کے فرمان: لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ ......قرآن ان کے حلقوں سے نیچے نہیں اُترے گا میں دو

[1] صحيح البخاري، رقم: ٦٩٣٤.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احتمال ہیں: (۱)...... احتمال ہے کہ ان کے دل قرآن حکیم کو سمجھیں ہی نہیں اور قرآن حکیم کی مراد کے علاوہ کسی دوسرے معنی و مفہوم پر اس کو پیش کرتے ہوں۔ (یعنی وہ مفہوم مراد نہ لیں جو قرآن کہہ رہا ہو۔)

(۲)...... دوسرا احتمال یہ ہے کہ: اس کا معنی ہو: ان لوگوں کی قرآن کی تلاوت اللہ عزوجل کی طرف اٹھے ہی نہیں۔ ❶

خوارج کی قابلِ مذمت علامات کہ جنھیں رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا:

صرف زبانی اقرار کے سوا ان کے ہاں ایمان نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی۔ خارجی لوگ نہایت ردی اور کمزور قسم کی عقلوں کے مالک ہوتے ہیں۔ بلاشبہ جب وہ قرآن پڑھتے ہیں تو اپنے برے فہم کی بناء پر کہ جسے وہ حاصل کیے ہوئے ہوتے ہیں، بڑی شدت کے ساتھ گمان کرتے ہیں کہ یہ معنی و مفہوم یا تو ان کے حق میں ہے یا پھر ان کے سخت مخالف۔ جیسا کہ صحیح البخاری میں سیّدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ سے مروی درج ذیل حدیث ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((إِذَا حَدَّثْتُكُمْ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ حَدِيثًا، فَوَاللَّهِ لَأَنْ أَخِرَّ مِنَ السَّمَاءِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَكْذِبَ عَلَيْهِ، وَإِذَا حَدَّثْتُكُمْ فِيمَا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ فَإِنَّ الْحَرْبَ خُدْعَةٌ، وَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: " سَيَخْرُجُ قَوْمٌ فِي آخِرِ الزَّمَانِ، أَحْدَاثُ الْأَسْنَانِ، سُفَهَاءُ الْأَحْلَامِ يَقُولُونَ مِنْ خَيْرِ قَوْلِ الْبَرِيَّةِ، لَا يُجَاوِزُ إِيمَانُهُمْ حَنَاجِرَهُمْ، يَمْرُقُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، فَأَيْنَمَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاقْتُلُوهُمْ، فَإِنَّ فِي قَتْلِهِمْ أَجْرًا لِمَنْ قَتَلَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.)) ❷

جب میں تم سے نبی کریم ﷺ کی کوئی حدیث بیان کروں تو اللہ کی قسم! اگر میں آسمان سے نیچے گر پڑوں، یہ مجھے اس بات سے اچھا لگتا ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھوں۔ ہاں جب میرے اور تمھارے درمیان کوئی گفتگو ہو تو اس میں بنا کر بات کہنے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ کیونکہ (نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے:) لڑائی تدبیر اور چال چلنے کا نام ہے۔" دیکھو میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے، آپ فرماتے تھے: "اخیر زمانہ قریب ہے ❸ جب ایسے لوگ مسلمانوں میں ظاہر ہوں

---

❶ دیکھیے: فتح الباری ٦/٦١٨ وماقاله القاضي عياض في شرح النووي: ١٥٩/٧.

❷ صحيح البخاري، كتاب استتابة المرتدين...... باب قتل الخوارج والملحدين...... حديث: ٦٩٣٠.

❸ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ یہاں: فِيْ آخِرِ الزَّمَانِ...... سے مراد خلافت علی منہاج النبوہ کا پہلا دور لیتے ہیں۔ اس لیے کہ: صحیح ابن حبان اور سنن کی کتب میں حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "میرے بعد خلافت تیس سال رہے گی۔ پھر بادشاہی آ جائے گی۔" جنگ نہروان میں خوارج کا قتل اور ان کا معاملہ امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے اواخر ٣٨ھ میں پیش آیا تھا۔ دیکھیے: فتح الباری: ٢٨٧/١.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گے جو نوعمر بے وقوف ہوں گے۔ (ان کی عقل میں فتور ہوگا۔) ظاہر میں تو تمام انسانوں کے کلام میں سے جو سب سے بہتر ہے وہ پڑھیں گے اور کہیں گے۔ مگر درحقیقت ایمان کا ذائقہ ان کے حلقوں سے نیچے نہیں اُترے گا۔ وہ دین سے اس طرح باہر ہو جائیں گے جیسے تیر شکار کے جانور سے پار نکل جاتا ہے۔ (اس میں کچھ لگا نہیں رہتا۔) تم ان لوگوں کو جہاں پاؤ بلا تامل انھیں قتل کر دینا۔ جو انھیں قتل کرے گا اسے ان کے قتل کے بدلے قیامت والے دن اجر و ثواب ملے گا۔''

ان دونوں حدیثوں میں خوارج کی مذمت بیان ہوئی ہے کہ بلاشبہ مجرد زبانی اقرار و نطق کے ان کے پاس ایمان نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی۔ ❶ پہلی حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وہ صرف زبان سے ایمان کا اظہار کرتے ہیں، دل سے اسے قبول نہیں کرتے۔ ایمان اُن کی زبانوں تک محصور ہوتا ہے اور یہ کہ قرآن و ایمان ان کے گلوں اور حلقوں سے نیچے نہیں اُترتا۔ یہ سب سے ناپسندیدہ مذمت ہے اور جس شخص کی ایسی مذموم تعریف کی جائے اُسے یہ وصف سب سے قبیح بنا دیتا ہے۔ ❷

دیگر قابلِ مذمت بری صفات میں سے کہ جنھیں نبی کریم ﷺ نے بیان فرمایا یہ ہیں کہ: وہ دینِ حنیف سے یوں نکل جائیں گے کہ انھیں دوبارہ اسلام میں پلٹ آنے کی توفیق ہی نہیں ملے گی اور یہ کہ وہ مخلوقات میں سے نہایت اشرار اور خلقت کے اعتبار سے نہایت بدصورت لوگ ہوتے ہیں۔ چنانچہ صحیح مسلم میں سیّدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ بَعْدِي مِنْ أُمَّتِي -أَوْ سَيَكُونُ بَعْدِي مِنْ أُمَّتِي- قَوْمٌ يَقْرَؤُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حَلَاقِيمَهُمْ، يَخْرُجُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا يَخْرُجُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، ثُمَّ لَا يَعُودُونَ فِيهِ، هُمْ شَرُّ الْخَلْقِ وَالْخَلِيقَةِ، وَرَوَى مِنْ حَدِيثِ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ ذَكَرَ قَوْمًا يَكُونُونَ فِي أُمَّتِهِ، يَخْرُجُونَ فِي فُرْقَةٍ مِنَ النَّاسِ، سِيمَاهُمُ التَّحَالُقُ، قَالَ: هُمْ شَرُّ الْخَلْقِ - أَوْ مِنْ اَشَرِّ الْخَلْقِ- يَقْتُلُهُمْ أَدْنَى الطَّائِفَتَيْنِ إِلَى الْحَقِّ.)) ❸

''میرے بعد میری امت سے...... یا فرمایا: عنقریب ہوگی میرے بعد میری امت میں سے ...... وہ قوم کہ جو قرآن پڑھیں گے مگر قرآن ان کے حلقوں سے نیچے نہیں اُترے گا۔ دین اسلام سے وہ ایسے

❶ دیکھیے: فتح الباری ۲/۲۸۱۔

❷ دیکھیے: ''عقیدۃ اھل السُّنّہ والجماعۃ فی الصحابۃ الکرام'' ص ۱۱۸۳ جلد نمبر ۳۔

❸ صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب الخوارج شر الخلق والخلیقۃ، حدیث: ۲۴۶۹، باب ذکر الخوارج وصفاتھم، حدیث: ۲۴۵۷۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے پار نکل جاتا ہے۔ پھر وہ دین حنیف میں واپس نہیں آئیں گے۔ وہ ساری مخلوق سے بدتر لوگ ہوں گے۔''

اور امام مسلم رحمہ اللہ نے سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت بھی درج کی ہے کہ جناب ابوسعید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قوم کا ذکر فرمایا جو آپ کی امت میں سے ہوگی اور وہ لوگ اس وقت ظاہر ہوں گے جب مسلمانوں میں تفرقہ پڑ چکا ہوگا۔ (یعنی علی اور معاویہ و عائشہ رضی اللہ عنہم کے دور میں) ان کی پہچان سر کا منڈانا ہوگی۔ اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: وہ بدتر مخلوق ہیں یا فرمایا کہ وہ ساری مخلوق میں سب سے بدتر لوگ ہوں گے۔ تفرقہ والی دونوں (اہلِ ایمان و اسلام کی) جماعتوں میں سے ان لوگوں کو وہ جماعت قتل کرے گی جو حق کے زیادہ نزدیک ہوں گے۔'' (اور وہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ وارضاہ کی جماعت اور فوج تھی۔)

اسی طرح اس باغی، خارج از اسلام گروہ کی مزید ایسی علامتیں ہیں کہ جن کے ساتھ نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے ان کی مذمت کی گئی ہے۔ یہ لوگ اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک ساری مخلوق سے زیادہ مبغوض ہیں۔ چنانچہ صحیح مسلم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ابورافع کے بیٹے جناب عبید اللہ رحمہ اللہ سے مروی اثر ہے کہ:

((أَنَّ الْحَرُورِيَّةَ لَمَّا خَرَجَتْ وَهُوَ مَعَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رضي الله عنه قَالُوا: لَا حُكْمَ إِلَّا لِلّٰهِ، قَالَ عَلِيٌّ رضي الله عنه: كَلِمَةُ حَقٍّ أُرِيدَ بِهَا بَاطِلٌ، إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ وَصَفَ نَاسًا، إِنِّي لَأَعْرِفُ صِفَتَهُمْ فِي هٰؤُلَاءِ: "يَقُولُونَ الْحَقَّ بِأَلْسِنَتِهِمْ، لَا يَجُوزُ هٰذَا مِنْهُمْ -وَأَشَارَ إِلَى حَلْقِهِ- مِنْ أَبْغَضِ خَلْقِ اللّٰهِ إِلَيْهِ، مِنْهُمْ أَسْوَدُ إِحْدَى يَدَيْهِ طُبْيُ شَاةٍ، أَوْ حَلَمَةُ ثَدْيٍ" فَلَمَّا قَتَلَهُمْ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رضي الله عنه قَالَ انْظُرُوا، فَنَظَرُوا فَلَمْ يَجِدُوا شَيْئًا، فَقَالَ: ارْجِعُوا، فَوَاللّٰهِ مَا كَذَبْتُ وَلَا كُذِبْتُ، مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا، ثُمَّ وَجَدُوهُ فِي خَرِبَةٍ، فَأَتَوْا بِهِ حَتَّى وَضَعُوهُ بَيْنَ يَدَيْهِ، قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ: وَأَنَا حَاضِرُ ذٰلِكَ مِنْ أَمْرِهِمْ وَقَوْلِ عَلِيٍّ فِيهِمْ.)) [1]

'' حروریوں نے جب سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کیا تو وہ امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ حروری (خارجی) کہنے لگے: ''لَا حُكْمَ إِلَّا لِلّٰهِ...... اللہ کے سوا کسی کا حکم و فیصلہ قابل قبول نہیں۔'' (یعنی وہ کہتے تھے کہ: اللہ عزوجل اپنے عرشِ عظیم سے نزول فرما کر بذاتِ اقدس خود زمین پر تشریف لائے

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الزكاة / باب التحريض على قتل الخوارج، حديث: ٢٤٦٨.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ہمارے درمیان فیصلہ کرے) تو سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا: (اصلی معنی میں تو) یہ کلمہ حق ہے۔ (اس لیے کہ قرآن میں آیا ہے۔) مگر ان کا ارادہ اس سے باطل کا ہے۔ بلاشبہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض لوگوں کا وصف بیان کیا تھا میں ان کا حال بخوبی جانتا ہوں۔ ان خارج از اسلام لوگوں کا وصف بلاشبہ میں ان حروریوں میں خوب جان رہا ہوں۔ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:) وہ اپنی زبانوں سے حق کہیں گے مگر یہ حق ان سے تجاوز نہیں کرے گا۔ (عملاً اس کے خلاف کریں گے۔) اور یہ بات سمجھاتے ہوئے جناب عبید اللہ رحمہ اللہ نے اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا۔ (یعنی حق ان کے حلق سے نیچے نہیں اُترتا۔) اور اللہ کی مخلوق میں اللہ کے بڑے دشمن یہی ہیں۔ (اور اللہ کو بھی ان سے سخت دشمنی ہے۔) ان میں سے ایک شخص کالا ہے کہ اس کا ایک ہاتھ ایسا ہے جیسے بکری کے میمنے یا جیسے پستان کا سرا ہو۔'' چنانچہ امیر المؤمنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے جب ان کو قتل کر ڈالا تو فرمایا: واپس جاؤ (اور تلاش کرو۔) اللہ عزوجل کی قسم! میں نے جھوٹ نہیں کہا اور نہ ہی مجھ سے جھوٹ بیان کیا گیا ہے۔ (یعنی نہ ہی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کی علامتوں کے بارے میں جھوٹ بیان کیا اور نہ ہی میں نے آگے جھوٹ کہا ہے۔) یہ بات جناب علی رضی اللہ عنہ نے دو، تین بار کہی۔ (چنانچہ اُن کے ساتھی دوبارہ پھر نکلے اور) پھر انھوں نے اس شخص کو کسی کھنڈر میں پالیا (کہ وہ وہاں قتل ہوا پڑا تھا۔) چنانچہ وہ اس کو اٹھا کر لے آئے حتیٰ کہ انھوں نے اس شخص کو جناب علی رضی اللہ عنہ وارضاہ کے سامنے رکھ دیا۔ راوی اثر جناب عبید اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جب ان لوگوں نے یہ کام کیا اور امیر المؤمنین جناب علی رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کے بارے میں جو فرمایا تھا، اُس وقت میں وہاں موجود تھا۔''

ان خوارج کی صفاتِ قبیحہ میں سے ایک اور قبیح علامت کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ اطہر سے بطور مذمت ادا ہوئی، یہ تھی کہ بلاشبہ خوارج نے حق کی پہچان کرنے اور حق کی طرف راہنمائی حاصل کرنے کو حرام قرار دے لیا تھا۔ [1]

چنانچہ سیّدنا سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''يَتِيهُ قَوْمٌ قِبَلَ الْمَشْرِقِ مُحَلَّقَةٌ رُءُوسُهُمْ...... مشرق (عراق) سے ایک قوم خروج کرے گی جن کے سر منڈے ہوئے ہوں گے۔'' [2]

امام نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کا مطلب ہے کہ وہ لوگ درست اور حق کے

---

[1] تفصیل کے لیے دیکھیے: ''عقيدة اهل السنه والجماعة في الصحابة الكرام'': ۳/۱۱۸۴۔

[2] صحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب الخوارج شرّ الخلق والخليقة، حديث: ۲۴۷۲۔ وشرح النووي: ۷/۱۷۵۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

راستے سے ہٹ جائیں گے۔ یہاں رسول اللہ ﷺ کے فرمان میں لفظ "یَتِیْـهُ" کا مطلب ہوتا ہے: جب کوئی آدمی چلا جائے اور وہ سیدھی، حق والی راہ کی طرف راہنمائی نہ پا سکے۔ (واللہ اعلم) ❶

ان خوارج کی کچھ اور قابل مذمت علامات وصفات کہ جن میں وہ ملوث ہو گئے تھے اور نبی معظم ﷺ نے خبر دے دی تھی کہ یہ صفات قبیحہ ان میں واقع ہو کر رہیں گی۔ اہل ایمان و اسلام کو قتل کرنے اور بتوں کے پجاریوں (مشرکین وملحدین) کو قتل کرنے سے رُک جانے کو وہ بطور دین اختیار کر لیں گے۔ ❷ جیسا کہ صحیحین میں سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ:

((بَعَثَ عَلِيٌّ رضی اللہ عنہ وَهُوَ بِالْيَمَنِ بِذَهَبَةٍ فِي تُرْبَتِهَا إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَقَسَمَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَيْنَ أَرْبَعَةِ نَفَرٍ...... فَجَاءَ رَجُلٌ كَثُّ اللِّحْيَةِ، مُشْرِفُ الْوَجْنَتَيْنِ، غَائِرُ الْعَيْنَيْنِ، نَاتِئُ الْجَبِيْنِ، مَحْلُوقُ الرَّأْسِ، فَقَالَ: اتَّقِ اللّٰهَ يَا مُحَمَّدُ! قَالَ: فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: فَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ إِنْ عَصَيْتُهُ؟ أَيَأْمَنُنِي عَلَى أَهْلِ الْأَرْضِ، وَلَا تَأْمَنُوْنِي۔" قَالَ: ثُمَّ أَدْبَرَ الرَّجُلُ، فَاسْتَأْذَنَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ فِي قَتْلِهِ...... يُرَوْنَ أَنَّهُ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ رضی اللہ عنہ...... فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: إِنَّ مِنْ ضِئْضِئِ هٰذَا قَوْمًا يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ، يَقْتُلُوْنَ أَهْلَ الْإِسْلَامِ، وَيَدَعُوْنَ أَهْلَ الْأَوْثَانِ، يَمْرُقُوْنَ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، لَئِنْ أَدْرَكْتُهُمْ لَأَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ عَادٍ.)) ❸

"سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہ جب وہ یمن کے گورنر تھے، یمن سے نبی کریم ﷺ کی طرف سونا بھیجا کہ جسے مٹی ابھی تک لگی ہوئی تھی۔ (یعنی کان سے جیسا نکلا تھا اسی طرح بھیج دیا۔) اور نبی کریم ﷺ نے اسے چار سردار قسم کے آدمیوں میں بانٹ دیا۔ (کہ وہ اس سونے کے ذریعے اپنی قوم کی ضرورتیں پوری کریں۔) ...... اتنے میں ایک شخص آیا کہ جس کی ڈاڑھی کافی گھنی تھی۔ گال اُبھرے ہوئے تھے، آنکھیں گڑھے میں گھسی ہوئی تھیں، ماتھا اُونچا تھا اور سر منڈا ہوا۔ وہ شخص آ کر کہنے لگا: اے محمد! (ﷺ) اللہ سے ڈر۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر میں اللہ عزوجل کی نافرمانی کرنے لگوں تو بتاؤ پھر کون اس کی اطاعت کرے گا؟ اور اللہ تعالیٰ نے تو

❶ دیکھئے: شرح النووی: ۷/۱۷۵.

❷ دیکھئے: عقیدہ اهل السنه والجماعة فی الصحابة الکرام: ۳/۱۱۸۴.

❸ صحیح البخاري، کتاب المغازی / باب بعث علی بن أبی طالب ...... حدیث: ۴۳۵۱۔ وصحیح مسلم، کتاب الزکاة / باب ذکر الخوارج وصفاتهم، حدیث: ۲۴۵۱

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مجھے زمین والوں پر امانت دار مقرر فرمایا ہے۔ اور تم لوگ مجھے امانت دار نہیں جانتے۔ صحابی کہتا ہے کہ: پھر وہ آدمی پیٹھ پھیر کر چلا گیا۔ ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ سے اسے قتل کر دینے کی اجازت مانگی۔ لوگ خیال کرتے ہیں کہ وہ جناب خالد بن ولید تھے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔ مگر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ اس آدمی کی اصل میں سے ایک (نظریاتی) قوم ہے جو قرآن پڑھتے تو ہیں مگر قرآن اُن کے گلوں سے نیچے نہیں اترتا (وہ قرآن پر عمل نہیں کرتے۔) وہ اہل اسلام کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے۔ اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے پار نکل جاتا ہے۔ اگر میں نے ان کو پالیا (میری زندگی میں خوارج کا گروہ ظاہر ہو گیا۔) تو انھیں میں ضرور ایسا قتل کروں گا جیسے قوم عاد کے لوگ اللہ کے عذاب سے قتل ہوئے تھے۔ (یعنی ان کی جڑ ختم کر کے رکھ دوں۔)''

اس حدیث مبارک میں نبی کریم ﷺ کا ایک بالکل واضح معجزہ بیان ہوا ہے۔ اس حیثیت سے کہ جس بات کی خبر خوارج کے بارے میں آپ ﷺ نے دی تھی وہ واقع ہو کر رہی۔ بلاشبہ وہ مسلمانوں پر اپنی تلواریں سونت کر انھیں قتل کرتے جبکہ یہود و نصاریٰ کے کفار سے اپنی تلواروں کو نیام میں رکھتے تھے۔ ❶ مفصل بیان بعد میں آنے والا ہے۔

خوارج کے لیے قابل شرم عار اور ایک ایسی قبیح صفت یہ بھی تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے (باوجود رؤف و رحیم اور شفیق نبی ہونے کے) ان کے ظاہر ہونے پر انھیں قتل کرنے کی تحریض دلائی ہے۔ آپ ﷺ نے اس بات کی خبر دی ہے کہ اگر آپ ﷺ نے ان کو پالیا تو ان کو قوم عاد و ثمود کی طرح قتل کر کے دنیا سے ختم کر ڈالیں گے۔ آپ نے اس بات کی بھی خبر دی کہ: جس شخص نے بھی ان کو قتل کیا اسے قیامت والے دن اجر و انعام ملے گا اور پھر چوتھے خلیفۂ راشد سیّدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ وارضاہ کو اللہ عزوجل نے شرف بخشا اور آپ نے ان کے ساتھ جنگ کر کے انھیں قتل کر دیا۔ اس لیے کہ خوارج کا ظہور آپ رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوا تھا۔ اور یہ بالکل انہی علامات کے ساتھ ہوا کہ جو ان میں موجود تھیں اور نبی معظم ﷺ نے ان کے بارے میں ارشاد فرما رکھا تھا۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ وہ لشکر لے کر ان خوارج کی طرف نکلے کہ جسے آپ ملک شام پر چڑھائی کے لیے تیار کر چکے تھے اور پھر نہروان کے مقام پر آپ ان سے ٹکرا گئے۔ سوائے دس آدمیوں کے ان میں سے کوئی بھی بچ نہیں سکا تھا۔ (عنقریب مفصل بیان ہونے والا ہے۔) سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان سے تب تک جنگ نہیں کی حتیٰ کہ انھوں نے حرام خون بہا دیا۔ (یعنی مسلمانوں کا خون بہانا حرام ہے مگر انھوں نے قطعاً دریغ نہ کیا۔) اور پھر انھوں نے مسلمانوں کے اموال پر

❶ دیکھیے حوالہ سابقہ ۳/۱۱۸۵۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر بھی غارت گری کی۔ اس لیے امیر المومنین جناب علی رضی اللہ عنہ نے ان کا ظلم روکنے، ان کی سرکشی کو دفع کرنے اور اپنے اعمال واقوال کے ذریعے انھوں نے اپنے شر کو جو عام کر رکھا تھا، اسے روکنے کے لیے اُن سے جنگ کی۔

جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا خوارج کی مذمت میں ہمارے لیے یہی احادیث کافی ہیں ورنہ ان کی مذمت میں وارد احادیث کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ احادیث وسنت مطہرہ کی کتب میں سے کوئی ایسی کتاب نہ ہوگی جو ان کے ذکر سے خالی ہو۔ ❶ آنے والے صفحات میں ''خوارج کے مقام حروراء میں فروکش ہونے والا'' کے بارے میں گفتگو ہوگی اور ان کے ساتھ سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا ذکر، امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کا انھیں راہ راست پر لانے کے لیے اقدام کا بیان، جنگِ نہروان کے اسباب کا تذکرہ، اس جنگ کے برآمدہ نتائج، خوارج کے اُصول، ان اصول پر مناقشہ بھی ہوگا۔ اور یہ کہ: کیا خارجی فکر کے افکار لوگوں کے درمیان تاہنوز موجود ہیں؟ اگر ہیں تو پھر اس کے اسباب کیا ہیں؟ اور ان کے علاج کا طریقہ کیا ہے؟

www.KitaboSunnat.com

❶ دیکھیے حوالہ سابقہ: ۳/۱۱۸.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیسری فصل

خوارج کا مقام حروراء کی طرف سمٹ آنا

اور سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا ان سے مناظرہ

جنگ صفین سے کوفہ کی طرف واپس پلٹتے ہوئے خوارج کی ایک بہت بڑی جماعت امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے لشکر سے الگ ہوگئی تھی۔ ایک صحیح روایت میں ان کی تعداد کا اندازہ دس ہزار سے زیادہ کا لگایا گیا ہے۔ جبکہ دوسری ایک روایت میں بارہ ہزار کی تعداد بیان ہوئی ہے۔ ❶ ایک روایت میں آٹھ ہزار کی تعداد درج ہے ❷ جبکہ چوتھی روایت میں ہے کہ وہ چودہ ہزار تھے۔ ❸ یہ بھی بیان ہوا ہے کہ وہ بیس ہزار تھے۔ ❹ مگر یہ روایت بغیر اسناد کے بیان ہوئی ہے۔

قبل اس کے کہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کوفہ پہنچیں کچھ مراحل کے فاصلے پر یہ خوارج آپؓ کے لشکر سے الگ ہوگئے تھے۔ اس سے جناب علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں قلق و اضطراب پھیل گیا۔ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ باقی لشکر کے ساتھ کہ جو آپ کی مکمل اطاعت میں تھا چلتے رہے حتیٰ کہ کوفہ میں آداخل ہوئے۔ یہاں پہنچ کر آپ رضی اللہ عنہ خوارج کے معاملے میں بہت زیادہ فکر مندی کے ساتھ مشغول ہوگئے۔ بالخصوص اس اطلاع کے بعد کہ: اُنھوں نے اپنی جماعت کو منظم کرتے ہوئے نماز کے لیے بھی اپنا ایک امیر مقرر کرلیا ہے اور جنگ کے لیے بھی۔ کہتے ہیں: بیعت صرف اللہ تعالیٰ کی۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو بھی نافذ کرتے ہیں۔ جس سے صاف معلوم ہوگیا کہ وہ عملاً مسلمانوں کی جماعت سے الگ ہوگئے تھے۔

امیر المومنین خلیفۂ راشد سیّدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ وارضاہ اُنھیں واپس مسلمانوں کی جماعت میں لانے کے لیے بہت حریص تھے۔ چنانچہ آپ نے جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو ان سے مناظرہ و گفتگو کرنے کے

---

❶ تاريخ البغداد : ١/١٦٠.

❷ "البداية والنهاية" : ٧/٢٨٠، ٢٨١. اسناده صحيحٌ، مجمع الزوائد : ٦/٢٣٥.

❸ مصنف عبد الرزاق : ١٠/١٥٧، ١٦٠ بسندٍ حسنٍ.

❹ تاريخ خليفه ص ١٩٢.

❺ خلافة علي بن ابى طالب رضي الله عنه / عبد الحميد ص ٣٠٣.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے ان کے پاس بھیجا۔ اس کے بعد جو کچھ پیش آیا وہ ہم سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی زبانی سنتے ہیں۔ چنانچہ آپ بیان کرتے ہیں کہ: میں خوارج کی طرف نکلا۔ یمن کے عمدہ لباسوں میں سے میں نے سب سے عمدہ لباس زیب تن کر لیا۔ کنگھی پٹی بھی کر لی اور نصف النہار کو ان کے ایک گھر میں داخل ہوا۔ جناب ابن عباس رضی اللہ عنہما بذاتِ خود نہایت خوش شکل، وجیہہ اور قد کاٹھ والے آدمی تھے۔ خارجیوں نے: مرحبا! یا ابن عباس کہا اور پھر پوچھا: یہ عمدہ پوشاک کیسی ہے؟

فرمایا: اس بارے میں تم میرے اوپر عیب نہیں لگا سکتے۔ اس لیے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نہایت عمدہ لباس دیکھا تھا اور پھر یہ آیت بھی تو نازل ہوئی تھی:

﴿ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝ ﴾ (الاعراف: ۳۲)

’’تو کہہ کس نے حرام کی اللہ کی زینت جو اس نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کی اور کھانے پینے کی پاکیزہ چیزیں؟ کہہ دے یہ چیزیں ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے دنیا کی زندگی میں (بھی) ہیں، جبکہ قیامت کے دن (ان کے لیے) خالص ہوں گی، اسی طرح ہم آیات کو ان لوگوں کے لیے کھول کر بیان کرتے ہیں جو جانتے ہیں۔‘‘

کہنے لگے: تمھیں کیا چیز یہاں لائی ہے؟ (یعنی آپ یہاں کیوں آئے ہیں؟)

فرمایا: میں تمھارے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے انصار و مہاجرین صحابہ کرام کی طرف سے آیا ہوں اور اس شخص کی طرف سے اس کا نمائندہ بن کر آیا ہوں جو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کا بیٹا اور آپ کا داماد ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کے درمیان قرآن حکیم کا نزول ہوتا تھا اور وہ تم لوگوں سے زیادہ قرآن کا فہم رکھتے ہیں۔ جب کہ تمھارے اندر اُن جیسا ایک بھی نہیں ہے۔ اس لیے آیا ہوں تاکہ تمھیں ان کا پیغام پہنچاؤں جو وہ کہتے ہیں اور جو تم کہو گے وہ ان کو پہنچا دوں۔

چنانچہ ان میں سے کچھ افراد میرے سامنے آئے (تاکہ مناظرہ و مباحثہ کریں) میں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد (علی بن ابو طالب) رضی اللہ عنہم کے متعلق تم جو عیب جوئی کرتے ہو، لاؤ میرے سامنے پیش کرو۔

وہ کہنے لگے: تین باتیں ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں نے کہا: بیان کرو، کیا ہیں یہ تین باتیں۔

کہنے لگے: پہلی یہ ہے کہ: علی رضی اللہ عنہ نے اللہ کے دین میں آدمیوں کو فیصلہ کرنے والے بنایا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ﴾...... (یوسف: ٤٠) اللہ کے سوا کسی کا حکم (اور فیصلہ) قابل قبول نہیں تو فیصلے اور حکم میں بندوں کا کیا تعلق؟ میں نے کہا: یہ ہوا پہلا اعتراض۔ دوسرا پیش کرو۔

کہنے لگے: جہاں تک دوسرے اعتراض کا تعلق ہے؛ تو جناب علی رضی اللہ عنہ نے جنگ وقتال تو کیا لیکن نہ ہی قیدی بنائے اور نہ ہی غنیمت کے اموال حاصل کیے۔ اگر وہ کافر تھے (یعنی جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھی) تو ان کے عورتیں بچے اور مرد قیدی بنانا حلال تھا اور اگر وہ اہل ایمان تھے تو نہ ہی ان کا قتل جائز ہے اور نہ انھیں قیدی بنانا۔

میں نے کہا: یہ ہوئے دو اعتراض۔ اب تیسرا بھی پیش کرو۔

کہنے لگے: جناب علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو امیر المومنین کے عہدہ سے ہٹالیا ہے۔ [1] اس لیے اگر وہ مسلمانوں کے امیر (امام وحاکم) نہیں رہے تو پھر وہ کافروں کے امیر ہوں گے؟

میں نے کہا: کیا تم لوگوں کے پاس ان تینوں اعتراضات کے علاوہ کوئی اور بات بھی ہے؟

انھوں نے کہا: نہیں، بس یہی باتیں ہیں۔

میں نے اُن سے کہا: تمھارا کیا فیصلہ ہے: اگر میں ان اعتراضات کے جواب میں قرآن حکیم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ میں سے باقاعدہ تمھارے سامنے متن پڑھوں تو کیا تم لوگ اپنے موقف سے رجوع کرلو گے؟

انھوں نے کہا: جی ہاں۔ (ہم رجوع کریں گے۔)

میں نے کہا: (لو پھر سنو۔) جہاں تک تمھارے پہلے اعتراض کا تعلق ہے امیر المومنین علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے معاملے میں آدمیوں کو حاکم مقرر فرمادیا ہے؟ تو میں تم لوگوں کے سامنے اللہ عزوجل کی کتاب سے کچھ تلاوت کرتا ہوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک درہم کے چوتھے حصے کی قیمت پر فیصلہ کرنے کے لیے آدمیوں کی طرف اپنا حکم پھیر رکھا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حکم فرمایا ہے کہ اس معاملے میں اے میرے بندو! فیصلہ تم کرو۔ کیا تم لوگوں نے اللہ تبارک وتعالیٰ کے درج ذیل فرمان پر غور نہیں کیا؟ فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ وَمَنْ قَتَلَهُ مِنْكُمْ مُتَعَمِّدًا

[1] امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کے وقت سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فریق ثانی کے کہنے پر "امیر المومنین" کا لفظ اپنے آپ سے مٹادیا تھا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝﴾ (المائدہ: ۹۵)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! شکار کو مت قتل کرو، اس حال میں کہ تم احرام والے ہو۔ اور تم میں سے جو اسے جان بوجھ کر قتل کرے تو چوپاؤں میں سے اس کی مثل بدلہ ہے جو اس نے قتل کیا، جس کا فیصلہ تم میں سے دو انصاف والے کریں، بطور قربانی جو کعبہ میں پہنچنے والی ہے۔ یا کفارہ ہے مسکینوں کو کھانا کھلانا۔ یا اس کے برابر روزے رکھنا، تاکہ وہ اپنے کام کا وبال چکھے۔ اللہ نے معاف کر دیا جو گزر چکا اور جو دوبارہ کرے تو اللہ اس سے انتقام لے گا اور اللہ سب پر غالب، بڑے انتقام والا ہے۔''

اور پھر اس آیت کریمہ پر عمل کرتے ہوئے جنھوں نے فیصلہ کیا وہ آدمی تھے۔ میں تم سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں: کیا مسلمانوں کی باہم صلح کروانے اور ان کے باہمی خون خرابے کو روکنے کے لیے آدمیوں کا فیصلہ زیادہ افضل ہے یا ایک خرگوش کے بارے میں فیصلہ کرنا؟

وہ کہنے لگے: کیوں نہیں، بلکہ صلح صفائی کروانے والا عمل زیادہ افضل ہے۔

میں نے کہا: پھر ایک عورت اور اس کے خاوند کے متعلق دیکھیے، اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

﴿وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا ۝﴾ (النساء: ۳۵)

''اور اگر ان دونوں کے درمیان مخالفت سے ڈرو تو ایک منصف مرد کے گھر والوں سے اور ایک منصف عورت کے گھر والوں سے مقرر کرو، اگر وہ دونوں اصلاح چاہیں گے تو اللہ دونوں کے درمیان موافقت پیدا کر دے گا۔ بے شک اللہ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے۔''

میں تم سے اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں: آدمیوں کا باہم صلح اور خون خرابے سے روکنے کے لیے اللہ عزوجل کے حکم کے مطابق فیصلہ کرنا زیادہ افضل ہے یا ایک عورت کے بارے میں؟ کیا میں نے اس آیت سے صحیح مسئلہ کا استنباط کر کے تمھارے پہلے سوال واشکال کا جواب دے دیا؟

انھوں نے کہا: جی ہاں۔ (آپ نے ٹھیک بات کی ہے۔)

میں نے کہا: اور جہاں تک تمھاری اس بات کا تعلق ہے کہ: جناب علی رضی اللہ عنہ وارضاہ نے جنگ تو کی مگر نہ ہی جنگی قیدی بنائے اور نہ ہی مال غنیمت حاصل کیا۔ تو کیا تم اپنی ماں اُمّ المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو گالی بکتے ہو؟

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا تم یہ بھی سمجھو کہ وہ تمھاری ماں ہیں اور تم ان کے بارے میں قیدی بنانے اور نہ بنانے کے حوالے سے وہی چیز حلال جانو جو تم اُن کے علاوہ دوسری عورتوں کے بارے میں جانو؟ (کیا یہ ایمان اور انصاف کی بات ہے؟) اگر تم کہو کہ: اس ضمن میں تم اُن کے ساتھ جائز و ناجائز کے بارے میں وہی سلوک کرو گے جو تم دوسری (غیر مسلم) عورتوں کے بارے میں نظریہ رکھتے ہو تو پھر تم کافر ہو۔ (تم لوگوں نے صریح کفر کیا۔) اور اگر تم کہو کہ وہ ہماری ماں نہیں ہیں، تو بھی تم لوگوں نے کفر کا ارتکاب کیا۔ قرآن کہتا ہے:

﴿ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُهٰجِرِیْنَ اِلَّاۤ اَنْ تَفْعَلُوْۤا اِلٰۤی اَوْلِیٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِی الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ۝﴾ (الاحزاب: ٦)

''یہ نبی مومنوں پر ان کی جانوں سے زیادہ حق رکھنے والا ہے اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔ اور رشتے دار اللہ کی کتاب میں ان کا بعض، بعض پر دوسرے ایمان والوں اور ہجرت کرنے والوں سے زیادہ حق رکھنے والا ہے مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں سے کوئی نیکی کرو۔ یہ (حکم) کتاب میں ہمیشہ سے لکھا ہوا ہے۔''

اس اعتبار سے تو تم لوگ دو گمراہیوں کے درمیان گھرے ہوئے ہو۔ اس سے نکلنے کا کوئی راستہ پیش کرو۔ بتاؤ کیا میں نے اس تیسرے اعتراض کا بھی جواب دے دیا؟

وہ کہنے لگے: جی ہاں۔

تب میں نے کہا: اور جہاں تک تمھاری اس بات کا تعلق ہے کہ امیر المومنین جناب علی رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو امیر المومنین کی اہلیت و ذمہ داری سے بذات خود الگ کر لیا ہے؟ تو میں تمھارے سامنے ایک نبوی واقعہ پیش کرتا ہوں کہ جس سے تم ضرور تکلیف محسوس کرو گے۔ واقعہ اس طرح ہے کہ: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے مقام پر مشرکین مکہ سے صلح کر لی۔ جناب علی رضی اللہ عنہ (جو اس وقت وہاں موجود تھے۔) سے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " أُكْتُبْ يَا عَلِيُّ: هٰذَا مَا صَالَحَ عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ۔ علی! لکھو: درج ذیل شروط پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح کی۔'' مشرکین مکہ کہنے لگے: اگر ہم اس بات کو جانتے ہوتے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ نہ کرتے۔ یہ سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: أُمْحُ يَا عَلِيُّ! اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ تَعْلَمُ أَنِّي رَسُوْلُ اللّٰهِ، أُمْحُ يَا عَلِيُّ وَاكْتُبْ: هٰذَا مَا صَالَحَ عَلَيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ. " اے علی! اسے مٹا دو۔ (اور اللہ عزوجل کو مخاطب کر کے فرمایا:) اے اللہ! تو جانتا ہے، بلاشبہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا رسول ہوں۔'' اے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علی! پہلے جملے کو مٹا دو اور لکھو: درج ذیل شروط پر محمد بن عبد اللہ (ﷺ) نے صلح کی۔'' اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ کا رسول ﷺ جنابِ علی رضی اللہ عنہ سے نہایت بہتر تھے اور آپ نے اپنے آپ کو (بحیثیت رسول اللہ ﷺ وقتی طور پر مصلحت کے تحت) مٹا دیا اور آپ ﷺ کا یہ اپنے آپ کو بحیثیت رسول اللہ مٹا دینا نبوت والے منصب سے یکسر مٹا دینا نہ تھا۔ بتلاؤ کیا میں نے تمھارے تیسرے اشکال و سوال کا جواب بھی ٹھیک دے دیا ہے؟

انھوں نے کہا: جی ہاں! (آپ نے درست جواب دیا ہے۔)

چنانچہ اُن کے ان جوابات کو درست تسلیم کر لینے کی وجہ سے دو ہزار کا لشکر واپس سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف پلٹ آیا۔ باقی سب اپنی ضد پر قائم رہتے ہوئے خروج پر ڈٹے رہے اور اُنھوں نے اپنی گمراہی پر رہتے ہوئے امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کی اور اُنھیں مہاجرین و انصار صحابہ نے قتل کر ڈالا۔ ❶

ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مناظرہ سے مستنبط دروس، نصائح اور احکام

۱..... مدمقابل بدعتی یا مشرک و کافر کے ساتھ مناظرہ کے لیے بہترین عالم کا چناؤ:

امیر المومنین سیّدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ نے خوارج کے ساتھ مناظرہ کے لیے اپنے چچازاد بھائی عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا انتخاب فرمایا جو امتِ محمدیہ علی صاحبہا التحیۃ والسلام کے بہت بڑے عالم اور ترجمان القرآن کے لقب سے معروف تھے۔ اس لیے کہ خوارج قرآن کے حفاظ و قراء تھے اور مسائل کے استدلال میں وہ اپنے عقیدہ کے مطابق قرآن حکیم پر اعتماد کرتے تھے۔ اس لیے اُن کے ساتھ مناظرہ میں تمام لوگوں میں سب سے اولیٰ شخص وہی ہونا چاہیے تھا جو سب لوگوں سے زیادہ قرآن حکیم کا علم رکھنے والا اور اس کا سب سے زیادہ معانی کو جاننے والا ہو۔ یہ بات بھی بالکل درست ہے کہ سیّدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس مناظرہ کے لیے سب سے زیادہ موزوں شخصیت تھے۔ کیونکہ آپ ہر کام خالصتاً للہ کرنے والے، نفسانی خواہشات سے اجتناب کرنے والے، صبر و تحمل کے زیور سے آراستہ، مدمقابل کے ساتھ نرمی اور شفقت سے کام لینے والے، جھگڑے کی تمام باتوں کو نہایت اچھے طریقے سے سننے والے، دگرگوں ہونے سے بچنے والے، دلیل کو وضاحت سے بیان کرنے والے اور نہایت قوی دلیل والے تھے۔

---

❶ تفصیل کے لیے دیکھیے: ''خصائص امیر المؤمنین علي بن ابي طالب رضی اللہ عنہ'' للنسائي۔ تحقیق: أحمد البلوشي ص ۲۰۰/ اسنادہ حسن۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ب..... مدمقابل سے متفق علیہ نقاط پر گفتگو سے آغاز کرنا:

امیر المومنین سیدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ اور آپ رضی اللہ عنہ کے مدمقابل خوارج کتاب اللہ العزیز اور سنتِ رسول اللہ الکریم (صلی اللہ علیہ وسلم) سے مسائل کا استنباط و استدلال کرنے پر متفق تھے۔ بعینہٖ سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی۔ دلیل یہ ہے کہ جناب ابن عباس رضی اللہ عنہما نے خوارج سے فرمایا تھا: تمھاری کیا رائے ہے: اگر میں تم لوگوں کے سامنے قرآنی آیات کی دلیل کے طور پر تلاوت کروں اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث وسنت پڑھوں جو تمھارے قول کا رد کرے تو کیا تم لوگ اپنے موقف سے دستبردار ہو جاؤ گے؟ اور اس کے ساتھ ساتھ جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما مناظرہ شروع کرنے سے پہلے خوارج سے اس بات کی توثیق چاہتے تھے۔

ج..... مدمقابل کے پاس جو دلائل ہوں، پہلے اُن کا جاننا اور ان کا شمار کر لینا:

مدمقابل کے پاس دلائل کو جان لینے کے بعد مناظرہ شروع کرنے سے پہلے ان دلائل کے جوابات کی تیاری کر لینی چاہیے۔ ہم توقع کرتے ہیں کہ خوارج کے ساتھ مناظرہ سے پہلے امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان کے دلائل کو خوب جان لیا تھا اور اپنے ساتھیوں کے لیے ان دلائل کے رد کی کیفیت کو مقرر فرما دیا تھا۔

د..... مدمقابل کے گمان شدہ ارادوں کو ایک ایک کر کے دلائل سے ختم کرتے چلے جانا:

اہل حق میں سے مناظرہ کرنے والے شخص کو چاہیے کہ مدمقابل بدعتی و مشرک لوگوں کے مزعومہ ارادوں کو ایک ایک کر کے ختم کرتا چلا جائے حتیٰ کہ ان کے پاس ایک بھی دلیل باقی نہ رہے۔ جیسا کہ خوارج کے ساتھ مناظرہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی گفتگو سے واضح ہوتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ ان کی کسی دلیل کا توڑ جب کر لیتے تو ان سے پوچھتے: بتایئے کیا میں نے تمھارے فلاں سوال واشکال کا جواب دے دیا ہے؟ (اور وہ کہتے: جی ہاں! دے دیا ہے۔)

ھ..... مناظرہ کے لیے سب سے پہلے کسی ایسی بات کو مقدم کرنا کہ جس کے ذریعے مناظرہ کا نتیجہ حق کے لیے بہتر ثابت ہو سکے:

سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مناظرہ سے پہلے شروع معاملہ میں خوارج کو مخاطب کر کے فرمایا: میں تمھارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد (جناب علی رضی اللہ عنہ) کی طرف سے آیا ہوں اور یہ وہ لوگ ہیں کہ جن پر قرآن نازل ہوا تھا اور وہ لوگ قرآن عظیم کے مفہوم کو تم لوگوں سے زیادہ جانتے ہیں جبکہ تمھارے اندر اُن میں سے ایک بھی نہیں ہے۔ [1]

---

[1] دیکھیے: ''خصائص امیر المومنین علي بن ابی طالب رضی اللہ عنہ'' ص ۱۹۷ / اسنادہ حسنٌ.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

و..... دورانِ مناظرہ مدمقابل کی رائے کے احترام کا اظہار:

مناظرہ کے دوران مدمقابل کی رائے کا احترام مدنظر رکھا جائے تا کہ ہر اُس شخص کے لیے جو وہاں موجود ہو یہ بات زیادہ دعوت کا سبب بن سکے اور یہ بات اُس کی اپنی رائے کے احترام کا ذریعہ بن سکے۔ یہ بات خوارج کے ساتھ مناظرہ میں سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی گفتگو سے ظاہر ہوتی ہے۔ [1]

ز..... اس مدلل مناظرہ کے نتیجہ میں اسلام کی طرف واپس پلٹنے میں ہزارہا خوارج کے لیے اللہ کریم کی توفیق:

جنگ نہروان میں حصہ لینے والے خوارج کی تعداد چار ہزار سے کچھ کم تک اس وقت پہنچ گئی تھی جب انھوں نے حق کو پہچان لیا تھا اور انھیں اللہ عزوجل نے واپس اسلام کی طرف پلٹنے کی توفیق دے دی تھی۔ یہ اس بنا پر ہوا تھا کہ جناب ابن عباس رضی اللہ عنہما کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے جو علم، مناظرہ کی صلاحیت اور دلائل و بیان کی قوت عطا فرما رکھی تھی اس کے ذریعے اللہ کے فضل سے ان کے شبہات زائل ہو گئے تھے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کے سامنے واضح کر دیا تھا کہ جن باتوں کو وہ دلیل بنائے ہوئے ہیں وہ باطل ہیں اور یہ ان آیات کی صحیح تفسیر کے ساتھ کیا تھا کہ جن آیتوں کا معنی وہ غلط لے رہے تھے اور سنت و احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ بھی کہ جو قرآن کریم کے صحیح معانی و مفہوم کی وضاحت کرتی ہیں۔ [2]

ح..... ابن عباس رضی اللہ عنہما کا خوارج سے کہنا: ''تمھارے اندر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں سے ایک بھی نہیں ہے'':

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف سے خوارج کے اس حال میں ہونے کے اعتبار سے یہ نص صریح ہے کہ ان کے اندر اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ایک بھی نہیں تھا۔ [3] خوارج نے اُن کی اس دلیل پر قطعاً اعتراض نہیں کیا تھا۔ یہ روایت بالکل صحیح اور صحیح الاسناد ثابت شدہ ہے۔ اسی طرح علماءِ اہل السنہ والجماعۃ سلفی آئمہ کرام میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے...... جہاں تک مجھے علم ہے...... کہ جس نے کہا ہو: خوارج میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے بھی کچھ لوگ تھے۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ: خوارج میں بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی شامل تھے تو یہ خارجی مذہب کے ہاں نری بدگمانی کی بنا پر ہے۔ اُن کے اس دعویٰ پر ان کے پاس کوئی دلیل

---

[1] دیکھیے: ''منهج علي بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فی الدعوة إلی الله'' ص ۳۳۹.

[2] دیکھیے: عبدالحمید کی ''خلافة علي بن ابی طالب رضی اللہ عنہ '' ص ۳۰۷.

[3] دیکھیے: ''خصائص امیر المؤمنین علي بن ابي طالب رضی اللہ عنہ للنسائی'' / تحقیق احمد البلوشی ص ۲۰۰۔ اسنادہ حسنٌ.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہے۔

ط..... حق بات کو قبول کر لینے کے لیے مدمقابل کو پابند کرنا:

سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ جو فرمایا تھا: تمھاری رائے کیا ہے: اگر میں تمھیں دلیل کے طور پر قرآن کی آیات اور سنت و حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا متن پڑھ کر سناؤں جو تمھارے نظریہ کا رد کرتے ہوں؟ تو کیا تم واپس دینِ حق کی طرف پلٹ آ ؤ گے؟ اور انھوں نے کہا تھا: جی ہاں! (تب ہم حق کو قبول کر لیں گے۔) تو ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس گفتگو میں انتہائی اہم سبق ہے۔ اور وہ ہے کہ: مناظرہ کرنے والے مدمقابل لوگوں کو اس بات کا پابند بنانا کہ وہ دلائل صحیحہ آ جانے پر حق بات کو قبول کر لیں گے۔ تا کہ مناظرہ کے دوران یا اختتام پر صحیح نتائج پر پہنچنا ممکن ہو سکے۔ (ورنہ مناظرہ بے کار ہوگا۔)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چوتھی فصل

باقی خوارج کے ساتھ مناظرہ کے لیے امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کا خود نکلنا، خارجیوں کا واپس کوفہ پلٹنے کے بعد، ان کے ساتھ معاملہ و سلوک کرنے میں جناب علی رضی اللہ عنہ کی سیاست اور خارجیوں کا دوبارہ نئے سرے سے خروج کرنا

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے خوارج کے ساتھ مناظرہ اور ان میں سے دو ہزار آدمیوں کا اسی وقت حق بات کو قبول کر لینے کے بعد امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ ان لوگوں کی طرف خود نکلے اور اُن سے بات کی۔ چنانچہ وہ واپس پلٹ کر کوفہ میں آن داخل ہوئے۔ مگر یہ اتحاد زیادہ لمبا عرصہ قائم نہ رہ سکا۔ سبب یہ تھا کہ خارجیوں نے گمان کرتے ہوئے سمجھا کہ: جناب علی رضی اللہ عنہ نے تحکیم والے معاملے میں رجوع کر لیا ہے اور انھوں نے اپنی غلطی سے توبہ کر لی ہے۔ وہ اپنے اس گمان کو لوگوں کے درمیان عام کرنے لگے۔ چنانچہ اشعث بن قیس الکندی امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور آپ کو اطلاع دی کہ: لوگ باتیں کرنے لگے ہیں کہ آپ نے خوارج کی خاطر کفر سے رجوع کر لیا ہے۔ تب سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ نے خطبہ جمعہ میں اللہ عزوجل کی حمد و ثناء کے بعد: ان کو نصیحت بھی کی اور خوارج کا مسلمانوں سے اختلاف و تناقض بھی بیان کیا۔ اور جس معاملے میں خارجیوں نے ان سے علیحدگی اختیار کر لی تھی اُسے لازم پکڑنے کا اہل ایمان و اسلام کو حکم فرمایا۔ [1]

دوسری روایت میں ہے کہ: ایک آدمی آیا اور کہنے لگا: لَا حُكْمَ إِلَّا لِلّٰهِ...... اللہ عزوجل کی ذات اقدس کے سوا کسی کا فیصلہ قابل قبول نہیں۔ پھر دوسرا کھڑا ہوا اور اُس نے بھی یہی بات کہی (لَا حُكْمَ إِلَّا لِلّٰهِ...... یعنی رب العرش الکریم خود بذاتِ اقدس زمین پر تشریف لائے اور اپنے بندوں کے درمیان آ کر فیصلہ کرے۔) پھر اس طرح کے خوارج مسجد کوفہ کے ہر کونے کھدرے سے اُٹھ کر یہی نعرہ لگانے لگے: لَا حُكْمَ إِلَّا لِلّٰهِ ، لَا حُكْمَ إِلَّا لِلّٰهِ۔

[1] مصنف ابن ابي شيبة [illegible] ۳۱۱، ۳۱۲ [illegible] صححه الألباني في ”إرواء الغليل“: ۸/۱۱۸، ۱۱۹

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: بیٹھ جاؤ۔ ہاں! لَا حُکْمَ إِلَّا لِلّٰهِ...... کلمہ حق ہے مگر اس کا مفہوم جو لیا جارہا ہے وہ باطل ہے۔ میں تمھارے بارے میں (اب) اللہ عزوجل کے حکم کا (اپنے علماء وقضاۃ کے فیصلے کے بعد) انتظار کروں گا۔" ❶ اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ خارجیوں کو منبر پر کھڑے کھڑے ہاتھ کے اشارے سے خاموش کروانے لگے۔ اسی دوران ان میں سے ایک شخص کھڑا ہوا جس نے اپنی انگلیاں اپنے دونوں کانوں میں ٹھونس رکھی تھیں۔ وہ اس آیت کی تلاوت کرنے لگا:

﴿ وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝﴾ (الزمر: ٦٥)

"اور بلاشبہ یقیناً تیری طرف وحی کی گئی اور ان لوگوں کی طرف بھی جو تجھ سے پہلے تھے کہ بلاشبہ اگر تو نے شریک ٹھہرایا تو یقیناً تیرا عمل ضرور ضائع ہو جائے گا اور تو ضرور بالضرور خسارہ اٹھانے والوں سے ہو جائے گا۔"

امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے اُس کا رد درج ذیل آیت پڑھ کر کیا:

﴿ فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِينَ لَا يُوقِنُونَ ۝﴾ (الروم: ٦٠)

"پس صبر کر، یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے اور وہ لوگ تجھے ہرگز ہلکا نہ کر دیں جو یقین نہیں رکھتے۔"

امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا عدل پسندانہ اعلان:

اور پھر اس صورتِ حال کے پیش نظر سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ نے اپنی عدل و انصاف پر مبنی سیاست راشدہ کے پیش نظر اس باغی گروہ کے لیے راہ نما اعلان کرتے ہوئے فرمایا: ہمارے ہاں تم لوگوں کے لیے تین چیزیں ہیں:

۱: ہم تمھیں اس مسجد میں نماز پڑھنے سے نہیں روکیں گے۔

۲: جب تک تم لوگ ہمارے ساتھ مل کر کفار و مشرکین سے جہاد و قتال کرتے رہو گے ہم مال غنیمت میں سے تمھیں محروم نہیں رکھیں گے۔

۳: اور جب تک تم لوگ ہم سے جنگ و قتال نہیں کرتے ہم تم سے نہیں لڑیں گے۔ ❷

---

❶ دیکھئے: "مرويات أبي مخنف في تاريخ الطبري" ص ٤٥٢.

❷ دیکھئے: "مصنف ابن أبي شيبه" : ١٥/٣٢٧، ٣٢٨۔ الأم للشافعي: ٤/١٣٦. تاريخ الطبري : ٥/٦٨٨. بسند ضعيف للانقطاع على أنّ للسند شواهد وقد توبع...... قاله الشيخ الألباني في ارواء الغليل: ٨/١١٧، ١١٨.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو جب تک وہ لوگ خلیفۃ المسلمین سے جنگ و جدال نہ کرتے امیر المومنین سیّدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ نے انھیں ان حقوق کے ساتھ محفوظ کر دیا تھا یا جب تک وہ باوجود اپنے خاص نظریات و تصورات کے ذریعے عقیدہ اسلامیہ کو ترقی دینے میں اس عقیدہ کو اپنے گروہ کے لیے خاص کرتے ہوئے مسلمانوں کی جمعیت پر خروج نہ کرتے، وہ امان و سلامتی میں آ گئے تھے۔ آغاز میں ان کا یہ نظریہ اُنھیں دائرہ اسلام سے خارج نہیں کرتا تھا۔ بلکہ انھیں اختلاف والے حق کے ساتھ محفوظ رکھتا تھا۔ قبل اس کے کہ یہ نظریہ باقاعدہ انھیں ایک باطل فرقہ بننے اور امیر المسلمین کے خلاف اسلحہ اٹھانے کی طرف دھکیل دے۔ ❶

امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے خوارج کو نہ ہی تو قید کر کے جیلوں میں ڈالا، نہ ہی اُن پر جاسوس مقرر فرمائے اور نہ ہی اُن کی آزادی کو سلب کیا۔ البتہ آپ رضی اللہ عنہ نے ان پر زبانی دلیل کو واضح، حق کو ان پر ظاہر کرنے اور ان کے علاوہ دوسرے لوگوں پر بھی واضح کرنے کے لیے طمع اور لالچ سے کام ضرور لیا کہ جو اپنی آراء اور اپنے ظاہری روپ کے ذریعے اپنے آپ کو دھوکے میں مبتلا رکھتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے مؤذن کو حکم دیا کہ وہ آپ کے پاس قرآن حکیم کے حفاظ و قراء کو بلا لائے۔ آپ کے ہاں حافظ قرآن کے علاوہ کوئی شخص داخل نہ ہو۔ پس آپ کا گھر قرآن کے حافظ لوگوں سے بھر گیا۔ پھر آپ نے قرآن حکیم منگوایا اور اسے اپنے دونوں ہاتھوں سے تھپکی مارتے ہوئے کہنے لگے:

((أَيُّهَا الْمُصْحَفُ حَدِّثِ النَّاسَ ، فَنَادَاهُ النَّاسَ ، فَقَالُوْا: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ، مَا تَسْأَلُهُ عَنْهُ ، إِنَّمَا هُوَ مِدَادٌ فِي وَرَقٍ ، وَنَحْنُ نَتَكَلَّمُ بِمَا رُوِيْنَا مِنْهُ ، فَمَاذَا تُرِيْدُ؟ قَالَ: أَصْحَابُكُمْ هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ خَرَجُوْا ، بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ كِتَابُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ .

يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالَى فِيْ كِتَابِهِ فِي امْرَأَةٍ وَرَجُلٍ: ﴿وَ اِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَ حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا اِنْ يُّرِيْدَاۤ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا﴾ (النساء: ٣٥)

فَأُمَّةُ مُحَمَّدٍ أَعْظَمُ دَمًا وَحُرْمَةً مِنْ امْرَأَةٍ وَرَجُلٍ ، وَنَقَمُوْا عَلَيَّ أَنْ كَاتَبْتُ مُعَاوِيَةَ ، فَكَتَبْتُ عَلِيُّ بْنُ أَبِيْ طَالِبٍ ، وَقَدْ جَاءَنَا سُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو وَنَحْنُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِالْحُدَيْبِيَةِ حِيْنَ صَالَحَ قَوْمَهُ قُرَيْشًا ، فَكَتَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: " بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ " فَقَالَ سُهَيْلٌ: لَا تَكْتُبْ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ، قَالَ: " كَيْفَ نَكْتُبُ؟ " قَالَ: أُكْتُبْ بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: " أُكْتُبْ "

❶ دیکھیے: "الوظيفه العقدية للدولة الاسلامية" حامد عبد الماجد ص ٤٧.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَكَتَبْتُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "اُكْتُبْ: هٰذَا مَا صَالَحَ عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ" فَقَالَ: لَوْ أَعْلَمُ أَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَمْ أُخَالِفْكَ، فَكَتَبَ: هٰذَا مَا صَالَحَ عَلَيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قُرَيْشًا، يَقُوْلُ اللّٰهُ فِيْ كِتَابِهِ: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْيَوْمَ الْاٰخِرَ﴾ (الاحزاب: ۲۱).)) ❶

''اے مصحف! (قرآن مجید!) لوگوں سے باتیں کرو۔ لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو آواز دے کر کہا: اے امیر المومنین! آپ قرآن حکیم سے کیا پوچھنا چاہتے ہیں؟ یہ تو اوراق میں فقط سیاہی ہے۔ اس قرآن میں جو کچھ بیان ہوا ہے وہ ہماری زبانوں سے ادا ہوتا ہے۔ آپ اس قرآن سے کیا سننا چاہتے ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمھارے یہ ساتھی کہ جنھوں نے ہمارے خلاف خروج کا راستہ اختیار کیا ہے، میرے اور ان کے درمیان فیصلہ کرنے کے لیے اللہ عزوجل کی یہ کتاب ہے۔ اللہ عزوجل اپنی اس کتاب عظیم میں ایک عورت اور ایک مرد کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَ حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا اِنْ يُّرِيْدَاۤ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا﴾ (النساء: ۳۵) ''اور اگر ان دونوں کے درمیان مخالفت سے ڈرو تو ایک منصف مرد کے گھر والوں سے اور ایک منصف عورت کے گھر والوں سے مقرر کرو، اگر وہ دونوں اصلاح چاہیں گے تو اللہ دونوں کے درمیان موافقت پیدا کر دے گا۔'' جبکہ محمد رسول اللہ ﷺ کی امت ایک عورت اور ایک مرد سے زیادہ عظمت والی ہے عزت و حرمت اور خون نہ بہانے کے اعتبار سے۔ انھوں نے میرا یہ معاملہ ناپسند کیا ہے کہ: میں نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی ہے اور دوران صلح میں نے امیر المومنین علی بن ابو طالب (رضی اللہ عنہ) لکھنے کی بجائے (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مطالبہ پر) صرف علی بن ابو طالب لکھا ہے۔ صورت حال یہ ہے کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر کفار مکہ کی طرف سے ہمارے (مسلمانوں) کے پاس سہیل بن عمرو صلح کے لیے آیا۔ جب رسول اللہ ﷺ حدیبیہ کے مقام پر اپنی قوم قریش سے صلح کر رہے تھے تو ہم بھی آپ ﷺ کے پاس موجود تھے۔ چنانچہ صلح والے ورقے پر نبی مکرم ﷺ نے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لکھا۔ سہیل کہنے لگا: ہم بسم اللہ الرحمن الرحیم نہیں لکھتے۔ نبی کریم ﷺ نے دریافت فرمایا: پھر یہ معاہدے اور مراسلہ جات کیسے لکھتے ہو؟ (یعنی ان کی تحریر کا آغاز کیسے کرتے ہو؟) اُس نے کہا: لکھو: بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ...... اے اللہ! تیرے نام

❶ مسند احمد ۱/۸۷، قال أحمد شاكر: صحيح الإسناد. عن علي بن ابی طالب رضي الله عنه بواسطة ما رواه عبد الله بن شدّاد.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے (ہم یہ معاہدہ لکھنا شروع کر رہے ہیں) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: علی! اسی طرح ہی لکھ دو۔ چنانچہ میں نے ایسے ہی لکھ دیا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: علی! لکھو: هٰذَا مَا صَالَحَ عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ...... یہ وہ شروط ہیں جن پر محمد رسول اللہ (ﷺ) نے صلح کی۔ (اپنے مدمقابل دشمن سے) یہ سن کر سہیل کہنے لگا: اگر ہم اس بات کا علم و اعتراف رکھتے ہوتے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو میں کم از کم آپ سے مخالفت نہ کرتا۔ اس کی یہ بات سن کر نبی کریم ﷺ نے حکم فرمایا کہ لکھو: هٰذَا مَا صَالَحَ عَلَيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ قُرَيْشًا ...... درج ذیل شروط پر محمد بن عبداللہ (ﷺ) نے قریش مکہ سے صلح کی۔ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں ارشاد فرماتے ہیں: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْيَوْمَ الْاٰخِرَ﴾ (الاحزاب: ۲۱).
بلاشبہ یقیناً تمھارے لیے اللہ کے رسول میں ہمیشہ سے اچھا نمونہ ہے، اس کے لیے جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت کی امید رکھتا ہو۔''

خوارج کو جب یقین ہوگیا کہ امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ نے جناب ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو فیصلہ کرنے والا حکم مقرر کرنے کا عزم کرلیا ہے تو انھوں نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے اس حکم کو منسوخ کرنے کا مطالبہ کر دیا۔ مگر جنابِ علی رضی اللہ عنہ نے ان کا یہ مطالبہ رد کرتے ہوئے اُن پر واضح کر دیا کہ بلاشبہ یہ مطالبہ اُن کی خواہ مخواہ غداری اور حلف و معاہدہ کو توڑنے والی بات شمار ہوگی۔ ہم نے اپنے اور قوم کے مابین کئی معاہدے لکھ رکھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا ۚ وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا ۚ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝﴾ (النحل: ۹۱)

''اور اللہ کا عہد پورا کرو جب آپس میں عہد کرو اور قسموں کو ان کے پختہ کرنے کے بعد مت توڑو، حالانکہ یقیناً تم نے اللہ کو اپنے آپ پر ضامن بنایا ہے۔ بے شک اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔''

پس خوارج نے اس کے باوجود امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ وارضاہ سے علیحدہ ہونے کا فیصلہ کر کے اپنا ایک امیر مقرر کرلیا اور پھر وہ لوگ عبد اللہ بن وہب راسبی کے گھر میں جمع ہو گئے۔ عبد اللہ بن وہب نے ان لوگوں سے نہایت جامع خطاب کے ذریعے گفتگو کی اور انھیں دنیا سے بے رغبتی اور آخرت میں جنت کی ترغیب پر اُبھارا۔ اسی طرح اُس نے خوارج کو نیکیوں کا حکم دیتے رہنے اور برائیوں سے روکتے رہنے پر بھی ابھارا۔ اس کے بعد اُس نے کہا: جس بستی (کوفہ) کے رہنے والے ظالم ہیں، آیئے اپنے بھائیوں کو اس شہر سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باہر نکال کر سواد کے میدانوں کی طرف اور پہاڑوں والے علاقے کی طرف لے چلیں یا بعض دیگر شہروں میں جا بسیں اور یہ ہم ان ظلم واستبداد والے احکام کے انکار کی صورت میں کر رہے ہیں۔ عبداللہ بن وہب راسبی کے بعد حرقوص بن زہیر کھڑا ہوا اور کہنے لگا: اللہ عزوجل کی حمد وثناء کے بعد سب کو معلوم ہونا چاہیے کہ: اس دنیا سے فائدہ اُٹھانا نہایت تھوڑا اور دنیا کو چھوڑ دینا بہت ہی قریب ہے۔ اس کی زیب وزینت اور حسن وخوبصورتی یہاں قیام کر لینے کی طرف کہیں دعوت نہ دے ڈالے اور یہ دنیا تمھیں کہیں حق کی راہ اور ظلم کے انکار سے ملتفت نہ کردے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ۝﴾ (النحل: ۱۲۸)

''بے شک اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو ڈر گئے اور ان لوگوں کے جو نیکی کرنے والے ہیں۔''

پھر حمزہ بن سنان اسدی کھڑا ہوا اور کہنے لگا: اے قوم! بلاشبہ رائے وہی پختہ ہے جو تم نے اختیار کی اور بلاشبہ حق بھی وہی ہے جس کا تم نے ذکر کیا۔ سو اپنا امارت والا معاملہ اپنے میں سے کسی شخص کو سونپ دو۔ (اپنا کوئی امیر مقرر کر لو۔) اس لیے کہ تمھارا کوئی ستون اور ہتھیار کی دھار کو تیز رکھنے والا بھی ہونا چاہیے (جو تم میں جوش وجذبہ کو قائم رکھے۔) اسی طرح ایک جھنڈا بھی ہونا چاہیے کہ جس کا تم احترام کرو اور وہی تمھارا مرکز ہو۔

چنانچہ انھوں نے زید بن حصن طائی کو پیغام بھیجا۔ یہ اُن لوگوں کا سردار تھا...... اور اس پر خوارج نے منصبِ امارت پیش کیا، لیکن اس نے انکار کر دیا۔ پھر انھوں نے منصبِ امارت حرقوص بن زہیر کو پیش کیا مگر اُس نے بھی انکار کر دیا۔ اسی طرح انھوں نے حمزہ بن سنان کو امیر بنانا چاہا لیکن اُس نے بھی انکار کر دیا۔ پھر انھوں نے منصبِ امارت شریح بن ابی اوفی عبسی پر پیش کیا مگر اُس نے بھی انکار کر دیا۔ بالآخر انھوں نے یہ عہدہ عبداللہ بن وہب راسبی کو پیش کیا اور اُس نے قبول کر لیا۔ کہنے لگا: اللہ کی قسم! میں اس ذمہ داری کو دنیا میں رغبت کی خاطر قبول نہیں کر رہا۔ اسی طرح میں اس منصب کو موت کے خوف کی وجہ سے بھی نہیں چھوڑوں گا۔ ❶

یہ لوگ زید بن حصن الطائی سنبسی کے گھر میں بھی جمع ہوئے۔ اس نے ان خوارج کو مخاطب کرتے ہوئے انھیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر خوب ترغیب دلائی۔ قرآن کی آیات پڑھ پڑھ کر اس نے ان کے دلوں کو گرمایا۔ ان میں سے درج ذیل آیت بھی تھی:

﴿ يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا

❶ البدایہ والنہایہ: ۳۱۲/۷ و تاریخ الطبری: ٦٨٩/٥.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ﴾ (ص:٢٦)

''اے داؤد! بے شک ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ بنایا ہے، سوتو لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر اور خواہش کی پیروی نہ کر، ورنہ وہ تجھے اللہ کی راہ سے بھٹکا دے گی۔ یقیناً وہ لوگ جو اللہ کی راہ سے بھٹک جاتے ہیں، ان کے لیے سخت عذاب ہے، اس لیے کہ وہ حساب کے دن کو بھول گئے۔''

اور اللہ عز وجل کا یہ فرمان بھی انھیں پڑھ کر سنایا:

﴿ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ○ وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ط فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ ط وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○ وَقَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ○ وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ ط وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ ○﴾ (المائدہ: ٤٤ تا ٤٧)

''اور جو اس کے مطابق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے نازل کیا ہے تو وہی لوگ کافر ہیں۔ اور ہم نے اس (تورات) میں ان پر لکھ دیا کہ جان کے بدلے جان ہے اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور سب زخموں میں برابر بدلہ ہے، پھر جو اس (قصاص) کا صدقہ کر دے تو وہ اس کے لیے کفارہ ہے اور جو اس کے مطابق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے نازل کیا ہے تو وہی لوگ ظالم ہیں۔ اور ہم نے ان کے پیچھے ان کے قدموں کے نشانوں پر عیسیٰ ابن مریم کو بھیجا، جو اس سے پہلے تورات کی تصدیق کرنے والا تھا۔ اور ہم نے اسے انجیل دی جس میں ہدایت اور روشنی تھی اور اس کی تصدیق کرنے والی جو اس سے پہلے تورات تھی اور متقی لوگوں کے لیے ہدایت اور نصیحت تھی۔ اور لازم ہے کہ انجیل والے اس کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ نے اس میں نازل کیا ہے اور جو اس کے مطابق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے نازل کیا ہے تو ایسے ہی لوگ بدکار فاسق ہیں۔''

پھر وہ کہنے لگا: میں اپنے اہل قبلہ پر گواہی دیتا ہوں کہ جو ہماری دعوت کے زیادہ مستحق ہیں (مراد اہل ایمان و اسلام تھے۔) کہ انھوں نے نفسانی خواہش کی اتباع کی ہے۔ انھوں نے کتاب اللہ العزیز کا حکم پیٹھ پیچھے پھینک دیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور انھوں نے اپنے اقوال و اعمال میں ظلم سے کام لیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ خوارج کا اہل ایمان کے خلاف جہاد برحق ہے۔ یہ تقریر سن کر ان خارجیوں میں سے ایک آدمی رونے لگا۔ اس کا نام عبداللہ بن سنجرہ سلمی تھا۔ اس کے بعد ان لوگوں نے اپنے گروہ کو اہل ایمان پر خروج کے لیے ابھارنا شروع کر دیا۔ عبداللہ بن سنجرہ نے کہا: مسلمانوں کے چہروں اور پیشانیوں پر تلواروں سے وار کرو اور یہ وار کرتے ہی چلے جاؤ حتیٰ کہ الرحمٰن الرحیم کی اطاعت کی جانے لگے۔ اگر تم کامیاب ہوگئے اور جس طرح تم چاہتے ہو اسی طرح اللہ عزوجل کی اطاعت کی جانے لگی تو اللہ تعالیٰ تمھیں اپنے ان بندوں کی طرح اجر و ثواب سے نوازے گا جو اس کی اطاعت و فرمانبرداری کرنے والے اور اس کے حکم پر عمل کرنے والے ہوتے ہیں اور اگر تم قتل کر دیے گئے تو پھر بتلایئے اللہ عزوجل کی رضا و خوشنودی اور اس کی جنت کی طرف چلنے سے زیادہ فضیلت والی کون سی چیز ہو سکتی ہے؟ [1]

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ کا تبصرہ:

مذکور بالا ساری روایتیں ذکر کرنے کے بعد حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ باوجود حق بات کو تسلیم کرنے کے خوارج نے باطل کا راستہ اختیار کیا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ شیطان نے اُن کے دلوں میں بطلان کو بھر دیا تھا۔ خوارج کے بارے میں بعض سلف صالحین نے کس قدر اچھی بات کہی ہے کہ ان لوگوں کا ذکر اللہ تبارک و تعالیٰ کے درج ذیل فرمان میں ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا ۝ الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهِ فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا ۝﴾ (الکھف: ۱۰۳ تا ۱۰۵)

''کہہ دے کیا ہم تمھیں وہ لوگ بتائیں جو اعمال میں سب سے زیادہ خسارے والے ہیں۔ وہ لوگ جن کی کوشش دنیا کی زندگی میں ضائع ہوگئی اور وہ سمجھتے ہیں کہ بے شک وہ ایک اچھا کام کر رہے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے رب کی آیات اور اس کی ملاقات کا انکار کیا، تو ان کے اعمال ضائع ہوگئے، سو ہم قیامت کے دن ان کے لیے کوئی وزن قائم نہیں کریں گے۔''

مقصد یہ ہے کہ: ان گمراہ جاہل اور اپنے اقوال و افعال میں نامراد و ناکام لوگوں کی رائے مسلمانوں کے مابین ان کی نظروں سے اوجھل ہو کر، نہایت خفیہ طریقے سے ان پر چڑھ دوڑنے کے معاملے میں متفق ہوگئی اور پھر انھوں نے رات کے وقت مدائن کی طرف چلنے کا اتفاق کر لیا تا کہ وہاں کے لوگوں پر غالب آ کر قلعہ بند

[1] دیکھیے: البدایہ والنہایہ: ۷/ ۳۲۱

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو جائیں۔ ان لوگوں نے منصوبہ بنایا کہ مدائن پہنچ کر اپنے ہم خیال بھائیوں، دوستوں اور اپنے مذہب ومسلک کے لوگوں کی طرف بصرہ وغیرھا کی جانب پیغام بھیجیں کہ وہ مدائن میں ان کے ساتھ آملیں۔ وہاں ان سب کا اکٹھ ہو جائے۔ مگر زید بن حصن طائی نے ان سے کہا: تم لوگ مدائن پر قابض ہونے کی مقدرت نہیں رکھتے۔ وہاں ایسا لشکر ہے کہ تم اس کے مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتے۔ اس لشکر کے سپاہی تمھیں مدائن سے دور رکھیں گے۔ البتہ اپنے بھائیوں کو نہر خوجی کے پل کی طرف کوچ کرنے کے لیے تیار کرو اور کوفہ سے ٹولیوں، گروہوں کی صورت میں مت نکلو۔ اکیلے اکیلے نکلو تا کہ تمھارے بارے میں مسلمان ہوشیار نہ ہو جائیں۔

اس مشاورت اور میٹنگ کے بعد انھوں نے ہر اس شخص کی طرف عمومی خط لکھا جو شہر بصرہ اور دیگر شہروں، علاقوں میں ان کے مذہب ومسلک پر موجود تھا۔ علاوہ ازیں ایسے تمام لوگوں کی طرف انھوں نے پیغام بھیجا کہ وہ نہر خوجی کے پاس اُن سے آملیں۔ تا کہ وہ مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لیے دستِ واحد کی طرح ہو جائیں۔ اس کے بعد وہ خفیہ طور پر کوفہ سے ایک ایک کر کے نہر خوجی کی طرف راہ پا گئے۔ تا کہ اہل کوفہ کو ان کے بارے میں علم نہ ہو سکے اور ان کے بارے میں جان کر اہل کوفہ مسلمان ان کو نکلنے سے روک نہ سکیں۔

چنانچہ وہ اپنے اپنے خاندان، قبیلہ کے عزیز ترین رشتہ داروں، باپ، چچاؤں، ماؤں، ماموں اور خالاؤں کے درمیان سے نکل گئے اور انھوں نے تمام رشتہ داریوں کو چھوڑ دیا۔ رشتہ داریوں کی بھی پرواہ نہ کی۔ وہ اپنے علم کے بالکل تھوڑا ہونے، اپنی جہالت اور اپنی عقل کی کمی کی وجہ سے اعتقاد رکھتے تھے کہ ان کا یوں گھر بار چھوڑ کر امیر المومنین اور جمیعۃ المسلمین کے مدمقابل آنا رب السموات والارضین کو راضی کر دے گا۔ وہ اس بات کو جان ہی نہ سکے کہ اُن کا یہ اقدام دنیا اور آخرت دونوں جہانوں میں ہلاکت کا سبب بننے والے بڑے بڑے گناہوں اور جرائم میں سے ایک کبیرہ گناہ، جرم عظیم ہے۔ ان کا یہ اقدام ان جرائم میں سے ہے کہ جسے شیطان مردود ابلیس نے اُن کے لیے مزین کر رکھا ہے۔ وہ شیطان لعین کہ جسے آسمانوں سے رد کر کے نیچے بھیج دیا گیا تھا۔ وہ خبیث شیطان کہ جس نے ہمارے جد امجد سیّدنا آدم علیہ الصلاۃ والسلام کے ساتھ دشمنی کا آغاز کیا تھا۔ پھر اس نے اپنی دشمنی کو جناب آدم علیہ السلام کی اولاد کے ساتھ تب تک قائم رکھا اور رکھے گا جب تک اُن کی روحیں ان کے جسموں میں باقی رہی تھیں اور تا قیامت جب تک ان کی روحیں ان کے جسموں میں باقی رہیں گی۔

البتہ مسلمانوں کی بڑی نفری کو اپنے بیٹوں اور بھائیوں کے بارے میں بہرحال پتہ چل گیا اور پھر اُنھوں نے ان کو خبردار کر کے، ڈانٹ ڈپٹ کرتے ہوئے انھیں واپس بلوالیا۔ چنانچہ ان میں سے بعض استقامت پر قائم رہے اور کچھ ایسے بھی تھے جو بعد میں فرار ہو کر خارجیوں سے جا ملے اور قیامت تک کے لیے خسارے میں چلے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گئے۔ باقی لوگ (خوارج میں سے) نہر خوجی کی طرف چلے گئے۔ اہل بصرہ کے خارجیوں میں سے جن لوگوں کی خط وکتابت ان کوفی خارجیوں سے باقاعدہ رہتی تھی وہ بھی ان کے ساتھ آن ملے اور پھر سب کے سب خارجی ''نہروان'' کے مقام پر جمع ہوگئے۔ یوں ان کی قوت وطاقت بن گئی۔ ❶

ایک اور عالم کبیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اور جب دونوں فیصلہ کرنے والے بغیر رضامندی کے علیحدہ ہوگئے تو امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے خوارج کی طرف لکھا اور وہ اس وقت نہروان کے مقام پر جمع ہوگئے تھے۔ دونوں فیصلہ کرنے والے (حکم، قاضی) بغیر رضامندی کے ایک دوسرے سے جدا ہوگئے ہیں۔ اس لیے تم لوگ واپس اُس اصل عقیدہ کی طرف پلٹ آؤ جس پر تم پہلے تھے اور ہمارے ساتھ اہل شام سے لڑنے کے لیے نکلو۔ مگر انھوں نے اس بات کو قبول کرنے سے انکار کردیا اور کہا: تب تک ایسا نہیں کریں گے حتیٰ کہ آپ اپنے آپ پر کفر کی گواہی دیں اور پھر اس سے تائب ہوجائیں۔ لیکن سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس سے انکار کردیا۔ ❷

اور ایک روایت میں ہے کہ خارجیوں نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو لکھا: امابعد! آپ اپنے رب کے لیے ناراض نہیں ہوئے بلکہ آپ اپنی ذات کے لیے غصہ میں آئے ہیں۔ اگر آپ اپنی ذات پر کفر کی گواہی دے کر توبہ کرلیں تو پھر ہم اپنے آپ کے درمیان والے معاملہ پر غور وفکر کرنے کے لیے تیار ہیں۔ ورنہ ہم آپ سے برابری کی بنیاد پر ترکِ تعلق رکھیں گے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔''

چنانچہ امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے جب خوارج کا یہ خط پڑھا تو اُن سے آپ مایوس ہوگئے اور پھر آپ نے فیصلہ فرمالیا کہ ان کو آپ چھوڑ دیں اور باقی مسلمان لشکر کو ہمراہ لے کر آپ ملک شام کی طرف روانہ ہوجائیں حتیٰ کہ آپ اُن سے جاٹکرائیں اور لڑائی میں اُن سے مقابلہ کریں۔ ❸

اس کتاب کا مصنف کہ جس کی عبارت کا ترجمہ اوپر والے پیراگراف میں ہوا، آگے لکھتا ہے: ان روایات سے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے کفر اور پھر خوارج کا اُن سے توبہ کا مطالبہ والے اعلان کا ہی صرف قضیہ ثابت نہیں ہوتا بلکہ یہ روایات خوارج کی رائے کے ساتھ سیّدنا علی اور جناب عثمان رضی اللہ عنہما دونوں کو کافر قرار دینے پر متفق ہوتی ہیں اور اس کے ساتھ وہ مسلمان کا امتحان لینا چاہتے تھے۔ ❹

---

❶ دیکھیے: البداية والنهاية: ۷/ ۳۱۲، ۳۱۳.

❷ دیکھیے: ''انساب الاشراف'' ۲/ ۶۳، وله شواهد.

❸ دیکھیے: ''خلافة علي بن ابي طالب'' عبد الحميد ص ۳۱۹.

❹ دیکھیے: حواله سابقه ص ۳۱۸.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پانچویں فصل

جنگِ نہروان (۳۸ھ)

۱..... معرکہ کا سبب:

امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے خوارج پر درج ذیل شروط عائد کی تھیں:

۱..... وہ کسی مسلمان کا خون نہیں بہائیں گے۔

۲..... کسی امن پسند شہری کو ڈرائیں گے نہیں۔

۳..... ڈاکے نہیں ڈالیں گے۔

اگر انھوں نے ان شروط کی مخالفات کا ارتکاب کیا تو آپ رضی اللہ عنہ ان پر جنگ مسلط کردیں گے۔ اس بات کے پیش نظر کہ خوارج اپنے مخالفین کی تکفیر کرتے اور ان کے خون و اموال کو مباح جانتے تھے، انھوں نے اسلام میں حرام شدہ خون کا بہانا بھی شروع کر دیا اور متعدد روایات اس بات کی شاہد ہیں کہ انھوں نے دیگر ممنوعات کا ارتکاب بھی کر ڈالا۔

ان روایات میں سے صحیح ترین وہ ہیں کہ جنھیں خوارج کو چھوڑ کر تائب ہونے والے عینی شاہدوں میں سے ایک معتبر شخص نے بیان کیا ہے۔ چنانچہ وہ بیان کرتا ہے کہ: میں نہر خوجی والے خارجیوں کے ساتھ ہو گیا تھا۔ مگر مجھے ان کا معاملہ نہایت ناپسندیدہ لگا۔ چنانچہ میں نے اس ڈر سے اپنے تبدیل شدہ خیالات کو چھپا کر رکھا کہ وہ کہیں مجھے قتل نہ کر دیں۔ ایک موقعہ پر میں ان کی ایک جماعت کے ہمراہ تھا کہ ہم ایک بستی کے پاس آئے۔ ہمارے اور اس بستی کے درمیان نہر حائل تھی۔ (ہم نہر پار کر کے اس بستی کے پاس پہنچے تھے۔) کیا دیکھتے ہیں کہ ایک خوفزدہ آدمی اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے بستی سے نکلا۔ خارجی اس سے کہنے لگے: لگتا ہے کہ ہم نے تمھیں خوفزدہ کر دیا ہے؟ وہ کہنے لگا: کیوں نہیں۔ تمہی لوگوں نے مجھے خوفزدہ کیا ہے۔ وہ کہنے لگے: تمھیں خوفزدہ نہیں ہونا چاہیے۔ میں نے اپنے جی میں کہا: اللہ کی قسم! یہ لوگ اسے جانتے ہیں لیکن میں اسے نہیں جان سکا۔ چنانچہ خارجیوں نے اس شخص کو مخاطب کر کے کہا: کیا تم صحابی رسول ابن خباب ہو؟ (رضی اللہ عنہ) اس شخص نے کہا: ہاں میں ابن خباب ہوں۔ خارجی اُس سے پوچھنے لگے: کیا تمھارے پاس کوئی حدیث ہے کہ جسے تم اپنے باپ کے واسطہ سے نبی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کریم ﷺ کی یہ حدیث ہم سے بیان کرو؟ وہ صاحب کہنے لگے: میں نے اپنے باپ (جناب خباب بن ارت رضی اللہ عنہ) سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سماعت کیا، آپ ﷺ نے ایک فتنے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

((اَلْقَاعِدُ فِيهَا خَيْرٌ مِّنَ الْقَائِمِ ، وَالْقَائِمُ فِيهَا خَيْرٌ مِّنَ الْمَاشِيْ ، وَالْمَاشِيْ فِيهَا خَيْرٌ مِّنَ السَّاعِيْ ، فَإِنْ أَدْرَكَتْكَ فَكُنْ عَبْدَ اللهِ الْمَقْتُوْلَ .))

''اس فتنہ میں بیٹھا ہوا شخص کھڑے آدمی سے بہتر ہوگا۔ کھڑا آدمی اس فتنے میں چلنے والے سے بہتر ہوگا اور چلنے والا اس فتنہ میں کوشش کرنے والے سے بہتر ہوگا۔ اگر تمھیں یہ فتنہ آ لے تو تم اللہ کا بندہ اس حالت میں ہونا کہ تمھیں قتل (تو) کر دیا جائے۔'' (مگر اس فتنے کا حصہ نہ بننا۔)

ان ظالموں نے ابن خباب رضی اللہ عنہ اور اُن کی ایک کنیز کو پکڑا اور اپنے ہمراہ لے چلے۔ راستے میں ان کے ایک آدمی کا گزر کھجور کے درخت سے گری ہوئی ایک کھجور کے پاس سے ہوا۔ اس نے یہ کھجور پکڑ کر اپنے منہ میں ڈال لی۔ ان کے ایک دوسرے آدمی نے اس سے کہا: ایک پھل کہ جس کے بارے میں ہم سے عہد و پیمان لیا گیا ہے کہ اسے ناجائز نہیں لینا، تم نے اسے حلال کیسے کرلیا؟ چنانچہ اُس آدمی نے یہ کھجور اپنے منہ سے نکال کر پھینک دی۔ اس کے بعد آگے چل کر ان لوگوں کا گزر ایک خنزیر کے پاس سے ہوا۔ ایک آدمی نے اسے اپنی تلوار سے ہلکا سا زخم لگا دیا۔ ان خارجیوں میں سے ایک شخص اس سے کہنے لگا: ایک خنزیر کہ جس کے بارے میں ہم سے عہد و پیمان لیا گیا ہے اسے ناجائز زخمی کرنا تم نے حلال کیسے کرلیا؟ یہ سارا کچھ دیکھ کر سیدنا عبد اللہ بن خباب رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: کیا میں لوگوں کو اس چیز کے بارے میں خبردار نہ کردوں جو حرمت کے اعتبار سے تم لوگوں پر ان سب چیزوں سے بڑی حرمت والی ہے؟ انھوں نے کہا: ہاں، ضرور بتلایئے۔ فرمایا: وہ چیز میں ہوں۔ (یعنی میرا پاک لہو ان سب چیزوں سے زیادہ حرمت والا ہے۔) لیکن وہ ظالم لوگ جناب عبد اللہ بن خباب رضی اللہ عنہما کو نہر کے پاس لائے اور وہاں پر انھوں نے ان کو شہید کر دیا۔

راوی کہتا ہے: میں نے دیکھا کہ سیدنا عبد اللہ بن خباب رضی اللہ عنہما کا خون نہر کے پانی پر یوں بہہ رہا تھا گویا کہ وہ جوتے کا ایک لمبا تسمہ ہے جو پانی کے ساتھ ساتھ تیرتا ہوا اُوپر اُوپر جا رہا ہے (یعنی پانی میں ملا ہی نہیں۔) حتیٰ کہ یہ خون ان سے دور نکل کر آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔ ❶

اس کے بعد انھوں نے جناب عبد اللہ بن خباب رضی اللہ عنہ کی کنیز کو بلوایا۔ یہ بی بی حاملہ تھی۔ ظالموں نے اس کا

❶ دیکھیے: تاریخ بغداد جلد نمبر ۱ ص ۲۰۵ و ص ۲۰۶.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیٹ پھاڑ ڈالا۔ (جس سے اس کا بچہ باہر نکل آیا۔) راوی کہتا ہے: میں نے کبھی کسی قوم کا ساتھ نہیں دیا کہ وہ لوگ میرے نزدیک ان خوارج سے زیادہ قابل نفرت رہے ہوں۔ حتیٰ کہ میں نے ایک بار تنہائی کا موقع پایا اور پھر میں وہاں سے بھاگ آیا۔ ❶

اس عملِ قبیح کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس سے لوگوں میں ان کا رعب بیٹھ گیا۔ اس عورت کا پیٹ چاک کرنے اور سیّدنا عبداللہ بن خباب رضی اللہ عنہما کو بکری کی طرح ذبح کرنے سے مقصد ان کی دہشت گردی کا اظہار تھا۔ (تاکہ لوگوں پر ان کا خوف طاری ہوجائے۔) ان ظالموں نے اسی پر کفایت نہیں کیا بلکہ وہ عام وخاص اہل ایمان واسلام کو قتل کی دھمکیاں بھی دینے لگے۔ حتیٰ کہ ان میں سے کچھ لوگوں نے ان سے اظہارِ نفرت کرتے ہوئے کہا: ''تمھاری بربادی ہو، ہم نے اس کام کے لیے علی رضی اللہ عنہ کو نہیں چھوڑا ہے۔'' ❷

نہایت کھلم کھلا کی جانے والی اس طرح کی منکرات کے باوجود کہ جن کا ارتکاب خارجی لوگ سرعام کررہے تھے اور ان منکرات کی وجہ سے ملک میں دہشت پھیل رہی تھی، امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ جنگ وقتال کرنے میں جلدی سے کام نہیں لیا۔ بلکہ آپ رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف پیغام بھیجا کہ وہ سیّدنا عبداللہ بن خبیب رضی اللہ عنہما اور ان کی لونڈی کے قاتلوں کو آپ کے حوالے کردیں تاکہ اُن پر حد قائم کی جاسکے۔ مگر خوارج نے آپ رضی اللہ عنہ کو متکبرانہ انداز میں پورے بغض وعناد کے ساتھ جواب دیا کہ: ''ہم سب قاتل ہیں۔'' ❸

چنانچہ امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ ماہ محرم ۳۸ھ میں اپنا وہ لشکر ان خوارج کے خلاف لڑنے کے لیے لے کر چلے کہ جسے آپ رضی اللہ عنہ نے اہل شام سے لڑنے کے لیے تیار فرمایا تھا۔ ❹ دریائے نہروان کے مغربی کنارے پہنچ کر آپ رضی اللہ عنہ اپنے لشکر سمیت فروکش ہوگئے۔ جبکہ خوارج اس دریا کے مشرقی کنارے پر نہروان شہر کے پہلو میں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے۔

ب:..... امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا اپنے لشکر کو لڑائی پر تیار کرنا:

امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ اس بات کو خوب اچھی طرح سے جانتے تھے کہ یہی قوم خارجیوں کی جماعت ہے کہ جنھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین حنیف سے یکسر نکل جانے والوں سے تعبیر فرمایا تھا۔ اسی لیے جناب علی رضی اللہ عنہ دورانِ سفر اپنے ساتھیوں (لشکر اسلام) کو ان خوارج کے ساتھ خوب جان لڑا کر لڑنے کی ترغیب

---

❶ دیکھئے: مصنف ابن ابی شیبہ بسند صحیح، جلد ۱۵، ص ۳۱۰، ۳۱۱.

❷ دیکھئے: مجمع الزوائد باسناد صحیح جلد ٦، ص ۲۳۷، ص ۲۳۸

❸ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد ۱۵، ص ۳۰۸، ص ۳۰۹ بسند صحیح.

❹ دیکھئے: انساب الاشراف : ۲/٦۳، بسند فیہ مجھول وخلافۃ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ / عبد الحمید ص ۳۲۲.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دلانے لگے۔ خوارج کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی احادیث مبارکہ کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے تابعین کرام رحمہم اللہ جمیعاً پر ایک گہرا اثر تھا۔ چنانچہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر کو ان خوارج پر حملہ کرنے میں پہل کرتے ہوئے خوب ابھارا اور فرمایا: ''اے ایمان و اسلام والے لوگو! میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے خود سماعت کیا ہے۔ آپ ﷺ فرماتے تھے:

((يَخْرُجُ قَوْمٌ مِنْ أُمَّتِي يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ، لَيْسَ قِرَاءَتُكُمْ إِلَى قِرَاءَتِهِمْ بِشَيْءٍ، وَلَا صَلَاتُكُمْ إِلَى صَلَاتِهِمْ بِشَيْءٍ، وَلَا صِيَامُكُمْ إِلَى صِيَامِهِمْ بِشَيْءٍ، يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ يَحْسَبُوْنَ أَنَّهُ لَهُمْ وَهُوَ عَلَيْهِمْ، لَا تُجَاوِزُ صَلَاتُهُمْ تَرَاقِيَهُمْ، يَمْرُقُوْنَ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ .))

''میری امت میں سے ایک قوم ایسی نکلے گی کہ وہ قرآن یوں (خوش الحانی سے) پڑھیں گے کہ تمھاری تلاوت ان کی قراءتِ قرآن کے مقابلے میں (بظاہر) کوئی چیز نہ ہوگی۔ نہ ہی تمھاری نماز ان کی (بظاہر لمبے لمبے قیام والی) نماز کے مقابلے میں کوئی چیز ہوگی۔ نہ ہی تمھارے روزے ان کے (نفلی و فرضی) روزوں کے مقابلے میں (بظاہر) کچھ حیثیت رکھیں گے۔ وہ قرآن پڑھیں گے اور گمان کریں گے کہ اس کے احکام اُن کے لیے ہیں حالانکہ قرآن کے احکام ان کے خلاف ہوں گے۔ ان کی نماز ان کے حلقوں سے نیچے نہیں اُترے گی۔ وہ اسلام سے اس طرح باہر نکل جائیں گے جس طرح تیر اپنے چلّے سے باہر نکل جاتا ہے۔''

اگر اس لشکر کے مجاہدین جو لشکرِ خوارج کے خلاف لڑیں گے، اس بات کو جان لیں جو نبی مکرم ﷺ کی زبان مبارک سے ان کے لیے اجر و ثواب کے متعلق بیان ہوچکی ہے تو وہ ایک اسی عمل پر ہی توکل (بھروسہ) کرلیں۔ (وہ لشکر مجاہدین یہ سمجھ لے کہ اب کسی اور عمل کی ضرورت نہیں رہی۔ اتنا ثواب خوارج کے قتل میں ہے۔) اس بات کی نشانی یہ ہے کہ: ان میں ایک ایسا آدمی ہے جس کا کُہنی سے کندھے تک ہاتھ تو ہے لیکن کہنی سے پہنچے کے درمیان والا حصہ نہیں ہے۔ اس کے کندھے سے کہنی تک حصے کے سرے پر پستان کے اُوپر والے حصے کی مانند ایک لوتھڑا سا ہے کہ جس پر کچھ سفید بال ہیں۔ (اسی آدمی کی یہ نشانیاں رسول اللہ ﷺ نے خود بیان فرمائی ہیں۔) سو...... اگر تم معاویہ بن ابوسفیان (رضی اللہ عنہما) اور اہل شام سے لڑنے کے لیے نکل جاتے ہو اور ان لوگوں کو اپنے پیچھے اپنی اولادوں اور اپنے اموال کے پاس چھوڑ جاتے ہو تو اللہ کی قسم! یہ ان کے ساتھ بہت برا سلوک کریں گے۔ رب ذوالجلال کی قسم! میں اسی بات کا یقین رکھتا ہوں کہ یہی قومِ خوارج ہے۔ بلاشبہ ان لوگوں نے حرام خون بہایا ہے اور عامۃ الناس میں غارت گری کی ہے۔ اس لیے اللہ کا نام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لے کران پر چڑھائی کر ڈالو۔ ❶

امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے جنگ نہروان کے دن یوں بھی فرمایا تھا: مجھے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے) دین سے نکل جانے والوں (خارجیوں) کے ساتھ لڑنے کا حکم دیا گیا تھا اور یہی لوگ خوارج ہیں۔ ❷

اہلِ ایمان و اسلام کا لشکر خوارج کے مقابلے میں اس طرح فروکش ہوا کہ لشکر خوارج اور اسلامی سپاہ کے درمیان دریائے نہروان حائل تھا۔ امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر کو حکم فرمایا کہ جب تک خارجی نہر عبور کر کے مغربی جانب نہیں آجاتے وہ جنگ کا آغاز نہ کریں۔ پھر سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے خوارج کی طرف سفارت کار بھیجے کہ جوان لوگوں کو اللہ کا خوف دلاتے، انھیں اللہ کی قسمیں دلا کر مسلمانوں کا خون بہانے سے باز رہنے کے لیے کہتے۔ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ انھیں مسلسل حکم دیتے رہے کہ وہ دین حق کی طرف واپس پلٹ آئیں۔

امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے خوارج کی طرف سیّدنا البراء بن عازب رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمایا کہ جوان کو لگا تار تین دن اسلام کی دعوت دیتے رہے، مگر ظالموں نے انکار کر دیا۔ ❸ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا پیغام لے کر جانے والے مسلسل ان کے پاس آتے جاتے رہے حتیٰ کہ ان لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ کے ایک پیغام رساں (سفارت کار) کو قتل کر دیا اور دریا کے پار اُتر آئے۔ ❹

اور پھر خوارج جب اس حد تک پہنچ گئے اور انھوں نے مسلمانوں کے خون کی حفاظت اور صلح کی تمام کوششوں کی امید کو منقطع کر کے رکھ دیا۔ پھر یہ کہ انھوں نے تکبر اور عناد کی بنیاد پر حق کی طرف واپس آنے سے انکار کر دیا اور جنگ پر اصرار کرنے لگے...... تو امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر کو جنگ کے لیے تیار کرنے کی خاطر مرتب کرنا شروع کر دیا۔ ❺

چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر کے میمنہ پر جناب حجر بن عدی کو، میسرہ پر جناب شبث بن ربعی اور معقل بن قیس الریاحي کو، گھڑ سوار دستوں پر سیّدنا ابوایوب انصاری کو، پیدل دستوں پر جناب ابوقتادہ انصاری کو اور مدنی دستوں پر جناب قیس بن سعد بن عبادہ (یہ سات سو افراد تھے۔) رضی اللہ عنہم کو امیر مقرر فرمایا۔

پھر امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ نے جناب ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو اس بات کا حکم فرمایا کہ:

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الزکاة/ باب التحریض علی قتل الخوارج، حدیث: ۲٤٦٧.

❷ دیکھیے: ابن ابی عاصم کی ''السُّنّہ'' بتحقیق فضیلۃ الشیخ الالبانی رحمہ اللہ.

❸ دیکھیے: السنن الکبریٰ للبیهقی : ۱۹۷/۸ و'' خلافة عليؓ'' (عبد الحمید) ص ۳۲٤.

❹ دیکھیے: مصنف ابن ابی شیبه، ۳۲۵/۱۵، ۳۲۷.

❺ دیکھیے: عبد الحمید کی '' خلافة علي بن ابی طالب رضی اللہ عنہ'' ص ۳۲٤.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ خارجیوں کے لیے امان کا جھنڈا بلند کرتے ہوئے اُن سے کہیں: جو شخص اس جھنڈے کے نیچے آ جائے گا وہ حفظ وامان میں ہوگا اور جو شخص کوفہ و مدائن کی طرف چلا جائے گا اسے بھی امان مل جائے گی۔ سوائے ان لوگوں کے جنھوں نے ہمارے بھائیوں کو قتل کیا ہمیں تمھارے متعلق کوئی ضرورت نہیں ہے۔'' (کہ ہم تمھیں خواہ مخواہ قتل کریں۔)

چنانچہ یہ اعلان سن کر خوارج میں بہت ساری جماعتیں میدان قتال سے پھر گئیں۔ اس وقت ان کی تعداد چار ہزار تھی۔ ان میں سے صرف ایک ہزار آدمی یا ان سے بھی کم عبداللہ بن وہب راسبی کے ساتھ رہ گئے۔ ان ایک ہزار خارجیوں کے میمنہ (دائیں پہلو) پر زید بن حصن الطائی السنبیسی کمانڈر تھا۔ بائیں بازو پر شریح بن اوفی، ان کے گھڑ سوار دستوں کا کمانڈر حمزہ بن سنان اور پیدل دستوں پر حرقوص بن زہیر السعدی کی کمان تھی۔ اس ترتیب کے ساتھ وہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ اور آپ کے لشکر سے لڑنے کے لیے کھڑے ہو گئے۔ ❶

ج:...... جنگ کا آغاز:

دونوں لشکروں کی صف بندی کے بعد خوارج نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف پیش قدمی شروع کر دی۔ ادھر جناب علی رضی اللہ عنہ نے گھڑ سوار دستے کو اپنے سامنے آگے بڑھا دیا اور ان میں سے تیر انداز مزید آگے بڑھ آئے جبکہ پیدل لڑنے والوں نے گھڑ سوار دستوں کے پیچھے صف بندی کر لی۔ امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: ان سے ہاتھ روک کر رکھو حتیٰ کہ وہ خود جنگ میں پہل کریں۔ خارجی یوں نعرے مارتے ہوئے آگے بڑھے: ''لَا حُكْمَ إِلَّا لِلّٰهِ، اَلرَّوَاحَ الرَّوَاحُ اِلَى الْجَنَّةِ......'' فیصلے کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ چلو چلو جنت کی طرف بڑھو۔'' اس نعرے کے ساتھ انھوں نے ان مسلمان گھڑ سواروں پر حملہ کر دیا جنھیں امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھایا تھا۔ خارجیوں نے حملہ اس قدر شدید کیا کہ انھوں نے مسلمان گھڑ سواروں کو ایک دوسرے سے الگ الگ کر دیا۔ حتیٰ کہ ان گھڑ سواروں کا ایک گروہ میمنہ کی طرف ہٹ گیا جبکہ دوسرا گروہ میسرہ کی طرف۔ مگر تیر انداز دستے نے ان پر تیر کی بوچھاڑ کر دی اور ان کے سروں اور سینوں کو نشانہ بنایا۔ پھر گھڑ سوار دستوں نے میمنہ اور میسرہ دونوں طرف سے ان پر بھرپور حملہ کر دیا۔ اسی طرح پیدل سوار دستے ان پر نیزوں اور تلواروں سے یکبارگی ٹوٹ پڑے۔ دیکھتے ہی دیکھتے اسلامی سپاہ نے تمام کے تمام خوارج کو موت کی نیند سلا دیا اور وہ گھوڑوں کے سموں تلے روندے جانے لگے۔ خارجیوں کے امراء: عبداللہ بن وہب، حرقوص بن زہیر، شریح بن ابی اوفی اور عبداللہ بن سخبرہ السلمی سمیت سب قتل ہو گئے۔ ❷ سیّدنا ابوایوب

❶ ''تاریخ الخلافة الراشدة'' محمد كنعان ص ٤٢٥ مختصر من البداية والنهاية.

❷ حوالہ سابقہ ص ٤٢٥.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے ایک خارجی کو نیزے سے زخمی کیا اور نیزہ اس کی پشت سے پار کرتے ہوئے کہا: اللہ کے دشمن! چلو جہنم میں۔'' وہ کہنے لگا: تمھیں کل (قیامت کو) پتہ چل جائے گا کہ جہنم کا ہم میں سے زیادہ حقدار کون تھا؟ (اس قدر وہ ضدی تھے۔) ❶

اس گفتگو کی بنا پر کہ جو خارجیوں نے عبداللہ بن وہب الراسبی سے سنی تھی، اُن میں سے بہت سارے لوگ جنگ سے الگ ہو گئے تھے۔ یہ گفتگو ان کے ہاں یقین کے بارے میں کمزوری اور عقل و بصیرت کی کمی پر دلالت کرتی ہے۔ اُس نے یہ بات اس وقت کہی تھی جب سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے خارجیوں کے ایک آدمی پر اپنی تلوار کا وار کیا اور خارجی نے کہا تھا: جنت کی طرف یہ سفر کتنا شاندار ہے؟ تو اس وقت عبداللہ بن وہب نے کہا تھا: ''میں نہیں جانتا کہ یہ سفر جنت کی طرف ہے یا جہنم کی طرف۔'' تب بنو سعد کے ایک آدمی فروہ بن نوفل الاشجعی نے کہا: ''میں تو جنت کے حصول پر فخر کے ساتھ آیا تھا (کہ ہم حق پر ہیں اور اس راہ میں جنت کے سوا کچھ نہیں۔) مگر میں دیکھ رہا ہوں کہ عبداللہ بن وہب کو تو اس میں مکمل شک ہے۔'' چنانچہ وہ اپنے ساتھیوں کی ایک جماعت کے ساتھ اُن سے الگ ہو گیا۔ ❷

یہ ایک مختصر سا گرم ترین معرکہ تھا ۳۸ ہجری کے ماہِ صفر کی نو (۹) تاریخ کا، اس نے کچھ ہی وقت لیا تھا۔ (مکمل پورا دن بھی نہیں۔) تیز آندھی کی مانند چلنے والے اس معرکہ نے خارجیوں کی صفوں میں ایک بڑی تعداد کے اندر مقتولین کے ڈھیر لگا دیے۔ جبکہ امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں معاملہ اس کے بالکل ہی برعکس تھا۔ چنانچہ جیسا کہ صحیح مسلم میں مروی ہے: سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے مقتول ساتھیوں کی تعداد صرف دو تھی۔ ❸

بسند حسن ایک روایت میں ہے کہ زید بن وہب بتلاتے ہیں: سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے مقتول (شہید) ساتھیوں کی تعداد بارہ یا تیرہ تھی۔ ❹ ایک اور صحیح روایت میں ابومجلز لاحق بن حمید الدسوسی البصری کا بیان ہے کہ: اہل ایمان و اسلام (جیش امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ) میں سے صرف نو (۹) مجاہدین شہید ہوئے تھے۔ اگر اس بات کی تصدیق چاہتے ہو تو جا کر جناب ابو برزہ نضلہ بن عبید الاسلمی رضی اللہ عنہ سے پوچھ لو۔ (ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ ۶۵ھ میں فوت ہوئے تھے۔) آپ اس معرکہ میں شریک تھے۔ ❺ اور جہاں تک خارجیوں کے مقتولین کا تعلق ہے تو روایات بتلاتی ہیں کہ وہ سب کے سب مارے گئے تھے۔ ❻ البتہ مسعودی رحمہ اللہ ذکر کرتے ہیں کہ: ایک تھوڑی سی تعداد ان خارجیوں

---

❶ حوالہ سابقہ ص ۴۲۵.

❷ دیکھئے: المبرد کی "أخبار الخوارج من الكامل" ص ۲۱ و "خلافة علي" ص ۳۲۵، عبد الحمید.

❸ تفصیل کے لیے دیکھئے: صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ / باب التحریض علی قتل الخوارج / حدیث: ۲۴۶۷.

❹ دیکھئے: مصنف ابن ابی شیبہ ۳۱۱/۵ و تاریخ خلیفہ ص ۱۹۷ بسند حسن.

❺ دیکھئے: المعرفہ والتاریخ: ۳۱۵/۳ و تاریخ بغداد: ۱۸۲/۱. ❻ دیکھئے: اخبار الخوارج من الکامل ص ۳۳۸.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی جو دس سے متجاوز نہ تھی بدترین شکست کے بعد فرار ہونے میں کامیاب ہو گئی تھی۔ ❶

د:..... پستان جیسے ہاتھ والے لنجے کے قتل کا اثر سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے لشکر پر:

پستان جیسے ہاتھ والے اس لنجے کی شخصیت کی تحدید سے متعلق روایات مختلف وارد ہوئی ہیں۔ ان میں سے بعض تو ضعیف روایتیں ہیں جبکہ بعض قوی الاسناد ہیں۔ احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں اس لنجے کی پہچان والی نشانیاں ذکر ہوئی ہیں۔ ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ: وہ کالے سیاہ جسم والا ہوگا۔ ❷

ایک دوسری روایت میں ہے کہ وہ حبشی ہوگا لنجے ہاتھ والا۔ اس کا ہاتھ صرف کہنی تک نہایت چھوٹا ہوگا۔ یعنی اس کے ہاتھ کا کہنی سے پہنچی تک والا حصہ نہیں ہوگا۔ اس کے بازو کے آخر پر پستان نما ایک لوتھڑا ہوگا اور اس پر چھوٹے چھوٹے سفید بال ہوں گے۔ اس کا یہ بازو یوں ہوگا گویا اس میں ہڈی نہیں ہے۔ یہ بازو اس کا دائیں بائیں حرکت کرتا رہے گا، ایک جگہ ٹھہرا نہیں رہے گا۔ احادیث وروایات میں: مخدج الید، مودون الید اور مثدُون الید جیسے جتنے الفاظ آئے ہیں، ان سب کا ایک ہی معنی ہے: یعنی؛ لنجا۔ ❸

جہاں تک اس کے نام کا تعلق ہے؟ تو جو شخص یہ کہے کہ: یہ لنجا حرقوص بن زہیر السعدی تھا، وہ سخت غلطی پر ہے۔ ❹ اس لیے کہ حرقوص تو ایک مشہور آدمی تھا۔ اسلامی فتوحات میں اس کا بڑا ایک کردار تھا۔ مگر یہ ہے کہ بعد میں اُس نے امیر المومنین سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کر دی تھی۔ پھر وہ چھوٹی جنگ جمل میں سادا تنا زبیر بن العوام اور طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہما کو شہید کرنے کے بعد بصرہ میں قاتلینِ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس بھاگ گیا تھا۔ بعد میں یہی حرقوص خوارج کے نامی گرامی سرداروں میں شامل ہو کر مشہور ہو گیا تھا۔ ❺

البتہ اتنا سا فرق ضرور ہے کہ ایک روایت میں اس کا نام ''س'' کے ساتھ: حرقوس آیا ہے۔ جہاں تک اس لنجے کے باپ کے نام کا تعلق ہے تو اسے بھی کوئی نہیں جانتا۔ البتہ ایک روایت میں آیا ہے کہ اس کا نام ''مالک'' تھا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے لشکر والوں نے اس ''معرکہ نہروان'' کے بعد جب اس لنجے کو زندہ یا مردہ لوگوں میں تلاش کیا اور اسے مردہ حالت میں لاشوں کے نیچے دبا ہوا پایا تو سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے آواز بلند فرمایا: اللہ اکبر، تمھارے پاس ایسا آدمی نہیں آئے گا جو تمھیں اس کے باپ کے متعلق بتلائے کہ وہ کون ہے؟ لوگ کہنے

❶ دیکھئے: عبد الحمید کی خلافة علي ابن ابی طالب ص ۳۲۹ و تاریخ خلیفه ص ۱۹۷.

❷ دیکھئے: مصنف عبد الرزاق : ۱۴۶/۱۰.

❸ دیکھئے: النهایة في غریب الحدیث : ۱/۱۲، ۱۳ وفتح الباری : ۱۲/ ۲۹۴، ۲۹۵.

❹ دیکھئے: الملل والنّحل: ۱/ ۱۱۵.

❺ دیکھئے: فتح الباری : ۱۲/۲۹۲، والإصابه فی تمییز الصحابة : ۱/ ۱۳۹.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لگے: یہ مالک ہے۔ یہ مالک ہے۔ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا: مالک کا باپ کون ہے؟ اس کے جواب میں کوئی نہ بول سکا، اس لیے کہ مالک کے باپ کو کوئی نہیں جانتا تھا۔ ❶

ایک روایت میں کہ جسے امام طبری رحمہ اللہ نے صحیح قرار دیا ہے، مذکور ہے کہ: اس لنجے کا نام ''نافع ذو الثدیہ'' تھا۔ جیسا کہ مصنف ابن ابی شیبہ اور سنن ابی داؤد میں آیا ہے۔ دونوں کی سند ایک ہی ہے تو ان تینوں مصادر میں مذکور روایت کو ایک ہی طریق و سند والی ایک روایت ہی شمار کیا جائے گا۔ ❷ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ خوارج کے آغازِ بدعت وفتنہ سے ہی ان کے بارے میں گفتگو فرمایا کرتے تھے اور اکثر آپ اس لنجے آدمی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے کہ: خارجیوں کے خارج از اسلام ہونے کی علامت یہی لنجا آدمی ہے اور پھر آپ رضی اللہ عنہ اس کی (حدیث مرفوع میں مذکور) علامات بھی بتلاتے۔

اس زبردست فیصلہ کن معرکۂ نہروان کے بعد امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس لنجے آدمی کے مردہ جسم کو تلاش کرنے کے لیے اپنے ساتھیوں کو حکم فرمایا۔ اس لیے کہ اس کا یہاں پایا جانا اس بات کی دلیل تھی کہ جناب علی رضی اللہ عنہ حق اور درست راہ پر تھے۔ کافی دیر کی تلاشی کے بعد سیّدنا علی رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں کو دریائے نہروان کے کنارے خارجیوں کی لاشوں کا ایک ڈھیر نظر آیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حکم فرمایا: ان کو باہر نکالو۔ دیکھا تو یہ لنجا ان سب کے نیچے دبا ہوا تھا۔ یہ دیکھ کر امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے بآواز بلند ''اللہ اکبر'' کہا اور فرمایا: ''اللہ عزوجل نے سچ فرمایا اور اس نے اپنے پیغمبر کو ان باتوں کی خبر پہلے سے ہی پہنچا دی تھی۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے سجدۂ شکر ادا فرمایا۔ جب لوگوں نے اس لنجے کی لاش کو دیکھ لیا تو انھوں نے بھی نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہوئے ایک دوسرے کو خوش خبری دی۔ ❸

ھ:...... امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا خوارج کے ساتھ معاملہ:

امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے جنگ سے پہلے اور جنگ کے بعد بھی خوارج کے ساتھ مسلمانوں جیسا معاملہ کیا تھا۔ (یعنی بغاوت کا جھنڈا لہرانے والے مسلمانوں جیسا معاملہ) ابھی یہ جنگ اپنے اختتام کو بھی نہیں پہنچی تھی کہ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر میں حکم صادر فرما دیا تھا: وہ بھاگ جانے والے خارجی کا پیچھا نہ کریں۔ نہ ہی زخمی کو فوراً قتل کرنے کے لیے اس پر سوار ہو جائیں اور نہ ہی مقتولین کا مثلہ کریں۔ تابعین فقہاء میں سے ایک بڑے عالم

---

❶ دیکھیے: الفتح الربانی علی مسند الامام احمد: ۲۳/۱۵۵، بإسناده حسن، والبدایه والنهایه: ۷/۲۹۴، ۲۹۵.

❷ دیکھیے عبد الحمید کی '' خلافة علي رضی اللہ عنہ ص ۳۳٤.

❸ دیکھیے: مصنف ابن ابی شیبه: ۱۵/۳۱۷، ۳۱۹، بسند صحیح.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جناب شقیق بن سلمہ رحمہ اللہ کہ جو ابو وائل کی کنیت سے معروف اور اس جنگِ نہروان میں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ شریک تھے، بیان کرتے ہیں کہ: امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے نہ ہی تو جنگِ جمل میں کسی شخص کو قیدی بنایا اور نہ ہی جنگ نہروان میں۔ ❶

جنگ کے اختتام پر سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نہر والوں (خوارج) کی باقی ماندہ ردی قسم کی چیزیں اٹھوا کر کوفہ لے گئے اور اعلان فرمایا کہ: جو بھی شخص اپنی کسی چیز کو پہچانتا ہو اسے وہ لے لے۔ چنانچہ لوگ آ کر اپنی چیزیں لینے لگے حتیٰ کہ آخر میں ایک ہنڈیا بچی جسے ایک شخص نے آ کر لے لیا۔'' اس روایت کی چند ایک مختلف اسناد ہیں۔ ❷

امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر کے درمیان صرف وہی چیزیں (بطور مال غنیمت) تقسیم فرمائی تھیں جنھیں خارجی اس جنگ میں صرف اسلحہ، گھوڑوں اور ہتھیاروں کے مجموعہ کے طور پر لائے تھے۔ درآں حالانکہ امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے خوارج کی تکفیر بھی نہیں کی تھی اور جنگ سے پہلے آپ رضی اللہ عنہ نے انھیں جماعۃ المسلمین میں واپس پلٹ آنے کے لیے کوشش بھی فرمائی تھی۔ نتیجتاً ان میں سے بہت سارے لوگ آپ کی طرف واپس پلٹ بھی آئے تھے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو وعظ و نصیحت بھی فرمائی اور جنگ و قتال سے ڈرایا بھی تھا۔

ابن قدامہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: یہ معاملہ بالکل ایسا ہی تھا (جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے۔) اس لیے کہ اس سے مقصود ان کے شر کو روکنا اور دور کرنا تھا نہ کہ ان کو قتل کرنا۔ چنانچہ اگر ان کو شر و فساد سے باز رکھنا صرف گفتگو سے ممکن ہوتا تو یہ جنگ و قتال سے بہتر تھا۔ اس لیے کہ جنگ کے ذریعے فریقین کو ضرر پہنچنے کا اندیشہ تھا۔ اس سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ خوارج مسلمانوں کا ہی ایک فرقہ ہے۔ جیسا کہ بہت سارے علماء عظام نے اسی طرح بیان کیا ہے۔ ❸

سیّدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ خوارج کو ''فاسقین'' کا نام دیتے تھے۔ چنانچہ آپ کے بیٹے جناب مصعب بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ: میں نے اپنے والد جناب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے پوچھا: یہ جو قرآن میں آیا ہے:

﴿ قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا ۝ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ۝﴾ (الكهف: ١٠٣ تا ١٠٤)

''کہہ دے کیا ہم تمھیں وہ لوگ بتائیں جو اعمال میں سب سے زیادہ خسارے والے ہیں۔ وہ لوگ جن

❶ دیکھئے: السنن الكبرىٰ للبيهقي: ٨/١٨٢ بسند صحيح.
❷ دیکھئے: التلخيص الحبير: ٤/٤٧.
❸ دیکھئے: فتح الباری: ١٢/٣٠٠، ٣٠١، ونيل الاوطار: ٨/١٨٢.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی کوشش دنیا کی زندگی میں ضائع ہوگئی اور وہ سمجھتے ہیں کہ بے شک وہ ایک اچھا کام کر رہے ہیں۔'' اس سے کیا حروری (خارجی لوگ) مراد ہیں؟ تو جناب سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں بلکہ: اس سے یہودی اور نصاریٰ مراد ہیں۔ جہاں تک یہودیوں کا تعلق ہے تو انھوں نے نبی کریم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلایا۔ (اس لیے ان کے اعمال برباد ہوگئے۔) جبکہ نصاریٰ نے جنت کا بھی انکار کر دیا اور کہنے لگے: وہاں کھانے پینے کا سامان نہیں ہوگا۔ (بلکہ جنت میں صرف روحانی لذتیں ہوں گی۔ اکثر فلسفیوں باطنیوں، نیچریوں اور جاہل صوفیوں کا بھی یہی عقیدہ ہے۔) جبکہ حروری (خارجی لوگ) تو اللہ کے ساتھ پختہ عہد کر کے اسے توڑ دیتے ہیں اور سیّدنا سعد رضی اللہ عنہ ان کو'' فاسقین'' کہتے تھے۔ ❶

ایک اور روایت میں سیّدنا سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اُن سے جب خوارج کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں کہ جنھوں نے ٹیڑھا راستہ اختیار کر لیا اور پھر اللہ عزوجل نے بھی ان کو ٹیڑھی راہ پر چلا دیا۔'' ❷

اسی طرح سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا: کیا وہ کفار ہیں؟ فرمایا: (نہیں) بلکہ وہ تو کفر سے فرار ہوئے تھے۔ پوچھا گیا: کیا وہ منافقین ہیں؟ فرمایا: منافقین تو اللہ کا ذکر بہت تھوڑا کرتے ہیں۔ (جبکہ خارجی تو اللہ کا ذکر اور عبادت بہت کرتے ہیں۔) پوچھا گیا: پھر وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ ایک ایسی قوم ہیں کہ جنھوں نے ہم پر سرکشی کا ارتکاب کیا اور پھر ہم نے اُن سے جنگ کی۔'' اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ فرمایا: خارجی ایک ایسی قوم ہیں جنھوں نے ہم پر سرکشی کی اور ہم ان پر کامیاب ہوگئے۔ ایک تیسری روایت میں ہے کہ فرمایا: خارجی ایک ایسی قوم ہیں کہ جنھیں فتنہ نے آ گھیرا اور وہ اس فتنہ میں اندھے اور بہرے ہوگئے ہیں۔ (یعنی حق سنتے ہیں اور نہ ہی حق دیکھتے ہیں۔) ❸

اسی طرح امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر کو بالخصوص اور امتِ اسلامیہ کو بالعموم اس کے بعد نصیحت کرتے ہوئے فرمایا ہے:'' اگر وہ کسی عدل و انصاف کرنے والے امیر المسلمین کی مخالفت کریں تو ان سے جنگ کرو اور اگر وہ کسی ظلم کرنے والے مسلمانوں کے حاکم کی مخالفت کریں تو پھر ان سے قتال نہ کرو۔ بلکہ اس وقت ان کی بات سنی جائے۔ ❹

امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا خوارج سے جنگ کرنے اور جنگ جمل وصفین میں مسلمانوں سے لڑنے کے متعلق قابل غور بات یہ ہے کہ: جنگ جمل وصفین میں تو آپ مسلمانوں سے جنگ کر کے بہت غمگین اور پشیمان

---

❶ دیکھئے: صحیح البخاری / کتاب التفسیر، حدیث : ٤٧٢٨، وفتح الباری : ٨٤٢/٥.

❷ دیکھئے: مصنف ابن ابی شیبہ : ٣٢٤/١٥، ٣٢٥ـ الاعتصام للشاطبی: ٦٢/١.

❸ دیکھئے: مصنف عبد الرزاق : ١٥٠/١٠. مصنف ابن ابی شیبہ : ٣٣٢/١٥ بسند صحیح.

❹ دیکھئے: مصنف ابن ابی شیبہ : ٣٢٠/١٥، فتح الباری : ٣٠١/١٢، له سند صحیح.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئے تھے جبکہ خارجیوں سے جنگ کرتے ہوئے آپ رضی اللہ عنہ پر خوشی اور مسرت کی کیفیت طاری تھی۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بلاشبہ نص صریح اور اجماعِ اُمت نے ان دونوں جنگوں کے درمیان واضح فرق کر دیا ہے۔ اس لیے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے خوارج سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے واردنصِ صریح کی بنیاد پر جنگ کی تھی، اس لیے آپ کو اس سے خوشی حاصل ہوئی تھی۔ پھر یہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں سے کسی نے بھی اس ضمن میں آپ رضی اللہ عنہ سے مخالفت نہیں کی تھی۔ جہاں تک صفین وجمل والے دن کا تعلق ہے تو اس دن جنگ کرتے ہوئے آپ کے چہرہ مبارک پر ندامت اور ناپسندیدگی کے آثار ظاہر تھے۔ ❶

❶ دیکھئے: مجموع الفتاویٰ لشیخ الاسلام : ۲۸/ ۵۱۶.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چھٹی فصل

امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے معرکوں کے فقہی اخبار منقولہ

امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بہت زیادہ علم اور اپنی وسعت فہم دین کی بنیاد پر باقی تمام لوگوں میں یہ بلند مرتبہ و مقام حاصل کرلیا کہ: آپ تفقہ فی الدین کے احکام وقواعد وضع کرسکیں۔ اور یہ اصول وقواعد تھے؛ بغاوت کرنے والوں کے ساتھ جنگ وقتال میں شرعی ضابطوں کا تقرر۔ اور پھر باغیوں کے بارے میں اہل السنہ والجماعۃ کے آئمۃ العلم اور فقہاء عظام رحمہم اللہ بھی بعد میں آپ کی سیرت طیبہ پر ہی چلتے رہے۔ اس ضمن میں انھوں نے احکام وقواعد فقہیہ کی طرف رہنمائی کرنے والی آپ رضی اللہ عنہ کی راہنمائی سے بھرپور استفادہ کیا۔ حتیٰ کہ اکثر اہل علم نے کہہ دیا: اگر امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی اپنے مخالفین سے جنگ نہ ہوتی تو ہم اہل قبلہ سے جنگ کے مسائل سے متعلق علم حاصل نہ کرپاتے۔ ❶

یہی بات سیّدنا علی رضی اللہ عنہ اس طرح مروی ہے۔ فرمایا: ''تمھاری رائے کیا ہے: ''اگر میں لوگوں سے دور رہتا تو پھر اس طریقے پر ان میں کون (سیدھی راہ) چلتا؟'' ❷

جناب احنف بن قیس رحمہ اللہ نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے کہا: جنابِ علی! بصرہ میں ہمارے لوگ گمان رکھتے ہیں کہ: اگر آپ کل اُن (خارجی) لوگوں پر غالب آجاتے ہیں تو آپ ان کے مردوں کو قتل کردیں گے اور ان کی عورتوں کو غلام لونڈی بنالیں گے؟ (حالانکہ وہ کلمہ پڑھتے، نمازیں ادا کرتے اور شعائر اسلام کو بجالاتے ہیں۔) فرمایا: ''اس ضمن میں میرے جیسے شخص سے خوف نہیں کھایا جاسکتا۔ (کہ وہ کوئی غلط فیصلہ واقدام کر بیٹھے گا۔) ایسا کام تو اس آدمی سے مباح ہوسکتا ہے کہ جس نے اسلام سے منہ موڑ کر کفر اختیار کرلیا ہو۔''

اس بنا پر بالتاکید اہل قبلہ (باغی مسلمانوں) سے جنگ کرنا چند وجوہات کی وجہ سے کافروں اور مرتدوں سے جنگ کرنے کے برعکس ہوگا۔ (۱)...... ایسے لوگوں سے جنگ کا مقصد ان کو ڈانٹنا، دھمکانا ہو اور ان کو قتل کرنے کا

---

❶ دیکھئے: ''التمهيد'' للباقلاني ص ۲۲۹۔ ''تحقيق مواقف الصحابه'': ۲/۲۹۵.

❷ مصنف عبد الرزاق: ۱۰/۱۲۴.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ارادہ نہ کیا جائے۔ اس لیے کہ ان کو امیر المسلمین (مسلمانوں کے حاکم وقت) کی اطاعت کی طرف واپس پلٹانا اور ان کے شر و فساد کو دور کرنا مقصود ہوتا ہے نہ کہ انھیں قتل کرنا۔ جبکہ مشرکین و مرتدین کو عمداً قتل کرنا جائز ہوتا ہے۔ ❶

(۲)......اگر غلام، عورتیں اور بچے باغیوں کے ساتھ مل کر امیر المسلمین کے لشکر سے لڑیں تو ان سب کا حکم آزاد، بالغ مرد کا حکم ہوگا۔ ان میں سے آگے بڑھ کر لڑنے والوں سے جنگ کی جائے گی اور ان میں سے پیٹھ پھیر کر پلٹ جانے (یا پیچھے بیٹھ رہنے) والوں کو چھوڑ دیا جائے گا۔ اس لیے کہ: ان سے جنگ ان کے مسلمانوں کو اذیت پہنچانے والے عمل کو دفع کرنا مقصود ہوتا ہے۔ جبکہ مرتدوں اور کافروں کے آگے بڑھ کر لڑنے والوں اور ان میں سے پیٹھ پھیر کر پلٹ جانے والے تمام لوگوں کو قتل کرنا جائز ہے۔ ❷

(۳)......اگر مسلمان باغی جنگ کرنا چھوڑ دیں یا تو دوبارہ اطاعت اختیار کر کے یا پھر ہتھیار پھینک کر اور یا پھر شکست کھا کر، یا پھر زخمی ہو جانے، بیمار ہو جانے یا قیدی بن کر لڑائی نہ کر سکنے کی وجہ سے تو...... ان کے زخمیوں کا نہ ہی تو کام تمام کرنا جائز ہوگا اور نہ ہی ان کے قیدیوں کو قتل کرنا۔ جبکہ مشرکوں (کافروں) اور مرتدوں کے زخمیوں کا کام تمام کرنا اور ان کے قیدیوں کو قتل کرنا جائز ہوتا ہے۔ چنانچہ ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''مصنف ابن ابی شیبہ'' میں امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے جنگ جمل والے دن اپنے سپاہیوں سے فرمایا تھا: ''میدان جنگ سے پیٹھ پھیر کر بھاگنے والے کا پیچھا مت کرو اور نہ ہی زخمی کا کام تمام کرو اور جو آدمی اپنے ہتھیار پھینک دے وہ حفظ و امان میں ہوگا۔'' ❸

مصنف عبد الرزاق میں ہے کہ: امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے جنگ بصرہ والے دن اپنے اعلان کرنے والے کو حکم فرمایا اور اس نے اعلان کیا تھا کہ: میدانِ جنگ سے پیٹھ پھیر کر پیچھے پلٹ جانے والے کا پیچھا نہ کیا جائے، نہ ہی زخمی کا کام تمام کیا جائے، نہ ہی قیدی کو قتل کیا جائے اور جو آدمی اپنا دروازہ بند کر کے گھر میں بیٹھ رہے یا ہتھیار پھینک دے تو وہ حفظ و امان میں ہوگا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس جنگ میں مدمقابل مسلمانوں کے سامان میں سے کچھ بھی (بطور مال غنیمت) نہیں لیا تھا۔ ❹

جنگِ جمل میں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا: ''میدانِ جنگ سے پیٹھ پھیر کر پیچھے مڑ جانے والے کا پیچھا نہ کرو۔ زخمیوں کو ختم نہ کرو اور قیدی کو قتل نہ کرو۔ عورتوں کے بارے میں محتاط رہو اگرچہ وہ تمھیں گالیاں ہی کیوں

---

❶ "المغني" ۸/۱۰۸، ۱۲٦.

❷ دیکھئے: المغنی (ابن قدامه): ۸/۱۱۰ و الاحكام السلطانية ص ٦٠.

❸ دیکھئے: مصنف ابن ابی شیبه : ۱۵/۲۳٦ و الفتح : ۱۳/۵۷ إسناده حسنٌ.

❹ دیکھئے: مصنف عبد الرزاق: ۱۰/۱۲۳، ۱۲۴ و تحقیق مواقف الصحابة : ۲/۲۹٦.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہی کیوں نہ دیں اور تمھارے اُمراء و حکام کو سخت برا بھلا کہیں۔ ہم نے جاہلیت میں دیکھا ہے کہ آدمی عورت کو چھڑی یا ڈنڈا مار بیٹھتا تو اسے اور اس کے بعد اس کی اولاد کو اس بات کا طعنہ دیا جاتا تھا۔❶ سیّدنا ابوامامہ الباہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: میں جنگ صفین میں حاضر تھا، دونوں طرف کے سپاہی زخمی کو قتل نہیں کرتے تھے نہ ہی وہ پیٹھ پھیر کر میدان جنگ سے بھاگ جانے والے کا پیچھا کر کے اسے قتل کرتے تھے اور نہ ہی وہ مقتولین کا مثلہ کرتے تھے۔❷

(۴)...... باغیوں کے قیدیوں کے متعلق مختلف حالات کا اعتبار کیا جائے گا۔ چنانچہ جس مسلمان باغی کے لڑائی سے رک جانے والے عمل سے حفظ و امان حاصل ہو گیا اسے آزاد کر دیا جائے گا اور جس سے لڑائی سے رک جانے اور باز رہنے والے عمل سے امن و امان حاصل نہ ہوا اُسے جنگ کے خاتمہ تک قید میں رکھا جائے گا اور اس کے بعد اسے آزاد کیا جائے گا۔ اس کے بعد اسے قید میں رکھنا جائز نہیں ہوگا۔ جبکہ اس کے مقابلے میں کافر کو جب تک چاہیں قیدی بنا کر رکھ سکتے ہیں۔❸

(۵)...... مسلمانوں باغیوں کے ساتھ جنگ کرنے میں معاہدہ کے پابند مشرکوں اور ذمیوں، کافروں سے مدد نہیں لی جائے گی۔ جبکہ ان کے مقابلے میں مرتدین، مشرکین اور کافروں کے ساتھ جنگ کرنے میں مشرکین و کفار اور ذمیوں سے مدد لی جا سکتی ہے۔❹

(۶)...... ایک مدت تک ولی امر المسلمین نہ ہی تو باغیوں سے صلح رکھے (وہ ہر وقت نگرانی میں رہیں۔) اور نہ ہی ان کے پاس مال امانت کے طور پر رکھے۔ اگر اس نے باغیوں سے ایک مدت تک صلح کر لی ہو تو اس پر پابندی اُس پر لازم نہیں ہوگی اور اگر امیر المسلمین اُن سے جنگ کرنے میں کمزور ہو تو وہ ان پر قوت حاصل کرنے تک انتظار کرے۔ (اور اس دوران میں وہ افرادی قوت اور اسلحہ کو جمع کرتا رہے۔) اور اگر مسلمان حاکم وقت نے اُن کے پاس کوئی مال امانت کے طور پر رکھا ہو تو اس کا یہ امانت رکھنے والا معاہدہ اور مال کے بارے میں باغیوں کی نگرانی باطل ہو جائیں گے۔ اگر اس مال میں سے کچھ حصہ باغیوں سے چھینا ہوا یا ان کے صدقات و خیرات اور فنڈز میں سے ہو تو وہ ان کو واپس نہیں کیا جائے گا بلکہ صدقات و خیرات والا مال حاکم وقت باغیوں کے اہل و عیال پر خرچ کرے گا اور لوٹ کا مال اس کے مستحقین پر۔ پھر یہ کہ باغیوں کا خالص اصلی مال و دولت (جاگیریں،

❶ دیکھئے: نصب الراية ٣/٤٦٣ و تحقيق مواقف الصحابة : ٢/٢٩٧.

❷ دیکھئے: المستدرك لحاكم : ٢/١٥٥. سنده صحيح ووافقه الذهبي.

❸ دیکھئے: الأحكام السلطانية ص ٦٠.

❹ ایضاً و تحقيق مواقف الصحابة : ٢/٢٩٨.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زمینیں، فصلیں، باغات اور گھر وغیرھا) کے بارے میں امیر المسلمین کے لیے جائز نہیں ہوگا کہ وہ ان کو اپنی یا حکومت کی ملکیت میں لے لے بلکہ ایسا اگر ہو جائے تو اس پر واجب ہے کہ وہ ان کے یہ رأس الاموال انھیں واپس لوٹا دے۔ ❶ اس لیے کہ امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے جنگ جمل میں مدمقابل اہل اسلام کے اموال کو حلال نہیں جانا تھا۔

(۷)...... اگر باغی لوگ کسی مدلل اور جائز دلیل کے ساتھ امام، حاکم وقت پر خروج (بغاوت) کریں تو وہ ان سے مراسلت کرے (حکومتی وفد باغیوں کے ساتھ جا کر مذاکرات کرے۔) اگر وہ لوگ حکومت کی طرف سے کسی ظلم کا ذکر کریں تو حاکم وقت اس ظلم کا ازالہ کرے اور اگر وہ کسی شبہ کا ذکر کریں تو وہ اسے واضح کرے۔ جیسا کہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے خوارج کے شبہ کو بالکل واضح کر دیا تھا اور پھر ان میں سے بہت سارے لوگ جناب علی رضی اللہ عنہ والی اصل جماعۃ المسلمین کی طرف واپس پلٹ آئے تھے۔ ❷ شبہات کے ازالہ کے بعد اگر باغی لوگ واپس جماعۃ المسلمین کی طرف پلٹ آئیں اور ملت اسلامی کا حصہ بن جائیں تو بہتر ہے ورنہ تمام اہل اسلام اور امیر المسلمین پر ایسے باغیوں سے لڑنا واجب ہے۔ ❸

(۸)...... اگر باغی مسلمان امیر المومنین کی اطاعت کا مظاہرہ کرنے سے باہر نہ ہوں (پوری اطاعت اختیار کیے رکھیں) اور نہ وہ کسی بڑے گھر میں علیحدہ ہو کر بیٹھیں۔ (کہ وہاں ان کی مشاورت چلے، اسلحہ جمع ہو اور ایک لمبی مدت کے لیے کھانے پینے کا سامان جمع کر لیں تا کہ حاکم وقت سے اگر لڑنا پڑے تو یہ سب کچھ اُن کے کام آ سکے۔) اور وہ ہوں بھی کچھ افراد کہ جن پر قابو پانا آسان ہو تو اُن کو ان کی حالت پر چھوڑ دیا جائے گا، اُن سے جنگ نہیں کی جائے گی اور یہ کہ اُن پر ہر اُس معاملے میں عدل و انصاف کے احکام لاگو ہوں گے کہ جس میں فیصلہ کرنا اُس پر واجب ہو۔ اسی طرح ان کے حقوق بھی ہوں گے (جن کو پورا کیا جائے گا۔) اور ان کے لیے حدود بھی ہوں گی۔ ❹

(۹)...... مسلمان باغیوں کے ساتھ ایسے اسلحہ کے ذریعے جنگ نہ کی جائے اور نہ اُن پر کسی ایسے اسلحہ سے حملہ کیا جائے کہ جو اُن کا سب کچھ تباہ و برباد کر کے رکھ دے۔ جیسے کہ (آج کل کے) آگ برسانے والے اسلحہ جات (راکٹ، بم اور بھاری اسلحہ ہے۔) توپیں اور ٹینک، ہوائی جہاز وغیرہ ہیں۔ نہ ہی ایسے باغیوں کے گھروں کو جلایا جائے اور نہ ہی ان کے پھلدار درختوں اور کھجور وغیرہ کے باغات کو کاٹا جائے۔ جبکہ کفار و مشرکین اور مرتدین

❶ دیکھئے: "الاحکام السلطانیة" للماوردی ص ٦٠.
❷ دیکھئے: السنن الکبریٰ للبیهقی" ٨/ ١٨٠.
❸ دیکھئے: مجموع الفتاویٰ : ٤/ ٤٥٠.
❹ دیکھئے: "الاحکام السلطانیه" للماوردی ص ٥٨.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ ایسا کرنا جائز ہے۔ اس لیے کہ مملکت اسلامیہ، دارالسلام میں کسی کے ساتھ ایسا سلوک کرنا ممنوع ہے۔ الا یہ کہ اگر اس کی کسی اضطراری حالت کے تحت ضرورت پیش آ جائے، جیسا کہ: باغی خود بھی ایسے ہتھیاروں کے ساتھ قلعہ بند ہو کر بیٹھ جائیں اور اس حربہ کے علاوہ ان کو شکست سے دوچار کرنا ممکن نہ ہو۔ تب اہل اسلام کے حاکم وقت کے لیے جائز ہے کہ وہ ایسے باغیوں پر توپوں، ٹینکوں اور ہوائی جہازوں کے ذریعے حملہ کر کے ان کی قوت کو توڑ دے۔ امام شافعی اور ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یہی حکم ہے۔ ❶

(۱۰)...... نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے درج ذیل فرمان کے موجب مسلمان باغیوں کے اموال کو غنیمت کے مال میں شامل کرنا اور ان کی اولادوں اور عورتوں کو قیدی بنانا قطعاً جائز نہیں ہے۔ فرمایا: "لَا یَحِلُّ مَالَ امْرِیءٍ مُسْلِمٍ اِلَّا بِطِیْبِ نَفْسٍ مِنْهُ" کسی بھی مسلمان آدمی کا مال کسی بھی دوسرے آدمی (یا حکومت) کے لیے حلال (اس مال کا قبضہ میں کر لینا یا چھین لینا جائز) نہیں ہے الا یہ کہ اس کی اپنی خوشی اور رضا سے ہو۔" ❷

جنگ جمل کے موقع پر سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا یہ قول بیان کیا جاتا ہے، فرمایا: "مَنْ عَرِفَ شَیْئًا مِنْ مَالِهِ مَعَ أَحَدٍ فَلْیَأْخُذْهُ" جو شخص اپنا کوئی مال کسی دوسرے (مدمقابل) کے پاس دیکھ لے تو اسے چاہیے کہ وہ اس سے لے لے۔ (چاہے بزور بازو لے۔) ❸ آپ رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان ان باتوں میں شامل تھا کہ جن پر خوارج آپ رضی اللہ عنہ پر عیب لگاتے تھے۔ چنانچہ وہ کہتے تھے: دیکھو! علی رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں سے جنگ تو کی ہے مگر نہ انھوں نے مدمقابل لڑنے والوں کو قیدی بنایا اور نہ ہی ان کے اموال غنیمت میں حاصل کیے۔ اگر مسلمانوں کے خون بہانے آپ کے لیے حلال تھے تو ان کے اموال بھی آپ کے لیے حلال تھے اور اگر ان کے اموال جنابِ علی رضی اللہ عنہ پر حرام تھے تو اُن کا خون بہانا بھی آپ پر حرام تھا۔ ان کی یہ بات سن کر سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اُن سے مناظرہ کے دوران فرمایا: کیا تم اپنی ماں، اُمّ المومنین سیّدہ عائشہ بنت الصدیق رضی اللہ عنہا کو قیدی بنانا چاہتے ہو؟ اور کیا تم اُن کے ساتھ وہی سلوک کرنا جائز سمجھتے ہو جو اُن کے علاوہ دوسروں سے جائز سمجھتے ہو؟ اگر تم کہو کہ: آپ رضی اللہ عنہا تم لوگوں کی ماں نہیں ہیں تو تم نے کفر کا ارتکاب کیا اور اگر تم یہ کہو کہ: وہ آپ لوگوں کی ماں تو ہیں مگر اس کے باوجود تم نے اُنھیں قیدی بنانا مباح جانا تو بھی تم کافر ہوئے۔" ❹

اسی مسئلہ کا پیچھا کرتے ہوئے ابن قدامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: چونکہ مسلمان باغیوں سے جنگ وقتال ان کے

❶ دیکھیے: المُغنی لابن قدامة : ۸/ ۱۱۰۔
❷ دیکھیے: "سنن الدار قطنی : ۳/ ۲۶" صححه الالبانی فی إرواء الغلیل : ۱۴۵۹۔
❸ دیکھیے: المُغنی لابن قدامة : ۸/ ۱۱۵۔
❹ دیکھیے: السنن الکبریٰ للبیهقی : ۸/ ۱۷۹ و خصائص امیر المومنین للنسائی ص ۱۹۷ اسناده حسنٌ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شر وفساد کو دور کرتے ہوئے انھیں حق کی راہ پر واپس لانا مقصود ہوتا ہے نہ کہ ان کے کفر کی وجہ سے ان سے جنگ کی جاتی ہے، اس لیے ان کی کوئی چیز (جان، مال اور عفت وعصمت وغیرہ) بھی مباح نہیں ہوتی الا یہ کہ جب ان کا فساد ختم کرنے والی ضرورت پوری ہو جائے (تو اس وقت ان کا قتل روک دیا جائے گا۔) جیسے کہ سرکشی اختیار کرنے اور ڈاکے ڈالنے والے مسلمانوں کے ساتھ سلوک کیا جاتا ہے۔ ان باغی مسلمانوں کے اموال اور ان کی اولاد کا حکم ''بچاؤ کی اصل'' پر باقی رہے گا۔ ❶

روایات کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ ایسے مسلمان باغیوں کے اسلحہ سے فائدہ اٹھانے کے جواز کے قائل تھے۔ چنانچہ ابن ابی شیبہ نے (اپنی کتاب مصنف میں) ابوالبختری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ: جب جنگ جمل میں مد مقابل فریق شکست کھا گیا تو امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو لوگ چھاؤنی سے باہر ہوں اُن کا پیچھا مت کرو اور نہ ہی ان کا جنھوں نے ہتھیار ہی نہ اٹھائے ہوں۔ البتہ اگر کوئی جانور ان کا یا اسلحہ مل جائے تو وہ تمھارا ہے۔ ❷

دوسری روایت میں ہے کہ فرمایا: سوائے ان چیزوں کے جو مد مقابل اہل اسلام کی چھاؤنی میں مل جائیں ان کے اموال میں سے کوئی چیز نہ لو۔ ❸

(۱۱)...... مسلمان باغیوں میں سے مقتولین کو غسل بھی دیا جائے گا اور کفنا کر ان کی نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی۔ اس لیے کہ وہ امام شافعی، اصحاب الرأي (اور اصحاب الحدیث) کے نزدیک مسلمان ہیں۔ ❹

(۱۲)...... اگر مسلمان باغیوں کا تعلق اہل بدعات (جیسے کہ روافض وغیرہ کے فرقے ہیں) سے نہ ہو تو ان کا شمار فاسقین میں نہیں ہوگا۔ امیر المسلمین، حاکم وقت اور اہل عدل کا ان کے ساتھ قتال و جنگ دین حنیف کے بعض امور کی غلط تاویل کرنے کی بنا پر ہوگا۔ وہ احکام میں مجتہدین فقہاء کی طرح ہوں گے اور ان میں سے جو شخص عادل ہوگا وہ اگر کسی جگہ گواہی دے تو اس کی گواہی قبول کی جائے گی۔ یہ امام شافعی رحمہ اللہ کا قول ہے۔

اور جہاں تک خوارج اور اہل بدعات کا تعلق ہے تو اگر وہ امام المسلمین، اہل اسلام کے حاکم وقت کے

---

❶ دیکھئے: تحقیق مواقف الصحابة : ۲/ ۳۰۰. ''بچاؤ کی اصل'' سے مراد نبی مکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے: " أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوْا أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ وَيُقِيْمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ ، فَإِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ عَصَمُوْا مِنِّيْ دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّ الْإِسْلَامِ وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ . " (صحيح البخاري، كتاب الايمان، حديث : ۲۵)

❷ دیکھئے: مصنف ابن ابی شیبه : ۱۵/ ۲۶۳.

❸ دیکھئے: تاريخ الطبرى نقلاً عن تحقيق مواقف الصحابة : ۲/ ۳۰۰.

❹ دیکھئے: تحقيق مواقف الصحابة : ۲/ ۳۰۱.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلاف بغاوت کریں تو ان کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی اس لیے کہ وہ فاسق لوگ ہیں۔ ❶

(۱۳)...... اگر مسلمان باغی مسلمانوں کے کسی شہر پر قبضہ کرلیں اور وہ وہاں سے خراج، زکاۃ کا مال اور جزیہ جمع کرنے لگیں اور اللہ کی حدود کو قائم کردیں تو جو مال انھوں نے جمع کیا ہوگا اس کا اُن سے مطالبہ نہیں کیا جائے گا۔ مگر یہ اس وقت ہوگا جب اس شہر پر عدل والے لوگ غالب آ جائیں۔ امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ جنگ جمل کے بعد جب اہل بصرہ پر غالب آ گئے تھے تو آپ نے ان سے کسی ایسی چیز کا مطالبہ نہیں کیا تھا جو انھوں نے مال کی مد میں جمع کر رکھی تھی۔ ❷

(۱۴)...... عادل مقتول کی وراثت کا حکم باغی کے حق میں:

اگر کوئی باغی (سرکش) اپنے کسی عادل رشتہ دار کو قتل کردے تو وہ اس کے ترکہ کا وارث نہیں بنے گا اور نہ ہی عادل اپنے باغی رشتہ دار کا وارث بنے گا جب اسے وہ قتل کردے۔ اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ''اَلْقَاتِلُ لَا یَرِثُ''...... ''قاتل اپنے مسلمان مقتول کا وارث نہیں بن سکتا۔'' ❸

(۱۵)...... اگر مسلمان باغیوں کی سرکشی و فساد کو ختم کرنا ان سے جنگ وقتال کیے بغیر ممکن نہ ہو تو پھر ان کا قتل کرنا جائز ہے۔ ایسی صورتِ حال میں جو اُن کو قتل کرے گا اُس پر کوئی گناہ نہ ہوگا۔ نہ اُس پر کوئی ضمانت ہوگی اور نہ ہی کوئی کفارہ۔ اس لیے کہ: اس نے وہی کام کیا جس کا اُسے قرآن میں حکم دیا گیا ہے اور اس نے اللہ کی ہی خاطر ان کو قتل کیا اللہ عزوجل کا حکم ہے:

﴿ وَاِنْ طَآئِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰهُمَا عَلَی الْاُخْرٰی فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰی تَفِیْٓءَ اِلٰٓی اَمْرِ اللّٰهِ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ ۝﴾ (الحجرات : ۹)

''اور اگر ایمان والوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو دونوں کے درمیان صلح کرا دو، پھر اگر دونوں میں سے ایک دوسرے پر زیادتی کرے تو اس (گروہ) سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے۔ پھر اگر وہ پلٹ آئے تو دونوں کے درمیان انصاف کے ساتھ صلح کرا دو اور انصاف کرو، بے شک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔''

---

❶ دیکھیے: المغنی لابن قدامہ ۸/۱۱۸ وتحقیق مواقف الصحابة : ۲/۳۰۱.

❷ المغنی : ۸/۱۱۹ وتحقیق مواقف الصحابة : ۲/۳۰۲.

❸ سنن ابن ماجه، کتاب الدیات، ۲/۸۸۳ و صحیح ابن ماجه : ۲۱۴۰.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر کوئی شخص (چاہے وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو) کسی دوسرے مسلمان شخص کی جان کے درپے ہو تو اُس کے لیے اپنی جان کا دفاع کرنا اس آدمی کو قتل کرنے کے ساتھ جائز ہے کہ جو اسے قتل کرنے کا ارادہ رکھے۔ بشرطیکہ اس کے قتل کے سوا دفاع ممکن ہی نہ ہو۔ اسی طرح جنگ کے دوران اہل عدل باغیوں کا جو مال تلف کر دیں تو اس مال کے بارے میں ان سے کوئی ضمانت نہیں لی جائے گی۔ ❶

اور اسی طرح جیسے کہ امام نووی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے، تمام اقوال میں سے صحیح ترین قول یہ ہے کہ: دورانِ جنگ باغی مسلمان جو کوئی جان اور مال تلف کر دیں گے ان پر بھی مقابلتاً ضمانت (کوئی جرمانہ وکفارہ وغیرہ) نہیں ہوگی۔ ❷

اس کے لیے دلیل وہ اجماع صحابہ ہے جسے امام زہری رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے کہ: باغی مسلمان سے کفالت وضمانت نہیں لی جائے گی جب وہ کسی عادل مسلمان کو قتل کر دے۔'' امام زہری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ: سب سے پہلا فتنہ (سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے والا) بھڑک اُٹھا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کثرت کے ساتھ موجود تھے اور ان میں بدری صحابہ بھی تھے۔ (رضی اللہ عنہم اجمعین) اور اُن سب کا اس بات پر اجماع تھا کہ کسی کو بھی قصاص کے لیے نہیں لے جایا جائے گا اور قرآن حکیم کی تاویل پر نہ ہی کسی کا مال لیا جائے گا۔'' ❸

مصنف عبد الرزاق میں ہے کہ: پہلا فتنہ جب اُٹھ کھڑا ہوا اور غزوۂ بدر میں شریک ہونے والے صحابہ کثیر تعداد میں موجود تھے تو ان کی رائے اس بات پر متفق ہوگئی کہ وہ کسی ایسے شخص پر حد قائم نہیں کریں گے جو باغی مسلمان ہو اور اس نے قرآن کی تاویل کے ساتھ کسی عورت کو نکاح کے لیے حلال جان لیا ہو۔ اور نہ ہی ایسے ہر آدمی سے کسی خون کے بارے میں قصاص لیا جائے گا کہ جس نے اُسے قرآن کی تعلیم کے ذریعے حلال کر لیا ہو اور نہ ہی ان کا کوئی مال واپس کیا جائے گا کہ جسے انھوں نے قرآنی تاویل کے ذریعے حلال کر لیا ہو۔ سوائے اس کے کہ بعینہٖ کوئی چیز موجود ہو (اسے کسی نے لیا نہ ہو) تو وہ مالک کو لوٹا دی جائے گی۔ ❹

---

❶ المغني : ۸/ ۱۱۲.

❷ دیکھئے: شرح النووی علی صحیح مسلم: ۷/ ۱۷۰.

❸ دیکھئے: السنن الکبریٰ للبیهقی : ۸/ ۱۷٤ بسند صحیح وتحقیق مواقف الصحابة : ۲/ ۳۰۳.

❹ دیکھئے: مصنف عبد الرزاق : ۱۰/ ۱۲۱.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتویں فصل

خوارج کی اہم نشانیاں

فرقہ خوارج کی تاریخ کے متعلق ریسرچ، تحقیق کرنے والا آدمی اس فرقہ کے پیروکاروں کی کچھ نشانیاں اور علامتیں ضرور ملاحظہ کرتا ہے کہ جن کے ساتھ یہ لوگ ہر دور میں متصف رہے ہیں۔ ان میں سے بعض کا تذکرہ ہم پورے دلائل سے یہاں کیے دیتے ہیں۔

(ا)...... دینِ حنیف کے بارے میں غلو سے کام لینا:

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ: خوارج اطاعت وعبادت گزاری والے لوگ ہیں۔ یہ لوگ دین اسلام کو مضبوطی سے عملاً تھامے رکھنے اور اسلام کے احکام واوامر کی تنفیذ کے بارے میں مکمل حریص ہوا کرتے تھے۔ اسی طرح وہ ہر اُس عمل سے دور رہتے کہ جس سے اسلام نے منع کیا ہے۔ بعینہ ان میں ہر گناہ اور غلطی میں پڑنے سے مکمل گریز کرنا ان کی پہچان رہی ہے یعنی ہر وہ گناہ اور غلطی کہ جو اسلام کے مخالف ہو۔ حتیٰ کہ یہ باتیں اس فرقہ میں ایک علامت کے طور پر معروف ہوگئیں اور ان باتوں میں کسی اور کے ساتھ ان کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا۔ نہ ہی نبی مکرم ﷺ کے درج ذیل فرمان کے موجب اس بات کے معاملے میں کوئی دوسری بات زیادہ مدلل ہوسکتی ہے۔ فرمایا: ''يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ لَيْسَ قِرَاءَتُكُمْ إِلَى قِرَاءَتِهِمْ بِشَيْءٍ وَلَا صِيَامُكُمْ إِلَى صِيَامِهِمْ بِشَيْءٍ'' ...... وہ قرآن کی تلاوت اس طرح کریں گے کہ تمھاری تلاوتِ قرآن ان کے مقابلے میں کچھ حیثیت نہ رکھے گی اور نہ ہی تمھارے روزے ان کے (نفلی) روزوں کے سامنے کوئی حیثیت رکھیں گے۔ [1]

سیّدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جب ان لوگوں کے ساتھ مناظرہ کے لیے ان کے پاس گئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے (واپس آکر) ان کی نشانیاں اس طرح سے بیان کیں۔ فرمایا: میں ایک ایسی قوم (خوارج) کے پاس گیا کہ میں نے اس سے پہلے کسی شخص کو ان سے زیادہ اجتہاد کرنے والا نہیں پایا۔ ان کی پیشانیوں پر کثرتِ سجود کی وجہ سے پھوڑے سے بنے ہوئے تھے۔ ان کے ہاتھ سجدوں سے واپس اٹھتے ہوئے زمین پر ٹیکنے کی وجہ سے اونٹوں کے گھٹنوں میں پڑی ہوئی گرہوں کی طرح ہو چکے تھے۔ انھوں نے پنڈلیوں تک اُٹھی ہوئی صاف ستھری قمیصیں

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الزكاة و شرح النووي : ۷/ ۱۷۱.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہنی ہوئی تھیں۔ شب بیداری کی وجہ سے ان کے چہروں کے رنگ بدل چکے تھے۔ ❶

جندب الازدی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ: ہم امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ جب خوارج کی طرف پلٹے اور ہم ان کی چھاؤنی میں پہنچے تو ہم نے مشاہدہ کیا کہ قرآن حکیم کی کثرتِ تلاوت کی وجہ سے (کہ ان میں سے اکثر قرآن کی تلاوت کر رہے تھے۔) شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ جیسی آواز آ رہی ہے۔ ❷ یہ لوگ صیام وصلاۃ اور تلاوتِ قرآن والے تھے۔ مگر غلو اور تشدد کی حد تک اعتدال کی حد سے تجاوز کر گئے تھے۔ حتیٰ کہ یہ تشدد ان کو اسلام کے بنیادی اُصول وقواعد کی مخالفت کی طرف ہانک کر لے گیا جس نے ان کی عقلوں کو سلب کر کے رکھ دیا۔ جیسے کہ کبیرہ گناہ کے مرتکب پر تکفیر کا فتویٰ تھا۔ ان کے عقائد وافکار پر آگے گفتگو ہوگی۔ ان شاء اللہ۔

ان میں سے بعض تو اس حد تک مبالغہ کی حدود میں جا داخل ہوئے کہ ہر اس شخص پر وہ کفر کا فتویٰ لگا دیتے جو صغیرہ گناہوں میں سے کسی گناہ اور غلطی کا ارتکاب کر بیٹھتا۔ کہتے: یہ کافر ومشرک ہے جو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہے گا۔ ❸

اس تشدد کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس روش نے انھیں دین حنیف کی حدود اور دین حنیف کے اعلیٰ ترین اہداف سے باہر نکال دیا اور یہ کہ وہ ہر اُس مسلمان کو کافر قرار دینے لگے جو اُن جیسی رائے نہیں رکھتا تھا۔ کم از کم اس پر کفر اور نفاق کی تہمت ضرور رکھتے حتیٰ کہ انھوں نے اپنے مخالفین کا خون بہانا حلال جان لیا اور اُن میں سے وہ بھی تھے کہ جنھوں نے اپنے مخالفین کی عورتوں اور بچوں کے قتل کو بھی مباح جان لیا جیسے کہ ازرقیوں کا ٹولہ تھا۔ ❹

اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ: جہالت، تشدد اور بدسلوکی جیسی بری خصلتوں کے ساتھ خوارج جو متصف ہوئے تو انھوں نے دین حنیف، اسلامی شریعت مطہرہ کی نہایت بری طرح سے شکل ہی بگاڑ دی۔ غلط قسم کی تاویلوں اور غلط اجتہاد میں اس اغراق نے انھیں اسلام کی روح، اسلام کی خوبصورتی اور اس کے اعتدال سے باہر نکال دیا۔ وہ اپنی گمراہی کے اس استغراق میں ایسے راستے پر چل کھڑے ہوئے کہ جس کے بارے میں نہ ہی تو نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ فرمایا تھا اور نہ ہی قرآن کریم نے اس طرح دعوت دی ہے۔ جہاں تک اُس تقویٰ کا تعلق ہے کہ جس کا وہ اظہار کیا کرتے تھے تو اس کا تعلق ایک اندھے تقویٰ سے تھا اور اعمال کی وہ درستگی واصلاح کہ جس سے وہ پوری طرح مزین تھے وہ بھی ظاہری تھی۔

---

❶ دیکھئے: تلبیس ابلیس ص ۹۱.

❷ ایضاً ص ۹۳.

❸ دیکھئے: ابن قیم رحمہ اللہ کی: ''الفصل فی الملل والنحل'' : ۴/۱۹۱ اور ناصر السعوی کی ''الخوارج'' ص ۱۸۳!

❹ دیکھئے: السعوی کی ''الخوارج'' ص ۱۸۳، ص ۱۸۴ اور تلبیس ابلیس ص ۹۵.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن کی تاویل اُن کی بظاہر نہایت خوبصورت مگر جھوٹ سے آراستہ تھی۔ انھوں نے تاویل میں گمراہ کن استغراق، تشدد اور دین حنیف میں اس غلو کے ساتھ جنت کی جو طمع رکھ کر اس کے لیے پوری پوری جدوجہد کی تھی، اس نے انھیں صحیح منہج و حد سے نکال کر باہر کیا۔ ❶ اسی لیے نبی کریم ﷺ نے دین میں تشدد اور معاملے کی تہہ تک پہنچنے کے لیے پوری کوشش کر ڈالنے سے خبردار فرمایا ہے۔ اس لیے کہ یہ راستہ اعتدال اور اسلام کی عظمت و فیاضی کے راستے سے یکسر مخالف ہے۔ نبی مکرم ﷺ نے اس بات کی بھی خبر دی ہے کہ غلو و مبالغہ سے کام لینے والا شخص ہلاکت اور خسارے کا مستحق ہوتا ہے۔ صحیح حدیث میں نبی مکرم ﷺ سے ثابت ہے کہ فرمایا: "هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُوْنَ"...... دین حنیف میں غلو و مبالغہ سے کام لینے والے ہلاک ہو گئے۔ (اور ہو جائیں گے۔) ❷

یہ بات رسول اللہ ﷺ نے تین بات ارشاد فرمائی۔ اس سے ہمارے لیے خوارج کی جڑیں واضح ہو جاتی ہیں کہ وہ کتنی پرانی تھیں۔ اسی طرح جو بھی اسلام کی عظمت و فیاضی اور دین کی آسانی کے خلاف تشدد اور بے راہ روی والے منہج پر چلا تو وہ ہلاک ہو گیا۔ اس لیے کہ بلاشبہ اسلام آسانی اور حسن سلوک و فیاضی کا دین ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((إِنَّ الدِّيْنَ يُسْرٌ وَلَنْ يُشَادَّ الدِّيْنَ أَحَدٌ إِلَّا غَلَبَهُ، فَسَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا وَأَبْشِرُوْا وَاسْتَعِيْنُوْا بِالْغَدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ وَشَيْءٍ مِّنَ الدُّلْجَةِ .)) ❸

"بے شک دین آسان ہے اور جو شخص دین میں سختی اختیار کرے گا، دین اس پر غالب آ جائے گا۔ (اس کی سختی نہ چل سکے گی۔) اس لیے اپنے عمل میں پختگی اختیار کرو اور جہاں تک ممکن ہو میانہ روی برتو اور خوش ہو جاؤ (کہ اس طرز عمل سے تمھیں آخرت کے فوائد حاصل ہوں گے) صبح، دوپہر، شام اور کسی قدر رات میں اللہ کی عبادت سے مدد حاصل کرو۔"

(۲)...... دینِ حنیف کے بارے میں جہالت:

خوارج کی بڑی مصیبتوں میں سے ایک آفت ان کی کتاب و سنت سے لاعلمی و جہالت اور غلط فہمی والی عادتِ بد ہے۔ اسی طرح ان کی دوسری بری صفت دینِ اسلام کے بارے میں تدبر اور عقل سے کام لینے والی کمی اور قلت ہے کہ وہ نصوص کا اطلاق ان کے صحیح اور درست مقامات پر نہیں کرتے۔ سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما انھیں

---

❶ الخوارج للسعوي ص ١٨٤.

❷ دیکھیے: صحیح مسلم، کتاب العلم، شرح النووی: ١٦/ ٢٢٠.

❸ صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب: اَلدِّیْنُ یُسْرٌ، حدیث: ٣٩، فتح الباری: ١/ ٩٣.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دنیا کی ساری مخلوق سے زیادہ شر والا جانتے تھے۔ فرماتے تھے: خوارج نے ان آیات کریمہ کو جو کافروں کے بارے میں نازل ہوئی تھیں ایمان والوں پر منطبق کر دیا۔ (اور مسلمانوں پر کفر کا فتویٰ لگا دیا۔) ❶

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے جب حروریوں کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا کہ: ''وہ مسلمانوں پر کفر کا فتویٰ لگاتے ہیں، مسلمانوں کے خون اور اموال کو حلال جانتے ہیں (کہ جیسے چاہیں ان کے خون بہائیں اور ان کے اموال چھینیں۔) عورتوں سے ان کی عدتوں کے اندر ہی نکاح کر لیتے ہیں۔ ان کے پاس کوئی عورت آجاتی ہے اور اس سے کوئی ان میں سے نکاح کر لیتا ہے حالانکہ وہ پہلے سے شادی شدہ بھی ہوتی ہے۔ ان کو قتل کرنے کے اعتبار سے میں ان سے بڑھ کر کسی کو حقدار نہیں جانتا۔ ❷

اللہ عزوجل کی شریعت مطہرہ کے بارے میں ان کی جہالت میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ: ان کی رائے میں قرآن کے مطابق فیصلے کرنا وہ معصیت ہے کہ جو کفر کو واجب کر دیتی ہے۔ اس لیے جو اس معصیت کا ارتکاب کر بیٹھے اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے بارے میں کفر کا اعتراف کرے اور اللہ کے ہاں توبہ کرے۔ ❸

اسی بات کا انھوں نے امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا تھا۔ خارجی لوگ آپ رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کرنے لگے کہ آپ اپنے اوپر کفر کا اعتراف کریں اور پھر اللہ کے ہاں تائب ہو جائیں۔ خوارج امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھ تمام انصار و مہاجرین صحابہ کرام کو غلطی پر شمار کرتے تھے۔ اُن کا ان اصحاب اطہار کے بارے میں یہ اعتقاد تھا کہ خارجی لوگ ان سے زیادہ علم رکھتے ہیں اور رائے میں ان سے زیادہ اولیٰ ہیں۔ واللہ! یہ عین جہالت اور گمراہی تھی۔ ❹

خارجیوں کی انتہائی قبیح جہالتوں میں سے ایک یہ بھی تھی کہ انھوں نے جناب عبداللہ بن خباب رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ ایک حاملہ ان کی اُمّ ولد کو دیکھا۔ انھوں نے ان کے ساتھ بعض معاملات میں مناقشہ کیا۔ پھر اُنھوں نے ان سے سادا تنا عثمان و علی رضی اللہ عنہما کے بارے میں سوالات کیے۔ جناب عبداللہ بن خباب رضی اللہ عنہ نے ان دونوں اصحاب کی تعریف کی۔ اس پر اُنھوں نے ان کو خوب ڈرایا دھمکایا اور ان کو دھمکی دی کہ وہ ان کو بری طرح سے قتل کر دیں گے۔ چنانچہ انھوں نے ان کو قتل کر دیا اور عورت کا پیٹ پھاڑ ڈالا۔ ❺

---

❶ تفصیل کے لیے: محمد عبدالحکیم کی ''ظاهرة الغلو فی الدين'' ص ۱۱۴.

❷ دیکھیے: الاعتصام للشاطبی : ۱۸۴،۱۸۳/۲.

❸ دیکھیے: مصنف ابن ابی شیبه : ۳۱۳،۳۱۲/۱۵، وارواء الغليل للألبانی : ۱۱۹،۱۱۸/۸ وتلبيس ابليس ص ۹۳.

❹ دیکھیے: السعوی کی ''الخوارج'' ص۱۸٦.

❺ تلبیس ابلیس ص ۹۳.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی دوران ذمیوں کا ایک خنزیر ان کے پاس سے گزرا جسے ان میں سے ایک شخص نے مار ڈالا۔ خارجیوں نے اس گناہ سے بچنے کا اظہار و اعلان کیا، خنزیر کے مالک کو تلاش کر کے اسے اُس کے جانور (خنزیر) کے بارے میں راضی کیا۔ کس قدر تعجب کی بات ہے: کیا ان کے نزدیک خنزیر مسلمانوں سے زیادہ (اور وہ نبی معظم ﷺ کے صحابہ کہ جن کی عظمت و رفعت کی گواہی قرآن نے کئی مقامات پر دی ہے۔) حرمت والے تھے؟ اور وہ دعویٰ بھی اسلام کا کریں؟ ❶

بات سیدھی سی یہی ہے کہ یہ نظریات و افعال دراصل جاہلوں کی وہ عبادت تھی کہ جسے نفسانی خواہشات اور شیطان نے ان کو حفظ کروا رکھا تھا۔ ❷

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: خارجیوں نے جب اپنے مخالفین پر کفر کا فتویٰ لگایا تو ان کے خون بہانے بھی انھوں نے حلال کر لیے اور ذمیوں کو یہ کہہ کر چھوڑ دیا کہ: ہم ان کے عہد معاہدہ کی نفی کرتے ہیں۔ یہ کہہ کر مشرکین سے جنگ کرنا انھوں نے چھوڑ دیا اور مسلمانوں سے قتال کرنے میں وہ مشغول ہو گئے۔ یہ سب کچھ جاہلوں کی عبادت کے آثار میں سے ہے کہ جن کے دل قرآن و سنت والے علم کے نور سے منور ہی نہیں ہوئے اور نہ ہی انھوں نے اس علم کو مضبوطی سے تھاما۔ اس ضمن میں یہی بات کافی ہے کہ ان کے سب سے بڑے (ابن خویصرہ) نے رسول اللہ ﷺ کے حکم کو قبول نہ کیا اور آپ ﷺ کے عدل کو ظلم سے نسبت دے ڈالی۔ ہم اللہ تعالیٰ سے ان باتوں سے سلامتی کا سوال کرتے ہیں۔ ❸

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ ان کے بارے میں فرماتے ہیں: هُمْ جُهَّالٌ فَارَقُوا السُّنَّةَ وَالْجَمَاعَةَ عَنْ جَهْلٍ" ...... "یہ خارجی جاہل تھے۔ انھوں نے جہالت کی بنیاد پر سنت نبوی (علی صاحبہا التحیۃ والسلام) اور جماعۃ المسلمین سے علیحدگی اختیار کر لی تھی۔" ❹

ان تمام شواہد و دلائل سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ: اسلام کی طرف منسوب فرقوں میں سے خارجیوں کے اس فرقے کی بالکل واضح نشانیوں اور علامتوں میں سے "جہالت و لاعلمی" ایک کھلی ہوئی علامت تھی۔ (اور آج بھی ہے۔) جہالت ایک ایسا عاجز کر دینے والا مرض ہے جو اپنے مریض کو یوں ہلاک کر دیتا ہے کہ وہ اس کا ادراک بھی نہیں کر پاتا۔ بلکہ بسا اوقات وہ خیر، بھلائی کا ارادہ کرتا ہے مگر اس کے برعکس وہ شر اور فساد

---

❶ دیکھیے: فتح الباری شرح صحیح البخاری : ۱۲/ ۲۸۵.

❷ الخوارج للسعوی ص ۱۸۷.

❸ دیکھیے: فتح الباری : ۱۲/ ۳۰۱.

❹ دیکھیے: منهاج السُّنّة : ۳/ ٤٦٤.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں جا واقع ہوتا ہے۔''❶

(۳)......امیر المسلمین کی اطاعت سے انکار:

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ان خوارج کی گمراہی میں سے ایک یہ بات بھی ہے کہ وہ ہدایت و اسلام کے آئمہ اور جماعۃ المسلمین کے بارے میں اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ عدل سے کام نہیں لیتے اور یہ کہ وہ گمراہ ہیں۔ یہی سنت سے خارج رافضیوں اور ان جیسے دوسرے گمراہ فرقوں کا ماخذ ہے۔ پھر جس کام کے بارے میں وہ رائے رکھتے ہیں کہ یہ ظلم ہے اسے وہ اپنے نزدیک کفر شمار کرنے لگتے ہیں۔ اس کے بعد اس کفر پر ایسے احکام مرتب کرنے لگتے ہیں کہ جنھیں انھوں نے خود مرتب و ایجاد کیا ہوتا ہے۔''❷

اس کے ساتھ ساتھ انھوں نے امیر المسلمین کی اطاعت و فرمانبرداری کی لاٹھی کو توڑ دیا ہے اور مسلمانوں کے وحدت والے کلمہ کی تفریق میں پوری پوری جدوجہد کر ڈالی ہے۔ امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے متعلق اس ضمن میں ان کا موقف اس بات کو بالکل واضح کرتا ہے۔ اس حیثیت سے کہ وہ اس اطاعت سے بالکل الگ تھلگ ہو گئے اور انھوں نے آپ رضی اللہ عنہ کی سب سے زیادہ حرج والے موقف کے بارے میں پوری پوری مخالفت کرتے ہوئے آپ کے حکم کی نافرمانی کی۔''❸

اولیاء الامور کی نافرمانی والی ان کی یہ علامت اور نشانی تاریخ کے ہر دور میں باقی رہی ہے۔ ایسے کسی بھی معاملہ میں جب کبھی بھی کسی نے اُن کی مخالفت کی انھوں نے اس سے عداوت کی اور اسے انھوں نے پیچھے پھینک دیا۔ حتیٰ کہ وہ اس ضمن میں خود کئی فرقوں میں بٹ گئے اور ایک دوسرے پر کفر کا فتویٰ لگانے لگے۔ اسی بنا پر اُن کی آپس میں لوٹ مار، چیر پھاڑ اور بغاوتیں ہونے لگیں۔❹

(۴)......گناہوں کی وجہ سے کفر کا فتویٰ لگانا اور مسلمانوں کے خون، مال حلال جاننا:

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: خوارج اور اہل بدعات و خرافات کے مابین دوسرا فرق یہ ہے کہ وہ گناہوں اور غلطیوں کی بنا پر اہل ایمان کو کافر قرار دینے لگتے ہیں اور مسلمانوں کو گناہوں کی بنا پر کافر قرار دینے کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ مسلمانوں کے خون بہانے اور مال چھیننے کو حلال جاننے لگتے ہیں۔ وہ یہ عقیدہ رکھنے لگتے ہیں کہ دار الاسلام (مسلمانوں کا ملک) دار الحرب ہے اور اُن کا اپنا ملک، علاقہ دار الایمان ہے۔ رافضیوں کے جمہور بھی

---

❶ دیکھیے: محمد حکیم الترمذی کی ''نوادر الأصول ص ٥٤ اور السعوی کی ''الخوارج'' ص ١٨٨.

❷ دیکھیے: الفتاوٰی : ٤٩٧/٢٨.

❸ الخوارج للسعوی : ص١٩١.

❹ دیکھیے: الخوارج ص ١٩٢.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہی بات کہتے اور اسی پر عمل کرتے ہیں۔ چنانچہ یہی وہ اصل بدعت ہے کہ جو رسول اللہ ﷺ کی حدیث مبارک والی نص صریح سے ثابت ہے اور اجماع سلف صالحین سے بھی کہ یہ عقیدہ وعمل بدعت ہے۔ اُن کے اس عقیدہ وعمل نے اللہ عزوجل کی عفوو درگزر کو گناہ بنا کر رکھ دیا ہے اور غلطی کو کفر بنا دیا ہے۔ ❶

بعض خاص آراء کی بنا پر خارجی لوگ دیگر مسلمانوں سے جانے پہچانے جاتے ہیں اور انہی آراء کی وجہ سے انھوں نے جماعۃ المسلمین کو چھوڑ رکھا ہے۔ انھوں نے اپنی آراء کو اس دین میں شمار کر رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے علاوہ کسی رائے اور موقف کو قبول ہی نہیں کرتا اور جو کوئی ان آراء میں ان کی مخالفت کرے تو ان کے گمان میں وہ دین سے خارج ہوگیا۔ پھر یہ کہ انھوں نے اس شخص سے براءت کو واجب قرار دیا ہے۔ بلکہ ان میں سے وہ لوگ بھی ہیں جو اس ضمن میں نہایت غلو سے کام لیتے ہیں اور انھوں نے اپنے مخالفین سے جنگ کرنا واجب کرلیا ہے اور مسلمانوں کا خون بہانا بھی۔ ❷

اسی ضمن میں انھوں نے سیّدنا عبداللہ بن خباب رضی اللہ عنہ کو بغیر کسی سبب کے قتل کر ڈالا۔ ان کی غلطی صرف یہ تھی کہ انھوں نے خوارج کی رائے سے اتفاق نہیں کیا تھا۔ ❸ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس کے بعد انھوں نے مسلمان عورتوں اور بچوں کو قتل کرنا شروع کردیا اور وہ حاملہ عورتوں کے پیٹ پھاڑ ڈالتے۔ ایسے ایسے کام کرتے کہ جنھیں عام مسلمان نہیں کرتے تھے۔ ❹

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جیسا کہ خوارج کی بدعت ہے، اُمت میں سب سے پہلی بدعت قرآن کے سوءِ فہم کی وجہ سے ایجاد ہوئی تھی۔ اُنھوں نے قرآن حکیم کے ساتھ معارضہ کا ارادہ نہیں کیا تھا۔ بلکہ انھوں نے قرآن سے اُس فہم کو حاصل کیا کہ جو قرآن کے صحیح فہم پر دلالت نہیں کرتا تھا۔ چنانچہ انھوں نے گمان کرلیا کہ گنہگار لوگوں کو کافر قرار دینا واجب ہے۔ اور یہ عقیدہ قائم کرلیا کہ مومن تو ہوتا ہی متقی اور صالح ہے۔ کہتے تھے: جو شخص نیک صالح اور متقی پرہیز گار نہیں وہ کافر ہے اور وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہے گا۔ پھر کہنے لگے: سادا تنا عثمان بن عفان اور علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہما اور ان کی اطاعت کرنے والے مومن نہیں ہیں۔ اس لیے کہ انھوں نے اس چیز کے خلاف فیصلے کیے (اور خلافت کو قائم کیا ہے) جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے نازل ہی نہیں کیا۔

ان کی اس بدعت کی پیش پیش (بطورِ مقدمہ) دو ہی چیزیں تھیں۔

---

❶ دیکھئے: الفتاویٰ ۱۹/۷۳.

❷ دیکھئے: "منهاج السنّه" ۳/۶۲.

❸ تفصیل کے لیے: الفرق بین الفرق للبغدادی ص ۵۷۔ الخوارج السعوی ص ۱۹۱ دیکھ لیجیے۔

❹ دیکھئے: البدایه والنّهایه : ۳/۲۹۴.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ا..... بلاشبہ جو آدمی قرآن کی مخالفت کسی عمل یا کسی رائے کے ساتھ کرتا ہے وہ اس میں غلطی کرتا ہے اور وہ کافر ہو جاتا ہے۔

ب...... بلاشبہ عثمان بن عفان، علی بن ابو طالب اور ان دونوں کی اطاعت کرنے والے رضی اللہ عنہم و رحمہم اللہ سب کے سب اسی طرح گنہگار اور کافر تھے۔ (العیاذ باللہ)

اس لیے اہل ایمان کو گناہوں اور غلطیوں کی بنا پر کافر قرار دینے سے بچنا واجب ہے۔ بلاشبہ اسلام میں یہ پہلی بدعت تھی جو ظاہر ہوئی اور اس بدعت کو اختیار کرنے والوں (خارجیوں) نے اہل اسلام کو کافر قرار دیا اور ان کے اموال اور ان کے خون کو لوٹنا، گرانا حلال جانا۔ ان لوگوں سے جنگ کرنے اور ان کی مذمت کرنے کے متعلق کتابوں میں صحیح احادیث نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے وارد ہیں۔ [1]

(۵)......خوارج کا نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ''ظلم'' جیسے فتویٰ کا جائز سمجھنا:

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: خوارج ظالموں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اس الزام کو جائز سمجھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (نعوذ باللہ من ذلک) ظلم کرتے ہیں اور اپنی سنت میں گمراہی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اس مفروضہ وتہمت کی بنا پر انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وفرمانبرداری کو واجب نہیں جانا۔ بلکہ ان ظالموں نے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق صرف انہی باتوں میں کی جو آپ کو قرآن میں پہنچا ہے نہ کہ ان شرعی احکام واوامر کی جنھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُس سنت مطہرہ کے ساتھ مشروع قرار دیا کہ جو ان کے گمان میں قرآن کی مخالفت کرتی ہے۔ (یعنی منکرین حدیث وسنت کی ابتداء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے دور سے ہی ہو چکی تھی۔) آج بھی خارجیوں اور بدعتیوں کی اکثریت درحقیقت اس معاملے میں انہیں ابتدائی خوارج کی پیروی کرتے ہیں۔ وہ ظالم یہ رائے رکھتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر کسی مسئلہ میں ان کے اقوال وآراء کے خلاف فرمایا ہو تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان اُمور میں اتباع نہیں کریں گے۔ بلکہ وہ اپنے آپ سے دلیل کے ساتھ دفاع کریں گے یا تو نصوص نقلیہ کو رد کر کے یا پھر حدیث وسنت کی اپنی مرضی کے مطابق تاویل کر کے۔ چنانچہ کبھی یہ لوگ آپ کو صحیح اسناد پر جرح وطعن کرتے نظر آئیں گے اور کبھی متن پر۔ حالانکہ حقیقت میں یہ لوگ سنت وحدیث مبارک پر ایمان رکھ کر کہ جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے تھے، اس کی اتباع کرنے والے ہرگز نہیں ہیں اور نہ ہی دراصل وہ قرآن حکیم کی اتباع کرنے والے ہیں۔ (اس لیے کہ قرآن میں بیسیوں مقامات پر نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل طور پر اتباع کا حکم اہل ایمان کو دیا گیا ہے۔) [2]

---

[1] دیکھئے: الفتاوی لشیخ الاسلام ابن تیمیہ : ۱۳/ ۳۰-۳۱۔ [2] دیکھئے: فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ : ۱۹/ ۷۳۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۶)......عیب لگانا اور گمراہی کی طرف نسبت کرنا:

خوارج کی سب سے زیادہ واضح نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ وہ ملت اسلامیہ میں رشد و ہدایت کے آئمہ کرام کے بارے میں عیب لگاتے اور ان کی نسبت گمراہی کی طرف کرتے ہیں۔ وہ ائمہ وعلماءِ امت رحمہم اللہ جمیعاً پر عدل وانصاف اور درست راہ سے ہٹ جانے کا حکم لگاتے ہیں۔ ان کی یہ پہچان ذوالخویصرہ کے نبی آخر الزمان محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عدم عدل کے موقف میں روزِ روشن کی طرح واضح ہوگئی تھی جب اس رئیس الخوارج نے نبی مکرم ﷺ کو مخاطب کر کے کہا تھا: "يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِعْدِلْ ...... اللہ کے رسول! عدل سے کام لیجیے۔" ❶

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ذوالخویصرہ اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ سے زیادہ زہد وتقویٰ والا جانتا تھا اور یہ کہ اُس نے نبی مکرم ﷺ پر ظلم اور اموال کی تقسیم میں عدل سے باہر نکل جانے کا حکم لگایا تھا۔ تاریخ کے تمام ادوار میں خارجیوں کی یہ پہچان اور صفت ان کے ساتھ منسلک ہوکر رہ گئی اور ان کی اس خصلت بد کا مسلمانوں میں بہت برا اثر پیدا ہوا اور ان کے مذہب میں اسی بنیاد نے احکام واعمال مرتب کیے۔ ❷

(۷)...... بدگمانی:

خوارج کی یہ ایک اور خصلت بد اور پہچان ہے جو رسول اللہ ﷺ پر عدم اخلاص کا حکم لگانے کی بنا پر جاہل اوّل ذوالخویصرہ سے ظاہر ہوئی تھی۔ وہ جاہل ظالم کہنے لگا: "وَاللّٰهِ إِنَّ هٰذِهِ لَقِسْمَةٌ مَا عُدِلَ فِيْهَا وَمَا أُرِيْدَ فِيْهَا وَجْهَ اللّٰهِ ...... اللہ کی قسم! بلاشبہ یہ وہ تقسیم اموال ہے کہ جس میں عدل سے کام نہیں لیا گیا اور نہ ہی اس سے اللہ کی ذاتِ اقدس کا ارادہ کیا گیا ہے۔ (یعنی اس تقسیم کے پیش نظر نہ اللہ کا ڈر تھا اور نہ ہی عدل) ❸

جاہلوں کے سردار ذوالخویصرہ نے جب دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اموالِ غنیمت مالدار، قوم کے سرداروں کو عطا کر دیا ہے اور فقراء کو اُن سے بہت کم دیا ہے تو اُس نے اس تصرف کو بہت ہی عمدہ جائے تصرف پر صرف کرنے کا حکم نہیں لگایا۔ (درحقیقت نبی مکرم ﷺ نے قرآن حکیم پر عمل کرتے ہوئے اسلام میں نئے نئے داخل ہونے والے سرداروں کو اس لیے مال زیادہ دیا تھا کہ اس مال سے اپنے اپنے قبیلے کے فقراء کو دیں گے، یوں ان کی عزت بڑھے گی اور ان کا دین بھی مضبوط ہوگا۔) ذوالخویصرہ کا یہ معاملہ نہایت عجیب وغریب تھا۔ بالخصوص اس ضمن میں اس کے دعوے

---

❶ دیکھئے: صحيح البخاری، كتاب استتابة المرتدين مع فتح الباری : ۱۲/۲۹۰.

❷ دیکھئے: ظاهرة الغلو فی الدين، ص ۱۰۶.

❸ دیکھئے: صحيح البخاری، كتاب استتابة المرتدين مع فتح الباری : ۱۲/۲۹۰.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بہت زیادہ تھے۔ سو اگر کچھ اور نہ ہوتا سوائے اس کہ یہ تصرف کرنے والے صاحب رسولِ ہدیٰ محمد رسول اللہ ﷺ تھے تو اس کے حسن ظن کی طرف یہ داعیہ کافی ہوتا۔ لیکن ظالم ذوالخویصرہ نے اس کا انکار کر دیا اور اپنی نفسیاتی بیماری کی وجہ سے اُس نے سوءِ ظن سے کام لیا اور کوشش کرنے لگا کہ وہ اپنی اس علت کو عدل کے پردے پیچھے چھپا دے۔ چنانچہ اس کے اس کردار سے شیطان خوب خوش ہوا (وہ ضرور کھلکھلا کر ہنسا ہوگا اور اسے شاباش دی ہوگی۔) وہ اس پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے سوار ہوگیا اور اسے اس نے اپنی شکار کی جگہوں میں گھیر لیا۔

آدمی کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے نفس کا پیچھا کرتا رہے۔ اپنی سیرت وسلوک اور مقاصد کو روکنے والے اُمور کے بارے میں نہایت باریک بینی سے کام لے اور اپنی نفسانی خواہشات سے خبردار رہے۔ ابلیس کے ہتھکنڈوں اور حیلوں سے متنبہ رہے۔ اس لیے کہ شیطان بڑے چمکدار اور خوبصورت غلاف میں بہت زیادہ برے اعمال کو مزین کر کے پیش کرتا ہے۔ وہ حق کے اسباب کے نام پر انتہائی قبیح راستہ کی اتباع کرتے ہوئے چلنے کو بڑا واضح کرتا ہے۔ ان چیزوں میں سے کہ جو آدمی کی مدد اس کے نفس کو ایسی خرابیوں سے بچانے کے لیے فائدہ مند ہوسکتی اور اس کے نفس کو ایسی خرابیوں سے بچانے کے لیے فائدہ مند ہوسکتی اور اس کے نفس کو شیطان کے حیلوں اور اس کے شکار کی جگہوں سے نجات دلانے کے لیے کارآمد ہوسکتی ہیں وہ ''علم'' ہے۔ یعنی قرآن و سنت کا ٹھوس علم۔ اگر ذوالخویصرہ کے پاس علم کا سرمایہ ہوتا یا دین کا فہم ذرہ بھر بھی ہوتا تو وہ اس گندگی کے گہرے گڑھے میں نہ گرتا۔ ❶

(۸)......مسلمانوں پر شدت:

خارجی لوگ بے جا سختی اور طبیعتوں میں خشکی کے اعتبار سے بہت مشہور ہیں۔ وہ مسلمانوں پر ہمیشہ سے سختی کرتے اور سخت رویہ اپناتے آئے ہیں۔ ان کی یہ سختی قباحت میں حد سے بڑھی ہوئی ہے۔ چنانچہ اس کے نتیجہ میں انھوں نے ہمیشہ مسلمانوں کے خون بہانے حلال جانے ہیں اور ان کے مال چھیننے، ان کی عزتیں پامال کرنے کو انھوں نے ہمیشہ جائز سمجھا ہے۔ خوارج نے ہمیشہ مسلمانوں کو ڈرا دھمکا کر انھیں قتل کیا ہے۔ جہاں تک اسلام کے دشمنوں، بت پرستوں کا تعلق ہے تو انھوں نے ہمیشہ ان کو چھوڑے رکھا، ان سے انھوں نے صلح رکھی اور کبھی اللہ کے دشمنوں کو انھوں نے تکلیف نہیں دی۔ اس مناسبت سے تاریخ نے خوارج کے رجسٹر ہمیشہ بدنامی و بدسلوکی اور بدکرداری کے ہی سیاہ کیے ہیں۔ ❷

---

❶ دیکھیے: ''ظاھرۃ الغلو فی الدین'' ص ۱۰۶، ص ۱۰۷۔

❷ ایضاً ص ۱۱۰۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیّدنا عبد اللہ بن خباب رضی اللہ عنہ کی شہادت ہم سے کوئی اوجھل نہیں ہے۔ مسلمانوں کے ساتھ خارجیوں کا معاملہ ہمیشہ سختی کا ہی رہا ہے۔ البتہ کافروں کے لیے ان کا معاملہ بہت نرم صلح جوئی اور لطف و کرم والا ہوتا ہے۔ جبکہ شارع علیہ السلام نے شریعت کا یہ وصف بیان فرمایا ہے کہ: شریعت مطہرہ نہایت آسان اور نرم روی والی شریعت ہے اور یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شدت کو تو کفار کی طرف منتقل فرمایا ہے اور اہل ایمان و اسلام کے ساتھ نرمی اور الفت کو رکھا ہے۔ جبکہ خوارج اس حکم و تعلیم کے بالکل برعکس ہیں۔ ❶

قرآن حکیم نے بھی تو اسی بات کی تعلیم دی ہے۔ فرمایا:

﴿ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۚ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۚ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۝﴾ (الفتح : ۲۹)

”محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کا رسول ہے اور وہ لوگ جو اس کے ساتھ ہیں کافروں پر بہت سخت ہیں، آپس میں نہایت رحم دل ہیں۔ تو انھیں اس حال میں دیکھے گا کہ رکوع کرنے والے ہیں، سجدے کرنے والے ہیں، اپنے رب کا فضل اور (اس کی) رضا ڈھونڈتے ہیں، ان کی شناخت ان کے چہروں میں (موجود) ہے، سجدے کرنے کے اثر سے۔ یہ ان کا وصف تورات میں ہے۔ انجیل میں ان کا وصف اس کھیتی کی طرح ہے جس نے اپنی کونپل نکالی، پھر اسے مضبوط کیا، پھر وہ موٹی ہوئی، پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہوگئی، کاشت کرنے والوں کو خوش کرتی ہے، تاکہ وہ ان کے ذریعے کافروں کو غصہ دلائے۔ اللہ نے ان لوگوں سے جو ان میں سے ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے بڑی بخشش اور بہت بڑے اجر کا وعدہ کیا ہے۔“

دوسرے مقام پر اللہ عزوجل نے فرمایا ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّوْنَهٗۤ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝﴾ (المائدہ : ۵۴)

❶ دیکھیے: ظاهرة الغلو فی الدین ص ۱۱۱ و فتح الباری : ۱۲/۳۰۱.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ عنقریب ایسے لوگ لائے گا کہ وہ ان سے محبت کرے گا اور وہ اس سے محبت کریں گے، مومنوں پر بہت نرم ہوں گے، کافروں پر بہت سخت، اللہ کے راستے میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔ یہ اللہ کا فضل ہے، وہ اسے دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور اللہ وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔“

خوارج تو قرآن حکیم کے اس حکم کے بالکل برعکس تھے۔ انھوں نے مسلمانوں میں دہشت پھیلائی، ان میں قتل و غارت عام کی اور بہت زیادہ خوفزدہ کیا۔ ❶

یہ وہ بعض صفات اور نشانیاں تھیں جن کے ساتھ خوارج پہچانے جاتے ہیں۔

www.KitaboSunnat.com

❶ ظاهرة الغلو ص ١١١.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آٹھویں فصل

خوارج کی بعض اعتقادی آراء

جیسے جیسے وقت گزرتا گیا اور اہل ایمان و اسلام زمانۂ خیر القرون سے دور ہٹنے لگے ان میں سے تفرقہ بندی کا شکار ہونے والے مسلمانوں کے عقائد میں غیر اسلامی غلط نظریات و عقائد داخل ہوتے گئے، مگر فرقۂ خوارج کی عقائدی آراء نے استقرار اختیار کیے رکھا۔ انھوں نے ہر دور میں کتاب اللہ العزیز اور سنت رسول اللہ الکریم کی مخالفت کی۔ دین حق سے منحرف شدہ ان آراء و آثار میں سے بعض کا تذکرہ فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔

(۱)......کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرنے والے کو کافر قرار دینا:

بلاشبہ خوارج کبیرہ گناہ کے مرتکب کو کافر قرار دیتے ہیں اور اس پر جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہنے کا حکم لگاتے ہیں۔ اپنے اس عقیدہ پر وہ درج ذیل دلائل رکھتے ہیں:

ا.....: خوارج اپنے اس عقیدے پر قرآن حکیم کی درج ذیل آیت کریمہ سے استدلال لیتے ہیں:

﴿ بَلٰی مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّ اَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓئَتُهٗ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴾ (البقرہ: ۸۱)

’’کیوں نہیں! جس نے بڑی برائی کمائی اور اسے اس کے گناہ نے گھیر لیا تو وہی لوگ آگ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔‘‘

اس آیت کریمہ سے انھوں نے اپنے اس عقیدے کے لیے دلیل پکڑی ہے کہ اہلِ اسلام میں سے بھی جو آدمی کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرے گا وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہے گا۔ وہ کہتے ہیں کہ: وہ گنہگار جو اپنی نافرمانی پر ہی موت سے ہمکنار ہوا اس کے لیے اللہ کی رحمت کی اُمید قطعاً نہیں ہے۔ (چاہے اس نے پوری زندگی شرک نہ بھی کیا ہو اور اس کی موت عقیدۂ توحید پر ہی کیوں نہ آئے۔) [1]

ان کا گمان یہ ہے کہ غلطی انسان کو اپنے گھیرے میں لے لیتی ہے اور پھر آدمی کے لیے اس غلطی اور گناہ کے ساتھ قبول ہونے والی کوئی نیکی نہیں رہ جاتی۔ حتیٰ کہ ایمان بھی باقی نہیں رہتا، گناہ اسے بھی اپنے ساتھ بہا

---

[1] دیکھیے: الإباضيّة في موكب التاريخ / علي معمر : ۱/۱۳۳.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لے جاتا ہے۔ مگر معاملہ ان کے اس عقیدہ ونظریہ کے بالکل برعکس ہے اور یہ آیت کریمہ بذاتِ خود ان کے اس عقیدہ ونظریہ کی نفی کر رہی ہے۔ یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جس آدمی کو اس کی نافرمانیوں (گناہوں، غلطیوں) نے گھیر لیا تو وہ بلاشبہ جہنم میں جائے گا اور سوائے کفر اور شرک باللہ کے کوئی ایسی غلطی و نافرمانی نہیں ہے کہ جو انسان کو گھیرے رکھے اور اس کے ذریعے آدمی کے اعمال برباد ہو جائیں اور اس غلطی یا گناہ کی وجہ سے آدمی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں چلا جائے۔ پھر یہ کہ یہ آیت کریمہ تو یہود کے بارے میں نازل ہوئی تھی جیسا کہ اس سے قبل اور بعد والی آیات سے بالکل واضح ہو رہا ہے۔ یہودیوں نے اللہ عزوجل کے ساتھ شرک کا ارتکاب بھی کیا تھا اور اس راہ کی تمام حدیں پھلانگ گئے تھے۔

خوارج کے باطل نظریہ کی تردید دوسری بات جو کرتی ہے وہ یہ بھی ہے کہ: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے وضاحت فرمائی ہے کہ صرف گناہ کا ارتکاب ہی جہنم میں ہمیشگی کا سبب نہیں بنے گا۔ بلکہ ضروری ہے کہ یہ گناہ پوری زندگی اس کو گھیرے رکھے اور یہ گناہ شرک کا ہے۔ جیسا کہ سیّدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بات مروی ہے۔ اس آیت کریمہ کی تفسیر وتفہیم میں روایت کیا گیا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مَنْ كَفَرَ حَتَّى يُحِيطَ بِهِ كُفْرُهُ فَلَا تُقْبَلُ لَهُ حَسَنَةٌ ...... جس نے کفر کا ارتکاب کیا حتیٰ کہ اس کے کفر نے پوری زندگی اُس کا احاطہ کیے رکھا تو اس کی کوئی نیکی اللہ کے ہاں قابل قبول نہ ہوگی۔

اس آیت کریمہ کا یہ معنی اس اعتبار سے سب سے افضل اور صحیح ترین معنی ہے کہ احادیث صحیحہ کے ذریعے سنت مطہرہ میں تواتر کے ساتھ یہ بات ثابت ہے کہ گنہگار اہل توحید جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کر دیے جائیں گے۔ [1]

پھر اللہ عزوجل کے اس فرمان میں: مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً ...... میں کلمہ ''سَيِّئَةً'' نکرہ ہے اور یہ غلطیوں، نافرمانیوں اور گناہوں کی تمام اقسام کے لیے عام ہے۔ فضیلۃ الشیخ عبد الرحمٰن السعدی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: یہاں اس آیت کریمہ میں اس سے مراد ''شرک'' ہے اور یہ اللہ عزوجل کے اس فرمان کی دلیل کے ساتھ معنی ہے: یعنی وَأَحَاطَتْ بِهِ خَطِيئَتُهُ ...... اور اس کی نافرمانیوں نے اسے گھیرے رکھا۔ (پوری زندگی) یعنی ان نافرمانیوں اور جرائم کا ارتکاب کرنے والے کو گھیرے رکھا اور اس کے لیے کوئی گزرگاہ اور راستہ نہ چھوڑا اور یہ گناہ و جرم شرک کے سوا کوئی اور نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ جس آدمی کے سینے میں ایمان ہو اسے کوئی اس طرح کا جرم اور گناہ پوری زندگی گھیرے نہیں رکھتا۔ (کبھی نہ کبھی وہ ضرور تائب ہو جاتا ہے۔) فَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ○

---

[1] تفصیل کے لیے: فتح القدیر للشوکانی : ۱/۱۰۵۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے خوارج نے گنہگار آدمی کے کفر پر دلیل پکڑی ہے (چاہے وہ مومن ہی کیوں نہ ہو۔) جبکہ یہ آیت کریمہ تو اُن کے اپنے خلاف دلیل ہے، جیسا کہ آپ خود ملاحظہ کررہے ہیں۔ اس لیے کہ یہاں اس آیت میں خطیئة سے مراد شرک ہے۔ اسی طرح ہر باطل نظریہ کا حامل آدمی کسی آیت کریمہ یا صحیح حدیث مبارک سے اپنے باطل نظریہ و رائے کے لیے غلط دلیل پکڑ لیتا ہے۔ (تب وہ خود بھی گمراہ ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتا ہے۔ جیسا کہ صوفیوں اور بدعتیوں نے یہ طریقہ اپنا رکھا ہے۔ کتاب وسنت کے علم سے کورے لوگ ان کی یہ باطل تاویلیں اور دلیلیں سن سن کر گمراہ ہورہے ہیں۔)

ایسے لوگوں کے متعلق ضروری ہے کہ جس آیت یا صحیح حدیث سے وہ دلیل لے رہے ہوں اس کا اصلی صحیح معنی ومفہوم بتلا کر ان پر اسی آیت وحدیث سے دلیل قائم کرکے ان کا رد کیا جائے۔ ❶ علاوہ ازیں خوارج کے وہ دلائل کہ جن کا رد علماء اہل السنہ والجماعۃ سلفی اصحاب الحدیث نے کیا ہے اپنے اپنے مقام پر آگے بیان ہوتے جائیں گے۔ البتہ یہاں یہ ممکن ہے کہ ہم ''بڑے گناہ کے مرتکب آدمی پر کفر کا فتویٰ لگانے میں خوارج کے نظریہ'' کا بالاجمال رد پیش کردیں اور یہ چند وجوہات کی بنا پر ہے:

(۱)..... اگر کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرنے والا شخص کافر ہوجاتا ہے تو اس کا حکم بھی بالکل اسی شخص کی طرح ہونا چاہیے کہ جو (اس آدمی کے علاوہ) ایمان لانے کے بعد کفر بواح کا ارتکاب کرکے مرتد ہوجاتا ہے۔'' جو ایمان لانے اور اسلام کو اختیار کرنے کے بعد مرتد ہوجائے تو اس کا قتل نبی کریم ﷺ کے درج ذیل فرمان کے مطابق واجب ہے۔ فرمایا: مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهُ فَاقْتُلُوْهُ ...... جو آدمی اپنے دین (اسلام) کو بدل دے (مرتد ہوجائے) اسے قتل کردو۔'' ❷ اور آپ ﷺ کا یہ فرمان بھی ہے:

((لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ يَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ إِلَّا بِإِحْدَى ثَلَاثٍ: اَلنَّفْسُ بِالنَّفْسِ، وَالثَّيِّبُ الزَّانِي، وَالتَّارِكُ لِدِيْنِهِ الْمُفَارِقُ لِلْجَمَاعَةِ .)) ❸

''کسی مسلمان آدمی کا خون بہانا جائز، حلال نہیں ہے جو اس بات کی گواہی دے کہ: ایک اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔ سوائے تین جرائم کے: اگر کسی مسلمان جان کو قتل کیا تو اس کے بدلے اسے قتل کیا جائے گا اور شادی شدہ زانی کو رجم کیا جائے گا اور مرتد

❶ دیکھیے: شیخ عبدالرحمٰن السعدی کی تفسیر الکریم الرحمٰن: ۱/۱۰۳.

❷ صحیح البخاری، کتاب الجهاد، مع فتح الباری: ۶/۱۴۹.

❸ صحیح البخاری، کتاب الدیات، مع فتح الباری: ۱۲/۲۰۱.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آدمی کہ جو جماعۃ المسلمین کو چھوڑنے والا ہو۔''

تو یہ دونوں احادیث اور ان کے علاوہ مرتد کے بارے میں حکم کے دلائل میں دیگر وارد نصوص شرعیہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ: ہر وہ شخص کو جو ایمان لانے کے بعد کفر کا ارتکاب کرے گا اور دوبارہ تائب نہ ہو اس کا حکم قتل کا ہے۔ البتہ قرآن حکیم، احادیثِ صحیحہ اور اجماعِ اُمت کے نصوص اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ: زانی، چور اور زنا کی تہمت لگانے والے کو قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ ان پر حدود قائم کی جائیں گی۔

جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ ﴾ (النور: ۲)

''جو زنا کرنے والی عورت ہے اور جو زنا کرنے والا مرد ہے، سو دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو اور تمھیں ان کے متعلق اللہ کے دین میں کوئی نرمی نہ پکڑے، اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔ اور لازم ہے کہ ان کی سزا کے وقت مومنوں کی ایک جماعت موجود ہو۔''

---

❶ بدکاری کی ابتدائی سزا، جو اسلام میں عبوری طور پر بتلائی گئی تھی، وہ سورۃ النساء کی آیت ۱۵ میں گزر چکی ہے۔ اس میں کہا گیا تھا کہ اس کے لیے جب تک مستقل سزا مقرر نہ کی جائے، ان بدکار عورتوں کو گھروں میں بند رکھو! پھر جب سورۂ نور کی یہ آیت نازل ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ فرمایا تھا، اس کے مطابق بدکار مرد و عورت کی مستقل سزا مقرر کر دی گئی ہے، وہ تم مجھ سے سیکھ لو اور وہ ہے کنوارے غیر شادی شدہ۔ مرد اور عورت کے لیے سو سو کوڑے اور شادی شدہ مرد و عورت کو سو سو کوڑے اور سنگساری کے ذریعے سے مار دینا۔ (صحیح مسلم، کتاب الحدود، باب حد الزنا والسنن) پھر آپ نے شادی شدہ زانیوں کو عملاً سزائے رجم دی اور سو کوڑے (جو چھوٹی سزا ہے) بڑی سزا میں مدغم ہوگئے اور اب شادی شدہ زانیوں کے لیے سزا صرف رجم (سنگساری) ہے۔ عہد رسالت مآب ﷺ کے بعد خلفائے راشدین اور عہد صحابہ میں بھی یہی سزا دی گئی اور بعد میں تمام امت کے فقہاء و علماء بھی اسی کے قائل رہے اور آج تک قائل ہیں۔ صرف خوارج نے اس سزا کا انکار کیا۔ برصغیر میں اس وقت بھی کچھ ایسے لوگ موجود ہیں جو اس سزا کے منکر ہیں۔ اس انکار کی اصل بنیاد ہی انکارِ حدیث پر ہے۔ کیونکہ رجم کی سزا صحیح اور نہایت قوی احادیث سے ثابت ہے۔ اس کے روایت کرنے والے بھی اتنی بڑی تعداد میں ہیں کہ علماء نے اسے متواتر روایات میں شمار کیا ہے۔ اس لیے حدیث کی حجیت کا اور دین میں اس کے ماخذ شرعی ہونے کا قائل شخص رجم کا انکار نہیں کر سکتا۔ ان کے متعلق اللہ کے دین میں کوئی نرمی نہ پکڑے...... کا مطلب یہ ہے کہ ترس کھا کر سزا دینے سے گریز مت کرو، ورنہ طبعی طور پر ترس کا آنا، ایمان کے منافی نہیں، منجملہ خواصِ طبائع انسانی میں سے ہے۔ تاکہ سزا کا اصل مقصد کہ لوگ اس سے عبرت پکڑیں، زیادہ وسیع پیمانے پر حاصل ہو سکے۔ بدقسمتی سے آج کل بر سر عام سزا کو انسانی حقوق کے خلاف باور کرایا جا رہا ہے۔ یہ سراسر جہالت، احکامِ الٰہی سے بغاوت اور بزعم خویش اللہ سے بھی زیادہ انسانوں کا ہمدرد اور خیر خواہ بننا ہے۔ دراں حالیکہ اللہ سے زیادہ رؤف رحیم کوئی نہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح اللہ عزوجل چور مرد اور چورنی عورت کے بارے میں فرماتے ہیں:

﴿ وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَیْدِیَهُمَا جَزَآءً ۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ۝﴾ (المائدہ: ۳۸)

''اور جو چوری کرنے والا اور جو چوری کرنے والی ہے سو دونوں کے ہاتھ کاٹ دو، اس کی جزا کے لیے جو ان دونوں نے کمایا، اللہ کی طرف سے عبرت کے لیے۔ اور اللہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔''

اور شراب پینے والے کے بارے میں جو امیر المومنین سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ اس طرح ہے:

((أَنَّ رَجُلًا كَانَ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ كَانَ اسْمُهُ عَبْدَاللّٰهِ، وَكَانَ يُلَقَّبُ حِمَارًا، وَكَانَ يُضْحِكُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ، وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ قَدْ جَلَدَهُ فِي الشَّرَابِ، فَأُتِيَ بِهِ يَوْمًا فَأَمَرَ بِهِ فَجُلِدَ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: اَللّٰهُمَّ الْعَنْهُ، مَا أَكْثَرَ مَا يُؤْتَى بِهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: "لَا تَلْعَنُوهُ، فَوَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ إِلَّا أَنَّهُ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ."))❶

''نبی کریم ﷺ کے زمانے میں ایک شخص کہ جس کا نام عبداللہ اور لقب حمار تھا، وہ رسول اللہ ﷺ کو ہنسا تا رہتا تھا۔ ایک بار نبی مکرم ﷺ نے اس کو شراب پینے پر کوڑوں کی سزا دی۔ چنانچہ ایک دن اُس کو لایا گیا، آپ ﷺ نے اس کے لیے حکم دیا اور اس کو کوڑے سے سزا دی گئی۔ حاضرین میں سے ایک صاحب نے کہا: اللہ اس پر لعنت کرے۔ کتنی بار اس کو سزا کے لیے لایا جاچکا ہے۔ (جبکہ وہ مسلمان بھی ہے۔) نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس پر لعنت نہ کرو۔ میں نے اس کے متعلق یہی جانا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) سے محبت کرتا ہے۔'' رضی اللہ عنہ وارضاہ

اس سے معلوم ہوا کہ نبی مکرم ﷺ نے شراب پینے والے کو کوڑے لگانے کا حکم فرمایا تھا، قتل کرنے کا نہیں۔ بلکہ اس کے سامنے اُسے لعن طعن کرنے سے بھی منع فرمایا اور اس آدمی کی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کی گواہی بھی دی۔ باوجود اس کے کہ اس آدمی سے شراب پینے والا گناہ کئی بار سرزد ہو چکا تھا۔ علاوہ ازیں آپ ﷺ نے نہ ہی تو اس شراب پینے والے پر کفر کا حکم لگایا، نہ ہی چور پر اور نہ ہی زنا کرنے والے پر۔ اسی طرح آپ ﷺ نے ان کے اور عامۃ المسلمین کے درمیان قطع تعلقی کا بھی حکم نہیں فرمایا۔ بلکہ آپ ﷺ ان کے لیے اللہ عزوجل سے استغفار کرتے ہوئے فرماتے: "لَا تَكُونُوا أَعْوَانَ الشَّيْطَانِ

❶ صحيح البخاري، كتاب الحدود، باب: ما يُكْرَهُ مِنْ لَعْنِ شَارِبِ الخمرِ......، حديث: ٦٧٨٠.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عَلٰی أَخِیْکُمْ...... اپنے بھائی کے حق میں شیطان کے مددگار نہ بن جاؤ۔'' ❶

تمام صحابہ کرام و تابعین عظام اور امت محمدیہ علی صاحبہا التحیۃ والسلام کے علماء عظام و آئمہ کرام رضی اللہ عنہم و رحمہم اللہ جمیعًا کا اسی بات پر اجماع ہے۔ سوائے ان قلیل التعداد لوگوں کے جو امت کی جماعۃ المسلمین سے الگ ہو گئے اور ایسے کسی شخص کا اس معاملے میں خلافِ اجماعِ امت کوئی قول قابل اعتبار نہیں ہے۔ پھر یہ بھی ہے کہ اگر کبیرہ گناہ کا مرتکب کافر ہو جاتا ہے تب تو اس کی صاحب ایمان، مسلمان بیوی اور اس کے درمیان تفریق کروا دینی چاہیے۔ اسی طرح اگر کوئی عورت کسی کبیرہ گناہ کا ارتکاب کر بیٹھے تو پھر اس کے اور اس کے مومن، مسلمان خاوند کے درمیان تفریق کر دینی چاہیے۔ اسی طرح یہ مسئلہ بھی ہے کہ: کبیرہ گناہ کے ارتکاب سے اگر کوئی مسلمان کافر ہو جاتا ہے تو پھر وہ کسی اپنے مومن، مسلمان مورث کا وارث نہیں بن سکتا اور نہ ہی کوئی مومن، مسلمان اُس کا وارث بن سکتا ہے۔ جب کہ نبی مکرم ﷺ نے ایسے کسی شخص اور اس کی بیوی کے مابین تفریق نہیں کروائی کہ جو کسی کبیرہ گناہ کا ارتکاب کر بیٹھا ہو۔ نہ ہی آپ ﷺ نے اُسے اس کے مورث کی وراثت سے محروم فرمایا اور نہ ہی اس کے مورث کو اس کی وراثت سے محروم رکھا۔ اسی طریقہ و سنت پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور تابعین بالاحسان رحمہم اللہ جمیعًا نے بھی ایسے کسی شخص کو اس طرح کے کسی حق سے اُسے محروم نہیں کیا۔ ان تمام دلائل سے بالیقین یہ بات ثابت ہوگئی کہ: گناہِ کبیرہ کا مرتکب مسلمان آدمی ایسے کسی گناہ کے ارتکاب سے کافر نہیں ہو جاتا۔'' ❷

(ب)..... ان کے اس عقیدے کے ردّ میں دوسری دلیل یوں پیش کرتے ہیں کہ:

''بلاشبہ اللہ عزوجل نے کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کر لینے والوں کو مومن ہی شمار فرمایا ہے۔''

چنانچہ اللہ عزوجل کا ارشاد گرامی قدر ہے:

﴿ وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَأَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْءَ إِلٰى أَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَإِنْ فَاءَتْ فَأَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوْا ۖ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ○ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوْا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ○﴾ (الحجرات: ۹ تا ۱۰)

''اور اگر ایمان والوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو دونوں کے درمیان صلح کرا دو، پھر اگر دونوں میں سے ایک دوسرے پر زیادتی کرے تو اس (گروہ) سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ

❶ دیکھئے: مجموع الفتاوىٰ لشیخ الاسلام ابن تیمیہ : ۶۷۱/۷۔ ❷ دیکھئے: السعوی کی کتاب ''الخوارج'' ص ۱۱۶، ص ۱۱۷۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے، پھر اگر وہ پلٹ آئے تو دونوں کے درمیان انصاف کے ساتھ صلح کرا دو اور انصاف کرو، بے شک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ مومن تو (آپس میں) بھائی ہی ہیں، پس اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کراؤ اور اللہ سے ڈرو، تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔''

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: باہم قتال و جنگ کرنے والے اہل اسلام کو مومنین کا نام ہی دیا ہے۔ اس سے امام محمد بن اسماعیل البخاری اور ان کے علاوہ دیگر آئمہ کرام و محدثین عظام رحمہم اللہ نے استدلال کیا ہے کہ: کسی معصیت و نافرمانی اور گناہ کے ارتکاب سے آدمی ایمان سے باہر نہیں نکل جاتا چاہے وہ گناہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو۔ اس طرح سے نہیں کہ جس طرح خوارج اور ان کے نقش قدم پر چلنے والے معتزلہ وغیرہ ہیں۔ [1]

ان دونوں آیات کریمہ کی طرح اللہ عزوجل کا یہ فرمان بھی ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى ؕ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ؕ فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ وَ اَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ؕ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝﴾ (البقرہ: ۱۷۸)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر مقتولوں میں بدلہ لینا لکھ دیا گیا ہے۔ آزاد (قاتل) کے بدلے وہی آزاد (قاتل) اور غلام (قاتل) کے بدلے وہی غلام (قاتل) اور (قاتلہ) عورت کے بدلے وہی (قاتلہ) عورت (قتل) ہوگی۔ پھر جسے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ بھی معاف کر دیا جائے تو معروف طریقے سے پیچھا کرنا اور اچھے طریقے سے اس کے پاس پہنچا دینا (لازم) ہے۔ یہ تمھارے رب کی طرف سے ایک قسم کی آسانی اور ایک مہربانی ہے۔ پھر جو اس کے بعد زیادتی کرے تو اس کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

امام ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس آیت کریمہ میں اللہ کریم نے اہل ایمان کو مخاطب کرکے فرمایا ہے کہ جن سے جو کوئی قاتل بھی ہو اور مقتول بھی۔ اللہ عزوجل نے اس بات کو بطور نص بیان فرمایا ہے کہ: عمداً قتل کرنے والا مسلمان اور مقتول کا ولی لاوارث دونوں بھائی ہیں اور یہ اخوت ایمان کی بنیاد پر فرمائی ہے، جیسا کہ ارشاد ہے: اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ۔ اس سے یہ مسئلہ صحیح ثابت ہوا کہ قتل عمد کا ارتکاب کرنے والا قرآنی نص کے مطابق مومن ہی رہتا ہے اور قرآن کا حکم ایسے آدمی کے لیے ایمانی اخوت کا ہے۔ جبکہ کافر آدمی کے لیے ایمان والوں

[1] دیکھیے: تفسیر ابن کثیر: ۲۱۱/۴.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ یہ اخوت قائم نہیں ہوسکتی۔“ ❶

تو یہ تھے خوارج کے اس نظریہ وعقیدہ کے رد میں اہل السنہ والجماعۃ کے دلائل کہ ان کے ہاں کبیرہ گناہ کا مرتکب کافر ہو جاتا ہے۔ جبکہ اہل السنہ والجماعۃ کے نزدیک کبیرہ گناہ کرنے والا کافر نہیں ہوتا اور آج تک علماء و آئمہ اہل السنہ والجماعۃ کے ہاں یہی عقیدہ بالاستمرار چلا آرہا ہے۔ ان علماء عظام وآئمہ کرام نے اپنے اس عقیدہ کو اپنی کتب میں پوری شرح وبسط کے ساتھ بیان فرمادیا ہے۔ رحمھم اللہ جمیعاً۔ آیئے اب ہم خوارج کے دیگر عقائد ونظریات کا جائزہ لیتے ہیں۔

(۲)......امامتِ کبریٰ کے بارے میں خوارج کی رائے:

امیر المؤمنین سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا: مسلمانوں کے لیے امارت وامامتِ کبریٰ کا قیام لازم ہے، چاہے امیر وامام المسلمین صالح اور نیک متقی ہو یا پھر سخت قسم کا گنہگار۔ آپ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا: نیکی وتقویٰ کے بارے میں تو ہمیں معلوم ہوگیا۔ (کہ امیر المسلمین میں تقویٰ وصلاح کی صفت کا پایا جانا نہایت اعلیٰ عمل ہے۔) مگر اس گناہوں میں انہماک والی خصلت بد کا معاملہ کیا ہے؟ فرمایا: اگرچہ کسی امیر وامام المسلمین میں گناہوں کی لت پائی جاتی ہو مگر اس امارتِ کبریٰ کے ساتھ راستے محفوظ رہیں گے، اس کے ذریعے اللہ کی حدود کا نفاذ ہوگا۔ دشمن سے اسی امارت وامامت کے جھنڈے تلے جہاد کیا جائے گا اور مالِ غنیمت تقسیم ہوگا۔“ ❷

اس لیے امامت وامارتِ کبریٰ کے قیام کا حکم (اور دیگر بہت سارے قرآن وسنت والے دلائل کے ساتھ یہ مسئلہ ثابت ہے کہ) اُمت اسلامیہ پر واجب ہے۔ اگر اہل اسلام امامت وامارتِ کبریٰ کے بغیر زندگی گزاریں گے تو وہ سب کے سب گنہگار ہوں گے۔

چنانچہ اللہ عزوجل کا ارشادگرامی ہے:

﴿ يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝﴾ (النساء: ٥٩)

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور ان کا بھی جو تم میں سے حکم دینے والے ہیں۔ پھر اگر تم کسی چیز میں جھگڑ پڑو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ، اگر تم اللہ اور یوم آخرت

❶ دیکھئے: الفصل فی الملل والاهواء والنحل: ۳/۲۳۵۔

❷ دیکھئے: منهاج السنه: ۱/۱٤٦۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے زیادہ اچھا ہے۔'' ❶

مفسر قرآن حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کریمہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ: اس آیت مبارکہ سے ظاہری حکم یہی معلوم ہوتا ہے (واللہ اعلم بالصواب) کہ: یہ آیت کریمہ اُمت اسلامیہ کے تمام اولیاء الامور، امراء اور علماء عظام کے بارے میں عام ہے۔ (یعنی سب کی اطاعت تابعاً لا طاعۃ اللہ ورسولہ کا حکم اس میں پایا جاتا ہے۔) اور یہی قول راجح ہے۔ اس آیت عظیمہ سے یہ وجہ استدلال یوں ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مسلمانوں پر اپنے اولیاء الامور، اُمراء و حکام اور علماء عظام و آئمہ کرام کی اطاعت واجب کر دی ہے اور اطاعت کا حکم اس بات کی دلیل ہے کہ: ولی الامر کا قیام اُمت پر واجب ہے۔ اس لیے کہ اللہ رب العالمین کسی ایسے کام کی اطاعت کا حکم ہی نہیں فرماتے

❶ اولوالامر (اپنے میں سے اختیار والے) سے مراد بعض کے نزدیک امراء و حکام اور بعض کے نزدیک علما و فقہا ہیں مفہوم کے اعتبار سے دونوں ہی مراد ہو سکتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اصل اطاعت تو اللہ تعالیٰ ہی کی ہے کیونکہ ﴿أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ﴾ (الاعراف:۵۴) ''خبردار مخلوق بھی اسی کی ہے، حکم بھی اسی کا ہے۔'' ﴿إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ﴾ (یوسف:۴۰) ''حکم صرف اللہ ہی کا ہے۔'' لیکن رسول ﷺ چونکہ خالص منشاء الٰہی ہی کا مظہر اور اس کی مرضیات کا نمائندہ ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ رسول ﷺ کے حکم کو بھی مستقل طور پر واجب الاطاعت قرار دیا اور فرمایا کہ رسول ﷺ کی اطاعت دراصل اللہ کی اطاعت ہے۔ ﴿مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ﴾ (النساء:۸۰) ''جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔'' جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حدیث بھی اسی طرح دین کا ماخذ ہے جس طرح قرآنِ کریم۔ تاہم امراء و حکام کی اطاعت بھی ضروری ہے۔ کیونکہ وہ یا تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کا نفاذ کرتے ہیں۔ یا امت کے اجتماعی مصالح کا انتظام اور نگہداشت کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ امراء و حکام کی اطاعت اگرچہ ضروری ہے لیکن وہ علی الاطلاق نہیں بلکہ مشروط ہے اللہ و رسول ﷺ کی اطاعت کے ساتھ۔ اسی لیے أَطِيعُوا اللَّهَ کے بعد أَطِيعُوا الرَّسُولَ تو کہا کیونکہ یہ دونوں اطاعتیں مستقل اور واجب ہیں لیکن أَطِيعُوا أُولِي الْأَمْرِ نہیں کہا۔ کیونکہ أُولِي الْأَمْرِ کی اطاعت مستقل نہیں۔ اور حدیث میں بھی کہا گیا ہے۔ ((لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ.)) (وقال الألباني حديث صحيح. مشکوٰۃ نمبر:۳۶۹۶ فی لفظ لمسلم لا طاعة فی معصية الله. كتاب الإمارة باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية. حدیث نمبر: ۸۴۰ اور ((إِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوفِ)) (صحيح بخاري، كتاب الأحكام، باب نمبر:۴) ((السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ لِلْإِمَامِ مَالَمْ تَكُنْ مَعْصِيَةً.)) ''معصیت میں اطاعت نہیں، اطاعت صرف معروف میں ہے۔'' یہی حال علماء و فقہا کا بھی ہے۔ (اگر اولوالامر میں ان کو بھی شامل کیا جائے) یعنی ان کی اطاعت اس لیے کرنی ہوگی کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے احکام و فرمودات بیان کرتے ہیں اور اس کے دین کی طرف ارشاد و ہدایت اور رہنمائی کا کام کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ علما و فقہا بھی دینی امور و معاملات میں حکام کی طرح یقیناً مرجع عوام ہیں۔ لیکن ان کی اطاعت بھی صرف اس وقت تک کی جائے گی جب تک کہ عوام کو صرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بات بتلائیں۔ اگر وہ اس سے انحراف کریں تو عوام کے لیے ان کی اطاعت بھی ضروری نہیں بلکہ انحراف کی صورت میں جانتے بوجھتے ان کی اطاعت کرنا سخت معصیت اور گناہ ہے۔

اللہ کی طرف لوٹانے سے مراد، قرآن کریم اور الرسول ﷺ سے مراد اب حدیث رسول ﷺ ہے۔ یہ تنازعات کے ختم کرنے کے لیے ایک بہترین اصول بتلا دیا گیا ہے۔ اس اصول سے بھی یہ واضح ہوتا ہے کہ کسی تیسری شخصیت کی اطاعت واجب نہیں۔ جس طرح کہ تقلید شخصی یا تقلید معین کے قائلین نے ایک تیسری اطاعت کو بھی واجب قرار دے رکھا ہے اور اسی تیسری اطاعت نے، جو قرآن کی اس آیت کے صریح مخالف ہے، مسلمانوں کو امت متحدہ کی بجائے امت منتشرہ بنا رکھا ہے اور ان کے اتحاد کو تقریباً ناممکن بنا دیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ جس کا حقیقت میں کوئی وجود ہی نہ ہو اور نہ ہی اللہ کریم کسی ایسی اطاعت کو فرض قرار دیتے ہیں کہ جس کا وجود لڑائی جھگڑے کا سبب بنے۔ پس کسی امر کی اطاعت کا حکم اُس امر کے وجود میں ہونے کا تقاضا کرتا ہے۔ تو یہ آیت کریمہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اہل اسلام و ایمان کے امام و امیر کا اُن پر موجود ہونا اُن سب پر لازم ہے۔ (یعنی اگر کسی دور اور کسی خطے، ملک اور علاقے میں ان کا امیر المسلمین نہ ہو تو اس دور اور اُس ملک و خطے کے مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ امارت و امامت کبریٰ کا قیام کر کے اپنے ایک صالح، لائق اور امت کا خیر خواہ امیر المسلمین کا انتخاب کریں۔) ❶

حضرت نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ: یزید بن معاویہ کے دور میں جب مدینہ منورہ کے اندر مقام حرہ میں صحابہ کرام و تابعین عظام رضی اللہ عنہم کے قتل و غارت کا واقعہ پیش آیا تو سیّدنا عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جناب عبداللہ بن مطیع رحمہ اللہ کے پاس تشریف لائے۔ ابن مطیع اپنے خادموں سے کہنے لگے: ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے لیے گدا بچھا دو۔ مگر سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں آپ کے پاس بیٹھنے کے لیے نہیں آیا۔ بلکہ میں اس لیے آیا ہوں کہ تمھیں ایک حدیث سناؤں جسے میں نے خود نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سماعت کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

((مَـنْ خَـلَعَ يَدًا مِنْ طَاعَةٍ لَقِيَ اللّٰهَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا حُجَّةَ لَهُ ، وَمَنْ مَاتَ ، وَلَيْسَ فِي عُنُقِهِ بَيْعَةٌ ، مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً .)) ❷

''جس شخص (مسلمان) نے اپنا ہاتھ امیر المسلمین کی اطاعت سے پیچھے ہٹا لیا (کھینچ لیا) وہ قیامت والے دن اس حال میں اللہ عزوجل سے ملاقات کرے گا کہ اُس کے پاس (اس غلطی کا عذر پیش کرنے کے لیے) کوئی دلیل نہیں ہوگی اور جو آدمی اس حالت میں فوت ہوا کہ اس کے گلے میں کسی امیر و امام المسلمین کی بیعت نہ ہوئی تو وہ گویا جاہلیت کی موت مرا۔ (اسلام پر اس کی موت شمار نہیں ہوگی۔)''

یہاں حدیث مبارک میں مذکور بیعت سے مراد امیر المسلمین کی بیعت ہے اور یہ بات امامتِ کبریٰ کے قیام کے وجوب کے لیے نہایت واضح دلیل ہے۔ اس لیے کہ جب مسلمان، مومن آدمی کی گردن میں بیعت کا ہونا واجب ہے تو پھر امامتِ کبریٰ کی ذمہ داری کو نبھانے کے لیے امام المسلمین کا ہونا بھی واجب ہے اور بیعت صرف امام و امیر کے لیے ہی ہوتی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور تابعین و تبع تابعین عظام رحمہم اللہ جمیعاً کا ''امامت کبریٰ کے وجوب'' پر اجماع ہے۔ علاوہ ازیں وہ چیز کہ جو امامت و امارتِ کبریٰ کے وجوب کا حکم لگاتی ہے وہ شریعت مطہرہ میں وارد ایسے فرض و واجب احکام ہیں کہ جن کو صرف امام و امیر المسلمین ہی بجا لا سکتا ہے۔

---

❶ تفصیل کے لیے: الدمیجی کی ''الإمامة العظمی'' ص ٤٧.

❷ دیکھیے: صحیح مسلم، كتاب الإمارة، باب وجوب ملازمة جماعة المسلمين عند......الخ، حدیث : ١٨٥٠.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے علاوہ کسی اور پر اُن کا اطلاق ہوتا ہی نہیں۔ جیسے کہ: جہاد فی سبیل اللہ کا قیام، حج کی امامت وامارت اور حدود شریعت کا قیام ہے اور یہ سارے اُمور قوت وامارت کے بغیر پایہ تکمیل کو پہنچ ہی نہیں سکتے۔'' ❶

قرآن وسنت والی شریعت مطہرہ نے بالکل واضح کر دیا ہے کہ امام وامیر المسلمین کے حقوق میں سے ہے: اللہ عزوجل کی معصیت ونافرمانی کے علاوہ کہ جس کا وہ حکم دے، اس کے حکم وامر کو سنا جائے اور اس کی تمام امور میں اطاعت کی جائے۔ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ أَطَاعَنِي فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ ، وَمَنْ عَصَانِيْ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ ، وَمَنْ يُّطِعِ الْأَمِيْرَ فَقَدْ أَطَاعَنِيْ ، وَمَنْ يَعْصِ الْأَمِيْرَ فَقَدْ عَصَانِيْ . وَإِنَّمَا الْإِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتَلُ مِنْ وَرَائِهِ وَيُتَّقَى بِهِ ، فَإِنْ أَمَرَ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَعَدَلَ فَإِنَّ لَهُ بِذٰلِكَ أَجْرًا وَإِنْ قَالَ بِغَيْرِهِ فَإِنَّ عَلَيْهِ مِنْهُ .)) ❷

''جس مسلمان مومن آدمی نے میری اطاعت کی اُس نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اُس نے اللہ عزوجل کی نافرمانی کی۔ جو شخص اپنے مومن مسلمان امیر کی اطاعت کرے گا اُس نے گویا میری اطاعت کی (اس لیے کہ مسلمان امراء وحکام کی اطاعت کا میں حکم دے رہا ہوں اور اللہ تعالیٰ بھی۔) اور جو اپنے امیر کی نافرمانی کرے گا اس نے بالتاکید میری نافرمانی کی اور بلاشبہ امیر المسلمین ایک ڈھال ہوتا ہے کہ جسے سامنے رکھ کر، اس کی اوڑھ میں دشمنوں سے جنگ کی جاتی ہے اور اس کے ذریعے دشمن سے بچا جاتا ہے۔ چنانچہ اگر وہ اللہ کے تقویٰ کا حکم دے اور عدل سے کام لے تو بلاشبہ اُسے اس کے بدلے اجر ملے گا اور اگر وہ اس کے علاوہ (ظلم واستبداد اور اللہ ورسول کی نافرمانی) کا حکم دے تو اس نافرمانی والے حکم کا گناہ اسی کے سر ہوگا۔ (اور ایسے امور میں اس کی اطاعت نہیں کی جائے گی۔)''

شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب تک امیر المسلمین اللہ ذوالجلال کی معصیت ونافرمانی کا حکم نہ دے، اس کی اطاعت کو واجب قرار دیا ہے۔ اگر وہ اللہ رب العالمین کی معصیت کا حکم دے تو پھر اُس کے حکم وامر میں اطاعت جائز نہیں ہے اور نہ ہی اس معاملے میں اس کی اعانت ومدد کی جائے گی۔ اللہ کی اطاعت پر واجب ہے کہ اس کی مدد کی جائے اور جس حد تک ممکن ہو اللہ کی اطاعت پر اس کی اعانت ومدد طلب کی جائے۔ ❸

❶ تفصیل کے لیے دیکھئے: أصول الدین للبغدادي ص ٢٧٢ والسیاسة الشرعیة لابن تیمیه رحمہ اللہ ص ١٢.

❷ صحیح البخاري، کتاب الجهاد، باب: یقاتل من وراء الإمام ویتقی به، حدیث: ٢٩٥٧، فتح الباري ٦/١١٦.

❸ دیکھئے: منهاج السنه : ١/١٤٧.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ تبارک وتعالیٰ کی معصیت و بغاوت والے اُمور میں سے کہ جن کا حکم ولی الأمر، امام المسلمین دے، مسلمان آدمی کے لیے اسے نصیحت کرنے والا ہی مؤقف ہونا چاہیے۔ یہ اُصول جناب ابورقیہ تمیم بن اوس الداری رضی اللہ عنہ سے مروی درج ذیل صحیح حدیث میں مذکور ہے۔ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(("اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَةُ" ثَلَاثًا، قُلْنَا: لِمَنْ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: لِلّٰهِ، وَلِکِتَابِهٖ، وَلِرَسُوْلِهٖ، وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِیْنَ وَعَامَّتِهِمْ.)) ❶

''دین حنیف، اسلام (دوسروں کے لیے نصیحت اور نرمی) خیر خواہی کا نام ہے۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار ارشاد فرمایا۔ ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اس خیر خواہی کا حق کس کے لیے ہے؟ فرمایا: (۱)...... اللہ عزوجل کے لیے (۲)...... اللہ عزوجل کی کتاب (قرآن مجید) کے لیے (۳)...... اللہ کریم کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے (۴)...... مسلمانوں کے امراء و حکام اور اماموں کے لیے (۵)...... اور مسلمانوں کے عام لوگوں کے لیے۔''

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: آئمۃ المسلمین (حکام و اُمرا اور علماء و آئمہ) کے لیے نصیحت و خیر خواہی یہ ہے کہ انھوں نے جو شرعی نظام قائم کر رکھا ہو اُس پر اُن کی مدد کی جائے اور شریعتِ مطہرہ میں غفلت پر اُن کو تنبیہ کی جائے۔ سیدھی راہ سے پھسلتے وقت ان کی دوستی کے راستے کو بند کر دیا جائے۔ ان کی حق بات پر تمام ملک و ملت والوں کو جمع کیا جائے۔ متنفر دلوں کو ان کی طرف (سمجھا بجھا کر) واپس پلٹایا جائے اور ان کی خیر خواہی (اور انھیں نصیحت کرنے کے حوالے سے) سب سے بڑا کام یہ ہے کہ انھیں ظلم سے روکا جائے اور یہ ان کی سب سے اعلیٰ خیر خواہی ہے۔ مسلمانوں کے اماموں اور امیروں میں سے جہاد کے اُمراء بھی ہیں۔ ان کے لیے نصیحت، ان کے علوم و تجارب کو عام کرنے کے ذریعے ہوگی اور ان کی خوبیوں کو پھیلانے اور ان کے بارے میں حسن ظن رکھنے کے ساتھ بھی۔ ❷

خوارج نے رشد و ہدایت والے اس راہنما اصل کی بھر پور مخالفت کی ہے۔ انھوں نے ہمیشہ ہر دور میں اُمراء و آئمۃ المسلمین پر خروج کو جائز قرار دیا اور یہی کام انھوں نے امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ اختیار کیا تھا۔ چنانچہ انھوں نے مسلمانوں کا خون بہایا، ڈاکے ڈالے، لوگوں کے حقوق پامال کیے اور مسلمانوں کو کمزور کرنے میں انھوں نے پوری پوری کوشش کر ڈالی حتیٰ کہ دشمن اُن پر حملے کرنے لگے۔ چنانچہ ان کا امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان انّ الدین النصیحة، حدیث: ۹۵، وشرح النووی: ۲/ ۳۷.

❷ دیکھیے: فتح الباری: ۱/ ۱۳۸.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے خلاف خروج آپؓ کے لیے نہایت تکلیف دہ اضرار میں سے تھا۔ امام المسلمین (خلیفۃ المومنین) کے بارے میں قریشی النسب ہونے کی جو شرط جمہور آئمہ وعلماء المسلمین لگاتے تھے خوارج نے اُس کی ڈٹ کر مخالفت کی اور کہنے لگے: اس ضمن میں قریش کے لیے کوئی خصوصیت نہیں ہے اور نہ ہی ان کے علاوہ باقی ساری ملت اسلامیہ میں سے ان کے لیے کوئی خاص امتیاز ہے۔ بلکہ ہر وہ شخص کہ جو امامت وامارتِ کبریٰ (خلافت) کا اہل ہو اس کے حسب و نسب کا لحاظ رکھے بغیر اس کی امارت وامامتِ کبریٰ جائز ہوگی۔ ❶

انھوں نے اپنے اس نظریہ ومذہب کے لیے درج ذیل دلائل لیے ہیں۔ (ا)...... خوارج کہتے ہیں: خلیفہ و امیر المسلمین کے لیے قریشی ہونے کی شرط معقول کے خلاف ہے۔ جب کہ عقل اس بات سے منع نہیں کرتی کہ قریش کے علاوہ میں ایسے لوگ نہ پائے جاتے ہوں جو ان سے افضل ہوں۔ (ب)...... ان کی دوسری دلیل یہ ہے کہ: اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبوت کے لیے بنی نوع انسان میں سے کسی خاص قبیلے اور قوم کا انتخاب نہیں فرمایا کہ ان کے علاوہ دوسرے قبائل واقوام میں نبی نہیں ہوں گے۔ جب معاملہ ایسا نہیں ہے تو پھر امامت وامارتِ کبریٰ کو اللہ کریم کسی قبیلے میں خاص کیسے کرسکتا ہے؟ (ج)...... اللہ عزوجل کے فرمان گرامی: ''إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ''...... کے مطابق قرآن، خلیفہ وامیر المومنین کا قریشی ہونے پر دلالت نہیں کرتا۔ یعنی قرآن نے کہیں ایسی شرط نہیں لگائی۔ (د)...... انھوں نے نبی کریم ﷺ کے فرمان درج ذیل سے بھی اپنے حق میں دلیل پکڑی ہے۔ فرمایا: ''لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى أَعْجَمِيٍّ إِلَّا بِالتَّقْوٰى ...... کسی عربی کو کسی عجمی (غیر عربی) پر فضیلت نہیں ہے مگر یہ کہ صرف تقویٰ کے ساتھ۔'' ❷

(ھ)...... اسی طرح انھوں نے نبی مکرم ﷺ کے درج ذیل فرمان سے بھی اپنے حق میں دلیل پکڑی ہے۔

((وَإِنْ أُمِّرَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ حَبْشِيٌّ مَجْدُوْعُ الْأَنْفِ، فَاسْمَعُوْا وَأَطِيْعُوْا مَا أَقَامَ فِيْكُمْ كِتَابَ اللّٰهِ .)) ❸

''اور اگرچہ تمھارے اوپر کوئی کٹی ناک والا حبشی غلام ہی کیوں نہ امیر مقرر کردیا جائے اس کا بھی حکم سنو اور اطاعت کرو جب تک کہ وہ تمھارے اندر اللہ کی کتاب (قرآن مجید کے اوامر ونواہی) کو قائم کیے رکھے۔''

(و)...... انصار نے امامت وخلافت کے بارے میں قریشی والی شرط کو دلائل سے ثابت نہیں کیا تھا۔ اگر

❶ تفصیل کے لیے دیکھیے: ''الفصل'' ٤/٨٩ ومقالات الاسلاميين : ١/٢٠٤.

❷ دیکھیے: مسند الإمام أحمد : ٥/٤٤١.

❸ صحيح مسلم، شرح النووي : ١٢/٢٢٧.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انھوں نے اس شرط کو مان لیا ہوتا تو وہ امامت وخلافت کا مطالبہ نہ کرتے اور یہ کہ مہاجرین ان کا رد اس شرط کے بارے میں ضرور کرتے۔ ❶

(ز)...... رسول اللہ ﷺ نے خود کئی قوموں، قبیلوں پر غیر قریش کو والی مقرر فرمایا تھا اور یہ چھوٹی امارتیں اور ولایتیں امارت وامامت کبریٰ ہی کا حصہ ہوا کرتی ہیں۔ تو جو چیز اس میں جائز ہو وہ اس کی فروع میں بھی جائز ہوتی ہے اور اسی طرح جو چیز اصل واساس میں ممنوع ہو وہ اس کی ذیلی فروع میں بھی ممنوع ہوتی ہے۔ (ایضاً)

خوارج کے ان دلائل کا جائزہ وردّ:

(ا)...... دین کے معاملے میں عقل کو ذریعہ دلیل بنانے والی ان کی بات قطعی طور پر قابل رد ہے، اس لیے کہ: نص صریح اور اجماع امت کے ہوتے ہوئے اس دلیل کو قطعاً قبول نہیں کیا جاتا۔ اس کے لیے قرآن وسنت اور فقہاء کی کتب میں بے شمار دلائل موجود ہیں۔

(ب)...... جہاں تک ان کی اس دلیل کا تعلق ہے کہ: نبوت ورسالت کے لیے اللہ تعالیٰ نے انسانوں میں سے کسی خاص قبیلے اور قوم کا انتخاب نہیں فرمایا...... الخ، تو اس بات میں بھی ان کی یہ دلیل قطعاً بودی ہے۔ اس لیے کہ: اللہ عزوجل نبوت ورسالت کے لیے تمام لوگوں سے زیادہ صالح واصلح افراد کا انتخاب فرمایا کرتے تھے اور یہ اُس کا انتخاب خود اپنا اختیار تھا۔ اس میں کسی کی صلاحیت قطعاً کارفرما نہ ہوتی تھی۔ اللہ عزوجل فرماتے ہیں:

﴿ اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ بَصِيْرٌ ﴾ (الحج: ۷۵)

''اللہ فرشتوں میں سے پیغام پہنچانے والے (پیغمبر) بذاتِ اقدس خود چنتا ہے اور لوگوں سے بھی، بے شک اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔''

اور دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿ وَاِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعَذَابٌ شَدِيْدٌ بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ ﴾ (الانعام: ۱۲۴)

''اور جب ان کے پاس کوئی نشانی آتی ہے تو کہتے ہیں: ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے، یہاں تک کہ ہمیں اس جیسا دیا جائے جو اللہ کے رسولوں کو دیا گیا۔ اللہ زیادہ جاننے والا ہے جہاں وہ اپنی رسالت رکھتا ہے۔ عنقریب ان لوگوں کو جنھوں نے جرم کیے، اللہ کے ہاں بڑی ذلت پہنچے گی اور

❶ دیکھئے: السعوی کی ''الخوارج'' ص ۱۵۵۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بہت سخت عذاب، اس وجہ سے کہ وہ فریب کیا کرتے تھے۔“

پھر یہ کہ مخلوق اس بات کا فیصلہ کرنے کی قطعاً صلاحیت نہیں رکھتی کہ: فلاں شخص دوسرے سے زیادہ صالح اور صلاحیت کا حامل ہے۔ نہ ہی مخلوق کے اختیار کا موازنہ و مقارنہ خالق کائنات کے اختیار سے کیا جا سکتا ہے۔ اور جہاں تک قریش کی تخصیص کا تعلق ہے تو یہ عموم کی جہت پر ہے کہ لوگوں کے دلوں میں دینی اور اجتماعی عزت و وقار کے اعتبار سے یہ جہت باقی امت کی نسبت قریش کے لیے زیادہ ہے۔

(ج، د)......انھوں نے اللہ رب العالمین کے فرمان: ”إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ“.... اور نبی کریم ﷺ کے فرمان: ”لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى أَعْجَمِيٍّ إِلَّا بِالتَّقْوٰى ...... سے جو دلیل لی ہے تو اس کے جواب دو طرح سے ہیں۔

۱...... مذکور بالا آیت مبارکہ اور صحیح حدیث سے بالعموم لوگوں کے درمیان ایک دوسرے سے بڑھ کر فضیلت حاصل کرنا مراد لیا جائے گا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ تقویٰ میں بڑھا ہونے کی وجہ سے جس شخص کو اپنے دوسرے ساتھیوں پر فضیلت حاصل ہوگی تو وہ ان سے زیادہ معزز ہوگا اور اللہ عزوجل کے ہاں بھی وہ ان سے زیادہ فضیلت والا ہوگا۔ یہ اُصول امامت وخلافت سے صرفِ نظر کرتے ہوئے عام ہے، اس سے کوئی خاص متعلق نہیں ہے۔ مذکور بالا آیت اور حدیث سے یہی مراد ہے۔

۲......اور جہاں تک امامت و امارت کبریٰ اور خلافت کا تعلق ہے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ جو قریشی اہل ایمان و اسلام امامت وخلافت کی دیگر شروط متوافر پائی جانے کے ساتھ ساتھ عدل و انصاف، تقویٰ اور صلاح میں دوسروں سے زیادہ مقدم ہو تو وہ دیگر تمام لوگوں سے زیادہ اولیٰ ہوگا۔ لیکن ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ خلیفۃ المسلمین و امیر المومنین کے لیے قریشی النسب ہونا شرط ہے اور یہ شرط ان شروط کے درمیان تعارض پیدا نہیں کرتی۔

(ھ)......امیر چاہے جیسا بھی ہو اس کی بات پر دھیان دینے اور اس کی اطاعت کے حوالے سے انھوں نے جو دلیل پکڑی ہے، تو اس معاملے میں کوئی اشکال نہیں ہے اور اس ضمن میں چند ایک روایات اور بھی موجود ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے۔ فرمایا:

((اِسْمَعُوْا وَأَطِيْعُوْا، وَإِنِ اسْتُعْمِلَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ حَبَشِيٌّ، كَأَنَّ رَأْسَهُ زَبِيْبَةٌ .)) [1]

”(اپنے امیر، حاکم وقت مسلمان کی بات کو) سنو بھی اور اس کی اطاعت بھی کرو۔ اگرچہ تمھارے اوپر کوئی

[1] صحيح البخاري، كتاب الأحكام، فتح الباري : ١٢/ ١٢١.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایسا حبشی غلام بھی کیوں نہ عامل مقرر کر دیا جائے کہ جس کا سر گویا کہ منقی جیسا ہو۔" (اور یہ بات امامت وخلافت قریش میں ہونے والی شرط کو قطعاً نہیں روکتی۔)

مذکور بالا حدیث میں وارد حکم اہل السنہ کے نزدیک تین امور میں بیان ہوا ہے۔ (ا)...... یہ کہ ایسا ہر امیر (کسی بھی علاقے، خطے، صوبے، ضلع یا شعبہ کا) قریشی خلیفہ المسلمین کی طرف سے مقرر ہو۔ یہ خود امام المسلمین نہ ہو۔

(ب)...... بعض علماء عظام کی طرف سے یہ بھی بیان ہوا ہے کہ: حبشی غلام کا ذکر بطور مثال بیان ہوا ہے۔ اگر چہ اس کی تنفیذ عملاً درست نہ ہو۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے اس شخص کے بارے میں فرمایا ہے کہ جس نے مسجد تعمیر کی، اسے اجر ضرور ملے گا: " وَلَوْ كَمَفْحَصِ قِطَاةٍ" اگر چہ سنگخوار کے گڑھے کے برابر کیوں نہ ہو (جو وہ انڈے دینے کے لیے کھودتی ہے۔) ❶ سب جانتے ہیں کہ سنگخوارے کا گڑھا کبھی مسجد نہیں ہو سکتا۔ ❷

(ج)...... اس حبشی غلام والی بات کا اطلاق سمع واطاعت کے وجوب سے متعلق مبالغہ کے لیے ہوگا یا پھر اس اعتبار سے کہ جو اس کی آزادی سے قبل ہو۔ ❸

(د)...... اور یہ جوان کا دعویٰ ہے کہ: قریش نے خلافت کی شروط میں قریشی ہونے والی شرط کو پایۂ ثبوت تک نہیں پہنچایا تھا تو یہ بات اُن کی یکسر غلط ہے۔ بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ اُنھوں نے اس شرط کے لیے اطاعت اختیار کر لی تھی اور خلافت وامامتِ کبریٰ کے لیے قریشی فرد کا دیگر لوگوں سے زیادہ حقدار ہونے پر تمام صحابہ کا اجماع ہو گیا۔ امام اشعری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد انصار مدینہ الرسول میں سقیفہ بن ساعدہ میں جمع ہو گئے اور انھوں نے جناب سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو امام المسلمین، خلیفۃ الرسول مقرر کرنے کا ارادہ کر لیا۔ اس بات کی خبر سادانتا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو ہو گئی۔ دونوں اصحاب مہاجرین کے چند افراد کے ہمراہ انصار کے اس اکٹھ میں جا پہنچے اور پھر وہاں سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انھیں بتلایا کہ شرعی طور پر امامت کبریٰ اور خلافت قریش کے سوا کسی دوسرے قبیلے اور قوم میں نہیں ہو سکتی۔ اس کے لیے سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے فرمان: " اَلْأَئِمَّةُ مِنْ قُرَيْشٍ ...... امت اسلامیہ میں خلافت وامامت کبریٰ کے لیے امراء وآئمہ قریش میں سے ہوں گے۔" کو پیش کیا تھا۔ ❹

چنانچہ انھوں نے تابع داری اختیار کرتے ہوئے اطاعت اختیار کر لی اور فرمانبرداری کو قبول کرتے ہوئے

---

❶ دیکھئے: فتح الباری : ۱۲۲/۱۲ و جامع العلوم والحکم ص ۲۳۰.

❷ تفصیل کے لیے دیکھئے: الخوارج للسعوی ص ۱۵۷.

❸ فتح الباری : ۱۲۲/۱۳.

❹ دیکھئے: مصنف ابن ابی شیبہ : ۵۴۴/۵ والبخاری بلفظ آخر رقم : ۷۱٤۰.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ حق کی طرف پلٹ آئے۔ یہ اطاعت وفرمانبرداریٔ انصار نے اس کے بعد اختیار کی تھی کہ اُنھوں نے کہا تھا: اے مہاجرین! ایک امیر ہم میں سے ہوگا اور ایک امیر تم میں سے۔ یہ اطاعت وفرمانبرداری انھوں نے اس کے بعد اختیار کی تھی کہ جب حباب بن منذر رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار سونت کر کہا تھا: میں اس امارت کبریٰ اور خلافت کے لیے نہایت تجربہ کار اور واقف کار ہوں۔ میں پھل دار شجر خرما کے نیچے لگائی گئی وہ ٹیک ہوں کہ جسے درخت کو گھنا پھل لگنے کی وجہ سے لگا دیا جاتا ہے۔ (یعنی مجھے ملت کی حفاظت کا طریقہ خوب آتا ہے۔) مگر اس کے بعد کہ جب سیّدنا ابوبکر صدیق وعمر فاروق رضی اللہ عنہما نے ان کو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ اس ضمن میں سنا دیں تو اُنھوں نے جنابِ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور وہ اُن کی امامت کبریٰ وخلافت پر متفق ہوگئے۔ مہاجرین و انصار کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے ان کی اطاعت قبول کر لی۔'' ❶

(ز)...... خوارج نے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل سے جو دلیل پکڑی ہے کہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض ملکوں یا بعض جہادی دستوں پر غیر قریشی اُمراء کو مقرر فرمایا تھا...... تو اس دلیل میں بھی ان کے لیے کوئی دلیل نہیں ہے۔ اس لیے کہ یہ تقرری امامتِ عظمیٰ اور خلافت کے لیے نہیں ہوتی تھی۔ اس ضمن میں ہم ان کی یہ بات اور اُن کا اپنا ایک قیاسی اُصول قطعاً قبول نہیں کر سکتے کہ جو حکم فرع میں جائز ہوتا ہے وہ اصل میں بھی جائز ہوتا ہے۔ ❷

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جنگوں میں سادا تنا عبداللہ بن رواحہ، زید بن حارثہ اور اُسامہ بن زید جیسے غیر قریشی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے امیر مقرر کیے جانے سے بعض لوگوں نے غیر قرشی خلیفہ کے جواز میں جو دلیل پکڑی ہے تو یہ بات امامتِ عظمیٰ، خلافت کے بارے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ بلکہ اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ: قریشی امام المسلمین وخلیفۃ المومنین کا اپنی زندگی میں غیر قریشی فرد کو کسی ملک، شعبہ یا ادارہ وغیرہ کے لیے اپنا نائب مقرر کرنا جائز ہے۔ واللہ اعلم بالصواب ❸

امیر وخلیفۃ المسلمین کے لیے قریشی النسب ہونے کی شرط پر اہل السنہ والجماعۃ کے دلائل:

(۱)...... ((عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ رضی اللہ عنہما: قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُوْلُ: إِنَّ هٰذَا الْأَمْرَ فِيْ قُرَيْشٍ، لَا يُعَادِيهِمْ أَحَدٌ إِلَّا كَبَّهُ اللّٰهُ فِي النَّارِ عَلَى وَجْهِهِ، مَا أَقَامُوْا الدِّيْنَ .)) ❹

---

❶ دیکھیے: مقالات الاسلامیین : ۱/۳۹، ۴۱ و شرح النووی : ۱۲/۲۰۰ والفصل لابن حزم : ۴/۸۹.

❷ دیکھیے: السعوی کی ''الخوارج'' ص ۱۵۸.

❸ دیکھیے: فتح الباری : ۱۳/۱۱۹.

❹ صحیح البخاري، کتاب الأحکام، بابٌ : الامراء من قریش / حدیث : ۷۱۳۹، فتح الباری : ۱۳/۱۱۴.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''سیّدنا معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے خود سماعت کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: یہ امر خلافت قریش میں رہے گا۔ کوئی بھی ان سے اگر دشمنی کرے گا تو اللہ رب العزت اسے رسوا کردے گا، لیکن اس وقت تک (یہ امر خلافت ان میں رہے گا) جب تک وہ دین کو قائم رکھیں گے۔''

(۲)......سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا یَزَالُ هٰذَا الْأَمْرُ فِيْ قُرَیْشٍ مَا بَقِيَ مِنْهُمُ اثْنَانِ " وفی روایة لمسلم: " مَا بَقِيَ مِنَ النَّاسِ اثْنَانِ .))❶

''امامتِ عظمٰی و خلافت کا معاملہ (تا قیامت) ہمیشہ قریش میں رہے گا جب تک کہ ان میں سے دو قریشی مسلمان دنیا میں باقی رہے۔'' صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے فرمایا: (امامتِ عظمٰی کا معاملہ ہمیشہ قریش میں رہے گا) جب تک کہ لوگوں (مسلمانوں) میں سے دو آدمی بھی باقی رہے۔''

(۳)......سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلنَّاسُ تَبَعٌ لِقُرَیْشٍ فِيْ هٰذَا الشَّأْنِ ، مُسْلِمُهُمْ تَبَعٌ لِمُسْلِمِهِمْ وَكَافِرُهُمْ تَبَعٌ لِكَافِرِهِمْ وَالنَّاسُ مَعَادِنُ ، خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقِهُوْا ، تَجِدُوْنَ مِنْ خَیْرِ النَّاسِ أَشَدَّهُمْ كَرَاهِيَةً لِهٰذَا الشَّأْنِ حَتّٰى يَقَعَ فِيْهِ .))❷

''اس خلافت کے معاملے میں لوگ قریش کے تابع ہیں، عام مسلمان قریشی مسلمانوں کے تابع ہیں جس طرح ان کے عام کفار قریشی کفار کے تابع رہتے چلے آئے ہیں۔ اور انسانوں کی مثال معدنیاتی کان کی طرح ہے۔ جو لوگ جاہلیت کے دور میں شریف تھے وہ اسلام لانے کے بعد بھی شریف ہیں۔ جب کہ اُنھوں نے دین کی سمجھ بھی حاصل کی ہو۔ تم دیکھو گے کہ بہترین اور لائق وہی ثابت ہوں گے جو خلافت و امارت کے عہدے کو بہت زیادہ ناپسند کرتے رہے ہوں یہاں تک کہ وہ اس میں گرفتار ہو جائیں۔ (اور خلافت و امارت کی طمع کرنے لگیں۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ: اسلام میں وقار و منزلت اور شرافت کا معیار دینی علوم کا حصول اور فقاہت و تعلّم قرآن و سنت ہے۔ جو مسلمان عالم دین اور فقیہ ہوں وہی اللہ کے ہاں شریف ہیں۔ رائے و قیاس کی فقاہت محض ابلیسی طریقہ کار ہے۔)''

---

❶ صحیح البخاري، کتاب الأحکام، باب الأمراء من قریش، حدیث : ۷۱۴۰ و صحیح مسلم، حدیث : ۱۸۲۰، کتاب الإمارہ، باب : الناس تبعٌ لقریش ......الخ.

❷ صحیح البخاري، کتاب المناقب، باب المناقب، حدیث : ۳۴۹۵، ۳۴۹۶ و صحیح مسلم، حدیث : ۱۸۱۸.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(د)......اس نظریہ واعتقاد پر دسیوں علماء عظام نے اجماع امت نقل کیا ہے۔ ان میں سے امام نووی رحمہ اللہ نے حدیث مذکور بالا "اَلنَّاسُ تَبَعٌ لِقُرَيْشٍ......الخ" کی شرح میں لکھا ہے: "احادیث مذکور بالا اور ان جیسی (اسی موضوع سے متعلقہ) دیگر بہت ساری احادیث اس بات کی کھلم کھلا دلیل ہیں کہ: خلافت و امامت عظمیٰ قریش کے ساتھ مختص ہے۔ قریش کے علاوہ کسی اور کے لیے اس کا انعقاد وتنفیذ جائز نہیں۔ صحیح احادیث کی رو سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین وتبع تابعین کرام و من تبعهم باحسان الی یوم الدین کا ان کے اپنے اپنے زمانے میں اجماع کا انعقاد ہو چکا ہے۔ ❶ اس موضوع پر اجماعِ اُمت نقل کرنے والوں میں قاضی عیاض بھی ہیں۔ رحمہ اللہ۔ ان سے امام نووی نے ان کا قول یوں نقل کیا ہے: امام المسلمین وخلیفۃ المومنین کے لیے قریشی ہونے کی شرط تمام علماءِ امت رحمہم اللہ جمیعا کا مذہب ومسلک ہے۔ فرماتے ہیں: اسی بات اور نظریہ واُصول کے ساتھ سادا تنا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سقیفہ والے دن انصار کے مدمقابل دلیل پکڑی تھی اور پھر انصار میں سے کسی نے بھی اس کا انکار ورد نہیں کیا تھا۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس اُصول ونظریہ کو علماءِ امت نے اجماع والے مسائل میں شمار کیا ہے اور جو ہم نے بیان کیا ہے اس کے خلاف سلف صالحین (صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین رضی اللہ عنہم) میں سے کسی ایک سے بھی نہ کوئی قول مروی ہے اور نہ ہی فعل۔ اسی طرح ان کے بعد والے تمام زمانوں کے سب علماءِ عظام میں سے بھی کسی سے کچھ منقول نہیں۔ خارجی عقائد ونظریات کے حامل نظام، اس کی موافقت واتباع کرنے والے خارجیوں اور اہل بدعات کی یہ بات: "إِنَّهُ يَجُوزُ كَوْنُهُ مِنْ غَيْرِ قُرَيْشٍ...... خلیفۃ المسلمین وامیر المومنین کا غیر قریشی ہونا بلاشبہ جائز ہے۔" نہایت نا قابل توجہ اور نا قابل اعتبار ہے۔ اسی طرح ضرار بن عمرو کے اس قول: نبطیوں اور ان کے علاوہ دیگر قبائل کے غیر قریشی کو قریشی اہل ایمان صاحب صلاحیت مسلمان پر مقدم کیا جائے گا۔" میں پنہاں کم عقلی والے نظریہ کی بھی کوئی قیمت نہیں ہے۔ اس طرح کی بات باطل قول والا وہی شخص کرے گا جسے اپنی بات کو جھوٹ سے آراستہ کرنا آتا ہو۔ علاوہ ازیں اس میں تمام اہل اسلام کے اجماع کی بھی مخالفت ہے۔ واللہ اعلم بالصواب ❷

اس اجماع کو بیان کرنے والوں میں الماوردی، الإیجی، ابن خلدون اور الغزالی رحمہم اللہ بھی شامل ہیں۔ ❸

اور محدثین میں سے محمد رشید رضا نے بھی اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ انھوں نے لکھا ہے کہ: جہاں تک

---

❶ دیکھیے: شرح النووی علی صحیح مسلم: ۱۲/۲۰۰ والامامة العظمی للدمیجی ص ۲۷۳۔

❷ دیکھیے: شرح النووی علی صحیح مسلم: ۱۲/۲۰۰۔

❸ دیکھیے: (۱) الأحکام السلطانیة ص ٦ (۲) المواقف ص ۳۹۸ (۳) المقدمہ ص ۱۹٤ اور کتاب "الباطنیة" ص ۱۸۰۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امامتِ عظمیٰ کے لیے قریشی ہونے کی شرط کا تعلق ہے تو اس پر اجماعِ امت نقل وعقل دونوں سے ثابت ہے۔ اسے ثقہ محدثین عظام نے روایت کیا ہے اور اسی کے ساتھ اہل السنہ والجماعۃ کے تمام مذاہب ومسالک کے فقہاء اور اس موضوع پر گفتگو کرنے والے تمام علماء نے دلیل اختیار کی ہے۔ اسی پر انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بنی قریش کی اطاعت اختیار کرنے اور امامتِ عظمیٰ کے لیے قریشی ہونے والی شرط کو قبول کرنے کا عمل ہوا تھا۔ پھر کئی زمانوں تک اُمت کے سوادِ اعظم کا اس ضمن میں اطاعت اختیار کرنا بھی سب کو معلوم ہے۔'' ❶

بعض کبار علماء امت اور آئمۃ الحدیث کا اس کے خلاف نظریہ:

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس اجماع پر اعتراض کرتے ہوئے لکھا ہے: امیر المومنین سیّدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی درج ذیل اثر کے پیش نظر اس اجماعِ امت کی تشریح وتوضیح کی بہر حال ضرورت ہے۔ اس اثر کو سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ سے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ثقہ رجال کی سند سے اپنی مسند میں درج کیا ہے۔ انھوں نے فرمایا تھا: إِنْ أَدْرَكَنِي أَجَلِي وَقَدْ مَاتَ أَبُو عُبَيْدَةَ اسْتَخْلَفْتُ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ ...... اگر مجھے موت نے آلیا اور مجھ سے قبل ابوعبیدہ بن الجراح فوت ہوگئے تو میں اپنا نائب (خلیفۃ المسلمین) معاذ بن جبل بناؤں گا۔'' سب جانتے ہیں کہ جناب معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ انصاری تھے۔ ان کا قریش کے ساتھ نسب کے اعتبار سے کوئی تعلق نہیں تھا۔

تو اس ضمن میں قابل توجہ بات یہ ہے کہ: سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب اس اثر کی سند منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ جیسا کہ بعض اہل علم (محدثین) نے واضح کیا ہے۔ ❷

امام جوینی رحمہ اللہ بھی خلیفۃ المسلمین کے لیے قریشی ہونے والی شرط کہ نہ ہونے کی طرف مائل نظر آتے ہیں۔ ❸ البتہ علامہ ابوبکر الباقلانی نے کتاب ''الانصاف'' میں قریشی ہونے کی شرط لگائی ہے۔ جب کہ اپنی کتاب ''التمہید'' میں یہ شرط نہیں لگائی۔ ❹

بہت سارے جدید علماء کا رجحان بھی خلیفۃ المسلمین کے لیے قریشی نہ بھی ہونے کی شرط کی طرف رہا ہے۔ ان میں: محمد ابوزھرہ نے اپنی کتاب ''المذاہب الإسلامیۃ'' میں اس موضوع پر بحث کرتے ہوئے اس رجحان کو اختیار کیا ہے کہ: اس ضمن میں وارد تمام احادیث صرف خبر دینے کا فائدہ دیتی ہیں، حکم کا فائدہ ان سے مستنبط نہیں ہوتا۔ ❺

❶ دیکھیے: محمد رشید رضا کی کتاب ''الخلافة والإمامة العظمی'' ص ۱۹۔

❷ دیکھیے: الإمامة العظمی : ص ۲۸٤۔ ❸ دیکھیے: غیاث الأمم للجوینی : ص ۱٦۳۔

❹ دیکھیے: الانصاف للباقلانی ص ٦۹ '' والتمهید'' نقلاً عن الإمامة العظمی ص ۲۷۵۔

❺ دیکھیے: المذاهب الاسلامیة : ۱/ ۹۰۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہی راستہ العقاد رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہے۔ ❶ اسی گروہ کے علماء میں دکتور علی حسنی الخربوطلی کا شمار بھی ہوتا ہے۔انھوں نے اپنے اس نظریہ پر اپنی کتاب "الاسلام والخلافة" میں روشنی ڈالی ہے۔ ❷

حد یہ ہے کہ اُنھوں نے اس موضوع پر وارد صحیح احادیث کو موضوع تک قرار دینے کی جرأت کی ہے۔ یہی حال دکتور صلاح الدین دبوس کا اُن کی کتاب "الخليفة توليته وعزله" میں نظر آتا ہے۔ یہ صاحب بھی اسی نظریہ کی طرف گئے ہیں کہ: اس ضمن میں وارد صحیح احادیث صرف خبر دینے کی حد تک ہیں۔ ❸

اسی گروہ میں پروفیسر محمد المبارک کا بھی شمار ہوتا ہے۔ انھوں نے اس موضوع کو ''عوامل کے تغیر وتبدل کے ساتھ بدلتی رہنے والی شرعی سیاست'' کے ضمن میں بیان کیا ہے۔ (یعنی حالات کے مطابق مسلمان جیسا چاہیں اپنا خلیفہ چن لیں۔) ❹

تو اس موضوع پر سب سے راجح مسلک وہی ہے جو جمہور مسلمین اور آئمۃ المومنین نے اختیار کیا ہے اور وہ ہے: ''امامتِ عظمیٰ کے لیے قریشی النسب ہونے کی شرط کا لازم ہونا'' اور یہ مضبوط ترین موقف ومسلک ان واضح اور صریح دلائل کی بنیاد پر ہے کہ جو اس کے حق سچ ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ ❺

دوسرا یہ کہ اجماع صحابہ وتبع تابعین رضی اللہ عنہم رحمہم اللہ جمیعًا کی بنا پر بھی یہ مسلک سب سے درست ہے۔ مقابلتًا اس موقف ومسلک کے مخالفین کے دلائل میں امام المسلمین کے لیے ''عدم شرط قریشی النسب'' پر کوئی بھی مضبوط دلیل نہیں ہے۔

خلافۃ المسلمین وامامتِ عظمیٰ کے لیے قریشی کے زیادہ حق دار ہونے میں دو بنیادی شرائط:

دوسرے اہل ایمان کی نسبت خلافت وامامتِ عظمیٰ کے لیے قریشی مومن، مسلمان کے زیادہ حق دار ہونے میں بنیادی طور پر دو شرائط نہایت اہم ہیں۔

(ا)...... نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے درج ذیل فرمان کی بنا پر ان کا دینِ حنیف کو قائم رکھنا۔

((إِنَّ هٰذَا الْأَمْرَ فِي قُرَيْشٍ ، لَا يُعَادِيهِمْ أَحَدٌ إِلَّا كَبَّهُ اللّٰهُ فِي النَّارِ عَلَى وَجْهِهِ مَا أَقَامُوا الدِّيْنَ .)) ❻

''یہ امرِ خلافت قریش میں رہے گا۔ کوئی بھی ان سے اگر دشمنی کرے گا تو اللہ رب العزت اسے رسوا کردیں گے۔ لیکن اس وقت تک (یہ امرِ خلافت قریش میں رہے گا۔) جب تک وہ دینِ حنیف کو قائم رکھیں گے۔''

---

❶ دیکھئے ان کی کتاب: الديمقراطية في الاسلام ص ٦٩.
❷ دیکھئے: الاسلام والخلافة ص ٤٢.
❸ دیکھئے: الخليفة توليته وعزله ص ٢٧٠.
❹ دیکھئے: نظام الإسلام في الحكم والدولة : ص ٧١.
❺ تفصیل کے لیے: ابویعلی کی الاحکام السلطانیہ ص ۲۰ اور السعوی کی ''الخوارج'' ص ۱۵۹ دیکھ لیجیے۔
❻ صحيح البخاري، كتاب الأحكام، باب الامراء من قريش، حديث : ٧١٣٩، فتح الباري : ١٤٤/١٣.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ب)......سلطنتِ اسلامیہ میں پہلے سے کوئی خلیفہ و امام المسلمین موجود نہ ہو۔ اگر باقاعدہ کوئی خلیفۃ المسلمین و امام المومنین موجود ہو تو پھر اس ضمن میں قریشی مومن و مسلمان کی زیادہ حقداری باقی نہ رہے گی۔ خلیفۃ المسلمین کے لیے قریشی النسب ہونے کی شرط کا اطلاق ولایت و خلافت کے آغاز اور امام المسلمین کے چناؤ کے وقت ہوگا نہ کہ پہلے سے کسی امیر المومنین کے موجود و مستمر ہونے کے وقت۔ اسی طرح سلطنتِ اسلامیہ میں پہلے سے قائم امیر المسلمین سے تنازعہ کھڑا کرنا اور اُس کے خلاف بغاوت و خروج کرنا قطعاً جائز نہیں ہے۔ نہ ہی کسی قریشی امیر المومنین کے خلاف اور نہ ہی اس کے علاوہ کسی بھی دوسرے مسلمان حاکم کے خلاف [2] یعنی یہ خروج ایسے کسی بھی امیر المومنین و حاکم المسلمین کے خلاف تب تک نہیں ہوسکتا جب تک وہ اللہ کے دین، اسلام کو مکمل طور پر قائم کیے رکھے۔ اس کی شریعت سے انحراف نہ کرے اور نہ ہی لوگ اس سے ''کفر بواح'' کا ارتکاب دیکھیں۔ البتہ جب اُس سے ''کفر بواح'' کا ارتکاب ہوجائے تو پھر طاقت کے مطابق اِقدام کرنا جائز ہے اور ایسا اقدام مصلحتوں اور مفاسد کی مکمل سمجھ بوجھ کے ساتھ کیا جائے۔

www.KitaboSunnat.com

[1] دیکھئے: السعوی کی الخوارج ص ۱۵۹ اور ''الإمامۃ العظمٰی ص ۲۹۵.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نویں فصل

خوارج کی بعض صحابہ کرام کے متعلق طعن و تشنیع

اور سادا تنا عثمان و علی رضی اللہ عنہم اجمعین کو کافر قرار دینا

رافضی شیعہ گروہ سے خارجی لوگوں نے جو امتیاز قائم کر کے فرق رکھا، وہ تھا اُن کا سادا تنا ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی خلافتوں کو قبول کرنا۔ خوارج اس بات کا عقیدہ رکھتے ہیں کہ جناب ابوبکر صدیق اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما کی امامتِ عظمیٰ و خلافت شرعی (اور برحق) تھی۔ ان دونوں کی خلافت کے درست ہونے میں کوئی شک نہیں ہے اور ان کے نزدیک اس کے شرعی ہونے میں بھی کوئی شبہ نہیں اور یہ کہ ان دونوں کی امامت و خلافت اہل ایمان و اسلام کی خواہش اور رضا کے مطابق تھی۔ یہ دونوں شیخین اسی صراط مستقیم پر چلے تھے کہ جس پر چلنے کا حکم اللہ عزوجل نے دیا ہے۔ نہ انھوں نے اس حکم میں کوئی تبدیلی پیدا کی اور نہ ہی تغیر لائے۔ حتیٰ کہ تمام عمر یونہی گزار کر وہ اللہ عزوجل کے پاس چلے گئے اور اپنی رعایا کی نصیحت و خیر خواہی اور اس عمل صالح پر ان کی وفات و شہادت ہوئی کہ جو عین اللہ تبارک و تعالیٰ کی رضا کے مطابق تھی۔ اس ضمن مین ان کا یہ عقیدہ و موقف بالکل برحق اور سچا ہے۔ شیخین صاحبین ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بالکل اسی طرح ہی تھے۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ساری ملت کا بالا جماع یہی عقیدہ و فیصلہ ہے اِلا یہ کہ وہ لوگ اس موقف و مسلک میں شامل نہیں ہیں کہ جنھیں شیطان نے رافضیوں جیسے گندے عقیدے میں جکڑ رکھا ہے۔

شیخین صاحبین رضی اللہ عنہما کی نسبت خوارج کے اس عقیدہ نے ان کو اس بارے میں درستگی پر قسم اٹھانے اور معاہدہ کرنے پر بھی تیار کر رکھا ہے اور وہ اس ضمن میں پوری پوری موافقت رکھنے والے تھے۔ مگر ان دونوں صاحبین کریمین ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے بعد وہ ہلاکت اور تباہی کا شکار ہوگئے۔ شیطان نے ان کی اس بارے میں قیادت کی اور انھیں سادا تنا عثمان و علی رضی اللہ عنہما کے بارے میں غلط عقیدہ و نظریہ حق و صواب کی راہ سے بہت دور لے گیا۔ چنانچہ سب سے پہلے شیطان نے اُنھیں امیر المؤمنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی امامتِ عظمیٰ و خلافت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المسلمین کے انکار پر اس مدت سے متعلق ابھارا کہ جس عرصہ میں آپ رضی اللہ عنہ کے دشمنوں نے آپ پر عیب لگایا ہے۔ اسی طرح اُنھوں نے امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت وامامتِ عظمیٰ کا انکار بھی اس فیصلے کے بعد کر دیا کہ جب آپ نے اپنے اور سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان فیصلہ کرنے والوں کو تسلیم کر لیا تھا۔ یہ غلو ان کا یہاں تک پہنچا کہ شیطان نے اُنھیں ساداتنا عثمان وعلی رضی اللہ عنہما کو کافر قرار دینے والے عقیدے تک پہنچا دیا۔ بعینہٖ ان ظالموں نے ساداتنا طلحہ بن عبید اللہ، زبیر بن العوام، معاویہ بن ابوسفیان، عمرو بن العاص، ابوموسیٰ اشعری، عبداللہ بن عباس اور جمل وصفین میں شریک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو بھی کافر قرار دے دیا۔

حتیٰ کہ شیطان نے خوارج کو طعن وتشنیع اور تکفیر میں تمام صحابہ کرام کی طرف کہ جو اخیارِ اُمت تھے پھیر دیا اور وہ بلا امتیاز سب صحابہ کرام کو طعن وتشنیع کرنے لگے۔ اسی طرح ان خوارج نے طعن وتشنیع کو بعض صحابہ کرام کی طرف کسی مخصوص وجہ کی بنا پر پھیر دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے متعلق ان کی عام طعن وتشنیع کا سبب یہ تھا کہ خوارج ان کے بارے میں یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ وہ سب کے سب کافر ہو گئے تھے۔ (رافضیوں کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ چند ایک صحابہ کرام کو چھوڑ کر باقی سب کافر ہو گئے تھے۔) اہل علم نے اُن کے اس گندے عقیدہ کو اپنی کتب میں وضاحت سے درج کیا ہے۔

چنانچہ امام ابوالحسن الاشعری رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں کہ: تمام کے تمام خوارج ساداتنا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی امامتِ عظمیٰ وخلافت کو مانتے ہیں لیکن امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ان دونوں کا وہ کھلم کھلا انکار کرتے ہیں کہ جن دونوں میں آپ رضی اللہ عنہ کو تنقید کا نشانہ بنایا گیا تھا اور ان واقعات کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ پر عیب لگایا۔ اسی طرح وہ سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی خلافت کو بھی اس وقت سے پہلے پہلے مانتے تھے جب آپ رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کے لیے رضامندی کا اظہار کر دیا تھا اور وہ آپ کی امامت کا انکار اس تحکیم کے بعد سے کھلم کھلا کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں وہ ساداتنا معاویہ بن ابوسفیان، عمرو بن العاص اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم کی بھی تکفیر کرتے ہیں۔ ❶

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: خلفائے راشدین المہدیین ساداتنا ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم کے دور میں اہل ایمان، مسلمانوں کے متحد رہنے اور ایک کلمہ پر مجتمع رہنے کی وجہ سے خوارج کا شیطان مغلوب تھا اور پھر جب امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے دور میں اُمت میں افتراق واختلاف پیدا ہوا تو شیطان نے باہر نکلنے کا راستہ تلاش کر لیا۔ چنانچہ خارجی بھی اس کے ہمراہ نکلے اور انھوں نے ساداتنا علی ومعاویہ رضی اللہ عنہما اور ان کے تابعین

❶ دیکھئے: مقالات الاسلامیین : ۱/ ۲۰٤۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو کافر قرار دے دیا۔ چنانچہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے حق کے ساتھ ان سے جنگ و قتال کیا۔ ❶

خارجیوں کے بڑے فرقوں کی تعداد بیان کرنے کے بعد علامہ شہرستانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ: خوارج کے ان تمام فرقوں کو سادا تنا عثمان و علی رضی اللہ عنہما کے خلاف گالی گلوچ کرنے والی گندی غلاظت متحد کر دیتی ہے۔ یہ ظالم لوگ اس غلاظت کو دین کی ہر اطاعت پر مقدم کر دیتے ہیں۔ (یہی حال رافضیوں کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں ہے۔) امام شہرستانی رحمہ اللہ اپنی کتاب میں ''پہلا قضیہ'' کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں: ان خارجی لوگوں نے ان احداث و واقعات کی بنا پر کہ جنھیں ان ظالموں نے خود گھڑا اور پیدا کیا تھا، سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ پر طعن و تشنیع شروع کر دی تا کہ وہ آپ رضی اللہ عنہ کے اُوپر عیب لگا سکیں۔ اسی طرح انھوں نے جنگ جمل و جنگ صفین میں شریک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بھی طعن و تشنیع کی۔ ❷

اسی طرح امام شہرستانی رحمہ اللہ نے اس بات کا ذکر کرنے کے بعد کہ ازرقی لوگ امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کفر کا عقیدہ رکھتے ہیں، لکھتے ہیں: اور اس بدعت پر ازارقہ چلے تھے، پھر یہ کہ ان ظالموں نے سادا تنا عثمان بن عفان، طلحہ بن عبید اللہ، زبیر بن العوام، سیّدہ عائشہ بنت ابی بکر صدیق، عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم اور ان کے ساتھ ساتھ تمام اہلِ اسلام پر بھی کفر کا فتویٰ لگاتے ہیں اور ان کے بارے میں ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہنے کا بھی عقیدہ رکھتے ہیں۔ ❸

اس عقیدہ کے سنتے ہی اس کا باطل ہونا واضح ہو جاتا ہے۔ یہ سراسر گمراہی کا عقیدہ، انتہا درجہ کی ضلالت اور حق کو یکسر چھوڑ دینے والی بات ہے۔ ازرقیوں کے اس عقیدہ پر خوارج کو بھی شیطان نے لگالیا۔ چنانچہ وہ ازرقیوں کے اس بارے میں تابع ہو گئے تو درج ذیل چند اُمور کی بنا پر جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی طرف سے پیچھے ذکر ہو چکا ان ظالموں کا عقیدہ یکسر باطل ہے۔

(۱)......صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بارے میں اللہ کا فرمان گرامی کہ وہ سب سے بہتر امت تھے۔

اللہ عزوجل قرآن حکیم میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ۗ وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُم ۚ مِّنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ ﴾ (آل عمران : ۱۱۰)

---

❶ دیکھئے: مجموع الفتاوی : ۸۹/۱۹.
❷ دیکھئے: الملل والنحل : ۱۱۷/۱.
❸ ایضاً : ۱۲۱/۱.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''تم سب سے بہتر امت چلے آئے ہو، جو لوگوں کے لیے نکالی گئی ہے۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو، برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔ اور اگر اہل کتاب ایمان لے آتے تو ان کے لیے بہتر تھا۔ ان میں سے کچھ مومن ہیں اور ان کے اکثر نافرمان ہیں۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ رب العالمین نے نبی مکرم ﷺ کے صحابہ کی تعریف وتعظیم کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ: یہ لوگ بہترین امت تھے جنھیں (دنیا جہان کے) لوگوں کے لیے پیدا کیا گیا ہے اور یہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر والے وجوب کو انتہائی اعلیٰ وکامل طریقے پر ادا کرنے کی وجہ سے اُن کو فضیلت حاصل ہوئی تھی۔ یہ صرف اور صرف اس بنا پر تھا کہ وہ لوگ قوتِ یقین اور ایمان کے کمال والے اعلیٰ ترین درجہ کو پہنچے ہوئے تھے اور اس لیے بھی وہ خیر الامم تھے کہ: اس آیت کریمہ میں بہترین والی صفات عالیہ کی انھوں نے عملاً خوب تحقیق کرلی تھی۔ امام ابوعبداللہ الحاکم رحمہ اللہ نے صحیح سند کے ساتھ سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر اس آیت کریمہ...... كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ...... یوں درج کی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان سے مراد وہ مہاجرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں کہ جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ [1]

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِيْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ يَتَخَلَّفُ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ تَسْبِقُ شَهَادَةُ أَحَدِهِمْ يَمِيْنَهُ وَيَمِيْنُهُ شَهَادَتَهُ ...... ''سب سے بہتر میرے زمانے کے لوگ ہیں۔ پھر وہ لوگ (ان سے درجہ میں کچھ کم) ہوں گے جو ان کے بعد (ان سے متصل زمانہ میں) آئیں گے۔ پھر وہ لوگ جو ان کے بعد (ان سے متصل زمانہ میں) ہوں گے۔ اور ان کے بعد ایسے لوگوں کا زمانہ آئے گا جو قسم سے پہلے گواہی دیں گے اور گواہی سے پہلے قسم کھائیں گے۔'' (موقع بے موقع قسم کھانے کی عادت بہتر نہیں ہے۔ قسم میں احتیاط لازم ہے) [2]

اور سیّدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ خَيْرَكُمْ قَرْنِيْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ .... قَالَ عِمْرَانُ: فَلَا أَدْرِي أَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَعْدَ قَرْنِهِ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةً ...... ''ثُمَّ يَكُوْنُ بَعْدَهُمْ قَوْمٌ يَشْهَدُوْنَ وَلَا يَسْتَشْهَدُوْنَ وَيَخُوْنُوْنَ وَلَا يُؤْتَمَنُوْنَ، وَيَنْذِرُوْنَ

---

[1] دیکھئے: مستدرك الإمام حاكم : ٢/٢٩٤ صححه الحاكم وأقرّه الذهبي.

[2] صحيح البخاري، كتاب الشهادات، حديث : ٢٦٥٢، صحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة، حديث: ٢٥٣٣.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَلَا يُوْفُوْنَ وَيَظْهَرُ فِيْهِمُ السِّمَنُ .)) ❶

''تم میں سب سے بہتر میرے زمانہ کے لوگ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین) ہیں۔ پھر وہ لوگ جو ان کے (متصل زمانہ) بعد آئیں گے (تابعین کرام)۔ پھر وہ لوگ جو ان کے (متصل زمانہ) بعد آئیں گے۔ (تبع تابعین رحمہم اللہ)۔ جناب عمران رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نہیں جانتا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد دو زمانوں کا ذکر فرمایا یا تین کا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمھارے بعد ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو چور ہوں گے، جن میں دیانت کا نام بھی نہ ہوگا۔ ان سے گواہی طلب نہیں کی جائے گی مگر وہ گواہیاں دیتے پھریں گے۔ اللہ کے لیے نذریں مانیں گے مگر پوری نہیں کریں گے۔ مٹاپا ان میں عام ہوگا۔'' (صحابہ کرام کی فضیلت کے بارے میں دونوں احادیث کس قدر عظیم گواہی ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دے رہے ہیں۔)

اور اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ (قرن) دنیا جہان کے تمام لوگوں سے بہترین قرن (زمانہ) تھا: اس لیے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اُس وقت نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے تھے جب لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کھلا انکار کر رکھا تھا۔ ان اصحاب خیر الامم نے اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی تھی جب لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھلم کھلا جھٹلایا تھا۔ ان اللہ کے صالح بندوں نے اُس وقت نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی تھی جب اللہ کے دشمنوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسوا کرنے کی کوشش کی تھی۔ انھوں نے اللہ کی راہ میں جہاد کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھرپور مدد کی تھی اور اپنے خون اللہ عزوجل کی راہ میں گرائے تھے۔ ❷

مارقی خوارج جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں کفر کا عقیدہ رکھتے ہیں، یہ وہ افراد تھے کہ جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی تھی اور یہ اعلیٰ درجہ والی بلند تعریف و توصیف جن اصحاب عالی مقام کو لائق ہے ان میں یہی اصحاب ہجرت سرفہرست تھے۔ ان کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے کہ جو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اُس وقت ایمان لائے تھے جب لوگوں نے آپ کا کھلم کھلا انکار کر رکھا تھا (اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پوری پوری دشمنی پر اُترے ہوئے تھے۔) یہ اصحاب ان لوگوں میں سے تھے کہ جنھوں نے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر جہاد کیا اور انھوں نے آپ کی بھرپور مدد کی تھی۔ (اس راہ میں انھوں نے اپنے اموال بھی لٹا دیے اور جانیں بھی۔) پھر یہ کہ ان اصحاب عظام رضی اللہ عنہم نے اُس نورِ ہدایت کی مکمل طور پر اتباع و پیروی کی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی

---

❶ صحیح البخاري، کتاب الشهادات، باب: لا یشهد علی شهادة جَورٍ اذا أُشهِد، حدیث: ۲٦٥١، و صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، حدیث: ۲٥۳٥.

❷ دیکھیے: علامہ مناوی رحمہ اللہ کی: فیض القدیر: ۳/٤٧٨.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرف اتارا گیا تھا۔ چنانچہ مذکور بالا آیت کریمہ اور احادیث مبارکہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے لیے اللہ عزوجل اور اس کے حبیب وخلیل نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہایت مضبوط اور شاندار گواہی ہے کہ یہی لوگ اُمت محمدیہ (علی صاحبہا التحیۃ والسلام) میں سب سے بہتر لوگ تھے۔ ❶

سادا تنا علی بن ابو طالب، زبیر بن العوام اور طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہم جیسے وہ نمایاں صحابہ کرام کہ خارجی لوگ، مارقی جن کی تکفیر کرتے ہیں، اُن کے حق میں تو صحیح احادیث وارد ہیں کہ وہ اہل جنت ہیں اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اپنی زبانِ رسالت سے جنت کی بشارت دے رکھی ہے۔

(ب)...... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے حقیقی ایمان کی گواہی اللہ عزوجل کی طرف سے، اُن کا وہ ایمان کہ جو اللہ رب العالمین کی کتاب عزیز کے بہت سارے مقامات پر ثابت ہے۔

چنانچہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرٰهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِينَ اٰمَنُوا وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ ۝﴾ (آل عمران: ٦٨)

''بے شک سب لوگوں سے ابراہیم کے زیادہ قریب یقیناً وہی لوگ ہیں جنھوں نے اس کی پیروی کی اور یہ نبی اور وہ لوگ جو ایمان لائے۔ (وہ بھی ابراہیم علیہ السلام کے زیادہ قریب ہیں۔) اور اللہ مومنوں کا دوست ہے۔''

تو اس آیت کریمہ میں ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا﴾ کا سب سے پہلے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پر اطلاق ہوتا ہے۔ اس لیے کہ بلا اختلاف یہ وہ لوگ تھے جو اس خطاب میں داخل ہونے والے سب سے مقدم اور افضل تھے۔ مگر خارجیوں کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں بالکل ٹیڑھا کر دیا اور وہ اللہ العلیم الخبیر کی گواہی کی طرف سیدھی راہ پر نہ چل سکے اور اُن اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایمان کی حقیقت وحقّیت کو نہ جان سکے کہ جن پر اُنھوں نے کفر کا فتویٰ لگا رکھا ہے۔ یا کم از کم وہ ان سے براءت کا اظہار کرتے ہیں۔ ❷

(ج)...... بلاشبہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی محکم کتاب عزیز میں اس بات کی خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے راضی ہو گئے اور وہ اللہ کریم سے راضی ہو گئے

اور اس میں بھی کسی قسم کا شک وشبہ نہیں کہ اللہ رب العرش الکریم نے اُن سے جنتوں میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے انھیں رکھنے اور بہت بڑی کامیابی کا اُن سے وعدہ فرما رکھا ہے۔ چنانچہ اللہ ذوالجلال والاکرام کا ارشاد گرامی ہے:

---

❶ دیکھئے: کتاب عقیدۃ اہل السنۃ والجماعۃ فی الصحابۃ الکرام: ۳/۱۱۶۰.

❷ ایضاً.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝﴾ (التوبہ: ۱۰۰)

''اور مہاجرین و انصار میں سے سبقت کرنے والے سب سے پہلے لوگ اور وہ لوگ جو نیکی کے ساتھ ان کے پیچھے آئے، اللہ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اس سے راضی ہوگئے۔ اس نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ہمیشہ۔ یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔''

تو اس آیت کریمہ میں اللہ عزوجل نے اس بات کی وضاحت فرما دی ہے کہ وہ مہاجرین و انصار کے سابقین واوّلین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بلاشبہ و بالتحقیق راضی ہے۔ اور یہ قرآن حکیم کی نہایت صریح دلیل ہے اس بات میں کہ جو آدمی اس بات کا اعتقاد رکھے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (نعوذ باللہ من ہذہ الھفوۃ) کافر تھے...... تو بلاشبہ وہ گمراہ ہے اور اللہ عزوجل کا سخت مخالف ہے۔ اس لیے کہ اُس نے ''مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ'' کی تکفیر کی اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ان لوگوں کی تکفیر اللہ عزوجل کی بالکل ضد اور اللہ تعالیٰ کے خلاف نری سرکشی اور بغاوت ہے۔ یہ مارقی خارجیوں اور گمراہ رافضیوں کی پہچان ہے۔ ❶

ایک دوسرے مقام پر اللہ عزوجل کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ۝﴾ (الفتح: ۱۸)

''بلاشبہ یقیناً اللہ ایمان والوں سے راضی ہوگیا، جب وہ اس درخت کے نیچے تجھ سے بیعت کر رہے تھے، تو اس نے جان لیا جو ان کے دلوں میں تھا، پس ان پر سکینت نازل کر دی اور انھیں بدلے میں ایک قریب فتح عطا فرمائی۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ رب العالمین نے واقعہ حدیبیہ کے موقع پر جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے اُن ایمان والے لشکر کے بارے میں اپنی رضا و خوشنودی کا اعلان فرمایا ہے۔ انہی اصحاب میں سادا تنا علی بن ابوطالب، طلحہ بن عبید اللہ اور زبیر بن العوام رضی اللہ عنہم شامل تھے جب کہ سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفیر بن کر مکہ گئے تھے۔ نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے موت کی بیعت

❶ دیکھئے: کتاب عقیدۃ اهل السنة فی الصحابة: ۳/۱۱۶۳.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لی تھی۔ (کہ ہم اُن کا انتقام لیے بغیر یہاں سے واپس نہیں جائیں گے۔) اور جناب عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کی جگہ پر اپنا دست مبارک رکھا اور آپ کا مبارک ہاتھ جنابِ عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے بلاشبہ بہتر تھا۔ ❶

(د)......جس جماعت کے بارے میں اللہ جل وعلا نے خبر دی ہو کہ اس ذاتِ اقدس نے ان لوگوں کے نزدیک کفر وفسق اور نافرمانی کو نہایت ناپسندیدہ چیزیں بنا دیا ہے اور انھیں ہدایت یافتہ بنا دیا ہے......تو اُن سے کفر کا صادر ہونا واقعہ کے ہی بہت دور ہے۔

چنانچہ اللہ رب العالمین کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ وَاعْلَمُوْا اَنَّ فِيكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۝﴾ (الحجرات: ۷)

''اور جان لو کہ بے شک تم میں اللہ کا رسول ہے، اگر وہ بہت سے کاموں میں تمھارا کہا مان لے تو یقیناً تم مشکل میں پڑ جاؤ۔ لیکن اللہ نے تمھارے لیے ایمان کو محبوب بنا دیا اور اسے تمھارے دلوں میں مزین کر دیا۔ (اس کے برعکس) اس نے کفر اور گناہ اور نافرمانی کو تمھارے لیے ناپسندیدہ بنا دیا ہے۔ یہی لوگ ہدایت والے ہیں۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ عزوجل نے خبر دی ہے کہ اس نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے نزدیک ایمان کو دنیا جہان کی ہر چیز سے زیادہ محبوب وپسندیدہ کر دیا ہے۔ اس لیے ان سے صرف اور صرف اسی فعل وعمل اور قول کا صدور ہوتا ہے کہ جو اُمور صالحہ کے موافق ہو اور جو انہی اُمور کا تقاضا کرے۔ چنانچہ وہ اس طرح سے اس بات کے مستحق ہو گئے کہ وہی ہدایت یافتہ ہیں۔ (اور یہ کہ اللہ عزوجل اپنے حبیب وخلیل نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:)

﴿ فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ ۚ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝﴾ (البقرہ: ۱۳۷)

''پھر اگر وہ اس جیسی چیز پر ایمان لائیں جس پر تم ایمان لائے ہو تو یقیناً وہ ہدایت پا گئے اور اگر پھر جائیں تو وہ محض ایک مخالفت میں (پڑے ہوئے) ہیں۔ پس عنقریب اللہ تجھے ان سے کافی ہو جائے گا اور وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''

❶ ایضاً۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جیسا کہ یہ آیات کریمہ اس بات کی گواہی دے رہی ہیں۔ پھر رافضی گمراہوں اور مارقی خارجیوں کے ظن باطل کے موجب یہ امت خیر الامم کے سب سے بہترین ومعزز ترین لوگ کفر کا ارتکاب کیسے کر سکتے تھے؟ صورتِ حال یہ تھی کہ اللہ کا قرآن ان کے سامنے پڑھا جاتا تھا اور ان میں اللہ کا رسول (ﷺ) موجود تھا۔ بلکہ اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ: وہ کفر جیسے جرمِ عظیم کا ارتکاب کیسے کر سکتے تھے جب کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُن کے نزدیک کفر کو دنیا کی سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز بنا کر اُنھیں نہایت ہدایت یافتہ (راشدین ومہدیین) بنا رکھا تھا۔ تو اس اعتبار سے سادا تنا عثمان بن عفان، علی بن ابوطالب، طلحہ بن عبید اللہ، زبیر بن العوام، عبد اللہ بن عباس، عائشہ بنت ابوبکر صدیق، عمرو بن العاص، ابوموسیٰ اشعری، معاویہ بن ابوسفیان اور جنگِ جمل وصفین میں شامل اصحاب النبی رضی اللہ عنہم جمیعاً کے بارے میں جاہل و مارقہ خوارج اور روافض کے گمانِ کفر سے دراصل ان کے دل راہِ حق سے یکسر مڑ کر ٹیڑھے ہو گئے ہیں۔ قبّح اللّٰہُ الخوارجَ والروافض ۔ [1]

[1] دیکھئے: عقیدۃ اھل السنه فی الصحابة : ۳/۱۱۶۵۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دسویں فصل

عصرِ حاضر میں خوارج کی گمراہ کن، جھگڑوں والی راہیں

ہمارے اس زمانے میں خارجیوں کے زہر آلودہ تیر چلنا اور ان کے جھگڑے پھر سے ایک نئے انداز میں مختلف شکلوں کی صورت میں شروع ہوگئے ہیں جو مسلمان نوجوانوں کی جماعتوں کے درمیان بڑی تیزی سے ظاہر ہو رہے ہیں۔ ان کا یہ کام کبھی جماعتوں، گروہوں کی صورت میں، کبھی انفرادی دعوت کی شکل میں، کبھی کھانے کی دعوتوں کی صورت میں، کبھی تحریکوں کے انداز میں اور خصوصی قسم کے خیالات، مخصوص علامتوں اور الفاظ، (اصطلاحات اور مونوگرامز) مخصوص انداز فکر والے مناہج اور اسلوبوں کی صورت میں۔ خاص قسم کے مواقف (جیسے کہ ان لوگوں کی عادت ہے: عموماً کہتے ہیں: ہمارا یہ موقف ہے۔) اور یہ مبالغہ آرائیاں، انفرادی جھگڑے اور کبھی جماعتی جھگڑوں کی صورت میں اور اس طرح کے دیگر ہتھکنڈے استعمال کر کے ایسے اُمور کو متعارف کرواتے ہیں کہ جن کے خطرات سے چوکنا رہنا چاہیے۔ ان کا سارا جال اس بات کا حق دار ہے کہ خاجیوں کے مسلکی و مذہبی، فکری اور عقائدی بیجوں کے مذہبی و دینی سرزمین سے باہر نکلنے سے پہلے اور ان شروعات سے قبل ان سے نفرت کی جائے۔ [1]

خوارج کے جدید گمراہ راستوں اور مظاہر میں سے:

(۱)...... دین اسلام کے بارے میں اپنے آپ پر تشدد کو نافذ کیے رکھنا اور دوسروں پر اس معاملے کو تنگ کر دینا۔

(۲)...... فخر و غرور کو اختیار کرتے ہوئے اپنی معلومات کو بہت بڑا علم شمار کرنا۔ (یہ لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ جس بات کا ہمیں علم نہیں وہ کوئی علم نہیں۔)

(۳)...... خلافت سنت دین میں نئی باتوں کا اصدار کرنا۔

(۴)...... صبر و تحمل کی قلت اور حکمت و دانائی میں کمزوری ان کی زندگی کا حصہ ہوتے ہیں۔

(۵)...... دوسروں کو جہالت کی طرف نسبت دینے اور رائے کے ذریعے اپنے آپ کو ترجیح دینا۔

---

[1] دیکھئے: ناصر العقل کی کتاب: ''الخوارج'' ص ۱۲۰۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۶)...... علماء عظام کے بارے میں بدگمانی رکھنا اور سوءِ ظن کو پھیلانا، اُنھیں حقیر جاننا اور اُن سے لوگوں کو متنفر کرنا۔

(۷)...... دوسروں کے ساتھ باہمی معاملہ کرنے میں غضبنا کی اختیار کرنا۔

(۸)...... دوسروں کے ساتھ تفاہم (سمجھنے، سمجھانے) والی پلوں کو لمبی کرنے والی مشکل کا پیدا کرنا۔ (کسی کو حق بات کی طرف آنے سے روکنے میں لمبی بحثوں میں پڑنا۔)

(۹)...... انتہائی شاطر، چالاک اور تفرقے والی قابلیت کا پایا جانا۔

(۱۰)...... دوسروں پر الزام دھرنے کو نہایت آسان سمجھنا۔

(۱۱)...... بکھری ہوئی ملت حقہ کو قرآن وسنت پر جمع کر کے ایک کر دینے کو نہایت مشکل بنا دینا اور دوسروں پر فوراً کفر کا فتویٰ لگا دینا وغیرہ جیسے غلو کے وہ مظاہر ہیں کہ جن کے ظہور میں درج ذیل اسباب کارفرما ہیں۔

(۱)......شرعی علوم کے بارے میں جہالت:

خوارج کی گمراہ کن راہوں کی طرف متوجہ ہونے والے لوگوں کی طرف غور وفکر کرنے والا جب ان میں اکثر خوارج کے قابو میں آئے ہوئے لوگوں کی طرف توجہ کرے گا تو اسے فوراً معلوم ہوگا کہ ان لوگوں کی خاص پہچان شریعتِ مطہرہ سے جہالت ہے۔ دین حنیف کے فہم میں یہ لوگ نہایت کمزور واقع ہوئے ہیں۔ یعنی شرعی علوم میں حاصل کردہ بقیہ، (چند رٹی رٹائی باتیں) تالاب میں باقی رہ جانے والے کیچڑ نما تھوڑے سے پانی کی مانند ہوتا ہے۔ چنانچہ جب وہ دین کے بڑے بڑے معاملات اور بڑی مصلحتوں کے لیے کسی مجلس میں سینہ تان کر بیٹھتے ہیں تو ان سے اکثر دیوانہ پن، بیوقوفوں جیسا انداز، انتہائی تیزی سے صادر ہونے والے ان کے احکام، فیصلے اور تنگ نظری والے موقف ظاہر ہوتے ہیں۔ اور یہ اُن سے مصالح ومفاسد والی فقہ میں عیبوں سے بچنے پر عدمِ قدرت وعدمِ ضبط کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اسی طرح اُن سے ایسا اظہار مصالح ومفاسد والی فقہ کے مراتب کا علم نہ ہونے کی وجہ سے بھی ہوتا ہے اور ان سب کے اوپر معین قضایا پر قرآن وسنت میں فیصلہ شدہ نصوص میں سے ایک ایک نص صریح پر جہالت ہوتی ہے۔ (یعنی قرآن وسنت کے بڑے مشہور احکام واوامر میں نصوص صریحہ میں سے کوئی بھی ان کو یاد نہیں ہوتی) جب کہ شرعی سیاست سے متعلقہ عام منکرات کہ جو اکثر فتنوں کا سبب بنتی ہیں، طہارت، نماز، حج اور شخصی کیفیتوں کی طرح نہیں ہوتیں کہ جن میں حق تفصیلی دلائل پر قائم ہوتا ہے۔ ❶

بلکہ اس ضمن میں درج ذیل بنیادوں پر علم کا قیام ضروری ہوتا ہے۔

❶ دیکھئے: ڈ/ ناصر العقل کی ''الخوارج'' ص ۱۲۰۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ا: عام شرعی دلائل اور وہ اصول وقواعد کہ جن کے تحت بہت سارے امور داخل ہو جاتے ہیں۔

ب: شریعت مطہرہ کے مقاصد۔

ج: مصالح اور مفاسد کے درمیان موازنہ کرنا۔

د: اور تفصیلی دلائل۔

عامۃ الناس اور چھوٹے علماء کے لیے عمومی و کلی قضایا کا فہم حاصل کرنا ممکن نہیں ہوتا۔ اگرچہ ان کے لیے جزوی نصوص کا فہم ممکن ہوتا ہے۔ اسی طرح شریعت مطہرہ کے مقاصد کا فہم، نصوص کے خلاصہ کی مکمل چھان بین اور شارع علیہ السلام کے اختیار طرز عمل کے بغیر بالکل ہی ناممکن ہوتا ہے۔ اس لیے مقاصد کی فقہ ایک نہایت قابل قدر و معزز فقہ ہے کہ جسے ہر شخص حاصل نہیں کرسکتا۔ بلکہ اس تک وہی شخص پہنچ سکتا ہے کہ جس نے علم کے مدارج کو طے کرلیا ہو اور وہ واقع الحال پر پوری طرح مطلع ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ ان احتمالات پر گہری نظر رکھے کہ جن کے واقع ہونے کا اسے یقین ہو۔ پھر یہ کہ وہ ان مصالح و مفاسد کے موازنہ کا مکمل علم رکھتا ہو کہ جو شریعتِ مطہرہ کے فہم اور اس کے مقاصد کے محتاج ہوں۔ اور یہ کہ وہ واقع کے فہم اور مفاسد و مصالح کی درجہ بندیوں کا فہم بھی رکھتا ہو۔ یہ سب کی سب شرائط صرف اور صرف علماء عظام کو ہی حاصل ہوسکتی ہیں۔ [1]

اگر عامۃ الناس کے وہ لوگ یا ان میں سے سطحی قسم کا علم رکھنے والے لوگ کہ جو کتاب اللہ العزیز اور سنت رسول اللہ الکریم کا پورا پورا علم وفہم نہ رکھتے ہوں لوگوں سے آگے بڑھتے ہوئے صدرنشیں ہو جائیں تو وہ مسلمانوں کو بکھیر کر رکھ دیتے ہیں اور ان کی وحدت کو پارہ پارہ کردیتے ہیں۔ اس لیے کہ اگر عوام کے لیے ایسے شرفاءِ قوم نہ ہوں کہ جو اُنھیں ان کی رائے سے روک سکیں تو عامۃ الناس کا کسی بھی معاملے پر اتفاق کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اسی لیے تمام دینی اُمور، مقاصد شریعت اور مصالح و مفاسد کے درمیان موازنہ کا معاملہ اہل حل وعقد کی طرف پلٹا کرتا ہے۔

(۲)......بغیر استاد کے کتابوں کا مطالعہ:

غلو وتکفیر کے مظاہر میں سے دوسرا سبب ان لوگوں کی گمراہی کا بغیر کسی استاذ سے اصول وقواعد شریعت، تفسیر وحدیث اور فقہ کی کتب کا خود بخود پڑھنا اور پھر کوئی رائے قائم کرلینا ہے کہ جس نے غلو وتکفیر کی فکر کو ان میں پیدا کیا ہے۔ اس سبب میں اُن کا علمی کتابوں کی طرف بغیر استاد کے متوجہ ہونا ہے کہ جو استاذ صحیح قرآن وسنت کے منہج کو متعین کرسکے اور نہ ہی کسی صحیح ذہن ساز سے ان کتابوں کو پڑھتے ہیں کہ جو ان کی صحیح راہنمائی کرسکے۔

[1] دیکھیے: "قواعد فی التعامل مع العلماء" ص ۱۲۱.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہمارے دور میں طلبہ نے انتہائی دشوار مسائل کے احکام کو قبل اس کے کہ کتاب وسنت والے علم کے ساتھ ان کے پیر مضبوط ہوں انھوں نے استنباط واستخراج شروع کر دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے قدم اکھڑ جاتے ہیں اور وہ لوگوں پر تکفیر و نفاق کے فتوے لگانا شروع کر دیتے ہیں۔ آج کل کے نوجوانوں کی طرف سے یہ معاملہ دو طرح سے پیش آ رہا ہے۔

ایک وہ نوجوان ہیں کہ جن کی زندگی کا کچھ حصہ جیلوں میں گزرا ہو اور انھوں نے سزا اور مشقت کا سامنا کیا ہو۔ دوسرے وہ نوجوان ہیں کہ جو نہ ہی تو کبھی جیل جانے سے دو چار ہوئے ہوں اور نہ ہی انھوں نے مشقتیں کاٹی ہوں۔ چنانچہ بے چین ومضطرب قسم کی سوچ اور غلو کی مصیبت سے انتہائی کڑوے پھل کی صورت میں نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انھوں نے مسلمانوں کی اجتماعیت کو پارہ پارہ کر کے رکھ دیا ہے اور وہ ان کو گروہ در گروہ (فرقوں میں) تقسیم کرتے چلے جا رہے ہیں۔ یہ معاملہ درج ذیل چند اسباب کی وجہ سے پیش آیا ہے:

(۱)......علماء سے منہ موڑ لینا:

غلو وتکفیر کا شکار آج کل کے یہ نوجوان بعض انحرافات میں واقع ہونے کے سبب اس غلط منہج وطریق پر چل کھڑے ہوئے ہیں جس میں سے ایک یہ ہے کہ وہ نفسانی خواہشات والوں سے علم کو اپنی نسبت دیتے ہیں۔ چنانچہ انھوں نے نفسانی خواہشات والوں کے پیچھے چل کر صحیح ثقہ اہل علم سے اعتماد کو واپس لینا شروع کر دیا ہے اور قرآن وسنت والے صحیح منہج کے حامل علماء کی باتوں سے انحراف کرتے ہیں اگرچہ علماء کی باتیں حق ہی کیوں نہ ہوں۔ اس طرح سے ایسے نوجوانوں پر بدگمانی کا غلبہ ہو جاتا ہے اور وہ علماء سے منہ موڑ لینے کے دائرہ کو وسیع کر لیتے ہیں۔ اس اعراض والے عمل میں وہ عین قرآن وسنت پر عمل پیرا سچے علماء کرام کو شامل کرتے ہوئے ان سے بھی اپنا اعتماد واپس لے لیتے ہیں۔ جب کبھی بھی کوئی ثقہ عالم آدمی ان کی کسی رائے سے اختلاف کرے کہ جس کی طرف وہ مائل ہوئے ہیں اور یہ ان کی رائے قرآن وسنت کے خلاف ہو تو وہ اس سے بھی اعتماد واپس لیتے ہوئے اُس سے منہ موڑنے لگتے ہیں۔ یہی وہ موڑ ہے کہ جس پر خطرہ ممکن ہوتا ہے اور حد سے تجاوز پایا جاتا ہے۔

علماء کرام میں سے ایک بزرگ عالم بیان کرتے ہیں کہ جنھوں نے اس طرح کے نوجوانوں سے ان کے ساتھ اپنی ایک ملاقات میں مباحثہ کیا تھا: نوجوانو! تمھارے بارے میں جس بات سے مجھے ڈر ہے وہ یہ ہے کہ تمھارا علماء حق سے اعتماد اٹھ جانا تمھیں دو معاملات پر ابھارے گا یا پھر دونوں میں سے کسی ایک معاملے پر ضرور تیار کرے گا۔

۱: ناکافی علمی استعداد کے ساتھ دینی و عالمی مسائل میں اجتہاد کرنا اور اس بارے میں اپنے آپ کو اہل جاننا یا پھر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ب: بغیر کسی ثقہ عالم استاذ سے مدد لیے خود بخود علمی واصولی دینی کتب کی طرف رجوع کر کے ان سے مسائل کا اخذ کرنا۔ یہ دونوں باتیں نہایت خطرناک ہیں۔ یہ بات سن کر ایک نوجوان کہنے لگا: ہم اس وقت دونوں باتوں کا شکار ہو چکے ہیں۔ [1]

(ب)......تقلید کی مذمت میں حد سے زیادہ غلو:

بلاشبہ قرآن کریم نے تقلید اور مقلدین کی مذمت کی ہے اور سلف صالحین تقلیدی مسلک سے اُمت کو پوری طرح خبردار بھی کرتے رہے ہیں۔ اللہ عزوجل کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَآ أَنزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ ءَابَآءَنَآ ۗ أَوَلَوْ كَانَ ءَابَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْـًٔا وَلَا يَهْتَدُونَ ۝ ﴾ (البقرہ: ۱۷۰)

''اور جب ان سے کہا جاتا ہے اس کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل کیا ہے تو کہتے ہیں بلکہ ہم تو اس کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ کیا اگرچہ ان کے باپ دادا نہ کچھ سمجھتے ہوں اور نہ ہدایت پاتے ہوں۔''

آیئے اس ضمن میں آئمہ کرام رحمہم اللہ جمیعاً کے اقوال کا بالاختصار جائزہ بھی لے لیتے ہیں۔ امام محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وہ شخص کہ جو بغیر قرآن وسنت کی دلیل کے علم حاصل کرتا ہے، اُس کی مثال، رات کے وقت جنگل سے سوکھی لکڑیاں جمع کرنے والے کی مانند ہے۔ وہ اپنی لکڑیوں کا گٹھڑ جب اٹھاتا ہے تو اس میں بسا اوقات کوئی سانپ بھی لپٹا ہوا آجاتا ہے جو اُس کو ڈس لیتا ہے اور اُس شخص کو اس سانپ کا علم ہی نہیں ہوتا۔ (یہی حالت تقلید کی ہے۔) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میرے طالب علمو! میری تقلید نہ کرو۔ نہ ہی امام مالک بن انس کی، نہ ہی امام سفیان ثوری کی اور نہ ہی امام اوزاعی رحمہم اللہ کی تقلید کرو۔ بلکہ علم کو وہاں سے لو (سیکھو) جہاں سے انھوں نے لیا۔ (یعنی قرآن وسنت سے۔) امام ابو یوسف شاگردِ رشید امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: تم میں سے کسی کے لیے بھی جائز نہیں ہے کہ وہ ہماری کہی ہوئی بات، رائے کو آگے بیان کرے حتیٰ کہ اسے خوب علم ہو جائے کہ ہم نے اپنی بات کہاں سے لی ہے۔ (یعنی کیا اس پر قرآن وسنت میں سے کوئی دلیل ہے؟)

آج کل کے نوجوانوں نے یہ باتیں پڑھ رکھی ہیں اور انھوں نے یہ بھی پڑھا ہوا ہے کہ: کسی عالم کی تقلید کرنے والا، اپنی ماں کی گود میں دودھ پیتے بچے کی طرح ہے اور یہ کہ مقلد اور ایک چوپائے میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ [2]

---

[1] تفصیل کے لیے دیکھئے: التکفیر جزورہ و اسبابہ ص ۱٤، ص ۱۵ و ظاھرۃ الغلوّ فی الدین" ص ۳۱۳.

[2] تفصیل کے لیے دیکھئے: اعلام الموقعین جلد ۲، ص ۲۰۰، ۲۰۱، جامع بیان العلم وفضلہ جلد۲، ص ۱۱٤.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ انھوں نے اپنی ذوات کے علاوہ علماء کرام کی تقلید سے نفرت کا اظہار کر دیا اور پھر تقلید سے نفرت اور اس کی مذمت میں انتہائی مبالغے سے کام لینا شروع کر دیا۔ انھوں نے گمان کیا کہ امت کے سابقین، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور تابعین و تبع تابعین الصادقین رحمہم اللہ جمیعا جیسے سلف صالحین کی آراء سے راہنمائی حاصل کرنا، ان کے مناہج سے استفادہ کرنا اور دلائل کے ساتھ مضبوط و مستحکم کیے گئے ان کے فتاویٰ سے راہنمائی حاصل کرنا بھی قابل مذمت تقلید میں شامل ہے۔ چنانچہ اسی بنیاد پر انھوں نے سلف صالحین کے فہم قرآن وسنت اور منہج سلیم سے استفادہ کیے بغیر خود بخود اپنی ذاتی رائے و اجتہاد سے فتوے جاری کرنا جائز سمجھ لیا ہے۔ حالانکہ وہ بے چارے علمی طور پر اس کے اہل ہی نہیں ہوتے اور پھر انھوں نے کتابوں پر اوندھے منہ گر کر ان سے احکام کا استخراج شروع کر دیا اور نہایت ہی حیران کن قسم کی آراء کا استنباط کرنے لگے ہیں۔ وہ اس میدان میں پھر ہمہ تن مشغول ہو گئے حالانکہ وہ اس میدان کے شاہسوار تھے ہی نہیں۔ چنانچہ وہ اس میدان میں بہت دور نکل گئے اور انھوں نے حدوں کو پار کر لیا۔

اس طرح کے نوجوان دین کے تمام اصولی و عالمی امور میں نہ ہی اچھی طرح تمیز کر سکے ہیں اور نہ ہی ان کی انھوں نے چھان پھٹک کی ہے۔ نہ ہی صحیح اور ضعیف و نادرست اقوال کی وہ معرفت حاصل کر سکے ہیں۔ چنانچہ ہوا یہ کہ انھوں نے بعض مسائل و احکام کو عام کر دیا حالانکہ وہ پھیلائے جانے اور عام کرنے کے لائق نہ تھے اور ان مسائل و احکام اور اُمور سے اعراض برتا کہ جن پر بہت زیادہ توجہ کی ضرورت تھی۔ انھوں نے بعض امور میں فوری اقدام کر ڈالا حالانکہ ان سے باز رہنا واجب تھا۔ سو! وہ نصوص کہ جو تقلید کی مذمت کرتے ہیں وہ عام نہیں ہیں۔ بلکہ ان کے لیے تو خاص حالات ہوتے ہیں کہ جن پر ان نصوص کا اطلاق ہوا کرتا ہے۔ ❶

ابن عبدالبر رحمہ اللہ تقلید کی مذمت میں مروی آثار و احادیث کا ذکر کرنے کے بعد اسی باب کے اختتام پر لکھتے ہیں: ''یہ سارے کا سارا حکم خاص لوگوں (علماء) کے لیے ہے۔ اس لیے کہ بلاشبہ عامۃ الناس کے لیے اپنے علماءِ حق کی تقلید (اور تعلّم) ضروری ہے بالخصوص سخت مصیبت کے وقت کہ جو اُن پر آن پڑے۔ اس لیے کہ سخت مصیبت دلیل کے موقع کو واضح نہیں کرتی اور نہ ہی عدم فہم کو اس کے علم سے قبول کرتی ہے۔ اس لیے کہ علم کے درجات ہوتے ہیں جس کے اعلیٰ درجات تک پہنچنے کے لیے نیچے والے مراتب کو حاصل کیے بغیر کوئی چارہ کار نہیں۔ یہی وہ پردہ ہے کہ جو عامۃ الناس اور دلیل کے عالم و طالب کے درمیان حائل ہوتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ ❷

❶ دیکھیے: ظاهرة الغلو فی الدين ص ٣١٦.

❷ علم اور علماء کی درجہ بندی کی بات تو قرآن نے بھی بیان کی ہے۔ فرمایا: ﴿نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ وَفَوْقَ كُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ﴾ (یوسف: ٧٦) ''ہم جسے چاہتے ہیں درجوں میں بلند کر دیتے ہیں اور ہر علم والے سے اوپر ایک سب کچھ جاننے والا ہے۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علماء کرام کی اس بات میں ایک دوسرے سے اختلاف نہیں ہے کہ: عامۃ الناس پر اپنے علماءِ حق کی تقلید و اطاعت لازم ہے اور وہ درج ذیل فرمان ربّ العالمین کے مراد ہیں۔ فرمایا:

﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝﴾ (الانبیاء: ۷)

''اور ہم نے تجھ سے پہلے نہیں بھیجے مگر کچھ مرد، جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے۔ پس ذکر والوں سے پوچھ لو، اگر تم نہیں جانتے ہو۔''

اسی طرح ہر وہ مسلمان کہ جس کے پاس نہ علم ہو اور نہ ہی علمی بصیرت اس معنی میں کہ جس کے ساتھ وہ دینی مسائل و احکام کا صحیح تعین کر سکے تو اس کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ قرآن و سنت کے صحیح علم و فہم والے اپنے عالم کی تقلید و اتباع کرے۔ (یہاں ہر مقام پر تقلید سے مراد علماء کی غیر معلوم مسائل میں اتباع ہے، اندھی تقلید نہیں۔) اسی طرح علماء عظام کے مابین اس مسئلہ میں بھی اختلاف نہیں ہے کہ: عامۃ الناس کے لیے فتویٰ صادر کرنا بھی جائز نہیں ہے اور یہ اس لیے کہ وہ قرآن و احادیث صحیحہ کے معانی کو خوب اچھی طرح نہیں جانتے ہوتے کہ جن کے ذریعے حلال اور حرام کا علم حاصل ہو سکے اور پھر پختہ علم کی بنیاد پر کوئی قول صادر کر سکے۔ ❶

تو اس طرح کے نوجوان کہ جن کا اوپر ذکر ہو رہا تھا، اُن کا تعلق بھی عامۃ الناس سے ہے۔ بالخصوص شریعت مطہرہ کے علوم و معارف اور اس کے لوازم کے متعلق۔ صورتِ حال یہ ہے کہ اس طرح کے نوجوان (اپنے نفسانی کبر کی وجہ سے) علماء عظام و کرام سے دینی مسائل کے استفسار اور قرآن و سنت کا علم حاصل کرنے میں نفرت سے کام لیتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ نکل رہا ہے کہ وہ بے اصول و غیر منظم سوچ، فکر (Thinking & Theory) کا نہایت کڑوا پھل (جو فصل کے پکنے پر حاصل ہو۔) بن کر رہ گئے ہیں۔

(ج)......سچائی کے کلمات کی انتہائی غلط تطبیق:

نہایت واضح اور سچے نظریہ و اُصولِ شریعت کو غلط معانی پہنانا اور اُن کو غلط تطبیق دینا وہ خطرناک آفت و مصیبت ہے کہ جو شخص اس سے بچ گیا وہ تو جانیے کہ نجات پا گیا اور جو اس دلدل میں پھنس گیا وہ تباہ و برباد ہو گیا۔ اس ضمن میں سب سے بڑی مشکل اور مصیبت یہ ہے کہ: جو مسلمان آج اور گزرے ہوئے کل کے خوارج والے غلو و تکفیر میں پھنس گیا کہ جس غلو کا معنی و مفہوم اور معاملہ وہ نہیں ہے کہ جس کے ساتھ وہ استدلال کرتے ہیں۔ بلکہ اس کا مفہوم و معنی نبی مکرم ﷺ اور صحابہ کرام و تابعین عظام رضی اللہ عنہم کے نزدیک اور ہوا کرتا تھا وہ جانیے کہ گمراہ ہو گیا۔

❶ دیکھئے: جامع بیان العلم وفضله جلد ۲، ص ۱۱٤، ۱۱٥.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ خارجی جب امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ پر پلٹ گئے اور انھوں نے آپ رضی اللہ عنہ پر کفر کا فتویٰ لگا دیا تو کہنے لگے: ''لَا حُکْمَ إِلَّا لِلّٰهِ ...... اللہ کے سوا کسی کو حکومت (فیصلے کا اختیار) نہیں ہے۔'' یہ سن کر امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ جملہ بالکل برحق ہے مگر اس کا معنی ومفہوم خارجیوں نے غلط سمجھ لیا ہے اور ان کا معنی باطل ہے۔ ❶

عصر حاضر کے ہمارے نوجوان بھی اسی دلدل میں جا پھنسے ہیں جس دلدل میں خارجی لوگ پھنس گئے تھے۔ انھوں نے بھی صدق وعدل جیسے الفاظ کے معانی کی نہایت بری تطبیق کر رکھی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ انھوں نے شرعی احکام پر بھی جرأت سے کام لینا شروع کر دیا اور اعتدال کی راہ سے یکسر ہٹی ہوئی اپنی آراء کے ساتھ خروج کر گئے ہیں۔ ان کلمات میں سے وہ الفاظ کہ جن کا وہ اصطلاحاً استعمال کرتے ہیں مثال کے طور پر یہ اُن کا یہ کہنا ہے: ''تقلید مطلق طور پر قابل مذمت ہے۔'' یہ جملہ بالکل حق ہے۔ اس پر قرآن وسنت کے دلائل موجود ہیں اور بڑے بڑے علماءِ اُمت اور آئمہ کرام رحمہم اللہ جمیعا نے تقلید محض سے منع فرمایا ہے۔ مگر اس ضمن میں کچھ نہایت ہی اہم معاملات ہیں کہ جن پر خبرداری ضروری ہے تاکہ ہم اس جملہ کے صحیح معنی مراد لے سکیں اور اس کا صحیح مفہوم سمجھ سکیں۔

۱...... بلاشبہ تقلید باطل کہ جو قابل مذمت ہے وہ یہ ہے کہ: بغیر کسی قرآن وسنت کی دلیل کے دوسرے کی بات اور فتویٰ کو آنکھیں بند کر کے قبول کر لینا۔

۲...... بلاشبہ تقلید اس شخص کے حق میں قابل مذمت ہے کہ جو اجتہاد پر مکمل قادر ہو۔ (اس ضمن میں وہ اصول وقواعد اور شروطِ اجتہاد کا مکمل عالم اور قرآن وسنت کے علوم پر عبور رکھنے والا ہو۔) جب کہ اجتہاد سے عاجز آدمی کے حق میں جائز ہے۔ ❷

۳...... علماء سابقین اور سلف صالحین رحمہم اللہ جمیعاً کی کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہیے اور بلا تعصب ان کی آراء و اجتہاد سے مکمل استفادہ قابل مذمت تقلید نہیں ہے۔ بلکہ ہر طالب علم کے لیے ضروری ہے کہ وہ کسی بھی زیر بحث مسألہ پر حکم لگانے سے پہلے اس بات کا علم ومعرفت حاصل کرے کہ اس ضمن میں علماء سابقین وسلف صالحین نے کیا کہا ہے؟ تاکہ وہ ان کی اس بارے میں آراء اور اُن کے فہم سے راہنمائی حاصل کر سکے۔ ❸

---

❶ تاریخ الطبری جلد ۵، ص ۶۸۸.

❷ دیکھئے: الفتاوی جلد ۱۵، ص ۲۰ اور جلد ۲۰، ص ۲۰۳، ۲۰۴.

❸ دیکھئے: ''ظاهرة الغلو في الدين'' ص ۳۱۸.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جناب عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جب تک پورے طرح سے عالم نہ ہو کسی کے لیے ضروری نہیں ہے کہ وہ لوگوں کے اختلاف کی بنا پر ان کو فتویٰ دے۔ اگر آدمی پورا عالم نہ ہو تو وہ دریافت کیے گئے مسئلہ میں اس کا علم پیش کرے جو اس سے زیادہ ثقہ ہو۔ ❶

امام قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جو آدمی مسئلہ مستفتی میں علماء عظام و آئمہ کرام کی اختلاف آراء کو نہ جانتا ہو وہ اپنی (علمی) ناک سے فقہ کی خوشبو کو سونگھ بھی نہیں سکتا۔ امام یحییٰ بن سلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جو آدمی مسئلہ مستفتی کے بارے میں علماء کے اختلاف کی معرفت نہ رکھتا ہو اس کے لیے ضروری نہیں ہے کہ وہ فتویٰ دے اور نہ ہی اُس شخص کے لیے جائز ہے کہ جو آئمہ و علماء عظام کے اقوال کے بارے میں علم رکھتا ہو، یوں کہے کہ: میرے نزدیک یہ بات زیادہ پسندیدہ ہے۔ ❷

اِدھر صورت حال یہ ہے کہ عصر حاضر کے بعض نوجوان تقلید کے عدم جواز والے اصول و قاعدہ کی تطبیق کرنے میں زبردست غلطی کا شکار ہیں۔ چنانچہ انھوں نے اس قاعدہ کو عامۃ الناس اور علماء سب پر محمول کر رکھا ہے۔ بلکہ انھوں نے علم قرآن و سنت اور علم اجتہاد پر قدرت رکھنے والے اور اس نعمت عظمیٰ سے محروم شخص کے درمیان فرق رکھا ہی نہیں۔ نہ ہی انھوں نے اصولِ دین اور فروعِ اسلام کے درمیان کوئی فرق چھوڑا ہے۔ اس سے بڑھ کر اُن سے اس ضمن میں کیا توقع کی جاسکتی ہے؟ علماء عظام و آئمہ سلف صالحین کے اقوال و آراء سے اعراض ان کا شیوہ ہے بلکہ ان میں سے بعض کے نزدیک یہ معاملہ اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ وہ عظام علماء اُمت کی آراء و اجتہادی اقوال کو بیوقوفی پر محمول کرتے ہیں اور ان کے مناہج پر تنقید کرتے ہیں اور یہ اُن کے نزدیک اس لیے ہے کہ تقلید محض ہے ہی قابل مذمت۔ پھر جرأت یہ ہے کہ جاہل مفتی بن کر فتوے بھی صادر کیے پھرتے ہیں اور بغیر علم و فنِ اُصول کی معرفت کے براہِ راست قرآن و سنت سے مسائل و احکام کا استنباط بھی کرتے پھرتے ہیں۔ ❸

غلو و تکفیر کے نظریہ کا شکار نوجوانوں اور کم علم باغیوں کا دوسرا نعرہ یہ ہے کہ: ''وہ بھی مرد تھے، ہم بھی مردِ میدان ہیں۔'' یہ ایک خوش نما جملہ ہے کہ جس نے عصر حاضر کے خارجی ذہنیت کے مالک لوگوں کو خوش کر کے رکھ دیا ہے۔ اس لیے کہ اس جملہ سے آدمی کے نفس کو خود بخود بڑی اہمیت مل جاتی ہے۔ (وہ سمجھنے لگتا ہے کہ

---

❶ جامع بیان العلم وفضله جلد۲، ص ٤٦، ٤٧.

❷ ایضاً.

❸ دیکھیے: ظاهرة الغلو فی الدین ص ۳۱۹.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں بھی ایک چیز ہوں۔) اور اس جملے سے کسی بھی بڑے چھوٹے کی ماتحتی اور تسلیم و رضا کے مقابلے میں خودداری و بڑائی پیدا ہو جاتی ہے۔ (اور یہی شیطان کا ایک بڑا حربہ ہے کہ جس سے وہ انسان کو تکبر و غرور کی راہ پر ڈال دیتا ہے۔) یہ ہے وہ باطل نظریہ کہ جس پر آج کتنے ہی لوگ کاربند نظر آتے ہیں اور لوگوں کے دل اس جملہ کی طرف مائل ہو چکے ہیں۔ آیئے اب ذرا اس جملہ کی حقیقت و معانی اصلیہ کی طرف رجوع کرتے ہیں: سب سے پہلے یہ جملہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہا تھا۔ (یعنی: "هُمْ رِجَالٌ وَنَحْنُ رِجَالٌ") لیکن یہ ہے کہ لوگ مرورِ زمانہ کے ساتھ اولاً: اس جملہ کے کہنے والے کو بھی بھول گئے۔ ثانیاً: اس جملہ کے خصائص اور اس کی مناسبت کو بھی انھوں نے بھلا دیا اور پھر اس ڈگر پر چل کھڑے ہوئے کہ: مجرد کسی ایک آدھ آیت یا کسی ایک آدھ حدیث کو صرف پڑھ کر ہی انھوں نے احکام و مسائل کو جھپٹنا شروع کر دیا۔ اس آیت یا اُس حدیث کی شرح اور اس بارے میں آئمہ کرام اور علماء عظام کے فہم کا مطالعہ بالکل سطحی سا کر لیا اور بس مفتی صاحب بن گئے۔ اس آیت کریمہ یا حدیث شریف سے کسی چیز یا عمل کو باطل قرار دینے میں ان آئمہ کرام و علماء عظام نے جو استنباط و استخراج کیا ہوتا اس پر اُن کی نظر ہی نہیں ہوتی اور جب ان لوگوں سے کہا جاتا ہے: ارے اللہ کے بندو! تم لوگ یہ کیا کر رہے ہو؟ کوئی حکم لگاتے اور مسئلہ بتلاتے وقت صبر سے کام لے لیا کرو اور توقف کیا کرو۔ علماء و آئمہ اُمت کے مستنبط و مستخرج احکام و مسائل کے بارے میں مطالعہ اور غور و فکر کر لیا کرو۔ علاوہ ازیں اپنے علماء کرام کے فہم و علم کی طرف پہلے دیکھ لیا کرو تو وہ فوراً کہیں گے: "هُمْ رِجَالٌ وَنَحْنُ رِجَالٌ ...... وہ بھی علم قرآن و سنت اور تفقہ فی الدین کے مردمیدان تھے اور ہم اُنھیں جیسے مرد ہیں۔"

جی ہاں! اس میں کوئی شک نہیں کہ تم لوگ جسمانی بناوٹ، بشری طبیعتوں اور ڈیل ڈول کے اعتبار سے اُن کے برابر ضرور ہو۔ مگر کیا تم جانتے ہو کہ: اس جملے کا کہنے والا کون تھا؟ اور اس جملے کی اُس کے ہاں اس کی مناسبت کیا تھی؟ تو سنیے! وہ شخص اپنے زمانے کا فقیہ، عالم اور امام تھا۔ اللہ عزوجل نے نہایت روشن فہم و تفقہ کے ساتھ اس پر احسان فرمایا تھا۔ اس شخص کو گہرا علم اور دل کا تقویٰ بھی اللہ کریم کی طرف سے عطا ہوا تھا۔ اُس شخص (امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ) نے اپنے اُصول کے لیے بیان یہ کلمہ کہا تھا۔ اب مکمل عبارت سنیے اور پھر اپنی حالت کا جائزہ بھی لے لیجیے۔ امام صاحب نے کہا تھا:

"إِذَا كَانَ الْقُرْآنُ أَوِ السُّنَّةُ فَأُقَدِّمُهُمَا ، وَإِذَا كَانَ قَوْلُ الصَّحَابِيِّ فَلَا أَخْرُجُ عَنْهُ ، وَإِذَا كَانَ قَوْلُ تَابِعِيٍّ فَهُمْ رِجَالٌ وَنَحْنُ رِجَالٌ ." [1]

[1] ایضاً: ظاهرة الغلو ......ص ٣١٩.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اگر قرآن حکیم یا سنت وحدیث رسول اللہ ﷺ ہمارے سامنے آجائے تو میں ان دونوں کو ہر علم ورائے پر مقدم کروں گا اور اگر کسی صحابی کا قول (فہم قرآن وسنت اور تفقہ فی الدین) ہمارے علم میں آ گیا تو میں اس کے قول وفرمان اور فہم وفقہ سے یکسر باہر نہیں نکلوں گا۔ اور اگر کسی تابعی کا قول ہمارے سامنے کسی مسئلہ میں آیا تو پھر میں کہتا ہوں کہ: وہ بھی میدان علم ومعرفت اور تفقہ فی الدین کے شاہسوار ہیں اور ہم بھی وہی مردِ میدان ہیں۔''

اس لیے ضروری ہے کہ اس جملہ کے موقع محل اور اس کی مناسبت کے بارے میں جان لیا جائے تاکہ ہم کسی حکم ومسئلہ کی تطبیق میں افراط وتفریط کا شکار نہ ہو جائیں۔ ہاں! تو محترم بھائی! ہمارے اسلاف، علماء عظام و آئمہ کرام میدانِ اجتہاد ومعرفت اور علم قرآن وسنت کے شاہسوار تھے اور کبار علماء تھے۔ ذرا دل میں جھانک کر اور اپنی علمی گہرائی کا جائزہ لے کر فیصلہ کرو، کیا تم بھی انہیں کی طرح اس پائے کے ہو؟ ❶

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا منہج؛ براہ راست قرآن وسنت سے علم حاصل کرنا تھا:

عصر حاضر کے بعض نوجوان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے منہج کی تجدید اس کے بعد کرنے لگے ہیں کہ (شاید ان کی نظر میں) یہ منہج مخلوق میں مٹ کر رہ گیا تھا اور قرآن وسنت سے احکام کے استخراج کی طرف متوجہ ہو گئے ہیں۔ جب کہ اس کے ساتھ ساتھ وہ علماء اسلام کے فہم والی روشن دماغی سے منہ بھی موڑے ہوئے ہیں۔ یہ نوجوان کہتے ہیں: ہمارے قرآن وسنت ہی کافی اور ہمارے لیے فوت شدگان کا فہم کوئی دلیل نہیں ہے۔ قرآن وسنت ایک صاف ستھرا چشمہ ہیں، ہم ان دونوں کو کسی اور چیز سے گدلا نہیں کرنا چاہتے۔ یہیں پر ان کا پھینکا ہوا تیر خطا ہو کر نشانے سے ہٹ گیا ہے۔ اس لیے کہ قرآن وسنت سے براہِ راست علم حاصل کرنا اور ان کے ساتھ براہِ راست معاملہ کرنا ممکن نہیں ہے کیونکہ اس کے لیے کچھ حدود وقیود ہیں۔ ہر مسلمان کے لیے لازم ہے کہ وہ قرآن وسنت کے ساتھ براہِ راست معاملہ ضرور کرے مگر عقائد واخلاق کے اصول جاننے کے لیے۔ اسی طرح وعظ و نصیحت کے اسباق اور عظیم عبرتیں حاصل کرنے کے لیے۔ یہ وہ اُمور ہیں کہ جنھیں اللہ عزوجل نے نہایت روشن کر کے بیان فرمایا ہے، بہت ہی مکمل بیان کے ساتھ۔ اس حیثیت سے کہ آدمی ان کو سمجھنے میں تنگی محسوس نہیں کرتا مگر یہ ہے کہ جب تک وہ قرآن کی زبان کو جانتا ہو۔ ❷

جہاں تک عقائد واحکام میں نہایت دقیق امور کو سمجھنے اور جاننے کا تعلق ہے تو اس کا دائرہ اپنے سابق سے

---

❶ ایضاً ص ۳۲۰.

❷ دیکھیے: ظاهرة الغلو فی الدین ص ۳۲۱.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تنگ ہو جاتا ہے تاکہ برابری (کفاءت) اور قدرت والے لوگوں کی وحدت وسیع ہو سکے۔ یہی وہ لوگ ہیں کہ جنھوں نے ایسے علوم کے ساتھ زادِ راہ لیا ہے کہ جو لغت، اصول اور حدیث سے زیادہ وسیع ہیں اور یہ کہ ان علوم نے انھیں حسن فہم اور دقت استنباط کو ان کے لیے ممکن بنایا ہے اور یہ کہ ان علوم نے ان کو متشابہات اور خفیہ امور کے وقت زیادہ سخت فیصلے کرنے سے روک کر رکھا ہوتا ہے۔ اسی باشعور و ہوش مند تفریق والے منہج کی اساس پر صحابہ کرام چلے تھے۔ رضی اللہ عنہم۔ مسائل اور معاملات ان کے سامنے بھی پیش ہوتے تھے۔ چنانچہ ان اُمور و مسائل کا تعلق اوپر بیان کردہ پہلی قسم سے ہوتا تو وہ ان کو نہایت آسانی اور سہولت سے جان لیتے تھے اور اگر ان مسائل کا تعلق دوسری قسم سے ہوتا کہ جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے تو پھر وہ اس وقت تک ان پر فتاویٰ صادر کرنے میں جرأت سے کام نہ لیتے حتیٰ کہ اپنے میں سے اصحاب العلم اور دین کو پورا پورا سمجھنے والوں سے دریافت کر لیتے۔ یہی وہ منہج سلیم ہے کہ جس کی پیروی لازم ہے اور یہی عقل و دانائی کا منہج ہے کہ جو جمود سے محفوظ رکھتا ہے اور آدمی کو بے چینی و اختلاف اور بدنظمی و بے ضابطگی سے بچاتا ہے۔ [1]

جن لوگوں نے بھی کسی اُستاذ کے بغیر تفقہ فی الدین کے لیے کوشش کی اُن سے ہمیشہ برے آثار و نتائج اور بڑے بڑے خطرات نے ہی جنم لیا ہے۔ ان میں سے چند ایک اہم ترین برے نتائج یہ ہیں:

ا...... مختلف علوم و فنون کی سلف صالحین سے ملنے والی وراثت کو ان لوگوں نے پیٹھ پیچھے پھینک دیا۔

ب...... کبار علماء امت پر ان کا گھمنڈ ظاہر ہوا۔

ج...... قرآن وسنت کے نصوص کے فہم میں ظاہری رجحان ومیلان کو ہی انھوں نے اختیار کیا۔

د...... کم علمی کی بنا پر غلو و تکفیر والے افکار کو اپناتے ہوئے فتاویٰ صادر کرنے میں بڑی جرات سے کام لے جانا۔ [2]

جبکہ اسلام نے ہمیں اس بات کی تعلیم دی ہے کہ علم کے بہت سارے دروازے ہیں اور ان کے لیے کچھ آداب بھی ہیں۔ نیک بخت آدمی وہی ہوتا ہے جو علم کے دروازوں کو کھٹکھٹائے اور اس ضمن میں دیے گئے آداب کے ساتھ آراستہ ہو۔ ہم نے پوری تاریخ اسلامی میں کسی ایسے بڑے عالم اور امام کو نہیں دیکھا کہ جس نے بغیر کسی استاذ کے براہِ راست قرآن وسنت سے استفادہ کیا ہو اور اس نے اپنے ابتدائی تعلّم فی الدین والے مراحل میں ہی اپنی فکر و نظریہ کو کسی نقطہ پر مرکوز کر کے احکام کا استنباط شروع کر دیا ہو۔ اور یہ کہ اُس نے اپنے اسلاف کے

---

[1] دیکھئے: ظاهرة الغلو فی الدین ص ۳۲۳.

[2] ایضاً.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اقوال سے صرف نظر کی ہو یا اُن سے اعراض برتا ہو۔ یہ بات ہمیں کسی کے بارے میں بھی معلوم نہیں ہو سکی سوائے خوارج کے۔ وہ نرے ان پڑھ، بادیہ نشیں، جاہل بدو اور تفقہ فی الدین سے بالکل کورے اُجڈ لوگ تھے۔ ان میں فقہاءِ اسلام کا نام ونشان تک نہ تھا۔ یہ پہچان خوارج کی تھی اور ان کی بھی کہ جو ان کے بعد انھیں کے طریق پر چلتے رہے۔ ❶

اہل علم کے مفہومات اور اُن کی آراء سے روشنی حاصل کیے بغیر براہِ راست کتابوں سے علم حاصل کرنے کے بارے میں علماءِ عظام نے بہت زیادہ ڈانٹ پلائی ہے۔ اس لیے کہ قرآن وسنت میں تحریف کرنے، حروف میں اشتباہ کی وجہ سے عبارتوں کو غلط پڑھنے، غلط لکھنے اور احکام میں تبدیلی پیدا کرنے کا دروازہ ہے۔ اسی طرح اللہ عزوجل پر جہالت کی بنا پر بہتان باندھنا ہے۔ حرام کو حلال کر دینا اور حلال کو حرام کر دینا ہوتا ہے۔ ابن جماعہ رحمہ اللہ ؛ اُستاذ کے انتخاب میں طالب علم کے لیے آداب اور اس سے اخلاق کو حاصل کرنے پر گفتگو کرتے ہوئے کہتے ہیں: طالب علم کو چاہیے کہ وہ علم کے حصول میں ایسے استاذ کا انتخاب کرے جو شرعی علوم پر مکمل اطلاع (علم ومعرفت) رکھتا ہو۔ اس استاذ کی اس کے زمانے کے بڑے بڑے علماء تصدیق کرتے ہوں کہ یہ صاحب ثقہ ہیں۔ ان علماء کے ساتھ لمبی علمی بحثیں چھڑتی ہوں اور اُن کے ساتھ اس استاذ کے ساتھ لمبا اُٹھنا بیٹھنا ہو۔ یہ اُستاذ ایسا نہ ہو کہ جس نے صرف کتابوں کے اوراق وصفحات سے ہی علم حاصل کیا ہو اور اس کے متعلق گہرے علم والے مشائخ کی مصاحبت معروف نہ ہو۔

امام محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جس شخص نے کتابوں کے اوراق سے تفقہ فی الدین حاصل کرنے کی کوشش کی اُس نے احکام کو ضائع کر دیا۔ بعض علماء عظام رحمہم اللہ کا کہنا ہے: میدانِ علم میں سب سے بڑی آزمائش کتاب کا صفحہ ہے۔ یعنی جس نے ان اوراق سے ہی سیکھنے کی کوشش کی۔ ❷

ایک شاعر نے کیسی خوب بات کہی ہے۔ ؏

مَنْ يَأْخُذُ الْعِلْمَ عَنْ شَيْخٍ مُشَافَهَةً　　يَكُنْ مِنَ الزَّيْغِ وَالتَّصْحِيفِ فِيْ حَرَمِ
وَمَنْ يَكُنْ آخِذًا لِلْعِلْمِ مِنْ صُحُفٍ　　فَعِلْمُهُ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ كَالْعَدَمِ

''جو آدمی کسی بڑے عالم سے بالمشافہ، روبرو علم حاصل کرتا ہے وہ ٹیڑھی راہ اختیار کرنے اور بوجہ اشتباہ عبارت غلط پڑھنے سے محفوظ رہتا ہے اور جو شخص اوراق وصفحات سے علم سیکھتا ہو تو اُس کا علم اہل علم (علماء عظام) کے نزدیک نہ ہونے جیسا ہے۔''

❶ ایضاً ص ۲۳٤.　❷ تذکرة السامع والمتكلم فی آداب العالم والمتعلم ص ۸۷.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علماء سلف فرماتے ہیں: قرآن کو خود بخود بغیر استاد کے مصحف (لکھے ہوئے اوراق کے مجموعہ) سے نہ پڑھو اور نہ ہی استاذ کے بغیر صرف صحیفہ سے علم حاصل کرنے والے سے علم سیکھو۔ امام ابوزرعہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: استاذ کے بغیر صرف کتابوں سے علم حاصل کیے ہوئے شخص کو قطعاً فتویٰ نہیں دینا چاہیے اور نہ ہی لوگوں کو وہ ایسا علم پڑھائے۔“ ❶

اللہ عزوجل کا فرمان گرامی ہے: ﴿فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ (الانبیاء: ۷)

یہاں اللہ رب العالمین نے اس شخص کو ناپسند کیا ہے جو علمی معاملات کی تحقیق سے پہلے ان کے بارے میں کوئی رائے قائم کرنے کے اعتبار سے جلدی کرے اور انھیں آگے پھیلانا اور نشر کرنا شروع کر دے، لوگوں کو بتلانے لگے اور صورتِ حال یہ ہو کہ اس کی بات قطعاً درست بھی نہ ہو۔“

اس کا معنی یہ نہیں ہے کہ ہم لوگوں کو پڑھنے پڑھانے اور علم کے سیکھنے سے ہی منع کر دیں اس لیے کہ علم کا سیکھنا تو فرض ہے اور علم کا سیکھنا بچپن سے مرنے تک مطلوب ہے۔ بلکہ ہم یہ کہہ رہے ہیں کہ: صرف کتابوں سے علم حاصل کرنے والے جس قدر بھی پڑھ لیں، ہمیشہ اہل اختصاص کی اُن کو ضرورت رہتی ہے۔ بلاشبہ علم شرعی کے کچھ لوازم ہیں جو بکثرت حاصل ہونے پر بھی ناکافی ہوتے ہیں۔ اسی طرح شرعی علوم کے کچھ اصول ہیں، ان پر معرفت حاصل ہو جانے اور ہمہ جہتی احاطہ کے باوجود ان میں مہارت و مشاقی کا دعویٰ نہیں کیا جا سکتا۔ اور علوم شرعیہ کی بہت ساری فروعات اور کامل الصفات چیزیں ہیں کہ جن کے لیے لوگوں کے تمام اوقات بھی ان کی ضرورتوں (مسائل کے استنباط) کو پورا نہ کریں اور ان کی تمام محنتیں بھی ان کے لیے ناکافی ہوں۔ ❷

زیر مطالعہ موضوع کے حوالے سے ہم خلاصتہً کہنا چاہتے ہیں کہ: علم و فتویٰ اور دین حنیف کے بارے میں نہ ہی بغیر وثوق کے جسارت و دلیری ہونی چاہیے، نہ ہی غیر مرتب زبان کی تیزی ہونی چاہیے، نہ ہی دین و تعلّم میں سستی آئے، نہ ہی صوفیوں جیسی حالت طبیعت پر غالب آ جائے کہ آواز بھی مریل سی نکلے اور نہ ہی فکر و نظر میں جمود واقع ہو۔ اس ضمن میں ہم نہ ہی تو بحث و تحقیق پر پابندی کے قائل ہیں اور نہ ہی کسی کی عقل پر پابندی لگا سکتے ہیں۔ بلکہ ہم تو انتہائی محنت اور سعی کامل کے قائل ہیں اور یہ محنت و سعی دینی امور میں انتہائی غور و فکر، تحقیق و مضبوطی، روایات کی تاکید اور انھیں آگے نقل کرنے میں جدوجہد سے ہو۔ جس پہلو اور مسئلہ کے بارے میں اشکال ہو اس کے بارے میں پوچھا جائے اور آخری سرے کی بات یہ ہے کہ افراط و تفریط سے بچتے ہوئے: ”خَيْرُ الْأُمُوْرِ أَوْسَطُهَا“ کو اپنایا جائے۔“ ❸

---

❶ دیکھیے: الفقیه والمتفقّه للخطیب البغدادی جلد ۲، ص ۹۷.

❷ دیکھیے: الصحوة الاسلامیة ص ۳۰۶.

❸ دیکھیے: ظاهرة الغلو فی الدین ص ۳۲۶.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۳)......عصر حاضر کے علماء کی اکثریت کا اپنے فرض کے قیام سے پیچھے ہٹے رہنا:

آج کل کے نوجوانوں کا خوارج جیسے لوگوں کی باطل راہوں پر چل کھڑے ہونے میں تیسرا سبب یہ ہے کہ: عصر حاضر کے علماء نے دین حنیف کے قیام و دعوت الی اللہ میں پورا پورا حق ادا نہیں کیا، جبکہ علماء کرام تو انبیاء علیہم السلام جمیعاً کے وارث ہوا کرتے ہیں۔ اس لیے ضروری تھا کہ وہ امت کی قیادت و سیادت والے مسلم سوسائٹی کے لیے منظور نظر لوگ ہوتے، مگر صد افسوس کہ ایسا نہیں ہو رہا۔ علماء کرام پر واجب تھا کہ وہ لوگوں کے درمیان اپنا ادبی، علمی اور مرجع و ماؤی والا وجود قائم رکھتے۔ لازم تھا کہ وہ اپنے اخلاق حسنہ، اپنے علم اور اپنی جدوجہد کے ساتھ ان چیزوں کو اپنے اوپر واجب کر لیتے۔ انھیں چاہیے تھا کہ وہ دین حنیف، اسلام کے اصول و قواعد اور اُس علم کے ساتھ کہ جسے وہ اس دین میں سے دوسروں کو سکھاتے ہیں ایک تحریک پیدا کر دیتے اور یہ اسلامی مجتمع کو ایک صحیح ترین (سلف صالحین والی) شکل دینے کے لیے ہوتا۔ لازم تو یہی ہے کہ علماء کے ساتھ ساتھ ہر مسلمان حاکم کے شریعت مطہرہ، اسلام کے التزامِ نفاذ کے ساتھ ہر محکوم و حاکم کی ایک خاص اسلامی وضع ہوتی۔ اس سے یہ ہوتا کہ...... اس وقت اسلامی معاشروں میں جو سیاسی، اجتماعی، انفرادی اور اقتصادی ظلم و استبداد جڑیں پکڑ چکا ہے وہ ہر جگہ سے ختم ہو جاتا۔ اسی طرح عامۃ الناس، عمومی مسلمانوں کو بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اوامر ونواہی کا التزام کرنا چاہیے کہ جس سے ہر طرف اسلامی ماحول و معاشرہ میں ہر ملک کے اندر جو اخلاقی، روحانی اور سلوکی فساد و دہشت گردی پھیل چکی ہے وہ ختم ہو جائے گی۔ یا کم از کم اس معاملے میں جہاد فی سبیل اللہ ہوتا جس سے لوگوں کی نیتوں کے اخلاص کی بنیاد پر اسی کے مطابق اصلاح متحقق ہو جاتی اور اسی مقدار کے مطابق کہ جتنی وہ اصلاح کے لیے جہد لازم کو صرف کرتے۔ اس ضمن میں یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچی ہوئی اور امر واقعہ ہے کہ: مسلم معاشرے میں ہمیشہ قیادت و سیادت کے لیے علماءِ اُمت کا ایک بہت بڑا کردار رہا ہے اور ہر دور میں اُن کے اس مقام و مرتبہ کا اعتراف حکام و محکومین سب کرتے آئے ہیں۔

مسلم معاشروں میں سیکولرازم جیسی سیاسی قیادتوں کا غلبہ صرف اُس وقت ہوا کہ جب علماء نے اُمت کی قیادت و راہنمائی والی ذمہ داری اپنے اوپر سے اتار پھینکی۔ بلکہ اب تک صورت حال یہ رہی ہے کہ عامۃ المسلمین نے کبھی بھی اپنے علماء کے بدلے کسی اور کی قیادت کو قبول نہیں کیا۔ امت اسلامیہ ملک وحکومت کے تمام علاقوں اور گوشوں میں اپنے علماء سے پیار کرتی، انھیں جلیل القدر مانتی اور ان کی طرف مکمل متوجہ ہوتی رہی ہے۔ (اور آج بھی اُن کی بات کو مانتی ہے۔) مسلمانوں کے نزدیک علماء کرام کی قدر و منزلت کی وجہ سے اور اُمت کو حرکت میں رکھنے والی ان کی طاقت وصلاحیت کی وجہ سے اور جو بھی ان کو کوئی برائی، مصیبت پہنچے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے ازالہ کے لیے علماء کی جدوجہد کی بنا پر آج بھی لوگ ان کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے دوڑتے چلے آتے ہیں۔

اسی طرح مسلم حکام بھی علماء کرام کی قدر کو جانتے ہیں یا تو ان میں رغبت (ان سے محبت) کی وجہ سے اور یا پھر ان سے ڈرتے ہوئے۔ اہل اسلام کے علماء عظام کی پہچان اور ان سے عامۃ المسلمین کی محبت صرف اس وجہ سے نہیں رہی ہے کہ یہ لوگ معاشرے سے کٹ کر صرف درس و تدریس اور تحصیل علم کے لیے ہی وقف ہو جایا کرتے ہیں بلکہ لوگ ان سے اس لیے بھی محبت اور ان کا احترام کرتے رہے ہیں کہ وہ ہمیشہ ہر دور میں جہاد فی سبیل اللہ میں نکلنے والے مجاہدین اسلام کے مقدمۃ الجیش میں نظر آیا کرتے ہیں۔ اس طرح وہ اپنے معاشروں اور اپنے ملکوں میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دینے والوں کے پیشوا اور راہنما رہے ہیں۔ یہ علماء کرام وہ لوگ ہیں جو اپنی امت کی خوشیوں اور غمی و دکھ کے مواقع پر ہمیشہ ان کے ساتھ رہتے ہیں۔ چنانچہ ان اُمور و معاملات کی وجہ سے ان میں سے بعض احباب کو مشقتیں، مصیبتیں بھی برداشت کرنا پڑیں۔ مگر اس کے باوجود ان کے اپنے فریضہ کو کما حقہ ادا کرنے میں ان کی خاص تعریف نہیں کی جاسکتی۔ اس لیے کہ:

ا...... صحیح معنی میں اپنے اوپر فرض اور واجب کو کما حقہ ادا کرنے میں اس میدان کے اندر عملاً نکلنے والوں کی تعداد بالخصوص آج کل تو نہایت ہی کم ہے۔

ب...... اس لیے بھی عصر حاضر کے تمام علماءِ امت کی تعریف و مدح نہیں کی جاسکتی کہ وہ ''ورثۃ الانبیاء'' کے معنی کو خوب جانتے ہیں مگر اس کا حق ادا نہیں کرتے۔

بلاشبہ علماء کرام ہی فقہاء اسلام ہوتے ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں کہ جنھیں احکام و مسائل کے استنباط کی خصوصیت حاصل ہے۔ مخلوق کے درمیان جن کے اقوال کی بنا پر فتوے جاری ہوتے ہیں اور یہ کہ انھیں لوگوں کو حلال و حرام کے قواعد و اُصول ضبط کرنے والے مراد لیا جاتا ہے۔ علماء کرام ہی دین کے امام شمار ہوتے ہیں۔ انھوں نے یہ مقام و مرتبہ اور عظیم درجہ اجتہاد، صبر و استقامت اور یقین و ایمان پر پختگی کی وجہ سے حاصل کیا ہوتا ہے۔ اللہ عزوجل کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ ﴾ (السجدہ: ٢٤)

''اور ہم نے ان میں سے کئی پیشوا بنائے، جو ہمارے حکم سے ہدایت دیتے تھے، جب انھوں نے صبر کیا اور وہ ہماری آیات پر یقین کیا کرتے تھے۔''[1]

[1] مزید تفصیل کے لیے: ''ظاهرة التكفير'' الامین الحاج محمد احمد کی ص ۱۸۱ اور علامہ ابن قیم رحمہ اللہ کی: إعلام الموقعين جلد ۱، ص ۷ دیکھ لیجیے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''علماء کرام انبیاء عظام علیہم السلام کے وارث ہوتے ہیں۔'' انھوں نے انبیاء علیہم السلام سے علم کو وراثت میں پایا ہے اور یہی لوگ ہیں جو اس وراثت کو اپنے سینوں میں محفوظ کر کے اسے اٹھائے پھرتے ہیں۔ یہ علم ان کے اعمال و کردار پر منطبق ہوتا ہے اور پھر وہ اسی وراثت علم وعمل کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے ہیں۔ علماء کرام ہی کی وہ جماعت ہے کہ جو امت محمدی (علی صاحبہا التحیۃ والسلام) سے اس لیے نکلتی ہے کہ اللہ کے دین حنیف، اسلام کا تفقہ حاصل کرے اور پھر دعوت الی اللہ کے واجب کو ادا کرنے اور اُمت کو اللہ کی پکڑ سے ڈرانے، خبردار کرنے والی اہم ترین ذمہ داری کو نبھانے کے لیے کھڑی ہو جائے۔ اس لیے اُن پر لازم ہے کہ وہ لوگوں کے درمیان رہتے ہوئے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے صحیح ورثاء کی طرح اپنے اس واجب کو ادا کرنے کے لیے کھڑے ہو جائیں۔ اُمت کے لوگوں سے، ان کی مشکلات و مصائب سے دور رہنے اور تنہائیوں میں زندگی گزارنے والے عمل کو چھوڑ دیں۔ بلکہ لوگوں کی صحیح منہج سلف صالحین پر تربیت کرنے، انھیں اسلامی تعلیمات کے مطابق مہذب بنانے، انھیں اسلام کی طرف مکمل طور پر متوجہ کرنے، اس ضمن میں ان کی مکمل راہنمائی کرنے اور عامۃ المسلمین کے درمیان رہتے ہوئے ان کی طرف سے بعض اوقات پہنچنے والے، مشکلات پر صبر کرنے میں ان کو آگے بڑھنا چاہیے۔ اسی طرح ان کو آگے بڑھ کر لوگوں کی فکری، ذاتی، اجتماعی اور سیاسی مشکلات کو اللہ عزوجل کی شریعت کے مطابق حل کرنا چاہیے۔

علماء کرام ہی تو لوگوں کے صحیح ہادی و راہنما ہوتے ہیں کہ جن سے کبھی بھی کوئی دور خالی نہیں رہا، اور نہ ہی آئندہ کوئی زمانہ ان سے خالی رہے گا حتیٰ کہ اللہ عزوجل کا حکم و فیصلہ (قیامت) آجائے۔ چنانچہ یہی لوگ تو سلف صالحین کے منہج سلیم پر کاربند تا قیامت طائفہ منصورہ کے سرخیل رہے ہیں اور آج بھی ہیں۔ جیسا کہ سیّدنا مغیرہ بن شعبہ اور جناب معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

((لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي قَائِمَةٌ بِأَمْرِ اللهِ ، لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ أَوْ خَالَفَهُمْ ، حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللهِ وَهُمْ ظَاهِرُوْنَ عَلَى النَّاسِ .)) [1]

''میری امت میں ہمیشہ ایک گروہ ایسا رہے گا جو اللہ تعالیٰ کی شریعت پر قائم رہے گا۔ انھیں ذلیل کرنے کی کوشش کرنیوالے اور اسی طرح ان کی مخالفت کرنے والے انھیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے حتیٰ کہ قیامت آجائے گی اور وہ اسی حالت میں ہمیشہ لوگوں پر غالب ہی رہیں گے۔''

اس لیے علماء کرام کی ایک کثیر تعداد پر واجب ہے کہ وہ دعوت الی اللہ والے واجب و فریضہ کو بالوجوب و بالالتزام ادا کریں۔ ان کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ لوگوں کی ایسی قیادت سے کنارہ کش ہو جائیں کہ جو انھیں

[1] صحیح البخاري، کتاب الاعتصام، باب قول النبي ﷺ: لا تزال طائفة......الخ، و کتاب المناقب حدیث: ۳٦٤۰، ۳٦٤۱.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خیر وفلاح کی طرف راہنمائی کرتی ہو۔

(۴)...... ظلم واستبداد کا عام ہونا اور انسانوں کے اپنے ایجاد کردہ قوانین کا غلبہ ونفاذ:

عصر حاضر کے نوجوانوں اور عامۃ المسلمین میں خارجی نظریہ و افکار کے پنپنے کا ایک بڑا سبب مسلمان حکومتوں کی طرف سے ان پر ظلم و استبداد، عدم مساوات اور وضعی قوانین کا بالجبر تسلط و نفاذ بھی ہے۔ افراد اور اقوام پر ظلم وزیادتی وہ اہم ترین عوامل میں سے ایک بہت بڑا سبب ہے کہ جو دن بدن آج کل مسلم نوجوانوں کو سیاسی غضبا کی اور غلو وتکفیر کے غلبہ کی طرف ہانکے لے جا رہی ہے اور وہ باغی ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ اسی طرح لوگوں پر حکومتوں کا ظلم کہ جو سراسر مقاصد شریعت کے منافی اور ہر اُس حکم کے برعکس ہے جو اللہ عزوجل کی طرف سے بطور امر آیا۔ اور جس کا حکم، عدل وانصاف کے قائم کرنے اور ظلم کو مٹانے کا رسول اللہ ﷺ نے بھی دیا ہے۔ ❶

(۵)...... بعض مسلمان مفکرینِ عصر حاضر کی غلط تاویلیں:

جس طرح دورِ خیر القرون میں خوارج بعض آیات کریمہ کے بارے میں کہ جو کفار کے بارے میں نازل ہوئی تھیں، باطل تاویل والی راہ پر چل کھڑے ہوئے تھے اور انھوں نے افتراء و بہتان اور جھوٹ کا راستہ اختیار کرتے ہوئے خیار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی ایک بڑی جماعت پر ان آیات کو منطبق کر دیا تھا، اسی طرح آج کل کے کچھ جوشیلے قسم کے نوجوانوں نے ہم دیکھتے ہیں کہ وہ راستہ اختیار کر لیا ہے۔ عصر حاضر کا ہر وہ نوجوان کہ جو علم شرعی اور تفقہ في الدین میں یکسر ناقص ہوتا ہے وہ اس دور کے مسلم مفکرین کبار علماء کرام کی بعض آراء پر اُس مفہوم ومعنی سے زیادہ ذمہ داری ڈال دیتے ہیں یا ان کا معنی یکسر غلط بیان کر جاتے ہیں جو انھوں نے مراد لیا ہوتا ہے۔ اسی بنا پر وہ نہایت مشکل اور اتھری سواریوں (بگڑی ہوئی سرکش سوچوں والی) پر سوار ہو گئے ہیں۔ ❷

(۶)...... لوگوں میں فساد کا عام ہو جانا:

عصر حاضر میں امت اسلامیہ کو پہنچنے والی شکستوں میں سب سے بڑی شکست ومغلوبیت...... عقیدۂ توحید خالص کی خرابی اور اہل السنہ والجماعۃ سلف صالحین کے منہج سے یکسر انحراف ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے درمیان بدعات وخرافات کا ظہور وغلبہ بھی ہے۔ ان میں سے اکثریت اس بات پر تیار ہی نہیں ہے کہ وہ "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" والی گواہی کی حقیقت اور اس کے تقاضوں کو ہی سمجھنے کی کوشش کریں جسے وہ

---

❶ تفصیل مزید کے لیے: دکتور ناصر العقل کی کتاب "الخوارج" ص ۱۲۶ دیکھ لیں۔

❷ ایضاً ص ۱۵۵ اور امین الحاج محمد احمد کی "ظاهرة التكفير" ص ۱۴۶۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہر روز صبح وشام دوہراتے رہتے ہیں مگر صرف زبانی کلامی۔ اس اساسِ اسلام، کلمۂ توحید ورسالت کی حقیقت اور اس کی شروط کیا ہیں؟ عامۃ المسلمین قطعاً اس پر غور وفکر نہیں کرتے۔ دوسری جانب صورتِ حال یہ ہے کہ اسلام کے دشمن اس بات پر ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں کہ وہ کلمہ توحید کو اس کی مکمل محتویات سے بالکل ہی فارغ کر دیں اور اسلام کو صرف شہادتین کی زبانی ادائیگی پر ہی محصور کر کے رکھ دیں۔ یا پھر شعائر کے قیام میں شہادتین کو زبانی ادا کرنے پر ہی محدود کر دیں کہ جس سے پتہ چلے؛ بولنے والا مسلمان ہے۔ اس طرح سے وہ لوگ دین حنیف، اسلام کو زندگی کے بالکل آخری کونے میں لگا دینا چاہتے ہیں۔ تاکہ ایسا ہوجانے پر مسلمان انتہائی کمزوری، ذلت، عاجزی اور مادی طوفان کے سامنے شکست خوردہ ہوکر زندگی گزار سکیں جیسا کہ آج کل مسلمان کا حال ہو چکا ہے۔ ❶

آج لوگوں میں اخلاقی بدکرداری عام ہوچکی ہے اور اس بدکرداری اور دہشت گردی کی سربراہی اسلام کے دشمن کر رہے ہیں۔ آج فساد اور اخلاقی بدکرداری سنگین حد تک پھیل چکی اور ایسی شکل میں عام ہوچکی ہے کہ مسلمانوں میں سے اکثر صلاح وخیر والے مسلم معاشرے کی اصلاح سے ناامید ہوگئے ہیں۔ جس کے نتیجے میں دوسری جانب اس ناامیدی نے بے شمار نوجوانوں کے دلوں میں شرمناک قسم کی جوابی کاروائیاں پیدا کر دی ہیں اور اس سے یہ مسلمان نوجوان کہ جو اسلامی عمل کے لیے بڑے پر جوش ہوا کرتے تھے، انتہائی غلط راہ پر چل کھڑے ہوئے ہیں۔ ان جوابی کاروائیوں کی مختلف صورتیں بھی ہیں اور ایک دوسری سے ملتی جلتی بھی۔ چنانچہ ان میں سے وہ لوگ بھی ہیں کہ نئی تہذیب کے غلیظ دھارے کے ساتھ بہتے ہوئے جن کا (اسلامی پہچان کے اعتبار سے) صفایا ہوگیا ہے۔ بعض ایسے ہیں کہ جنھوں نے اپنے لیے منفی رجحان والا انتہائی جارحانہ موقف اور رویہ اختیار کر رکھا ہے اور انھوں نے اس بات کا اعتراف سا کر لیا ہے کہ یہ سوسائٹی جس میں اس حد تک عقیدہ واخلاق والا فساد پھیل چکا ہے اس میں اب یکسر خیر وصلاح باقی نہیں رہی۔ بلکہ عین ممکن ہے کہ ان میں سے بعض نے اس بات کا حکم بھی لگا دیا ہو کہ یہ اب کافر معاشرہ ہے۔ ❷

(۷)......نفوس کا عدم تزکیہ:

مسلمانوں پر تکفیر کا فتویٰ لگانے والی بدعت کے اسباب میں سے ایک بڑا سبب نفوس کا عدم تزکیہ ہے اور ایسا تربیتی پہلو کے کمزور ہونے کی وجہ سے ہوا ہے۔ جس نے اس ڈگر کو اختیار کرنے والوں میں غرور اور ظلم و استبداد کو پیدا کر دیا ہے۔ یہ عمل آدمی کو اس طرح کا بنا دیتا ہے کہ وہ اپنے نفس کے عیبوں کی اصلاح اور انھیں دور

❶ دیکھئے: "ظاهرة التكفير" ص ۱۵۲.
❷ ایضاً۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنے کی بجائے دوسرے کے عیوب تلاش کرنے اور اُنھیں اُچھالنے میں زیادہ لگ جاتا ہے۔ یہ جان لینا چاہیے کہ: نفوس کے عدم تزکیہ سے انتہائی خطرناک قسم کے امراض پیدا ہوتے ہیں۔ جیسے کہ: جلد بازی، اطاعت وفرمانبرداری سے اپنے آپ کو بلند جاننا، نفس کی پیروی کرنا، لوگوں کو حقیر جاننا اور ان کا احترام بالکل نہ کرنا۔ چاہے وہ علمی وعملی طور پر اعلیٰ مقام کیوں نہ رکھتے ہوں۔ علاوہ ازیں مزید ایسی بیماریاں پیدا ہوجاتی ہیں کہ ان کے اختیار کرنے سے بسا اوقات آدمی اسلام سے بھی خارج ہوجاتا ہے۔ ❶

یہی وہ اسباب وامراض ہیں کہ جنھوں نے عصر حاضر میں غلو وتکفیر کے غلبہ کو ظاہر کردیا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے اس دور میں غلو وتکفیر کے اہم ترین کچھ مظاہر کو بھی بیان کردیا جائے تاکہ ان سے بچنے میں آسانی رہے۔

(۱)...... اپنی ذات پر دینِ حنیف کے معاملے میں تشدد اور دوسروں کو تنگی میں ڈال دینا:

عصر حاضر میں غلو وتکفیر کے مظاہر میں سے: دین حنیف کے معاملے میں اعتدال کی راہ سے نکل جانا بھی ہے۔ یعنی وہ اعتدال کا منہج وطریق کہ جس پر خود نبی مکرم ﷺ کاربند تھے اور آپ ﷺ نے اپنی درج ذیل حدیث مبارک میں، کہ جو سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، تشدد کی راہ اپنانے سے خبردار فرمایا ہے۔

((اِنَّ الدِّیْنَ یُسْرٌ، وَلَنْ یُّشَادَّ الدِّیْنَ أَحَدٌ إِلَّا غَلَبَهُ، فَسَدِّدُوْا، وَقَارِبُوْا وَأَبْشِرُوْا وَاسْتَعِیْنُوْا بِالْغَدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ وَشَيْءٍ مِنَ الدُّلْجَةِ.)) ❷

''بے شک دین حنیف، اسلام نہایت آسان ہے اور جو شخص دین میں سختی اختیار کرے گا تو دین اس پر غالب آجائے گا۔ (اس کی سختی چل نہ سکے گی۔) اس لیے اپنے عمل میں پختگی اختیار کرو اور جہاں تک ممکن ہو میانہ روی برتو اور خوش ہوجاؤ (کہ اس طرز عمل سے تم لوگوں کو دین ودنیا کے سب فوائد حاصل ہوں گے۔) صبح، دوپہر، شام اور کسی قدر رات میں (عبادت سے) مدد حاصل کرو۔''

دین حنیف میں تشدد کا زیادہ تر سبب یہ بنتا ہے کہ: ایسے لوگوں کو اسلام، قرآن وسنت کی تفقہ حاصل نہیں ہوتی اور یہ دونوں چیزیں، یعنی تشدد اور عدم تفقہ فی الدین خوارج کی سب سے بڑی علامتیں تھیں۔ آج بھی خوارج کی ڈگر پر چلنے والوں کی یہی دو بڑی علامتیں ہیں۔

غلو وتکفیر کے مظاہر میں سے: دین میں پائی جانے والی آسانی کو ترک کرکے تنگی والی راہ کو اختیار کرنا ہے۔ چنانچہ اس غلو کا شکار لوگ دوسرے لوگوں سے ایسے اعمال کا مطالبہ کرتے ہیں کہ جن کی وہ استطاعت ہی نہیں رکھتے۔ انھیں ایسی ایسی باتوں کا پابند بنانے کی کوشش کرتے ہیں کہ جس کا آسان شریعت مطہرہ نے انھیں قطعاً

❶ ایضاً ص ۱۸۵۔

❷ صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب الدین یسر، حدیث: ۳۹.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پابند نہیں کیا اور نہ ہی وہ ان اعمال و اشغال کی استطاعت و قدرت رکھتے ہوتے ہیں۔ نہ ہی عامۃ الناس ان معانی و مفاہیم کو جان رہے ہوتے ہیں کہ جن الفاظ و متون کے ساتھ وہ ان کو مخاطب کرتے ہیں۔ ان تنگی والے ذرائع و اسباب میں سے کچھ یوں ہیں: (۱)...... انتہائی فاسد قسم کا زہد و ورع (جیسے صوفی لوگ کرتے اور بتلاتے ہیں۔) (۲)...... احکام و مسائل کے مراتب سے لاعلمی۔ (۳)...... لوگوں کے مراتب سے لاعلمی۔ جہاں تک اس تنگی و تشدد والے طریق کی مجالات اور اس کی اشکال کا تعلق ہے تو وہ ہیں: نظر کا ایجاب، سب لوگوں پر کسی بات کا استدلال، لوگوں سے ایسی باتیں کرنا کہ جن کے بارے میں وہ بالکل نہ جانتے ہوں، دین میں دی گئی رخصتوں کو بالکل ترک کر دینا اور ایسی باتوں کا التزام کرنا جن کا شریعت مطہرہ نے یکسر پابند نہ کیا ہو۔

(ب)...... فخر و غرور اور ایسے کام کرنا کہ جن سے اپنی حیثیت نمایاں ہو:

عصر حاضر میں غلو و تکفیر کے ظاہر و باہر نشانات میں سے فخر و تکبر اور اپنے آپ کو امت کے کبار علماء عظام و آئمہ کرام سے بلند سمجھنا اور گہرے علم کا دعویٰ کرنا ہے۔ اور یہ اس شکل میں ہے کہ: آپ ایسے لوگوں میں سے کسی شخص کو یوں پاؤ گے کہ: وہ علم شرعی کی شروعات کو بھی نہیں جانتا ہوتا اور نہ ہی دین حنیف کے احکام و قواعد کو۔ ہاں! کبھی کسی کے پاس سطحی سا علم ضرور رہتا ہے اور وہ بھی اس کے فہم کی بیماری و کمزوری کے ساتھ کہ جس میں اُسے نہ ہی تو اصول و ضوابط کا علم ہوتا ہے اور نہ ہی درست رائے، فقہ اور مضبوط علم کا۔ مگر وہ گمان کرتا ہے کہ اُس نے اپنے تھوڑے علم اور اپنے کمزور، بیمار فہم کے باوجود اگلے پچھلے تمام علماء عظام کے علم کو عبور کر لیا ہے اور سب سے آگے نکل گیا ہے۔ چنانچہ اپنے اس فخر و غرور اور گھمنڈ کی بنا پر وہ تمام علماء کے علم کو سطحی اور تھوڑا جاننے لگتا ہے اور علم کی طلب والے سلسلہ کو جاری رکھنے سے رک جاتا ہے۔ جس سے وہ اپنے اس تکبر کی وجہ سے خود بھی ہلاک ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی ہلاکت میں ڈال دیتا ہے۔ بالکل آغاز والے پہلے خارجی بھی اسی طرح ہی تھے۔ وہ بھی اسی طرح کے علم و اجتہاد کا دعویٰ کرتے تھے۔ وہ بھی صحابہ کرام و تابعین جیسے اجل علماء عظام پر اپنے علم کا تکبر و غرور کرتے تھے حالانکہ وہ تمام لوگوں میں سب سے جاہل لوگ تھے۔

اس تعلّی و غرور نے بالکل ہی کم عمر بے وقوف قسم کے نوجوانوں کو بغیر علم و تفقہ فی الدین کے صدر نشینی والے دعویٰ تک پہنچا دیا ہے۔ بعض لوگوں نے ان کو جاہلوں کے سردار تسلیم کر رکھا ہے اور وہ بھی بغیر کسی علم و معرفت کے فتوے دیے چلے جا رہے ہیں۔ شرعی امور میں بغیر تفقہ فی الدین کے فیصلے دیتے چلے جا رہے ہیں۔ انھوں نے بغیر کسی تجربہ اور پختہ رائے کے دنیا کے بڑے بڑے حوادث کا سامنا کر رکھا ہے۔ اس ضمن میں وہ علم و تجربہ اور فقہ و رائے والے اہل علم کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کرتے۔ بلکہ ان میں سے اکثر علماء

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کبار ومشائخ عظام کے نقص وعیب نکالنے لگتے ہیں، وہ ان کی قدر و منزلت کو جانتے ہی نہیں۔ اور اگر کوئی بڑا شیخ محترم ان لوگوں کی خواہشات نفسانیہ اور ان کے موقف و مذہب کے خلاف کوئی فتویٰ دے دے تو یہ لوگ فوراً ان صاحب پر غلطی و تقصیر کا الزام دھر دیں گے یا کہیں گے کہ ان صاحب نے بزدلی اور مداہنت سے کام لیا ہے۔ یا کہیں گے کہ یہ بزرگ سطحی علم، صحیح سمجھ کی قلت اور شعور و ادراک کی کمی کے مالک ہیں۔ غرضیکہ اس طرح کی باتیں اور بہتان بازیاں کرتے نظر آئیں گے جس کے نتیجے میں فرقہ بندی اور فساد عظیم کو خوب ہوا ملتی ہے۔ اس سے وہ علماء کرام پر نعوذ باللہ علمی و دینی خیانت کا بہتان لگا کر ان کے اعتبار اور ان کی قدر و منزلت کو لوگوں کی نظر میں کم کرنے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں۔ (حَسَدًا مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِهِمْ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ...... وہ اپنے ہاں حسد کی بنا پر ایسا کرتے ہیں، اس کے باوجود کہ ان پر حق واضح ہو چکا ہے۔ (البقرہ:۱۰۹)) علاوہ ازیں بھی وہ ایسی حرکتیں کرتے رہتے ہیں کہ جو مسلمانوں کو ان کے دین و دنیا میں نقصان پہنچانے کا سبب بنتی ہیں۔ ❶

(ج)..... دوسروں کو جاہل سمجھنا اور اپنی رائے کو منفرد جاننا:

عصر حاضر میں غلو و تکفیر کی سب سے واضح نشانیوں میں سے اپنی رائے پر بے جا تعصب، دوسروں کی رائے کا عدم اعتراف اور دوسروں کے ہاں حق سچ ہونے کے باوجود اگر اپنی رائے کے مخالف ہیں تو ان کے صحیح ترین موقف و مسلک کا کھلا انکار ہے۔ اپنی رائے اور اپنی طرف داری کے لیے تعصب کو جنم دینے والے اسباب درج ذیل ہیں: (ا)...... علم کی کمی (ب)...... بالکل خالی ذہن کو اچانک یا اتفاقاً ایک رائے کا مل جانا (ج)...... کسی رائے کا بہت اچھا لگنا اور (د)...... نفسانی خواہش کی پیروی کرنا۔

بلاشبہ کسی رائے کے اچھا لگنے والی آفت و مصیبت نے اس رائے کو قبول کرنے والوں کو ہم سے پہلے والے زمانے کے لوگوں کو بھی بہت ہی خطرناک قسم کی گہرائیوں میں اوپر سے بہت نیچے پھینک رکھا تھا۔ ان سب کا سرغنہ اجہل الناس ذوالخویصرہ تھا کہ جسے اس کی رائے نے گمراہی کے گہرے گڑھے میں پھینک دیا تھا۔ امام ابن جوزی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اس شخص کے لیے آفت و مصیبت یہ تھی کہ وہ اپنی ذاتی رائے (اور پھر اس رائے کے مطابق اپنے مجرمانہ فیصلے) پر وہ خوش تھا۔ اگر وہ توقف کر کے غور و فکر کرتا تو وہ یہ بات خوب جان لیتا کہ رسول اللہ ﷺ کی رائے سے بڑھ کر کوئی رائے نہیں ہو سکتی۔ ❷

اور پھر ذوالخویصرہ کے حامیوں کو جس چیز نے اوپر سے انھیں گمراہی کے گڑھے میں پھینک دیا تھا وہ بھی ان

---

❶ دیکھئے: دکتور ناصر العقل کی کتاب ''الخوارج'' ص ۱۲۹۔

❷ دیکھئے: تلبیس ابلیس ص ۹۰۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی اپنی رائے کا ان کو بہت اچھا لگنا تھا اور دوسروں کے بارے میں سوءِ ظن۔ پھر خوارج مکمل طور پر ان کے پیچھے چل کھڑے ہوئے جیسے ان کے غلام ہوں۔ ان ظالموں کا عقیدہ تھا کہ وہ امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ علم رکھتے ہیں اور اسی بات نے ان کو ہلاکت گاہوں میں پھینک دیا۔ ❶

محمد ابو زہرہ کہتے ہیں: یہی وہ لوگ تھے کہ جن پر ایمان کے الفاظ غالب آ گئے تھے اور اُن کا یہ کہنا بھی ان پر غالب آ گیا تھا: "لَا حُکْمَ إِلَّا لِلّٰہِ...... ایک اللہ کے سوا کسی کا فیصلہ قابل قبول نہیں۔" تیسری بات یہ تھی کہ وہ ظالم لوگوں سے برأت کا اظہار کرتے تھے اور اسی بناء پر انھوں نے مسلمانوں کے خون کو مباح کر لیا تھا۔ (اہل ایمان کو قتل کرنا وہ جائز سمجھتے تھے۔) چنانچہ انھوں نے صحابہ کرام و تابعین عظام کے خون سے تمام اسلامی ممالک کو رنگین کر دیا تھا۔ انھوں نے ہر جگہ پر قتل و غارت عام کر رکھی تھی۔ ❷

اس قابل نفرت تعصب نے انھیں حق کو مکمل طور پر قبول کرنے سے روک دیا حالانکہ حق اُن پر بالکل واضح تھا۔ صورتِ حال یہ تھی کہ امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ بذاتِ خود بھی اُن سے مناظرہ کر چکے تھے اور سیّدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بھی ان سے مضبوط دلائل کے ساتھ مناظرہ کیا تھا اور ان کے اعتراضات کا مکمل ازالہ کیا تھا، ان کے شبہات کو دور کر کے ان پر نا قابل تردید دلائل کو قائم کر دیا تھا اور دونوں حضرات گرامی قدر رضی اللہ عنہما نے روز روشن کی طرح واضح ترین دلائل کے ساتھ ان کو خاموش کروا دیا تھا۔ پھر ان دونوں کا جواب سوائے چند ایک افراد کے کوئی نہ دے سکا تھا اور وہ جواب بھی نراہٹ دھرمی اور جہالت پر مبنی تھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ تعصب کا نعرہ لگا اور ان خوارج میں سے اکثر کو مسلمانوں کے خون گرانے کی طرف دھکیل دیا گیا۔ ❸ تو اس سے معلوم ہوا کہ رائے کا تعصب اور دوسروں کو جاہل شمار کرنا اسلام کے اہم ترین مبادی کی یکسر نفی کرنا ہے۔ ان مبادی میں شوریٰ اور تناصح بھی شامل ہیں۔

(د)...... دین حنیف پر عمل پیرا علماء کرام کے بارے میں طعن و تشنیع:

ہمارے دور نے ایک انوکھے حملہ اور حیران کن صورتِ حال کا مشاہدہ کیا ہے اور وہ ہے: دین حنیف پر عمل پیرا علماء کرام کے رعب داب اور ہیبت پر دشمنی اور ان کے کردار کو گمراہی جیسے طعنوں والے خنجروں سے زخمی کرنا۔ ان حملوں کے بہت سارے نمونوں کا مشاہدہ اخبارات و مجلّات، کتابوں، مقالہ جات، لیکچرز کی مجالس اور کانفرنسوں کے حلقہ جات نے کر رکھا ہے۔ (اور ان پر نظر رکھنے والوں کو یہ وسائل ان حملوں سے خبردار کیے ہوئے ہیں۔) ان چیزوں نے اُمت اسلامیہ کو نہایت گہری تکلیفوں میں مبتلا کر رکھا ہے اور اس کی وحدت کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔ امت محمدیہ علی صاحبہا التحیۃ والسلام کی جمعیت کو فرقوں میں تقسیم کر دیا ہے اور گہری پھٹن کو اور زیادہ گہرا کر دیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس میں کوئی شک نہیں کہ دین حنیف پر عمل پیرا علماء کرام وعظام رحمہم اللہ جمیعاً و حفظہم اللہ کے بارے میں طعن وتشنیع کے درج ذیل کچھ اسباب ہیں۔ (ا)...... بغیر کسی ماہر عالم استاذ کے خود بخود دین کا علم حاصل کرنا۔ (ب)...... علماء کرام وآئمہ عظام کی بعض عبارتوں کا غلط معنی ومفہوم لینا (ج)...... اپنے نفس کی اتباع وعبادت کرنا۔ (د)...... علماءِ حق، اہل السنہ والجماعۃ سلفی علماء عظام کے بارے میں حسد۔ اس ضمن میں بعض سرکش قسم کے نوجوانوں نے نہایت ہی برے اسلوب کا سہارا لے رکھا ہے اور وہ اسلوب ہے: علماء کرام کے ذاتی پوشیدہ رازوں کا پیچھا کرنا اور ان کی غلطیوں کی ٹوہ میں لگے رہنا۔ ان علماء کرام کے اقوال و بیانات، تقریروں اور مقالات پر اپنی حاشیہ آرائیوں کا جال پھینکنا۔ جو انھوں نے اپنی گفتگو سے مراد لیا ہو اس سے تحریف کر کے لوگوں کے سامنے ان الفاظ کا غلط مقصود ومطلوب بیان کرنا۔ تا کہ وہ قدیم اور عصر حاضر کے تمام علماء کرام پر کہ جنھوں نے ان کی خارجیت والی آراء کی مخالفت کی ہو، طعن وتشنیع والے چہار جانب سے کیے جانے والے اپنے حملوں کے لیے جواز پیدا کرلیں۔ اعتدال سے ہٹے ہوئے ان کے افکار ومناہج کبھی بھی قرار نہیں پکڑتے۔

ان لوگوں کا یہ عمل وفعل اسلام پر وبال بن کر رہ گیا ہے اور صیہونیوں، یہودیوں اور بتوں کے پجاریوں، ہنود ومشرکین جیسے اسلام کے دشمنوں کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک بنا ہوا ہے۔ ان لوگوں کا یہ بھونڈا مسلک ایسا منہج وطریق غلط ہے کہ جو اسے اختیار کرنے والے کی جہالت پر دلالت کرتا ہے یا پھر کم ازکم اس کے دل میں نفاق کی پنپنے والی بیماری اور علماء عظام وآئمہ کرام کے بارے میں حسد وحقد پر۔ اسی لیے علماء کرام نے مسلمانوں کے لیے اس کے انتہائی خطرناک ہونے کی وجہ سے اس سے خبردار فرمایا ہے اور اس لیے بھی کہ اس سے دین حنیف کے دشمنوں کو اپنے منصوبے پر عمل کرنے اور اسے غالب کرنے کے لیے بھرپور مدد ملتی ہے۔ اس سے اللہ عزوجل، محمد رسول اللہ ﷺ اور دین حنیف، شریعت مطہرہ، اسلام کے دشمنوں کو اپنے اغراض ومقاصد پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے بغیر کسی محنت اور تھکاوٹ کے آسانی ہو جاتی ہے۔ (جیسا کہ مسلم معاشروں میں آج کل اکثر ایسا دیکھنے میں آ رہا ہے۔) [1]

آئمہ کرام اور علماء عظام رحمہم اللہ و حفظہم جمیعاً کے ضعیف اقوال کو بیان کرنے کی ممانعت کا ذکر کرتے ہوئے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس کمزور، ضعیف مسئلہ کی طرح کسی کے لیے بھی جائز نہیں ہے کہ وہ اسے آئمۃ المسلمین میں سے کسی امام کی طرف سے بیان کرے، نہ ہی تو اس شخصیت کے بارے میں جرح وقدح کرنے کی نیت سے اور نہ ہی اس کمزور مسئلہ میں اس عالم وامام کی اقتداء واتباع کرنے کی وجہ سے۔ اس لیے کہ

[1] دیکھیے: "ظاهرة الغلو فی الدین" ص ۲۱۵ و ص ۲۲۳.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلاشبہ اس انداز میں آئمۃ المسلمین پر طعن و تشنیع کا وار کرنے اور ضعیف اقوال کی اتباع کرنے کی راہ ہموار ہوتی ہے۔ اسی طرح کا انداز اختیار کرنے کی بنا پر ایک تاتاری وزیر اہل السنہ والجماعۃ، سلف صالحین کے طریق و منہج پر عمل پیرا لوگوں کے مذاہب و مسالک کے درمیان فتنے کو ہوا دے رہا ہے اور معاملہ یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ وہ لوگوں کو سنت رسول اللہ ﷺ اور اصلی جماعۃ المسلمین سے نکل جانے کی دعوت دے رہا ہے۔ اس طرح وہ ان کو الحادیوں اور رافضیوں کے مذاہب میں پھینک رہا ہے۔''❶

بلاشبہ وہ لوگ جو دین حنیف و شریعت مطہرہ پر عمل پیرا علماء امت پر طعن و تشنیع سے کام لے رہے ہیں وہ بالتحقیق یہودیوں، نصرانیوں، طاغوتیوں اور ان اعداء اللہ کے لیے سراغ رساؤں کے منصوبوں کی بھرپور خدمت کر رہے ہیں۔ چاہے ان کو اس بات کا ادراک و شعور ہو یا نہ ہو۔ وہ لوگ جواب تلک لگاتار اپنے اس فعل قبیح و عمل شنیع کے ذریعے علماء اُمت کے بارے میں طعن و تشنیع سے کام لے رہے ہیں، ان کی حالت یہ ہے کہ وہ خود منہج اہل السنۃ والجماعۃ سے کوسوں دور ہیں۔ امت محمدیہ علی صاحبہا التحیۃ والسلام کے منہج سلف صالحین پر عمل پیرا علماء عظام و آئمہ کرام کے بارے میں امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور ان کے بعد تابعین عظام و تبع تابعین کرام رحمہم اللہ جمیعاً کے تمام علماءِ عظام من اهل الخبر والاثر واهل الفقه والنظر کو جب بھی یاد کیا جائے نہایت معزز و مشرف پیرائے میں ان کا ذکر کیا جائے۔ جو آدمی ان کو برے الفاظ اور غلط انداز میں یاد کرے گا وہ یکسر و قطعاً سیدھی راہ پر نہیں ہے۔''❷

اس لیے جو لوگ امت محمدیہ علی صاحبہا التحیۃ والسلام کے باعمل علماء اہل السنہ والجماعۃ کے بارے میں طعن و تشنیع سے کام لیتے اور اُنھیں برا بھلا کہتے ہیں انھیں معلوم ہونا چاہیے کہ: ان علماء عظام کی عزتیں محفوظ و بلند تر ہیں اور ان کے وقار و منزلت کی ہتک کرنے پر اللہ عزوجل کے مؤاخذہ والی سنت کے بارے میں بھی سب کو معلوم ہے۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے شاگرد رشید امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جس آدمی کو شریعت مطہرہ اور حقیقت و صورتِ حال کا علم ہو وہ قطعی طور پر اس بات کو جانتا ہے کہ: بلاشبہ وہ مردِ جلیل کہ جسے اسلام میں نیک شہرت اور عزت و احترام حاصل ہو اور وہ شخصیت اسلام و اہل اسلام کی پہچان بھی ہو وہ اس مرتبہ و مقام پر ہوتا ہے کہ اس سے اگر کبھی کوئی چھوٹی موٹی لغزش اور سہوات سرزد ہو جائیں تو وہ قابل معذرت ہوگا۔ بلکہ اگر یہ لغزش و سہو اجتہاداً ہوئی ہو تو اس کو اس کے اجتہاد پر اللہ عزوجل کے ہاں اجر و ثواب ملے گا۔ اس لیے قطعاً جائز

---

❶ دیکھئے: فتاوی شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ، جلد ۳۲، ص ۱۳۷.

❷ دیکھئے: شرح العقیدۃ الطحاویۃ جلد ۲، ص ۷٤۰.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں کہ ہاتھ دھو کر اُس شخصیت کے پیچھے پڑا جائے اور نہ ہی اُس کی اس غلط رائے اور اس کے غلط اجتہاد کی اندھے منہ تقلید و اتباع کی جائے۔ (قرآن وسنت سے درست موقف و مسائلہ معلوم ہونے پر اس عالم کی بات کو چھوڑ دیا جائے۔) اور نہ ہی یہ جائز ہے کہ مسلمانوں کے دلوں سے اس مردِ حق کی قدر و منزلت اور امامت کو نکالنے کی کوشش کی جائے۔ ❶

اگر امت اسلامیہ کے علماء عظام و آئمہ کرام کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنالیا جائے تو بتایئے امت میں سے اس غلاظت و خباثت سے کون بچے گا؟ کیا پھر وہ نوعمر شاب بچیں گے جو صحیح طریقے سے قرآن بھی نہیں پڑھ سکتے؟ اور نہ ہی اُن کی عربی زبان ولغت سیدھی ہوتی ہے۔ اسی طرح نہ ہی ان کو شرعی علوم میں بہت زیادہ دسترس حاصل ہوتی ہے۔ مذکور بالا گفتگو سے معلوم یہ ہوا کہ دین حنیف و شریعت مطہرہ پر منہج سلف صالحین کے مطابق عمل پیرا علماء کرام کے بارے میں طعن و تشنیع سے اسلام کے دشمنوں کے سینے تو ٹھنڈے ہوسکتے ہیں اسلام کی کوئی خدمت نہیں ہوسکتی۔ اس لیے کہ اس طرزِ عمل اور فعل شنیع سے ایک ایسی نسل و پود جنم لے گی جس کا کوئی راہنما نہیں ہوگا تو بتلایئے کیا آپ کسی ایسی قوم اور نسل کو جانتے ہیں کہ جس کا کوئی قائد و راہنما نہ ہو اور اس نے کوئی کامیابی حاصل کی ہو۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اُمم سابقہ میں سب سے بدتر لوگ ان کے علماء و احبار اور درویش ہوا کرتے تھے۔ اسی لیے ان میں خود گمراہ بھی زیادہ ہوئے جو دوسروں کو گمراہ کرتے تھے۔

چنانچہ اللہ عزوجل کا ارشاد گرامی قدر ہے:

﴿ يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝﴾ (التوبہ: ٣٤)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بے شک بہت سے عالم اور درویش یقیناً لوگوں کا مال باطل طریقے سے کھاتے ہیں اور اللہ کے راستے سے روکتے ہیں۔ جو لوگ سونا اور چاندی خزانہ بنا کر رکھتے ہیں اور اسے اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے، تو انھیں دردناک عذاب کی خوشخبری دے دے۔''

اسلام میں سب سے افضل لوگ اہل اسلام کے ربانی علماء ہوتے ہیں جو دین حنیف پر پورا پورا عمل کرنے والے ہیں۔ امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہر امت کے علماء شرار الخلق ہیں سوائے مسلمان علماء کے۔ امت اسلامیہ کے علماء دنیا میں سب سے بہتر لوگ ہوتے ہیں۔ ❷

❶ إعلام الموقعين جلد ٣، ص ٢٨٣.

❷ دیکھئے: الفتاوی جلد ٧، ص ٢٨٤.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی بات کی وضاحت کرتے ہوئے امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اور یہ اس لیے ہے کہ اہل اسلام کے علاوہ ہر امت کے لوگ گمراہ ہیں اور ان کو گمراہ کرنے والے ان کے علماء ہیں۔ پس ان کے علماء دنیا کے شرار الخلق (ساری مخلوق سے زیادہ شر اور فساد والے) ہیں جب کہ مسلمان سیدھی ہدایت پر ہیں اور اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ مسلمانوں کے لیے ہدایت کی وضاحت علماً وعملاً ان کے علماء ہی کرتے ہیں۔ اس لیے ان کے علماء دنیا کے سب سے بہترین لوگ ہیں۔'' [1]

(ھ)...... بدگمانی:

ہمارے اس زمانے میں بدگمانی کرنے والا مرض اور اس کا ضرر بہت پھیل گیا ہے۔ یہ بدگمانی والی مصیبت امت کو پارہ پارہ کرنے اور اس کی عمارت کو تباہ و برباد کرنے کا بہت بڑا سبب ہے۔ اس کے نتائج بہت ہی برے نکلے ہیں اور اس کے مفاسد بہت بڑے ہیں۔ بدگمانی والی اس آفت کے کچھ اسباب وعوامل ہیں، مثلاً:

(۱) جہالت:...... جو دیکھا سنا جا رہا ہو اور جو پڑھا جا رہا ہو اس کی حقیقت کو بہت ہی تھوڑا سمجھنے کا نام جہالت ہے۔ اور ان مواقف (دیکھنے، سننے اور پڑھنے) میں انتہائی دقیق شرعی مسائل کے حکم کا ادراک نہ کرنا جہالت ہے۔ خاص طور پر جب صورت احوال اور طرز اعمال نہایت غیر واضح ہوں اور انتہائی دقیق نظر سے ان کو سمجھنے کی ضرورت ہو مگر اس کا اہتمام اگر نہ کیا جائے تو پھر ان طرز اعمال اور صورت احوال کا سامنا کرنے والا بہت جلدی سے بدگمانی کا شکار ہو جاتا ہے۔ وہ شریعت مطہرہ میں نقص وعیب کی تہمت لگانے لگتا ہے اور تقدیر کو ناقابل قبول جاننے لگتا ہے۔

(۲) نفسانی خواہش:...... بدگمانی کے لیے دوسرا سب سے بڑا ذریعہ وسبب اپنے نفس کی پوجا ہوتی ہے اور یہ سب مصیبتوں، آفتوں سے بڑی آفت ہوتی ہے۔ چنانچہ یہی بات اس ضمن میں کافی ہوتی ہے کہ آدمی کبھی وہ کچھ دیکھتا، پڑھتا یا سنتا ہے کہ جو اسے پسند نہ ہو اور نہ ہی اس پر وہ راضی ہو۔ نہ ہی اس پر وہ موافقت کرتا ہے اور نہ ہی اسے وہ چاہتا ہے۔ تو اس کے لیے یہی بات کافی ہوتی ہے کہ وہ اس پر نہایت واضح بدگمانی کا اطلاق کرے۔ بدگمانی کے لیے نفس کی رسیوں کو ڈھیلا چھوڑ دے تاکہ وہ خوش حال زندگی گزار سکے۔ دوسروں پر غالب ہونے کی کوشش کرے اور اِدھر اُدھر ڈانواڈول پھرتا رہے۔ ایسا آدمی معاملات کو دقیق شریعت مطہرہ کے میزان میں نہیں تولتا اور کوشش کرتا ہے کہ وہ عذر کی دلیلیں تلاش کرے اور کبھی بھی اپنے نفس کی اصلاح کی فکر نہ کرے۔ حالانکہ چاہیے یہ تھا کہ وہ اپنے فہم وادراک کو تہمت لگائے کہ عقل وفہم سے تو وہ خود تہی دست ہے اور بدگمانی کرتا

[1] ایضاً۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے شریعت مطہرہ اور اس پر چلنے والوں کے بارے میں۔ اس معاملے میں سب سے بڑی رکاوٹ اس کے نفس کی ہٹ دھرمی اور اس کی اتباع ہوتی ہے۔ یہاں اس ضمن میں قرآن حکیم نے کس قدر عظیم بات کی ہے۔ فرمایا:

﴿ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ ؕ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝﴾ (القصص: ۵۰)

''پھر اگر وہ تیری بات قبول نہ کریں تو جان لے کہ وہ صرف اپنی خواہشوں کی پیروی کر رہے ہیں اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہے جو اللہ کی طرف سے کسی ہدایت کے بغیر اپنی خواہش کی پیروی کرے۔ بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

شریعت مطہرہ اور اللہ رب العالمین کے بارے میں بدگمانی کے حوالے سے بھی قرآن حکیم نے بہت خوب بات ارشاد فرمائی ہے۔ فرمایا:

﴿ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَآ اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِىْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝﴾ (حم السجدہ: ۲۲ تا ۲۳)

''اور تم اس سے پردہ نہیں کرتے تھے کہ تمھارے خلاف تمھارے کان گواہی دیں گے اور نہ تمھاری آنکھیں اور نہ تمھارے چمڑے۔ لیکن تم نے گمان کیا کہ بے شک اللہ بہت سے کام، جو تم کرتے ہو، نہیں جانتا۔ اور یہ تمھارا گمان تھا جو تم نے اپنے رب کے بارے میں کیا، اسی نے تمھیں ہلاک کر دیا، سو تم خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو گئے۔'' [1]

---

[1] یعنی دوسروں سے چھپتے تھے لیکن چونکہ انھیں اندیشہ نہ تھا کہ خود ہمارے کان، آنکھیں اور چمڑے ہمارے خلاف گواہی دیں گے اس لیے ان سے چھپنے کی ضرورت نہ سمجھتے تھے۔ ''اس لیے خوب بے باکی سے گناہ کرتے رہتے تھے۔'' عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں غلاف کعبہ کے پیچھے چھپا ہوا تھا کہ ایک قریشی اور دو ثقفی یا ایک ثقفی اور دو قریشی آئے اور آپس میں گفتگو کرنے لگے جسے میں سمجھ نہ سکا۔ پھر ایک کہنے لگا ''کیا تم سمجھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ ہماری یہ گفتگو سن رہا ہے؟'' دوسرا بولا: ''اگر ہم بلند آواز سے گفتگو کریں تب تو وہ سنتا ہے، لیکن اگر ہماری آواز دھیمی ہو تو وہ نہیں سنتا۔'' اس پر دوسروں نے کہا: ''اگر وہ یہ سنتا ہے تو سب کچھ سنتا ہے۔'' میں نے اُن کی اس گفتگو کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ''وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ'' سے ''مِنَ الْخٰسِرِيْنَ'' تک یہ آیتیں نازل فرمائیں۔ (شوکانی) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بن حیدہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم اس حال میں اپنے رب کے حضور پیش کیے جاؤ گے کہ تمھارے منہ پر ڈاٹ لگی ہوگی اور تمھارے خلاف سب سے پہلے تمھاری رانیں اور تمھاری ہتھیلیاں گواہی دیں گی۔'' اس کے بعد آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ (شوکانی) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کسی شخص کا انتقال نہیں ہونا چاہیے مگر اس حال میں کہ اللہ سے اس کا گمان اچھا ہو، اس لیے کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جن کو اللہ سے ان کا برا گمان ہی لے ڈوبتا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ ⇦⇦⇦

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۳) خود پسندی اور غرور وتکبر:...... انسان کا اپنی ذات کے بارے میں اچھا گمان کرنا اور اپنی سمجھ پر غرور وتکبر کرنا اگر چہ وہ سمجھ بوجھ والا ہی کیوں نہ ہو خود پسندی ہے۔ اُس کا اپنی رائے کو ہی پسند کرنا اسے اس بات کی طرف دھکیل دیتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو پاکباز سمجھنے لگتا ہے اور دوسروں کو حقیر وذلیل۔ سمجھتا یہ ہے کہ وہ بالکل درست ہے اور باقی سب لوگ غلط ہیں۔ وہ خود حق پر ہے اور باقی لوگ باطل کی راہ پر ہیں۔ وہ سیدھی راہ پر ہے اور باقی سب لوگ گمراہ ہیں۔ ہم نے اس ضمن میں لوگوں کو دیکھا ہے کہ انھیں اپنی ذات کے حوالے سے اس قدر بدگمانی ہوجاتی ہے کہ جو بڑی حیران کن طریقے پر انتہا کو پہنچی ہوئی ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ اپنے سوا وہ دنیا جہان کے تمام انسانوں پر چاہے وہ زندہ ہوں یا فوت شدگان گمراہی، عقیدہ واعتقاد کی خرابی اور راہ حق سے ہٹے ہونے کا الزام لگا دیتے ہیں۔ اس طرح کے انسان کے نزدیک اور اُس کے عقیدہ میں سب لوگ گرد وغبار کے سوا کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ اپنے آپ کو اکیلے وہ مخلص شمار کرتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ: سب لوگ ہلاکت میں گرے ہوئے ہیں اور وہ اکیلے ہی فلاح یافتہ ہیں۔

سچی بات یہی ہے کہ بدگمانی ایک آفت اور مصیبت ہے اور ہر آفت کے آثار بہت خطرناک ہوا کرتے ہیں۔ یہ بات تو معلوم ہے کہ برائی ہمیشہ برائی کو ہی جنم دیتی ہے۔ اس بدگمانی والی برائی کے آثار میں سے کچھ یوں ہیں: بدگمانی انسان کو لوگوں کے پوشیدہ رازوں کا پیچھا کرنے میں لگا دیتی ہے۔ وہ لوگوں کی غلطیوں کو تلاش کرنا شروع کر دیتا ہے۔ لغزشوں کی چھان بین کرنے لگتا ہے۔ اس طرز عمل سے وہ اپنے آپ کو اللہ کے غضب وغصہ کے سامنے پیش کر دیتا ہے۔ اس لیے کہ یہ عاداتِ سوء ان لوگوں کے دلوں کی بیماریوں میں سے ہیں کہ جن کے بارے میں نبی مکرم ﷺ نے رسوائی کی ڈانٹ پلائی ہے۔ فرمایا:

((يَا مَعْشَرَ مَنْ آمَنَ بِلِسَانِهِ وَلَمْ يَدْخُلِ الْإِيْمَانُ قَلْبَهُ، لَا تَغْتَابُوا الْمُسْلِمِيْنَ، وَلَا تَتَّبِعُوْا عَوْرَاتِهِمْ، فَإِنَّهُ مَنْ يَتَّبِعْ عَوْرَاتِهِمْ يَتَّبِعُ اللّٰهُ عَوْرَتَهُ، وَمَنْ يَتَّبِعِ اللّٰهُ عَوْرَتَهُ يَفْضَحْهُ فِيْ بَيْتِهِ .)) [1]

⇐⇐ (شوکانی) حسن بصری رحمہ اللہ نے یہ آیت تلاوت کی اور پھر فرمایا: آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِيْ بِيْ وَأَنَا مَعَهُ إِذَا دَعَانِيْ . " (میں اپنے بندے کے ساتھ ویسا ہی ہوں جیسا وہ میرے ساتھ گمان کرے اور میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھ سے دعا کرتا ہے) اس کے بعد امام حسن بصری کچھ دیر خاموش رہے اور پھر بولے "ہر شخص کا عمل ویسا ہوتا ہے جیسا اس کا اپنے رب سے گمان ہوتا ہے۔ مؤمن کا اپنے رب سے گمان چونکہ اچھا ہوتا ہے اس لیے اس کا عمل بھی اچھا ہوتا ہے کافروں اور منافقوں کا اپنے رب سے گمان چونکہ اچھا نہیں ہوتا اس لیے ان کا عمل بھی خراب ہوتا ہے۔ یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا " وَمَا كُنْتُمْ .... إِلَى قَوْلِهِ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ " (ابن کثیر)

[1] مسند احمد، ٤/٤٢١-٤٢٤، عن ابی برزة الأسلمي رضی اللہ عنہ.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”اے اُس گروہ کے لوگو! جو زبان سے اللہ عزوجل، اُس کے رسول اور شریعت مطہرہ پر ایمان لائے ہو اور اُن کے دلوں میں ابھی تک ایمان داخل نہیں ہوسکا! مسلمانوں کی غیبتیں، چغلیاں نہ کیا کرو اور نہ ہی ان کے پوشیدہ رازوں کی ٹوہ میں لگے رہا کرو۔ اس لیے کہ جو ان کے رازوں کو فاش کرنے کی کوشش کرے گا اللہ تعالیٰ اُس کی پوشیدہ حالت کو عیاں کردے گا اور جس کے راز کو اللہ تعالیٰ نے کھول دیا اسے اُس کے گھر میں ہی وہ رسوا کردے گا۔“ (العیاذ باللہ)

خود پسندی اور غرور کے نیچے بدگمانی کے آثار میں سے یہ بھی ہے کہ: یہ عمل شنیع آدمی کو چغل خوری کی راہ پر لگا دیتا ہے اور آدمی دوسروں کی عزت اچھالنے لگتا ہے۔ لوگوں کی چغلیاں کر کر کے وہ اپنے دل کو تسلی و تشفی دے رکھتا ہے۔ اس ضمن میں آخری بات یہ ہے کہ بدگمانی مسلمانوں کے درمیان شقاق و نفاق پیدا کرتی ہے اور اخوت و محبت کی رسی کو توڑ کر رکھ دیتی ہے۔ بلکہ اس کے برعکس بدگمانی دشمنی، بغض وحسد اور کینہ وری کو پیدا کرتی ہے۔

جیسا کہ واضح ہو چکا...... جب یہ بدگمانی والی آفت ایک بہت بڑا خطرہ ہے تو پھر اسلام کا اس کے خلاف فیصلہ کن موقف یہ رہا ہے کہ مسلمانوں کو اس کے قریب بھی نہ آنے دیا جائے۔ مشرکوں اور کافروں کے بارے میں اللہ رب العالمین ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَ مَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا ؕ اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ۝﴾ (یونس: ٣٦)

”اور ان کے اکثر پیروی نہیں کرتے مگر ایک گمان کی۔ بے شک گمان حق کے مقابلے میں کچھ کام نہیں آتا۔ بے شک اللہ خوب جاننے والا ہے جو وہ کر رہے ہیں۔“ ❶

اسلام نے اکثر بدگمانی سے بچنے اور اس سے دور رہنے کا حکم دیا ہے۔ اس لیے کہ واقعات و حادثات نے ثابت کردیا ہے: اس کے نقصانات بہت ہی بڑے اور نہایت برے ہوا کرتے ہیں۔ ❷

❶ یعنی ان مشرکین میں اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جو اللہ تعالیٰ کا اقرار تو کرتے ہیں مگر اس اقرار کی بنیاد ظن اور تخمین پر ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے متعلق اپنے اسلاف سے سنی سنائی باتوں کی اتباع کرتے ہیں۔ ورنہ ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے اور یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ ان کی بت پرستی کی بنیاد کسی دلیل پر نہیں ہے بلکہ اپنے باپ دادا کی پیروی کر رہے ہیں۔ انھوں نے یہ گمان کرلیا ہے کہ ہمارے باپ دادا ٹھیک تھے۔ اس صورت میں اکثر بمعنی کل ہوگا۔ (کبیر) یہی حال ہمارے زمانہ کے جاہل مسلمانوں کا ہے جو بزرگوں کی قبریں پوجتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ بزرگ اور اولیاء، اللہ کے کارخانہ کے مختار ہیں۔ ایسے ہی بہت سے احمقوں نے شاہ پری، جن پری وغیرہ بنا رکھے ہیں۔ یہ جو فرمایا کہ گمان حق کے مقابلے میں کچھ کام نہیں آتا...... تو اس کا مفہوم ومعنی یہ ہے کہ: دین کی بنیاد تو یقین پر ہے، محض انکل پچو اور باپ دادا کی اندھی تقلید پر نہیں۔ یہاں ”ظن“ سے مراد وہ ظن ہے جو یقین وحسن کے خلاف ہو ورنہ ”ظن“ کے معنی یقین بھی آجاتے ہیں۔ (دیکھیے سورہ بقرہ آیت ۴۷) اور جو خبر متواتر نہ ہو اس کو بھی اہل اصول ظنی کہہ دیتے ہیں۔ اگر وہ صحیح اور حسن کے درجہ میں ہو تو واجب العمل ہیں۔ یہ امت محمدیہ کا اجماعی اور متفقہ عقیدہ ہے اس لیے حدیث کو محض ظنی کہہ کر ہم رد نہیں کرسکتے۔

❷ دیکھیے: ظاهرة الغلو في الدين ص ٢٠١، ٢٢١.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی لیے اللہ عزوجل اپنے مومن بندوں کو حکم دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ ؗ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَیُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ یَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ ﴾ (الحجرات: ۱۲)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بہت سے گمان سے بچو، یقیناً بعض گمان گناہ ہیں اور نہ جاسوسی کرو اور نہ تم میں سے کوئی دوسرے کی غیبت کرے، کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ اپنے بھائی کا گوشت کھائے، جبکہ وہ مردہ ہو، سو تم اسے ناپسند کرتے ہو۔ اور اللہ سے ڈرو، یقیناً اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے مومن بندوں کو بہت زیادہ بدگمانی سے منع کرتے ہوئے یہاں اُس سے بچنے کا حکم دے رہے ہیں۔ بدگمانی...... گھر والوں، قریبی عزیزوں، رشتہ داروں اور عام لوگوں پر بغیر ثبوت کے ناجائز خیانت کا الزام اور اتہام و بہتان ہوتی ہے۔ اس لیے کہ اس میں سے کچھ تو سراسر گناہ ہوتی ہے۔ لہٰذا احتیاط کے طور پر اس سے بہت زیادہ بچنا چاہیے۔ تمھارا اپنے مومن، مسلمان بھائی سے بدگمانی کو یوں دور کیا جاسکتا ہے کہ اُس سے اس کی معذرت کی جائے اور اُس کی عدم موجودگی میں اس کی اچھی تعریف کی جائے، بصورتِ دیگر نہیں۔ امیر المومنین سیّدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: تمھارے مسلمان، مومن بھائی کے منہ سے جو بات نکلی ہو اس کے بارے میں خیر کے سوا کوئی گمان نہ کرو۔ تم اس بات کے لیے خیر کی بوریاں پاؤ گے۔''[1]

(و)...... دوسروں کے ساتھ سختی اور تشدد کا معاملہ:

عصر حاضر کے غلو وتکفیر والے مظاہر (رُوپ اور صورت) میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس طرح کے لوگ دوسروں کے ساتھ معاملہ کرتے وقت نہایت سختی اور تشدد سے کام لیتے ہیں اور سختی وتشدد کو بے جا استعمال کرتے ہیں۔ ان کے عمل سے یوں ظاہر ہوتا ہے گویا اسلام نے نعوذ باللہ درس ہی اس بات کا دیا ہے کہ دوسروں کے ساتھ معاملہ کرتے وقت سختی اور تشدد سے کام لیا جائے، نرمی اور شفقت سے کام نہ لیا جائے۔ آج کل کے بعض نوجوانوں کے اخلاق پر یہ معاملہ اس حد تک غالب آ گیا ہے کہ اُن کی طبیعت ثانیہ بن کر رہ گیا ہے۔ بلکہ یہ شدت قول وگفتگو کی حد سے تجاوز کر کے عمل تک پہنچ چکی ہے۔ اس سے معاملہ یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ وہ اس سختی

---

[1] تفسیر ابن کثیر جلد ٤، ص ٢١٢.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور شدت کے نتیجے میں خون بہانے لگے ہیں اور فساد و دہشت گردی پھیلانے لگے ہیں۔ چنانچہ شدت و خباثت کے سبب سے اُمت اسلامیہ پر بالعموم اور اس غلو و شدت کے شکار لوگوں پر بالخصوص اس کے نقصانات بہت زیادہ نظر آتے ہیں۔ بعض نوجوانوں کی طرف سے اس شدت و عُنف کے استعمال میں کچھ بڑے بڑے اسباب ہیں جنھیں ہم یہاں بیان کر دینا مفید سمجھتے ہیں۔

(۱) ...... آزمائشیں: ...... ان میں سے اکثر نوجوانوں کو بسا اوقات بذات خود مختلف قسم کی سختیوں، مصیبتوں اور آزمائشوں کی زد میں آنا پڑتا ہے کہ جوان کی طبیعتوں پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ اسی سبب سے وہ شدید ردِعمل (جوابی کاروائی۔ Re-Action) کا شکار ہو جاتے ہیں اور پھر وہ سختی کا سامنا سختی سے کرنے لگتے ہیں۔ یہی عمل ان کی طبیعتوں پر غالب آ جاتا ہے۔

(۲) ...... احتساب کی فہم و فراست سے لاعلمی: ...... اس میں کوئی شک نہیں کہ دین حنیف، اسلام میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اس شریعت مطہرہ کے عظیم واجبات میں شمار ہوتے ہیں، یعنی وہ فرائض کہ جن کا اللہ عزوجل نے اُس امت کو مکلّف بنایا ہے۔ چنانچہ نہایت ضروری امر یہ ہے کہ اس فریضہ کو سرانجام دینے والا ہر شخص اس کی مکمل فہم و فراست رکھتا ہو۔ تا کہ وہ نہایت آسان طریقہ کے ساتھ اس عمل کو کہیں غلط اختیار کرنے کی وجہ سے اس کے نتیجے میں رونما ہونے والے فساد سے بچ سکے اور اصلاح و مصالحت کے متحقق ہونے کو وہ خوب جان سکے۔ سو، کچھ نہایت ہی ضروری اُمور کا فہم اور علم حاصل کرنا ہر اُس شخص کے لیے لازم ہے کہ جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کو سرانجام دینا چاہے۔

اولاً: ...... یہ جان لینا چاہیے کہ بسا اوقات یہ فریضہ دل کے ساتھ سرانجام دیا جاتا ہے۔ بسا اوقات زبان سے اور بعض اوقات ہاتھ سے سرانجام پاتا ہے۔ دل کے ساتھ تو ہر حال میں اس کا سرانجام دینا واجب ہے۔ بعض لوگ یہاں بھی غلطی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ان میں سے کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو یہ چاہتے ہیں کہ وہ حکم بھی دیں اور روکیں بھی۔ مگر ضروری ہے کہ یا تو مطلق طور پر اپنی زبان کے ساتھ اور یا پھر اپنے ہاتھ کے ساتھ، بغیر کسی فہم و علم اور بردباری و تحمل اور صبر کے۔ وہ اس معاملے میں کسی مصلحت کو دیکھنا بھی نہیں چاہتے اور نہ ہی کسی ایسے معاملہ کو جو مصلحت کے خلاف ہو۔ وہ یہ بھی نہیں سوچنا چاہتے کہ اُن کے پاس امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ہاتھ اور زبان سے سرانجام دینے کی طاقت و مقدرت بھی ہے یا نہیں۔ چنانچہ وہ یہ عقیدہ رکھ کر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو سرانجام دینا چاہتے ہیں کہ وہ اس ضمن میں صرف اللہ عزوجل اور اُس کے رسول ﷺ کے مطیع و فرمانبردار ہیں۔ وہ تو ان دونوں کی اطاعت میں ایسا کر رہے ہیں جب کہ عملاً وہ اس واجب کی حدود کو پھلانگ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہے ہوتے ہیں۔ ❶

اس لیے امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور ان دونوں کے درمیان فرق وتمیز کا علم حاصل کرنا پہلے ضروری ہے۔ علاوہ ازیں جن کو نیکی کا حکم دینا اور جن کو برائیوں سے منع کرنا ہو ان کی حالت کا علم بھی پہلے ضروری ہے۔ سب سے درست بات یہی ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو صراطِ مستقیم کے ذریعے سرانجام دیا جائے اور مقصود العین (اصلاح معاشرہ) کو حاصل کرنے کے لیے یہی سب سے قریب والا راستہ ہے۔

اس عمل خیر وفلاح کے لیے نرمی نہایت ضروری ہے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دینے والا اس راہ میں پہنچنے والی اذیتوں اور تکلیفوں پر صبر کرنے والا بھی ہو۔ یہ لازمی امر ہے کہ اُسے اس راہ میں تکلیفیں ضرور آئیں گی اور اگر اُس نے صبر وتحمل سے کام نہ لیا تو پھر اصلاح کی بجائے خرابی زیادہ پیدا ہوگی۔ اس لیے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام کرنے کے لیے تین اوصاف کا ہونا نہایت ضروری ہے: (۱) علم (۲) نرمی (۳) صبر۔ علم...... امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے پہلے ہونا ضروری ہے۔ نرمی...... یہ عمل سرانجام دیتے وقت۔ جب کہ صبر وتحمل ...... یہ واجب ادا کردینے کے بعد ہو۔ قاضی ابویعلیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ وہی سرانجام دے جو اُس کام کے بارے میں پوری فہم وفراست کا مالک ہو کہ جس کے کرنے کا وہ حکم دے رہا ہو یا جس کام سے وہ منع کر رہا ہو۔ ❷

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی فقہ وعلم کے یہ وہ بعض اُمور تھے کہ جن کے بارے میں جہالت نے ان کی رعایت نہ کرنے کی وجہ سے آج کل کے بعض نوجوانوں کو دعوت الی اللہ میں ناجائز شدت وعنف کی طرف دھکیل دیا ہے۔ وہ لوگوں کی راہنمائی اور ان کے ساتھ مباحثہ وگفتگو کرنے میں نہایت سختی اور شدت سے کام لے رہے ہیں۔ ان کی دعوت ہر اُس چیز کو چھوڑ دینے کے لیے ہے کہ جو شریعت کی مخالف ہو اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ شدت کا راستہ ہی دراصل کامیابی، عزت اور محافظت کا راستہ ہے۔ یہ بات اُن سے اوجھل ہوگئی ہے کہ رفق و شفقت کا اسلوب ہی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اصل ہے۔ یہ رفق و شفقت صرف اس وقت چھوڑی جاسکتی ہے کہ جب اس کے وسائل ختم ہو جائیں۔ اس لیے کہ یہی وہ نفع بخش شان وعظمت ہے کہ جو نفس میں مؤثر ہوتی ہے۔ جہاں تک شدت کا تعلق ہے تو اکثر احوال میں یہ متنفر ہی کرتی ہے اور مخالف کو اصرار گناہ پر ہی ابھارتی ہے۔ حیرانی کی بات یہ ہے کہ اس طرح کے شدت پسند لوگ جان بوجھ کر مخالفت کرنے والے اور ایک جاہل

❶ دیکھئے: فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ جلد ۸، ص ۱۲۷، ۱۲۸۔

❷ دیکھئے: فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ جلد ۲۸، ص ۱۳۶، ۱۳۷۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شخص کے بارے میں فرق ہی نہیں کرتے کہ جو جانتا ہی نہیں۔ (مگر اُس سے غلطی سرزد ہو جاتی ہے۔) اور نہ ہی یہ لوگ بدعات وخرافات کی طرف دعوت دینے والے اور دھوکے سے گمراہ کیے گئے شخص کے مابین فرق کرتے ہیں۔ نہ ہی یہ لوگ اس برائی کے بارے میں فرق کرتے ہیں کہ جس کے متعلق علماءِ امت میں اختلاف ہو اور نہ ہی اُس فحش ومنکر کے بارے میں فرق کرتے ہیں کہ جس پر تمام امت کے علماء کا اتفاق ہو۔

انتہائی سخت اور مشکل ترین اسباب وذرائع میں سے وہ سبب وذریعہ کہ جس کو یہ آج کل کے شدت پسند، غلو وتکفیر کا شکار نوجوان اختیار کیے ہوئے ہیں وہ اُن کا اپنے والدین کے ساتھ انتہائی خشک رویہ ہے۔ وہ اپنے والدین کا احترام نہیں کرتے، نہ اُن کی مدد کرتے ہیں اور نہ ان کی وہ خدمت کرتے ہیں۔ یہ لوگ اس بات کو بھول گئے ہیں کہ تمام لوگوں سے بڑھ کر والدین کو اسلام میں کچھ خصوصیات ہیں۔ بالخصوص اگر وہ سیدھی راہ پر نہ ہوں تو ان کو دعوت دینے کے اعتبار سے اور انُ کی راہنمائی کرنے کے لحاظ سے۔ دینی اُمور میں سے کسی معاملے کے ساتھ تمسک والتزام کی بنا پر اس واجب سے بری الذمہ نہیں رہا جا سکتا اور نہ ہی ان کی نفسانی خواہش کو پورا کرنے کے لیے کسی بڑے جرم (جیسے کہ شرک، قتل، ڈاکہ وغیرہ) کا ارتکاب کیا جا سکتا۔ ہرگز نہیں، ہرگز نہیں۔ ہم تو اس معاملے میں اسلامی ادب وتعلیم کا لحاظ چاہتے ہیں۔ اُن کے ساتھ گفتگو میں نرمی، حسن سلوک ومعاشرت، ان کی سختی اور جھڑکیوں پر صبر اور ان کے ساتھ نہایت شفقت ورحمت سے پیش آنا۔ جیسے کہ اللہ عزوجل کا فرمان گرامی ہے:

﴿ وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ ۝ وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلَىٰ أَنْ تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ۖ وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا ۖ وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ ۚ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝﴾ (لقمان: ١٤ تا ١٥)

’’اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید کی ہے، اس کی ماں نے کمزوری پر کمزوری کی حالت میں اسے اٹھائے رکھا۔ اور اس کا دودھ چھڑانا دو سال میں ہے کہ میرا شکر کر اور اپنے ماں باپ کا۔ میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔ اور اگر وہ دونوں تجھ پر زور دیں کہ تو میرے ساتھ اس چیز کو شریک کرے جس کا تجھے کوئی علم نہیں تو ان کا کہنا مت مان۔ اور دنیا میں اچھے طریقے سے ان کے ساتھ رہ اور اس شخص کے راستے پر چل جو میری طرف رجوع کرتا ہے۔ پھر میری ہی طرف تمھیں لوٹ کر آنا ہے، تو میں تمھیں بتاؤں گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔‘‘

ہم نے بعض نوجوانوں کو دیکھا ہے کہ وہ ایسے لوگوں کی مدد کے لیے باہمی امداد سے ہاتھ کھینچ لیتے ہیں کہ جو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بے چارے اپنے اچھے اور برے اعمال خلط ملط کر بیٹھتے ہیں۔ یعنی ایسے لوگوں سے غلطیاں بھی سرزد ہو جاتی ہیں مگر وہ نیک اعمال اور فرائض و واجبات کی ادائیگی میں بھی کوتاہی نہیں کرتے۔ تو ان نوجوانوں کی نظر میں اس طرح کے لوگ کسی طرح کی خدمت کے مستحق نہیں ہوتے۔ حتیٰ کہ اچھی بات (نصیحت، خیر کلام اور سلام) کے بھی مستحق نہیں ہوتے اور نہ ہی ان کو ان سے کوئی نفع بخش مدد ملتی ہے۔ تو یہ وہ نوجوان ہیں کہ جن پر...... ''ولاء و براء، دوستی اور دشمنی......'' کا معیار قطعاً واضح نہیں ہوتا اور نہ ہی ان پر دوستی اور دشمنی کی حدود متعین ہوتی ہیں۔ سو ان کے نزدیک دوستی پر دشمنی (بیزاری) حد سے بڑھی ہوئی ہوتی ہے اور وہ اس بات کو بھول چکے ہیں کہ اجتماعی خدمات دعوت کے وسائل و ذرائع کے استعمال میں ایک کامیاب ذریعہ ہے۔ اس لیے کہ یہ دعوت الی اللہ کے لیے ایک عملی ذریعہ ہے۔ اور عملی ذریعہ، قولی ذریعہ کی نسبت لوگوں کے ہاں زیادہ موثر ہوا کرتا ہے۔ یہ نوجوان اس بات کو بھی بھول گئے ہیں کہ لوگوں کے ساتھ معاملہ کرنے میں خشک طبیعت کا اظہار و استعمال اور لوگوں کی مدد سے کنارہ کشی ان کے اور عامۃ الناس کے درمیان گہری کھائی کو اور زیادہ گہرا کر دیتی ہے اور اس طرح سے وہ عامۃ المسلمین کو دین حنیف کے دشمن، اسلام سے منحرف لوگوں کی صفوں میں دھکیلنے کا سبب بن رہے ہیں۔

اپنی آخری حدوں کو پہنچی ہوئی سختی کا ایک روپ یہ ہے کہ آج کل کے ان غلو و تکفیر کے شکار نوجوانوں میں سے بعض لوگ باتوں باتوں اور بیان و گفتگو میں سختی کی تمام حدوں کو پار کر جاتے ہیں حتیٰ کہ معاملہ قتل کرنے اور خون بہانے تک پہنچ جاتا ہے۔ یعنی صرف عامۃ الناس کا قتل و خون نہیں، بلکہ علماء کا خون گرانا یا پھر بری الذمہ نیک لوگوں کا قتل کرنا یا پھر ہر طرف کمزور اہل وطن کا خون بہانا۔ آپ حیران ہوں گے کہ: عُنف و شدت کے شکار ان نوجوانوں میں سے اکثر ایک دوسرے کے بھی خلاف ہو کر انھیں پر اُلٹ پڑتے ہیں۔ آپس میں ایک دوسرے پر زبان درازی کرتے ہیں بلکہ اکثر اوقات باہم دست و گریبان بھی ہوتے ہیں۔ اگر آدمی ان گمراہ فرقوں کے متعلق تھوڑا سا بھی گہری نظر سے مطالعہ کر لے کہ جنھوں نے کتاب اللہ العزیز، سنت رسول اللہ الکریم اور منہج سلف صالحین کو چھوڑ کر گمراہی کی راہوں کو اپنا لیا تھا...... تو وہ جان لے گا اور اس پر یہ بات کوئی حیران کن نہ رہے گی کہ بالآخر یہ فرقے آپس میں ایک دوسرے سے الجھے اور باہم بہت زیادہ خون خرابہ کیا۔ یہ لوگ ایک دوسرے کو گمراہ کرنے کا ذریعہ بنے اور انھوں نے ایک دوسرے پر کفر کے فتوے لگائے۔

جس کسی نے بھی اس منہج کو چھوڑا کہ جو خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ کا منہج و طریق تھا اس کا یہی راستہ رہا ہے۔ یہ جان لینا چاہیے کہ بلاشبہ: لوگوں کے ساتھ میل ملاپ اور معاملات و تعلقات اور دعوت الی اللہ میں عنف و شدت کے ضمن میں اسلام کا ایک نہایت واضح موقف و منہج ہے اور وہ ہے: اچھے اخلاق، تحمل، خدمت،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شفقت، نرمی اور باسلوب احسن دعوت دینا اور معاملہ کرنا۔ دیکھئے! دنیا میں کیا فرعون سے بڑھ کر بھی کوئی اللہ عزوجل، اس کے پیغمبر اور اس کی شریعت مطہرہ کا دشمن ہوگا؟ مگر جب اللہ کریم نے جناب موسیٰ اور ان کے بھائی جناب ہارون علیہما السلام کو اس کی طرف اپنی دعوت دینے کے لیے بھیجا تو کیا نصیحت فرمائی؟ فرمایا:

﴿ اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ○ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ○ قَالَا رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَآ اَوْ اَنْ يَّطْغٰى ○ قَالَ لَا تَخَافَآ اِنَّنِيْ مَعَكُمَآ اَسْمَعُ وَاَرٰى ○ ﴾

(طٰہٰ: ۴۳ تا ۴۶)

''دونوں فرعون کے پاس جاؤ، بے شک وہ سرکش ہوگیا ہے۔ پس اس سے بات کرو، نرم بات، اس امید پر کہ وہ نصیحت حاصل کرلے، یا ڈر جائے۔ دونوں نے کہا اے ہمارے رب! یقیناً ہم ڈرتے ہیں کہ وہ ہم پر زیادتی کرے گا، یا کہ حد سے بڑھ جائے گا۔ فرمایا ڈرو نہیں، بے شک میں تم دونوں کے ساتھ ہوں، میں سن رہا ہوں اور دیکھ رہا ہوں۔''

تو یہ تھیں سرکشی و باغی فرعون کو دعوت الی اللہ و دعوت الی الحق کے وقت ہمارے رب کریم جل و علا کی توجیہات سیدنا موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے لیے۔ یعنی حق بات کو بیان کرتے وقت نرم، با اخلاق گفتگو۔ اس لیے کہ اس طرح کی گفتگو نصیحت کو قبول کرنے اور خشیت پیدا کرنے کے لیے زیادہ مناسب و معقول اور موثر ہوا کرتی ہے۔ اس ضمن میں ایک اور مقام پر اللہ عزوجل ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ وَلَا تَسْتَوِى الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ؕ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ○ وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ○ ﴾ (حٰمٓ السجدہ: ۳۴ تا ۳۵)

''اور نہ نیکی برابر ہوتی ہے اور نہ برائی۔ (برائی کو) اس (طریقے) کے ساتھ ہٹا جو سب سے اچھا ہے، تو اچانک وہ شخص کہ تیرے درمیان اور اس کے درمیان دشمنی ہے، ایسا ہوگا جیسے وہ دلی دوست ہے۔ اور یہ چیز نہیں دی جاتی مگر انھیں کو جو صبر کریں اور یہ نہیں دی جاتی مگر اسی کو جو بہت بڑے نصیب والا ہے۔''

بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ دعوت الی اللہ میں دعوت دینے والا داعی لوگوں کی طرف سے ایسے سلوک و معاملہ کا سامنا کرتا ہے کہ جو اُسے غضبناک کرکے دل کی تنگی کی طرف مائل کردیتا ہے۔ ایسا بعض اوقات لامحالہ مجبوراً ہوجاتا ہے تو ایسے اوقات میں اور اس طرح کی صورتِ حال کے وقت اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ صبر و تحمل سے کام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لے اور اپنے نفس پر ضبط رکھ کر اسے غصہ میں آنے سے روکے۔ اس وقت اسے چاہیے کہ وہ لوگوں سے درگزر کرے۔ جیسا کہ اللہ عزوجل کا فرمان گرامی ہے؛ جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا تھا:

﴿ يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ۝ وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ۭ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ ۝﴾ (لقمان: ۱۷ تا ۱۹)

''اے میرے چھوٹے بیٹے! نماز قائم کر اور نیکی کا حکم دے اور برائی سے منع کر اور اس (مصیبت) پر صبر کر جو تجھے پہنچے، یقیناً یہ ہمت کے کاموں سے ہے۔ اور لوگوں کے لیے اپنا رخسار نہ پھلا اور زمین میں اکڑ کر نہ چل، بے شک اللہ کسی اکڑنے والے، فخر کرنے والے سے محبت نہیں کرتا۔ اور اپنی چال میں میانہ روی رکھ اور اپنی آواز کچھ نیچی رکھ، بے شک سب آوازوں سے بری یقیناً گدھوں کی آواز ہے۔''

اور پھر اللہ عزوجل اپنے مومن بندوں کی صفات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّاۗءِ وَالضَّرَّاۗءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝﴾ (آل عمران: ۱۳۴)

''جو خوشی اور تکلیف میں خرچ کرتے ہیں اور غصے کو پی جانے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہوتے ہیں اور اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔''

دعوت الی اللہ اور نصیحت کے حوالے سے اللہ کریم نے اپنے بندوں کو انتہائی راہنما اصول دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِىَ اَحْسَنُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ۝ وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ۭ وَلَىِٕنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ۝ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ۝ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ۝﴾ (النحل: ۱۲۵ تا ۱۲۸)

''اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلا اور ان سے اس طریقے کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتھ بحث کر جو سب سے اچھا ہے۔ بے شک تیرا رب ہی زیادہ جاننے والا ہے جو اس کے راستے سے گمراہ ہوا، اور وہی ہدایت پانے والوں کو زیادہ جاننے والا ہے۔ اور اگر تم بدلہ لو تو اتنا ہی بدلہ لو جتنی تمھیں تکلیف دی گئی ہے اور بلاشبہ اگر تم صبر کرو تو یقیناً وہ صبر کرنے والوں کے لیے بہتر ہے۔ اور صبر کر اور نہیں تیرا صبر مگر اللہ کے ساتھ اور ان پر غم نہ کر اور نہ کسی تنگی میں مبتلا ہو، اس سے جو وہ تدبیریں کرتے ہیں۔ بے شک اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو ڈر گئے اور ان لوگوں کے جو نیکی کرنے والے ہیں۔''

داعی الی اللہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ خود کو دوسروں پر ترجیح دینے اور اشتعال انگیزی والے اُسلوب سے اجتناب کرے اور لوگوں کو برا بھلا کہنے اور گالی گلوچ سے بہت دور رہے۔ اس ضمن میں اللہ رب العالمین فرماتے ہیں:

﴿ وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾

(الانعام: ۱۰۸)

''اور انھیں گالی نہ دو جنھیں یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں، پس وہ زیادتی کرتے ہوئے کچھ جانے بغیر اللہ کو گالی دیں گے۔ اسی طرح ہم نے ہر امت کے لیے ان کا عمل مزین کر دیا ہے، پھر ان کے رب ہی کی طرف ان کا لوٹنا ہے تو وہ انھیں بتائے گا جو کچھ وہ کیا کرتے تھے۔''

بہت سارے احادیث نبویہ علی صاحبہا التحیۃ والسلام والے نصوص اس بات کی تاکید کرتے ہیں اور اس بات کے التزام پر مرتکز ہیں کہ دعوت الی اللہ اور اسلام کی نشر و اشاعت میں نرمی کو اختیار کیا جائے اور عنف و شدت سے دور رہا جائے۔ چنانچہ اُمّ المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ الرِّفْقَ لَا يَكُوْنُ فِيْ شَيْءٍ إِلَّا زَانَهُ ، وَلَا يُنْزَعُ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا شَانَهُ .))[1]

''بے شک جب کسی میں نرمی ہوگی تو وہ اس کی زینت بن جائے گی اور جب نرمی ختم ہو جائے تو عیب بن جاتی ہے۔''

اور دعوت الی اللہ، اسلام کی نشر و تبلیغ میں نرمی اور خلق حسن ہی تو اصل ہے۔ (اور اس سے قبل قرآن و سنت کا ٹھوس علم۔) اس کا معنی یہ بھی نہیں ہے کہ سختی کو یکسر ہی ختم کر دیا جائے۔ نہیں، بلکہ دعوت الی اللہ میں نرمی، خلق حسن، حکمت و مصلحت اور صبر و تحمل سے مکمل فائدہ اٹھا لینے کے بعد سختی کے بھی کچھ مواقع ہوتے ہیں۔ اس ضمن میں جس

---

[1] صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب فضل الرفق، حديث: ٢٥٩٤، ٦٦٠٢، مسند أحمد (٣٦٢/٤).

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو اللہ عزوجل توفیق دے دے اور اسے اس کی نفسانی خواہش سے محفوظ رکھے، وہ دونوں پہلوؤں کو موقع محل کی مناسبت سے اختیار کر سکتا ہے۔ ❶

(ز)...... تکفیر کا راستہ:

مسلمانوں کو کافر قرار دینے والا طریق، غلو و خارجیت کی کوہان اور اس کی آخری چوٹی ہے۔ اس تکفیر کا آغاز ۱۹۶۵ء سے ہوا اور پھر دن بدن اس کا دائرہ وسیع ہوتے ہوتے بعض سختیوں، مصیبتوں اور آزمائشوں کے نتیجے میں ۱۹۶۷ء تک بہت پھیل گیا۔ اس کے بعد سے یہ سوچ اور نظریہ آہستہ آہستہ نوجوانوں میں پھیلتا چلا جا رہا ہے حتیٰ کہ اُس نے اب ایک خطرناک صورت اختیار کر لی ہے اور نظریہ تکفیر عام ہو گیا ہے۔ ہم نے اس بات کا بخوبی مشاہدہ کیا ہے کہ: وہ لوگ جو مسلمانوں کو کافر قرار دینے کے درپے رہتے ہیں اُن سے دین حنیف، اسلام کے انتہائی اہم اصول و مبادی اوجھل ہوتے ہیں۔ اسی لیے وہ اس طرح کے فتنوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ہم اُن اصول و مبادی میں سے بعض کو یہاں بالاجمال بیان کرنا چاہتے ہیں تاکہ سب لوگ ان سے آگاہ ہو سکیں۔

(۱)...... پہلا اُصول: صغیرہ و کبیرہ گناہوں کی تقسیم:

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: قرآن حکیم اور سنت و حدیث کے نصوص، اجماع سلف صالحین اور اثر و دخل سے گناہ دو طرح کے ہوتے ہیں۔ (۱)...... صغیرہ گناہ اور (۲)...... کبیرہ گناہ۔ ❷

اللہ عزوجل کا ارشادِ گرامی ہے:

﴿ إِنْ تَجْتَنِبُوا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ۝﴾

(النساء: ۳۱)

''اگر تم ان بڑے گناہوں سے بچو گے جن سے تمھیں منع کیا جاتا ہے تو ہم تم سے تمھاری چھوٹی برائیاں دور کر دیں گے اور تمھیں باعزت داخلے کی جگہ میں داخل کریں گے۔''

ایک اور مقام پر اللہ رب العالمین فرماتے ہیں:

﴿ اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ۝﴾ (النجم: ۳۲)

---

❶ دیکھیے: ظاهرة الغلو فی الدين ص ۲۳۱، ۲۳۷.

❷ دیکھیے: مدارج السالكين جلد ۱، ص ۲۳۷.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''وہ لوگ جو بڑے گناہوں اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں مگر صغیرہ گناہ، یقیناً تیرا رب وسیع بخشش والا ہے، وہ تمھیں زیادہ جاننے والا ہے جب اس نے تمھیں زمین سے پیدا کیا اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹوں میں بچے تھے۔ سو اپنی پاکیزگی کا دعویٰ نہ کرو، وہ زیادہ جاننے والا ہے کہ کون پرہیزگار ہے۔''

یہاں اس آیت کریمہ میں لفظ ''اللَّمَم'' کے متعلق جمہور علماء و آئمہ اُمت کا فیصلہ یہ ہے کہ: ان سے مراد چھوٹے گناہ ہیں۔ اسی طرح حدیث میں ہے کہ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَلصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ ، وَالْجُمُعَةُ إِلَى الْجُمُعَةِ ، وَرَمَضَانُ إِلَى رَمَضَانَ ، مُكَفِّرَاتُ لِمَا بَيْنَهُنَّ ، إِذَا اجْتَنَبَ الْكَبَائِرَ .))[1]

''پانچوں فرض نمازیں، جمعہ سے جمعہ تک اور رمضان دوسرے رمضان تک ان گناہوں کا کفارہ ہوجاتے ہیں جو ان کے درمیان میں ہوں۔ بشرطیکہ آدمی کبیرہ گناہوں سے بچتا رہے۔''

اس سے معلوم ہوا کہ گناہ چھوٹے بھی ہوتے ہیں اور بڑے بھی۔

(۲)...... دوسرا اُصول: کفر کی دو اقسام ہیں:

یعنی کفرِ اکبر اور کفرِ اصغر۔ قرآن و سنت کے نصوص اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ: کفر کی دو اقسام ہیں اور نہایت ضروری ہے کہ ان دونوں اقسام کے درمیان فرق کیا جائے۔ تو کفر اکبر سے مراد یہ ہے کہ اس جرم کا مرتکب: ہر اُس حکم و امر اور نہی کا انکار و تکذیب کر دے کہ جو محمد رسول اللہ ﷺ لے کر آئے تھے اور ان سے منہ موڑ لے۔ جب کہ کفر اصغر یہ ہے کہ: اس سے مراد وہ گناہ ہیں جو وعید اور ڈانٹ پلانے کا حق رکھتے ہیں لیکن ان کا مرتکب ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں نہیں رہے گا۔ جیسا کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

((لَا تَرْجِعُوْا بَعْدِيْ كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ .))[2]

''میرے بعد ایک دوسرے کی گردنیں مار کر کافر نہ بن جانا۔'' (یعنی یہ فعل کافروں جیسا ہے۔ اگر کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو قتل کر بیٹھے تو اس سے وہ ہندوؤں، سکھوں، بدھ مت والوں، یہودیوں، عیسائیوں، ملحدوں اور مرتدوں جیسا کافر نہیں ہوجائے گا۔ بلکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ایک بہت بڑے حکم کی نافرمانی کر بیٹھے گا۔)

اور پھر دیکھئے اللہ عزوجل کا فرمان گرامی ہے:

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب الصلوات الخمس......الخ، حديث: ٥٥٢.

[2] صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان معنى قول النبي ﷺ: لا ترجعوا بعدي......الخ، حديث: ٢٢٣.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّى تَفِيءَ إِلَى أَمْرِ اللَّهِ فَإِنْ فَاءَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ۝﴾ (الحجرات: ۹)

''اور اگر ایمان والوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو دونوں کے درمیان صلح کرادو، پھر اگر دونوں میں سے ایک دوسرے پر زیادتی کرے تو اس (گروہ) سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے، پھر اگر وہ پلٹ آئے تو دونوں کے درمیان انصاف کے ساتھ صلح کرادو اور انصاف کرو، بے شک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔''

یہاں اس آیت کریمہ میں اللہ رب العالمین نے باہم لڑنے والی دو مسلمان جماعتوں کا وصف، ایمان بیان کیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ مسلمانوں کا آپس میں ایک دوسرے کا خون بہانے سے وہ کفر اکبر میں داخل نہیں ہو جاتے اور یہ آیت کریمہ اور حدیث مذکور بالا اس بات پر دلالت کر رہی ہیں کہ یہاں لفظِ کفر کا استعمال مسلمانوں کو ملت سے ہی خارج نہیں کر دیتا۔ یہی کفر اصغر ہے۔ امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ مقصود یہ ہے کہ تمام کے تمام گناہ (چاہے بڑے ہوں یا چھوٹے) کفر اصغر کی قسم سے ہی تعلق رکھتے ہیں۔ یہاں پر کلمہ کفر اُس شکر کی ضد شمار ہوتا ہے کہ جو اطاعت کی صورت میں ایک عمل صالح کا نام ہے۔ (اور اس اعتبار سے یہاں کفر بمعنی نافرمانی و ناشکری ہوگا۔) ❶

(۳)...... تیسرا قاعدہ واُصول: بدعات کا ایک دوسرے سے مختلف ہونا:

بلاشبہ اسلام نے بدعات کی تمام اقسام کی سخت مذمت کی ہے اور بدعات کو بدعتیوں کے مونہوں پر دے مارا ہے۔ چنانچہ اُمّ المومنین سیّدہ عائشہ بنت ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مَنْ أَحْدَثَ فِيْ أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ فِيْهِ فَهُوَ رَدٌّ...... جس نے ہمارے دین میں ازخود ایسی کوئی چیز (ثواب کی نیت سے کوئی قول وعمل) نکال لی کہ جو اس میں نہیں تھی تو وہ رد (کردی جاتی) ہے۔'' دوسری روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ...... جس شخص نے (اجر وثواب کی نیت سے) کوئی ایسا عمل کیا کہ جس پر ہمارا حکم یا عمل نہ ہوا تو وہ رد کر دیا جائے گا۔'' ❷

---

❶ دیکھئے: مدارج السالکین جلد ۱، ص ۲۵۳.

❷ دیکھئے: صحیح البخاری، کتاب الصلح، حدیث: ۲۶۹۷، صحیح مسلم کتاب الاقضیۃ، باب نقض الاحکام الباطلۃ وردّ محدثات الامور، حدیث: ۴۴۹۲، ۴۴۹۳.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:)

((إِنَّ أَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ ، وَأَحْسَنَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ ، وَشَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَإِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَآتٍ وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ .)) ❶

''سب سے اچھی بات اللہ کی کتاب (قرآن مجید) ہے اور سب سے اچھا طریقہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے اور تمام امور میں سب سے برا معاملہ (دین میں اجر و ثواب کی نیت سے) نئی بات (بدعت) پیدا کرنا ہے۔ بلاشبہ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ آ کر رہے گی اور تم اللہ رب العالمین سے بچ کر کہیں نہیں جا سکتے۔'' ❷

مگر ہم یہاں یہ کہنا چاہتے ہیں کہ عصر حاضر میں بعض لوگ بدعات میں اپنی نفسانی خواہشات کے غلبہ کی وجہ سے بدعات میں واقع ہو گئے ہیں اور ان پر شبہات کا غلبہ پیدا ہو گیا ہے۔ چنانچہ اس بنا پر تو وہ قابل مذمت ہیں مگر

---

❶ صحيح البخاري، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب الإقتداء بسنن رسول الله ﷺ، حديث : ٧٢٧٧.

❷ آخرت، عذاب قبر اور حشر نشر یہ سب کچھ ضرور ہو کر رہے گا۔ جابر رضی اللہ عنہ کی دوسری مرفوع حدیث میں ہے: "كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ" اور عرباض بن ساریہ کی حدیث میں ہے: "إِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ فَإِنَّ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ" اس کو ابن ماجہ اور حاکم اور ابن حبان نے صحیح کہا۔ حافظ نے کہا بدعت شرعی وہ ہے جو دین میں نئی بات نکالی جائے جس کی اصل شرع سے نہ ہو۔ ایسی ہر بدعت مذموم اور قبیح ہے۔ لیکن لغت میں بدعت ہر نئی بات کو کہتے ہیں۔ اس میں بعض اچھی ہوتی ہیں اور بعضی بری۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا: ایک بدعت محمود ہے جو سنت کے موافق ہو، دوسری مذموم جو سنت کے خلاف ہو۔ امام بیہقی نے مناقب شافعی رحمہ اللہ میں ان سے روایت کیا ہے کہ، انھوں نے کہا: نئے کام دو قسم کے ہیں۔ ایک تو وہ جو کتاب وسنت، آثار صحابہ اور اجماع کے خلاف ہیں، وہ بدعت وضلالت ہیں۔ دوسرے وہ جو ان کے خلاف نہیں ہیں وہ گو محدث ہوں مگر مذموم نہیں ہیں۔ میں کہتا ہوں: بدعت کی تحقیق علماء کے مختلف اقوال ہیں اور انھوں نے اس باب میں جداگانہ رسائل اور کتابیں تصنیف کیے ہیں اور بہتر رسالہ مولانا اسماعیل صاحب کا ہے ایضاح الحق۔ ابن عبدالسلام نے کہا: بدعت کی پانچ اقسام ہیں: بعضی بدعت واجب ہے جیسے علم صرف اور نحو کا حاصل کرنا، جس سے قرآن وحدیث کا مطلب سمجھ میں آئے۔ بعضے مستحب ہیں جیسے مدرسے بنانا، سرائیں بنانا۔ بعضے حرام ہیں جو خلاف سنت ہیں جیسے قدریہ مرجیہ مشبھہ کی بدعات ہیں بعضے مباح ہیں جیسے مصافحہ نماز فجر یا نماز عصر کے بعد اور کھانے پینے کی لذتیں وغیرہ بعضے مکروہ اور خلاف اولی۔ میں کہتا ہوں ابن عبدالسلام کی مراد بدعت سے بدعت لغوی ہے۔ بے شک اس کی کئی قسمیں ہو سکتی ہیں لیکن بدعت شرعی جس کی کوئی اصل کتاب وسنت سے نہ ہو اور قرون ثلاثہ کے بعد دین میں نکالی جائے وہ نری گمراہی ہے۔ ایسی بدعت کوئی اچھی نہیں ہو سکتی اور صرف ونحو کا علم حاصل کرنا یا مدرسے یا سرائیں بنانا یا نماز تراویح میں جمع ہونا بدعت شرعی نہیں ہے کیونکہ ان کی اصل کتاب وسنت سے پائی جاتی ہے۔ ان میں سے بعض باتیں صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم کے وقت میں شروع ہو گئی تھیں۔ بدعت شرعی وہ ہے جو صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کے بعد دین میں نکالی جائے اور اس کی اصل کتاب اور سنت میں نہ ہو۔ رہا مصافحہ عصر اور فجر کی نماز کے بعد تو گو ابن عبدالسلام نے اس کو مباح کہا مگر اکثر علماء نے اس کو بدعت مذموم قرار دیا ہے۔ اسی طرح عیدین کے بھی مصافحہ اور معانقہ سے منع کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ ضرور ہے کہ وہ بدعات کے ایک دوسرے سے متفاوت ہونے کی بنا پر گناہ میں بھی متفاوت ہوں گے۔ چنانچہ تکفیر والی بدعت کا مرتکب اور پندرہ شعبان کو روزہ رکھنے والا (کہ جو اس دن کو سنت سمجھ کر روزہ رکھے) برابر نہیں ہو سکتے۔ اس لیے کسی بھی عمل پر کوئی بھی حکم لگانے سے پہلے نہایت ضروری ہے کہ اس بدعت کی نوعیت کو دیکھ لیا جائے۔ ایک جاہل و ناخواندہ بدعتی کہ جو کسی کی تقلید میں کسی بدعت کا مرتکب ہے اور وہ اس بدعت کی دعوت دینے والا بھی نہیں اُس بدعتی عالم کی طرح قطعاً نہیں ہو سکتا جو جان بوجھ کر، قرآن وسنت کا علم رکھنے کے باوجود کسی بدعت کا ارتکاب کرتا بھی ہے اور اُس کی دعوت بھی دیتا ہے۔

(۴)...... چوتھا اُصول: تکفیر کی کچھ شروط وموانع ہیں:

یہ انتہائی اہم اُصول وقاعدہ ہے مگر اکثر لوگ اس سے باخبر نہیں ہیں۔ اس لیے اس کے بارے میں خبردار و متنبہ ہونا نہایت ضروری ہے۔ اور ہر فیصلہ کے وقت اس کی مراعات کا خیال رکھنا لازم ہے۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ آدمی ایسے گناہ کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے کہ جو سراسر کفر ہوتا ہے یا وہ کوئی ایسی بات کہہ بیٹھتا ہے کہ جو کفر کی بات ہوتی ہے یا ایسا عقیدہ اختیار کر لیتا ہے کہ جو کفر کا عقیدہ ہوتا ہے تو کیا صرف اُس آدمی کے اس گناہ کے ارتکاب کی بنا پر کہ جو اُس نے قولاً، عملاً یا عقیدۃً کیا ہو وہ ایسا کافر ہو جائے گا کہ جس کا مال بھی مسلمانوں کے لیے حلال ہو اور اُس کا خون بھی؟

اس پر علماء کرام نے جواب دیتے ہوئے کہا ہے کہ اس طرح کا خاص، معین شخص کافر نہیں ہوگا کہ جس کا خون بھی حلال ہو اور اُس کا مال بھی۔ البتہ اس صورت میں وہ حلال الدم والمال ہوگا جب اُس میں چند شرائط پائی جائیں اور اُس سے چند موانع دور ہو جائیں۔ اُس وقت ایسے آدمی پر کفر کا حکم لگانا جائز ہے۔ البتہ یہ ہے کہ جب ان شروط میں سے کوئی شرط ختم ہو جائے یا کوئی مانع حائل ہو جائے تو اُس وقت جائز نہیں ہے کہ اُس پر کفر کا حکم لگا دیا جائے۔ اس کا یہ معنی بھی نہیں ہے کہ ایسے آدمی کو عمومی سزا سے ہی یکسر معاف کر دیا جائے۔ نہیں، بلکہ اُس کی حالت کے مطابق اُسے سزا دی جائے گی۔ مقصود اصل میں اُس پر کفر بواح کے حکم کی فقط ممانعت ہے نہ کہ مطلقاً سزا سے ہی اُسے بری کر دینا ہے۔

تکفیر کی شروط:

اس آدمی کے متعلق تین شروط کا اکٹھا پایا جانا لازم ہے جو ایسے کسی کام کا ارتکاب کرے کہ جس سے وہ لعنت اور کفر جیسی وعید کا مستحق ٹھہرتا ہو۔ اگر ان درج ذیل شروط میں سے کوئی شرط ساقط ہو جائے تو پھر اس شخص

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کولعنت کا مستحق قرار دینا اور اُسے کافر قرار دینا ممنوع ہوگا۔ ان شروط کی تفصیل یوں ہے:

پہلی شرط......علم:

ایک ایسے آدمی پر کفر کا حکم لگانے کے لیے کہ جو ایسا عمل کرے یا کوئی ایسی بات کہے یا ایسا کوئی عقیدہ رکھے جو کفر کا عمل، کفر کی بات یا کفر کا عقیدہ ہو تو اُس پر حکم و فتویٰ لگانے سے پہلے لازم ہے کہ اس شخص کے بارے میں بالتاکید معرفت (بذریعہ معلومات) حاصل کر لی جائے کہ واقعتاً جو عمل وہ کر رہا ہے (یا جو عمل اُس سے سرزد ہوا ہے۔) وہ کفر کا عمل ہے؟ اور وہ بالصراحت مخالفت کرنے والا تھا اُس فعل و عمل کی جو حق و درستگی میں کرنا واجب نہیں تھا۔ یعنی وہ آدمی ایسا کام علم ہونے کے باوجود جان بوجھ کر کر رہا تھا۔ اگر وہ حق، سچ اور صواب و درستگی سے لاعلم و جاہل ہو تو پھر اُس کے اس ضمن میں حق و صواب کے متعلق نہایت واضح اور مکمل بیان سے پہلے اُس پر سزا جائز نہیں ہوگی (اور نہ ہی اُس پر کفر کا حکم لگایا جا سکتا ہے۔) اللہ تبارک و تعالیٰ نے بھی دلیل قائم کرنے سے پہلے کوئی سزا مشروع نہیں کی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ مَنِ اهْتَدٰی فَاِنَّمَا یَهْتَدِیْ لِنَفْسِهٖ وَ مَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا یَضِلُّ عَلَیْهَا ؕ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ؕ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِیْنَ حَتّٰی نَبْعَثَ رَسُوْلًا ۝﴾ (بنی اسرائیل: ۱۵)

''جس نے ہدایت پائی تو وہ اپنی ہی جان کے لیے ہدایت پاتا ہے اور جو گمراہ ہوا تو اسی پر گمراہ ہوتا ہے اور کوئی بوجھ اٹھانے والی (جان) کسی دوسری (جان) کا بوجھ نہیں اٹھاتی اور ہم کبھی عذاب دینے والے نہیں، یہاں تک کہ کوئی پیغام پہنچانے والا بھیجیں۔''

ایک اور مقام پر ارشادِ گرامی ہے:

﴿ رُسُلًا مُّبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ لِئَلَّا یَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَی اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِیْزًا حَكِیْمًا ۝ لٰكِنِ اللّٰهُ یَشْهَدُ بِمَاۤ اَنْزَلَ اِلَیْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ۚ وَالْمَلٰٓىِٕكَةُ یَشْهَدُوْنَ ؕ وَكَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ۝ اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًۢا بَعِیْدًا ۝ اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ ظَلَمُوْا لَمْ یَكُنِ اللّٰهُ لِیَغْفِرَ لَهُمْ وَ لَا لِیَهْدِیَهُمْ طَرِیْقًا ۝ اِلَّا طَرِیْقَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ؕ وَ كَانَ ذٰلِكَ عَلَی اللّٰهِ یَسِیْرًا ۝ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَیْرًا لَّكُمْ ؕ وَ اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًا ۝﴾ (النساء: ۱۶۵ تا ۱۷۰)

''ایسے رسول جو خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے تھے، تاکہ لوگوں کے پاس رسولوں کے بعد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ کے مقابلے میں کوئی حجت نہ رہ جائے اور اللہ ہمیشہ سے سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔ لیکن اللہ شہادت دیتا ہے اس کے متعلق جو اس نے تیری طرف نازل کیا ہے کہ اس نے اسے اپنے علم سے نازل کیا ہے اور فرشتے شہادت دیتے ہیں اور اللہ کافی گواہ ہے۔ بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کے راستے سے روکا یقیناً وہ گمراہ ہو گئے، بہت دور گمراہ ہونا۔ بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور ظلم کیا اللہ کبھی ایسا نہیں کہ انھیں بخشے اور نہ یہ کہ انھیں کسی راستے کی ہدایت دے۔ سوائے جہنم کی راہ کے، جس میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں ہمیشہ، اور یہ ہمیشہ اللہ پر بہت آسان ہے۔ اے لوگو! بلا شبہ تمھارے پاس یہ رسول حق کے ساتھ تمھارے رب کی طرف سے آیا ہے، پس تم ایمان لے آؤ، تمھارے لیے بہتر ہوگا اور اگر کفر کرو تو بے شک اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور اللہ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔‘‘

تیسرے مقام پر فرمایا:

﴿ وَ مَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا وَ مَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰٓى اِلَّا وَ اَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ۝﴾ (القصص : ۵۹)

’’اور تیرا رب کبھی بستیوں کو ہلاک کرنے والا نہیں، یہاں تک کہ ان کے مرکز میں ایک رسول بھیجے جو ان کے سامنے ہماری آیات پڑھے اور ہم کبھی بستیوں کو ہلاک کرنے والے نہیں مگر جب کہ اس کے رہنے والے ظالم ہوں۔‘‘

ایک اور مقام پر اللہ فرماتے ہیں:

﴿ تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ؕ كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ۝ قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ ۙ فَكَذَّبْنَا وَ قُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۖۚ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ۝﴾ (الملک : ۸تا۹)

’’قریب ہوگی کہ (جہنم) غصے سے پھٹ جائے۔ جب بھی کوئی گروہ اس میں ڈالا جائے گا، اس کے نگران ان سے پوچھیں گے: کیا تمھارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا؟ وہ کہیں گے کیوں نہیں؟ یقیناً ہمارے پاس ڈرانے والا آیا تو ہم نے جھٹلا دیا اور ہم نے کہا اللہ نے کوئی چیز نہیں اتاری، تم تو ایک بڑی گمراہی میں ہی پڑے ہوئے ہو۔‘‘

پھر یوں بھی ارشاد گرامی ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ وَلَوْ اَنَّآ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْ لَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَ نَخْزٰى ﴾ (طٰہٰ: ۱۳۴)

''اور اگر ہم واقعی انھیں اس سے پہلے کسی عذاب کے ساتھ ہلاک کر دیتے تو یہ لوگ ضرور کہتے: اے ہمارے رب! تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم تیری آیات کی پیروی کرتے، اس سے پہلے کہ ہم ذلیل ہوں اور رسوا ہوں۔''

ان مذکور بالا قرآنی نصوص سے معلوم ہوا کہ بلاشبہ اللہ عزوجل اپنے بندوں کا مواخذہ اُن پر دلیل قائم کر لینے کے بعد ہی کیا کرتا ہے اور یہ کہ بندوں کو حق وصواب اور غلط و گناہ کا علم ہو جانے کے بعد۔ دیگر نصوص سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ: اللہ تبارک وتعالیٰ کسی جاہل و لاعلم کا مواخذہ نہیں فرماتے اگرچہ اُس کی جہالت ولاعلمی عقیدہ کے مسائل سے متعلق ہی کیوں نہ ہو۔ [1]

اب اس موضوع کے لیے ایک صحیح حدیث کا بھی مطالعہ کر لیجیے:

((فَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: كَانَ رَجُلٌ يُسْرِفُ عَلَى نَفْسِهِ، فَلَمَّا حَضَرَهُ الْمَوْتُ قَالَ لِبَنِيهِ: إِذَا أَنَا مُتُّ فَأَحْرِقُوْنِي، ثُمَّ اطْحَنُوْنِي، ثُمَّ ذَرُّوْنِي فِي الرِّيحِ، فَوَاللّٰهِ لَئِنْ قَدَرَ اللّٰهُ عَلَيَّ لَيُعَذِّبَنِي عَذَابًا مَا عَذَّبَهُ أَحَدًا، فَلَمَّا مَاتَ فُعِلَ بِهِ ذٰلِكَ، فَأَمَرَ اللّٰهُ الْأَرْضَ فَقَالَ: اجْمَعِي مَا فِيكِ مِنْهُ، فَفَعَلَتْ، فَإِذَا هُوَ قَائِمٌ، فَقَالَ: مَا حَمَلَكَ عَلَى مَا صَنَعْتَ؟ قَالَ: يَا رَبِّ خَشْيَتُكَ حَمَلَتْنِي، فَغَفَرَ لَهُ وَفِي رِوَايَةٍ: مَخَافَتُكَ يَا رَبِّ.)) [2]

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: (پہلے وقتوں کی بات ہے۔) ایک آدمی بہت گناہ کیا کرتا تھا۔ جب اُس کی موت کا وقت قریب آیا تو اُس نے اپنے بیٹوں سے کہا: جب میں مر جاؤں تو مجھے جلا ڈالنا، پھر میری ہڈیوں کو پیس کر ہوا میں اڑا دینا۔ اللہ کی قسم! اگر میرے رب نے مجھے پکڑ لیا تو وہ مجھے اتنا سخت عذاب دے گا جو اس سے پہلے کسی کو بھی اُس نے اتنا سخت عذاب نہ دیا ہوگا۔ چنانچہ جب وہ مر گیا تو (اس کی وصیت کے مطابق) اس کے ساتھ ایسا ہی کیا گیا۔ اللہ رب العالمین نے زمین کو حکم فرمایا کہ اس کے جسم کا ایک ذرہ بھی کہیں تیرے پاس ہے تو اسے جمع

---

[1] تفصیل کے لیے دیکھئے: ظاهرة الغلو في الدين ص ۲۶۵ تا ۲۶۷.

[2] صحيح البخاري، كتاب احاديث الانبياء، باب (۵۴)، حديث: ۳۴۸۱.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر کے لا۔ زمین حکم بجالائی اور وہ بندہ اپنے رب کے سامنے کھڑا تھا۔ اللہ عزوجل نے دریافت فرمایا: تو نے ایسا کیوں کیا تھا؟ اس نے عرض کیا: اے ربّ کریم! تیرے ڈر کی وجہ سے۔ چنانچہ اللہ کریم نے اسے بخش دیا۔''

یہ حدیث متواتر اسناد کے ساتھ نبی کریم ﷺ سے مروی ہے۔ اس روایت کو اصحاب الحدیث، محدثین کرام نے سادا تنا ابوسعید خدری، حذیفہ بن الیمان، عقبہ بن عمرو اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی اسناد و روایات سے اپنی اپنی کتب میں درج کیا ہے اور متن کے الفاظ کچھ مختلف بھی آئے ہیں۔ اہل الحدیث اس بات کو خوب جانتے ہیں کہ: یہ حدیث علم یقینی کا فائدہ دیتی ہے۔ اگر چہ یہ علم ان کے علاوہ اوروں کو حاصل نہ بھی ہوا ہو، یعنی اس کا تعلق ان لوگوں سے نہ ہو کہ جو ان کے ساتھ علم کے اسباب میں شریک نہ ہوں۔ واقعہ مذکور بالا میں بیان کیا گیا وہ آدمی تھا کہ جس کو اللہ عزوجل کی اس قدرت و طاقت کے بارے میں شک واقع ہو چکا تھا اور وہ اس ضمن میں لاعلم و جاہل تھا کہ اللہ تعالیٰ کیا ابن آدم کو اس کی موت کے بعد اسے جلا کر ذرہ ذرہ کر دیے جانے کے بعد اُسے دوبارہ زندہ کرسکتا ہے؟ اور اس بات پر شک اور جہالت تھی کہ وہ خالق کائنات کیا مردہ کو دوبارہ زندہ کر کے اُسے پھر سے اٹھا کر اپنے سامنے کھڑا کرنے کی قدرت رکھتا ہے؟ اس حدیث میں یہی دو بڑے اُصول بیان ہوئے ہیں: یعنی ایک یہ کہ جو اللہ عزوجل کی ذاتِ اقدس کے متعلق ہے اور وہ ہے: اُس پر اس بات کا ایمان لانا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہر چیز اور ہر فعل پر قادر ہے۔ دوسرا قیامت کے دن کے ساتھ متعلق ہے اور وہ یہ ہے کہ: اس بات پر پختہ اور مکمل ایمان رکھنا کہ بلاشک وشبہ اللہ رب العالمین مردہ جسموں کو دوبارہ زندہ کرے گا اور اُسے اُس کے اعمال کا بدلہ دے گا۔

علاوہ ازیں جب کوئی شخص فی الجملہ اللہ عزوجل پر ایمان بھی رکھتا ہو اور قیامت کے دن پر بھی بالجملہ ایمان رکھتا ہو اور وہ ایمان یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ موت کے بعد اجر و انعام بھی دیتا ہے اور سزا بھی دیتا ہے اور عمل صالح بھی کرتا رہے۔ عمل صالح یہ ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرے بھی کہ وہ اُس کے گناہوں پر اُسے سزا دے گا...... تو اللہ عزجل اُس کے ایمان باللہ، ایمان بالیوم الآخر اور عمل صالح کی وجہ سے اسے معاف کر دے گا جیسے اُس نے واقعہ مذکور بالا میں اُس شخص کو معاف کر دیا تھا۔ احادیث مبارکہ میں بے شمار دلائل موجود ہیں۔ [1]

---

[1] مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ جلد ۱۲ ص ۴۹۱، والفصل فی الملل والنحل لابن حزم رحمہ اللہ جلد ۳، ص ۲۹۶.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسری شرط......عمدیت (جان بوجھ کر عمداً کوئی کام کرنا):

علم کی شرط پوری ہونے اور مخالف قرآن وسنت کے لیے حق وصواب کی دلیل کے بیان کے بعد اور اس بات کی تاکید کر لینے کے بعد کہ ایسا کوئی آدمی اس جرم کا ارتکاب کر چکا ہو تو پھر معلوم کرنا چاہیے کہ: اگر تو وہ اپنے اس فعل وعمل یا قول یا اعتقاد پر قائم ہے کہ جو اس کو کفر یا لعنت کے دائرہ میں کھینچ لائے تو اُس پر کفر کا حکم وفتویٰ لگانا جائز نہیں ہے مگر اس صورت میں کہ جب ایک اور شرط نہ پائی جائے اور وہ ہے: اس فعل وعمل یا گفتگو یا عقیدہ کو عمداً (اس فعل وعمل یا قول یا عقیدہ کا پورا پورا علم آ جانے کے بعد یہ کفر کا عمل قول یا عقیدہ ہے) اختیار کیے رکھنا۔ اس صورت میں ہم دیکھیں گے: کیا اُس شخص نے اپنے اس فعل وقول سے قولِ باطل کی مدد کا عمداً قصد کیا ہے؟ اور کیا اُس کا مقصد حق بات کا اُس تک پہنچ جانے کے بعد اور اُس کی وضاحت ہو جانے کے بعد اُس نے اس کی مخالفت کی ہے؟ یا وہ تاویل ومعنی کرنے میں غلطی کر رہا ہے کہ جو کسی شک وشبہ کی بنا پر اس کے سامنے آیا ہے؟ اس لیے عمدیت کی شرط کا پایا جانا لازم ہے۔ کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے کوئی تفسیر ومعنی کرنے والے اور اس طرح کی غلطی کرنے والے سے گناہ اور مواخذہ کو اُٹھا رکھا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَآ أَخْطَأْتُم بِهِۦ وَلَٰكِن مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوبُكُمْ ۚ وَكَانَ ٱللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ۝﴾ (الاحزاب: ۵)

''اور تم پر اس میں کوئی گناہ نہیں جس میں تم نے خطا کی۔ لیکن جو تمھارے دلوں نے ارادے سے کیا۔ اور اللہ ہمیشہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

ایک مقام پر اللہ نے اپنے بندوں کو دعا سکھاتے ہوئے فرمایا کہ وہ یوں بھی کہا کریں:

﴿ لَا يُكَلِّفُ ٱللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا ٱكْتَسَبَتْ ۗ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ إِن نَّسِينَآ أَوْ أَخْطَأْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُۥ عَلَى ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِۦ ۖ وَٱعْفُ عَنَّا وَٱغْفِرْ لَنَا وَٱرْحَمْنَآ ۚ أَنتَ مَوْلَىٰنَا فَٱنصُرْنَا عَلَى ٱلْقَوْمِ ٱلْكَٰفِرِينَ ۝﴾ (البقرہ: ۲۸۶)

''اللہ کسی جان کو تکلیف نہیں دیتا مگر اس کی گنجائش کے مطابق، اسی کے لیے ہے جو اس نے (نیکی) کمائی اور اسی پر ہے جو اس نے (گناہ) کمایا۔ اے ہمارے رب! ہم سے مؤاخذہ نہ کر اگر ہم بھول جائیں یا خطا کر جائیں۔ اے ہمارے رب! اور ہم پر کوئی بھاری بوجھ نہ ڈال، جیسے تو نے اسے ان لوگوں پر ڈالا جو ہم سے پہلے تھے۔ اے ہمارے رب! اور ہم سے وہ چیز نہ اٹھوا جس (کے اٹھانے)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی ہم میں طاقت نہ ہو اور ہم سے درگزر کر اور ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر۔ تو ہی ہمارا مالک ہے، سو کافر لوگوں کے مقابلے میں ہماری مدد فرما۔''

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے جب سورۃ البقرہ کی آخری دو آیات کے ساتھ دعا کی تو اللہ عزوجل نے فرمایا: ''نَعَمْ'' ہاں۔ میں نے تمھاری دعا کو سن لیا اور قبول کرلیا ہے۔'' سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے: ''قَالَ اللّٰهُ: قَدْ فَعَلْتُ ...... اللہ عزوجل فرماتے ہیں: میں نے بالتحقیق ایسا کردیا۔'' (جیسا تم نے مانگا ہے۔) ❶

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہی بیان کرتے ہیں: ایک دن سیّدنا جبریل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک آواز دروزہ کھلنے کی بڑے زور کی سنی، اپنا سر اٹھایا اور کہا کہ: یہ آسمان کا ایک ایسا دروازہ ہے جو آج ہی کھلا ہے۔ آج سے پہلے یہ دروازہ کبھی نہیں کھلا تھا۔ چنانچہ اس سے ایک فرشتہ اترا۔ جناب جبریل علیہ السلام نے کہا: یہ فرشتہ جو زمین پر اترا ہے آج سے پہلے یہ زمین پر کبھی نہیں اترا تھا۔ سو وہ فرشتہ آیا اور اس نے آکر سلام کہا اور پھر کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! آپ کو دو نوروں کی خوشخبری ہو کہ جو آپ کو ہی دیے گئے ہیں، آپ سے پہلے یہ دونوں نور کسی نبی کو عطا نہیں ہوئے۔ ایک سورۃ الفاتحہ ہے اور دوسرا سورۃ البقرہ کی آخری آیات۔ ان دونوں میں سے کوئی بھی حرف جب تم پڑھو گے تو تمھیں وہ دے دیا جائے گا۔'' ❷

تو ان آیات میں یہ بھی ہے: ''رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ...... اے ہمارے رب کریم! اگر ہم بھول جائیں یا ہم کوئی خطا کر بیٹھیں تو اُس پر ہمارا مواخذہ نہ کرنا۔'' اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے:

((إِنَّ اللّٰهَ تَجَاوَزَ عَنْ أُمَّتِي الْخَطَأَ وَالنِّسْيَانَ .)) ❸

''بلاشبہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے میری امت سے خطا اور بھول چوک سے تجاوز فرما رکھا ہے۔''

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مرفوع حدیث پاک کے یہ الفاظ زبانی خبری مسائل کے متعلق خطا کے لیے عام ہیں۔ اسی طرح عملی مسائل کے لیے بھی اور بہت سارے ان مسائل کے بارے میں اب تلک سلف علماء کرام باہم ایک دوسرے سے اختلاف کرتے آئے ہیں۔ مگر اس کے باوجود ان میں سے کسی نے بھی کسی دوسرے عالم (حتیٰ کہ عام مسلمان) پر نہ ہی تو کفر کا فتویٰ لگایا ہے، نہ ہی فسق و فجور کا اور نہ ہی معصیت و نافرمانی کا۔'' ❹

---

❶ دیکھئے: المصباح المنیر في تهذيب تفسير ابن كثير ص ٢٠٤ بحواله صحیح مسلم: ١/ ١١٥، ١١٦.

❷ صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرين، باب فضل الفاتحة وخواتيم سورة البقره...... الخ، حديث: ١٨٧٧.

❸ سنن ابن ماجه، رقم: ٢٠٤٣، صححه الألباني في صحيح ابن ماجه، ١/ ٣٤٧.

❹ دیکھئے: الفتاوی جلد ٣، ص ٢٢٩.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیسری شرط......اختیار وقدرت:

جب کوئی آدمی حق کو خوب جان لے مگر کہے اُس کے خلاف اور وہ اس خلاف کی کوئی تشریح و تاویل بھی نہ کرنے والا ہو......تو کیا یہی بات اُس پر کفر کا حکم لگانے کے لیے کافی ہے؟ نہیں۔ بلکہ ہم اُس شخص کی حالت کو دیکھیں گے: کیا وہ آدمی اس باطل قول کو ادا کرنے والا (کوئی کفریہ کلمہ زبان سے نکالنے والا) اس پر قدرت رکھنے والا صاحب اختیار ہے یا مجبور و بے اختیار؟ ہر آدمی پر کفر کا حکم لگانے سے پہلے اس شرط کا پایا جانا بھی لازم ہے۔ اس لیے کہ نصوص و واقعات سے یہ بات کھل کر واضح ہوتی ہے کہ: اللہ عزوجل اختیار و قدرت سے عاجز اور مجبور آدمی کا مواخذہ نہیں فرماتے۔ [1]

چنانچہ اللہ العالمین کا ارشاد گرامی ہے:

﴿مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖۤ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَىِٕنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَ لٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۝﴾ (النحل: ١٠٦)

''جو شخص اللہ کے ساتھ کفر کرے اپنے ایمان کے بعد، سوائے اس کے جسے مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو لیکن جو کفر کے لیے سینہ کھول دے تو ان لوگوں پر اللہ کا بڑا غضب ہے اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔''

تکفیر کے موانع:

اسی طرح کسی معین شخص کی تکفیر کے لیے موانع (رکاوٹیں) درج ذیل ہیں۔ یعنی: خطا، جہالت، عجز اور مجبوری۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے وضاحت سے لکھا ہے کہ: کسی معین شخص کے متعلق دھمکی اور وعید کی وابستگیوں کے لیے دس موانع اور رکاوٹیں ہیں۔ یہ موانع درج ذیل ہیں: (ا)...... گناہوں سے توبہ (ب)...... استغفار (جو ہر وقت آدمی کرتا رہے۔) (ج)...... گناہوں کو مٹا دینے والی نیکیاں۔ (د)...... اہل ایمان کی دعا۔ (ھ)...... کسی نیک آدمی کی میّت کے لیے دعا جیسا عمل کرنا۔ (و)...... قیامت والے دن گنہگاروں کے لیے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر بعض اصحاب کی شفاعت و سفارش۔ (ز)...... وہ مصائب کہ جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ دنیا میں ہی خطاؤں کو معاف کر دیتے ہیں۔ (ح)...... قبر میں جو آزمائش، تنگی اور سختی ایک مسلمان آدمی کو حاصل ہوتی ہے وہ بھی تکفیر کی مانع ہے۔ اس کے ساتھ بھی اللہ عزوجل بندے کی خطاؤں کو معاف کر دیتے ہیں۔ (ط)...... قیامت کے دن کی سختیاں اور تکلیفیں، ان سے بھی اللہ رب العالمین بعض لوگوں کی خطاؤں کو معاف کر دیں گے۔

---

[1] دیکھئے: ظاهرة الغلوّ في الدين ص ٢٧٤.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ی)......اور دسواں مانع اللہ عزوجل کی رحمت اور اُس کا عفو و درگزر ہے اپنے بندوں سے بغیر کسی سبب کے۔

یہ وہ دس موانع ہیں جو کسی معین آدمی کی طرف وعید و تکفیر کی نسبتوں کے لیے رکاوٹ بنتے ہیں کہ جب وہ کسی ایسے فعل وقول میں ملوث ہو جائے کہ جو تکفیر و وعید کو واجب کرنے والا ہو۔ ❶

اگر یہ تمام کے تمام اسباب و موانع معدوم ہو جائیں اور یہ اسباب و موانع ہرگز معدوم نہیں ہوتے مگر صرف اس شخص کے حق میں کہ جو مکمل سرکشی پر اُتر آئے اور وہ مکمل طور پر نافرمان و باغی ہو جائے۔ وہ اللہ عزوجل کی ذات اقدس اور اُس کی شریعت مطہرہ کی اطاعت سے یکسر باہر ہو جائے جس طرح کہ ایک اونٹ بعض اوقات اپنے مالکوں کی بات ماننے سے انکار کر دیتا ہے۔ تب ایسا شخص وعید و تکفیر کا حقدار ٹھہرتا ہے۔ اگر کہا جائے کہ: تب وعید کا فائدہ کیا ہوا؟ تو ہم کہیں گے:

جواب:...... بلاشبہ وعید کی حقیقت دراصل اس بات کا بیان ہے کہ یہ عمل اس عذاب کے لیے سبب بنا ہے۔ چنانچہ اس سے اس فعل کے حرام ہونے اور اس کی قباحت کا فائدہ حاصل کیا جائے گا۔ البتہ ہر وہ شخص کہ جو اس فعل وسبب کو قائم کرتا ہے تو اس کے لیے بہرکیف واجب ہے اس مسبّب بہ (عذاب وسزا) کا واقع ہونا اور یہ قطعی طور پر باطل ہے۔ اس کی وجہ: اس سبب کے توقف کی بنا پر بعض شروط کا پایا جانا اور تمام کے تمام موانع کا زائل وختم ہونا ہے۔ ❷

جو آدمی کسی کافر کو کافر نہ کہے اور اسے کافر نہ جانے، وہ بھی کافر ہے، کا معنی:

ان عبارتوں میں سے، جو ایسے لوگوں کی زبانوں پر عام ومشہور ہو گئی ہیں کہ جو لوگوں کو تکفیر کے کوڑوں سے ہانکتے ہیں، ان کا یہ کہنا بھی ہے: ''جو آدمی کسی کافر کو کافر نہ جانے اور اُسے کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔'' اُنھوں نے یہ اُصول وقاعدہ وجہ جواز کے طور پر اختیار کر رکھا ہے تاکہ وہ ہر اُس آدمی پر کفر کا حکم وفتویٰ لگا سکیں جو اُن کی رائے کے بارے میں اُن کی مخالفت کرے۔ حقیقت بات یہ ہے کہ ان لوگوں نے اس جملے کو اُس کے اصلی مقام پر باسلوب احسن استعمال ہی نہیں کیا ہے اور نہ ہی انھوں نے اس کا فہم ومعنی اچھے طریقے سے سمجھا ہے۔ سو بات یہ ہے کہ:

اس کافر سے مراد کہ جو کافر کو کافر نہ سمجھے وہ بھی اسی طرح کا کافر ہوتا ہے یہ ہے کہ: اس سے مراد وہ شخص ہے جو اپنے کفر کی وجہ سے حتمی کافر ہو کہ جس میں کفر کی تمام شروط مکمل طور پر پائی جاتی ہوں اور تمام کے تمام

❶ دیکھئے: ظاهرة الغلوّ في الدين ص ۲۸۱، ۲۸٤.

❷ دیکھئے: فتاویٰ ابن تیمیہ جلد ۲۰، ص ۲۵٤، ۲۵۵.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موانع اس سے ختم ہوں اور یہ کہ وہ شروع سے ہی کافر ہو، اسلام میں داخل ہی نہ ہوا ہو۔ یہاں وہ حتمی کافر مراد ہے۔ جیسے کہ: فرعون، ابوجہل، ابولہب اور مارکس وغیرہم۔

سو...... جو آدمی ان لوگوں اور ان جیسے دوسرے کافروں کو کافر نہ کہے اور کافر نہ جانے وہ بھی کافر ہوگا۔ نہ وہ شخص کہ مثلاً جس کا حال اس کے اسلام کے اظہار کے لیے مخفی رہے اور کچھ لوگ اس شخص کی اس مجبوری والی حالت سے مطلع بھی ہوں اور خاص مجلسوں میں اور اُس کے ساتھ ملاقات کے وقت اُس کی اسلام والی حقیقت کو جان بھی لیں۔ پھر یہ کہ اسلام کی شروط کا پایا جانا بھی اس میں خوب تحقیق سے جان لیں اور موانع وعید وتکفیر بھی پائی جاتی ہوں۔ اس کے بارے میں تکفیر ووعید کا حکم نہیں لگایا جائے گا اور جس شخص میں یہ سب کچھ نہ پایا جاتا ہو اس کو کافر جاننے کے لیے عقیدہ رکھنا واجب ہے۔ ہم تو ظاہر پر ہی حکم لگا سکتے ہیں دلوں کے رازوں اور مخفی باتوں کو اللہ عزوجل ہی بہتر جانتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں منافقین بھی ویسا ہی معاملہ (اشہارِ اسلام، نماز، روزہ، حج، زکوۃ اور جہاد فی سبیل اللہ جیسے اعمال میں) کرتے تھے جیسا کہ اہل ایمان، مسلمان کرتے تھے۔ اس لیے کہ وہ اسلام کا اظہار کرتے مگر اپنے کفر کا اعلان و اظہار نہیں کرتے تھے۔ بلکہ اپنے کفر کو وہ چھپا کر رکھتے تھے۔ آئمہ سلف صالحین کے اقوال اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ: کافر سے مراد: اپنے حتمی کفر کے ساتھ اس پر قائم و دائم کافر ہے، نہ کہ وہ شخص کہ جس کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہو۔ فی تکفیرہ اختلاف سے دو چار آدمی کو کافر قرار نہیں دیا جاسکتا اور نہ ہی اس شخص کو کافر قرار دیا جاسکتا ہے جو ایسے آدمی کو کافر نہ کہے۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ: امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نماز کے چھوڑ دینے والے شخص کے بارے میں کفر کی رائے رکھتے تھے۔ جب کہ باقی تینوں آئمہ کرام (امام محمد بن ادریس الشافعی، امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت اور امام مالک بن انس رحمہم اللہ جمیعا) ایسے شخص کے بارے میں (کہ جو نماز کو چھوڑے ہوئے ہو) کفر کی رائے نہیں رکھتے تھے۔ چنانچہ اس ضمن میں، اس مسئلہ پر امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ کے درمیان مناقشہ بھی ہوا۔ تو بتلایئے! کیا امام احمد بن حنبل نے امام محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ کے اوپر کفر کا حکم وفتویٰ لگایا تھا؟ اس لیے کہ وہ تو تارکِ صلاۃ کو کافر نہیں کہتے تھے؟ آپ کو کسی کتاب میں بھی کہیں پر یہ نہیں ملے گا کہ: امام ابن حنبل نے امام شافعی رحمہ اللہ پر کفر کا حکم وفتویٰ لگایا ہو۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی طرف: اہل بدعات کو کافر قرار نہ دینے والے شخص کے بارے میں حکم کی نسبت جو کی جاتی ہے تو امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس بات کی تحقیق کرتے ہوئے لکھا ہے: ''امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی طرف سے: ''اس شخص کے بارے میں دو روایات آئی ہیں کہ جو اُس آدمی کو کافر نہیں کہتا جو کافر کو کافر نہ کہے۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ان دونوں میں سے صحیح روایت یہ ہے کہ: امام احمد رحمہ اللہ اس کو کافر قرار نہیں دیتے تھے۔ ❶

کس قدر دوٹوک سی بات ہے کہ: یہ تو حکم ہوا اُس شخص کے بارے میں جو ایسے آدمی کو کافر قرار نہیں دیتا کہ جس کا کفر مختلف فیہ ہو۔ البتہ حتمی کافر کو کافر کہنا اور جاننا لازم ہے۔ الشیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کی طرف اس حکم وفتویٰ کی جو نسبت کی جاتی ہے کہ: آپ اُس کو بھی کافر قرار دیتے تھے جو اس کفر کا مستحق نہ ہو......تو درج ذیل میں ان کے اقوال کو بالاجمال ہم بیان کیے دیتے جو دعوت الی اللہ میں اُن کے اسلوب ومنہج کو خوب واضح کر رہے ہیں اور اُن کی طرف جو افتراء وبہتان کی بنا پر اس بات کو منسوب کیا جاتا ہے کہ آپ اُس شخص پر بھی کفر کا حکم وفتویٰ لگاتے تھے جو اس کا مستحق نہ ہوتا تھا، اس کی بھی آپ نے خود ہی خوب نفی کی ہے۔

شریف مکہ کی طرف لکھے گئے اپنے مکتوب میں شیخ موصوف رحمہ اللہ نے فرمایا تھا: ''اور جہاں تک اس کذب و بہتان کا تعلق ہے کہ ہم سب مسلمانوں (یا اکثر مسلمانوں) پر کفر کا حکم لگاتے ہیں اور اپنی طرف ان لوگوں کا ہجرت کر آنے کو واجب قرار دیتے ہیں کہ جو اپنے دین کے اظہار کی مقدرت رکھتا ہو اور یہ کہ ہم اس کو بھی کافر قرار دیتے ہیں جو تکفیر کا راستہ اختیار نہ کرے اور نہ ہی وہ قتال فی سبیل اللہ کرے اور اس طرح کی کئی گناہ اور افتراء و کذب والی باتیں......؟ تو اس طرح کی تمام باتیں جھوٹ اور ہم پر بہتان ہیں۔ لوگ دراصل ایسی جھوٹی باتوں اور افواہوں کے ذریعے دیگر لوگوں کو اللہ عزوجل اور اُس کے رسول ﷺ کے دین حنیف سے روکنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ جب ہم ایسے کسی آدمی پر کفر کا حکم وفتویٰ نہیں لگاتے کہ جو شیخ عبدالقادر جیلانی اور احمد البدوی رحمہما اللہ کی قبروں پر یا ان جیسے دوسرے اللہ کے صالح بندوں کی قبروں پر لگے پتھروں کی پوجا کرتا ہے اور یہ بھی ہم جانتے ہیں کہ ایسا آدمی اپنی دین حنیف، اسلام کی تعلیمات سے ناواقفیت کی بنا پر کرتا ہے اور یہ کہ اسے وہ لوگ میسر نہیں ہیں جو اس کو ایسے شرکیہ کام سے خبردار و منع کر سکیں......تو پھر ہم اُس شخص پر کفر کا حکم کیسے لگا سکتے ہیں کہ جو اللہ عزوجل کے ساتھ شرک کرتا ہی نہ ہو اور یہ کہ وہ ہماری طرف ہجرت کا ارادہ نہ کرے؟ نہ اُس نے کبھی کفر کا ارتکاب کیا ہو اور نہ ہی وہ اللہ کی راہ میں لڑا ہو؟ "سُبْحَانَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ" ❷

اسی طرح شیخ موصوف امام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ نے السویدی البغدادی کی طرف لکھے گئے اپنے ایک مکتوب میں اس بہتان وافتراء کا رد کرتے ہوئے تحریر فرمایا تھا کہ: ''تم نے یہ جو بیان کیا ہے کہ میں ان لوگوں کے علاوہ کہ جو میری اطاعت واتباع کریں، تمام لوگوں پر کفر کا حکم وفتویٰ لگاتا ہوں اور یہ کہ میں گمان رکھتا ہوں

---

❶ دیکھئے: فتاوی شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ جلد ۱۲، ص ۴۸۶۔

❷ دیکھئے: شیخ عبداللطیف بن عبدالرحمٰن آل شیخ رحمہ اللہ کی کتاب "مصباح الظلام" ص: ۴۳۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ ان لوگوں کے نکاح درست نہیں ہیں...... تو یہ کس قدر حیران کن بات ہے؟ کسی عقل مند آدمی کی عقل میں یہ باتیں کیسے آ سکتی ہیں؟ کیا اس طرح کی بات کوئی مسلمان، مومن علوم شرعیہ سے بہرور آدمی کہے گا یا پھر کوئی کافر اور پاگل انسان؟...... کیا معلوم بھی ہے کہ تکفیر ہوتی کیا ہے؟ (جب مجھے اس کا بحمد اللہ العزیز پورا پورا علم ہے) تو کیا میں اُس آدمی کو کافر کہوں گا جو دین اسلام کے بارے میں (ایمان لانے اور اس پر عمل پیرا ہونے کے بعد) پوری پوری معرفت رکھتا ہو؟ نہیں۔ بلکہ: میں اُس شخص کو کافر قرار دیتا ہوں جو دین حنیف، اسلام کو خوب اچھی طرح جان چکا ہو اور پھر اس کے بعد وہ اسلام کے متعلق پورا پورا علم رکھتا ہو، اسلام کو گالیاں دے، لوگوں کو اسلام سے روکے، منع کرے اور اہل اسلام کے ساتھ دشمنی رکھے تو ایسے شخص کو میں کافر جانتا اور اس پر کفر کا حکم لگاتا ہوں اور امت اسلامیہ کو اُس سے آگاہ بھی کرتا ہوں۔ یہ بھی جان لیجیے کہ الحمد للہ اکثر اہل ایمان و اسلام ایسے نہیں ہیں۔''[1]

مسئلہ تکفیر میں نظر کرنے سے پہلے یہ وہ انتہائی اہم اُصول و قواعد ہیں کہ جن کی پاسداری لازم ہے۔ یہ وہ قواعد ہیں کہ جن پر علماءِ امت متفق ہیں اور اپنے احکام میں ان اصولوں کے ساتھ یکسانیت اختیار کی ہے۔ ان اصول و قواعد نے ان کو ہمیشہ لغزشوں سے محفوظ رکھا اور ان کو تکفیر والے جہنم میں گرنے سے بچا رکھا۔ یہی وہ اُصول و قواعد تھے جنھوں نے ان علماء عظام کو صراطِ مستقیم پر ثابت قدم رکھا اور سیدھی راہ پر چلائے رکھا اور اس راہ پر قائم دائم رکھا کہ جس میں کوئی ٹیڑھا پن اور انحراف نہیں ہے۔ جو ہمارا بھائی زیر مطالعہ موضوع کے حوالے سے مزید علم و تحقیق کی جستجو رکھتا ہو وہ درج ذیل علماء عظام کی مندرج کتب کا مطالعہ کرلے۔

۱: دکتور عبدالمجید المشعبی کی کتاب: ''منهج ابن تيمية رحمه الله في مسألة التكفير''۔

۲: الأمین الحاج محمد احمد کی کتاب: ''ظاهرة التكفير''۔

۳: عبدالرحمٰن بن معلا اللویحق کی کتاب: ''الغلو في الدين في حياة المسلمين المعاصرة''۔

۴: محمد عبدالحکیم حامد کی کتاب: ''ظاهرة الغلو في الدين في العصر الحديث''۔

۵: سالم البهنساوی کی کتاب: ''شبهات حول الفكر الاسلامي المعاصر''۔

۶: سالم البهنساوی کی کتاب: ''الحكم وقضية تكفير المسلم''۔

---

[1] ایضاً: ص ۴۳۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرا باب:

شیعہ اپنی تاریخ، نظریات وافکار اور افعال کے آئینہ میں

فصل اوّل

''شیعہ'' کا لغوی و اصطلاحی معنی اور ''رفض'' کا لغوی و اصطلاحی معنی

(۱)......شیعہ کا لغوی معنی:

اس کلمہ ''شیعہ'' کا اصل ''شیع'' ہے، جس کے فاعل، مفعول اور صلہ کی مناسبت سے اس کے معانی ایک دوسرے سے مختلف ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح اس کے ابواب بدلنے سے بھی اس لفظ کے معانی بدل جاتے ہیں۔ شَاعَ الشَّیْءُ......کا معنی ہوگا: پھیلنا، ظاہر ہونا اور کھلنا۔ شَاعَ الدَّارُ......کا معنی ہے: گھر یا مملوکہ اشیاء کا مشترکہ اور غیر منقسم ہونا۔ جیسے کہتے ہیں: اِشْتَرَی دَارَهُ عَلَی الشُّیُوْعِ ......اُس نے غیر منقسم مکان خریدا۔ أَشَاعَ بِالْقَوْمِ ......اُس نے اپنے قبیلہ، قوم کو آواز دی۔ أَشَاعَکُمُ اللّٰهُ بِالسَّلَامِ ......اللہ تمھیں حفاظت سے رکھے۔ شَایَعَهُ، مُشَایَعَةً وَّشِیَاعًا ......کا معنی: ساتھ ساتھ چلنا، ساتھ ہونا اور ساتھ دینا وغیرہ ہے۔ شَایَعَ بِالْاِبِلِ ...... اونٹوں کو پکارنا۔ شِیْعَةُ الرَّجُلِ ......آدمی کے اتباع و مددگار۔ تَشَیَّعَ الرَّجُلُ ......آدمی نے شیعی مذہب اختیار کرلیا۔ شَیَّعَ النَّارَ فِی الْحَطَبِ ......لکڑیوں میں آگ لگانا۔ تَشَایَعَ الْقَوْمُ......ایک دوسرے کے ساتھ چلنا، ایک دوسرے کی ہم نوائی کرنا۔ گروہوں میں تقسیم ہو جانا، گروپ بن جانا۔ اور جب کہیں گے: تَشَایَعَ الْقَوْمُ عَلَی اَمْرٍ ......تو اس کا معنی ہوگا: ایک دوسرے کی رائے کی پیروی کرتے ہوئے کسی بات میں باہم متفق و متحد ہونا۔ تَشَیَّعَ الْغَضَبُ فُلَانًا......غصہ کا کسی شخص کو بھڑکانا۔ اَلتَّشَیُّعُ......فرقہ بندی۔ گروہ بندی، رافضیت و شیعیت اختیار کرنا۔ شِیْعُ نِسَاءٍ ......مصاحبِ خواتین، عورتوں کے ساتھ لگا رہنے والا۔ اَلشِّیْعَةُ......گروہ، فرقہ۔ قرآن حکیم میں ہے:

﴿ ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ اَيُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا ۝ ﴾ (مریم: ٦٩)

''پھر بے شک ہم ہر گروہ میں سے اس شخص کو ضرور کھینچ نکالیں گے جو ان میں سے اللہ الرحمٰن کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلاف زیادہ سرکش ہے۔''

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿ وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَ هٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِيْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِيْ مِنْ عَدُوِّهٖ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ ؗ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ ۝﴾

(القصص : ١٥)

''اور وہ شہر میں اس کے رہنے والوں کی کسی قدر غفلت کے وقت داخل ہوا تو اس میں دو آدمیوں کو پایا کہ لڑ رہے ہیں، یہ اس کی قوم سے ہے اور یہ اس کے دشمنوں میں سے ہے۔ تو جو اس کی قوم سے تھا اس نے اس سے اس کے خلاف مدد مانگی جو اس کے دشمنوں سے تھا، تو موسیٰ نے اسے گھونسا مارا اور اس کا کام تمام کر دیا۔ کہا یہ شیطان کے کام سے ہے، یقیناً وہ کھلم کھلا گمراہ کرنے والا دشمن ہے۔''

ایک اور مقام پر اس طرح ارشاد ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَ كَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ ؕ اِنَّمَاۤ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝﴾ (الانعام : ١٥٩)

''بے شک وہ لوگ جنھوں نے اپنے دین کو جدا جدا کر لیا اور کئی گروہ بن گئے، تو کسی چیز میں بھی ان سے نہیں، ان کا معاملہ تو اللہ ہی کے حوالے ہے، پھر وہ انھیں بتائے گا جو کچھ وہ کیا کرتے تھے۔''

اسی معنی میں ایک اور مقام پر یوں آیا ہے:

﴿ اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ۝﴾ (القصص : ٤)

''بے شک فرعون نے زمین میں سرکشی کی اور اس کے رہنے والوں کو کئی گروہ بنا دیا، جن میں سے ایک گروہ کو وہ نہایت کمزور کر رہا تھا، ان کے بیٹوں کو بری طرح ذبح کرتا اور ان کی عورتوں کو زندہ رہنے دیتا تھا۔ بلاشبہ وہ فساد کرنے والوں سے تھا۔''

ایک اور مقام کا مطالعہ کیجیے: فرمایا:

﴿ مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَ كَانُوْا شِيَعًا ؕ كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ۝﴾ (الروم : ٣٢)

''اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود مت بنا، ورنہ مذمت کیا ہوا، بے یار و مددگار ہو کر بیٹھا رہے گا۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَلْاَشْیَاعُ: کا معنی امثال و اشباہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے:

﴿ وَحِيلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُونَ كَمَا فُعِلَ بِأَشْيَاعِهِم مِّن قَبْلُ ۚ إِنَّهُمْ كَانُوا فِي شَكٍّ مُّرِيبٍ ﴾ (سبا: ٥٤)

''اور ان کے درمیان اور ان چیزوں کے درمیان جن کی وہ خواہش کریں گے، رکاوٹ ڈال دی جائے گی، جیسا کہ اس سے پہلے ان جیسے لوگوں کے ساتھ کیا گیا۔ یقیناً وہ ایسے شک میں پڑے ہوئے تھے جو بے چین رکھنے والا تھا۔'' ❶

''المصباح المنیر'' میں ہے کہ: ''اَلشِّیْعَہ...... سے مراد اتباع و مددگار ہے اور ہر وہ قوم کہ جو کسی معاملے پر متفق ہو جائے وہ لغوی معنی میں ''شِیْعَہ'' کہلاتے ہیں۔ پھر ''شیعہ'' ایک مخصوص جماعت کا وصف و نشان بن گیا۔ اس کی جمع ''شِیَعٌ'' آتی ہے جیسے سِدْرَۃٌ کی جمع سِدَرٌ آتی ہے اور ''اَلْاَشْیَاعُ'' جمع الجمع ہے۔ تو لفظ ''الشِّیْعَة'' کا اپنے لغوی مدلول کی حیثیت سے معنی یہ ہوگا: قوم، ایک گروہ کے ساتھی، پیچھے لگنے والے اتباع اور مددگار۔ یہ تمام معانی اوپر بیان کردہ آیاتِ کریمہ میں بیان ہو چکے ہیں۔ سورۃ الصافات میں اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَإِنَّ مِن شِيعَتِهِ لَإِبْرَاهِيمَ ﴾ (الصافات: ٨٤)

''اور بے شک اس کے گروہ میں سے یقیناً ابراہیم (بھی) ہے۔''

اوپر سورۃ القصص کی آیت نمبر ۱۵ جو ذکر ہوئی ہے اور اس میں دو بار لفظ ''شیعہ'' آیا ہے تو پہلے لفظ سے مراد ''قوم'' ہوگی جب کہ دوسرے سے مراد اتباع ہوں گے جو کسی کے منہج و اجتہاد اور رائے پر موافقت کرنے والے ہوں۔

(۲)...... لفظ شیعہ کا اصطلاحی معنی:

دراصل شیعہ کی تعریف و پہچان ان کی اُٹھان والی مختلف حالتوں اور ان کے بیسیوں تدریجی تبدیلی والے مراحل کے ساتھ جڑی ہوئی ہے۔ اس لیے کہ تاریخی دلائل اور عصر حاضر کے شواہد سے یہ بات ملاحظہ کی جارہی ہے کہ: شیعہ کے عقائد و افکار مسلسل تغیر و تبدل کا شکار رہتے ہیں۔ چنانچہ اپنے آغاز والے پہلے زمانہ میں شیعہ مذہب کا پنپنا بعد والے شیعہ مذہب کے پھیلاؤ سے یکسر مختلف تھا۔ اس لیے صدرِ اوّل میں صرف اُسی شخص کو شیعی کہا جاتا تھا جو سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کو جناب امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما پر فضیلت دیتا تھا۔ ❷

---

❶ تفصیل کے لیے: الجوہری کی ''الصحاح''۔ ''لسان العرب'' اور القاموس الوحید طبع ادارہ اسلامیات، کراچی، دیکھ لیجیے۔

❷ اصول الشیعة الإمامیة جلد ١، ص ٦٤۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی لیے اس وقت کہا جاتا تھا: شیعی اور عثمانی۔ چنانچہ اس بنیاد پر صدرِ اوّل میں شیعہ کی تعریف و پہچان یہ ہوتی تھی کہ: یہ وہ لوگ تھے جو امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو امیر المومنین جناب عثمان رضی اللہ عنہ پر فضیلت دیتے تھے بس۔'' ❶

اسی لیے امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ: وہ پہلے شیعہ جو امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے عہد میں تھے وہ ساداتنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو فضیلت والا جانتے تھے۔ ❷

شریک بن عبداللہ نے ...... کہ جو تشیع کا وصف و پہچان بیان کرنے والوں میں سے ہیں...... تشیع کے نام کا اطلاق کرنا اس شخص پر منع کیا تھا جو ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما پر جناب علی رضی اللہ عنہ کو فضیلت دے اور یہ اُن کی اُس مخالفت کی وجہ سے تھا کہ جو اس ضمن میں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے تواتر کے ساتھ بیان ہوا تھا۔

اور ''اَلتَّشَیُّعُ'' بمعنی مناصرت و متابعت ہوتا ہے نہ کہ بمعنی مخالفت و دشمنی اور لڑائی کے۔ ابن بطہ نے اپنے شیخ ابوالعباس بن مسروق سے روایت کیا کہ ان کے استاذ محمد بن حمید نے حدیث بیان کی، وہ کہتے ہیں ہمیں جریر نے حدیث بیان کی، انھوں نے سفیان سے روایت کی اور سفیان نے عبداللہ بن زیاد بن جریر سے، عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ: ابواسحاق السبیعی کوفہ آئے۔ ہم سے شہر بن عطیہ نے کہا: اٹھو ان کا استقبال کرو۔ چنانچہ ہم ابواسحاق السبیعی کے پاس جا بیٹھے۔ لوگ آپس میں گفتگو کرنے لگے۔ ابواسحاق رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ: ''میں کوفہ سے اس حال میں نکلا تھا کہ وہاں کوئی شخص بھی ساداتنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی فضیلت میں شک نہیں کرتا تھا اور نہ ہی ان دونوں کو جناب علی رضی اللہ عنہ سے مقدم ماننے میں۔ اب میں آیا ہوں تو اہل کوفہ اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا وہ ان کے بارے میں کیا کچھ کہہ رہے ہیں۔ (یعنی شیخان محترمان رضی اللہ عنہما کے بارے میں برا بھلا کہنا شروع ہو گئے ہیں۔) ❸

شیخ محب الدین الخطیب رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ: تشیع کے تدریجی مراحل کو محدود کرنے کے بارے میں یہ بہت ہی عظیم تاریخی نص ہے۔ اس لیے کہ بلاشبہ ابواسحاق السبیعی کوفہ کے بڑے شیخ اور عالم کبیر تھے۔ یہ امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت سے تین سال پہلے پیدا ہوئے اور ایک لمبی عمر پا کر ۱۲۷ھ میں فوت ہوئے تھے۔ یہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں بچے ہی تھے۔ ابواسحاق السبیعی رحمہ اللہ اپنے بارے میں کہتے تھے: میرے ابوجان نے مجھے (کندھوں کے اُوپر سے) بلند کیا اور میں نے دیکھا کہ

---

❶ فتاویٰ ابن تیمیہ رحمہ اللہ جلد ۳، ص ۱۵۳ و فتح الباری جلد ۷، ص ۳۴۔

❷ دیکھئے: منهاج السنه جلد ۲، ص ٦٠.

❸ دیکھئے: أصول الشيعة الامامية الإثنا عشرية جلد ۱، ص ٦٥، والمنتقى ص ٣٦٠.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ خطبہ دے رہے تھے۔ آپ کی ڈاڑھی اور سر کے بال سفید تھے۔'' اگر ہمیں یہ معلوم ہو جائے کہ ابو اسحاق السبیعی نے کوفہ کو کب چھوڑا تھا اور دوبارہ کب کوفہ آئے تھے تو ہم اُس زمانہ کی معرفت تک ضرور پہنچ جائیں کہ جس زمانہ میں کوفہ کے شیعہ یہاں پر بہت زیادہ تھے۔ اس وقت وہ بھی سادا تنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو افضل جاننے کی رائے رکھتے تھے جو رائے اُن کا امام رکھتا تھا۔ اور یہ بھی جان لیں کہ اہل کوفہ نے اس ضمن میں کب سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دینے اور آپ کی مخالفت کرنے کو اختیار کر لیا تھا؟ آپ رضی اللہ عنہ کے بارے میں جب ان کو یقینی حد تک معلوم ہو گیا کہ: آپ رضی اللہ عنہ اپنے دونوں صاحب، اپنے محترم بھائیوں اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معزز مصاحبین سادا تنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی اپنے اوپر فضیلت کا اعلان بھی کوفہ کے منبر پر کرتے ہیں اور اس بات پر ایمان بھی رکھتے ہیں۔ سیدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کے بارے میں اہل کوفہ کو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ آپ رضی اللہ عنہ سادا تنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں وزیر اور آپ کی امت کے تمام زمانوں میں سب سے زیادہ صاف ستھرے اور سب سے زیادہ پاک زمانے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ تھے۔ ❶

لیث بن ابو سلیم کہتے ہیں: ''میں نے پہلے شیعہ کا زمانہ بھی پایا ہے اور یہ کہ وہ سادا تنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما پر کسی کو فضیلت نہیں دیتے تھے۔'' ❷

''مختصر التحفه الإثنا عشريه'' کے مصنف کا بیان:

امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں جو انصار و مہاجرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین موجود تھے بلاشبہ وہ اور احسان و عبادۃ اللہ میں اُن کی اتباع کرنے والے تابعین کرام رحمہم اللہ سب لوگ خلافت کے لیے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا حق جان، مان چکے تھے اور انھوں نے آپ کی فضیلت کا پورا پورا مقام عطا کیا تھا۔ اور یہ کہ انھوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بھائیوں اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی ایک کی عزت و توقیر میں کمی نہیں کی تھی۔ چہ جائیکہ وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر کفر کا حکم لگاتے یا آپ کو برا بھلا کہتے۔ ❸

مگر شیعہ ازم اس صفائی و ستھرائی والے عقیدہ و منہج اور اس کے برعکس والے نظریات سے صحیح سالم رہنے اور عزت و وقار کو ملحوظِ خاطر رکھنے میں ہمیشہ قائم نہ رکھ سکا۔ بلکہ یہ تشیع اپنے آغاز میں ہی تبدیل ہو گیا تھا اور پھر شیعہ ازم کئی گروہوں میں بٹ گیا۔ تشیع ایک ایسا نقاب بن گیا کہ جس کے پیچھے ہر وہ شخص چھپ سکتا ہے جو اسلام اور

❶ دیکھیے: تهذيب التهذيب جلد ٨، ص ٦٣، الخلاصه ص ٢٩١، حاشية المنتقى ص ٣٦٠، ٣٦١.

❷ المنتقى ص ٣٦١.

❸ دیکھیے: مختصر التحفه الإثنا عشريه ص ٣.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہل اسلام کے خلاف کوئی سازش کرنا چاہے۔ چاہے یہ سازشی لوگ دین حنیف کے خلاف حسد و بغض رکھنے والے اللہ کے دشمن ہی کیوں نہ ہوں۔

اسی لیے ہم رسول اللہ ﷺ کے وزیرین و صاحبین، شیخان کریمان سادا تنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما پر طعن و تشنیع کرنے والوں کو ''روافض'' کہتے ہیں۔ ❶ اس لیے کہ وہ ''تشیع'' کے وصف کے مستحق نہیں ہیں۔ ❷

جو آدمی شیعہ گروہ کے تدریجی مراحل کو خوب جانتا ہو وہ محدثین کے سرکردہ اصحاب اور غیر محدثین علماء و اعلام کی ایک جماعت کے وجود سے متعلق قطعاً حیران نہیں ہوگا کہ اُن پر بھی قرونِ اولیٰ میں شیعہ کے لقب کا اطلاق ہوتا تھا۔ حالانکہ وہ اہل السنہ والجماعۃ کے سرخیل لوگ ہوتے تھے۔ اس لیے کہ سلف کے زمانہ میں ''تشیع'' کا وہ مفہوم و پہچان نہیں تھا جو بعد والے زمانوں میں شیعہ کا مفہوم و تعریف ہوا۔ اسی لیے امام ذہبی رحمہ اللہ نے ''حدیث کے ذیل میں'' اُس شخص کے متعلق کہ جس پر ''تشیع والی بدعت'' کا الزام عائد ہوتا ہو، کہا ہے کہ: بدعت کی دو اقسام ہیں۔ ایک ہے بدعتِ صغریٰ: جیسے کہ تشیع کا غلو یا بغیر غلو کے تشیع کی مانند کوئی طریقہ اختیار کرنا اور یہ تابعین و تبع تابعین رحمہم اللہ دین کے بارے میں، زہد و ورع کے بارے میں اور صدق و سچائی کے بارے میں بہت زیادہ تھا۔ سو...... اگر ان لوگوں کی حدیث کو رد کر دیا جائے تو نبی مکرم ﷺ کی احادیث مبارکہ کا ایک بڑا حصہ ختم ہو جائے اور یہ ایک واضح خرابی ہوگی۔ دوسری ہے بدعت کبریٰ: جیسے کہ مکمل طور پر ''رافضی ہو جانا'' اور اس ضمن میں پورے غلو سے کام لینا۔ سادا تنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو برا بھلا کہنا اور اُن پر بد دعا کرنا۔ اس قسم کے ساتھ اُن سے دلیل نہیں لی جائے گی۔ (یعنی ایسے لوگ قابل حجت نہیں ہیں۔) اور نہ ہی اُن کی تکریم کی جائے گی۔ اس نوع (بدعتِ کبریٰ) میں کسی آدمی سے نہ سچائی طلب کی جائے گی اور نہ ہی وہ کذب و افتراء سے مامون و محفوظ ہوگا۔ بلکہ ان لوگوں کا تو شعار و وصف ہی جھوٹ ہے اور تقیہ و نفاق ان کی اوپر اوڑھنے والی چادر ہے۔ اس حالت میں ایسے لوگوں سے احادیث و آثار کا نقل کرنا کیسے قبول کیا جا سکتا ہے؟ حاشا وکلا! سلف صالحین کے زمانے میں ایک غالی شیعی کی پہچان ہی یہی تھی کہ وہ سادا تنا عثمان بن عفان، زبیر بن العوام، طلحہ بن عبید اللہ، معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہم اور اُس جماعت کو جس نے امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کی تھی...... کے بارے میں نازیبا گفتگو کرتا تھا۔ اس بنا پر کہ وہ اصحاب النبی رضی اللہ عنہم کو برا بھلا کہتا تھا، اُس سے اعراض کیا جاتا تھا۔

---

❶ روافض، رافضی کی جمع ہے۔ جس سے مراد شیعوں کا ایک فرقہ ہے کہ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی مذمت اور کردار کشی کو جائز سمجھتا ہے۔ انھیں رافضہ اس لیے کہتے ہیں کہ اُنھوں نے جناب زید بن علی زین العابدین رضی اللہ عنہ کی بات ماننے سے انکار کر دیا تھا۔ سیّدنا زید رحمہ اللہ انھیں کہتے تھے کہ وہ شیخین صاحبین ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو ہدف ملامت و مذمت نہ بنائیں۔ (القاموس الوحید ص ٦٤٨)

❷ دیکھئے: أصول الشيعة الإمامية الإثنا عشرية جلد ١، ص ٦٦، ٦٧.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب کہ ہمارے زمانے میں غالی شیعہ وہ ہوتا ہے اور ہم نے یہی اُس کی پہچان کی ہے کہ یہ وہ شخص ہوتا ہے جو مذکور بالا تمام اصحاب رسول اللہ ﷺ کو کافر قرار دیتا ہے۔ (رضی اللہ عنہم اجمعین) اور وہ شیخان صاحبان ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو گالی دیتا اور ان کے بارے میں بکواس کرتا ہو، پس اسی طرح کے لوگ ہی گمراہ اور بہتان باز ہیں۔ ❶

معلوم ہوا کہ ''شیعہ ازم'' کے کچھ درجات اور تدریجی مراحل ہیں۔ بعینہ ان کے بہت سارے فرقے اور گروہ ہیں۔ شیعہ کی اصطلاحی تعریف و پہچان سے متعلق گفتگو کو ختم کرنے سے پہلے ہم اس بات کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں کہ: اس موضوع پر لکھی گئی بڑی بڑی کتابوں میں مذکور شیعہ کی تعریفوں پر کچھ ملاحظات ہیں اور یہ کہ شیعہ امامیہ کی پہچان و تعریف میں عادت بنا لی گئی ہے کہ وہ سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کو ماننے والے ہیں...... الخ۔ یہ بات اس غلط نتیجہ و تعریف کی طرف راہنمائی کرتی ہے کہ جو تمام امت کے سب علماءِ عظام و آئمہ کرام کے اجماع کی مخالفت کرتی ہے۔ ان تعریفوں اور ان کے نتیجہ میں یہ کہنا کہ شیعہ امامیہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے پیروکا ہیں...... سے نتیجہ یوں نکلتا ہوا معلوم ہوتا ہے کہ (نعوذ باللہ) سیّدنا علی رضی اللہ عنہ بھی شیعی تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کی رائے بھی وہی تھی جو شیعوں کی رائے ہے۔ جب کہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ تو اُس عقیدہ سے بالکل بری الذمہ تھے جو عقیدہ شیعہ آپ رضی اللہ عنہ اور آپ کے بیٹوں کے بارے میں رکھتے ہیں۔ اس لیے ''تشیع اور شیعہ کی تعریف و پہچان'' میں کچھ احتراز اور کچھ قید لگانا لازم ہے۔ تاکہ کوئی ابہام نہ رہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ: شیعہ وہ لوگ ہیں جو اپنے آپ میں گمان کرتے ہیں کہ وہ امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے پیروکار ہیں۔ جب کہ صورت حال یہ ہے کہ وہ درحقیقت سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی اتباع و اطاعت سرے سے کرتے ہی نہیں ہیں اور نہ ہی امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ اُس عقیدہ و منہج پر تھے جس عقیدہ پر اہل تشیع و شیعہ ہیں۔ ❷

یا یوں کہا جائے کہ ان لوگوں کو سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے گروہ (تشیع) میں شامل ہونے کی دعوت دی جاتی ہے یا پھر رافضیت میں شامل ہونے کی۔ اسی لیے بعض علماء کرام نے ان کے بارے میں اس بات کو یوں بیان کیا ہے:

رافضیوں کو شیعانِ علی (رضی اللہ عنہ) کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ ❸

دراصل یہ اہل تشیع امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی اطاعت کرنے والے گروہ کے منہج پر ہرگز نہیں ہیں۔ بلکہ یہ صرف جھوٹے دعویدار اور رافضی لوگ ہیں۔ ❹

---

❶ دیکھئے: میزان الاعتدال للذھبی جلد ۱، ص ٦،٥، ولسان المیزان جلد ۱، ص ۱۰۰۹۔

❷ دیکھئے: أصول الشیعة الإمامیة الاثنا عشریه جلد ۱، ص ٦٨۔

❸ دیکھئے: منهاج السنه جلد ۲، ص ۱۰٦۔

❹ دیکھئے: أصول الشیعة الامامیة الإثنا عشریة جلد ۱، ص ٦٩۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۳)......رفض کا لغوی معنی:

اَلرَّفَضُ ...... کا معنی ہوتا ہے چھوڑ دینا۔ کنارہ کش ہو جانا۔ ٹھکرا دینا اور رَفَضْتُ الشَّیْیءَ...... کا مطلب ہے: میں نے چھوڑ دیا۔ رد کر دیا۔ اگر اس فعل کا مفعول "اَلْمَاشِیَۃَ" آئے تو پھر معنی ہوگا: مویشیوں کو چراگاہ میں ان کے حال پر چھوڑ دینا۔ تَرَفَّضَ...... تتر بتر ہونا، بکھر جانا، منتشر ہونا، تعصب برتنا اور رافضی ہونا۔ اَلرَّافِضِیُّ ...... رافضہ کی طرف نسبت، مذہب رافضہ اختیار کرنے والا، متعصب، کٹر۔ اَلرِّفْضُ...... روافض کا عقیدہ (یعنی صحابہ کرام اور شیخین کریمین، ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم اجمعین پر طعن و تشنیع اور تنقیص کا جواز) ❶

(۴)......رفض کا اصطلاحی معنی:

رافضہ دراصل رافض کا مؤنث ہے اور یہ کلمہ اصطلاحاً شیعوں کے ایک فرقہ پر بولا جاتا ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی مذمت اور کردار کشی کو جائز سمجھتا ہے۔ انھیں رافضہ اس لیے کہتے ہیں کہ اُنھوں نے جناب زید بن علی زین العابدین رضی اللہ عنہما کی بات ماننے سے انکار کر دیا تھا کہ وہ شیخین کریمین سادا تنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو ہدف ملامت و مذمت نہ بنائیں۔ اس لفظ کی جمع ''روافض'' آتی ہے۔

یہ رافضی لوگ تمام صحابہ کرام کو سادا تنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم اجمعین سمیت کافر سمجھتے ہیں اور انھیں برا بھلا کہتے ہیں۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: رافضی وہ لوگ ہیں جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تبرا بازی کرتے ہوئے انھیں گالی گلوچ کرتے اور ان کی توہین کرتے ہیں۔ وہ لوگ (سوائے چند ایک صحابہ کرام کے) سب کے سب اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے براءت کا اظہار کرتے ہیں۔'' عبداللہ بن احمد رحمہما اللہ بیان کرتے ہیں: میں نے اپنے والد (امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ) سے پوچھا: رافضہ کیا ہیں؟ تو اُنھوں نے فرمایا: رافضی وہ لوگ ہیں جو ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو گالی گلوچ سے نوازتے ہیں۔''

ابوالقاسم التیمی رحمہ اللہ کہتے ہیں: رافضیوں کی تعریف و پہچان کے لیے اہل السنہ والجماعۃ کے بڑے بڑے ائمہ کرام و علماء نے یوں فرمایا ہے: ''رافضی وہ لوگ ہیں کہ جو سادا تنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما اور ان سے محبت کرنے والوں (صحابہ کرام و تابعین اور تبع تابعین ومن تبعہم باحسانٍ إلی یوم الدین) کو گالی گلوچ کرتے ہوں۔''

اسلام کی طرف اپنی نسبت کرنے والے تمام فرقوں کے مابین شیخین صاحبین کریمین سادا تنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو برا بھلا کہنے اور گالی گلوچ کرنے کی وجہ سے رافضی لوگ باقی سب فرقوں سے الگ سب سے جدا ایک فرقہ

---

❶ دیکھیے: القاموس المحیط للفیروز آبادی جلد ۲، ص ۳۳۲، مقاییس اللغة لابن فارس جلد۲، ص ۴۲۲ والقاموس الوحید طبع ادارہ اسلامیات، کراچی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معلوم ہوتا دکھائی دیتا ہے۔ یہی اُن کی سب سے بڑی ذلت ہے۔ اللہ ان کو برباد کرے۔ ❶

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''تو سادا تنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی نسبت ان رافضیوں نے سب سے زیادہ بغض و حسد کیا اور ان دونوں کو سب سے زیادہ لعن طعن کیا ہے۔ ❷

ان مذکور بالا دعویٰ جات کی گواہی رافضیوں کی کتابوں میں آج بھی موجود ہے۔ اسی چیز نے ان رافضیوں اور دیگر اہل ایمان و اسلام کے درمیان خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیّدنا ابوبکر بن ابوقحافہ رضی اللہ عنہما اور اوّل امیر المومنین و خلیفۃ المسلمین سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ بغض و حسد اور محبت و وِلاء کی بنیاد پر ایک واضح فرق کر رکھا ہے۔ رافضی ان دونوں صاحبین سے بغض و حسد رکھتے ہیں جب کہ اہل ایمان و اسلام اھل السنہ والجماعۃ ان دونوں شیخین کریمین رضی اللہ عنہما سے محبت و دوستی اور احترام و وقار کا رشتہ و تعلق رکھتے ہیں۔ ان رافضیوں نے اپنے مدمقابل اہل السنہ والجماعۃ کو اصطلاحاً ناصبی کا نام دے رکھا ہے۔ ❸

---

❶ مزید تفصیل کے لیے ان کتابوں کا مطالعہ کیجیے۔ الانتصار للصحب والآل ص ۲۵۔ طبقات الحنابلة، لابن أبي يعلى ۱/۳۳۔ السنة للخلال، رقم: ۷۷۷، وقال المحقق: إسناده صحيح۔ الحجة في بيان المحجة، ۲/۴۷۸۔ الانتصار للصحب والآل ص: ۲۶.

❷ دیکھیے: مجموع الفتاوی جلد ۴، ص ۴۳۵.

❸ باب ضَرَبَ، يَضْرِبُ، ضَرْبًا..... کے وزن پر اگر اس کا صلہ: عَلَيْهِ آئے تو اس کا معنی ہوتا ہے: کسی کے خلاف چال چلنا، دشمنی کرنا۔ اسی طرح اگر اس کے بعد: لَـهُ الْعَدَاءَ: آئے تو معنی ہوگا: کسی سے دشمنی کرنا اور اگر: لَـهُ الشَّرَّ: آئے تو معنی ہوگا: کسی کو تکلیف پہنچانا، کسی کے ساتھ شر کا برتاؤ کرنا۔ اسی طرح اگر آئے: لَهُ حَرْبًا: تو معنی ہوگا: کسی کے خلاف اعلانِ جنگ کرنا، لڑائی چھیڑنا۔ اس کلمہ کا باب ثلاثی مجرد: سَمِعَ يَسْمَعُ کے وزن پر بھی آتا ہے جس کا معنی ہوتا ہے: بہت تھک جانا، چکنا چور ہوجانا اور محنت و مشقت کرنا۔ نَصَبَ فِي الْأَمْرِ: کوشش کرنا۔ جس اصطلاح کا یہاں استعمال کیا جارہا ہے وہ باب سَمِعَ يَسْمَعُ کے وزن پر: ''نَاصِبٌ'' ہے۔ اس سے معروف اصطلاح ہے: ناصبی اور اسی سے ہے: هَـمٌّ نَاصِبٌ: تھکا دینے والا غم۔ ناصب کی جمع نواصب آتی ہے۔ (دیکھیے: القاموس الوحید طبع ادارہ اسلامیات کراچی و مصباح اللغات طبع المصباح اردو بازار لاہور، ص ۸۷۸ و ص ۸۷۹) وفاقی وزارتِ تعلیم حکومت پاکستان کے ادارہ ''اُردو لغت بورڈ کراچی کی تیار کردہ'' اُردو لغت تاریخی اُصول پر کی جلد نمبر ۱۹ کے ص ۵۸۹ پر لفظ ناصبی کی تعریف یوں درج ہے: ''ناصبی..... مسلمانوں کا ایک فرقہ جو سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ اور ان کی اولاد رضی اللہ عنہم اجمعین سے بغض و عداوت رکھتا ہے۔ مسلمانوں میں شیعہ، سنی، خارجی، رافضی، ناصبی، مرجی، قدری، جہمی، معتزلی اور اشعری وغیرہم کتنے ہی فرقے ہوتے ہیں کہ سب کے دین و مذہب مختلف (اخوان الصفا، ص: ۱۶۴) لفظ کافر ایک تحقیر کا کلمہ ہوگیا، جیسے شیعوں کے لیے رافضی اور سنیوں کے لیے ناصبی اور خارجی (لکچروں کا مجموعہ، جلد نمبر: ۲، ص: ۱۶۳) الرافضہ ایک عمومی طعن آمیز نام جو شیعوں کے مخالفین نے ان کے لیے تجویز کیا ہوا ہے۔ جس طرح اہل السنہ والجماعۃ کے لیے ان کے مخالفین کی طرف سے ناصبی یا نواصب ایک طعن آمیز نام مشہور ہے۔ (دیکھیے: اُردو دائرہ معارف اسلامیہ طبع پنجاب یونیورسٹی لاہور سال ۱۹۷۲ جلد ۱۰، ص ۱۳۰) ناصبیت: ناصبی کا عقیدہ، سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے بغض و عناد کا رجحان یا جذبہ، ناصبی ہونے کی حالت۔ جیسے عبدالحلیم شرر نے ''مضامین'' میں (جلد نمبر: ۳، ص: ۲۳۲ پر) لکھا ہے۔ اس کے عقائد میں ناصبیت پائی جاتی تھی۔'' وضاحت: اُردو لغت کی مذکور بالا عبارت میں کافی حد تک جھول ہے۔ اس عبارت کو پڑھنے سے یوں تاثر ملتا ہے کہ جیسے: ہر شیعہ کو رافضی اور ہر سنی کو ناصبی کہا جاتا ہے۔ مگر حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ مصنف کتاب فکر الخوارج والشیعہ محترم دکتور علی محمد الصلابی نے جو مدلل گفتگو اپنی اس کتاب میں کی ہے اُس سے مفہوم یہ نکلتا ہے کہ ہر شیعہ رافضی نہیں ہوتا اور ہر سنی ناصبی نہیں ہوتا۔ دلائل اور پر متن میں ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں...... مترجم/ ابویحییٰ)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الدرازی نے محمد بن علی بن موسیٰ سے روایت درج کی ہے، محمد بن علی کہتے ہیں: میں نے علی بن محمد رحمہ اللہ کی طرف ناصب کے بارے میں لکھا: ❶ کیا ایک ناصبی کو (ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی) جادوگری و کاہنی اور ان دونوں شیطانوں (طاغوتوں) کو جناب علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ سے مقدم کرنے اور ان دونوں کی اماموں (خلافتوں) پر ایمان وعقیدہ رکھنے سے بڑھ کر بھی کسی اور امتحان کی ضرورت ہوتی ہے؟ ❷ تو جواب آیا کہ: مَنْ کَانَ عَلٰی هٰذَا فَهُوَ نَاصِبٌ...... جو کوئی صرف اسی ایمان وعقیدہ کو اختیار کر کے اس طریق ومنہج پر ہو وہی تو ''ناصبی'' ہے۔ ❸

(۵)......شیعہ کا نام ''روافض'' رکھنے کا سبب:

جمہور محققین کی رائے یہ ہے کہ رافضیوں پر اس لفظ (روافض) کے نام کا اطلاق ہونے کا سبب یہ ہے کہ: اُنھوں نے جناب زید بن علی رحمہ اللہ کی بات کو ٹھکرا دیا تھا۔ ان لوگوں نے ۱۲۱ھ میں خلیفہ وقت ہشام بن عبد الملک کے خلاف جناب زید بن علی رحمہ اللہ کے خروج کے وقت ان کے لشکر سے علیحدگی اختیار کر لی تھی۔ یہ لوگ اس وقت جناب زید رضی اللہ عنہ کے لشکر میں باقاعدہ شامل تھے۔ ان لوگوں کی یہ علیحدگی اُس وقت عمل میں آئی تھی جب انھوں نے شیخین صاحبین سادا تنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی افضلیت اور خلافت میں اوّلیت سے براءت کا اظہار واعلان کیا اور جنابِ زید بن علی زین العابدین رحمہ اللہ نے ان کو اس سے منع کیا تھا۔

ابوالحسن اشعری لکھتے ہیں: سیّدنا زید بن علی رحمہ اللہ جنابِ امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب کو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پر افضل نہیں مانتے تھے اور وہ سادا تنا ابوبکر بن ابوقحافہ اور جناب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہم سے محبت رکھتے تھے۔ اسی طرح آپ رحمہ اللہ ظالم حاکموں کے خلاف خروج کو جائز سمجھتے تھے۔ چنانچہ کوفہ میں آپ کے اُن ساتھیوں کے بارے میں کہ جنھوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی، آپ نے یہ سنا کہ ان میں سے کچھ لوگ سادا تنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق طعن وتشنیع سے کام لے رہے ہیں اور ان دونوں اصحاب کے بارے میں بدتمیزی کرتے ہیں تو آپ نے ان کے اس عمل قبیح کو ناپسند کرتے ہوئے ہر اس شخص کو اس سے منع کیا کہ جس کے بارے میں بھی آپ نے ایسا سنا۔ (مگر وہ لوگ باز نہ آئے) اور پھر وہی لوگ آپ رحمہ اللہ سے الگ ہو گئے کہ جنھوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ چنانچہ آپ رحمہ اللہ نے اُن سے فرمایا: رَفَضْتُمُوْنِیْ: تم لوگوں نے میرا کھلا

---

❶ شیعہ اثناعشریہ کے نزدیک علی بن محمد رحمہ اللہ اُن کے ایک امام ہیں۔

❷ یعنی کیا کسی ناصبی کو جانچنے کے لیے اُس کے اس ایمان وعقیدہ کو پرکھ لینا ہی کافی ہے کہ وہ امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ پر ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو افضل جانتا ہو اور ان کی امامت وخلافت کو مانتا ہو یا ضروری ہے کہ وہ جناب علی رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد پر طعن وتشنیع بھی کرتا ہو؟

❸ دیکھئے: شیعہ کی مشہور تفسیر ''تفسیر العیاشی'' جلد ۱، ص ۲۴۶، عند تفسیر آیة ۵۱ من سورة النساء اور محمد آل عصفور الدرازی کی ''المحاسن النفسانیة'' ص ۱۴۵۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انکار کر دیا ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ اسی بنیاد پر ان لوگوں کا نام ''روافض'' پڑ گیا۔ کیونکہ سیّدنا زید بن علی رحمہ اللہ نے ان سے کہا تھا: رَفَضْتُمُوْنِیْ: اور پھر اسی قولِ زید بن علی رحمہ اللہ کی بنیاد پر اہل السنہ والجماعۃ کے تمام بڑے بڑے علماء و آئمہ کرام، بالخصوص امام فخر الدین رازی، امام شہرستانی اور شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہم اللہ جمیعاً نے ان پر ''روافض'' کی اصطلاح کو منطبق کیا ہے۔ ❶

ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ نے ایک اور قول بھی نقل کیا ہے کہ: ''ان لوگوں کو روافض اس لیے کہا جاتا ہے کہ انھوں نے شیخین کریمین ساداتنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی امامت و خلافت کا انکار کر رکھا ہے اس لیے ان کو روافض کہا جاتا ہے۔'' ❷

(٦)......عصر حاضر کے روافض:

عصر حاضر کے رافضی آج اپنے اس نام سے غصہ کرتے ہیں اور اس پہچان کو اپنے لیے پسند نہیں کرتے۔ اُن کی رائے یہ ہے کہ یہ لفظ ''رافضی'' ان القاب میں سے ہے جسے اُن کے مخالفین نے اُن پر چسپاں کر رکھا ہے۔ محسن الامین کہتا ہے: رافضیت وہ لقب ہے کہ اس کے ساتھ ہر اُس شخص کی پہچان ہو جاتی ہے جو خلافت و امامت میں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو سب صحابہ کرام پر اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما پر بھی مقدم کرے، گویا اس پر یہ عیب لگ گیا۔ اس لفظ کا اکثر استعمال انتقام اور غصہ وغیرہ کے دور ہونے سے سکون پانے پر ہوتا ہے۔ ❸

اسی لیے آج وہ اپنا نام شیعہ رکھے ہوئے ہیں۔ عام لوگوں میں بھی وہ اسی نام (شیعہ) سے مشہور ہو گئے ہیں۔ اس سے بعض مصنفین و مؤلفین اور ثقافتی لوگ متاثر دکھائی دیتے ہیں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ بھی اس نام (شیعہ) کا اطلاق رافضیوں پر کرتے ہیں۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ: لفظ شیعہ ایک عام اصطلاح ہے کہ جس کا اطلاق ہر اُس شخص پر ہوتا ہے جو امیر المومنین سیّدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کی حمایت کرے۔ ❹

شیعہ کے تین بڑے فرقے:

مذاہب و فرق پر گفتگو کرنے والے اور اس موضوع پر لکھنے والوں نے شیعہ کے تین بڑے گروہ اور فرقے شمار کیے ہیں: (ا) شیعہ غالیہ...... : یہ وہ لوگ ہیں کہ جنھوں نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نہایت غلو سے کام

---

❶ تفصیل کے لیے دیکھیے: مقالات الإسلامیین: ١/٣٧۔ الحجة في بیان المحجة: ٢/٤٧٨۔ اعتقادات فرق المسلمین والمشرکین، ص: ٥٢۔ الملل والنحل: ١/١٥٥۔ منهاج السنة: ١/٨۔ محموع الفتاوی: ١٣/٣٦.

❷ دیکھیے: مقالات الإسلامیین جلد ١، ص ٨٩.

❸ دیکھیے: اعیان الشیعة جلد ١، ص ٢٠.

❹ دیکھیے: مقالات الاسلامیین جلد ١، ص ٦٥ اور الشہرستانی کی: الملل والنحل جلد ١، ص ١٤٤.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لے رکھا ہے۔ ان لوگوں میں سے بعض نے جناب علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کے بارے میں نبوت کا دعویٰ کر رکھا ہے اور بعض نے الوہیت کا۔ (اس اعتبار سے ان کے ایک دوسرے سے مختلف کچھ فرقے ہیں۔ جن میں سے بعض کا مؤسس یمن کا عبداللہ بن سبا یہودی تھا۔)

(۲) شیعہ رافضہ...... یہ وہ لوگ ہیں جو امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو خلافت میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پر مقدم ماننے کے لیے نص کا دعویٰ کرتے ہیں اور آپ سے قبل والے خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم پر بالخصوص اور عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پر بالعموم تبرا کرتے ہیں۔

(۳) شیعہ زیدیہ...... یہ سیّدنا زید بن علی زین العابدین بن سیّدنا حسین الشہید بن علی رضی اللہ عنہم کی طرف منسوب ان کے اتباع کا فرقہ ہے جو امیر المومنین جناب علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پر فضیلت بھی دیتا ہے اور سادا تنا ابوبکر بن ابوقحافہ اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہم سے محبت بھی یہ لوگ کرتے ہیں۔ ❶

زیدی شیعوں کے نزدیک ہر وہ علوی جو بزور شمشیر اپنے اقتدار کو منوا لے، خود کو امیر المومنین کہلوا سکتا ہے۔ (اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ طبع ۱۹۶۷ جلد ۳، ص ۲۷۵)

اس لیے بغیر معین و مقید کیے تمام شیعہ پر رافضیت والی اصطلاح کا اطلاق قطعاً درست نہیں ہے۔ اس لیے کہ یوں تو پھر اس اصطلاح میں زیدی بھی شامل ہو جائیں گے حالانکہ وہ تو سادا تنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے محبت کرتے ہیں۔ ❷ بلکہ زیدیوں کو شیعہ کا نام دینا اس بات میں وہم پیدا کرتا ہے کہ وہ کہیں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ والے زمانہ اور ان سے متصل بعد والے دور کے قدیم شیعہ سے مشتبہ ہوں گے۔ اس لیے کہ بلاشبہ آج کے زیدی شیعہ اور اُن زمانوں کے اہل شیعہ کا سادا تنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی جناب امیر المومنین سیّدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ پر فضیلت میں بالاتفاق اجماع نظر آتا ہے۔ یہ لوگ صرف امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ پر جناب علی رضی اللہ عنہ کو افضل مانتے ہیں اور یہ کہ زیدیوں میں بڑی کثرت کے ساتھ اہل علم پائے جاتے ہیں۔ بلکہ ان علماء میں وہ بھی ہیں کہ جن کی نسبت خیر، بھلائی اور فضل و شرف کی طرف کی جا سکتی ہے۔

اسی لیے امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اور اسی لیے وہ اوّل دور کے شیعہ کہ جنھوں نے امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ دیا تھا وہ اس زمانے والے تھے، انھوں نے سادا تنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو باقی تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پر افضل ماننے میں قطعاً تنازعہ کھڑا نہیں کیا تھا۔ البتہ اُن کا جھگڑا صرف سادا تنا علی و عثمان رضی اللہ عنہما کو

❶ ایضاً جلد ۱، ص ۳۷، ص ۶۶، ص ۸۸ و ایضاً جلد ۱، ص ۲۵۔

❷ الإنتصار للصحب والآل ص ۲۹۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک دوسرے پر افضل ماننے یا نہ ماننے کے بارے میں تھا۔ ❶

اس لیے تمام کے تمام شیعہ پر رافضیت کا لیبل لگانا اور سب کو یہ نام دینا ان واضح ترین غلطیوں میں سے ایک خطا ہے کہ جس کا ارتکاب عصر حاضر کے بعض لوگ خواہ مخواہ کر رہے ہیں اور یہ روافض کی تقلید میں ہے کہ انھوں نے اپنے اس نام سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے جو کوشش کی ہے اور ان کی یہ کوشش اس بنا پر ہے کہ جو انھوں نے اپنے بزرگوں کے بارے میں اہل السنہ کی کثرت کے ساتھ مذمت اور ان کا اُن سے سخت بغض عناد جو دیکھا ہے۔ چنانچہ انھوں نے اس نام سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہا اور یہ ان شیعہ کا ہر اُس شخص کے سامنے حقائق پر پردہ ڈالنے اور فریب سے کام لینے کے ذریعے ہوتا ہے جو ان کو جانتا نہ ہو اور بالوجہ العموم وہ صرف شیعہ کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرنے کے ساتھ ہو۔ اس بات کے آثار و دلائل یوں ہیں کہ بعض ابتدائی طلبہ اس میں واقع ہوگئے جو مذکور بالا مصطلحات کی حقیقت کو جانتے ہی نہیں تھے کہ ان میں سے روافض کے احکام اور شیعہ کے احکام کے درمیان معاملہ بڑا خلط ملط کیا ہے۔ اس بنا پر کہ جو ان کے ہاں رافضہ پر تشیع کی اصطلاح کا اطلاق قرار پا گیا ہے۔ چنانچہ انھوں نے گمان کرلیا کہ شیعہ کے بارے میں متقدمین اہل علم کے کلام میں جو کچھ آیا ہے وہ سارے کا سارا روافض پر پورا اترتا ہے۔ حالانکہ اُس وقت سے ہی علماء عظام و آئمہ کرام روافض و شیعہ کے درمیان ان کے متعلق تمام احکام میں فرق کرتے آئے ہیں۔ ❷

اس لیے لازم ہے کہ ان رافضیوں کو ان کا اصلی، حقیقی نام ہی دیا جائے کہ جس پر اہل علم نے یہ اصطلاح ایجاد کی ہے اور مطلق طور پر ان کو شیعہ کا نام نہ دیا جائے۔ اس لیے کہ اس میں دھوکہ دہی اور ابہام ہے اور اگر ان پر ''تشیع'' کی اصطلاح کا اطلاق نہیں ہوتا تو پھر ضروری ہے کہ وہ بات مقید کی جائے جس کے ساتھ ان پر بالخصوص وہ دلالت کرتی ہو۔ جیسے کہ کہا جاسکتا ہے: ''شیعہ امامیہ'' یا ''شیعہ اثنا عشریہ'' جیسا کہ ان لوگوں کا تذکرہ کرتے ہوئے بالعموم علماء عظام ان اصطلاحوں کا استعمال کرتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ❸

---

❶ دیکھئے: منهاج السنه جلد ۱، ص ۱۳.

❷ الإنتصار للصحب والآل ص ۳۰.

❸ ایضاً ص ۳۲.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصل ثانی

روافض شیعہ کا آغاز اور ان کی نشو ونما میں یہود کا کردار

ملک یمن کے یہود میں سے عبداللہ بن سبا نامی ایک یہودی آدمی وہ پہلا شخص تھا کہ جس نے رافضی شیعوں کے اُن عقائد کے اُصول وضوابط کا دعویٰ کیا جن پر ان لوگوں کے دوسرے عقائد کی بھی بنیاد رکھی گئی تھی۔ یہ شخص خلیفہ راشد امیر المومنین سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بظاہر مسلمان ہوا تھا اور پھر وہ اپنے اس فاسد عقیدے کی دعوت واشاعت کے لیے مسلمانوں کے شہروں میں ایک سے دوسرے شہر منتقل ہوتا رہا۔ ہم یہاں امام ابوجعفر محمد بن جریر الطبری رحمہ اللہ کی تاریخ میں سے اس بارے میں ایک اقتباس درج کرتے ہیں، ملاحظہ فرمایئے: عبداللہ بن سبا ملک یمن کے شہر صنعاء کا ایک یہودی تھا۔ اس کی ماں کا نام سوداء تھا۔ یہ شخص جناب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بظاہر مسلمان ہوگیا تھا اور پھر مسلمانوں کے شہروں میں گھوم پھر کر، ایک سے دوسرے شہر منتقل ہوتے ہوئے اُنھیں گمراہ کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ چنانچہ اُس نے اپنی تحریک کا آغاز حجاز سے کیا۔ اس کے بعد وہ بصرہ پہنچا، پھر کوفہ اور پھر شام (دمشق) جا پہنچا۔ ملک شام میں وہ کسی ایک بھی شخص پر اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوسکا۔ شام کے اہل ایمان نے اُسے وہاں سے نکال دیا حتیٰ کہ وہ مصر پہنچا اور یہاں پر اُس نے رہائش اختیار کرلی۔ یہاں مصر میں اُس نے اپنی زندگی کا ایک لمبا عرصہ گزارا۔ وہ لوگوں سے کہتا تھا: ''حیرانی ہوتی ہے اُس شخص پر جو یہ کہتا اور گمان رکھتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ دنیا پر آئیں گے اور اس بات میں وہ جھوٹ سے کام لیتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ دنیا میں تشریف نہیں لائیں گے۔ دیکھو کیا اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یہ نہیں فرمایا؟ إِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْآنَ لَرَآدُّكَ إِلٰی مَعَادٍ...... اے ہمارے پیارے نبی! جس ذات نے تجھ پر قرآن اُتارا ہے (یا جس اللہ نے آپ پر قرآن کے احکام وفرامین پر عمل کرنا فرض کیا ہے۔) وہ تجھ کو پھر اُسی جگہ لے جائے گا جہاں سے تو آیا ہے۔'' (القصص: ۸۵) تو...... محمد صلی اللہ علیہ وسلم واپس زمین پر آنے میں عیسیٰ علیہ السلام سے زیادہ حق رکھتے ہیں۔ [1]

---

[1] یہ دراصل ابن سبا یہودی کی ایک سازشانہ چال تھی جس میں لوگ پھنس گئے۔ اس آیت کریمہ کے اس آدھے حصہ سے مراد ہے مکہ کی طرف۔ اکثر مفسرین نے یہی مفہوم بیان کیا ہے۔ ضحاک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ہجرت کے وقت جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے نکل کر جحفہ پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں مکہ کا اشتیاق پیدا ہوا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (شوکانی) اس میں فتح مکہ کی خوشخبری دی ⇦⇦⇦

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام طبری ؒ لکھتے ہیں کہ: اُس کا یہ نظریہ (یہاں مصر میں) مقبول ہونے لگا اور پھر اُس نے یہ ''رجعیت والا اصول'' وضع کیا کہ جس پر لوگوں نے اُس سے گفت وشنید بھی کی۔ پھر ایک عرصہ کے بعد ابن سبا نے ان لوگوں سے کہ جو اُس کا یہ نظریہ قبول کر چکے تھے یہ کہا: ''کل ایک ہزار نبی تھے اور ہر نبی کا ایک وصی ہوتا تھا۔ (جس کے بارے میں وہ نبی وصیت کر جاتا کہ میرے بعد میرا خلیفہ یہ شخص ہوگا۔) اور محمد (ﷺ) کا وصی علی بن ابوطالب تھے رضی اللہ عنہ۔'' پھر اُس ظالم نے اپنے اس نظریہ کو مزید ترقی دیتے ہوئے کہا: جیسے محمد رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین ہیں، اسی طرح علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ بھی ''خاتم الاوصیاء'' ہیں۔ کچھ ہی دنوں بعد وہ ان سے کہنے لگا: ''اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہوسکتا ہے جو رسول اللہ ﷺ کی وصیت کو جائز نہیں سمجھتا اور وہ رسول اللہ ﷺ کے وصی پر حملہ کر کے اُمت کے معاملہ حکومت وخلافت کو اپنے ہاتھ میں لے لے۔'' اس کے بعد اُس نے لوگوں سے کچھ دنوں بعد یوں کہا: حکومت وخلافت کے معاملہ کو عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ناحق چھین رکھا ہے جب کہ رسول اللہ ﷺ کا وصی (علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ) ہمارے درمیان موجود ہے۔

چنانچہ اُس کے فرمانبردار بڑی مستعدی سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور انھوں نے اپنے امام ابن سبا کے نظریات کو ایک تحریک کی شکل دے دی۔ سب سے پہلے انھوں نے اپنے اُمراء وحکام پر طعن وتشنیع سے اس کام کا آغاز کیا۔ اس کو انھوں نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر والا فریضہ ظاہر کیا کہ جس سے وہ لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے لگے۔ یوں انھوں نے اس امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے بہانے لوگوں کو اس فساد والے نظریات کی طرف دعوت دینا شروع کر دی۔ چنانچہ عبداللہ بن سبا نے اپنے داعیوں کو چاروں طرف پھیلا دیا اور ملکوں شہروں میں جن لوگوں نے اس کے فساد کو قبول کرلیا وہ اس سے اور وہ اُن سے خط وکتابت کرنے لگا۔ پھر اس کے داعیوں نے اُسے اپنی رائے کے مطابق خفیہ طور پر انقلاب لانے کی دعوت دے ڈالی۔ (جس کا پہلا جنم کا پھل اُن کو امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی صورت میں ملا۔) [1]

یوں رافضیت کا آغاز ہوا تھا۔ گمراہی اور ٹیڑھی راہ کے دلدادہ لوگوں کے دلوں میں ہمیشہ یہ عقائد کہ جن کا

⇦⇦⇦ ہے۔ (قرطبی) یہ آیت اتری ہجرت کے وقت۔ یہ تسلی فرمائی کہ پھر مکہ آؤ گے سو خوب طرح آئے پورے غالب ہو کر۔ (موضح) بعض نے ''معاد'' سے مراد موت اور بعض نے جنت لی ہے۔ سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی تفسیر ''آخرت'' سے بھی کی ہے۔ دراصل فتح مکہ ہی قربِ موت کی علامت تھی جیسا کہ سورہ ''إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ'' کی تفسیر سے معلوم ہوتا ہے۔ اس لیے مکہ کی طرف لوٹنا موت سے کنایہ ہوسکتا ہے اور موت ذریعہ ہے عالم آخرت میں پہنچنے کا، جس کے بعد نبی کریم محمد رسول اللہ ﷺ جنت کے اعلیٰ مقام میں پہنچ جائیں گے۔ لہٰذا ان اقوال میں اختلاف نہیں ہے۔ (ابن کثیر)

[1] دیکھیے: تاریخ الطبری جلد ۵، ص ۳۴۷.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیج ابن سبا نے بویا تھا پنپتے رہے۔ ان گمراہ کن عقائد کے نجس چشمہ سے ان لوگوں کی عقلیں اوران کے دل ہمیشہ سیراب ہوتے رہے حتیٰ کہ ان عقائد فاسدہ کے نتیجہ میں اس دہشت گرد اور مفسدہ گروہ کے ہاتھوں خلیفہ راشد ثالث ذوالنورین امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ وارضاہ کی شہادت کا واقعہ پیش آ گیا اور اس کے بعد جب امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کی خلافت کا دور آیا تو یہ عقائد فاسدہ مزید اضافوں کے ساتھ ایک نئی شکل میں ظاہر ہونے لگے۔ یہاں تک کہ ان کی اطلاع امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو ہوگئی اور پھر آپ رضی اللہ عنہ نے پوری شدت کے ساتھ ان سے منع کرتے ہوئے ان عقائد فاسدہ وضالہ سے منع فرما دیا۔ آپ نے ان گندے عقائد اوران کے حاملین سے مکمل طور پر براءت کا اظہار فرما دیا۔

اس ضمن میں صحیح الاسناد روایت کے ساتھ سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ سے جو مروی ہے اسے ابن عساکر نے (اپنی کتاب تاریخ میں) عمار الدہنی کی سند سے درج کیا ہے۔ عمار الدہنی بیان کرتے ہیں: ''میں نے جناب ابوطفیل رضی اللہ عنہ کو سنا، وہ بیان کرتے تھے؛ میں نے مسیّب بن نجبہ کو دیکھا، وہ عبداللہ بن سبا کو اپنے ہمراہ لایا۔ اس وقت امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف فرما تھے۔ جناب علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اس شخص کا کیا معاملہ ہے؟ مسیّب کہنے لگا: یہ آدمی اللہ عزوجل اور نبی مکرم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر افتراء بازی کرتا ہے۔ ❶

اسی طرح یزید بن وہب بیان کرتے ہیں کہ: امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''مَا لِي وَلِهٰذَا الْحَمِيْتِ الْأَسْوَدِ؟'' ...... میرا اس (خبیث الفطرت ابن سبا جیسی) تیل کی کالی مٹکی سے کیا تعلق؟ پھر یزید بن وہب کی سند سے ہی عن سلمۃ جناب شعبہ رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ: امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میرا اس ...... عبداللہ بن سبا ...... جیسی کالی تیل کی مٹکی سے کیا تعلق؟ یہ تو سادا تنا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی توہین اور گستاخی کیا کرتا ہے۔'' یہ سب روایات صحیح اسناد کے ساتھ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے ثابت ہیں۔ ❷

مؤرخین، مذاہب وفرق پر لکھنے والوں اور مقالات کے مصنّفین نے ثقہ اسناد سے بیان کیا ہے کہ: ''عبداللہ بن سبا ظالم نے (اپنے عقائد باطلہ وفاسدہ کی ترویج وترقی میں) بالآخر اس بات کا دعویٰ کر ڈالا کہ: جناب علی رضی اللہ عنہ میں (نعوذ باللہ من ذلک) ربوبیت کی صفات پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ وارضاہ نے اس کے نتیجہ و سزا میں عبداللہ بن سبا اور اُس کے گروہ والوں کو آگ میں جلوا دیا تھا۔'' ❸

---

❶ دیکھئے: تاریخ دمشق اور الانتصار للصحب والآل ص ۳۵.

❷ تفصیل کے لیے: فتح الباری جلد ۷، ص ۳۶۸ اور کتاب ''عبداللہ بن سبا'' ص ۹۸ تمام اسناد پر علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح کا حکم لگایا ہے۔

❸ دیکھئے: الانتصار للصحب والآل ص ۳۶.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام جرجانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: سبائی فرقے کا تعلق رافضیوں سے ہے۔ ان سبائیوں کی نسبت عبداللہ بن سبا کی طرف ہے۔ رافضیوں میں سب سے پہلے جس نے کفر کا ارتکاب کیا اُس نے یہ دعویٰ کیا کہ: (نعوذ باللہ من ہذہ الهفوۃ) علی بن ابوطالب (رضی اللہ عنہ) ہی دراصل رب العالمین ہیں۔ چنانچہ اس دعوی کے مدعی...... ابن سبا...... اور اس کے پورے گروہ کو سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے سزا کے طور پر آگ میں جلوادیا تھا۔ ❶

ایک مصنف سبائیت کے بارے میں بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے: یہ فرقہ وفتنہ سبائیت والے عبداللہ بن سبا کی جماعت کے لوگ ہیں۔ اُنھوں نے امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے کہا تھا: ''بس تو ہی تو ہے۔'' آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اچھا تو میں کون ہوں؟ اُنھوں نے کہا: ''الخالق، الباری۔'' آپ رضی اللہ عنہ نے اُنھیں ایسے خبیثانہ نظریات سے تائب ہونے کے لیے کہا مگر وہ لوگ اپنے نظریہ سے پیچھے نہیں ہٹے۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے اُن کے لیے ایک بہت بڑی آگ جلوائی اور پھر اس میں ان سب کو جلوادیا۔ (البتہ ان کے کچھ لوگ دور دراز کے علاقوں میں اس گرفت سے بچ گئے تھے۔) امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کی خباثت کو بیان کرتے ہوئے کچھ اشعار بھی کہے تھے، ان میں سے ایک یوں ہے ؏

لَمَّا رَأَيْتُ الْأَمْرَ أَمْرًا مُنْكَرًا
أَجَّجْتُ نَارِي وَدَعَوْتُ قُنْبَرَا

''جب میں نے (اپنے بارے میں سبائیوں کے دعویٰ خدائی والا) یہ معاملہ دیکھا کہ جو عقل سلیم اور شریعت مطہرہ کی رو سے نہایت ہی ناپسندیدہ اور حرام معاملہ تھا تو میں نے اپنی آگ کو خوب دھکایا اور میں نے پھر چنڈول پرندے کو دعوت دی۔'' (یعنی اپنے ایک عالم ساتھی کو بلایا جس نے لوگوں کے سامنے اللہ عزوجل کی ربوبیت والوہیت کا علمی وعظ کیا جس سے حاضرین کے سینے علم ونور سے منور ہوگئے اور سب پر واضح ہوگیا کہ علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ تو اللہ رب العالمین کی مخلوق اور اس کے سامنے بے بس شخصیت ہیں۔) ❷

بعض مؤرخین کا رجحان اس طرف ہے کہ امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن سبا کو نہیں جلایا تھا۔ بلکہ اُسے مدائن کی طرف ملک بدر کردیا تھا۔ اس ظالم نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی وفاتِ شہادت کے بعد اس بات کا دعویٰ کرکے اس نظریہ کی بنیاد رکھ دی تھی کہ: علی رضی اللہ عنہ فوت نہیں ہوئے۔'' (یعنی اُن کو موت آ ہی نہیں سکتی۔) اور عبداللہ بن سبا نے اُس شخص سے کہ جو امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی موتِ شہادت کی خبر لے کر آیا تھا، کہا: اگر تم لوگ

---

❶ ''التعریفات'' ص ۱۰۳.

❷ دیکھئے: ''التنبیه علی أهل الأهواء والبدع'' ص ۸.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ستر آدمیوں کی جماعت کے ہمراہ بھی جنابِ علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کا سر ہمارے سامنے لاکر پیش کرو تو بھی ہم آپ رضی اللہ عنہ کی موت کی تصدیق ہرگز نہیں کرنے والے۔ ❶

پہلی بات زیادہ درست معلوم ہوتی ہے۔ اس لیے کہ اس کی گواہی میں جناب عکرمہ رحمہ اللہ کا ایک اثر صحیح البخاری میں اس طرح سے موجود ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ:

((أُتِيَ عَلِيٌّ رضي الله عنه بِزَنَادِقَةٍ فَأَحْرَقَهُمْ، فَبَلَغَ ذٰلِكَ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ: لَوْ كُنْتُ أَنَا، لَمْ أُحْرِقْهُمْ لِنَهْيِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ: لَا تُعَذِّبُوْا بِعَذَابِ اللّٰهِ وَلَقَتَلْتُهُمْ لِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهُ فَاقْتُلُوْهُ .)) ❷

''امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ زندیق (بے دین لوگ) لائے گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو جلوادیا۔ یہ خبر سن کر سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اگر میں حاکم ہوتا تو ان کو کبھی آگ میں نہ جلواتا کیونکہ نبی کریم ﷺ نے آگ میں جلانے سے منع فرمایا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہے: آگ سے عذاب دینا اللہ عزوجل کے لیے خاص ہے، تم لوگ اللہ ذوالجلال کے عذاب کے ساتھ کسی کو سزا مت دو۔'' اور اگر میرے اختیار میں ہوتا تو میں ان کو قتل کردیتا اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اپنا دین بدل ڈالے اور اسلام سے پھر جائے تم اس کو قتل کر ڈالو۔''

ان ہلاک شدگان کے متعلق دیگر کچھ روایات کو ذکر کرنے کے بعد اس حدیث کی شرح میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری میں لکھتے ہیں: ''بلاشبہ یہ ایسے لوگ تھے جو بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ بعض روایات میں یہ ہے کہ وہ لوگ اسلام سے مرتد ہوگئے تھے۔ روایات کا ایک دوسرے سے مختلف ہونے کی وجہ سے ان لوگوں کی صحیح تعیین سے متعلق اس کے بعد حافظ محترم نے لکھا ہے کہ: امام ابوالمظفر الاسفرائینی کا گمان ہے کہ: جن لوگوں کو امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے جلا دیا تھا یہ رافضیوں کی ایک بڑی جماعت تھی جنھوں نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں الوہیت کا دعویٰ کیا تھا اور یہ سب کے سب سبائی تھے۔ ان سب کا سردار عبداللہ بن سبا یہودی تھا جس نے اسلام کا لبادہ اوڑھ رکھا تھا اور اُس نے اس باطل نظریہ کی ایجاد کی تھی۔ ❸

عین ممکن ہے کہ اس روایت کی اصل وہ ہو جسے ہم نے عبداللہ بن شریک العامری کے واسطہ سے ابوالطاہر

---

❶ دیکھیے: ابن حزم رحمہ اللہ کی ''الفصل'' جلد ۵ ص ۳۶ اور اسفرائینی کی ''التبصیر فی الدین''.

❷ صحيح البخاري، كتاب استتابة المرتدين، رقم: ٦٩٢٢.

❸ دیکھیے: امام اسفرائینی کی الملل والنحل.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المخلص کی حدیث میں روایت کیا ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ: امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کہا گیا: یہاں اس شہر کی جامع مسجد کے دروازے پر ایک ایسی قوم فروکش ہے جو اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ آپ اُن کے رب ہیں۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو بلوا بھیجا اور اُن سے پوچھا: تمھاری بربادی ہو، ظالمو! یہ کیا کہہ رہے ہو؟ وہ کہنے لگے: ''آپ ہمارے رب ہیں، آپ ہی ہمارے پیدا کرنے والے (خالق) ہیں اور آپ ہی ہمارے داتا، روزی دینے والے (رازق) ہیں۔ ❶

اس کے بعد ابن حجر رحمہ اللہ نے اس روایت کا باقی حصہ بھی بیان کیا ہے اور اس میں ہے کہ: امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان کو تین بار توبہ کرنے کا موقع فراہم کیا مگر وہ لوگ اپنے باطل عقیدہ سے باز نہیں آئے۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو آگ کی کھائیوں میں زندہ جلوا دیا جو کہ اُنھیں کے لیے کھدوائی گئی تھیں اور اُس وقت آپ رضی اللہ عنہ نے یہ شعر کہا تھا۔ ؏

لَمَّا رَأَيْتُ الْأَمْرَ أَمْرًا مُنْكَرًا
أَجَّجْتُ نَارِيْ وَدَعَوْتُ قُنْبَرًا

''جب میں نے (اپنے بارے میں سبائیوں کے دعویٰ خدائی والا) یہ معاملہ دیکھا کہ جو عقل سلیم اور شریعت مطہرہ کی رو سے نہایت ہی ناپسندیدہ اور حرام معاملہ تھا تو میں نے اپنی آگ کو خوب دھکایا اور میں نے پھر چنڈول پرندے کو دعوت دی۔'' (یعنی اپنے ایک عالم ساتھی کو بلایا جس نے لوگوں کے سامنے اللہ عزوجل کی ربوبیت والوہیت کا علمی وعظ کیا جس سے حاضرین کے سینے علم ونور سے منور ہوگئے اور سب پر واضح ہوگیا کہ علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ تو اللہ رب العالمین کی مخلوق اور اس کے سامنے بے بس شخصیت ہیں۔)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ: هذا سند حسنٌ...... اس روایت کی سند حسن درجے کی ہے۔ ❷

یہاں ہمارا مقصود یہ بیان کرنا ہے کہ: مذکور بالا زمانہ کے ایک چھوٹے سے دور میں ہی امیر المومنین سیّدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کے بارے میں غلو سے مکمل طور پر بھرے ہوئے شیعہ رافضیوں کے عقائد جو دراصل سبائی عقائد باطلہ تھے، بڑی تیزی سے پھیلنا شروع ہوگئے تھے اور پھر سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لیے جو اقدام کیا اس کا بھی بیان ہو چکا ہے۔ حتیٰ کہ سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما وہ کہنے پر مجبور ہوئے جس کا ذکر بھی پیچھے صحیح البخاری کی روایت کے ساتھ ہو چکا ہے۔ اسی طرح دیگر ان تمام باطل عقائد کی شدید مخالفت

---

❶ دیکھئے: فتح الباری جلد ۱۲، ص ۲۷۰.

❷ ایضاً۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے ثابت ہوچکی ہے کہ جو آپ کے دور میں ظاہر ہوئے تھے۔ اور ان عقائد و نظریات کا مقصد، مطلب پرست سرکش طبیعتوں کے مالک لوگوں کو تشیع کی لڑی میں پرونا تھا۔ جیسے کہ ایک نظریہ ان شیعہ نظریات میں سے، امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پر بلا امتیاز افضل جاننا اور بالخصوص ساداتنا شیخین کریمین ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما پر آپ رضی اللہ عنہ کو مقدم ماننا تھا۔ ان گمراہ قسم کے بدباطن لوگوں کے مابین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو گالی گلوچ کرنا اور اُن پر گناہوں کی تہمتیں لگانا عام ہو چکا تھا۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ: جب امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں شیعوں کی بدعات پھوٹ پڑیں تو جناب امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے اُن کی مکمل تردید فرمائی۔ شیعہ کے اُس وقت تین بڑے گروہ تھے: شیعہ غالیہ، شیعہ سبابہ اور شیعہ مفضلہ۔ جہاں تک شیعہ غالیہ سبائیہ کا تعلق ہے تو امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان کو آگ میں جلوا دیا تھا۔ معاملہ یوں ہوا کہ: ایک دن آپ رضی اللہ عنہ (بصرہ کے) باب کندہ سے باہر تشریف لائے تو آپ کو ایک قوم (شیعہ سبائیہ) نے سجدہ کیا۔ جناب امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے اُن سے پوچھا: تم لوگوں نے ایسا کیوں کیا ہے؟ تو وہ کہنے لگے: "أَنْتَ هُوَ اللّٰهُ" آپ ہی تو (العیاذ باللہ) اللہ تعالیٰ ہیں۔" آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو تین بار توبہ کرنے کے لیے کہا مگر وہ لوگ اپنے اس باطل خبث سے باز نہ آئے۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے کھائیاں کھدوانے کا حکم فرمایا اور پھر اُن میں گندھک اور لکڑیاں پھینکوا کر آگ جلوا دی۔ اس کے بعد (کہ جب آگ خوب دہک اٹھی) آپ رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو اس آگ میں پھینکوا دیا۔

جہاں تک فرقہ سبابہ کا تعلق ہے تو جب امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو ان لوگوں کے بارے میں معلوم ہوا جو ساداتنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو گالی گلوچ کرتے ہیں تو آپ نے ان کو قتل کر دینے کا حکم فرمایا۔ چنانچہ ان میں سے کچھ لوگ ملک قرقیسیا (بے آب و گیاہ میدانوں والے علاقوں) کی طرف بھاگ کر وہاں جا چھپے۔ امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ اپنے اُمراء کو اس ضمن میں مسلسل متحرک رکھتے تھے کہ وہ ایسے لوگوں کی سرکوبی کریں۔ کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ اُن پر مکمل طور پر قابو نہیں پا سکے تھے اور نہ ہی یہ لوگ آپ رضی اللہ عنہ کی ہر اُس حکم کی اطاعت کرتے تھے جو اُن کو آپ دیتے تھے۔

اور جہاں تک شیعہ مفضلہ کا تعلق ہے تو ان کے بارے میں امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا حکم یہ تھا: کوئی بھی ایسا آدمی کہ جو مجھے جناب ابوبکر بن ابوقحافہ اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہم سے زیادہ افضل جانتا، مانتا ہو اُسے میرے سامنے لایا جائے میں اُسے خود "افتراء و بہتان باندھنے والے" کی سزا کے موافق اُس کو (اسی کوڑے سخت) سزا دوں گا۔" ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے اسی سے زیادہ اسناد کے ساتھ یہ آپ کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قول روایت کیا گیا ہے کہ آپ نے بار بار فرمایا تھا: "خَيْرُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا أَبُوْبَكْرٍ ثُمَّ عُمَرَ ......امت خیر الامم میں اس امت کے نبی محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات اطہر کے بعد سب سے زیادہ افضل اور بہتر ابوبکر بن ابوقحافہ ہیں اور پھر ان کے بعد سب سے افضل عمر بن خطاب ہیں۔ رضی اللہ عنہم وارضوہ ❶

بحث مذکور بالا کا خلاصہ کلام یہ ہے کہ: رافضیوں کے عقائد امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے عہد میں جو ظاہر ہوئے تھے وہ (آپ رضی اللہ عنہ کے مؤاخذہ کی وجہ سے) کچھ افراد تک ہی محصور رہے، ان افراد کی صورت باقاعدہ ایک بڑی جماعت یا فرقہ اختیار نہ کرسکی۔ حتیٰ کہ اسی طرح اور اسی حالت میں جناب امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا دور اپنے اختتام کو پہنچ گیا۔

دکتور سعدی الہاشمی نے اپنے P.H.D کے مقالہ " ابـن سبا حقيقة لا خيال "میں عبداللہ بن سبا کے عقیدہ اور اُس کی بدعات کو نہایت منفرد انداز میں بیان کیا اور ان باتوں کو پھر مزید تحقیق کے ساتھ اپنی کتاب "الـرواة الذين تأثروا بابن سبا" میں درج کیا ہے۔ یہاں ہم قارئین کے فائدہ کے لیے مذکور بالا کتاب کا ایک اقتباس درج کیے دیتے ہیں۔ دکتور موصوف لکھتے ہیں: وہ قابل ذکر بدعات وخرافات کہ جن کو ایجاد کر کے عبداللہ بن سبا نے اُس زمانے میں پکار لگائی اور اُسے عام کیا تھا، اُس ظالم کا یہ "وصی والا نظریہ" بھی تھا۔ عبداللہ بن سبا پہلا شخص تھا کہ جس نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے لیے رسول اللہ ﷺ کی وصیت کا نظریہ پیش کیا تھا اور اُس نے دعویٰ کیا تھا کہ: یہ بات نص سے ثابت ہے جنابِ علی رضی اللہ عنہ امت اسلامیہ پر نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد آپ کے نائب اور خلیفہ ہوں گے اور ہونے چاہئیں تھے۔ (مگر ظلم ہوا اور آپ کو اوّل خلیفۃ المومنین نہیں بنایا گیا۔) عبداللہ بن سبا ظالم کے اپنے گمان کے مطابق جناب علی رضی اللہ عنہ کے جو دشمن تھے (جن کی دشمنی کا حقیقت میں تصور تک موجود نہیں ہے۔) اُن سے براءت کا اظہار سب سے پہلے اس ابن سبا نے کیا تھا۔ (یہی براءت بعد میں تبرا، گالی گلوچ اور خباثت وغلاظت کی شکل اختیار کرگئی۔) اور اسی ابن سبا نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے سیاسی مخالفین سے کھلی دشمنی کا اظہار کرتے ہوئے اُن پر کفر کا حکم لگا دیا۔ یہی عبداللہ بن سبا وہ پہلا شخص تھا کہ جس نے سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کی الوہیت وربوبیت کا نعرہ لگا کر اس باطل عقیدہ کو تشہیر دی تھی اور یہی وہ پہلا شخص ہے کہ جس نے غالی شیعہ کے فرقوں میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ (کہ یہ نبوت پوشیدہ طور پر ان لوگوں میں تا قیامت جاری رہے گی۔) اور یہی وہ عبداللہ بن سبا دنیا کا پہلا شخص ہے کہ جس خبیث الفطرت نے نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ اور سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا اپنی موت کے بعد دُنیا میں دوبارہ لوٹ کر آنے کا نظریہ وعقیدہ ایجاد کیا تھا۔ اور یہی وہ پہلا آدمی ہے کہ جس نے اس

❶ دیکھئے: مجموع الفتاوىٰ لشیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ جلد ۳۵، ص ۱۸۴، ۱۸۵۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بات اور نظریہ کا دعویٰ کیا تھا کہ (قرآن میں مذکور: سورۃ النمل آیت ۸۲) دابۃ الارض بھی (نعوذ باللہ من تلک الھفوۃ) جناب امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ ہی ہیں اور یہ کہ آپ رضی اللہ عنہ ہی نے مخلوق کو پیدا کیا ہے اور آپ رضی اللہ عنہ ہی تمام مخلوق کو رزق دیتے ہیں۔

سبائیوں کا (ہندوؤں کی طرح) یہ دعویٰ ہے کہ اُن کو موت نہیں آئی، بلکہ وہ اپنی موت کے بعد کہیں اُڑ جاتے ہیں اور انھوں نے اپنا نام ''طیارہ'' ہوائی جہاز رکھ لیا ہے۔ ان سبائیوں کا ایک فرقہ یہ کہتا ہے کہ روح القدس (سیّدنا جبریل علیہ السلام) ان کے اماموں کے پاس آتے جاتے رہتے ہیں۔ اسی طرح یہ لوگ روحوں کے تناسخ (روحوں کا بعض اجسام سے نکل کر دوسرے جسموں میں منتقل ہو جانے) کے بھی قائل ہیں۔ سبائیوں کا یہ دعویٰ بھی ہے کہ: ہماری راہنمائی ایک ایسی وحی کی طرف کی گئی ہے جس سے باقی سب لوگ گمراہ ہیں۔ یہ ایک ایسا علم ہے کہ مسلمانوں سے مخفی ہے۔ ان سبائیوں کا ایک دعویٰ یہ بھی ہے کہ جناب علی رضی اللہ عنہ بادلوں میں رہتے ہیں اور آپ کی آواز بجلی کی کڑک ہوتی ہے۔ آسمانی بجلی آپ رضی اللہ عنہ کا کوڑا ہے۔ یہ ایسی کھلم کھلا واضح بدعات وخرافات تھیں کہ جن پر عبداللہ بن سبا یہودی اور اس کے پیروکار ایمان واعتقاد رکھتے ہیں اور انھی عقائد باطلہ ونظریات فاسدہ کی وجہ سے وہ غالی سبائی ورافضی بن گئے ہیں۔ ❶

بلاشبہ یہ روافض کے شیعہ فرقے بطور نظریہ وعقیدہ ایک دم پیدا نہیں ہو گئے تھے۔ بلکہ انھوں نے اپنی گروہی شکل اختیار کرنے کے لیے ایک تدریجی دور اختیار کیا ہے اور یہ لوگ کئی مراحل سے گزرے ہیں۔ مگر یہ بات حقیقت ہے کہ روافض شیعہ کے عقائد کے اوائل اور ان کے اُصولوں کے اصل سبائیوں کے ہاتھوں ہی ظاہر ہوئے تھے۔ (یعنی ان کے عقائد کی بنیاد سبائیوں ہی کی رکھی ہوئی ہے۔) یہ بات شیعہ کی کتابوں میں بطور اعتراف درج ہے۔ وہ کتابیں جنھوں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ: عبداللہ بن سبا وہ پہلا شخص تھا جس نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی اول امامت کا نظریہ واجب قرار دیا تھا اور یہ کہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی تھے۔ (جیسا کہ پیچھے بیان ہو چکا ہے) یہ اُن کا نصی عقیدہ تھا اس بات پر کہ جناب علی رضی اللہ عنہ اوّل خلافت المومنین کے حقدار تھے اور یہی رافضی تشیع کی اساس وبنیاد ہے۔ یہی بات ''الکافی'' میں ابوالحسن سے روایت کی گئی ہے۔ ابوالحسن کہتا ہے:

''وِلَايَةُ عَلِيٍّ مَكْتُوْبَةٌ فِيْ جَمِيْعِ صُحُفِ الْأَنْبِيَاءِ، وَلَنْ يَبْعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا إِلَّا بِنُبُوَّةِ مُحَمَّدٍ ﷺ وَوَصِيَّةِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ .'' ❷

---

❶ دیکھیے: دکتور سعدي الهاشمي کی کتاب ''الرواة الذين تأثروا بابن سبا'' ص ۱۹، ۲۰۔

❷ أصول الكافي ۱/۴۳۷، أصول الشيعة الإمامية ۱/۷۱.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''علی رضی اللہ عنہ کی ولایت تو (اوّل خلافۃ المسلمین بلافصل) تمام انبیاء کرام کے سب صحیفوں میں درج ہے اور یہ کہ اللہ عزوجل ہرگز کسی رسول کو مبعوث نہیں کرے گا مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور علی رضی اللہ عنہ کی وصیت کے سائے میں۔''

(جیسا کہ آگے تفصیل اللہ کے حکم سے آنے والی ہے۔) روافض شیعہ کی کتابیں اس بات کی گواہ ہیں کہ: عبد اللہ بن سبا اور اُس کی سبائی جماعت وہ پہلے لوگ ہیں جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُن دونوں سرداروں سادا تنا ابوبکر و عمر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ذوالنورین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم کے متعلق طعن و تشنیع اور بدتمیزی و گستاخی کو براعلان، سرعام کہنا اور بکواس کرنا شروع کیا تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رحمی عزیز و رشتہ دار اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالاجماع خلفاء تھے۔ یہ حضرات باقی تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی نسبت محمد رسول اللہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ قریب تھے۔ اسی طرح ان لوگوں نے باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بارے میں بھی طعن و تشنیع اور گالی گلوچ جیسی بکواس کا آغاز کر دیا تھا اور جیسا کہ شیعہ رافضیوں کی مصادر و مراجع کتابوں میں درج ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بارے میں ان ظالموں کا یہی عقیدہ ہے۔ جیسا کہ عبد اللہ بن سبا یہودی نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی دنیا میں واپسی کا عقیدہ گھڑا تھا۔ ❶

جیسا کہ آگے مفصل بیان آ رہا ہے...... امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی دنیا میں واپسی کا عقیدہ شیعہ رافضیوں کے اصول میں سے ہے۔ عبد اللہ بن سبا نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ عقیدہ بالخصوص گھڑا اور اسی طرح اہل بیت کے خصوصی پوشیدہ علوم کے بارے میں۔ جیسا کہ اس بات کی طرف جناب حسن بن محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ نے ''رسالۃ الارجاء'' میں بیان کیا ہے۔ یہ مسئلہ شیعہ کے نزدیک ان کے اُصول عقائد میں شمار ہوتا ہے۔ ❷

صحیح البخاری میں جو ثابت شدہ درج ہے (اور یہ صحیح میں ۹ مقامات پر آیا ہے) تو وہ عبارت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ: شیعہ رافضیوں، سبائیوں کا یہ عقیدہ بہت پہلے...... سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی زندگی میں ہی...... گھڑ لیا تھا۔ چنانچہ امام شعبی کے استاذ جناب ابوجحیفہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ سے پوچھا: هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ مَا لَيْسَ فِي الْقُرْآنِ وَمَا لَيْسَ عِنْدَ النَّاسِ؟ ...... کیا آپ لوگوں (آل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس کوئی ایسی خاص چیز (علم لدنی یا کوئی معروف قرآن حکیم کے علاوہ قرآن کی کچھ زائد سورتیں، آیتیں

---

❶ دیکھئے: قمی کی کتاب "المقالات والفرق" ص ۲۱، النوبختی کی کتاب "فرق الشیعة ص ۱۳ اور کتاب "أصول الشیعة الامامیة جلد ۱، ص ۹۶.

❷ دیکھئے: تهذیب التهذیب جلد ۲، ص ۳۲ و "رسالة الإرجاء" ضمن کتاب "الإیمان" لمحمد العدنی ص ۲۵۰۔ ۲۹۴.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یا کوئی اور خفیہ علم نام کی کوئی خاص چیز) بھی ہے جو قرآن مجید میں نہیں ہے اور وہ عامۃ المسلمین، اہل ایمان کے پاس نہیں ہے؟ تو اس پر جناب علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

" وَالَّذِيْ فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَأَ النَّسْمَةَ ، مَا عِنْدَنَا إِلَّا مَا فِي الْقُرْآنِ ، اِلَّا فَهْمًا يُعْطٰی رَجُلٌ فِيْ كِتَابِهٖ وَمَا فِي الصَّحِيْفَةِ . "

''اُس ذاتِ اقدس (اللہ رب العالمین) کی قسم! جس نے دانے سے کونپل کو پھاڑ کر نکالا اور مخلوق کو پیدا کیا، ہمارے پاس قرآن مجید کے سوا کچھ اور نہیں ہے، سوائے اس سمجھ (تفقہ فی الدین) کے جو کسی شخص کو اس کی کتاب میں دی جائے اور جو کچھ اس صحیفہ میں ہے۔''

ابو جحیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں نے پوچھا: اس صحیفہ میں کیا ہے؟ فرمایا:" اَلْعَقْلُ وَفِكَاكُ الْأَسِيْرِ وَأَنْ لَا يُقْتَلَ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ ...... اس صحیفہ میں خون بہا کا حکم درج ہے اور قیدی کو چھڑانے کا۔ اور یہ کہ کسی بھی مسلمان کو کافر کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا۔'' [1]

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الدیات، باب العاقلة، حدیث: ٦٩٠٣ وباب لا یقتل المسلم بالکافر حدیث: ٦٩١٥. صحیح البخاری کی دیگر روایات کو بھی ہم یہاں فائدہ کے لیے درج کیے دیتے ہیں تاکہ شک نہ رہے کہ اس صحیفہ میں کیا تھا۔ چنانچہ کتاب فضائل المدینہ، باب حرم المدینة حدیث ١٨٧٠، کتاب الجزیة والموادعة، باب إثم من عاهد ثم غدر، حدیث: ٣١٧٩ اور کتاب الفرائض، باب إثم من تبرّأ من موالیه، حدیث: ٦٧٥٥ کے مطابق اس صحیفہ میں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارک کے یہ الفاظ بھی درج تھے:

" اَلْمَدِيْنَةُ حَرَمٌ مَا بَيْنَ عَيْرٍ إِلَى ثَوْرٍ ، فَمَنْ أَحْدَثَ فِيْهَا حَدَثًا أَوْ اٰوَى مُحْدِثًا ، فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ ، لَا يُقْبَلُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ وَمَنْ وَالَى قَوْمًا بِغَيْرِ إِذْنِ مَوَالِيْهِ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ ، لَا يُقْبَلُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ ، وَذِمَّةُ الْمُسْلِمِيْنَ وَاحِدَةٌ ، يَسْعَى بِهَا أَدْنَاهُمْ ، فَمَنْ أَخْفَرَ مُسْلِمًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ ، لَا يُقْبَلُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ . "

''(نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:) جبل عیر سے جبل ثور تک مدینہ منورہ کا سارا علاقہ حرم ہے۔ جس کسی نے اس دین میں کوئی نئی بات پیدا کی یا کسی بدعتی کو پناہ دی تو اس پر اللہ عزوجل، اس کے فرشتوں اور تمام انسانوں، سب کی لعنت ہو۔ قیامت والے دن اس کا کوئی عمل نیکی کا قبول نہیں ہوگا اور جس نے اپنے مالکوں کی اجازت کے بغیر دوسرے لوگوں سے موالات قائم کرلی، اس پر بھی اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں اور انسانوں، سب کی لعنت ہو۔ قیامت والے دن اس کا کوئی نیک عمل مقبول نہ ہوگا اور مسلمانوں کا ذمہ (قول وقرار اور کسی کو پناہ دینا وغیرہ) ایک ہے۔ ایک ادنیٰ مسلمان کے پناہ دینے کو بھی قائم رکھنے کی کوشش کی جائے گی۔ پس جس نے کسی مسلمان کی دی ہوئی پناہ کو توڑا، اس پر اللہ عزوجل کی، اس کے فرشتوں اور تمام انسانوں، سب کی لعنت ہو۔ قیامت والے دن اس کا کوئی نیک عمل قبول نہیں کیا جائے گا۔'' (صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فضل المدینة......الخ، حدیث: ٣٣٢٧ تا حدیث ٣٣٣١ میں بھی یہ سب کچھ مذکور ہے۔

صحیح البخاری کی حدیث ٦٧٥٥، حدیث نمبر ٧٣٠٠ اور صحیح مسلم کی حدیث ٣٣٢٧ میں ہے کہ: ابراہیم تیمی بیان کرتے ہیں: مجھ سے میرے والد جناب یزید بن شریک التیمی رحمہ اللہ نے بیان کیا: امیر المومنین سیدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ نے ہمیں اینٹوں کے بنے ہوئے منبر پر کھڑے ⇦

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو اس روایت سے اور جو روایات نیچے حاشیہ میں دی جا رہی ہیں ان سب کی سب صحیح روایات سے دونوں باتوں کی نفی ہوگئی۔ (۱)..... عبد اللہ بن سبا اور اُس کے ٹولے کے امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے متعلق گھڑے جانے والے عقائد باطلہ کی نفی اور (۲)..... یہ کہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ اور دیگر آل بیت النبی الاطہار رضی اللہ عنہم کے پاس قرآن حکیم کے علاوہ کوئی اور منزل من اللہ علم و معرفت والا معاملہ نہیں تھا۔ جب کہ یہ دونوں نظریات رافضی شیعہ کے نزدیک اُصول وقواعد کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ❶

ابن سبا کے ایجاد کردہ ان نظریات وعقائد کا اثر امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے فوراً بعد امیر المومنین سیّدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کے عہد ابتلاء میں دکھائی دینے لگا تھا۔ البتہ اُس وقت ان لوگوں کا باقاعدہ ایک فرقہ و جماعت نہیں تھی کہ جن کے متعلق کہہ دیا جائے ان دونوں اُمراء المومنین کے عہد راشدہ میں اس فلاں فرقے کے یہ عقائد تھے۔ یہ لوگ اس وقت ابھی بکھرے ہوئے تھے اور ہر ایک کے دل میں یہ عقائد باطلہ راسخ تھے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ: سبائی گروہ نے بھی اچھی طرح سر بھی اٹھا نہیں پایا تھا کہ امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان سے جنگ کی اور انہیں سخت سزا دی تھی۔ البتہ اسی دور میں یہ بھی ضرور ہوا کہ بعض ایسے امت محمدیہ علی صاحبہا التحیۃ والسلام میں حادثات و واقعات رونما ہوگئے کہ جن کی وجہ سے ان باطل نظریات اور فاسد عقائد کو پنپنے اور ایسے لوگوں کو اپنا گروہ تشکیل دینے میں ایک فضا میسر آ گئی۔ جیسے کہ ''جنگ صفین'' کا واقعہ۔ اس جنگ سے متصل بعد ہی خارجیوں کے ساتھ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی جنگ، پھر امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت اور آپ رضی اللہ عنہ کے بعد سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی شہادت کے واقعات۔

ان تمام واقعات نے عام لوگوں کے دلوں اور مہربانیوں کو آل بیت اطہار کے لیے محبت میں تشیع کی طرف مائل کر دیا۔ چنانچہ امیر المومنین سیّدنا علی اور آپ کے آل بیت رضی اللہ عنہم کے لیے تشیع والی کھڑکی سے باہر نکلنے والے ایک نظریہ نے باقاعدہ تسلسل اختیار کر لیا اور یہ تشیع ہر اُس شخص کے لیے ایک ذریعہ بن گیا جس کا تعلق ملحدوں،

⇐ ہو کر خطبہ دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ ایک تلوار لیے ہوئے کھڑے تھے جس کی میان میں ایک صحیفہ لٹکا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا: وَاللّٰهِ مَا عِنْدَنَا مِنْ كِتَابٍ يُقْرَأُ إِلَّا كِتَابُ اللّٰهِ، وَمَا فِيْ هٰذِهِ الصَّحِيفَةِ. فَنَشَرَهَا فَإِذَا فِيهَا: أَسْنَانُ الْإِبِلِ [وَأَشْيَاءُ مِنَ الْجِرَاحَاتِ] وَفِيْهَا قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: اَلْمَدِينَةُ حَرَمٌ...... الخ ...... اللہ کی قسم! ہمارے (آل بیت اطہار) کے پاس کتاب اللہ کے سوا کوئی اور کتاب نہیں جسے پڑھا جائے سوائے اس صحیفہ کے۔ (یزید بن شریک رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ) پھر سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس صحیفہ کو کھولا تو اس میں دیت کے طور پر دیے جانے والے اونٹوں کی عمروں کا بیان درج تھا [اور یہ کہ کچھ زخموں کا بیان تھا۔ (یعنی ان کے قصاص اور دیتوں کا بیان)] اور اس صحیفہ میں یہ بھی درج تھا کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: مدینہ منورہ حرم ہے...... الخ (باقی عبارت وہی جو پیچھے گزر چکی ہے۔)

دیتوں کی تفصیل اور زخموں کی فتح الباری جلد ۱۲، ص ۵۱، ص ۵۲ اور ۲۵۵، ص ۲۵۶ تا ص ۲۶۱ طبع دار السلام، الریاض میں دیکھی جا سکتی ہے۔

❶ دیکھیے: ''اصول الشیعۃ الإمامیۃ الإثنا عشریۃ'' جلد ۱، ص ۹۷.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منافقوں اور طاغوتوں سے ہوتا اور وہ اسلام کو اس عقیدت کے پردے میں گرانے اور ختم کرنے کا ارادہ رکھتا ہو۔ اس طرح سے اہل اسلام و اہل ایمان مسلمانوں میں وہ افکار و معتقدات پوری طرح سرایت کر گئے جنھوں نے تشیع کا لبادہ اوڑھ رکھا تھا۔ پھر زمانہ کے گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ خبائث و رذالت والی (غلیظ نظریات وعقائد پر مشتمل) بدعت وسیع تر ہوتی چلی گئی اور اس کے خطرات دن بدن بڑھتے ہی چلے گئے۔ صحیح اسناد والی تاریخی روایات سے صاف پتہ چلتا ہے کہ عبداللہ بن سبا کے بہت سارے نائب و خلفاءِ سوء اُسی دور میں پیدا ہو گئے تھے۔ البتہ امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے عہد راشد میں شیعہ کے لقب و نام کا استعمال ابھی شروع نہیں ہوا تھا مگر صرف مدد اور دوستی کے معنی میں۔ نہ ہی آج کی طرح شیعہ رافضیوں کے عقائد پر مشتمل ایک عقیدہ والے اُن کے اپنے ایمان کی حالت وصورت میں۔ ❶

بلاشبہ آل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تشیع اور اُن کی محبت ہر مسلمان کے لیے ایک فطری اور طبعی معاملہ ہے۔ یہ ایک ایسی محبت ہے کہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل کے درمیان فرق نہیں کرتی، نہ فرق سکھاتی ہے اور نہ ہی ان کے درمیان غلو پیدا کرتی ہے اور نہ ہی اُس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں سے کسی ایک کی بھی تنقیص کرتی ہے جس طرح کہ تشیع کی طرف منتسب شیعہ فرقے کرتے ہیں۔ بالخصوص آل النبی صلی اللہ علیہ وسلم الاطہار پر سادا تنا امیر المومنین علی اور ان کے لخت جگر حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی شہادتوں کے آغاز کے ساتھ نہایت ہی تکلیف دہ آلام ومصائب کے بعد تو اس محبت نے اور بھی اضافہ کر دیا تھا۔ ان واقعات نے مسلمانوں کی باہمی تعلقات اور ہمدردیوں کو اختلافات میں تقسیم کر دیا۔ چنانچہ دین حنیف، اسلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے حقد وحسد رکھنے والے اس دروازے سے اسلام میں داخل ہو گئے۔ پھر یہ ہے کہ بلاشبہ عبداللہ بن سبا کے نظریات و آراء کو صحیح طور پر پنپنے اور پھیلنے کے لیے ان واقعات فاجعہ کے بعد ہی پوری فضا میسر آ سکی تھی۔

تشیع بمعنی سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی بلافصل امامت و خلافتِ اولیٰ پر نص کے عقیدہ، ان کی دنیا پر دوبارہ آمد، امام کے دنیا پر ظاہر ہونا اور ان کا کہیں ایک عرصہ کے لیے چھپے رہنا اور شیعہ کے اماموں کا معصوم عن الخطا، وغیرہم والے عقائد، بلاشک وشبہ جعلی اور رافضیوں کی اختراعات ہیں۔ ان عقائد کے بارے میں اللہ عزوجل نے کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی۔ یہ مسلمانوں پر ایک خواہ مخواہ کی دھونس ہے کہ جس کے اُصول مختلف عناصر کی طرف پلٹتے ہیں اور وہ اس طرح کہ: ہر وہ شخص جو اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ کوئی سازش کرنا چاہے تو وہ تشیع والی سواری پر سوار ہو جاتا ہے اور یوں اس طرح کے کھیل، کھیل جاتا ہے۔ اسی طرح ہر وہ شخص کہ جو پورے پورے فریب اور

---

❶ دیکھئے: أصول الشیعة الإمامیة جلد ۱، ص ۹۸.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

داؤ پیچ سے کام لے تا کہ وہ اسلام کے نام پر اپنے سابقہ عقیدہ و مذہب، جیسے کہ یہودیت ونصرانیت اور مجوسیت و ہندومت وغیرھا کے سائے میں زندگی گزار سکے تو وہ تشیع کا لبادہ اوڑھے اور ان گنت اپنے گندے عقائد کو اپنائے رکھے اور ان کی تشہیر بھی کرتا رہے، مگر بظاہر میں وہ مسلمان دکھائی دے، اللہ، اللہ خیر صلا۔

اسی لیے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا مسلک وموقف اور ان کا حاصل مطالعہ یہ تھا کہ: تشیع کی طرف منتسب لوگوں نے فارس، روم، یونان اور نصاریٰ و یہود کے مذاہب سے بہت کچھ لے کر عقائد و اعمال جیسے بہت سارے امور کو تشیع کے ساتھ ملا دیا ہے اور ان لوگوں کا ایسا کرنا ان احادیث مبارکہ کی مکمل تصدیق ہے جن کی خبر نبی مکرم ﷺ نے بہت پہلے دے دی تھی۔ ان جملوں کے بعد امام موصوف رحمہ اللہ نے اس موضوع سے متعلق وارد احادیث مبارکہ کو بیان بھی کیا ہے کہ: امت اسلامیہ پہلی امتوں (یہود و نصاریٰ اور ہندو مجوس) کی راہوں پر پوری پوری چل کھڑی ہوگی الا یہ کہ اللہ عزوجل جن کو اپنی خاص رحمت سے محفوظ رکھ لے گا۔ (اور نبوی منہج وعقیدہ اور ایمان واسلام والی یہ جماعت حقہ ہر دور میں قائم رہے گی حتیٰ کہ قیامت آ جائے۔) امام رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

بلاشبہ نبی مکرم ﷺ کی یہ پیشین گوئی تشیع کی طرف منسوب لوگوں میں پوری ہوگئی ہے۔'' [1]

[1] دیکھیے: منہاج السنہ جلد ٤، ص ١٤٧۔ أصول الشیعة الامامیة جلد ١، ص ١٠٩.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصل ثالث

روافض شیعہ کے مرحلہ وار ادوار

روافض شیعہ اپنے مذہب کی نمو میں کئی ایک مرحلہ وار ادوار سے گزر چکے ہیں۔ حتیٰ کہ وہ ایک عرصہ بعد امت اسلامیہ کے باقی سارے فرقوں سے بالکل جدا اپنے نام اور اپنے عقائد کے اعتبار سے ایک بالکل نمایاں، مستقل فرقہ بن گئے۔ ان کی اس نمو و ترقی کو چار بڑے ادوار و مراحل میں بیان کیا جاسکتا ہے۔

پہلا مرحلہ:

ان کا پہلا دور اور مرحلہ عبد اللہ بن سبا یہودی کے آغاز دعوت سے شروع ہوتا ہے حتیٰ کہ اُس نے اُن اصول کی طرف مستقل دعوت دینا شروع کردی جن پر روافض کے عقائد کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ جیسا کہ:

(۱)...... اُس کا سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا دنیا میں دوبارہ واپس آنے کا عقیدہ۔ (۲)...... اُس کے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے وصی ہونے والے نظریہ کی ایجاد۔ (۳)...... خلافت و امامت میں امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے پہلے خلیفہ بننے والے خلفاء راشدین (سادا تنا ابوبکر و عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم) کے متعلق طعن و تشنیع وغیرھا عبد اللہ بن سبا کی گمراہ سوچ اور اسلام کی روح سے بہت دور اس کے باطل نظریات کی دو معاملات نے بہت مدد کی تھی۔

(۱)...... ابن سبا کا اپنی دعوت کو پھیلانے کے لیے نہایت مناسب ماحول کا انتخاب کرنا۔

اُس کی دعوت ملک مصر اور عراق کے شہروں میں بہت پھیلی اور وہ اس طرح کہ اُس نے اپنی دعوت کے لیے...... جیسا کہ پیچھے طبری کے حوالے سے بات ہوچکی ہے...... ان شہروں کے درمیان بہت زیادہ سفر کیے تھے۔ ❶ چنانچہ اُس کی گمراہ کن دعوت ایسے معاشروں میں بہت پھلی پھولی کہ جو اُس وقت تک دین حنیف، اسلام کا صحیح صحیح فہم حاصل ہی نہیں کر پائے تھے۔ نہ ہی اُن معاشروں کے قدم علم شرعی اور دین اللہ الحنیف کے تفقہ میں راسخ ہوسکے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ان معاشروں میں اسلام کی دعوت بھی ابھی نئی نئی پہنچی تھی۔ یہ سارے علاقے، ملک اور شہر امیر المومنین سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے عہد راشد میں فتح ہوگئے تھے۔ علاوہ ازیں یہ علاقے اور شہر حجاز میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے ماحول و معاشرہ سے بہت دور تھے اور ان ملکوں، شہروں کے لوگ یہاں مدینہ منورہ اور مکہ

---

❶ مزید دیکھئے: تاریخ الطبری جلد ۵، ص ۳٤۷.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مکرمہ میں موجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے براہِ راست اُن کی شاگردی اختیار کر کے، منہج نبوی اور عمل وفہم صحابہ کے مطابق تفقہ فی الدین حاصل نہیں کر سکتے تھے۔

(ب)...... بلاشبہ عبداللہ بن سبا نے اپنی دعوت وتحریک کے لیے عراق ومصر کے دور دراز والے علاقوں کا جو انتخاب کیا تو اس کے ساتھ ساتھ اُس نے اپنے فریب اور دھوکہ دہی کو آخری درجے تک پہنچانے کے لیے اپنی دعوت وتحریک کو نہایت خفیہ اور پوشیدہ بھی رکھا۔ یہی اُس کی چالاکی اور کامیابی کا راز تھا۔ وہ اپنے پیروکاروں کو بھی پوشیدگی کا ہی درس دیتا تھا۔ چنانچہ اُس کی دعوت ابتداء میں ہر شخص کے لیے نہیں ہوتی تھی بلکہ اُس آدمی کو وہ دعوت دیتا جس کو وہ خوب جانچ لیتا کہ وہ اپنی جہالت کی وجہ سے اُس کے نظریات وعقائد کو من وعن قبول کر لے گا۔ اسی طرح وہ اپنی دعوت کے لیے ایسے لوگوں کا انتخاب کرتا جنھوں نے مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لیے اسلام کا لبادہ اوڑھا ہوتا اور یہ لوگ اپنے خبیثانہ اغراض ومقاصد کے لیے اسلام میں داخل ہوئے ہوتے تھے۔ کیونکہ اسلامی لشکر نے ان کے بادشاہوں اور حاکموں کے تختوں اور ان کے ملکوں کو روند ڈالا تھا۔ اس طرح کے مکار لوگ کسی سازش کے تحت مسلمانوں سے اپنا انتقام لینا چاہتے تھے۔ ابن سبا کے حوالے سے امام طبری رحمہ اللہ کا تجزیہ پیچھے بیان ہو چکا ہے کہ: ابن سبا کی تحریک ودعوت جب مضبوط ہو کر پھیل گئی تو اُس نے اپنے داعی چہار جانب پھیلا دیے۔ وہ سبائی داعی شہروں میں ایسے لوگوں سے خط وکتابت کرتے جو وہاں فساد پھیلانا چاہتے تھے۔ اسی طرح وہ ہر اُس شخص کو خفیہ طریقے سے اپنی غلیظ دعوت دیتے جس کو وہ اپنی دعوت وفکر پر مکمل اترتا ہوا پاتے۔ چنانچہ انہوں نے زمین میں اپنی نشر واشاعت کو پھیلا دیا اور وہ جو ظاہر کر رہے تھے دراصل خفیہ طور پر اس کے برعکس وہ نتائج چاہتے تھے۔ ❶

دوسرا مرحلہ:

رافضیت کے عقائد ونظریات کے کھلم کھلا اعلان واظہار اور اس کے اقرار کا مرحلہ اس تحریک کا دوسرا دور تھا۔ اس کا آغاز امیر المومنین خلیفہ راشد الثالث سیّدنا عثمان بن عفان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ہو گیا۔ اس وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی شہادتِ عثمان رضی اللہ عنہ کے نتیجے میں اٹھنے والے فتنہ کو دبانے اور اس فتنہ کی آگ کو مدہم کرنے کے لیے ان کی بہت زیادہ مشغولیت کی وجہ سے سبائیوں کو اپنے عقائد ونظریات کی اشاعت وترویج میں ایک خوش گوار ماحول اور موقع مل گیا اور اس طرح ابن سبا کے فاسد، گمراہ کن عقائد اس کے پیروکاروں میں مزید راسخ ہو کر مضبوط ہو گئے۔ البتہ یہ ہے کہ اس کے باوجود سبائی عقائد ونظریات خاص سبائی

❶ تاریخ الطبری جلد۵، ص ۳۴۷ و ص۳۴۸.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گروہ تک ہی محصور و محدود رہے۔ سوائے ان لوگوں کے جو سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے نتیجے میں ان کے دغا و فریب والے رجال اور مصیبت میں قابو آ گئے تھے کوئی بھی عقلمند مسلمان، اہل ایمان (چاہے کوئی صحابی تھا یا تابعی) ان کی بات سننے کو تیار نہ تھا اور نہ ہی اس مرحلہ میں اُن کی کوئی شان و شوکت تھی۔ امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے میں سبائیوں کے ساتھ مارقی خوارج برابر کے شریک تھے۔ اس پر دلیل وہی روایات ہیں جنھیں امام طبری رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ میں ثقہ اسناد سے درج کیا ہے۔ ابن السوداء (عبد اللہ بن سبا یہودی) اپنے گروہ سے بات کرتے ہوئے کہنے لگا: "يَا قَوْمِ! إِنْ عِزَّكُمْ فِي خِلْطَةِ النَّاسِ فَصَانِعُوهُم...... میری جماعت (پارٹی اور گروہ) کے لوگو! تمہاری عزت و آبرو فی الحال لوگوں (مسلمانوں) کے ساتھ مل جل کر رہنے میں ہے، اس لیے ان سے نباہ کر کے رہو۔ ❶

یہ بات کوئی قوت و شوکت والا آدمی نہیں کہہ سکتا۔ اس کے باوجود اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ان سبائیوں کے اس دور کا آغاز ہو چکا تھا اور امیر المومنین سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت سے اُن کا مقصود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے درمیان جنگ کی آگ کو بھڑکانا تھا۔ بلکہ محقق علماء و آئمہ کرام کے نزدیک فتنہ و فساد اور حوادثات و واقعاتِ فاجعہ کے لیے سبائیوں اور خارجیوں کے ہاں یہ معاملہ طے شدہ تھا۔ امام ابن حزم رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں: "اس کی دلیل یہ ہے کہ: تمام سبائی اور خارجی اکٹھے ہو گئے مگر آپس میں وہ ایک دوسرے سے بالکل نہیں لڑے اور نہ ہی انھوں نے ایک دوسرے سے جنگ کی۔ چنانچہ جب رات کا وقت ہوا (کہ جس کی گزرنے والی صبح کو سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ پیش آیا) اور جناب عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والوں نے معلوم کر لیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے درمیان صلح ہو گئی اور اب اُن پر ضرب کاری لگنے والی ہے تو انھوں نے سادا تنا طلحہ بن عبید اللہ اور جناب زبیر بن العوام کے لشکر پر شب خون مار کر ان میں جنگ کو بھڑکاتے ہوئے باہم تلوار کو چلوا دیا۔ یوں اس سبائی و خارجی گروہ نے اپنا دفاع کیا۔" ❷

تیسرا مرحلہ:

ان کا تیسرا دور ایک قیادت کے تحت اپنے معاملے، اپنی قوت اور اپنی جمعیت کو مضبوطی سے جمع کرنا تھا اور یہ ان کا دور سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی شہادت کے بعد شروع ہوتا ہے۔ ان کے پاس بہانہ جنابِ حسین رضی اللہ عنہ کے دشمنوں سے ان کی شہادت کا انتقام اور بدلہ لینا تھا۔ امام طبری رحمہ اللہ ۶۴ھ کے حادثات و واقعات فاجعہ کے

---

❶ دیکھیے: تاریخ الطبری جلد ٥، ص ٥٢٦.

❷ دیکھیے: الفصل فی الملل والهواء والنحل جلد ٤، ص ٢٣٩.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بارے میں لکھتے ہیں: اس سال کوفہ کے شیعوں میں تحریک اٹھی اور پھر ۶۵ ہجری میں انھوں نے نخیلہ کے مقام پر اکٹھے ہونے کی تیاری کی تاکہ وہ رات کے وقت سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی شہادت کا بدلہ لینے کے لیے اہل شام کی طرف چل کھڑے ہوں۔ اس منصوبہ کے لیے انھوں نے ایک دوسرے سے خط و کتابت بھی کی۔ ❶

امام ابوجعفر محمد بن جریر الطبری رحمہ اللہ نے بروایت عبداللہ بن عوف بن احمر الازدی جو بیان کیا: ''ان شیعوں کے معاملہ کا آغاز یوں تھا۔'' عبداللہ بن عوف بیان کرتے ہیں: ''جب سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کو شہید کر دیا گیا اور ابن زیاد مقام نخیلہ میں اپنی چھاؤنی سے واپس پلٹ کر کوفہ شہر میں آن داخل ہوا تو شیعہ ایک دوسرے کو ملامت کرتے اور ایک دوسرے کو شرم دلاتے ہوئے باہم ملنے لگے۔ انھوں نے دیکھا کہ سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما نے ان لوگوں کو اپنی مدد کے لیے بلایا تھا مگر انھوں نے ان کی پکار، آواز پر جو لبیک نہیں کہا اور پھر اس کے نتیجے میں کہ جو شیعہ نے ان کی مدد نہیں کی تھی تو ان کی شہادت کا واقعہ پیش آ گیا تھا۔ یہ اُن کی بہت ہی بڑی غلطی تھی اور انھوں نے دیکھا کہ اُن کا یہ گناہ اور ان پر سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا لگنے والا عار کا دھبہ کبھی نہیں دھل سکتا مگر صرف اُن لوگوں کو قتل کر کے کہ جنھوں نے آپ جناب رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا یا وہ آپ کی شہادت میں ملوث تھے۔ چنانچہ کوفہ میں شیعہ کے سرکردہ لوگ ڈر کر جناب سلیمان بن صرد الخزاعی رضی اللہ عنہ، مسیّب بن نجبہ الفزاری رحمہ اللہ (یہ صاحب سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں شمار ہوتے تھے اور نہایت خیر و برکت والے تھے۔) عبداللہ بن سعد بن نفیل العبدی، عبداللہ بن وائل التیمی اور رفاعہ بن شداد البجلی رحمہم اللہ کی پناہ میں آ گئے۔ پھر یہ پانچوں حضرات جناب سلیمان بن صرد الخزاعی رضی اللہ عنہ کے گھر جمع ہو گئے۔ یہ سب کے سب حضرات سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے بہترین ساتھیوں میں شمار ہوتے تھے۔ ان کے ساتھ شیعہ کے سرکردہ لوگ بھی تھے۔ ❷

پھر جناب سلیمان بن صرد الخزاعی رضی اللہ عنہ کے ہاں شیعانِ کوفہ کا بہت بڑا اکٹھ ہو گیا جو کہ سترہ ہزار افراد تک پہنچ گیا۔ جب سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ لوگ کثرت میں اُن کے گرد جمع ہو گئے ہیں تو انھوں نے حکیم بن منقذ کو پیغام بھیجا اور اُس نے کوفہ میں خروج کے لیے اعلان عام کر دیا۔ چنانچہ لوگ اُس کے ہمراہ نکل نکل کر آنے لگے اور اُن کی تعداد تقریباً بیس ہزار تک پہنچ گئی۔ ❸

اسی دوران مختار بن ابوعبید ثقفی کوفہ آیا۔ اُس نے دیکھا کہ شیعانِ کوفہ جناب سلیمان بن صرد الخزاعی رضی اللہ عنہ کے گرد جمع ہو گئے ہیں اور انھوں نے ان کو بہت بڑا مقام دے رکھا ہے اور وہ ان کے ہمراہ مل کر جنگ کے لیے

---

❶ الطبری جلد ٦، ص ٤٨٧، ص ٥٠١۔
❷ دیکھیے: تاریخ الطبری جلد: ٦، ص ٤٨٧، ص ٥٠١۔
❸ البدایة والنهاية جلد ٨ ص ٢٥٤۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی تیار ہیں اور پھر جب بھی مختار ثقفی نے کوفہ میں استقرار پکڑ لیا تو اُس نے (ایک سیاسی چال چلی اور) جناب محمد بن علی بن ابو طالب رحمہ اللہ کے بارے میں (یعنی محمد بن حنفیہ کے متعلق) دعویٰ کر دیا کہ وہی امام مہدی ہیں۔ چنانچہ مختار کے اس دعویٰ پر شیعانِ کوفہ کثیر تعداد میں اس کے پیچھے چل کھڑے ہوئے اور انھوں نے (مختار ثقفی کے دعویٰ کو دل و جان سے قبول کرتے ہوئے) جناب سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا۔ یوں کوفہ کے شیعہ دو فرقوں میں بٹ گئے۔ ان میں سے جمہور شیعہ جناب سلیمان رضی اللہ عنہ کے ہمراہ اہل اسلام پر خروج چاہتے تھے تاکہ وہ سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کا انتقام لے سکیں۔ جب کہ دوسرا فرقہ مختار ثقفی کے ساتھ تھا جو سیّدنا محمد بن الحنفیہ رحمہ اللہ کی امامت کی دعوت و تبلیغ کے لیے نکلنا چاہتے تھے۔ حیرانی کی بات یہ ہے کہ جناب محمد بن الحنفیہ رحمہ اللہ کا اس ضمن میں ان کو نہ کوئی حکم تھا اور نہ کوئی ہدایت تھی۔ بلکہ شیعانِ کوفہ اس ضمن میں سیّدنا ابن الحنفیہ رحمہ اللہ کے خلاف جھوٹ گھڑ رہے تھے تاکہ وہ لوگوں میں آپ رحمہ اللہ کے مہدی آخر الزمان ہونے والے جھوٹے نظریہ کو لوگوں میں فروغ دے سکیں اور اس طرح سے وہ اپنی باطلانہ فاسد اغراض و مقاصد کو حاصل کر سکیں۔ (ایضاً)

تو یہ تھا شیعہ کے اکٹھا ہونے کا باقاعدہ آغاز۔ پھر مؤرخین نے جناب سلیمان بن صرد کا شام کی طرف اپنے ساتھ ملے ہوئے شیعہ کے ہمراہ خروج کو بھی بیان کیا ہے۔ چنانچہ ان کی شامی لشکر سے ''عین الوردہ'' نامی چشمہ پر مڈ بھیڑ ہوگئی۔ یہاں پر دونوں لشکروں کے درمیان تین دن تک ایک عظیم معرکہ جاری رہا۔ چنانچہ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: یہاں پر لڑی جانے والی جنگ جیسی لڑائی اس سے پہلے نہ کسی بوڑھے نے دیکھی تھی اور نہ کسی امرد نوجوان نے۔ صبح سے شروع ہو کر رات تک جاری رہنے والی اس لڑائی میں صرف نمازوں کے اوقات ہی ان کے مابین حائل ہوتے تھے۔ پھر جناب سلیمان بن صرد رحمہ اللہ اور ان کے بہت سارے ساتھیوں کی شہادت کے ساتھ اُن کے مابین لڑائی ختم ہوگئی اور ان لوگوں کو شکست کا سامنا کرنا پڑا حتیٰ کہ یہاں سے بچ جانے والے کچھ شیعہ کوفہ کی طرف واپس بھاگ گئے۔ [1]

---

[1] قارئین کی مزید معلومات کے لیے ہم یہاں مولانا اکبر شاہ خاں نجیب آبادی کی ''تاریخ اسلام'' سے ایک اقتباس پیش کرتے ہیں جس سے ان واقعات و حالات پر مزید روشنی پڑ سکتی ہے اور تفصیل بھی سامنے آجائے گی۔ '' رمضان سنہ ۶۴ھ میں عبد اللہ بن یزید انصاری، عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی طرف سے کوفہ کا حاکم مقرر ہو کر آیا اور انھیں ایام میں مختار بن ابو عبیدہ بھی کوفہ میں آیا۔ مختار نے کوفہ میں آکر لوگوں کو خون حسین رضی اللہ عنہ کا معاوضہ لینے کے لیے ابھارنا شروع کیا۔ لوگوں نے کہا کہ ہم تو پہلے ہی اس کام کے لیے سلیمان بن صرد کے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہیں لیکن ابھی اس کام کے لیے مناسب موقع نہیں آیا ہے۔ مختار نے کہا کہ سلیمان ایک پست ہمت آدمی ہے۔ وہ لڑائی سے جی چراتا ہے۔ مجھے امام مہدی محمد بن الحنفیہ برادر امام حسین رضی اللہ عنہما نے اپنا نائب بنا کر بھیجا ہے۔ تم لوگ میرے ہاتھ پر بیعت کرو اور خون حسین رضی اللہ عنہ کا بدلہ ان کے قاتلین سے لو۔ لوگ یہ سن کر مختار کے ہاتھ پر بیعت ہونے لگے۔ یہ خبر جب عبد اللہ بن یزید کو پہنچی تو انھوں نے اعلان کیا کہ مختار اور اس کے معاونین اگر ⇐

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور جہاں تک مختار بن ابوعبید ثقفی کا تعلق ہے تو جب سلیمان بن صرد رحمہ اللہ کے ساتھ جانے والے لشکر کے بچے کھچے لوگ واپس کوفہ پہنچ گئے اور انھوں نے مختار کو اپنا معاملہ بیان کیا اور جو کچھ ان کے ساتھ پیش آیا تھا اُس کی بھی تفصیل سنائی۔ مختار نے سلیمان بن صرد اور ان کے ہمراہ شہید ہونے والوں کے لیے رحمت کی دعا کی۔ (یعنی انہیں رحمہ اللہ کہا۔) اور پھر ان لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے کہنے لگا: ''اما بعد! میں (تم جیسے لوگوں کا) ایک معتمد علیہ امیر ہوں۔ میں ان شاء اللہ ظلم و جبر کرنے والوں اور دہشت گرد فسادیوں کو نیست و نابود کر کے رکھ دوں گا۔ اس لیے (میرا ساتھ دینے کی خاطر) لوگوں کو تیار کرو، خود بھی تیار ہو جاؤ اور خوش ہو جاؤ۔ (کہ میں تمہارے مقاصد

⇐ خون حسین رضی اللہ عنہ کا بدلہ قاتلین حسین سے لینا چاہتے ہیں تو اس کام میں ہم بھی ان کی مدد کرنے کو تیار ہیں۔ لیکن اگر وہ کوئی کارروائی ہمارے خلاف کرنے کا عزم رکھتے ہیں تو ہم ان کا مقابلہ کر کے ان کو قرار واقعی سزا دیں گے۔ اس اعلان کا اثر یہ ہوا کہ سلیمان بن صرد اور اس کے ہمراہیوں نے علانیہ ہتھیار خریدنے شروع کر دیئے اور جنگ کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے۔ پھر اور یکم ماہ ربیع الثانی سنہ ۶۵ھ کو سلیمان بن صرد نے کوفہ سے نکل کر مقام نخیلہ میں قیام کیا اور سترہ ہزار آدمی اس کے گرد جمع ہو گئے۔ عبد اللہ بن یزید گورنر کوفہ نے مخالفت نہیں کی۔ مختار اپنی جماعت الگ تیار کرنے میں مصروف تھا، حالانکہ مقصد سلیمان بن صرد کا بھی وہی تھا، جو مختار ظاہر کرتا تھا۔ لہٰذا بعض شرفائے کوفہ کی تحریک سے عبد اللہ بن یزید نے مختار کو پکڑ کر قید کر دیا۔ سلیمان بن صرد ۵ ربیع الثانی کو نخیلہ سے سترہ ہزار کی جمعیت کے ساتھ حدود شام کی طرف روانہ ہوا۔ روانگی کے وقت عبد اللہ بن سعد بن نفیل نے سلیمان سے کہا کہ قریباً تمام قاتلینِ حسین تو کوفہ میں موجود ہیں، ان کو چھوڑ کر اور کہاں قاتلین حسین کی تلاش میں جا رہے ہو؟ سلیمان بن صرد نے کہا کہ یہ لوگ تو سپاہی تھے جن کو حکم دینے والا سردار ابن زیاد تھا۔ لہٰذا اصل قاتل وہی ہے اور سب سے پہلے ہم کو اسی کی گردن مارنی چاہیے۔ اس سے فارغ ہو کر باقی لوگوں کو درست کرنا بہت آسان کام ہے۔ نخیلہ سے روانہ ہو کر یہ لوگ کربلا پہنچے۔ وہاں مقتل و مدفن حسین رضی اللہ عنہ پر (جس میں سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی لاش) بے سر مدفون تھی، خوب روئے، دھوئے اور ایک دن رات قیام کرنے کے بعد روانہ ہوئے۔ کوچ و مقام کرتے ہوئے عین الوردہ کے مقام پر پہنچ کر خیمہ زن ہوئے۔ ان لوگوں کی خبر سن کر عبید اللہ بن زیاد نے جو موصل میں بحیثیت گورنر موصل مقیم تھا، حصین بن نمیر کو بارہ ہزار فوج دے کر مقابلہ کے لیے روانہ کیا۔ سلیمان بن صرد ۲۱/ جمادی الثانیہ سنہ ۶۵ھ کو عین الوردہ کے مقام پر پہنچا تھا۔ پانچ روز کے انتظار کے بعد ۲۶ جمادی الثانیہ کو حصین بن نمیر بھی عین الوردہ پہنچ گیا۔ اسی روز لڑائی شروع ہوئی۔ شام تک کی لڑائی میں شامیوں کو سخت نقصان اٹھانا پڑا لیکن رات نے حائل ہو کر ان کا پردہ رکھ لیا۔ اگلے دن صبح کو، آٹھ ہزار کا ایک کمکی لشکر شامیوں میں اور آ ملا جو ابن زیاد نے بھیجا تھا۔ آج بھی نماز فجر کے وقت سے مغرب کے وقت تک خوب زور و شور کی لڑائی جاری رہی اور کوئی فیصلہ نہ ہوا۔ رات دونوں لشکروں نے امید و بیم میں بسر کی۔ صبح ہوتے ہی ابن زیاد کا بھیجا ہوا دس ہزار کا ایک اور لشکر شامیوں کی مدد کے لیے آ گیا۔ آج بھی صبح سے شام تک لڑائی جاری رہی لیکن سلیمان بن صرد اور کوفیوں کے تمام بڑے بڑے سردار کام آئے۔ بہت ہی تھوڑے سے آدمی باقی رہ گئے تھے۔ بقیۃ السیف سردار اپنے بچے ہوئے آدمیوں کو لے کر رات کی تاریکی میں وہاں سے چل دیے۔ حصین بن نمیر نے ان کا تعاقب نہیں کیا۔ سلیمان بن صرد اور اس کے ہمراہیوں کو توابین کے نام سے پکارتے تھے۔ یعنی ان لوگوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ بے وفائی کر کے ان کو قتل کرانے کا جرم کیا، پھر اس سے تائب ہو کر تلافی کے درپے ہو گئے۔ اسی لیے جنگ عین الوردہ کو جنگ توابین بھی کہتے ہیں۔ یہ لوگ کسی سلطنت کی باقاعدہ فوج نہ تھے بلکہ بطور خود جمع ہو کر ابن زیاد کے قتل کرنے کو گئے تھے۔ مگر خود بہت سارے قتل اور تھوڑے سے بچ کر واپس آئے تھے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پورے کروں گا۔) ❶

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ آگے لکھتے ہیں: معرکہ ''عین الوردہ'' سے بچ کر واپس آنے والے لوگوں کے بارے میں اور جو وہاں پر ان میں سے قتل ہو گئے تھے، ان کے متعلق مختار ثقفی نے لوگوں کو اپنی اُس شیطانی وحی کی بنا پر پہلے ہی بتلا دیا تھا کہ جسے شیطان اُس کے پاس لے کر آتا تھا۔ مختار ثقفی کے پاس ایک شیطان کچھ خبریں حال اور مستقبل کی لے کر آتا اور وہ اس کی طرف تقریباً تقریباً اُسی انداز میں وحی کرتا جس طرح ایک شیطان مسیلمہ کذاب کی طرف وحی کرتا تھا۔ پھر اس کے بعد مختار ثقفی نے کوفہ کے گردونواح والی بستیوں، دیگر شہروں، ملک عراق کے دیہاتوں (چھوٹی چھوٹی آبادیوں کے مجموعہ جات) اور خراسان کی طرف ایک خصوصی حکم روانہ کیا۔ اور اس کے بعد اس نے (شیعہ) لوگوں سے حلف لے کر اپنے لشکر کے جھنڈے باندھے۔ پھر مختار ثقفی نے سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہ کے قاتلین کا پیچھا کرنا شروع کر دیا۔ چاہے ان میں سے کوئی صاحب حیثیت معزز تھا یا کم حیثیت والا رذیل آدمی، اسے جہاں پاتا قتل کر دیتا۔'' ❷

[مولانا اکبر شاہ خان نجیب آبادی نے ''تاریخ اسلام'' (جلد دوم) میں فتنہ مختار کے عنوان سے اپنی اس کتاب میں ایک زبردست رپورٹ درج کی ہے۔ حاشیہ میں ہم بطور اقتباس یہ تحریر فائدہ کے لیے درج کر رہے ہیں۔ آپ بھی اپنی معلومات میں اضافہ کیجیے۔ (ابو عبداللہ)] ❸

❶ دیکھیے: البدایة والنهایة جلد ۸، ص ۲۵۶ تا ۲۵۸.

❷ دیکھیے: البدایه والنهیاه جلد ۸، ص ۲۵۷ تا ص ۲۷۱.

❸ مختار بن عبیدہ بن مسعود ثقفی کا ذکر اوپر آ چکا ہے کہ جب سلیمان بن صرد توابین کے گروہ کو لے کر خون حسین رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کے لیے کوفہ سے نکلا تو کوفہ کے گورنر نے انتظاماً مختار کو قید کر دیا تھا۔ توابین کے بقیۃ السیف جب کوفہ میں واپس آئے تو مختار نے جیل خانہ سے تعزیت کے طور پر ایک خط لکھ کر بھیجا کہ تم لوگ بالکل غم نہ کرو اور مطمئن رہو۔ اگر میں زندہ رہا تو ضرور تمہارے سامنے شہدا اور سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے خون کا عوض قاتلین سے لوں گا۔ ایک کو بھی نہ چھوڑوں گا اور ایسا خون بہاؤں گا کہ لوگوں کو بخت نصر کا زمانہ یاد آ جائے گا کہ اس نے بنی اسرائیل کو کس طرح قید کیا تھا۔ پھر لکھا تھا: دنیا میں کیا کوئی شخص ایسا باقی ہے جو خون حسین رضی اللہ عنہ کا قصاص لینا چاہتا ہو اور وہ اس کام کے لیے مجھ سے عہد کر لے۔

اس خط کو رفاعہ بن شداد مثنیٰ بن مخربہ عبدی، سعد بن حذیفہ بن الیمان، یزید بن انس، احمر بن شمیط حمسی، عبداللہ بن شداد بجلی اور عبداللہ بن کامل وغیرہ توابین نے پڑھا اور بے حد مسرور ہوئے کہ اللہ کا شکر ہے ابھی ایک ایسا شخص موجود ہے جو خون حسین رضی اللہ عنہ کے لیے اپنے دل میں جوش اور اولوالعزمی رکھتا ہے۔ چنانچہ رفاعہ بن شداد چار پانچ آدمیوں کو لے کر جیل خانہ میں گیا، اجازت حاصل کرنے کے بعد مختار سے ملا اور کہا کہ ہم آپ کو جیل خانہ توڑ کر نکال لے جائیں گے اور قید سے آزاد کر دیں گے۔ مختار نے کہا نہیں آپ بالکل تکلیف نہ کریں، میں خود جب چاہوں آزاد ہو سکتا ہوں اور کوفہ کا گورنر عبداللہ بن یزید مجھ کو آپ ہی رہا کرے گا ابھی وہ وقت نہیں آیا، تم چند روز صبر کرو۔

توابین کے ہزیمت خوردہ لوگوں کے واپس آنے سے پہلے مختار ایک خط جیل خانہ ہی سے کسی کے ہاتھ سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس روانہ کر چکا تھا۔ اس میں لکھا تھا کہ مجھ کو عبداللہ بن یزید حاکم کوفہ نے قید کر رکھا ہے۔ آپ عبداللہ بن یزید کو میری سفارش کا خط لکھ دیں، ⇦⇦

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⇐ میں مظلوم ہوں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ سفارش کا ثواب عطا کرے گا۔ مختار کو یقین تھا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ضرور سفارش فرمادیں گے اور میں قید سے آزاد ہو جاؤں گا۔ اس حقیقت کو چھپا کر رفاعہ سے اس نے اس انداز میں اپنی رہائی کی نسبت باتیں کیں جس سے اس کی کرامت کا سکہ بیٹھے۔ چنانچہ چند روز کے بعد سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا سفارشی خط عبداللہ بن یزید کے پاس آیا اور اُس نے ان کی سفارش کی تکریم میں مختار بن عبیدہ کو جیل خانہ سے بلا کر کہا کہ میں تم کو قید سے آزاد کرتا ہوں مگر شرط یہ ہے کہ تم کسی قسم کی شورش کوفہ میں نہ پھیلاؤ اور اپنے گھر ہی میں بیٹھے رہو۔ مختار نے اقرار کرلیا اور قید سے آزاد ہو کر اپنے گھر آ بیٹھا۔ شیعان حسین نے اس کی اس اچانک آزادی کو اس کی کرامت پر محمول کیا اور اس کے پاس عقیدت و نیاز مندی کے ساتھ آنے جانے لگے۔ عقیدت مندوں کی یہ آمد و رفت پوشیدہ طور پر ہوتی تھی۔ کچھ دن اس حالت میں گزرے کہ اتنے میں امیر المومنین سیّدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے عبداللہ بن یزید کو معزول کر کے عبداللہ بن مطیع کو کوفہ کی حکومت پر بھیج دیا۔ عبداللہ بن مطیع ۲۵ رمضان سنہ ۶۶ھ کو کوفہ پہنچا۔ اس عزل و نصب کو بھی مختار نے اپنی کرامت پر محمول کیا اور پرانے حاکم کے کوفہ سے چلے جانے کے بعد اپنی پابندی کو توڑ کر اور بھی آزادی برتنی شروع کی۔ لوگوں کی آمد و رفت اس کے پاس زیادہ ہونے لگی اور اس کے متبعین کی جماعت حیرت انگیز طور پر ترقی کر گئی۔ عبداللہ بن مطیع نے ایاس بن ابی مضارب کو کوتوال شہر مقرر کیا تھا۔ ایاس نے ایک روز عبداللہ بن مطیع گورنر کوفہ سے کہا کہ مختار کی جماعت خطرناک اور بہت طاقتور ہوگئی ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں یہ خروج نہ کرے۔ مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ مختار کو بلا کر قید کر دیا جائے جیسا کہ وہ پہلے بھی قید تھا۔

عبداللہ بن مطیع نے مختار کے چچا زید بن مسعود ثقفی کو حسین بن رافع اژدی کے ہمراہ بھیجا کہ مختار کو ذرا میرے پاس بلا لاؤ۔ میں نے اس سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔ یہ دونوں مختار کے پاس گئے اور امیر کوفہ کا پیغام پہنچایا۔ مختار فوراً کپڑے پہن کر چلنے کے لیے تیار ہونے لگا۔ زید نے اس وقت یہ آیت پڑھی: ﴿وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ﴾ (الانفال:۳۰) مختار اس آیت کو سنتے ہی سمجھ گیا کہ زید کا مطلب کیا ہے۔ اسی وقت بولا، جلدی لحاف لاؤ، مجھے جاڑا چڑھ آیا ہے۔ اور لحاف اوڑھ کر پڑ گیا کہ مجھ کو سردی معلوم ہوتی ہے۔ پھر حسین بن رافع کو مخاطب کر کے کہا: دیکھیے میں چلنے کے لیے تیار تھا مگر کیا کروں مجھ پر مرض کا حملہ یکا یک ہوا اور اب میں حرکت نہیں کر سکتا۔ میری تمام حالت جو آپ دیکھ رہے ہیں امیر سے بیان کر دیں۔ کل صبح جب حالت درست ہو جائے گی تو حکم کی تعمیل میں ضرور حاضر ہوں گا۔ یہ دونوں شخص وہاں سے رخصت ہوگئے۔ راستے میں حسین بن رافع نے زید سے کہا: تم نے یہ آیت اس لیے پڑھی تھی کہ مختار امیر کے پاس نہ جائے ورنہ وہ جانے کے لیے تیار تھا۔ تمھارے روکنے سے رک گیا ہے اور اس نے محض بہانہ بنایا ہے۔ یہ کہہ کر پھر حسین نے زید سے کہا: تم اطمینان رکھو اس کا تذکرہ میں عبداللہ بن مطیع سے نہ کروں گا۔ ممکن ہے مختار کے ہاتھوں سے مجھے کوئی فائدہ پہنچے۔ عبداللہ بن مطیع کے پاس دونوں نے جا کر کہہ دیا کہ مختار سخت بیمار ہے، ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ کر آئے ہیں۔ وہ اس وقت آنے کے قابل نہیں ہے، کل ان شاء اللہ تعالیٰ حاضر ہو جائے گا۔

مختار نے زید اور حسین کے جاتے ہی اپنے مریدوں یعنی بیعت شدہ لوگوں میں سے خاص خاص اور با اثر لوگوں کو بلایا اور کہا کہ اب زیادہ توقف اور انتظار کا موقع باقی نہیں ہے۔ ہم کو فوراً خروج پر آمادہ ہو جانا چاہیے۔ ان لوگوں نے کہا: ہم آپ کے تابع فرمان ہیں جو حکم ہو اس کی تعمیل کے لیے آمادہ ہیں۔ لیکن ہم کو ایک ہفتہ کی مہلت ملنی چاہیے تاکہ ہم اپنے ہتھیاروں کو درست کرلیں اور اپنی جنگی تیاریوں سے فارغ ہو جائیں۔

مختار نے کہا: عبداللہ بن مطیع مجھے ایک ہفتہ تک کہاں مہلت دینے لگا۔ سعد بن ابی سعد نے کہا: آپ مطمئن رہیں۔ اگر عبداللہ بن مطیع نے آپ کو بلا کر قید کر دیا تو ہم بلا تکلف آپ کو جیل خانہ سے نکال لائیں گے۔ مختار یہ سن کر خاموش ہوگیا اور لوگوں نے اس کو اس مکان سے لے جا کر ایک دوسرے غیر معروف مکان میں روپوش کر دیا۔ اس کے بعد سعد بن ابی سعد نے اپنے ہم خیال لوگوں سے کہا: ہمیں خروج کر لینے سے پیشتر یہ تحقیق کر لینی چاہیے کہ آیا محمد بن حنفیہ نے مختار کو اپنا نائب اس کام کے لیے بنایا ہے یا نہیں؟ اگر واقعی یہ محمد بن حنفیہ کی طرف سے بیعت لینے کے لیے مامور ہے تو ہم کو بلا تکلف مختار کی ماتحتی میں خروج کرنا چاہیے اور اگر محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ نے مامور نہیں کیا ہے اور اس نے ہم کو ⇐

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⇦⇦ دھوکا دینا چاہا ہے تو پھر ہم کو اس سے کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہیے۔ چنانچہ اسی وقت سعد بن ابی سعد تین چار آدمیوں کو ہمراہ لے کر مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔ وہاں پہنچ کر محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ سے دریافت کیا تو انھوں نے کہا: ہاں ہم نے مختار کو خون حسین رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کی اجازت دی ہے۔ یہ سن کر سعد بن ابی سعد معہ ہمراہیوں کے کوفہ میں آیا اور سب کو یہ حال سنایا۔ اس خبر کے سنتے ہی لوگ مختار کی بیعت اور متابعت پر آمادہ ہو گئے۔ مختار کو جب معلوم ہوا کہ میری بات کی تصدیق ہوگئی ہے تو وہ بہت خوش ہوا کہ لوگوں کا شک بھی دور ہو گیا ہے۔ مختار نے کہا کہ ہم کو کامیابی حاصل کرنے کے لیے ابراہیم بن مالک بن اشتر کو بھی جو کوفہ کے رؤساء میں شمار ہوتا ہے، ضرور شامل کر لینا چاہیے۔ چنانچہ مختار کے مریدوں میں سے عامر بن شرحبیل فوراً ابراہیم بن مالک کے پاس گیا اور کہا کہ تیرے باپ نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی حمایت میں بڑے بڑے کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں۔ اب لوگوں نے مصمم ارادہ کیا ہے کہ خون حسین رضی اللہ عنہ کا معاوضہ طلب کریں۔ ایک معقول جمعیت اس ارادہ پر متفق ہو چکی ہے۔ تجھ کو تو سب سے پہلے اس کام میں شریک ہونا چاہیے۔

ابراہیم نے کہا: میں اس شرط پر لوگوں کا شریک ہوسکتا ہوں کہ مجھے امیر بنایا جائے۔ عامر نے کہا: محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ درحقیقت ہمارے امام ہیں اور انھوں نے مختار کو اپنا خلیفہ مقرر فرمایا ہے۔ لہٰذا ہم نے مختار کے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔ ابراہیم نے کہا اچھا میں خود ہی مختار سے ملوں گا۔ عامر نے واپس آ کر یہ حال مختار کو سنایا۔ مختار اگلے دن پندرہ آدمیوں کو لے کر خود ابراہیم بن مالک کے مکان پر پہنچا۔ اس وقت ابراہیم مصلیٰ پر بیٹھا تھا۔ مختار نے جاتے ہی کہا کہ تیرا باپ شیعان علی میں سے بہت نامور شخص تھا، ہم تجھ کو بھی اپنی جماعت میں سے سمجھتے ہیں۔ امام مہدی محمد بن حنفیہ نے مجھے اپنا نائب بنا کر بھیجا ہے۔ تجھے میرے ہاتھ پر بیعت کرنی چاہیے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ کامیابی کے بعد جو منصب اور عہدہ تو پسند کرے گا تجھ کو دیا جائے گا۔ ہمراہیوں نے اس وعدہ کی ضمانت اور تصدیق کی۔ ابراہیم فوراً اپنے مصلیٰ سے اٹھا اور مختار کو اپنی جگہ بٹھا کر اس کے ہاتھ پر بیعت کی اور مختار بیعت لے کر واپس چلا آیا۔ اگلے روز ۱۴ ربیع الاول سنہ ۶۶ھ کو رات کے وقت مختار نے ابراہیم بن مالک کے پاس آدمی بھیجا کہ اس وقت ہم خروج کا ارادہ رکھتے ہیں۔ تم بھی اپنی جمعیت لے کر ہمارے پاس پہنچو۔ ابراہیم کے پاس آدھی رات تک اس کی جماعت کے لوگ آ آ کر جمع ہوئے۔

ایاس بن مضارب کو جاسوسوں نے یہ خبر پہنچا دی تھی کہ آج شب میں بغاوت پھوٹنے والی ہے۔ اس نے عبداللہ بن مطیع کو اطلاع دی۔ عبداللہ بن مطیع نے تدبیر پوچھی تو اس نے مشورہ دیا کہ کوفے کے سات محلے ہیں، ہر محلّہ میں پانچ سو آدمیوں کا ایک دستہ متعین کر دیا جائے کہ جب اس محلّہ میں کسی کو رات کے وقت نکلتے دیکھے گرفتار یا قتل کر دے۔ چنانچہ اس رائے پر عمل ہوا اور ہر محلّہ میں ایک ایک سردار بھیج دیا گیا کہ راستوں اور سڑکوں پر لوگوں کو جمع نہ ہونے دیں۔ اتفاقاً جب ابراہیم اپنی جمعیت کو لے کر مختار کی طرف چلا ہے تو راستے میں ایاس بن مضارب ہی سے مقابلہ ہو گیا۔ طرفین کے ایک دوسرے پر حملے ہوئے اور ایاس بن مضارب ابراہیم کے ہاتھ سے مارا گیا۔ ادھر مختار کے مکان پر بھی چار ہزار آدمی اس کے گرد جمع ہو گئے تھے۔ وہاں سرکاری فوج کے دوسرے دستے سے جنگ چھڑ گئی۔ ادھر سے ابراہیم لڑتا بھڑتا مختار کے مکان کے قریب پہنچا۔ ادھر ہر محلے کی فوجیں آ گئیں اور مختار کی قیام گاہ کے سامنے جنگ ہونے لگی۔ ابراہیم نے سرکاری فوج کو شکست دے کر بھگایا۔ ادھر سے عبد اللہ بن مطیع اور تازہ دم فوج لے کر آیا۔ کبھی ابراہیم و مختار عبداللہ بن مطیع کو دھکیل کر دارالامارۃ میں داخل کر دیتے، کبھی عبداللہ بن مطیع ان کو پیچھے ہٹاتا ہوا کوفہ سے باہر نکال دیتا۔ رات بھر یہ لڑائی جاری رہی۔ جوں جوں لڑائی نے طول کھینچا، مختار کی جماعت ترقی کرتی رہی یعنی لوگ آ آ کر شامل ہوتے رہے۔ بالآخر عبداللہ بن مطیع کو دارالامارۃ میں محصور ہونا پڑا۔ مختار نے تین روز تک دارالامارۃ کا محاصرہ جاری رکھا۔ چونکہ اندر آدمی زیادہ تھے، جگہ تنگ تھی اور کھانے پینے کا سامان بھی نہیں تھا۔ لہٰذا عبداللہ بن مطیع کسی پوشیدہ راستے سے نکل کر ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے مکان میں جا کر چھپ گیا اور باقی لوگوں نے امان طلب کر کے دارالامارۃ کا دروازہ کھول دیا۔ مختار نے دارالامارۃ اور بیت المال پر قبضہ کر کے بہت سا روپیہ اپنے آدمیوں میں تقسیم کیا۔ جامع کوفہ میں اہل کوفہ جمع ہوئے۔ مختار نے خطبہ دیا اور محمد بن حنفیہ کی بیعت و امامت تسلیم کرنے کی ترغیب دی۔ چنانچہ اہل کوفہ نے کتاب و سنت کی پیروی اور اہل بیت کی ہمدردی کا بیعت کے ذریعہ اقرار کیا۔ مختار نے بھی ان کے ساتھ حسن سلوک کا وعدہ کیا۔ ⇦⇦

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⇐ اس بیعت عام کے بعد مختار نے سنا کہ عبداللہ بن مطیع ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے مکان میں روپوش ہے۔ اس نے ایک لاکھ درہم اس کے پاس بھجوائے اور کہلا بھیجا: مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم سامان سفر نہ ہونے کی وجہ سے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے مکان میں ٹھہرے ہوئے ہو۔ لہٰذا یہ ایک لاکھ درہم قبول کرلو اور تین دن کے اندر اپنا سامان درست کر کے کوفہ سے روانہ ہو جاؤ۔

عبداللہ بن مطیع شرم کی وجہ سے مکہ مکرمہ کی طرف نہیں گیا بلکہ کوفہ سے بصرہ چلا آیا۔ جس زمانہ میں سلیمان بن صرد کے ہمراہی ہزیمت خوردہ کوفہ میں آئے تھے۔ انھیں میں مثنیٰ بن مخرمہ عبدی نامی ایک شخص بصرہ کا رہنے والا تھا۔ مختار کے خط کو پڑھ کر یہ لوگ جیل خانہ میں اس سے ملنے گئے تھے۔ اوپر اس کا ذکر آ چکا ہے۔ اسی وقت مثنیٰ نے مختار کے ہاتھ پر بیعت کرلی تھی اور مختار نے اس کو یہ وصیت کر کے بصرہ کی طرف رخصت کیا تھا کہ تم وہاں جا کر شیعان علی سے میری نیابت میں بیعت لو اور اپنی جمعیت کو بڑھاؤ۔ جس وقت میں کوفہ میں خروج کروں گا اسی وقت تم بھی بصرہ میں خروج کرنا۔ چنانچہ مثنیٰ بن مخرمہ نے بصرے میں لوگوں سے خفیہ بیعت لینی شروع کی۔ ایک گروہ کو اپنے ساتھ شامل کرلیا۔ مختار نے جب کوفہ میں خروج کا ارادہ کیا تو بصرہ میں مثنیٰ کے پاس بھی اطلاع بھیج دی تھی۔ اس نے بھی وہاں تاریخ مقررہ پر خروج کیا لیکن بصرہ میں اس وقت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی طرف سے حارث بن ابی ربیعہ امیر بصرہ تھا۔ حارث بن ابی ربیعہ نے ان باغیوں کے منصوبوں کو پورا نہ ہونے دیا اور سب کو ایک محلّہ میں گھیر کر محصور کرلیا، پھر سب کو بصرہ سے نکال دیا۔ یہ لوگ بصرہ سے نکل کر کوفہ میں مختار کے پاس چلے آئے۔ اس طرح بصرہ تو بچ گیا مگر کوفہ سیّدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی حکومت سے نکل گیا۔ کوفہ میں مختار نے اپنا تسلط قائم کر کے شرفائے کوفہ کو اپنا مصاحب بنایا اور دوسرے بلاد اسلامیہ پر قبضہ کرنے کے لیے چند جھنڈے بنائے۔ ایک علم عبداللہ بن حرث بن اشتر کو دے کر اوینیا کی طرف بھیجا۔ ایک علم محمد بن عمیر بن عطارد کو دے کر آذربائیجان کی طرف روانہ کیا۔ ایک علم عبدالرحمٰن بن سعید بن قیس کو دے کر موصل کی طرف رخصت کیا۔ اسحاق بن مسعود کو مدائن کا علم اور سعد بن حذیفہ بن الیمان کو حلوان کا علم سپرد کیا۔ عبداللہ بن کامل کو کوفہ کا کوتوال اور شریح کو قاضی کوفہ بنایا۔ بعد میں شریح کو معزول کر کے عبداللہ بن مالک طائی کو کوفہ کا قاضی مقرر کیا۔ ہر طرف مختار کے فرستادہ سرداروں کو کامیابی حاصل ہوئی اور لوگوں نے مختار کی حکومت تسلیم کر کے بیعت کرلی۔ صرف موصل پر عبدالرحمٰن بن سعید کو کوئی قابو نہ ملا کیونکہ وہاں عبدالملک بن مروان کی طرف سے عبیداللہ بن زیاد بطور گورنر مامور تھا۔ عبدالرحمٰن بن سعید نے بجائے موصل کے تکریت میں جا کر قیام کیا اور مختار کو حالات سے اطلاع دی۔ مختار نے موصل کی مہم یزید بن انس کو سپرد کی اور تین ہزار سوار دے کر موصل کی جانب رخصت کیا۔ عبیداللہ بن زیاد نے جب یزید بن انس کے آنے کی خبر سنی تو ربیعہ بن مختار غنوی کو یزید بن انس کے مقابلہ پر روانہ کیا۔ بابل کے مقام پر دونوں کا مقابلہ ہوا۔

یہ لڑائی ۹ ذی الحجہ سنہ ۶۶ھ کو ہوئی۔ ربیعہ مارا گیا اور شامی لشکر کو شکست ہوئی۔ شکست خوردہ شامی واپس جا رہے تھے کہ راستے میں عبداللہ بن حملہ خثعمی تین ہزار کی جمعیت سے آتا ہوا ملا۔ جس کو عبیداللہ بن زیاد نے ربیعہ کی امداد کے لیے روانہ کیا تھا۔ عبداللہ نے ان شکست خوردہ لوگوں کو روک کر اپنے ساتھ لیا اور اگلے دن ۱۰ ذی الحجہ بروز عیدالاضحیٰ کوفی لشکر پر حملہ کیا۔ اس لڑائی میں بھی کوفیوں کو فتح اور شامیوں کو شکست ہوئی۔ کوفیوں نے کئی ہزار شامیوں کو گرفتار کیا اور یزید بن انس کے حکم سے وہ قتل کیے گئے۔ اسی روز شام کے وقت یزید بن انس بھی جو پہلے سے بیمار تھا فوت ہو گیا اور مرتے وقت ورقاء بن عازب کو امیر لشکر بنا گیا۔ اگلے روز ورقہ بن عازب کے جاسوس نے آ کر خبر دی کہ عبیداللہ بن زیاد خود مقابلہ پر آنے والا ہے۔ ورقاء نے عبیداللہ کا نام سنتے ہی بابل سے کوچ کیا اور عراق کی حدود کے اندر آ کر قیام کیا اور مختار کو لکھا کہ میرے پاس تھوڑی فوج تھی لہٰذا میں پیچھے ہٹ آیا ہوں۔ اس خبر کو سن کر کوفہ میں لوگوں نے ورقاء کو ملامت سے یاد کیا کہ فتح مند ہو کر شکست یافتوں کا طرز عمل کیوں اختیار کیا۔ مختار نے کوفہ سے سات ہزار فوج دے کر ابراہیم بن مالک بن اشتر کو روانہ کیا اور حکم دیا کہ یزید بن انس کا تمام لشکر بھی ورقاء کی سرداری سے نکال کر تم اپنے ماتحت کرلینا۔

ابراہیم کے رخصت ہونے کے بعد اہل کوفہ نے شیث بن ربعی کے پاس آ کر شکایت کی کہ مختار ہماری پوری پوری قدردانی نہیں کرتا اور ہمارے حقوق غصب کرتا ہے۔ شیث بن ربعی نے کہا کہ میں ذرا مختار سے مل کر گفتگو کرلوں اور دیکھوں کہ وہ کیا جواب دیتا ہے۔ شیث مختار کے پاس آیا تو اس نے کہا کہ میں ہر ایک کام اہل کوفہ کی مرضی کے موافق کرنے کو تیار ہوں اور مال غنیمت میں سے بھی ان کو حصہ دینے کا اقرار ⇐

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⇦ کرتا ہوں بشرطیکہ وہ مجھ سے اس بات کا اقرار کریں کہ ہم بنوامیہ اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے لڑیں گے۔ یہاں تک کہ دونوں کی طاقتوں کو نابود کردیں۔ شیث بن ربعی نے کہا اچھا میں اہل کوفہ سے دریافت کرلوں۔ شیث بن ربعی مختار کے پاس سے اٹھ کر آیا۔ کوفہ میں کچھ لوگ ایسے تھے جو مختار کے ہاتھ پر اس کی حکومت سے پہلے ہی بیعت کر چکے تھے۔ وہ اس کے ہم عقیدہ و ہم خیال تھے، ان کے ساتھ مختار بڑی بڑی رعایتیں کرتا تھا۔ کچھ ایسے تھے جنھوں نے صرف اس کی حکومت کو تسلیم کر کے بیعت اطاعت کی تھی۔ وہ اس کے ہم خیال اور خون حسین رضی اللہ عنہ کے مطالبے میں اس کے ہم نوا نہ تھے۔ انھیں کو مختار سے شکایات تھیں۔ چنانچہ شیث بن ربعی کے واپس آنے پر ان لوگوں نے مختار کے خلاف ہجوم کیا اور دارالامارۃ میں پہنچ کر مختار سے کہا کہ ہم نے تم کو معزول کردیا۔ تم حکومت چھوڑ کر الگ ہو جاؤ کیونکہ تم محمد بن حنفیہ کے نائب اور خلیفہ نہیں ہو۔ مختار نے اس وقت بڑی چالاکی اور دور اندیشی سے کام کیا۔ لوگوں کو سمجھایا کہ میں تم پر کوئی سختی نہیں کرنا چاہتا۔ میں نے تم سب کو خون حسین رضی اللہ عنہ بھی معاف کردیا۔ ہر قسم کی رعایت بھی تم کو دی جائے گی۔ اس وقت بنوامیہ کا مقابلہ درپیش ہے تم کو چاہیے کہ ایسے وقت میں فتنہ وفساد برپا نہ کرو ورنہ نتیجہ اچھا نہ ہوگا۔ جاؤ سوچو اور خوب غور کرو کہ تم جس کام پر آمادہ ہوئے ہو وہ تمھارے لیے اچھا نتیجہ پیدا نہ کرے گا۔

ان لوگوں کے سرداروں نے اس وقت مختار کی ان باتوں کو منظور کرلیا اور کہا کہ اچھا ہم غور کریں گے۔ ان کا مدعا یہ تھا کہ ابراہیم بن مالک جو کوفہ سے روانہ ہوا ہے دور چلا جائے اور ہمارے لیے کوئی خطرہ باقی نہ رہے۔ ادھر مختار نے بھی ابراہیم کی غیر موجودگی میں اپنی بے بسی کو محسوس کرلیا تھا۔ لہٰذا اس نے فوراً ایک تیز رفتار سانڈنی پر اپنا قاصد ابراہیم کے پاس بھیجا کہ فوراً اپنے آپ کو کوفہ میں واپس پہنچاؤ اور خود دارالامارۃ میں مضبوطی کر کے بیٹھ گیا۔ لوگوں نے اگلے روز دارالامارۃ کا محاصرہ کرلیا۔ تیسرے روز ابراہیم راستے سے لوٹ کر کوفہ میں مع اپنی فوج کے داخل ہوا اور ان لوگوں کو جو مختار کی مخالفت میں اٹھے تھے، قتل کرنا شروع کیا۔ غرض کوفہ میں کوئی گھر ایسا نہیں بچا جس میں سے ایک یا دو یا زیادہ آدمی قتل نہ کیے گئے ہوں۔ مختار نے لوگوں کو جمع کر کے ان تمام لوگوں کی فہرستیں مرتب کروائیں جو ابن زیاد کے لشکر میں قتل حسین رضی اللہ عنہ کے وقت موجود تھے یا جنھوں نے کسی قسم کا کوئی حصہ میدان کربلا میں لیا تھا۔ عمرو بن سعد اور شمر ذی الجوشن بھی گرفتار ہو کر مقتول ہوئے۔ عمرو بن سعد نے مختار سے امن حاصل کرلیا تھا لیکن مختار نے اپنے قول و اقرار کا لحاظ نہ کر کے اس کا سر اتروا لیا۔ عمرو بن سعد کا لڑکا حفص بن مختار کی مصاحبت میں تھا۔ جس وقت عمرو بن سعد کا سر دربار میں آیا تو مختار نے حفص بن عمرو سے کہا: تم اس کو پہچانتے ہو، کس کا سر ہے؟ حفص نے کہا: ہاں میں پہچانتا ہوں لیکن اب اس کے بعد زندگی کا لطف جاتا رہا۔ مختار نے اسی وقت حکم دیا کہ حفص کا سر بھی کاٹ لو۔ چنانچہ حفص کا سر بھی اتار لیا گیا۔ غرض اس قتل و گرفتاری کا سلسلہ کئی روز تک جاری رہا۔ لوگ گھروں سے گرفتار ہو کر آتے تھے اور قتل کیے جاتے تھے۔ عمرو بن سعد اور شمر وغیرہ کے سر مختار نے محمد بن حنفیہ کے پاس مدینہ میں بھجوا دیے تھے۔

مختار بہت ذی ہوش اور چالاک آدمی تھا۔ اس نے کوفہ پر قابض و متصرف ہو کر ایک خط سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ میں دارالامارۃ کوفہ میں آج کل مقیم ہوں۔ مجھ کو دل سے آپ کی اطاعت منظور اور آپ کی خلافت تسلیم ہے۔ آپ کوفہ کی گورنری مجھے عطا کردیجیے۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سمجھ گئے کہ یہ مجھے دھوکہ دے کر اور اپنی طرف سے غافل رکھ کر حکومت و سلطنت حاصل کرنا چاہتا ہے۔ انھوں نے مختار کی اطاعت کا امتحان لینے کی غرض سے عمرو بن عبدالرحمٰن بن حرث بن ہشام مخزومی کو کوفہ کی گورنری کا پروانہ دے کر کوفہ کی طرف روانہ کیا۔ مختار کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو اس نے زائد بن قدامہ کو پانچ سو سواروں کے ساتھ ستر ہزار درہم دے کر روانہ کیا کہ راستے ہی میں عمرو بن عبدالرحمٰن کو روک کر اور یہ رقم دے کر واپس کردو۔ اگر وہ واپس ہونے سے انکار کردے تو تم اپنے پانچ سو سواروں سے اس کو گرفتار کرلینا۔ عمرو بن عبدالرحمٰن نے اول تو انکار کیا لیکن پھر پانچ سو سواروں کی جمعیت کو دیکھ کر مناسب سمجھا کہ ستر ہزار درہم قبول کرلیے جائیں۔ چنانچہ ستر ہزار درہم لے کر بصرہ کی طرف روانہ ہوگیا۔ عبداللہ بن مطیع بھی بصرہ ہی میں چلا گیا تھا۔ اب عمرو بن عبدالرحمٰن نے بھی بصرہ ہی کا رخ کیا۔ جہاں حارث بن ابی ربیعہ (قباع) حکومت کر رہا تھا۔ ⇦⇦

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⇐⇐ مختار کا دعویٰ نبوت اور کرسی علی رضی اللہ عنہ:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ جب کوفہ میں تشریف رکھتے تھے تو آپ کی ایک کرسی تھی۔ اسی پر بیٹھ کر اکثر حکم و احکام جاری کیا کرتے تھے۔ ان کا ایک بھانجا جعدہ بن ہبیرہ جو ام ہانی بنت ابی طالب کا بیٹا تھا، کوفہ میں رہا کرتا تھا۔ وہ کرسی اسی کے قبضہ میں تھی۔ مختار نے کوفہ میں اپنا سکہ بٹھا کر اس کرسی کے حاصل کرنے کی کوشش کی۔ جعدہ نے کہا اچھا مجھ کو ایک ہفتہ کی مہلت دیجیے کہ میں اس کو تلاش کر کے آپ کی خدمت میں پیش کر دوں۔ مختار نے کہا کہ میں تین دن سے زیادہ کی مہلت ہرگز نہ دوں گا۔ اگر اس عرصہ میں تم نے کرسی نہ پہنچائی تو سختی و تشدد کا برتاؤ شروع کیا جائے گا۔

جعدہ کے محلہ میں ایک روغن فروش رہتا تھا۔ اس کے پاس بھی اسی قسم کی ایک کرسی تھی۔ جعدہ نے وہ کرسی اس سے خریدی اور پوشیدہ طور پر اپنے گھر لے گیا۔ اس کو خوب صاف کیا اور بڑے تکلف و احتیاط کے ساتھ غلافوں میں لپیٹ کر مختار کے پاس لے گیا۔ مختار نے کرسی لے کر جعدہ کو خوب انعام و اکرام سے نوازا۔ کرسی کو بوسہ دیا، اس کو سامنے رکھ کر دو رکعت نماز پڑھی، پھر اپنے مریدوں کو جمع کر کے کہا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لیے تابوت سکینہ کو موجب، نصرت و برکت بنایا تھا، اسی طرح شیعان علی کے لیے اس کرسی کو نشانی قرار دیا ہے۔ اب ہم کو ہر جگہ فتح و نصرت حاصل ہوگی۔ اس کے مریدین نے اس کرسی پر آنکھیں ملیں، بوسے دیے اور اس کے آگے سر جھکائے۔ پھر مختار نے حکم دیا کہ ایک تابوت بنایا جائے۔ چنانچہ نہایت خوبصورت تابوت تیار ہوا۔ اس کے اندر وہ کرسی رکھی گئی۔ چاندی کا ایک قفل اس تابوت میں لگایا گیا اور اس تابوت کی حفاظت کے لیے آدمی متعین کیے گئے۔ جامع مسجد کوفہ میں وہ تابوت رکھا گیا۔ ہر شخص نماز پڑھنے کے بعد اس تابوت کو بوسہ دیتا تھا۔ مختار نے کوفہ کی حکومت کرنے سے پہلے ہی اپنے مکر و تزویر کے جال کو پھیلانا اور اپنی غیر معمولی روحانی طاقتوں کے لیے لوگوں کو معتقد بنانا شروع کر دیا تھا۔ حکومت کوفہ حاصل کرنے کے بعد اس کی چالاکی و ہوشیاری کو اور بھی زیادہ کامیابی کے مواقع میسر ہونے لگے اور رفتہ رفتہ نبوت کے دعوؤں تک پہنچنے لگا۔

جس زمانے میں مختار نے کوفہ پر قبضہ کیا اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو مذکورہ خط لکھا تھا، اسی کے قریب زمانہ میں چند روز کے بعد عبدالملک بن مروان نے عبدالملک بن حرث بن ابی الحکم بن ابی العاص کو ایک لشکر دے کر وادی القریٰ کی طرف روانہ کیا۔ یہ گویا عبدالملک بن مروان کی طرف سے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ پر پہلی چڑھائی تھی۔ اس چڑھائی کا حال سن کر مختار نے دوسرا خط حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ اگر آپ چاہیں تو میں آپ کی مدد کے لیے کوفہ سے فوج روانہ کراؤں؟ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ اگر تم میرے فرماں بردار و مطیع ہونے کی حیثیت سے فوج روانہ کرتے ہو تو فوراً ایک فوج وادی القریٰ کی طرف بھیج دو۔ مختار نے شرجیل بن دوس ہمدانی کو تین ہزار کی جمعیت سے یہ حکم دے کر روانہ کیا کہ تم سیدھے اوّل مدینہ میں جا کر قیام کرو، پھر وہاں سے مجھ کو حالات لکھ کر بھیجو۔ اس کے بعد جو حکم میں بھیجوں اس کی تعمیل کرو۔ مدعا اس سے مختار کا یہ تھا کہ میں اس بہانے سے مدینہ میں فوج بھیج کر محمد بن حنفیہ کی خوشنودی اس طرح سے حاصل کر سکوں گا کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو بھی کوئی اعتراض نہ ہوگا اور میرا اثر شیعان علی میں ترقی کر سکے گا۔

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما مختار کی چالاکیوں کو سمجھتے تھے۔ انھوں نے مذکورہ جواب مختار کے پاس بھیج کر فوراً عباس بن سہل بن سعد کو دو ہزار آدمیوں کے ساتھ متعین کیا کہ اگر کوفہ سے مختار کوئی لشکر بھیجے تو اوّل یہ معلوم کرو کہ وہ محکوم ہو کر آیا ہے یا خود مختار ہے؟ اگر محکوم ہے تو اس سے کام لو اور اگر وہ محکوم ہو کر نہیں آیا تو اس کو واپس کر دو۔ واپس ہونے سے انکار کرے تو اس کا مقابلہ کرو۔ مقام اقیم میں عباس و شرجیل کی ملاقات ہوئی۔ عباس نے کہا تم لوگ مقام وادی القریٰ کی طرف ہمارے ساتھ دشمن کے مقابلہ کو چلو۔ شرجیل نے کہا ہم کو سیدھے مدینے جانے کا حکم ہے۔ وہاں ہم دوسرے حکم کا انتظار کریں گے، تب کہیں جا سکیں گے۔ عباس نے اول ان کوفیوں کو کھانے پینے کا سامان دے کر تواضع کی، پھر تعمیل حکم سے انکار کرنے کی پاداش میں حملہ کر کے اپنے دو ہزار آدمیوں سے ان تین ہزار کو مجبور کر دیا اور ستر آدمی قتل کر کے کوفہ کی طرف زبردستی لوٹا دیا۔ مختار نے اس سے بھی فائدہ اٹھایا اور محمد بن حنفیہ کو خط لکھ کر عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی شکایت کی کہ انھوں نے میری فوج کو آپ تک نہ پہنچنے دیا جو آپ کی حفاظت کے لیے میں نے روانہ کی تھی۔ اب مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنے ایک معتمد خاص کو بھیج دیجیے تاکہ میں اس کے ساتھ ایک زبردست فوج روانہ کر دوں گا اور لوگوں کو بھی آپ کے فرستادے کی زیارت سے اطمینان حاصل ہو۔ محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ نے مصلحتاً جواب میں لکھا: میں تمھاری حق پسندی سے واقف ہوں۔ تم مجھ کو گوشہ عافیت میں بیٹھا رہنے دو اور مخلوق الٰہی کی خونریزی سے پرہیز کرو۔ میں اگر حکومت و امارت کا خواہاں ہوتا تو تم سے زیادہ لوگوں کو اپنے گرد جمع کر سکتا تھا لیکن میں نے اپنے تمام دوستوں اور ہوا خواہوں کو معطل کر رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ خود ہی جو چاہے گا فیصلہ کرے گا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چوتھا مرحلہ:

شیعہ تحریک کا چوتھا دور زیدی شیعہ اور باقی شیعہ فرقوں سے رافضی شیعہ کا الگ ہونے کا تھا۔ اسی دور میں رافضی شیعہ کے اس نام کے ساتھ باقاعدہ پہچان اور ان کے عقیدہ کا اعلان و اظہار عام ہوا۔ یہ سب کچھ ۱۲۱ ہجری تک تقریباً مکمل ہو چکا تھا۔ بالخصوص اُس وقت کہ جب سیّدنا زید بن علی (زین العابدین) بن حسین رضی اللہ عنہم نے اموی خلیفہ ہشام بن عبدالملک پر خروج کیا تھا اور آپ رحمہ اللہ کے لشکر میں بعض شیعہ نے سادا تنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما پر طعن و تشنیع اور گالی گلوچ شروع کر دیا تو جناب زید بن علی رحمہما اللہ نے ان کو سخت سست کہا اور انھیں ایسا کرنے سے سختی کے ساتھ منع کیا تھا۔ مگر ان لوگوں نے آپ رحمہ اللہ کی بات ماننے سے کھلا انکار کر دیا۔ اسی لیے ان کا نام ''روافض'' رکھ دیا گیا۔ (یعنی اپنے ہی امام کے حکم کے منکر) ان کے علاوہ جو لوگ امام زید بن علی رحمہما اللہ کے ساتھ رہ گئے اور انھوں نے آپ کے حکم کو مان لیا تھا وہ ''زیدی'' کہلائے۔ ❶

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اس ضمن میں فرماتے ہیں: بلاشبہ اسلام میں سب سے پہلے ''رافضہ'' کا لفظ جو معروف ہوا تو وہ دوسری صدی ہجری کے پہلے دھاکوں میں جناب زید بن علی رحمہما اللہ کے خروج کے وقت ہوا تھا۔ جناب زید بن علی (زین العابدین) رحمہما اللہ سے جب سادا تنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ رحمہ اللہ نے دونوں شیخین کریمین کے ساتھ بڑی ہی عقیدت و محبت کا اظہار فرمایا۔ مگر ایک قوم نے آپ رحمہ اللہ کے اس احترامِ صاحبین رضی اللہ عنہما کا کھلا انکار کر دیا، اس لیے ان کا نام روافض پڑ گیا۔ اور پھر آپ (ابن تیمیہ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جناب زید بن علی رحمہما اللہ کے زمانۂ خروج (علی سلمان بن عبدالملک الاموی) سے ہی شیعہ دو گروہوں میں بٹ گئے۔ یعنی رافضی شیعہ اور زیدی شیعہ۔ چنانچہ جب سیّدنا زید بن علی (زین العابدین) بن حسین رحمہم اللہ سے صاحبین کریمین سادا تنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ رحمہ اللہ نے ان دونوں صاحبین رضی اللہ عنہما کے لیے اللہ سے رحمت کی دعا کرتے ہوئے رحمہما اللہ کہا، مگر شیعہ کی ایک قوم نے اس بات کو رد کر دیا۔ چنانچہ آپ رحمہ اللہ نے ان لوگوں سے فرمایا: ''رَفَضْتُمُوْنِيْ'' ...... تم لوگوں نے میرا انکار و رد کر دیا۔ پس اسی سے ان کا نام ''روافض'' پڑ گیا۔ اس لیے کہ ان ظالموں نے اپنے ہی امام کا حکم ماننے سے انکار کر دیا تھا اور پھر جن شیعہ لوگوں نے جناب زید بن علی رحمہما اللہ کی بات کو مان لیا تھا اور انھوں نے سادا تنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق بدتمیزی و گستاخی نہیں کی تھی انھیں ''زیدی شیعہ'' کہا جانے لگا۔ اُن کا یہ نام جناب زید بن علی (زین العابدین) بن حسین بن علی رضی اللہ عنہم کی طرف نسبت کی وجہ سے پڑا تھا۔ ❷

---

❶ دیکھیے: تاریخ الطبری جلد ۷، ص ۱۶۰ والإنتصار للصحب والآل ص ٤٧.

❷ دیکھیے: مجموع الفتاوی لشیخ الاسلام ابن تیمیہ جلد ۱۳، ص ۳٦ و منهاج السنه جلد ۱، ص ۳٥.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس تاریخ سے رافضی شیعہ کی پہچان باقی شیعہ فرقوں سے بالکل مختلف ہوگئی۔ اور یہ لوگ اپنے نام وعقیدہ کی بنیاد پر بالکل ایک مستقل فرقہ بن گئے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ علاوہ ازیں ''مذاہب و فرق'' پر کام کرنے والے علماء کرام نے شیعہ کی طرف منسوب فرقوں پر اپنی کتابوں میں نہایت مفصل گفتگو کی ہے اور ان کے درج ذیل فرقوں میں سے ہر ایک کو باقاعدہ ایک فرقہ شمار کیا ہے: یعنی...... السبئية، والغرابية، والبياتية، والمغيرية، والهاشمية، والخطابية، والعلبائية، والكيسانية، والزيدية الجارودية، والسليمانية، والصالحية، والبترية...... ان میں سے بعض فرقے نہایت ہی برے اور بہت بڑے غلو کا شکار ہوگئے اور بعض دوسروں سے کچھ کم درجے میں غلو کی راہ پر چل رہے ہیں۔ اس موضوع پر تفصیلی معلومات کے لیے: (ا)...... ابوالحسن الاشعری کی ''مقالات الاسلاميين'' (ب)...... الشہرستانی کی ''الملل والنحل'' (ج)...... ابوالطاہر البغدادی کی: ''الفَرق بين الفِرق'' اور (د)...... دکتور غالب بن علی عواجی کی ''فِرق معاصره'' پڑھ لیجیے۔ ان کتب سے آپ کو اس موضوع پر نہایت مفید معلومات مل سکیں گی۔ ان شاء اللہ۔

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصل رابع

رافضی شیعہ کے عقائد میں سے اہم ترین عقیدہ ''امامت''

اثنا عشری رافضی شیعہ اس بات کا پختہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ''نظریہ امامت'' (اُن کے) اسلام کا ایک بنیادی بڑا رکن ہے اور ایمان کے اصول میں سے ایک ''اصل اصیل'' ہے۔ کسی آدمی کا ایمان اس عقیدہ کے بغیر مکمل نہیں ہوتا اور نہ ہی کسی کا عمل قبول ہوگا مگر اس عقیدہ و نظریہ کو حق جاننے کے ساتھ۔ روافض شیعہ کے نزدیک امامت کے مفہوم کی موجودہ صورت کے بارے میں سب سے پہلے جس نے بنیاد رکھی اور اس کی اشاعت کی وہ عبد اللہ بن سبا تھا۔ ابن سبا وہ شخص تھا جس نے اس قول و نظریہ کی تشہیر و اشاعت شروع کی تھی کہ: امامت دراصل نبی کریم ﷺ کی وصیت کا ہی نام ہے اور یہ ''امامت وصی کے ساتھ مخصوص'' ہے۔ اگر اس امامت (وخلافت) پر اس وصی رسول اللہ (علی بن ابوطالب) رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی اور فائز ہو جاتا ہے تو اُس سے براءت بھی واجب ہے اور اُس کی تکفیر (اُسے کافر جاننا اور ماننا) بھی لازم ہے۔

شیعہ کی کتابوں میں اس بات کا اعتراف موجود ہے کہ عبد اللہ بن سبا وہ پہلا شخص تھا جس نے سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کی امامت کی فرضیت کا نظریہ عام کیا تھا اور اُس نے جناب علی رضی اللہ عنہ کے (فرضی) دشمنوں سے براءت کا اظہار سر عام کر دیا تھا۔ ابن سبا نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے مخالفین سے کھلم کھلا دشمنی کا اظہار کر دیا تھا اور اُس نے ان (رسول اللہ ﷺ کے عظیم ساتھیوں اور اُمت کے سب سے کبار اصحاب رضی اللہ عنہم اجمعین) پر کفر کا حکم لگا دیا تھا۔ [1]

عبد اللہ بن سبا دراصل یہودی الاصل والعقیدہ تھا۔ اُس کے نظریات میں سے ایک نظریہ یہ بھی تھا: کہ یوشع بن نون رضی اللہ عنہ جناب موسیٰ علیہ السلام کے وصی تھے۔ چنانچہ اُس نے جب اسلام کا لبادہ اوڑھا تو اُس نے یہی نظریہ سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ پر چسپاں کر دیا۔ اسی نظریہ و عقیدہ کی پہچان پھر آگے رافضی شیعہ کے بڑوں (شیوخ) نے بھی کروائی۔ چنانچہ ابن بابویہ القمی چوتھی صدی ہجری میں شیعہ کے عقائد درج کرتے ہوئے لکھتا ہے: " أَنَّهُمْ يَعْتَقِدُوْنَ بِأَنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ وَصِيًّا أَوْصَى إِلَيْهِ بِأَمْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى ...... (رافضی) شیعہ اس بات کا عقیدہ رکھتے ہیں کہ ہر

---

[1] دیکھئے: "رجال الكشي" ص ۱۰۱۔ اور قمی کی کتاب "المقالات والفرق" ص ۲۰۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبی کا ایک وصی ہوتا ہے کہ جسے وہ اللہ کے حکم سے اپنا وصی بناتا ہے۔ (با قاعدہ مقرر کرتا ہے) ابن بابویہ اس کے بعد بیان کرتا ہے کہ وصیوں کی کل تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار وصی تک پہنچتی ہے۔ اسی طرح المجلسی نے اپنی کتاب میں بیان کیا ہے کہ: سیّدنا علی رضی اللہ عنہ ان تمام وصیوں میں سے آخری وصی تھے۔ ❶

شیعہ کی معروف کتاب ''الکافی'' کے بعض ابواب کے عنوان کچھ اس طرح سے درج ہیں: "بَـابُ أَنَّ الْإِمَـامَةَ عَهْـدٌ مِـنَ الـلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ مَعْهُوْدٌ مِنْ وَاحِدٍ اِلَى وَاحِدٍ" ...... ''یہ باب ہے اس موضوع پر کہ بلاشبہ ''امامت'' ایک معلوم ومقررہ وصیت اور سونپی ہوئی ذمہ داری ہے ایک اللہ عزوجل کی طرف سے صرف ایک ہی (علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ) کی طرف۔''

"بَـابُ مَا نَصَّ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُهُ ﷺ عَلَى الْاَئِمَّةِ وَاحِدًا فَوَاحِدًا" ......''باب ہے اس ضمن میں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ نے تمام (شیعہ روافض کے) اماموں کے بارے میں ایک کے بعد ایک کی تصریح وتعیین کردی ہے۔'' ❷

اس لیے شیعہ کا ایک بڑا شیخ مقداد الحلي (متوفی ۸۲۱ھ) کہتا ہے کہ: شیعہ امامیہ کے نزدیک امامت کا مستحق لازماً وہی شخص ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کی طرف سے باقاعدہ معلوم ومقرر ہو۔ نہ کہ کوئی بھی ایسا شخص کہ جس کی امامت متفق علیہ ہوجائے۔ ❸

شیعہ اثنا عشریہ کا عصر حاضر میں ایک مرجع محمد حسین آل کاشف الغطاء اس بات کا تقرر کرتا ہے کہ: ''بلاشبہ امامت بھی نبوت ہی کی طرح ایک خدائی منصب ہے۔ تو جس طرح اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے اپنی نبوت و رسالت کے لیے جسے چاہتا ہے منتخب کرتا ہے اور پھر اُس کی تائید و مدد ایسے معجزہ کے ساتھ کرتا ہے کہ جو اللہ عزوجل کی طرف سے بالکل نص صریح کی طرح ہوتا ہے، بعینہٖ وہ امامت کے لیے بھی جسے چاہتا ہے منتخب ومختار کرتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو اس کی تصریح وتعیین کے لیے حکم دیتا ہے کہ وہ نبی اپنے بعد اس منتخب شدہ شخصیت کو باقاعدہ لوگوں کے لیے امام مقرر کرے۔'' ❹

ان عبارتوں سے (اوران جیسی بیسیوں عبارتوں اور تشریحات وتفصیلات سے کہ جو شیعہ کی کتب میں موجود ہیں۔) آپ

---

❶ تمام حوالہ جات کے لیے دیکھئے: رجال الكشي، ص: ۱۰۱۔ أصول الشيعة، ۲: ۷۹۲۔ عقائد الصدوق، ص: ۱۰۶۔ بحار الأنوار: ۳۹: ۳٤۲.

❷ دیکھئے: أصول الكافی جلد۱، ص ۲۲۷ اور ص ۲۸٦.

❸ دیکھئے: النافع يوم الحشر ص ٤۷.

❹ دیکھئے: أصول الشيعة ص ٥۸.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے خوب اندازہ لگالیا ہوگا کہ: روافض شیعہ کے نزدیک ''امامت'' کا مفہوم بالکل ''نبوت'' کے معنی ومفہوم میں ہے۔ تو جس طرح اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنی مخلوق میں سے انبیاء کرام علیہم السلام کے لیے چناؤ کرتا ہے اسی طرح وہ اماموں کا انتخاب بھی کرتا ہے۔ ان کی تعیین وتصریح کر دیتا ہے۔ مخلوق کو ان کے بارے میں بتلا دیتا ہے، ان اماموں کے ذریعے اپنی حجت قائم کرتا ہے۔ اپنے معجزات کے ذریعے ان کی تائید ونصرت کرتا ہے، ان پر کتابیں نازل کرتا ہے اوران کی طرف وحی اُتارتا ہے۔ چنانچہ یہ امام نہ ہی تو کوئی کام کرتے ہیں اور نہ ہی کوئی کلام کرتے ہیں مگر صرف اللہ کے حکم اور اُس کی وحی سے۔ گویا کہ امامت درحقیقت ان کے نزدیک نبوت ہی ہوتی ہے اور امام نبی ہوتا ہے۔ صرف نام کا ہی فرق ہے۔ (چاہے نبی کہہ لو اور چاہے امام کہہ لو، بات ایک ہی ہے۔) اسی لیے مجلسی کہتا ہے: ''إِنَّ إِسْتِنْبَاطِ الْفَرْقِ بَيْنَ النَّبِيِّ وَالْإِمَامِ مِنْ تِلْكَ الْأَخْبَارِ لَا يَخْلُوْ مِنْ إِشْكَالٍ''...... ان احادیث سے نبی اور امام کے درمیان فرق کا استنباط واستخراج کرنا اشکال سے خالی نہیں ہے۔'' ❶

پھر کہتا ہے: ''ان اماموں کا نبوت والے وصف سے متصف نہ ہونے والی جہت کو ہم صرف خاتم الانبیاء والی رعایت کے حوالے سے ہی جانتے ہیں۔ (کہ یہ سب خاتم الانبیاء نہیں ہیں، باقی نبوت والی تمام صفتیں ان میں پائی جاتی ہیں۔) اور نہ ہی ہماری عقلیں نبوت اور امامت کے درمیان فرق تک پہنچ رہی ہیں۔'' (یعنی ہم عقلی طور پر نبوت اور امامت میں فرق کر ہی نہیں پا رہے۔) (ایضاً)

تو یہ ہے اثنا عشری شیعوں کا امامت کے بارے میں مفہوم کا نظریہ۔ اس نظریہ پر تنقید وجرح کے لیے یہی بات کافی ہے کہ: ان لوگوں کے پاس سوائے عبد اللہ بن سبا یہودی الاصل والعقیدہ کے نظریہ کے، قرآن وسنت والے دین حنیف میں کوئی سند اور دلیل ہرگز نہیں ہے۔ ❷

البتہ اس بات کے پیش نظر کہ قارئین کتاب ہٰذا کے فائدہ وعلم کے لیے روافض شیعہ کے عقائد ونظریات کے مدلل جوابات ان کی کتابوں سے نقل کر کے ائمہ اہل السنہ والجماعۃ کے دلائل ورد کی روشنی میں اس مسئلہ کو کھولنا نہایت ضروری ہے، اس لیے ہم درج ذیل چار عناوین کے تحت دنیا کے اس اہم ترین مسئلہ کو بمشیئۃ اللہ اپنی پوری سعی وجہد ساتھ کھول کر بیان کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ اللہ عزوجل ہم سب مسلمانوں کے عقائد واعمال کو درست فرماتے ہوئے ہمیں اپنے، اپنے خاتم الرسل نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے اور اپنے دین حنیف، قرآن وسنت والے اسلام کے دشمنوں کی سازشوں سے محفوظ فرما کر

---

❶ دیکھئے: بحار الأنوار جلد ۲۶ ص ۸۲.

❷ تفصیل کے لیے: أصول الشیعة الإمامیة جلد ۲، ص ۷۹۴ دیکھ لیجیے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہماری عاقبت اپنی رضا وخوشنودی کے حصول والی بنا دے۔ اللھم آمین یا ربّ العالمین .

ا..... روافض شیعہ کے نزدیک ''امامت'' کا درجہ ومقام اور جو اس کا انکار کرے اس کے بارے میں حکم۔

ب..... رافضی شیعوں کے نزدیک (معصوم عن الخطا ہونے والا) نظریہ عصمت۔

ج..... اثنا عشری شیعہ امامیہ کے ہاں امامت کے لیے اس کی شروط میں تعیین وتصریح بھی ایک شرط ہے۔

د..... توحید باری تعالیٰ اور اثنا عشری شیعہ امامیہ۔

آیئے اب ہم ان تمام اُمور ومسائل کا ایک ایک کر کے علمی جائزہ لیتے ہیں:

ا..... روافض شیعہ کے نزدیک ''امامت'' کا درجہ ومقام اور اس کے انکاری کا حکم:

اہل السنہ والجماعۃ کے نزدیک ''مسئلہ امامت'' دین حنیف کے اصول میں سے کوئی باقاعدہ اصل نہیں ہے کہ جن اُصول کے بارے میں ایک مکلّف (بالغ، عاقل، آزاد اور اسلام کی تمام شرائط پر پورا اترنے والے مسلمان) کے لیے لاعلمی اختیار کیے رکھنا جائز نہ ہو۔ (یعنی دین حنیف کے اصول وارکان کے بارے میں ہر مسلمان مرد اور عورت کے لیے جاننا اور علم حاصل کرنا لازم ہے۔) اُمت محمدیہ علی صاحبہا التحیۃ والسلام کے تمام علماء وآئمہ کرام رحمہم اللہ جمیعاً کا یہی بالاجماع فیصلہ ہے۔ ❶

مگر رافضی شیعہ کے نزدیک ''امامت'' کا دوسرا معاملہ ہے۔ چنانچہ ''الکافی'' میں درج روایات ''امامت'' کو ارکانِ اسلام میں سے سب سے بڑا رکن شمار کرتی ہیں۔ الکلینی نے اپنی سند کے ساتھ جناب ابوجعفر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے۔ ابوجعفر فرماتے ہیں: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے۔ (۱)..... نماز پر (۲)..... زکاۃ پر (۳)..... روزے پر (۴)..... حج پر اور (۵)..... ولایت پر۔ اور جس طرح ولایت کے لیے پکار لگائی جاتی ہے اس طرح کسی اور چیز کے لیے آواز نہیں لگائی جاتی۔ مگر لوگوں نے باقی چار ارکان کو تو عملی طور پر اختیار کر رکھا ہے مگر ولایت (وامامت) کو انھوں نے چھوڑ رکھا ہے۔'' ❷

اس سے آپ اندازہ لگایئے کہ: رافضی شیعہ نے ارکانِ اسلام میں سے شہادتین (اللہ رب العالمین کی توحید خالص اور نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت کے اقرار) کو بالکل ہی ختم کر دیا ہے۔ شہادتین کی جگہ انھوں نے ولایت کو لے لیا ہے اور اس کو انھوں نے ارکانِ اسلام میں سب سے عظیم شمار کر رکھا ہے۔ جیسا کہ ان کا یہ کہنا: ''اور جس طرح ولایت کے لیے پکار لگائی جاتی ہے اس طرح کسی اور (قول وعمل والی) چیز کے لیے آواز نہیں

---

❶ دیکھئے: الآمدی کی: غایۃ المرام ص ۳۶۳ اور امام غزالی کی: الاقتصاد ص ۱۳۴.

❷ دیکھئے: أصول الکافی جلد ۲، ص ۱۸.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لگائی جاتی۔'' اسی پر اُن کی ایک اور حدیث بھی دلالت کرتی ہے۔ اس حدیث میں مذکور بالا روایت کی عبارت ذکر کرنے کے بعد اتنا اضافہ اور کیا ہے کہ: راوی کہتا ہے: میں نے کہا؛ حضرت! یہ بتلایئے کہ اس سے بھی افضل چیز کون سی ہے؟ (یعنی دیگر ارکان اسلام سے یا توحید رب العالمین سے؟) تو فرمایا: "اَلْوِلَایَۃُ اَفْضَلُ ...... ہر چیز (قول و عمل) سے افضل ولایت ہے۔'' (ایضاً)

مجلسی کہتا ہے: ''اس میں کوئی شک نہیں کہ: ولایت اور آئمہ کرام علیہم السلام کی امامت کا عقیدہ اور ان آئمہ (شیعہ اثناعشریہ کے اماموں) کی فرمانبرداری کرتے ہوئے ان کے لیے عاجزی و درماندگی اختیار دین کے جملہ اصول میں سے ہے اور یہ عمل و عقیدہ تمام بدنی اعمال میں سب سے افضل ہے۔ اس لیے کہ یہ عقیدہ باقی تمام ارکان و اعمال کی چابی ہے۔ ❶

روافض شیعہ کے عصر حاضر والے علماء میں سے ان کا ایک عالم المظفرؔ کہتا ہے: ہم اس بات کا اعتقاد رکھتے ہیں کہ: امامت دین کے اصول میں سے ایک اصل ہے۔ اس پر عقیدہ رکھے بغیر کسی کا ایمان ہرگز مکمل نہیں ہوتا اور نہ ہی ''نظریہ امامت و ولایت'' میں اپنے آباء و اجداد، اہل خانہ اور اساتذہ کی تقلید کرنا (بات ماننا) جائز ہے چاہے اُن کا (علم و عمل بالقرآن والسنہ میں) مرتبہ و مقام کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو۔ بلکہ اس معاملے میں غور و فکر واجب ہے۔ جیسے توحید رب العالمین اور نبوتِ رحمۃ للعالمین میں امعانِ نظر کی ضرورت ہوتی ہے۔'' ❷

بلکہ ان لوگوں کی روایات اس سے بھی زیادہ بڑی بات تک پہنچ چکی ہیں۔ اس حیثیت سے کہ یہ روافض شیعہ کہتے ہیں: ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سیّدنا علی اور آپ رضی اللہ عنہ کے بعد آنے والے ائمہ کی ولایت کے ساتھ ترقی دی گئی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرائض کی نسبت ''ولایت'' کی وصیت سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کو بہت زیادہ کرتے تھے۔'' ❸

شیعہ روافض کی کتابوں میں رافضی شیعوں کی یہ روایات اور ان جیسی دیگر بہت ساری روایتیں (اور نظریات و اعتقادات) اس بات کی ذمہ دار ہیں کہ یہ نظریات و اعتقاداتِ امامت و ولایت آدمی کے ایمان پر یا پھر (ان کو نہ ماننے کی صورت میں) اُس کے کفر پر فیصلہ کن حکم لگا دیں اور یہ کہ ایک مسلمان آدمی کو اس امامت والے عقیدہ میں کہ جس کا اثناعشری شیعہ اعتقاد و ایمان رکھتے ہیں، صرف اور صرف امامیہ شیعہ کے ساتھ اختلاف کی وجہ سے یہ روایات و نظریات کفر کی تہمت سے متہم کر کے اسے کفر کا سامنا کرنے والا بنا دیں۔ اس لیے ہم نے دیکھا ہے کہ

❶ دیکھئے: "مرآۃ العقول" جلد ۷، ص ۱۰۲.
❷ دیکھئے: عقائد الإمامية ص ۱۰۲.
❸ دیکھئے: بحار الأنوار جلد ۲۳، ص ۶۹.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گزرے ہوئے سابقین بڑے بڑے امامی شیعہ علماء اور ان کے بعد والے ان کے بڑے علماء میں سے بعض تو اس کڑوی حقیقت کی خوب تصریح کرتے ہیں۔ چنانچہ:

ابن بابویہ القمی اپنے رسالہ ''الاعتقادات'' میں لکھتا ہے: ''اور ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ جو آدمی امیر المومنین علی بن ابو طالب علیہ السلام کی امامت (خلافتِ اولیٰ بلا فصل) کے بارے میں جھگڑا کرے تو وہ بلاشبہ اس آدمی کی طرح ہے کہ جو تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی نبوت کے بارے میں جھگڑا کرتا ہے۔ اور ہمارا یہ عقیدہ بھی ہے کہ: جو شخص امیر المومنین علیہ السلام کی امامت و خلافت کا اقرار تو کرتا ہے مگر وہ آپ علیہ السلام کے بعد والے آئمہ میں سے کسی ایک کی بھی امامت کا انکار کرتا ہے تو بلاشبہ وہ بمنزلت اس اعتقاد کے اس آدمی کی طرح ہے جو تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی نبوت کا اقرار تو کرے مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کرے۔'' ❶

یوسف البحرانی اپنے موسوعہ ''الحدائق الناضرہ فی احکام العترہ الطاھرہ'' میں لکھتا ہے: بتلایئے بھلا؛ کیا فرق ہے اس شخص کے درمیان کہ جو اللہ تعالیٰ کا بھی کفر کرے اور اُس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا بھی اور اس آدمی کے درمیان کہ جو آئمہ علیہم السلام کے ساتھ کفر کرے (اُن کو نہ مانے۔) باوجود اس ثبوت کے کہ امامت کا عقیدہ اُصول دین میں سے ہے۔ ❷

المجلسی کہتا ہے: اس بات کو جان لو کہ: لفظ شرط و کفر کا اطلاق اُس شخص پر ہوتا ہے جو امیر المومنین علیہ السلام کی امامت اور آپ کی اولاد میں سے آئمہ کرام علیہم السلام کی امامت کا عقیدہ و اعتقاد نہ رکھتا ہو اور یہ کہ وہ ان آئمہ علیہم السلام پر دوسروں کو فضیلت دیتا ہو۔ یہ عقیدہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ایسے لوگ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہیں گے۔ ❸

ابن المطہر الحلي کہتا ہے: ''برخلاف امام کے زمانے کا کسی زندہ نبی سے خالی رہنے والے امکان کے پیش نظر؛ امامت احسان عام ہے جب کہ نبوت احسانِ خاص ہے۔ عام احسان کا انکار خاص احسان و لطف سے زیادہ شر والا ہوتا ہے۔'' ❹

تو یہ مذکور بالا نظریہ و اعتقاد اُس شخص کو یہود و نصاریٰ سے بھی زیادہ سخت کفر والا کر دیتا ہے جو ان کے اماموں پر ایمان نہیں رکھتا۔ الحلی نے اپنے عقیدہ کی بنیاد اس بات پر رکھی ہے کہ زمانہ کبھی بھی امام سے خالی نہیں

---

❶ دیکھئے: الاعتقادات ص ۱۰۳، اور محمد الخضر کی '' ثمّ ابصرت الحقیقة'' ص ۱۲۷۔

❷ دیکھئے: الحدائق الناضرہ...... الخ جلد ۱۸، ص ۱۵۳۔

❸ دیکھئے: بحار الانور جلد ۲۳، ص ۳۹۰۔

❹ دیکھئے: الألفین ص ۳ اور '' أُصول الشیعة الإمامیة '' جلد: ۲، ص: ۸۶۷۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتا۔ یہ نظریہ اس بات کی طرف واضح اشارہ ہے کہ: ان اثنا عشری شیعہ کے عقیدہ میں سے اُن کے منتظر، غائب امام کے وجود پر ایمان رکھنا لازم ہے۔ جب کہ شیعہ کے دوسرے گروہ اس عقیدہ کا انکار کرتے ہیں اور نسب و تاریخ کے محقق علماء نے اس بات کا اقرار کر رکھا ہے کہ: درحقیقت ان لوگوں کا بارہواں امام تا ہنوز پیدا ہی نہیں ہوا۔ اُدھر رافضی شیعوں کا یہ بڑا شیخ و عالم (ابن المطہر الحلی) اس بات کا فتویٰ دے رہا ہے کہ اس کا انکار کفر سے بھی بڑا گناہ ہے۔ ❶

روافض شیعہ کا ایک بڑا عالم ''المفید'' اپنی کتاب ''المسائل'' میں اس موقف و مسلک پر شیعوں کا اجماع و اتفاق نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ اُمت اسلامیہ کافر ہے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے: "اِتَّفَقَتِ الْإِمَامِيَّةُ عَلَى أَنَّ مَنْ أَنْكَرَ إِمَامَةَ أَحَدٍ مِنَ الْأَئِمَّةِ ، وَجَحَدَ مَا أَوْجَبَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى لَهُ مِنْ فَرْضِ الطَّاعَةِ...... فَهُوَ كَافِرٌ ضَالٌّ مُسْتَحِقٌّ لِلْخُلُوْدِ فِي النَّارِ" ......''امامی اثنا عشری شیعہ کا اس بات پر اتفاق (اجماع) ہے کہ بلاشبہ جو آدمی آئمہ علیہم السلام میں سے کسی بھی امام کا انکار کرے اور (ان کی) اطاعت کو فرض کرنے کے حوالے سے کہ اللہ نے جو اس پر واجب کر رکھی ہے، اگر وہ جھگڑا کرے......تو وہ گمراہ کافر ہے جو جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہنے کا مستحق ہے۔ ❷

ان امامیہ اثنا عشری، روافض شیعہ کا معاملہ ان کے عالم کبیر نعمۃ اللہ الجزائری کے ذریعے اس حد تک پہنچ چکا ہے کہ وہ امامت والے قضیہ کی بنیاد پر باقی تمام مسلمانوں سے شیعہ کے بالکل الگ ہونے کا اعلان کر رہا ہے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے: "لَمْ نَجْتَمِعْ مَعَهُمْ عَلَى إِلٰهٍ وَّلَا نَبِيٍّ وَلَا عَلَى إِمَامٍ وَذٰلِكَ أَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ: إِنَّ رَبَّهُمْ هُوَ الَّذِيْ كَانَ مُحَمَّدٌ ﷺ ، نَبِيُّهُ ، وَخَلِيْفَتُهُ بَعْدَهُ أَبُوْبَكْرٍ وَنَحْنُ لَا نَقُوْلُ بِهٰذَا الرَّبِّ وَلَا بِذٰلِكَ النَّبِيِّ ، بَلْ نَقُوْلُ: إِنَّ الرَّبَّ الَّذِيْ خَلِيْفَةُ نَبِيِّهِ أَبُوْبَكْرٍ لَيْسَ رَبَّنَا وَلَا ذٰلِكَ النَّبِيُّ نَبِيُّنَا ."...... ہم ان مسلمانوں کے ساتھ نہ ہی تو ایک اللہ پر متفق ہیں، نہ ہی ایک نبی پر اور نہ ہی ایک امام (خلیفۃ المسلمین) پر۔ یہ اس لیے کہ وہ (تمام اہل السنہ والجماعۃ، اہل الحدیث سلفی مسلمان) کہتے ہیں: بلاشبہ اُن کا رب وہی ہے کہ جس کا نبی محمد تھا، ﷺ۔ اور اس نبی کا خلیفہ اُس کے بعد (بلافصل) ابوبکر تھا۔ ہم نہ ہی تو اس رب کا اقرار کرتے ہیں اور نہ ہی اس نبی کا اقرار کرتے ہیں۔ بلکہ ہم کہتے ہیں: ''بلاشبہ وہ رب کہ جس کے نبی کا خلیفہ ابوبکر تھا وہ ہمارا رب نہیں ہے اور نہ ہی وہ نبی ہمارا نبی ہے۔'' ❸

❶ دیکھئے: اصول الشیعة الإمامية جلد ۲، ص ۸۶۷۔

❷ دیکھئے: المفید کی "المسائل" جلد ۸ ص ۳۶۶۔ یہ بات اُس نے مجلسی کی کتاب ''البحار'' سے نقل کی ہے۔

❸ دیکھئے: "الانوار النعمانیہ" جلد ۲، ص ۲۷۹۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلاشبہ امامی اثنا عشری شیعہ کے نزدیک ''امامت'' نبوت کی مماثل و مقابل ہوتی ہے بلکہ اس سے بھی بڑی۔ اور یہ ان کے ہاں ان کے دین کی اصل اور اس کی اساسی بنیاد ہے۔ اس لیے اثنا عشریہ شیعہ کے اماموں میں سے کسی ایک کی امامت کا بھی جس نے انکار کیا تو اُن کے نزدیک اس کے بارے میں حکم یہ ہے کہ ایسے شخص نے غلو مذکور بالا کی بنیاد پر گویا تمام کے تمام اماموں کا انکار کیا۔ درآں حال کہ اُنھوں نے ایسے آدمی پر کفر کا بھی حکم لگایا ہے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم سے جلنے کا بھی۔ ان رافضی شیعہ نے اثنا عشری شیعہ کے علاوہ مسلمانوں کی تمام جماعتوں پر لعن طعن کرنے اور انھیں مرتد قرار دینے کے لیے خصوصیت اختیار کر رکھی ہے۔ چنانچہ ہم انہی کی کتابوں سے امت اسلامیہ کے الگ الگ طبقات پر ان کے کفر والے عقیدہ ونظریہ کو بالترتیب بیان کرتے ہیں۔

(ا)...... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو روافض کا کافر قرار دینا:

روافض شیعہ کی کتابیں مہاجرین و انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں کہ جن سے اللہ تبارک و تعالیٰ راضی ہوگیا تھا اور وہ اللہ کریم سے راضی ہوگئے تھے، طعن و تشنیع اور تکفیر سے بھری پڑی ہیں۔ اسی طرح غزوۂ بدر، بیعت رضوان والے اور باقی تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بارے میں بھی۔ ہم ان اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں سے (بقول ان کے) صرف تھوڑی سی (چند گنتی کی) تعداد کو ہی مستثنا قرار دے سکتے ہیں۔ یعنی وہ تعداد کہ جن کو ایک ہاتھ کی انگلیوں پر گنا جاسکتا ہے۔ یہ مسئلہ ان کی کتابوں کے ظاہر اور نشر ہونے کے بعد اُن امور میں سے ہوگیا ہے کہ جسے تقیہ کے ذریعے چھپایا نہیں جاسکتا۔ [1]

اسی طرح بعض کبار اہل علم اور اصحابِ مقالات اس معاملہ پر کہ جو امامیہ اثنا عشری شیعہ کے نزدیک بہت اہم تھا مطلع ہوئے اور انھوں نے اس سے اُمت کو خبردار کیا۔ چنانچہ قاضی عبدالجبار لکھتے ہیں: ''اور جہاں تک امامیہ کا تعلق ہے تو وہ لوگ اس بات کا عقیدہ و ایمان رکھتے ہیں کہ: بارہ اماموں کی امامت کی طرف طریق ایک نص جلی ہے کہ جو ہر اُس آدمی کو کافر قرار دیتی ہے جو اس عقیدہ کا انکار کرے اور اس کی تکفیر کو واجب کرتی ہے۔ چنانچہ اپنے اس اُصول و قاعدہ کی بنیاد پر انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو کافر قرار دیا ہے۔'' [2]

اسی معنی کے قریب قریب شیخ عبدالقادر البغدادی نے بیان کیا ہے۔ ''اور جہاں تک امامیہ (اثنا عشری شیعہ) کا تعلق ہے تو ان میں سے اکثر یہ گمان و یقین رکھتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مرتد ہوگئے تھے، سوائے علی بن ابوطالب اور ان کے دونوں بیٹوں اور کچھ دیگر اصحاب کے جن کی تعداد تیرہ تک پہنچتی ہے۔ [3]

---

[1] دیکھیے: اصول الشیعة الامامیة: ۲/۸۶۸۔
[2] شرح الاصول الخمسة ص ۷۶۱۔
[3] دیکھیے: الفرق بین الفرق ص ۳۲۱۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''رافضی کہتے ہیں: بلاشبہ مہاجرین وانصار صحابہ نے نص صریح کو چھپا لیا تھا۔ چنانچہ اسی بنیاد پر وہ سوائے تھوڑی سی تعداد کے سب کافر ہوگئے تھے...... یعنی دس سے کچھ اوپر ان کی تعداد تھی۔ پھر وہ کہتے ہیں: بلاشبہ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما اور ان دونوں جیسے سب منافق ہوگئے تھے۔ یہ شیعہ یوں بھی کہتے ہیں: یہ صحابہ کرام ایمان تو لائے تھے مگر بعد میں کافر ہوگئے۔'' اثنا عشری شیعہ کی کتابیں بیان کرتی ہیں کہ: سوائے تین آدمیوں کے تمام صحابہ ابوبکر (رضی اللہ عنہم جمیعاً) کو خلیفہ بلافصل قبول کر لینے کی وجہ سے بالتحقیق مرتد ہوگئے تھے۔'' ان شیعہ کی بعض روایات ارتداد سے بچ جانے والوں کی تعداد میں اضافہ بھی کرتی ہیں۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ: تین تھے، یا امامت علی رضی اللہ عنہ تک چار اور بھی تھے۔ تاکہ ان کا مجموعہ سات ہو جائے۔ اس تعداد سے وہ مزید نہیں بڑھاتے۔ ان شیعہ نے اپنی معتمد علیہ کتب (مصادر کتب) میں سے اس بے بنیاد نظریہ کی خبروں کو عام رواج دے دیا۔ (اور یہ بات ان کی زبانوں پر بھی زد عام ہوگئی۔) چنانچہ اُنھوں نے اس بات کو اپنی سب سے پہلی کتاب کہ جو ظاہر ہو کر شائع ہوگئی، یعنی سُلیم بن قیس کی کتاب میں اس کو درج کر دیا۔ پھر شیعہ روافض کی کتابوں میں اس افتراء وکذب والی رپورٹ کو پے در پے لکھنا شروع کر دیا اور اس کی اشاعت کرنے لگے۔ ان کی سب سے ثقہ چار کتابوں میں سے سب سے اوّل درجے کی کتاب ''الکافی'' میں درج کیا گیا۔ ''رجال الکشی'' ان کی اسماء الرجال پر ایک متداول ومعتمد علیہ کتاب ہے اور اسی طرح ان کے دیگر مصادر میں بھی پھر ایسا ہی درج کیا گیا۔ [1]

(۲)...... اہل بیت رضی اللہ عنہم کو شیعہ کا کافر قرار دینا:

بلاشبہ وہ روایات (شیعہ روافض کی) جو دنیا جہان پر تاریخ انسانی کے سب سے زیادہ منفرد مثالی معاشرہ کے افراد پر جو مرتد ہونے کا حکم لگاتی اور ان سب اصحابِ خیر القرون میں سے صرف سات افراد کو مومن قرار دیتی ہیں تو اُن کی یہ روایتیں ان سات افراد کے ضمن میں اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے سوائے سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے کسی اور کا تذکرہ نہیں کرتیں اور پھر جس روایت میں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو اہل بیت میں سے ایمان کے لیے مستثنیٰ کیا گیا ہے، وہ عن ابی جعفر رحمہ اللہ فضیل بن یسار کی روایت ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ: (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے ساتھ ہی سوائے چار آدمیوں کے سب کے سب مسلمان اہل جاہلیت والے نعوذ باللہ مرتد) ہوگئے تھے۔ یہ چار لوگ تھے۔ علی بن ابوطالب، مقداد بن اسود، سلمان فارسی اور ابوذر غفاری رضی اللہ عنہم۔ فضیل بن یسار کہتے ہیں؛ میں نے ابوجعفر رحمہ اللہ سے پوچھا: اور عمار بن یاسر؟ (اُن کے بارے میں کیا خیال ہے؟) تو آپ نے کہا: اگر تم یہ چاہتے ہو کہ ایسے لوگوں کے بارے میں دریافت کرو کہ جن کے دلوں میں اس طرح کی (نفاق وکفر اور

[1] تفصیل کے لیے دیکھئے: کتاب سُلَیم بن قیس ص۷٤، ص ۷۵ و رجال الکشی ص ٦ تا ۱۱ و اُصول الشیعة الإمامیة: ۲/ ۷۸۰.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ارتدادوالی) کوئی چیز داخل ہی نہیں ہوئی تھی تو پھر علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ باقی یہ مذکور بالا تین افراد ہی تھے۔ ❶

ان نصوص میں ارتداد کا حکم (شیعہ روافض کی کتب میں) تمام صحابہ کرام اور اہل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ داروں سب حضرات گرامی قدر کو شامل ہے۔ جب کہ ان روایات کا وضع کرنے والا (جھوٹا اور کذاب شیعہ) یہ گمان کر رہا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کے لیے تشیع کی کوئی خدمت سرانجام دے رہا ہے۔ حالانکہ یہ بات اس سازش کی واضح دلیل ہے کہ: تشیع صرف اور صرف ایک پردہ ہے جس کے پیچھے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کچھ نہایت ہی خبیثانہ اغراض و مقاصد کی تنفیذ مقصود العین ہے۔ (وطن عزیز پاکستان میں آج ہم یہ نفاذ و تنفیذ اپنے سامنے رافض شیعوں کے ہاتھوں دیکھ رہے ہیں۔) بلاشبہ ان روایات کے گھڑنے والے صراحتاً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی عزیزوں کے کھلے دشمن ہیں۔ ❷

روافض شیعہ نے اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام افراد محترمین رضی اللہ عنہم کو اپنی طعن و تشنیع اور تکفیر و تبرا کا بالخصوص نشانہ بنا رکھا ہے۔ جیسے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا سیّدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے بارے میں ظالم کہتے ہیں کہ اللہ عزوجل کا یہ فرمان انہی کے بارے میں نازل ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَمَنْ كَانَ فِي هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا ۝﴾ (الاسراء: ۷۲)

''اور جو اس میں اندھا رہا تو وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا اور راستے سے بہت زیادہ بھٹکا ہوا ہوگا۔''

اسی طرح جناب عباس کے صاحبزادہ سیّدنا عبداللہ رضی اللہ عنہما کو بھی ان ظالموں نے اپنی طعن و تشنیع اور تکفیر و تبرا کا خصوصی نشانہ بنا رکھا ہے جو کہ اس اُمت کے نہایت ہی بڑے عالم اور ترجمان القرآن تھے۔ ان کے بارے میں شیعہ لکھتے ہیں کہ: آپ رضی اللہ عنہ نہایت بیہودہ کم عقل آدمی تھے۔ (العیاذ باللہ) ❸

(نقل کفر، کفر نہ باشد) ان کی کتاب ''الکافی'' اور ''رجال الکشی'' میں یوں درج ہے: ''اَللّٰهُمَّ الْعَنْ ابْنَيْ فُلَانٍ وَاعْمِ اَبْصَارَهُمَا كَمَا عَمِيَتْ قُلُوْبُهُمَا وَاجْعَلْ عَمِيَ اَبْصَارِهِمَا دَلِيْلًا عَلٰى عَمِيِ قُلُوْبِهِمَا ...... اے اللہ! فلاں شخص کے دونوں بیٹوں پر لعنت کر اور ان دونوں کو اندھا کر دے جیسے تو نے ان دونوں کے دلوں کو اندھا کر رکھا ہے۔ اور ان کی آنکھوں کے اندھا پن کو ان کے دلوں کے اندھا پن پر دلیل

---

❶ دیکھئے: تفسیر العیاشی: ۱/۱۹۹، البرہان ۱/۳۱۹۔ تفسیر الصافی ۱/۳۸۹۔ أصول الشیعة الإمامیة: ۲/۸۹۱۔

❷ تفصیل کے لیے: أصول الشیعة الامامیة جلد۲، ص ۸۹۱ دیکھ لیجیے۔

❸ دیکھئے: أصول الکافی جلد۱، ص ۲۴۷۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بنا دے۔'' ❶

اس عبارت پر رافضی شیعوں کے عالم مولوی حسن مصطفوی نے تعلیق درج کرتے ہوئے لکھا ہے: هُمَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ وَعُبَيْدُاللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ...... ان دونوں سے مراد عبداللہ وعبیداللہ ابناء عباس ہیں۔'' (رضی اللہ عنہم) ❷

اثنا عشری رافضی شیعوں کے بغض و عناد اور غضبنا کی کا شکار نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری بیٹیاں بھی ہیں۔ چنانچہ ان کو ان حضرات کے ساتھ ذکر نہیں کیا جاتا کہ جنھیں تکفیر سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے۔ بلکہ بعض شیعہ مولویوں نے اس بات سے ہی انکار کر دیا ہے کہ سیّدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے علاوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی باقی صاحبزادیاں بھی آپ کی بیٹیاں تھیں۔ ❸

تو بتلایئے! کیا ایسا شخص کبھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرے گا جو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اطہر اور آپ کی صاحبزادیوں کے بارے میں اس طرح کی بات کرے؟ ❹

''الکافی'' کے مصنف نے اپنی روایات میں اس بات کو نص بنا کر پیش کیا ہے کہ: ہر وہ شخص جو بارہ اماموں پر ایمان نہیں رکھتا وہ کافر ہے، اگرچہ وہ علوی اور فاطمی کیوں نہ ہو۔ ❺ درحقیقت یہ بات بدون استثناء تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو کافر قرار دینے کے لیے ان ظالموں نے بیان کی ہے اور صحابہ کرام کے بعد والے تمام اہل ایمان کو بھی یہ اُن کا عقیدہ و نظریہ شامل ہے کہ جن میں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل اور تمام اصحاب بھی آ جاتے ہیں۔ اس لیے کہ ان اہل ایمان و اسلام کو اس بارہ اماموں پر ایمان والے نظریہ کا علم ہی ۲۶۰ھ کے بعد ہو سکا تھا۔

اسی طرح ان روافض شیعہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات (أمہات المومنین رضی اللہ عنہن) پر بھی کفر کا فتویٰ لگانے کا اعتراف اپنی کتابوں میں کر رکھا ہے اور اپنی نصوص میں ان طاہرات و مطہرات اُمہات المومنین میں سے کسی کو بھی مستثنیٰ نہیں کیا۔ یہ ظالم صدیقہ کائنات سیّدہ عائشہ بنت ابی بکر الصدیق اور اُمّ المومنین سیّدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہم اجمعین کو تو بالخصوص لعن طعن اور تکفیر کا نشانہ بناتے ہیں۔ ❻

---

❶ دلیل کے لیے دیکھئے: رجال الکشی ص ۵۲.

❷ دیکھئے: أصول الشیعة الإمامیة جلد۲، ص ۸۹۲.

❸ دیکھئے: کشف الغطاء/ جعفر نجفی کی ص ۵ اور أصول الشیعة جلد۲، ص ۸۹۲.

❹ دیکھئے: اصول الشیعة الامامیة جلد۲، ص ۸۹۲.

❺ اصول الکافی جلد۱، ص۳۷۲،۳۷۴.

❻ تفصیل کے لیے دیکھئے: أصول الکافی جلد۱، ص ۳۰۰ و رجال الکشی ص ۵۷، ۶۰ و أصول الشیعة الإمامیة جلد۲، ص ۸۹۳.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان روافض کے شیخ مولوی مجلسی نے اپنی کتاب ''بحار الانوار'' میں ایک باب کا عنوان قائم کیا ہے: "باب أحوال عائشة وحفصة" اوراس کے تحت بارہ روایات درج کی ہیں۔ جب کہ دوسرے ابواب میں باقی روایتیں بیان کر کے ان تمام روایتوں میں ان رافضیوں نے رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ اطہر اور آپ ﷺ کے اہل بیت کو آخری حد کی ایذاء (بذریعہ گالی گلوچ واتہام اور بذریعہ تکفیر) پہنچائی ہے۔ حتیٰ کہ ان بدبختوں نے اُس صدیقہ کائنات، طاہرہ ومطہرہ زوجۂ رسول اللہ ﷺ اُمّ المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما پر افتراء و بہتان باندھا ہے کہ جس ذاتِ اطہر کو اللہ رب السموات والارضین نے ساتوں آسمانوں کے اوپر سے اپنے عرش عظیم وکریم پر تشریف فرما ہوتے ہوئے ایسے اتہام سے بری قرار دیا ہے۔ ان رافضیوں کی ''تفسیر القمی'' میں کہ جو ان کی اصل اصول تفسیر ہے اس ضمن میں ایسی شنیع و بے حیاء قسم کی جھوٹی تہمت درج ہے کہ جو قرآن حکیم کی کھلم کھلا تکذیب کرتی ہے۔ (العياذ بالله من هذه الهفوات والشنيعات) ❶

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ سورۃ النور کی تفسیر میں لکھتے ہیں: تمام کے تمام اہل علم (سب کے سب کبار علماء اُمت وآئمہ کرام) رحمہم اللہ جمیعاً کا اس بات پر اجماع ہے کہ: ''سورۃ النور کی آیت ۱۱ میں جس آدمی (عبداللہ بن ابی ابن سلول المنافق الأکبر قبحہ اللہ) کا ذکر آیا ہے، جو بھی شخص اس منافق جیسی تہمت صدیقۂ کائنات، اُمّ المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر دھرے گا اور آپ رضی اللہ عنہا کو برا بھلا کہے، تو بلاشبہ وہ کافر ہے۔ اس لیے کہ ایسا کوئی شخص جان بوجھ کر قرآن کو ٹھکرانے والا ہے۔ ❷

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''تو ہر وہ شخص کہ جو صدیقۂ کائنات، طاہرہ ومطہرہ اُمّ المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو برا بھلا کہے یعنی اُس عائشہ بنت ابوبکر اُمّ المومنین والمومنات کو کہ جسے اللہ رب العرش الکریم نے اس بہتان وافتراء سے بری قرار دیا ہے، تو وہ صراحتاً اللہ عزوجل کو جھٹلانے والا ہے اور جو آدمی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو جھٹلائے وہ کافر ہے۔ ❸

(۳)...... رافضیوں کا خلفاءِ راشدین المہدیین کو اوران کی حکومتوں کو کافر قرار دینا:

امامیہ رافضی شیعوں کے دین میں یہ بات بھی بحیثیت اصل الاصول شامل ہے کہ: رافضی امامی حکومت کے

---

❶ تفصیل کے لیے: بحار الانوار ج۲، ص ۲۴۵ تا ۲۴۷ اور تفسیر القمی جلد۲، ص۳۷۷ دیکھ لیجیے۔

❷ دیکھیے: تفسیر ابن کثیر جلد۳، ص ۲۸۹، ۲۹۰ "الصارم المسلول" ص: ۵۱.

❸ دیکھیے: تفسیر القرطبي جلد۱۲، ص ۲۰۶.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علاوہ ہر (مسلمان کی) حکومت باطل (اور ناحق ہے) ہے اور ایسی حکومت کا ہر حاکم و امیر ظالم طاغوت ہے کہ جس کی اللہ عزوجل کے سوا عبادت کی جاتی ہے۔ جو شخص ایسے حاکم کی بیعت کرتا ہے وہ بلاشبہ غیر اللہ کی عبادت کرتا ہے۔ ان رافضیوں کے ایک عالم ''الکلینی'' نے اپنی کتاب ''الکافی'' میں اس معنی کو چند ابواب میں درج کیا ہے۔ مثلاً ''باب من ادّعی الإمامة وليس لها بأهل ومن جحد الأئمة أو بعضهم ومن أثبت الإمامة لمن ليس لها بأهل'' میں اُس نے اپنے اماموں کے بارے میں بارہ (جعلی، من گھڑت اور موضوع) حدیثیں بیان کی ہیں اور پھر ''باب فيمن دان لله عزوجل بغير امام من الله جل جلاله'' میں اس نے اسی قبیل کی پانچ احادیث (موضوع و منکر روایات) درج کی ہیں۔

ان روافض کے اعتقاد و عقیدہ میں ہے کہ: امیر المومنین سیّدنا علی بن ابو طالب اور سیّدنا حسن رضی اللہ عنہما کے علاوہ باقی تمام کے تمام مسلمانوں کے خلفاء طاغوت تھے۔ اگر چہ وہ سب کے سب حق کی طرف دعوت کیوں نہ دیتے تھے اور اگر چہ وہ اہل بیت کے ساتھ احسان کیوں نہ کرتے تھے اور اگر چہ وہ اللہ کی حدوں اور اس کی شریعت مطہرہ کو قائم کیوں نہ کرتے تھے۔ یہ اس وجہ سے کہ روافض شیعہ اس بات کا عقیدہ رکھتے ہیں کہ: ''ہر وہ جھنڈا جو ان کے گمان و زعم میں القائم بامر اللہ، مہدی منتظر کے جھنڈے سے پہلے بلند کیا جائے گا اس جھنڈے کا لہرانے، اُٹھانے والا طاغوت ہے۔'' ❶

ان کی کتاب ''الکافی'' کا شارح کہتا ہے: اگر چہ اس جھنڈے کو بلند کرنے والا حق کی طرف دعوت کیوں نہ دیتا ہو۔ ❷ رافضیوں کے مولوی ''المجلسی'' نے اپنے بنائے ہوئے پیمانوں اور اُصولوں کے مطابق اس روایت پر صحیح ہونے کا حکم لگایا ہے۔ ❸

(۴)......اسلامی ملکوں پر حکم کہ یہ دار الکفر ہیں:

ان رافضی شیعوں کی واضح عبارتوں میں درج ہے کہ: ان لوگوں نے مسلمانوں کے ملکوں اور شہروں کو بھی سبّ و شتم کا نشانہ بنایا ہے اور ان ملکوں، شہروں کے رہنے والوں کو خصوصیت کے ساتھ کافر قرار دیا ہے۔ بلکہ یہ لوگ ان ملکوں، علاقوں اور شہروں کے لوگوں کو نسبتاً زیادہ لعن طعن کا نشانہ بناتے ہیں جو دین حنیف، اسلام اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا زیادہ التزام کرنے والے ہوں۔ چنانچہ اُنھوں نے خیر القرون کے زمانے

❶ دیکھئے: الکافی جلد ۱، ص ۳۷۲ تا ۳۷۶ والکافی بشرح المازندانی جلد ۱۲ ص ۳۷۱، وبحار الأنوار جلد ۲۵، ص ۱۱۳ وأصول الشیعة الامامیة جلد ۲، ص ۸۹۶.

❷ دیکھئے: أصول الشیعة الإمامیة جلد ۲، ص ۸۹۶.

❸ دیکھئے: ''مرآة العقول'' جلد ٤، ص ۳۷۸ و أصول الشیعة الإمامیة جلد ۲، ص ۸۹۶.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین و تبع تابعین کرام رحمہم اللہ جمیعاً کے ادوار) میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے رہنے والوں کے کفر کی سب سے زیادہ تصریح و توضیح کی ہے۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں یہ لوگ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے رہائشیوں کے بارے میں کہتے تھے: شام والے مسلمان، رومیوں (عیسائیوں) سے زیادہ برے ہیں اور مدینہ والے مکہ والوں سے زیادہ برے ہیں۔ جبکہ اہل مکہ کھلم کھلا اللہ کے ساتھ کفر کر رہے ہیں۔ یہ لوگ یوں بھی کہتے ہیں: بلاشبہ مکہ والے (خیر القرون کے لوگ) اللہ تعالیٰ کے ساتھ کھلم کھلا واضح کفر کر رہے ہیں اور بلاشبہ مدینہ والے، مکہ والوں سے بھی زیادہ خبیث ہیں، ان سے ستر گناہ زیادہ خبیث۔ ❶

یہ بات تمام اہل علم مسلمان جانتے ہیں کہ بالخصوص خیر القرون کے (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین و تبع تابعین کرام رحمہم اللہ جمیعاً کے زمانہ والے) اہل مدینہ دوسرے تمام ملکوں (اور دوسرے زمانہ کے لوگوں) کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کی اتباع زیادہ کرنے والے تھے۔ اہل مدینہ چھٹی صدی ہجری کے تقریباً آخر تک اپنے مالکی مذہب یعنی امام مالک بن انس، امام دار الہجرہ رحمہ اللہ کے مسلک تمسک بالکتاب والسنہ پر کاربند چلے آ رہے تھے اور پھر اس زمانہ (۶۰۰ ہجری) کے آخر یا اس کے آغاز میں ہی مشرقی ملکوں (عراق اور ایران) کی طرف سے مدینہ، مکہ اور حجاز میں رافضی آئے اور اُنھوں نے ان شہروں کے اکثر باشندوں کا مذہب خراب کر دیا۔ ❷

ملک مصر اور مصریوں کے بارے میں یہ لوگ کہتے ہیں: مصریوں پر جناب داؤد علیہ السلام کی زبانی لعنت کی گئی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے بعض کو خنزیر بنا دیا اور بعض کو بندر۔ ❸ دوسرا ان کا مولوی لکھتا ہے: بنو اسرائیل میں سے جس پر بھی اللہ کا غضب نازل ہوا، اُسے اللہ تعالیٰ نے مصر میں بھیج دیا اور جب اُن سے راضی ہوگیا تو اُنہیں مصر سے نکال کر کسی دوسرے ملک میں لے آیا۔ رافضی شیعہ یہ بھی کہتے ہیں کہ: سب ملکوں سے زیادہ برا ملک مصر ہے۔ بنو اسرائیل میں سے جن لوگوں پر بھی اللہ تعالیٰ ناراض ہوا مصر میں اللہ نے اُس قید کر دیا۔ ❹

یہ رافضی یوں بھی کہتے ہیں: ''یہ لوگ مصر میں جا کر پناہ گزین و گوشہ نشین ہوگئے لیکن وہاں پر ان کو مستقل رہنے کی آرزو کرنے کی اجازت نہیں دی گئی تھی۔ اس لیے کہ یہاں مصر میں مستقل رہنا بے غیرت و بے حیا بنا دیتا ہے۔'' ❺

---

❶ دیکھئے: أصول الکافی جلد۲، ص ۴۰۹، ص ۴۱۰.

❷ دیکھئے: شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا "الفتاوی" جلد ۲۰، ص ۲۹۹، ص ۳۰۰.

❸ دیکھئے: بحار الانوار جلد ۶۰ ص ۲۰۸ و تفسیر القمی ص ۵۹۶.

❹ دیکھئے: تفسیر العیاشی جلد ۱، ص ۳۰۴، ص ۳۰۵ و "البرهان" جلد ۱، ص ۴۵۶، ص ۴۵۷.

❺ دیکھئے: بحار الانوار جلد ۶۰ ص ۲۱۱ و أصول الشیعة جلد ۲، ص ۹۰۰.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان رافضی شیعہ کے پاس ملک مصر کی مذمت اور مصریوں کی ہجو میں کئی ایک (جھوٹی، موضوع) روایات موجود ہیں کہ جن میں یہاں کے رہنے سے بچ کر رہنے کی تاکید بھی شامل ہے۔ ان ظالموں نے ان روایات کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف کر رکھی ہے اور اپنے امام محمد الباقر رحمہ اللہ کی طرف اور جناب علی الباقر رحمہ اللہ کی طرف۔ مصر میں پہلے غلبہ والے اسلامی ادوار کے زمانوں میں رافضی مولویوں کی یہ رائے تھی جو آج بھی ان کی کتابوں میں درج ہے۔ المجلسی نے ان نصوص کا پیچھا کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: خیر القرون والے زمانوں میں مصر شر البلاد بن گیا تھا۔ اس لیے کہ اُس وقت مصر کے رہنے والے (صحابہ کرام وتابعین عظام) دنیا جہان کے تمام لوگوں سے زیادہ شقی اور سب سے زیادہ کفر کرنے والے ہوگئے تھے۔ ❶

ان عبارتوں سے یہ بات بالکل واضح طور پر سمجھ آرہی ہے کہ: ملک مصر اور وہاں کے رہنے والوں کے بارے میں رافضیوں کے کینہ وحسد اور غصہ کی یہ کھلی تعبیر ہے اور یہ اس وجہ سے ہے کہ جناب صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ کے ہاتھوں ان کے بھائیوں عبیدی اسماعیلیوں کی حکومت کا سقوط ہوگیا تھا، وہ صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ کہ جس نے ارضِ کنانہ کو ان کی غلاظت وگندگی سے بالکل پاک کردیا تھا۔ ملک مصر اور اہل مصر کے بارے میں گمراہی کے اندھیروں میں چھپے یہ الفاظ کہاں اور امام مسلم رحمہ اللہ کی صحیح میں قائم وہ باب کہاں ہیں؟ جس کا عنوان ہے: ''بَابُ وَصِيَّةِ النَّبِيِّ ﷺ بِأَهْلِ مِصْرَ .'' ❷

---

❶ بحار الانوار جلد ۵، ص ۲۰۸ دیکھ لیں۔

❷ یہ باب صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابہ میں قائم کیا گیا ہے۔ اس باب کے تحت دو احادیث درج ہیں۔ پہلی حدیث (۶۴۹۳) جناب ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّكُمْ سَتَفْتَحُونَ أَرْضًا يُذْكَرُ فِيهَا الْقِيرَاطُ ، فَاسْتَوْصُوا بِأَهْلِهَا خَيْرًا ، فَإِنَّ لَهُمْ ذِمَّةً وَرَحِمًا ، فَإِذَا رَأَيْتُمْ رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلَانِ فِي مَوْضِعِ لَبِنَةٍ فَاخْرُجْ مِنْهَا .))

''بلاشبہ تم لوگ مستقبل قریب میں ایک ملک کو فتح کروگے جہاں ''قیراط'' کا رواج ہوگا (قیراط...... درہم و دینار جیسا ایک سکہ تھا جس کا رواج اُس دور میں مصر میں عام تھا۔) وہاں کے لوگوں سے بھلائی کرنا۔ اس لیے کہ ان کا حق بھی ہے تم پر اور ان کا رشتہ و ناطہ بھی تم لوگوں (عربوں) سے ہے۔ (ابوالعرب جناب اسماعیل بن ابراہیم علیہ السلام کی والدہ سیدہ ہاجرہ رضی اللہ عنہا مصر کی تھیں۔) جب تم وہاں دو شخصوں کو باہم ایک کچی اینٹ کی جگہ پر لڑتے ہوئے دیکھو تو تم (ابوذر!) وہاں سے بھاگ کھڑے ہو۔''

دوسری حدیث (۶۴۹۴) بھی جناب ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے۔ اس کے الفاظ یوں ہیں:

((إِنَّكُمْ سَتَفْتَحُونَ مِصْرَ ، وَهِيَ أَرْضٌ يُسَمَّى فِيهَا الْقِيرَاطُ ، فَإِذَا فَتَحْتُمُوهَا فَأَحْسِنُوا إِلَى أَهْلِهَا ، فَإِنَّ لَهُمْ ذِمَّةً وَرَحِمًا . " أَوْ قَالَ: "ذِمَّةً وَصِهْرًا ، فَإِذَا رَأَيْتَ رَجُلَيْنِ يَخْتَصِمَانِ فِيهَا فِي مَوْضِعِ لَبِنَةٍ فَاخْرُجْ مِنْهَا .))

''بلاشبہ تم لوگ عنقریب ملک مصر کو فتح کروگے اور یہ ملک وہ سرزمین ہے کہ جس میں قیراط کا رواج ہے۔ چنانچہ جب تم لوگ اس ملک کو فتح کرلو تو اس ملک کے رہنے والوں سے حسن سلوک کرنا۔ اس لیے کہ بلاشبہ ان کا حق بھی تم لوگوں پر ہے اور ان لوگوں کا ⇦

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روافض شیعہ کے ہاں اسلامی ممالک کی بہت زیادہ مذمت درج ہے۔ ❶ اس ضمن میں انھوں نے مسلمانوں کے کسی ملک کو مستثنیٰ قرار نہیں دیا سوائے اُس ملک کے کہ جواُن کے مذہب کی بات کرتا ہو اور یہ اُن زمانوں میں بہت تھوڑے تھے۔ حتیٰ کہ روافض شیعہ کی طرف سے یہ بات بھی اُن کی کتابوں میں درج ہے: ''إِنَّ اللّٰهَ عَرَضَ وَلَايَتَنَا عَلَى أَهْلِ الْأَمْصَارِ فَلَمْ يَقْبَلْهَا إِلَّا أَهْلُ الْكُوْفَةِ ...... اللہ تعالیٰ نے ہماری ولایت (حکومت اور بادشاہی) کو دنیا کے تمام ملکوں پر پیش کیا مگر کوفہ والوں کے سوا کسی بھی آبادی نے اسے قبول نہ کیا۔ ❷

(۵)......مسلمانوں کے فیصلہ کرنے والوں (قضاۃ) کے بارے میں روافض کا فیصلہ:

روافض نے اہل اسلام کے قاضی حضرات (فیصلے کرنے والے ججوں) کے بارے میں طواغیت کا حکم لگایا ہے۔ اس لیے کہ ان کے زعم باطل میں یہ حضرات امامت باطلہ کے ساتھ مرتبط ہوتے ہیں۔ چنانچہ ''الکافی'' میں مذکور ہے کہ: عمر بن حنظلہ کہتے ہیں؛ میں نے جناب ابوعبداللہ جعفر صادق علیہ السلام سے اپنے لوگوں میں سے دو آدمیوں (اہل الشیعہ میں سے) کے بارے میں پوچھا کہ جن کے درمیان کسی قرض یا میراث کا کوئی جھگڑا تھا اور وہ اپنا فیصلہ (اہل السنہ والجماعۃ کے) حاکم وقت اور اُس کے قاضیوں کے پاس لے گئے تھے۔ کیا یہ جائز ہے؟ تو اُنھوں نے فرمایا: جو بھی ان (مسلمان اہل السنہ والجماعۃ) قضاۃ کے پاس اپنا کوئی فیصلہ لے جائے، چاہے وہ دعویٰ سچا ہو یا جھوٹا تو بلاشبہ وہ اپنا فیصلہ طاغوت کے پاس لے گیا اور جو اس شخص (مدعی یا مدعی علیہ) کے لیے اس کے حق میں فیصلہ ہو جائے تو بلاشبہ وہ یہ مال رشوت کے طور پر لینے والا شمار ہوگا۔ اگرچہ اس کے لیے یہ حق ثابت ہی کیوں نہ ہو۔ اس لیے کہ اس نے یہ مال طاغوت کے حکم سے لیا ہوگا جب کہ اللہ تعالیٰ تو اس کے انکار کا حکم فرما رہے ہیں۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ ؕ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًا بَعِيْدًا ۝﴾ (النساء: ٦٠)

⇐⇐ رشتہ ناطہ بھی تم لوگوں سے ہے۔ (ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے شاگرد ابوبصرہ کہتے ہیں کہ: یا پھر ابوذر رضی اللہ عنہ نے یوں کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:) ملک مصر کے لوگوں کا حق بھی تم لوگوں پر ہے اور یہ کہ اُن سے دامادی کا رشتہ بھی ہے۔ (ہم عرب لوگ اُن کے داماد ہیں۔) اور جب تم اے ابوذر! دو آدمیوں کو دیکھو کہ وہ مصر میں ایک کچی اینٹ کی جگہ پر باہم جھگڑ رہے ہیں تو تم وہاں سے نکل آؤ۔'' (مصر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا ذاتی دامادی کا رشتہ بھی تھا اور وہ اس طرح کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے ابراہیم رضی اللہ عنہ کی والدہ سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا مصر کی تھیں۔)

❶ دیکھیے: بحار الانوار جلد ٦٠، ص ٢٠٦ و أصول الشيعة جلد ٢، ص ٩٠١.

❷ دیکھیے: حوالہ سابقہ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو گمان کرتے ہیں کہ وہ اس پر ایمان لے آئے ہیں جو تیری طرف نازل کیا گیا اور جو تجھ سے پہلے نازل کیا گیا۔ چاہتے یہ ہیں کہ آپس کے فیصلے غیراللہ کی طرف لے جائیں، حالانکہ انھیں حکم دیا گیا ہے کہ اس کا انکار کریں۔ اور شیطان چاہتا ہے کہ انھیں گمراہ کردے، بہت دور کا گمراہ کرنا۔''

یہ روایت مسلمانوں کے قضاۃ پر حکم لگا رہی ہے اور قاضی (مسلمانوں کے فیصلے کرنے والے جج) بھی جعفر صادق رحمہ اللہ کے زمانہ کے۔ جیسا کہ امام جعفر رحمہ اللہ تک اس روایت کی سند سے ظاہر ہو رہا ہے۔ دیکھ لیجیے! اگر ان کا فیصلہ ونظریہ خیر القرون کے قضاۃ المسلمین کے بارے میں یہ تھا تو پھر بعد والے ادوار کے علماء قضاۃ المسلمین کے بارے میں کیا رہا ہوگا؟ ❶

(٦)......اہل اسلام وایمان کے آئمہ وعلماء کرام رحمہم اللہ کے متعلق روافض کا فیصلہ:

روافض نے ہمیشہ اہل اسلام کے مشائخ اور ان کے علماء کے ساتھ میل ملاقات سے احتیاط برتی ہے اور انھوں نے علماء المسلمین کو مشرکوں کی ملتوں میں شمار کیا ہے۔ چنانچہ ہارون بن خارجہ سے روایت ہے کہ: میں نے جناب ابوعبداللہ جعفر صادق رحمہ اللہ سے پوچھا: حضرت یہ بتلایئے کہ ہم ان (اہل السنہ والجماعۃ کے) مخالفین کے پاس آتے جاتے ہیں اور ان سے ایسی احادیث بھی سن لیتے ہیں جو ہمارے لیے ان لوگوں پر ہی حجت ہوتی ہیں۔ (تو کیا ہمارا ان کے پاس جانا اور بیٹھنا درست ہے؟) فرمایا: تم ان اہل السنہ علماء کے پاس مت جایا کرو اور نہ ہی ان سے کچھ سنا کرو۔ اللہ ان پر لعنت کرے اور ان کی مشرکانہ شریعت پر۔ ❷

ان کی کتاب ''الکافی'' میں درج ہے کہ: ابوجعفر محمد الباقر رحمہ اللہ نے اپنے ایک شاگرد سے پوچھا: اے سدیر! کیا تم نے اللہ کے دین سے روکنے والوں کو کبھی دیکھا ہے؟ پھر ابوجعفر رحمہ اللہ نے امام ابوحنیفہ اور سفیان ثوری رحمہما اللہ کو دیکھا جو اُن کے زمانے میں مسجد کے اندر حلقے جما کر بیٹھے لوگوں کو پڑھا رہے تھے۔ فرمایا: یہ ہیں وہ لوگ جو بغیر اللہ عزوجل کی طرف سے آئی ہوئی ہدایت اور بغیر کتاب مبین کے اللہ کے دین سے لوگوں کو روک رہے ہیں۔ یہ خبیث لوگ اگر اپنے گھروں میں بیٹھ جائیں تب جا کر لوگ ان کے پاس سے ہٹ جائیں اور پھر وہ کسی ایسے شخص کو نہ پاسکیں جو ان کو اللہ تبارک وتعالیٰ اور اُس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں ان کو بتا سکے حتیٰ کہ وہ ہمارے پاس آئیں اور ہم ان کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بتلائیں۔ ❸

---

❶ تفصیل کے لیے: أصول الشیعۃ الإمامیۃ جلد٢، ص ٩٠٢ و أصول الکافی جلد١، ص ٦٧.

❷ دیکھیے: بحار الانوار جلد٢، ص ٢١٦ و أصول الشیعۃ الإمامیۃ جلد٢، ص ٩٠٥.

❸ دیکھیے: اصول الکافی جلد١، ص ٣٩٢، ص ٣٩٣ و أصول الشیعہ جلد ٢، ص ٩٠٥.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے امت محمدیہ علی صاحبہا التحیۃ والسلام کے سلف، (صحابہ کرام وتابعین عظام رحمہم اللہ جمیعاً) اس امت خیر الامم کے آئمہ کرام اور مہاجرین وانصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور وہ تمام لوگ کہ جو احسان و تقویٰ اور تمسک بالکتاب والسنۃ کے ذریعے ان کے نقش قدم پر ان کے بعد چلتے رہے، کے بارے میں رافضیوں کے موقف کے متعلق پوری وضاحت سے بیان کیا ہے کہ: یہ لوگ ان مذکور بالا اصحاب خیر الامم پر کفر کا فتویٰ لگاتے ہیں اور امت محمدیہ علی صاحبہا التحیۃ والسلام کے متقدمین ومتاخرین تمام علماء کبار وصغار پر بھی کفر کا حکم لگاتے ہیں۔ چنانچہ رافضی شیعہ ہر اُس شخص کو کافر سمجھتے ہیں جو ساداتنا ابوبکر وعمر اور مہاجرین وانصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بارے میں عدالت اور مضبوط ترین ایمان والے ہونے کا اعتقاد رکھے یا وہ ان اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں عقیدہ رکھے کہ وہ اللہ کریم سے راضی ہوگئے تھے اور اللہ عزوجل ان سے راضی ہوگیا تھا یا کوئی ان کے لیے استغفار کرے جس طرح اللہ رب العالمین نے ان کے لیے بخشش طلب کرنے کا حکم فرمایا ہے تو ایسے تمام مسلمانوں پر وہ کفر کا حکم لگاتے ہیں اور اسی بناء پر وہ ملت اسلامیہ کے درج ذیل سرکردہ علماء عظام وآئمہ کرام پر کفر کا فتویٰ لگاتے ہیں۔

"سعيد بن المسيب، أبي مسلم الخولاني، أويس القرني، عطاء بن أبي رباح، وإبراهيم النخعي، ومثل: مالك، والأوزاعي، وأبي حنيفة، وحماد بن زيد، وحماد بن سلمة، والثوري، والشافعي، وأحمد بن حنبل، والفضيل بن عياض، وأبي سليمان الداراني، ومعروف الكرخي، والجنيد بن محمد، وسهل بن عبد الله التستري، وغير هؤلاء."

روافض شیعہ کی رائے میں ان حضرات گرامی قدر کا کفر یہود ونصاریٰ کے کفر سے بھی زیادہ سخت تھا۔ اس لیے کہ رافضیوں کے نزدیک یہود ونصاریٰ اصلی کافر ہیں جب کہ یہ لوگ تو مرتد کافر ہیں۔ (العیاذ باللہ من ھذا الکفر) اور ارتداد کا کفر بالاجماع اصلی کفر سے زیادہ سخت اور بڑے جرم والا ہوتا ہے۔ امام موصوف رحمہ اللہ آگے بیان کرتے ہیں: روافض کے اپنے محققین (جن کو وہ خود محققین سمجھتے ہیں) کے ہاں یہ بات بطور اعتقاد مانی جاتی ہے کہ: ساداتنا ابوبکر وعمر، مہاجرین وانصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی بہت بڑی اکثریت، نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات جیسے کہ اُمّ المومنین سیّدہ عائشہ بنت ابوبکر اور سیّدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہم ہیں اور مسلمانوں کے تمام آئمہ کرام وعلماء عظام رحمہم اللہ اور اہل اسلام کے عام لوگوں میں سے بھی، کبھی کوئی شخص اللہ تعالیٰ پر ایک لمحہ برابر بھی ایمان نہیں لایا۔ اس لیے کہ ان کے ہاں وہ ایمان کہ جس کے پیچھے کفر آجائے وہ اپنے اصل سے باطل ہو جاتا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ (یعنی پہلے والے ایمان کا کچھ اعتبار نہیں ہوگا اور ان ظالموں کے نزدیک سوائے سات افراد کے سب کے سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین مرتد ہوئے تھے۔ والعیاذ باللہ من هذه التهمة)

بلکہ ان روافض میں سے بعض مولوی یہ رائے بھی رکھتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ شرم گاہ کہ جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم عائشہ و حفصہ رضی اللہ عنہما سے مباشرت و مجامعت کرتے رہے۔ لازم ہے کہ اسے بھی جہنم کی آگ چھوئے۔ تاکہ اس عمل کے ذریعے اسے پاک کردیا جائے کہ جس نے ان کے گمان و یقین کے مطابق کافر عورتوں سے وطی کی ہو۔ (اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَغْفِرُكَ مِنْ هٰذِهِ الْهَفَوَاتِ الْخَبِيْثَةِ) اس لیے کہ شیعہ روافض کے نزدیک کافر عورتوں سے وطی (مباشرت ومجامعت) کرنا حرام ہے۔ ❶

یہ تکفیر عام ہے جو کہ تمام اہل ایمان کو بلاتفریق شامل ہے اور جس سے کوئی بھی مسلمان مبرا نہیں۔ کیا اس پر کوئی نقد و جرح کی ضرورت ہے یا نہیں؟ اس خبیث نظریہ کا باطل ہونا ہی اس بات سے زیادہ واضح ہے کہ اس کی مزید وضاحت کی جائے۔ اس کا جھوٹا ہونا اس بات سے زیادہ واضح، کھلا ہوا ہے کہ اس کو اور کھول کر بیان کیا جائے۔ پوری امت کو کافر قرار دینا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو بھی تکفیر میں شامل کرتا ہے اور سب کا سبب ایک ہی ہے کہ جس سے کوئی بھی دوسرے سے اختلاف نہیں کرتا۔ یہ بات بالکل طبعی اور سو فیصد حقیقت ہے کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جمیعاً سے کینہ وحسد رکھتا ہو، انھیں گالی گلوچ بکتا ہو اور اُن کو کافر قرار دیتا ہو وہ تمام کی تمام امت اسلامیہ سے حسد کرتا، سب افراد امت سے کینہ رکھتا اور تمام کے تمام اہل ایمان مسلمان کو کافر جانتا ہے۔ جیسا کہ بعض سلف صالحین امت نے فرمایا ہے کہ: دنیا میں کسی ایسے شخص کا دل نہیں ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کسی ایک کے ساتھ بھی تشدد کا معاملہ کرتا ہو مگر یہ ہے کہ اس کے دل میں جو ہے وہ تمام دیگر مسلمانوں سے زیادہ تشدد اختیار کرنے (حسد و کینہ رکھنے اور سب کو کافر قرار دینے) والا ہوگا۔'' ❷

جب کوئی آدمی سادا تنا ابوبکر و عمر، عثمان بن عفان، اہل بدر و اہل بیعتِ رضوان اور مہاجرین و انصار اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راضی نہ ہوگا کہ جو فضل و شرف اور نیکی کے اعلیٰ ترین درجہ میں بلند، بلندیوں کو چھونے والے تھے تو کیا وہ ان کے بعد کسی اور سے بھلا راضی ہوسکتا ہے؟ ہمارے اس موقف کی بنیاد رافضیوں کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بارے میں یہ دعویٰ ہے کہ انھوں نے نص صریح کا انکار کردیا تھا۔ آگے ان شاء اللہ اُن کی اس نص کا بطلان نقل و عقل اور نہایت ہی معلوم شدہ امور متواترہ سے ہوگا اور یہ کہ جس نظریہ کی بنیاد باطل پر رکھی

❶ دیکھئے: مجموع الفتاوی لشیخ الإسلام ابن تیمیة رحمه الله جلد ۲۸، ص ۲۶۱، ص ۲۶۲.

❷ دیکھئے: الإبانة/ ابن بطه ص ۴۱.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائے وہ بھی باطل ہی ہوتی ہے۔

کبار و صغار تمام کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق روافض شیعہ کا حکم ارتداد دراصل ان کے مذہب کے باطل ہونے پر نہایت ہی واضح اور ظاہر و باہر دلائل میں سے ہے۔ ❶ اسی لیے شیعی الاصل ایرانی مولوی احمد الکسروی کہتا ہے: اور ان شیعہ روافض نے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مسلمانوں کے مرتد ہوجانے کے بارے میں جو کہا ہے تو ان میں سے اکثر نے جھوٹ اور افتراء و بہتان میں بڑی جرأت سے کام لیا ہے۔ کہنے والا کہہ سکتا ہے: یہ لوگ مرتد کیسے ہوگئے تھے جبکہ وہ تو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب تھے؟ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ وہ لوگ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے تھے جب دوسروں نے آپ کو جھٹلا دیا تھا۔ اس حالت میں آپ کے اصحاب کرام نے آپ کا دفاع کیا تھا اور انھوں نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں اس بات پر کیا تکلیف برداشت کی تھی کہ وہ اپنے دین سے تاکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر مرتد ہوجائیں؟ تو بتلایئے احتمال کے طور پر ان دونوں اُمور میں سے کون سا معاملہ زیادہ آسان ہے؟ کیا فاسد اغراض و مقاصد والے ایک، دو آدمیوں کو جھٹلا دیا جائے یا خالص مسلمانوں میں سے چند سو آدمیوں کا مرتد ہوجانا؟ اگر تمھارے پاس (اے رافضیو!) کوئی جواب ہو تو ہمیں اس کا جواب دو۔ ❷

بلاشبہ قرآن عظیم میں اللہ رب العالمین نے عقائد کے اُصول اور ان کے حقائق کو کھول کر بیان کردیا ہے اور یہ ہر چیز کو کھول کھول کر بیان کر دیتا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

﴿ وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا عَلَيْهِم مِّنْ أَنفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيدًا عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ ۚ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ ﴾

(النحل: ۸۹)

''اور جس دن ہم ہر امت میں ان پر انھیں میں سے ایک گواہ کھڑا کریں گے اور تجھے ان لوگوں پر گواہ بنا کر لائیں گے۔ اور ہم نے تجھ پر یہ کتاب نازل کی، اس حال میں کہ ہر چیز کا واضح بیان ہے اور فرماں برداروں کے لیے ہدایت و رحمت اور خوش خبری ہے۔''

ایک دوسرے مقام پر اللہ عزوجل اپنی معزز کتاب (قرآن عظیم) کی صفت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ہر وہ معاملہ وقضیہ کہ جس پر دین حنیف قائم ہو اس میں یہ کتاب افراط و تفریط سے کام نہیں لیتی۔

❶ دیکھیے: أصول الشیعة الإمامیة جلد ۲، ص ۹۱۶.

❷ دیکھیے: التشیع والشیعة ص ٦٦ و أصول الشیعة الإمامیة جلد۲، ص ۹۱٦.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ فرمایا:

﴿ وَ مَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّآ أُمَمٌ أَمْثَالُكُمْ ۭ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ إِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ ۝﴾ (الانعام: ۳۸)

''اور زمین میں نہ کوئی چلنے والا ہے اور نہ کوئی اڑنے والا، جو اپنے دو پروں سے اڑتا ہے مگر تمھاری طرح امتیں ہیں۔ ہم نے کتاب میں کسی چیز کی کمی نہیں چھوڑی، پھر وہ اپنے رب کی طرف اکٹھے کیے جائیں گے۔''

اگر معاملہ ایسا ہی ہے جیسا کہ قرآن بیان کر رہا ہے تو پھر آدمی ان روافض سے اُن کے اس عقیدے کی سند اور بنیاد کے بارے میں دریافت کرسکتا ہے۔ دین حنیف، عظیم اسلام کی یہ کتابِ عظیم کہ جس میں نماز، روزے، زکاۃ اور حج جیسی اسلام کی بنیادی باتوں اور اساسی ارکان کا بار بار ذکر ہوتا ہے مگر اس میں کہیں بھی بارہ اماموں کا ذکر نہیں ملتا اور نہ ہی نبی کریم ﷺ کے بعد امامت کا کہیں تذکرہ ملتا ہے۔ حالانکہ جیسا رافضی شیعوں کا اساسی نظریہ یہ کہہ رہا ہے کہ ''امامت ارکان دین میں سب سے بڑا رکن ہے۔'' تو کیا یہ نہایت ہی حیران کن بات نہیں ہے کہ: قرآن حکیم وضو کا طریقہ تو تفصیل سے بیان کرے، کھانے اور پینے کی حرام چیزوں کی اقسام کو بھی گنوائے، جہاد فی سبیل اللہ اور صلح کی باتوں، احکام ومسائل اور فضائل کو بھی بیان کرے اور اخلاقی امور کو بھی زیر بحث لائے مگر اثنا عشری امامت پر تجاہل سے کام لے؟ یعنی وہ امامت کہ جس کے بارے میں ''آل کاشف الغطاء'' اس کا وصف بیان کرتے ہوئے کہے کہ: ''نبوت کی طرح امامت بھی ایک الٰہی منصب ہوتا ہے۔''

مذکور بالا قرآنی نصوص پوری وضاحت کے ساتھ اس بات کی گواہی دے رہے ہیں کہ: قرآن کریم نے کسی ایسے معاملے میں کمی اور کوتاہی سے کام نہیں لیا کہ جس کی بنی نوع انسان کو ضرورت ہو۔ اسی لیے اللہ عزوجل کی یہ کتاب عظیم ''امامت'' والے معاملے میں کیسے کمی، کوتاہی سے کام لے سکتی ہے کہ جس کا امامی شیعہ ذکر کرتے ہیں کہ امامت نص صریح سے ثابت ہے۔ (وہ نص کون سے قرآن میں ہے؟ محمد رسول اللہ ﷺ پر اُترنے والے قرآن میں تو کم از کم نہیں ہے۔) کیا اللہ تعالیٰ نے ان رافضی مولویوں کے لیے یہ معاملہ چھوڑ دیا تھا کہ وہ اس کی نص کے لیے صیغہ تیار کریں اور اس کی بڑی بڑی نشانیاں (معالم) وضع کریں؟ جب کہ آئمہ کے بارے میں نص صریح، واضح قرآنی آیات کی صورت میں اللہ عزوجل کی طرف سے نازل ہونی چاہیے تھیں نہ کہ ان رافضیوں کی طرف سے جھوٹی گھڑ لی جاتیں؟ ❶

❶ دیکھیے: محمد سالم کی کتاب: ثمّ ابصرتُ الحقیقة ص: ۱۳۰۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ب.....: رافضی شیعوں کے نزدیک معصوم عن الخطا والا نظریہ عصمت:

بلاشبہ امامی اثنا عشری شیعہ روافض کے نزدیک امام کا معصوم عن الخطا ہونا امامت عظمیٰ کی شروط میں سے ایک شرط ہے۔ یہ شرط اُن کے نزدیک اعتقادی تابع داریوں میں سے اوّلیت والی مبادی میں شمار ہوتی ہے۔ اس شرط کی ان کے ہاں بہت بڑی اہمیت ہے۔ روافض شیعہ نے اپنے اماموں کی صفتوں، ان کی قدرتوں (الٰہی قدرات و تقدیرات میں سے بعض کے کرنے کی استطاعت و مقدرت) اور ان کی غیر معمولی فطری قابلیتوں اور غیر محدود علمی صلاحیتوں کے بارے میں جو بے پناہ اضافہ کر رکھا ہے تو اس کے نتیجہ میں وہ اس حد تک چلے گئے ہیں کہ:

ا..... لوگوں میں سے کسی کے سامنے اُن کا امام جواب دہ نہیں ہوتا۔ (کوئی اس سے پوچھ گچھ نہیں کر سکتا۔)

ب..... وہ اپنے افعال میں خطا کا مجال ہی نہیں ہوتا، وہ چاہے جیسے بھی افعال و اعمال کیوں نہ کرے۔ بلکہ اُس کی تصدیق بھی واجب ہے اور جب بھی وہ کام کرے اُس پر ایمان رکھنا بھی واجب ہے، چاہے وہ کوئی نیکی، خیر کا کام کرے یا برائی، شر کا۔ اس لیے کہ اُس کے پاس وہ علم ہوتا ہے جو اُس سے پہلے کسی کو بھی حاصل نہ ہوا ہو۔

اپنے ہی بنائے ہوئے انہی اصولوں کی بنیاد پر رافضی شیعوں نے امام کو معصوم عن الخطا قرار دے رکھا ہے۔ اس ضمن میں وہ اس حد تک چلے گئے ہیں کہ: ان کے آئمہ اپنی تمام زندگی میں معصوم عن الخطا ہوتے ہیں، نہ وہ کسی بڑے گناہ کا ارتکاب کرتے ہیں اور نہ ہی کسی چھوٹے گناہ کا۔ ان سے کوئی معصیت سرزد ہوتی ہی نہیں اور نہ ہی ان پر کسی خطا اور نہ ہی کسی بھول کو لگانا جائز ہے۔'' [1]

اس نظریہ وعقیدہ پر ان کے مولوی المفید نے شیعہ کا اجماع نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: امام، احکام کی تنفیذ، اقامت حدود، شرعی احکام و امور کی حفاظت اور لوگوں کو ادب سکھانے میں انبیاء کرام علیہم السلام کے قائم مقام ہوتے ہیں اور اُنھیں کی طرح یہ امام بھی معصوم عن الخطا ہوتے ہیں۔ ان سب سے نہ کسی کبیرہ گناہ کا ارتکاب جائز ہے اور نہ کسی صغیرہ گناہ کا۔ اس بات میں بھی کوئی شک نہیں کہ دین کے معاملے میں کسی چیز میں بھی ان کی طرف سے غلطی اور سہو کا سرزد ہونا جائز نہیں ہے اور نہ ہی یہ امام احکام میں سے کسی چیز کو بھولتے ہیں۔ چند شاذ لوگوں کو چھوڑ کر باقی تمام کے تمام امامی اثنا عشری شیعہ اسی مذہب پر ہیں۔'' [2]

ابن المطہر الحلی کہتا ہے: ''تمام امامی اثنا عشری اور اسماعیلی شیعہ اس بات کے قائل ہیں کہ: امام کے لیے

---

[1] تفصیل کے لیے: دکتور احمد جلی کی دراسات عن الفرق ص ۲۰۳ اور مسألة التقریب جلد ۱، ص ۳۲۲ دیکھ لیجیے۔

[2] دیکھیے: المفید کی "اوائل المقالات" ص ۳۵.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واجب ہے کہ وہ معصوم عن الخطا ہو اور اس مسئلہ میں وہ تمام فرقوں سے مخالفت کرنے والا ہو۔'' ❶

اس پر المجلسی نے نص یوں بنائی ہے:

'' إِعْلَمْ أَنَّ الْإِمَامِيَّةَ رضی اللہ عنہم اتَّفَقُوا عَلَى عِصْمَةِ الْأَئِمَّةِ علیہ السلام مِنَ الذُّنُوبِ صَغِيرِهَا وَكَبِيرِهَا، فَلَا يَقَعُ مِنْهُمْ ذَنْبٌ أَصْلًا، لَا عَمْدًا وَلَا نِسْيَانًا، وَلَا لِخَطَإٍ فِي التَّأْوِيلِ، وَلَا لِلْإِسْهَاءِ مِنَ اللهِ سُبْحَانَهُ. ''

''اس بات کو خوب جان لو کہ تمام امامی (اثنا عشری، رافضی شیعہ) اپنے تمام اماموں کی عصمت (معصوم عن الخطأ والے عقیدہ) پر متفق ہیں کہ وہ تمام بڑے اور چھوٹے گناہوں سے معصوم (پاک) ہوتے ہیں۔ چنانچہ اُن سے اصل میں کوئی گناہ سرزد ہوتا ہی نہیں۔ نہ جان بوجھ کر اور نہ ہی بھول کر۔ نہ ہی کسی معنی کی تشریح وتفسیر اور تاویل والی خطا اُن سے سرزد ہوتی ہے اور نہ ہی ان سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے غلطی (سہو) کروانے کی وجہ سے کوئی خطا ہو سکتی ہے۔'' ❷

شیعہ کا ایک مولوی صدوق (جو کہ جھوٹ گھڑنے اور جھوٹ بیان کرنے میں آخری درجے کو پہنچا ہوا ہے) سیّدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تک اپنی سند کو پہنچا کر بیان کرتا ہے کہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: أَنَا وَعَلِيٌّ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ وَتِسْعَةٌ مِنْ وُلْدِ الْحُسَيْنِ مَعْصُومُونَ ...... میں نے رسول اللہ ﷺ سے سماعت کیا: آپ ﷺ فرماتے تھے: میں، علی، حسن، حسین (رضی اللہ عنہم) اور حسین کی اولاد میں سے نو افراد (سب کے سب) معصوم عن الخطا ہیں۔'' ❸

یہی مولوی صدوق آگے اس (جھوٹی) روایت کی تشریح کرتے ہوئے کہتا ہے: ''اللہ کے نبیوں، رسولوں اور آئمہ کے بارے میں ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ وہ معصوم عن الخطأ اور ہر بالیدگی، (ظاہری وباطنی گندگی) سے پاک ہوتے ہیں۔ بلاشبہ وہ گناہ کرتے ہی نہیں، نہ کوئی چھوٹا گناہ اور نہ کوئی بڑا گناہ۔ نہ ہی وہ اللہ عزوجل کی نافرمانی کرتے ہیں جس کا وہ اُن کو حکم دے اور جس بات کا بھی ان کو حکم دیا جاتا ہے اسے وہ بجالاتے ہیں۔ ❹

❶ دیکھئے: كشف المراد في شرح تجريد الاعتقاد ص ۹۰.

❷ دیکھئے: بحار الأنوار جلد ۹، ص ۲۰۵.

❸ دیکھئے: الصدوق کی ''اکمال الدین'' ص ۴۷۴.

❹ یہاں پر مولوی صدوق رافضی نے سورۃ التحریم کی آیت ۶ کا آدھا حصہ من وعن نقل کیا ہے۔ پوری آیت اور اُس کا مفہوم ومعنی یوں ہے:
﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ۝﴾ (التحریم: ۶)
''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں۔ اس پر سخت دل، بہت مضبوط فرشتے مقرر ہیں، جو اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے جو وہ انھیں حکم دے۔ اور وہ کرتے ہیں جو حکم دیے جاتے ہیں۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور جو شخص تمام آئمۃ شیعہ سے معصوم عن الخطأ والی صفت کی نفی کرے، ان کے احوال میں سے کسی بھی چیز کے متعلق تو بالتحقیق اُس نے ان کو جاہل مانا اور جس نے اُن کو جاہل (لاعلم) مانا وہ کافر ہے۔'' ❶

روافض کا یہ عقیدہ اُن کے اسلاف تک ہی مقید و محدود نہیں تھا بلکہ اُن کے اس عقیدہ میں ہمارے دور کے شیعہ مولوی بھی شریک ہیں۔ اسی ضمن میں محمد رضا المظفر کہتا ہے: ''اور ہم اس بات کا اعتقاد رکھتے ہیں کہ: امام، نبی کی طرح ہوتا ہے۔ اس لیے واجب ہے کہ وہ تمام کی تمام رذیل اور فاحش عادات واطوار سے بچایا گیا (معصوم عن الخطأ والرذائل) ہو، تمام کی تمام ظاہری فواحش ورذائل اور اخطاء سے اور باطنی فواحش ورذائل سے بھی۔ بچپن سے لے کر موت تک عمداً سرزد ہونے والی غلطیوں، گناہوں اور جرائم سے بھی اور باطنی غلطیوں اور گناہوں سے بھی۔ جیسا کہ واجب ہے کہ وہ سہو، غلطی، خطا اور نسیان (بھول چوک) سے بھی معصوم (بچایا گیا) ہو۔ ❷

اس بات کی تصریح اور وضاحت زنجانی نے ''عـقـائـد الامامية'' (ص۱۰۴) میں، علی البحرانی نے ''منار الهدى'' (ص۱۰۲) میں اور سیّد مرتضی العسکری نے ''معالم المدرستين'' (ص۱۵۹) میں کردی ہے۔ البتہ یہ ہے کہ امامی اثنا عشری شیعہ مذہب میں کچھ ایسے آثار ہیں کہ جو ان لوگوں کے اس نظریہ وعقیدہ کی مخالفت کرتے ہیں۔ اسی لیے مجلسی نے مباحثہ کے طور پر گفتگو کرتے ہوئے ان تصریحات کے بارے میں رائے قائم کی ہے کہ وہ اُس کے اصحاب (شیعہ علماء) کے اجماع کی مخالف ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے: یہ مسئلہ نہایت ہی اشکال والا ہے، اور یہ آئمہ اثنا عشریہ سے سہو (غلطی وخطا) کے صادر ہونے کے بارے میں بہت ساری آیات واخبار کی دلالت کی وجہ سے ہے اور ہمارے لوگوں کے اس مسئلہ کو خلط ملط کرنے کی وجہ سے الا یہ کہ ان میں سے بہت تھوڑے ہیں جو عدم جواز پر ہوں۔'' ❸

یہ عبارت مجلسی کی طرف سے اس بات کا اعتراف ہے کہ: آئمہ کے معصوم عن الخطأ ہونے پر متاخرین شیعہ کا اجماع ان کی روایات کی بالاطلاق مخالفت کر رہا ہے۔ یہ ایک واقعی (حقیقی) دلیل ہے اور اس بارے میں ان کا صریح اعتراف کہ وہ گمراہی پر اکٹھے ہو سکتے ہیں اور بغیر کسی دلیل والی بات پر بھی حتیٰ کہ یہ بات ان کی کتابوں سے واضح ہے۔'' ❹

ظاہر یہی ہوتا ہے کہ یہ معصومیت والا نظریہ مختلف مراحل سے گزر چکا ہے۔ یا پھر یہ کہ شروع شروع میں شیعہ

---

❶ یہ عبارت زنجانی کی طرف سے ''عقائد الإماميه الاثنا عشرية'' جلد۲، ص۱۵۷ میں نقل کی گئی ہے۔
❷ دیکھئے: العقيدة في أهل البيت ص ۳۷۱.
❸ دیکھئے: بحار الأنوار جلد ۲۵، ص ۳۵۱.
❹ دیکھئے: مسألة التقريب جلد ۱، ص ۲۳۰.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے عقائد کی حد بندی کرنے میں ایک دوسرے سے مختلف رہے ہیں۔ مثال کے طور پر ابو جعفر بن بابویہ القمی متوفی ۳۸۱ھ اور اس کے استاد محمد بن حسن القمی کے دور میں جمہور شیعہ کی رائے یہ تھی کہ: غلو میں اوّل درجہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ سے غلطی وسہو کی نفی کی جائے۔ ❶

چنانچہ وہ لوگ اس شخص کو جو نبی مکرم ﷺ سے غلطی وسہو کے سرزد ہونے کی نفی کرنے والا ہوا سے غالی شیعوں میں شمار کرتے تھے۔ لیکن اس سے ایک عرصہ بعد یہ حالت بدل گئی اور غلطی وسہو اور بھول چوک کا نفی کرنا اُن کے اماموں کے لیے بھی ہوگیا۔ روافض شیعہ کا یہ نظریہ ان کے اماموں کو اس صفت عالیہ (کہ جو اللہ رب العالمین کی ہی طرف ہوسکتی ہے) تک لے گیا کہ اُنھیں نہ نیند آتی ہے اور نہ ہی اُونگھ۔

شیعہ کے اماموں سے اہل تشیع کا غلطی وسہو اور بھول چوک کا نفی کرنا معصوم عن الخطأ ہونے والی یہ نہایت ہی غلو والی وہ صورت ہے کہ جو کوفہ میں نامعلوم قسم کی ایک شیعی جماعت کا ایک عقیدہ شمار ہوتی تھی۔ چنانچہ مجلسی اپنی کتاب "بحار الأنوار" میں لکھتا ہے: شیعہ اثنا عشریہ کے آٹھویں امام رضا (رحمہ اللہ) سے پوچھا گیا: ایک گروہ کے لوگ گمان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سے اپنی نماز میں غلطی نہیں ہوئی تھی۔ (تو اس کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟) تو انھوں نے فرمایا: ''یہ جھوٹ بولتے ہیں اللہ ان پر لعنت کرے۔ بلاشبہ وہ ذات کہ جو غلطی نہیں کرتی (جس سے سہو بھی نہیں ہوتا) وہ ایک اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات ہے کہ جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔'' ❷

یہ عبارت اس پر دلالت کرتی ہے کہ اماموں سے سہو وخطا کی نفی والا عقیدہ غیر معین شیعہ ایک گروہ کا تھا اور وہ اس اعتقاد ونظریہ میں بہت تھوڑے تھے۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ وہ نبی کریم ﷺ سے سہو وخطا کی نفی کرتے تھے جو کہ تمام اماموں سے افضل تھے اور انھوں نے یہ بات اماموں کے بارے میں نہیں کہی تھی۔ پھر یہ نظریہ وعقیدہ ترقی اختیار کرگیا تا کہ شیعہ کے بارہ اماموں کو اس میں شامل کرسکے اور یہ کہ تمام کے تمام امامی شیعوں کے گروہوں میں یہ عام ہوجائے۔ یہ دیکھیے عصر حاضر میں شیعہ کا ایک بڑا مولوی اور ان کی آیت عظمیٰ عبداللہ الممقانی اس بات کی تاکید کرتا ہے کہ تمام آئمہ اثنا عشریہ سے سہو وخطا کی نفی کرنا شیعی مذہب کی ضرورتوں میں سے ہوگیا ہے۔ (یعنی اُن کی ایک شدید ضرورت بن گیا ہے۔) ❸

وہ اس بات کی نفی بھی نہیں کرتا کہ ان لوگوں کے گزرے ہوئے عالم اس بات کو غلو شمار کرتے تھے۔ مگر وہ یہ

---

❶ دیکھیے: المفید کی "شرح عقائد الصدق" ص ۱۶۰، ۱۶۱۔

❷ دیکھیے: بحار الأنوار جلد ۲۵، ص ۳۵۰۔

❸ دیکھیے: "تنقیح المقال" جلد ۳، ص ۲۴۰۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہتا ہے کہ: ''جو چیز ماضی میں غلو شمار ہوتی تھی وہ آج شیعہ مذہب کی ایک شدید ضرورت بن کر رہ گئی ہے۔'' ❶

جب اثنا عشری اماموں کا معصوم عن الخطا والا دعویٰ رسول اللہ ﷺ سے مشابہت ومماثلت دینے کی مانند ہے تو ان حضرات سے سہو وخطا کی نفی کائنات کے خالق ومنظم اللہ رب العالمین کے وجود اقدس جیسی صفات کا اعتراف کرنے کی اُن اماموں سے مماثلت میں بلاشک ضرور رہا ہوگا۔ جیسا کہ ان کے آٹھویں امام علی رضا نے اس طرف اشارہ بھی کیا تھا۔ اسی لیے ابن بابویہ القمی اور اس کے علاوہ دیگر شیعہ علماء نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ: ''یہ اماموں کا معصوم عن الخطا والا عقیدہ غالی شیعہ اور دیگر شیعہ گروہوں میں ایک فیصلہ کن نظریہ ہے۔'' ❷

جب عصر حاضر میں ان کے مولوی عبد اللہ الممقانی کی رائے یہ ہے کہ آئمہ اثنا عشر سے سہو وخطا کی نفی شیعہ مذہب کی ایک اشد ضرورت ہے اور اسی کا ہم عصر مولوی محسن الامین یہ کہتا ہے کہ: کسی نہایت شدید ضرورت کا منکر کافر ہوتا ہے۔ ❸

تو اس کا معنی یہ ہے کہ: شیعہ کے متاخرین علماء اپنے متقدمین کو کافر جانتے ہیں اور ان کے متقدمین ان کے متاخرین کو کافر جانتے ہیں۔ عبد اللہ الممقانی کی مذکور بالا رائے کے پیش نظر...... اور ان کے بعض مولوی تو اس نظریہ پر اجماع نقل کرتے ہیں۔ ❹

اہل السنہ والجماعۃ کے ملکوں کی طرف بھیجے جانے والے ان کے خطوط میں یہ بات ہم دیکھتے ہیں: "بِأَنَّ الاِعْتِقَادَ بِأَنَّ الْاَئِمَةَ يَسْهُوْنَ هُوَ مَذْهَبُ جَمِيْعِ الشِّيْعَةِ ...... کہ یہ عقیدہ ونظریہ کہ اماموں سے سہو وخطا ہو جایا کرتی تھی، تمام شیعہ کا مذہب ہے۔'' ❺

اور یہ بات ثابت کرتی ہے کہ: ''شیعہ ایک دوسرے کو کافر قرار دیتے ہیں اور یہ لوگ ایک دوسرے کی خوب مخالفت کرتے ہیں۔ ان میں سے ہر مولوی یہ گمان رکھتا ہے کہ وہ جو کہہ رہا ہے وہی تمام شیعہ کا مذہب ہے۔'' ❻

یہ معصوم عن الخطا والا عقیدہ دراصل اپنے اماموں کو دوسروں پر ترجیح دینے والے عقیدہ اور تقیہ والے نظریہ کو فروغ دینے کے اسباب میں سے ایک ذریعہ تھا اور یہ اس لیے کہ ان کے اماموں کا اس حالت سے متفق ہونا اور

---

❶ دیکھیے: حوالہ سابقہ اور "مسألة التقريب" جلد ۲، ص ۹۷.

❷ دیکھیے: مسألة التقريب جلد ۲، ص ۹۸.

❸ دیکھیے: كشف الارتياب، المقدّمة الثانيه ومذهب الأحكام جلد ۱، ص ۳۸۸، ص ۳۹۳.

❹ دیکھیے: صراط الحق جلد ۳، ص ۱۲۱ ومسألة التقريب جلد ۲، ص ۹۸.

❺ دیکھیے: الشيعة في الميزان / محمد جواد ص ۲۷۲، ۲۷۳.

❻ دیکھیے: مسألة التقريب جلد ۲، ص ۹۸.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان شیعہ کے دعویٰ معصومیت سے بھی موافقت نہ کرنا ایک حقیقی واقعہ تھا اور پھر جب اختلاف پیدا ہوگیا اور ان کے باہمی اقوال ایک دوسرے سے ٹکرانے لگے تو انھوں نے کہا: ''یہ ہے دوسروں پر اپنے اماموں کو ترجیح واوّلیت دینا اور نظریہ تقیہ۔ جیسا کہ ان کے بعض مولویوں نے اپنی کتابوں میں اس کا اعتراف بھی کیا ہے۔'' ❶

اس معصوم عن الخطا والے دعویٰ کے لیے اُن کے علمی آثار میں سے (کہ جو سراسر جھوٹ پر مبنی ہیں۔) سب سے زیادہ خطرناک بات یہ ہے کہ وہ اس بات کا اعتقاد رکھتے اور اعتبار کرتے ہیں کہ جو کچھ ان کے بارہ اماموں سے صادر ہوتا ہے وہ سب کچھ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے فرامین کی طرح ہے۔ اسی لیے حدیث میں اُن کے مصادر کی سب سے معظم اسناد ان کے کسی نہ کسی امام تک ہی پہنچتی ہیں۔ یہ سندیں رسول اللہ ﷺ تک بالکل نہیں پہنچتیں اور یہ کہ اثنا عشری امامی رافضی شیعہ نے اپنے اماموں کے بارے میں یہ یقین کر رکھا ہے کہ: انھیں جو معصومیت حاصل تھی وہ اللہ تعالیٰ کے رسولوں اور نبیوں کو بھی حاصل نہیں تھی۔ وہ کہتے ہیں کہ اس پر قرآن وسنت صراحت کے ساتھ دلالت کرتا ہے۔'' ❷

اس موضوع پر ہم الگ الگ عنوان قائم کر کے قرآن وسنت سے ان کے دلائل کا جائزہ لیتے ہیں۔

ا...... شیعہ کے اماموں کا معصوم عن الخطا والے عقیدہ کے لیے ان کا قرآن کریم سے دلیل پکڑنا:

بلاشک وشبہ شیعہ رافضیوں کے بارہ اماموں کا ذکر قرآن عظیم میں کہیں اشارۃً بھی نہیں ہے چہ جائیکہ اُن کی معصومیت کا کہیں تذکرہ ہوتا۔ مگر اثنا عشری شیعہ اس معصومیت وعصمت کا ثبوت قرآن کریم سے بیان کرتے ہوئے اپنے علماء کا درج ذیل آیت کریمہ سے استدلال کا اتفاق واجماع بیان کرتے ہیں۔

اللہ عزوجل فرماتے ہیں:

﴿ وَإِذِ ابْتَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ ۖ قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا ۖ قَالَ وَمِن ذُرِّيَّتِي ۖ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ ۝ ﴾ (البقرہ: ۱۲۴)

''اور جب ابراہیم کو اس کے رب نے چند باتوں کے ساتھ آزمایا تو اس نے انھیں پورا کر دیا۔ فرمایا بے شک میں تجھے لوگوں کا امام بنانے والا ہوں۔ کہا اور میری اولاد میں سے بھی؟ فرمایا میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا۔''

اسی آیت کریمہ کے ساتھ مولوی مجلسی نے اپنی کتاب ''بحار الانوار'' میں عصمت ومعصومیت کی شان

❶ دیکھئے: مسألۃ التقریب جلد ۱، ص ۳۲۹.

❷ دیکھئے: حوالہ سابقہ جلد ۱، ص ۳۲۴۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شان میں ایک باب کا عنوان یوں قائم کیا ہے: "باب لزوم عصمۃِ الإمام"۔ ❶

مجلسی کے تمام معاصر شیعہ علماء (مولوی) اس آیت کو ہی اس موضوع کے لیے بطور استدلال پیش کرتے ہیں، اس کے علاوہ وہ کسی اور آیت سے اس بارے میں دلیل نہیں پکڑتے۔ جیسا کہ: مولوی محسن الامین اور محمد حسین آل کاشف العطاء نے اپنی اپنی کتابوں میں درج کیا ہے۔ مولوی محمد حسین تو کہتا ہے کہ: یہ آیت کریمہ اماموں کے لیے معصومیت کو لازم کرنے میں ایک صریح دلیل ہے۔ ❷

''مجمع البیان'' کا مصنف تو اپنے اصحاب کی اس آیت سے وجہ استدلال کے سیاق میں پوری ذمہ داری قبول کرتے ہوئے اُن کی مراد اور فہم وتشریح کے بارے میں لکھتا ہے کہ: ''ہمارے اصحاب نے اس آیت سے اس بات کا استدلال لیا ہے کہ: ''امام تو ہوتا ہی قبائح سے معصوم ہے۔ اس لیے کہ اللہ عزوجل نے اس بات کی تصریح فرمائی ہے کہ: ''اُس کا عہد جو کہ شیعہ کے نزدیک امامت کے معنی میں ہوتا ہے ظالم کو پہنچ ہی نہیں سکتا۔'' (یہاں رافضیوں نے بغیر کسی قرآن وسنت کی دلیل کے اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی میں ''عہد'' کا معنی ''امامت'' کرلیا ہے۔) اور جو معصوم عن الخطا نہیں تو وہ یا اپنی ذات کے لیے ظالم ہوتا ہے یا پھر دوسروں کے لیے۔'' اور اگر کہا جائے کہ اس آیت میں اس بات کی نفی کی گئی ہے کہ ظالم کو اُس کے ظلم کی حالت میں یہ امامت حاصل ہو، مگر جب وہ اس ظلم سے توبہ کرلے تو پھر اسے ظالم نہیں کہا جائے گا۔ تب درست ہوگا کہ اُس کو یہ امامت نصیب ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ: ظالم اگرچہ توبہ کرلے مگر وہ اس حالت سے نہیں نکلے گا کہ یہ آیت کریمہ اپنے حکم ومعنی میں اس کو فائدہ دے اس حال میں کہ وہ ظالم رہ چکا ہے۔ (اس لیے لازم ہے کہ جس شخص کو یہ آیت اس معنی میں فائدہ دے رہی ہو وہ معصوم عن الخطا ہو۔) اور جب اس بات کی نفی کردی گئی کہ: یہ حکم اُس کو حاصل ہوگا تو پھر اس پر حکم لگایا جائے گا کہ وہ شخصیت اس کو حاصل ہی نہ کرسکے۔ آیت کریمہ تو مطلق ہے، مقید قطعاً نہیں ہے۔ نہ ہی کسی زمانے کے ساتھ اس کا تعلق ہے (اور نہ ہی کسی خاندان کے ساتھ۔) اس لیے لازم ہے کہ یہ تمام اوقات اور تمام زمانوں پر محمول ہو۔ چنانچہ اس کے حکم ومطلوب کو ظالم آدمی پا ہی نہیں سکتا چاہے وہ بعد میں توبہ ہی کیوں نہ کرلے۔'' ❸

اُن کے اس استدلال پر نقد وجرح:

(ا)......آیت مذکور بالا میں کلمہ ''عہد'' کے بارے میں سلف صالحین نے درج ذیل اقوال کے ساتھ ایک

❶ دیکھئے: بحار الأنوار جلد ۲۵، ص ۱۹۱.

❷ دیکھئے: محسن الامین کی "اعیان الشیعة" جلد ۱، ص ۳۲٤ اور مولوی محمد حسین کی ''اصل الشیعة'' ص ۵۹.

❸ دیکھئے: الطبرسی کی "مجمع البیان" جلد ۱، ص ۲۰۱ اور الطوسی کی "التبیان" جلد ۱، ص ٤٤٩.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرے سے کچھ مختلف معانی بیان کیے ہیں۔ سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور امام سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اس سے مراد نبوت ہے۔'' یہ جو اللہ رب العالمین نے فرمایا ہے: لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ ...... تو ''عہدی'' بمعنی ''نبوتی'' ہے۔ امام مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں: اس سے مردا امامت ہے یعنی کسی ایسے شخص کو شرعی امام (مسلمانوں کا حاکم وسربراہ) نہیں بناؤں گا جو ظالم ہو کہ جس کی اقتداء کی جائے۔ امام قتادہ، ابراہیم نخعی، امام عطاء، حسن بصری اور عکرمہ رحمہم اللہ فرماتے ہیں: ''اللہ عزوجل کا عہد واقرار ظالموں کو آخرت میں نہیں پہنچے گا۔ جہاں تک دنیا کا تعلق ہے تو یہ ظالم لوگوں کو پہنچ چکا ہے۔ چنانچہ وہ اس پر ایمان بھی لائے، کھایا پیا بھی اور زندگی بھی گزار چکے۔'' حضرتِ زجاج رحمہ اللہ کہتے ہیں: یہ امام حسن بصری رحمہ اللہ کا قول ہے کہ: ''(اللہ فرمارہے ہیں:) میری امان ظالموں کو نہیں پہنچے گی۔ یعنی میں ان کو اپنے عذاب سے محفوظ نہیں رکھوں گا اور ظالم سے مراد ''مشرک'' ہے۔'' جبکہ ربیع بن انس اور امام ضحاک رحمہما اللہ کہتے ہیں: اللہ تبارک وتعالیٰ کا جو عہد اس کے بندوں کی طرف ہے، وہ اُس کا دین ہے۔ اللہ رب العالمین فرمارہے ہیں: اس کا دین ظالموں (مشرکوں) تک نہیں پہنچے گا۔ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ اُس نے فرمایا ہے:

﴿ وَبَارَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلَىٰ إِسْحَاقَ ۚ وَمِن ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ مُبِينٌ ﴾

(الصافات: ۱۱۳)

''اور ہم نے اس (ابراہیم علیہ السلام) پر اور (اس کے بیٹے) اسحاق پر برکت نازل کی اور ان دونوں کی اولاد میں سے کوئی نیکی کرنے والا ہے اور کوئی اپنے آپ پر صریح ظلم کرنے والا ہے۔''

تو یہاں اللہ کریم فرمارہے ہیں: اے ابراہیم! تمھاری قوم کی تمام اولاد حق پر نہیں ہوگی۔

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس طرح بھی مروی ہے۔ فرمایا: یہ جو اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ ...... تو اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرمارہے ہیں: ظالموں (مشرکوں، بے ایمانوں) کے لیے کوئی عہد واقرار (اللہ کا) نہیں ہے اور اگر تم نے اے ابراہیم! اُن سے کوئی عہد واقرار اس ضمن میں کررکھا ہے تو اسے توڑ دو۔ ❶

چنانچہ جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں، اس آیت کریمہ کے معنی ومفہوم کو بیان کرنے میں سلف صالحین (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمہم اللہ) نے ایک دوسرے سے کچھ اختلاف سا کیا ہے۔ مگر یہ بات متفق علیہ ہے کہ کسی بھی سلف صالح نے اس میں مسائلہ امامت کو بیان نہیں کیا بلکہ اُن میں سے اکثر کے اقوال دراصل اس موضوع

❶ دیکھئے: ابن عطیہ کی ''المحرر الوجیز'' جلد ۱، ص ۲۵۰ و ''اصول الشیعۃ'' جلد ۲، ص ۹۵۳۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے متعلق یکسر ہی نہیں ہیں اور جن لوگوں نے اس کی تفسیر امامت سے کی بھی ہے تو انھوں نے اس سے مراد علم و صلاح اور اقتداء کی امامت لی ہے نہ کہ رافضیوں والے مفہوم کی امامت اثنا عشریہ۔ ❶

(ب)...... بالفرض اگر یہ آیت کریمہ امامت کا معنی بھی دیتی ہو تو بھی یہ کسی بھی حالت میں عصمت و معصومیت عن الخطا کا معنی نہیں دیتی۔ یہ بات تو ممکن ہی نہیں ہے کہ کہا جائے: جو ظالم (مشرک و بدعتی) نہیں ہوتا وہ غلطی کرتا ہی نہیں، نہ وہ بھولتا ہے اور نہ ہی اُس سے کچھ سہو ہوتا ہے۔ جیسا کہ عصمت و معصومیت کا مفہوم روافض شیعہ کے ہاں معروف ہے۔ ان کے مذہب کا قیاس و اجتہاد اس ضمن میں یوں ہے: ''جو بھول چوک جائے وہ ظالم ہے اور جو غلطی (گناہ و خطا) کرے وہ بھی ظالم ہے۔'' ان کے اس قانون و اُصول سے امت اسلامیہ کا کوئی بھی عالم متفق نہیں ہے اور نہ ہی یہ بات اسلام کے اُصول سے متفق ہے۔ اس لیے عصمت و معصومیت کو ثابت کرنے اور ظلم کی نفی کرنے میں بہت بڑا فرق واضح ہو گیا۔ اس لیے کہ: ظلم کی نفی سے عدل کا اثبات ہوتا ہے نہ کہ شیعوں والی معصومیت عن الخطا کا ثابت ہونا۔ ❷

(ج)...... روافض کی یہ بات تسلیم ہی نہیں کی جاسکتی کہ: جو شخص ظلم (شرک و خرافات) کا ارتکاب کر بیٹھے اور پھر وہ اس سے تائب ہو جائے تو بھی اس کے ساتھ ظلم والا وصف چمٹا رہتا ہے اور اُس کی زندگی کا لازم حصہ بن جاتا ہے۔ یہ بھی جان لیجیے کہ سب سے بڑا ظلم اللہ عزوجل کے ساتھ شرک کرنا ہے۔ چنانچہ اس بارے میں اللہ رب العالمین کا ارشاد گرامی ہے:

﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَ هُمْ مُّهْتَدُوْنَ﴾

(الانعام: ۸۲)

''وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے اپنے ایمان کو بڑے ظلم کے ساتھ نہیں ملایا، یہی لوگ ہیں جن کے لیے امن ہے اور وہی ہدایت پانے والے ہیں۔''

ایک دوسرے مقام پر ظلم کی تفسیر و شرح کرتے ہوئے قرآن کہتا ہے:

﴿وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ﴾

(لقمان: ۱۳)

''اور جب لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا، جبکہ وہ اسے نصیحت کر رہا تھا اے میرے چھوٹے بیٹے! اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنانا، بے شک شرک یقیناً بہت بڑا ظلم ہے۔''

❶ دیکھیے: أصول الشیعة الإمامیة جلد ۲، ص ۹۵۳ ❷ دیکھیے حوالہ سابقہ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علاوہ ازیں اللہ عزوجل نے کافروں کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے کہ:

﴿ قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ وَاِنْ يَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ ۝﴾ (الانفال: ۳۸)

''ان لوگوں سے کہہ دے جنھوں نے کفر کیا، اگر وہ باز آجائیں تو جو کچھ گزر چکا انھیں بخش دیا جائے گا اور اگر پھر ایسا ہی کریں تو پہلے لوگوں کا طریقہ گزر ہی چکا ہے۔''

اسی طرح ایک اور مقام پر نہایت واضح الفاظ میں فرمایا:

﴿ فَمَنْ تَابَ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝﴾

(المائدہ: ۳۹)

''پھر جو اپنے ظلم کے بعد توبہ کرلے اور اصلاح کرے تو یقیناً اللہ اس کی توبہ قبول کرے گا۔ بے شک اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔''

اس معنی کو ایک اور مقام پر قرآن نے کس قدر واضح بیان فرمایا ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ۝ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ۝ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰۗىِٕكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ۝﴾

(الفرقان: ۶۸ تا ۷۱)

''اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور نہ اس جان کو قتل کرتے ہیں جسے اللہ نے حرام کیا ہے مگر حق کے ساتھ۔ اور نہ زنا کرتے ہیں۔ اور جو یہ کرے گا وہ سخت گناہ کو ملے گا۔ اس کے لیے قیامت کے دن عذاب دگنا کیا جائے گا اور وہ ہمیشہ اس میں ذلیل کیا ہوا رہے گا۔ مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لے آیا اور عمل کیا، نیک عمل تو یہ لوگ ہیں جن کی برائیاں اللہ نیکیوں میں بدل دے گا اور اللہ ہمیشہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ اور جو توبہ کرے اور نیک عمل کرے تو یقیناً وہ اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے، سچا رجوع کرنا۔''

ایک اور مقام پر مزید دیکھیے فرمایا:

﴿ كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّجَاۗءَھُمُ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الْبَيِّنٰتُ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ○ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ○ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ○ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الضَّآلُّوْنَ ○﴾

(آل عمران : ٨٦ تا ٩٠)

''اللہ ان لوگوں کو کیسے ہدایت دے گا جنھوں نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا اور (اس کے بعد کہ) انھوں نے شہادت دی کہ یقیناً یہ رسول سچا ہے اور ان کے پاس واضح دلیلیں آ چکیں اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ یہ لوگ! ان کی جزا یہ ہے کہ بے شک ان پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ ہمیشہ اس میں رہنے والے ہیں، نہ ان سے عذاب ہلکا کیا جائے گا اور نہ وہ مہلت دیے جائیں گے۔ مگر جن لوگوں نے اس کے بعد توبہ کی اور اصلاح کر لی تو یقیناً اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔ بے شک وہ لوگ جنھوں نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا، پھر کفر میں بڑھ گئے، ان کی توبہ ہرگز قبول نہ کی جائے گی اور وہی لوگ گمراہ ہیں۔''

منافقوں کے بارے میں بھی اللہ عزوجل اسی طرح بیان فرمایا ہے:

﴿ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ○ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ○﴾ (النساء : ١٤٥ تا ١٤٦)

''بے شک منافق لوگ آگ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے اور تو ہرگز ان کا کوئی مددگار نہ پائے گا۔ مگر وہ لوگ جنھوں نے توبہ کی اور اصلاح کر لی اور اللہ (کے دین) کو مضبوطی سے تھام لیا اور اپنا دین اللہ کے لیے خالص کر لیا تو یہ لوگ مومنوں کے ساتھ ہوں گے اور اللہ مومنوں کو جلد ہی بہت بڑا اجر دے گا۔''

حالت ایمان میں غلطیاں ہو جانے کی صورت میں بھی اللہ کریم یہی اصول بیان فرما رہے ہیں اور یہ مضمون قرآن کریم میں کئی مقامات پر آیا ہے۔ فرمایا:

﴿ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ عَمِلُوا السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْٓا اِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○﴾ (النحل : ١١٩)

''پھر بے شک تیرا رب ان لوگوں کے لیے جنھوں نے جہالت سے برے عمل کیے، پھر اس کے بعد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

توبہ کرلی اور اصلاح کرلی، بلاشبہ تیرا رب اس کے بعد یقیناً بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔"

اہل ایمان کی توبہ کے بارے میں یوں بھی فرمایا ہے:

﴿ إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السُّوٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوبُونَ مِنْ قَرِيبٍ فَأُولَٰٓئِكَ يَتُوبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴾ (النساء: ۱۷)

"توبہ (جس کا قبول کرنا) اللہ کے ذمے (ہے) صرف ان لوگوں کی ہے جو جہالت سے برائی کرتے ہیں، پھر جلد ہی توبہ کر لیتے ہیں، تو یہی لوگ ہیں جن پر اللہ پھر مہربان ہو جاتا ہے اور اللہ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔"

علاوہ ازیں کتب احادیث اس موضوع پر صحیح روایات و آثار سے بھری پڑی ہیں۔

لیکن ان روافض شیعہ کا اپنے قیاس پر منحصر یہ قول کہ: "بلاشبہ وہ شخص جو شرک کا ارتکاب کرلے چاہے لمحہ بھر کے لیے ہی کیوں نہ ہو یا کسی معصیت و نافرمانی کا ارتکاب کرلے چاہے وہ چھوٹی ہی کیوں نہ ہو، وہ ظالم ہوتا ہے اور اُس سے ظلم کا وصف الگ نہیں کیا جا سکتا۔ تو ان کا یہ قاعدہ و اُصول اس فیصلہ کی طرف لے جاتا ہے کہ مشرک آدمی چاہے مکمل طور پر توبہ کرتے ہوئے اسلام قبول کرکے جتنی بھی نیکی کی راہ پر کیوں نہ چلے وہ مشرک ہی رہتا ہے۔" (تو یہ اصول کس قدر قبیح اور ظلم و ناانصافی پر مبنی ہے۔ حالانکہ مذکور بالا آیات کریمہ میں قرآن کریم اس اصول کی نفی کر رہا ہے۔ ان ظالموں نے دراصل اپنا یہ اُصول صرف اُن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی پاکباز اور اللہ کی رضا سے متصف سیرتوں پر تہمتیں لگانے، بالخصوص سادا تنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی عالی شان سیرتوں کو داغدار کرنے کے لیے بنایا ہے کہ جو اسلام سے قبل شرک و خرافات والے بعض افعال و اعمال کر بیٹھے تھے۔ اسی لیے روافض کا مولوی کلینی کہتا ہے: اس آیت (سورۃ البقرہ کی آیت ۱۲۴) نے ہر ظالم کی امامت و خلافت کو باطل کر دیا ہے۔) [1]

اس بنا پر یہ روافض شیعہ وعیدی خوارج سے بھی زیادہ شدید ہو گئے ہیں۔ اس لیے کہ خوارج کبیرہ گناہ کے مرتکب آدمی کے لیے اللہ کے عذاب کو صرف اور صرف ثابت کرتے ہیں تو اس حال میں کہ وہ توبہ نہ کرے۔ یہ بات تو شریعت مطہرہ سے ثابت شدہ ہے ہی لیکن یہ ہے کہ عقلوں کی برجستگی و عمدگی، عرف عام اور لغوی اعتبار سے بھی معلوم ہوتی ہے کہ: جو آدمی ظلم کر بیٹھے یا کفر کا ارتکاب بیٹھے، پھر وہ توبہ کرکے اپنی خوب اصلاح کرلے تو یہ بات قطعاً درست نہیں ہے کہ اُس پر کافر یا ظالم کا اطلاق ہو اور اگر روافض کی بات درست ہے تو پھر: کسی بوڑھے کو بچہ، کسی جاگنے والے کو سویا ہوا، کسی فقیر کو مالدار، کسی شکم سیر کو بھوکا اور کسی مردہ کو زندہ کہنا جائز اور درست ہونا

[1] تفصیل کے لیے دیکھئے: اُصول الکافی جلد ۱، ص ۱۹۹۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چاہیے۔ اس لیے کہ: بوڑھا کبھی بچہ تھا، جاگنے والا کبھی سویا ہوا، فقیر کبھی صاحب مال، شکم سیر کبھی بھوکا اور مردہ کبھی زندہ تھا۔ علاوہ ازیں یہ بات بھی ہے کہ: اگر اس اُصول و ضابطہ کو عام مانا جائے تو پھر لازم آئے گا کہ: جو آدمی قسم کھالے کہ وہ کسی کافر کو امن و امان (پناہ) نہیں دے گا اور پھر وہ کسی ایسے آدمی کو پناہ دے دے جو اس وقت تو حالت ایمان میں ہے یعنی صحیح پختہ ایمان و اسلام والا مگر چند سال پہلے وہ کافر تھا تو ملت اسلامیہ کا کوئی بھی عالم اس حکم و فتویٰ کا قائل نہیں ہے کہ: اس قسم و حلف اٹھانے والے کی قسم ٹوٹ گئی اور اُس پر کفارہ لازم آئے گا۔ ❶

اور یہ بات تو معروف ہے کہ ظلم سے توبہ کرنے والا آدمی اس قول و فعل سے بہتر ہے کہ جس میں وہ واقع ہی نہیں ہوا۔ جو آدمی یہ اعتقاد رکھے کہ: ہر وہ شخص کہ جس نے کفر کا ارتکاب کیا ہی نہیں، نہ کسی کو اُس نے قتل کیا اور نہ ہی اُس نے کوئی گناہ کیا ہے تو وہ ہر اُس آدمی سے بہتر ہے جو اپنے کفر کے بعد ایمان لایا ہو، اپنی گمراہی کے بعد راہِ ہدایت (صراط مستقیم) پر آ گیا ہو اور وہ گناہوں کے بعد تائب ہو گیا ہو۔ تو وہ اس چیز کی مخالفت کرنے والا ہو گا جسے اُس نے دین اسلام کو اضطرار و مجبوری سے جان لیا ہو۔ اور یہ بات بھی معلوم ہے کہ سابقین اوّلین (مہاجرین و انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) اپنی اولادوں سے زیادہ افضل تھے۔ کیا کوئی بھی عقلمند مسلمان مہاجرین و انصار صحابہ کرام کے بیٹوں اور بیٹیوں رضی اللہ عنہم کو ان کی مثل شمار کر سکتا ہے؟ ❷

رافضیوں کا یہ استدلال تو پھر تمام مسلمانوں، تمام شیعوں حتیٰ کہ اہل بیت کو بھی اس حکم میں لے آئے گا...... سوائے اُن کے معصوم عن الخطا اماموں کے...... کہ وہ سب کے سب ظالم تھے۔ اس لیے کہ وہ سب معصوم عن الخطا نہیں تھے، اور نہ ہی اب ہیں۔ ان کا مولوی طوسی کہتا ہے کہ ''ظلم'' اسم مذمت ہے۔ چنانچہ یہ جائز نہیں ہے کہ لعنت کے مستحق کے سوا اس کا اطلاق کسی اور پر ہو اور یہ اللہ عزوجل کے درج ذیل فرمان سے ثابت ہے۔ فرمایا:

﴿ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا ۭ اُولٰٓئِكَ يُعْرَضُوْنَ عَلٰي رَبِّهِمْ وَيَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هٰٓؤُلَاۗءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰي رَبِّهِمْ ۚ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَي الظّٰلِمِيْنَ ؀ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۭ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ؀ ﴾

(ھود: ۱۸ تا ۱۹)

''اور اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ پر کوئی جھوٹ باندھے؟ یہ لوگ اپنے رب کے سامنے پیش

---

❶ تفصیل کے لیے دیکھئے: علامہ آلوسی کی روح المعانی جلد ۱، ص ۳۳۷ دیکھ لیجیے۔

❷ دیکھئے: منہاج السنۃ جلد ۱، ص ۳۰۲، ۳۰۳۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیے جائیں گے اور گواہ کہیں گے: یہ ہیں وہ لوگ جنھوں نے اپنے رب پر جھوٹ بولا۔ سن لو! ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔ جو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اس میں کجی تلاش کرتے ہیں اور آخرت کے ساتھ کفر کرنے والے بھی وہی ہیں۔''

(د)...... زیدی شیعہ کے علماء کی طرف سے آیت مذکور بالا (البقرہ: ۱۲۴) **سے نظریہ اثنا عشریہ والے استدلال کا توڑ:** ان کے ایک عالم بیان کرتے ہیں کہ: اس آیت سے رافضیوں نے اس بات کی دلیل پکڑی ہے کہ: جس شخص نے ایک بار بھی ظلم کیا ہو وہ امامت کا مستحق نہیں ہوتا اور یہ کہ اپنے اس بناوٹی اُصول کی بنیاد پر یہ لوگ سادا تنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی امامت و خلافت پر طعن و تشنیع اور الزام بازی کرتے ہیں...... تو یہ قطعاً درست نہیں ہے۔ اس لیے کہ: آیت مذکور بالا میں بیان شدہ عہد سے مراد اگر نبوت ہے تو بھی ان کے لیے کوئی دلیل نہیں ہے۔ (کیونکہ سادا تنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے قطعی طور پر نبوت کا دعویٰ نہیں کیا تھا۔) اور اگر اس کا معنی امامت ہے تو پھر جو آدمی ظلم و شرک سے تائب ہو جائے، اس پر ظالم والے وصف کا اطلاق قطعاً نہیں ہوتا۔ اللہ عز و جل نے اپنے اس عہد و اقرار کے پہنچنے سے صرف اسی شخص کو روکا ہے جو حالت ظلم (حالت کفر و شرک) میں ہو۔ [1]

۲: روافض کے نزدیک آیۃ التطہیر اور حدیث الکساء کا مفہوم اور اس کا ردّ:

سورۃ الاحزاب کی درج ذیل دو آیات کے آخری حصہ: اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا...... سے آیۃ التطہیر کا عنوان قائم کیا جاتا ہے۔ آیئے پہلے دونوں آیات کا مکمل ترجمہ و مفہوم پڑھتے ہیں اور پھر بات کو آگے بڑھائیں گے۔ ان شاء اللہ۔

﴿ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝ وَ قَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَ اَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَ اَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۝﴾

(الاحزاب: ۳۲تا۳۳)

''اے نبی کی بیویو! تم عورتوں میں سے کسی بھی ایک عورت جیسی نہیں ہو، اگر تقویٰ اختیار کرو تو۔ بات کرنے میں نرمی نہ کرو کہ جس کے دل میں بیماری ہے طمع کر بیٹھے اور وہ بات کہو جو اچھی ہو۔ اور اپنے گھروں میں ٹکی رہو اور پہلی جاہلیت کے زینت ظاہر کرنے کی طرح زینت ظاہر نہ کرو اور نماز

[1] دیکھئے: یوسف بن احمد الزیدی کی ''الثمرات الیانعہ'' نقلاً عن ''أصول الشیعة الامامیة'' جلد۲، ص ۹۵۵.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو۔ اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے گندگی دور کر دے۔ اے (میرے نبی کے) گھر والو! اور وہ تمھیں پاک کر دے، خوب پاک کرنا۔"

یہاں پر اثنا عشری رافضی شیعہ نے جان بوجھ کر آیۂ تطہیر کو اس قرآنی سیاق سے جدا کرنے کی کوشش کی ہے کہ جس کے بارے میں الگ سے ایک حکم آیا ہے۔ اور یہ وہ سیاق ہے کہ جس کے ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات کو مخاطب فرمایا ہے۔ مگر انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات والے خطاب سے جان بوجھ کر چشم پوشی والے جرم کا ارتکاب کیا ہے۔ پھر انھوں نے یہاں اس کے ساتھ صحیح مسلم میں مذکور حدیث کساء کو بھی جوڑ دیا ہے جو کہ مروی بھی اُمّ المؤمنین، صدیقۂ کائنات سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہے۔ یعنی اُس عائشہ سے مروی حدیث کہ جس کے بارے میں روافض دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھتی تھیں۔ جب کہ وہی اُمّ المومنین عائشہ (رضی اللہ عنہا) سادا تنا علی و فاطمہ رضی اللہ عنہما کی فضیلت بیان کر رہی ہیں۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

((خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ غَدَاةً وَعَلَيْهِ مِرْطٌ مُرَحَّلٌ مِنْ شَعَرٍ أَسْوَدَ، فَجَاءَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ فَأَدْخَلَهُ، ثُمَّ جَاءَ الْحُسَيْنُ فَدَخَلَ مَعَهُ، ثُمَّ جَاءَتْ فَاطِمَةُ فَأَدْخَلَهَا، ثُمَّ جَاءَ عَلِيٌّ فَأَدْخَلَهُ، ثُمَّ قَالَ: ﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾ .)) [1]

"ایک دن رسول اللہ ﷺ صبح کے وقت (گھر سے) نکلے۔ اس وقت آپ ﷺ کالے بالوں کی ایک چادر اوڑھے ہوئے تھے جس پر کجاووں کی یا ہانڈیوں کی صورتیں بنی ہوئی تھیں۔ اتنے میں سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ آ گئے۔ (جو ابھی بچے ہی تھے۔) آپ ﷺ نے ان کو اس چادر کے اندر کر لیا۔ پھر سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ بھی آ گئے (جو بالکل بچے تھے۔) آپ ﷺ نے ان کو بھی اندر کر لیا۔ پھر سیّدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا آ گئیں۔ آپ ﷺ نے ان کو بھی اس چادر کے اندر کر لیا۔ پھر جناب علی رضی اللہ عنہ آ گئے۔ آپ ﷺ نے ان کو بھی چادر کے اندر کر لیا اور پھر رسول اللہ ﷺ نے (سورۃ الاحزاب کی آیت ۳۳ کا یہ حصہ) تلاوت کیا: "پیغمبر کے گھر والو! اللہ عزوجل اس کے سوا (تمھارے حوالے سے) اور کچھ نہیں چاہتا کہ تم سے ہر طرح کی گندگی، (اخلاقی، دینی اور دنیاوی) ناپاکی دور کر دے اور تم سب کو خوب پاک، صاف ستھرا کر دے۔"

---

[1] صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، حدیث: ٦٢٦١.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح جامع الترمذی میں جناب عمر بن ابوسلمہ رضی اللہ عنہما (کہ جو نبی کریم ﷺ کی گود میں پلے تھے۔) کی حدیث ہے کہ: جب نبی کریم ﷺ پر آیت: ''إِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ ....الخ'' اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں نازل ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے سادا تنا علی و فاطمہ اور حسن و حسین رضی اللہ عنہم کو بلایا اور انھیں اپنی چادر کے اندر فرمالیا۔ (جناب علی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے پیچھے کھڑے تھے، آپ نے ان کو بھی چادر کے اندر کرلیا۔) اور پھر اللہ رب العالمین سے دعا کی: ''اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ أَهْلُ بَيْتِي فَأَذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيرًا'' ......اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں۔ ان سے ناپاکی (شرک وخرافات، دنیا کی طمع اور کفر و بدعات والی) دور فرما اور انھیں صاف ستھرا بنادے۔'' اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں بھی تو ان کے ساتھ ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم تو اس خیر میں دوہری شامل ہو۔'' یعنی ایک اس آیت کریمہ کے اعتبار سے اور دوسری میری اس دعا کے تحت بھی۔'' ❶

روافض نے ایسا اس معنی کو صحیح ثابت کرنے کے لیے کہا ہے کہ جس کا وہ اس آیت کریمہ سے استدلال کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اثنا عشری شیعہ علماء یہ رائے رکھتے ہیں کہ آیۂ تطہیر میں صرف چادر کے اندر والے اصحاب (علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم) کی تمام گناہوں اور چھوٹی بڑی تمام غلطیوں سے عصمت پر ہی دلالت ہے۔ بلکہ وہ کہتے ہیں کہ تمام کی تمام بشری بھول چوک اور خطاؤں سے عصمت کی بھی دلالت ہے۔ ❷

روافض کے استدلال پر جرح ونقد:

(۱)...... پہلی بات تو یہ ہے کہ مذکور بالا حدیثِ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا چند ایک مختلف الفاظ کے ساتھ احادیث کی کتب میں مذکور ہے۔ چنانچہ روایت کیا گیا ہے کہ اُمّ المومنین سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا: (ایک دفعہ) نبی کریم ﷺ، علی بن ابوطالب، فاطمۃ الزہراء، اور حسن و حسین رضی اللہ عنہم میرے پاس تھے۔ میں نے ان سب کے لیے قیمہ اور آٹا سے تیار کیا ہوا ایک کھانا (خزیرہ) تیار کیا۔ چاروں حضرات گرامی کھا کر سو گئے۔ نبی کریم ﷺ نے ان کو عباء یا جھالدار چادر سے ڈھانپ دیا۔ پھر دعا کرتے ہوئے فرمایا: ''اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ أَهْلُ بَيْتِي فَأَذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيرًا ......اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں۔ ان سے پلیدگی (نجاست) کو دور کرکے انھیں نہایت درست طریقے سے پاک کردے۔''

ایک دوسری روایت میں ہے کہ: نبی کریم ﷺ نے ان حضرات کو ایک چادر پر بٹھایا۔ پھر آپ ﷺ

---

❶ دیکھئے: جامع الترمذی، كتاب المناقب، باب في مناقب اهل بيت النبي ﷺ، حديث: ۳۷۸۷.

❷ دیکھئے: ثم ابصرت الحقيقة ص ۱۷۶.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے اس چادر کے چاروں کونے اپنے بائیں ہاتھ سے پکڑے اور اس چادر کو ان کے سروں پر ملا دیا (جیسے کوئی گٹھڑی باندھنے کے لیے چادر کے چاروں کونے اوپر اکٹھے کیے جاتے ہیں۔) اور پھر آپ ﷺ نے اپنے دائیں ہاتھ کے ساتھ اپنے رب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے عرض کیا: ''هٰؤُلَاءِ أَهْلُ بَيْتِي، فَأَذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيرًا ...... یہ ہیں میرے اہل بیت۔ (اے اللہ!) ان سے پلیدگی (بدعات وخرافات اور دین میں شک والی نجاست) خوب اچھی طرح پاک کردے۔''

یہ دونوں روایتیں پیچھے اُمّ المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی صحیح مسلم کی روایت کے ساتھ متفق ہیں لیکن ان میں بیان کردہ افراد گرامی قدر کے علاوہ کسی اور کو اہل بیت میں شامل نہ کیے جانے کا حتمی حکم و فیصلہ نہیں لگایا جاسکتا۔ ❶

اسی موضوع پر اُمّ المومنین سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے بھی روایات کتب احادیث میں موجود ہیں۔ جن میں کچھ ایسے الفاظ کی زیادتی کی ہے جن سے بظاہر معلوم ہوتا ہے: اُمّ المومنین سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا ان چادر والوں (علی، فاطمہ اور حسن وحسین رضی اللہ عنہم) میں شامل نہیں تھیں اور شاید آپ اس چادر میں داخل ہی نہیں ہوئی تھیں۔ مگر بات ایسی نہیں ہے۔ اس لیے کہ؛ اولاً: ایسی تمام روایات ضعیف الاسناد ہیں اور صحیح روایات میں اُمّ المومنین سیّدہ سلمہ رضی اللہ عنہا کا اس چادر میں داخل ہونا ثابت ہے۔ ثانیاً: یہ بات درست نہ تھی کہ اُمّ المومنین رضی اللہ عنہا انہی لمحات میں اس چادر میں داخل ہوتیں کہ جس وقت سیّدنا علی رضی اللہ عنہ اپنے بیوی بچوں کے ہمراہ اس کے نیچے تھے۔ یہ اسلامی ادب کے خلاف تھا، اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کو اس وقت چادر میں داخل فرمالیا تھا کہ جب چاروں مذکور بالا حضرات گرامی قدر اُس سے باہر ہوگئے۔ یہ بات مسند احمد کی درج ذیل ایک مفصل روایت سے ثابت ہے کہ جس پر آئمۃ الحدیث نے ''صحیح'' کا حکم لگایا ہے۔ مگر اس روایت کو بیان کرنے سے پہلے ہم اُمّ المومنین سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کی دو اور صحیح روایات جامع ترمذی کے حوالے سے بیان کرنا چاہتے ہیں تاکہ تمام روایات کے متون کا فرق معلوم ہوجائے۔ ایک روایت تو وہی ہے جس کا ترجمہ پیچھے گزر چکا ہے اور اُس کا عربی متن یوں ہے: ''لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ ﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ۝﴾ فِي بَيْتِ أُمِّ سَلَمَةَ رضی اللہ عنہا، فَدَعَا فَاطِمَةَ وَحَسَنًا وَحُسَيْنًا، فَجَلَّلَهُمْ بِكِسَاءٍ وَعَلِيٌّ خَلْفَ ظَهْرِهِ فَجَلَّلَهُ بِكِسَاءٍ، ثُمَّ قَالَ: ''اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ أَهْلُ بَيْتِي فَأَذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيرًا'' قَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ: وَأَنَا مَعَهُمْ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ؟ قَالَ:

❶ دیکھیے: ''ثم ابصرت الحقیقۃ'' ص ۱۷۶، ۱۷۷، دونوں روایات کا حوالہ بھی اسی کتاب میں دیکھا جاسکتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"أَنْتِ عَلَى مَكَانِكِ، وَأَنْتِ إِلَى خَيْرٍ".))❶، ❷

---

❶ جامع الترمذي، كتاب المناقب، باب مناقب اهل بيت النبي ﷺ، حديث: ٣٧٨٧، صحّحه الألباني رحمه الله.

❷ یہاں اس حدیث کے آخر میں جو آیا ہے کہ اُمّ المومنین سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! میں بھی ان (علی و فاطمہ اور حسن و حسین رضی اللہ عنہم) کے ساتھ ہوں اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "أَنْتِ عَلَى مَكَانِكِ، وَأَنْتِ إِلَى خَيْرٍ"...... آپ اپنی جگہ پر ہی ٹھہری رہیں۔ (ابھی اس چادر کے نیچے نہ آئیں۔) تم تو میرے نزدیک سراپائے خیر ہو۔"...... تو اخلاف میں سے بعض کم فہم اور ضیق النفس لوگوں نے یہاں سے اس بات کا استدلال کیا ہے: کہ نبی کریم ﷺ نے علی و فاطمہ اور حسن و حسین رضی اللہ عنہم کے علاوہ کسی اور کو اپنے اہل بیت میں شامل کرنے کو پسند ہی نہیں فرمایا تھا۔ یہ بات اصل حقیقت اور صحیح الاسناد دیگر احادیث مبارکہ کے خلاف ہے، قرآن و سنت کے نصوص کے خلاف بھی اور اُمت کے تمام اہل السنۃ والجماعۃ سلف و خلف آئمہ کرام و علماء عظام رحمہم اللہ کے فہم و آراء اور فتاویٰ کے خلاف بھی۔ علامہ مبارکپوری رحمہ اللہ نے "تحفة الاحوذي شرح جامع الترمذي" كتاب التفسير، باب تفسير سورة الاحزاب میں وارد اسی حدیث (٣٢٠٥۔ جس پر علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح کا حکم لگایا ہے) کی شرح میں لکھا ہے: کہ نبی کریم ﷺ نے سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کو یہ جو فرمایا: "أَنْتِ عَلَى مَكَانِكِ، وَأَنْتِ إِلَى خَيْرٍ" (یہاں اس روایت کے الفاظ اسی طرح ہیں۔) تو بات یہ ہے کہ: يُحْتَمَلُ أَنْ يَكُوْنَ مَعْنَاهُ: أَنْتِ خَيْرٌ وَعَلَى مَكَانِكِ، مِنْ كَوْنِكِ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي وَلَا حَاجَةَ لَكِ فِي الدُّخُوْلِ تَحْتَ الْكِسَاءِ، كَأَنَّهُ مَنَعَهَا عَنْ ذٰلِكَ لِمَكَانِ عَلِيٍّ (رضي الله عنه) وَأَنْ يَكُوْنَ الْمَعْنَى: أَنْتِ عَلَى خَيْرٍ وَإِنْ لَمْ تَكُوْنِي مِنْ أَهْلِ بَيْتِي، كَذَا فِي اللَّمْعَاتِ۔ قُلْتُ: اَلْاِحْتِمَالُ الْأَوَّلُ هُوَ الرَّاجِحُ، بَلْ هُوَ الْمُتَعَيَّنُ...... الخ...... احتمال اس بات کا ہے کہ اس عبارت کا معنی یہ ہو: اے اُمّ سلمہ! تم تو سراپائے خیر ہو (القاموس الوحید طبع ادارہ اسلامیات، لاہور، کراچی ص ٤٨٩ پر "اَلْخَيْرُ" کے معانی میں لکھا ہے: زیادہ اچھا، زیادہ بہتر، زیادہ مفید، زیادہ نیک، خیر ہر اُس چیز کو کہتے ہیں جو حسن لذاتہ ہو۔ یعنی خوبی اور بہتری اس کی ذات میں ہو اور اس میں ذاتی لذت، ذاتی نفع اور ذاتی خوش بختی ہو۔ بھلائی، خوبی، برکت، صاحب خیر، فیض رساں، باعث برکت، بہت نفع بخش...... الخ) اور تم اپنی جگہ پر ہی اس لیے ٹھہری رہو کہ تم تو میرے اہل بیت میں سے ہو۔ تمھیں اس چادر کے نیچے آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ گویا نبی مکرم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہا کو اس چادر میں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی موجودگی کی وجہ سے روک دیا تھا اور ان الفاظ کا یہ معنی بھی ہوسکتا ہے کہ: اے اُمّ سلمہ! تم تو پہلے سے ہی خوش بختی اور برکت و خوبی پر ہو اگرچہ تم میرے اہل بیت میں سے نہیں بھی ہو تو۔ کتاب "اللمعات" میں یہی مفہوم درج ہے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ: پہلا احتمال و معنی زیادہ راجح ہے۔ بلکہ یہ معنی و مفہوم تعیین کے لائق ہے۔"...... الخ

اس کے بعد علامہ موصوف رحمہ اللہ نے دسیوں صحابہ کرام و تابعین عظام رضی اللہ عنہم کے اقوال اس حق میں درج کر کے نتیجتاً سورۃ الاحزاب کی آیت ٣٢ اور ٣٣ میں "اہل البیت" سے مراد رسول اللہ ﷺ کی تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن جمیعاً اور سادا تنا علی و فاطمہ اور حسن و حسین رضی اللہ عنہم سب کو لیا ہے۔ فجزاه الله خيرًا۔ اسی طرح جامع الترمذي، كتاب المناقب عن رسول الله ﷺ باب ما جاء في فضل فاطمة رضي الله عنها، حديث: ٣٨٧١: عن شهر بن حوشب، عن اُمّ سلمه رضي الله عنها کا متن یوں ہے: "أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ جَلَّلَ عَلَى الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ وَعَلِيٍّ وَفَاطِمَةَ كِسَاءً، ثُمَّ قَالَ: اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ أَهْلُ بَيْتِي وَخَاصَّتِي، أَذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيْرًا. فَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ: وَأَنَا مَعَهُمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: إِنَّكِ عَلَى خَيْرٍ." (اس پر امام ترمذی رحمہ اللہ نے حکم لگایا ہے: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔ اور شیخ البانی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔) نبی کریم ﷺ نے سادا تنا علی و فاطمہ اور حسن و حسین رضی اللہ عنہم کو ایک چادر کے نیچے ڈھانپتے ہوئے اللہ سے دعا کی: "اے اللہ! یہ میرے اہل بیت اور چیدہ و برگزیدہ لوگ ہیں۔ ان سے (خرافات و بدعات اور دین حنیف کے بارے میں شک جیسی) گندگی کو دور کر دے اور ان کو (ان چیزوں سے) خوب پاک کر دے۔" تو اُمّ المومنین سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اور میں بھی کیا ان کے ساتھ ہوں؟ (کیا میں بھی ان کے ہمراہ چادر کے نیچے آ جاؤں؟) تو فرمایا: تم تو پہلے سے ہی (اہل بیت میں سے ہونے والی) بھلائی و خوش بختی پر ہو۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسری روایت نیچے حاشیہ میں دے دی گئی ہے۔ آیئے اب مسند احمد میں درج روایت کا مطالعہ کرتے ہیں۔ جناب شہر بن حوشب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

((سَمِعْتُ أُمَّ سَلَمَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ حِينَ جَاءَ نَعْيُ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ، لَعَنَتْ أَهْلَ الْعِرَاقِ، فَقَالَتْ: قَتَلُوْهُ قَتَلَهُمُ اللّٰهُ، غَرُّوْهُ وَذَلُّوْهُ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ، فَإِنِّي رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ جَاءَتْهُ فَاطِمَةُ غَدِيَّةً بِبُرْمَةٍ، قَدْ صَنَعَتْ لَهُ فِيْهَا عَصِيْدَةً، تَحْمِلُهَا فِيْ طَبَقٍ لَهَا، حَتَّى وَضَعَتْهَا بَيْنَ يَدَيْهِ، فَقَالَ لَهَا: "**أَيْنَ ابْنُ عَمِّكِ؟**" قَالَتْ: هُوَ فِي الْبَيْتِ، قَالَ: "**فَاذْهَبِيْ فَادْعِيْهِ، وَأْتِنِيْ بِابْنَيْهِ.**"
قَالَ: فَجَاءَتْ تَقُوْدُ ابْنَيْهَا كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِيَدٍ، وَعَلِيٌّ يَمْشِيْ فِيْ إِثْرِهِمَا، حَتَّى دَخَلُوْا عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَأَجْلَسَهُمَا فِيْ حِجْرِهِ وَجَلَسَ عَلِيٌّ عَنْ يَمِيْنِهِ وَجَلَسَتْ فَاطِمَةُ عَنْ يَسَارِهِ، قَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ: فَاجْتَبَذَ مِنْ تَحْتِيْ كِسَاءً خَيْبَرِيًّا، كَانَ بِسَاطًا لَنَا عَلَى الْمَنَامَةِ فِي الْمَدِيْنَةِ، فَلَفَّهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلَيْهِمْ جَمِيْعًا، فَأَخَذَ بِشِمَالِهِ طَرَفَيِ الْكِسَاءِ وَأَلْوَى بِيَدِهِ الْيُمْنَى إِلَى رَبِّهِ، قَالَ: "**اَللّٰهُمَّ أَهْلَ بَيْتِيْ، أَذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيْرًا اَللّٰهُمَّ أَهْلِيْ، أَذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيْرًا، اَللّٰهُمَّ أَهْلَ بَيْتِيْ، أَذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيْرًا**" قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَلَسْتُ مِنْ أَهْلِكَ؟ قَالَ: "**بَلٰى، فَادْخُلِيْ فِي الْكِسَاءِ**" فَدَخَلْتُ فِي الْكِسَاءِ بَعْدَ مَا قَضَى دُعَاءَهُ لِابْنِ عَمِّهِ عَلِيٍّ وَابْنَيْهِ وَابْنَتِهِ فَاطِمَةَ.))❶

''میں نے اُمّ المومنین سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے سماعت کیا کہ: کوفہ و کربلا سے جب سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی شہادت والی خبر یہاں مدینہ منورہ پہنچی تو ان اُمّ المومنین رضی اللہ عنہا نے اہل عراق پر لعنت بھیجی اور کہنے لگیں: اللہ ان اہل عراق (کوفیوں) کو تباہ و برباد اور ہلاک کرے، اُنھوں نے کیا (جگر گوشۂ رسول سیّدنا) حسین بن علی رضی اللہ عنہما کو شہید کر دیا ہے؟ ان ظالموں نے آپ رضی اللہ عنہ کو دھوکہ دے کر رسوا کیا؟ ان پر اللہ تعالیٰ لعنت کرے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ: ایک دن سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا ایک ہنڈیا لے کر آئیں کہ جس میں اُنھوں نے اپنے ابوجان صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے آٹے اور گھی سے حلوا تیار کر رکھا تھا اور اس ہنڈیا کو آپ رضی اللہ عنہا اپنی ایک سینی، طشتری میں اٹھائے ہوئے

❶ مسند الإمام أحمد : ٢٩٨/٦، حديث: ٢٧٠٨٥.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا نے اس برتن کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لا کر رکھ دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا: ''علی کہاں ہیں؟'' عرض کیا: گھر میں ہیں۔ فرمایا: ''جاؤ اور ان کو بلا کر لاؤ۔ ان کے دونوں بیٹوں (حسن وحسین رضی اللہ عنہم جمیعا) کو بھی اپنے ساتھ لیتی آنا۔''

شہر بن حوشب کہتے ہیں: (اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا) چنانچہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے دونوں بیٹوں کو لے آئیں، اس طرح کہ دونوں میں سے ہر ایک کو اپنے ایک ایک ہاتھ سے پکڑے ہوئے تھیں۔ جب کہ علی رضی اللہ عنہ ان کے پیچھے چل رہے تھے۔ حتیٰ کہ یہ سب لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساداتنا حسن وحسین رضی اللہ عنہما کو اپنی گود میں بٹھالیا۔ جب کہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں جانب بیٹھ گئے اور سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بائیں جانب بیٹھ گئیں۔

اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے نیچے سے خیبر کی بنی ہوئی ایک چادر کو کھینچ لیا۔ یہ چادر مدینہ منورہ میں ہمارے سونے کی جگہ پر نیچے بچھانے کے کام آتی تھی۔ اس چادر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب پر پھیلا کر لپیٹ دیا اور پھر اپنے بائیں ہاتھ سے اس چادر کے کونوں کو پکڑ لیا۔ پھر اپنے دائیں ہاتھ سے اپنے رب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے عرض کیا: ''اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں۔ ان سے (بدعات وخرافات اور دین حنیف کے بارے میں شک جیسی) گندگی کو دور فرما کر انھیں خوب اچھی طرح پاک کر دے۔ اے اللہ! یہ میرے اہل ہیں، ان سے (مذکور بالا غلاظتوں والی) گندگی کو دور فرما اور انھیں خوب، اچھی طرح پاک کر دے۔ (تیسری بار پھر یہی دعا کی۔) اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں۔ ان سے (مذکور بالا غلاظتوں والی) گندگی کو دور فرما اور انھیں خوب، اچھی طرح پاک کر دے۔'' میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا میں آپ کے اہل میں سے نہیں ہوں؟ فرمایا: ''بَلٰی فَادْخُلِيْ فِي الْكِسَاءِ'' ...... کیوں نہیں؟ (تم بھی میرے اہل میں سے ہو اور دیگر ازواج مطہرات بھی۔) آؤ تم بھی اب اس چادر میں داخل ہو جاؤ۔'' چنانچہ میں بھی اس چادر میں داخل ہوگئی مگر اس کے بعد کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا کے بیٹے علی، ان کے دونوں بیٹوں (حسن وحسین) اور اپنی لخت جگر سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہم اجمعین کے لیے دعا کر چکے تھے۔ (اور وہ چادر سے باہر آ چکے تھے۔) [1]

---

[1] مسند الامام احمد میں ہی اس موضوع کی ایک اور روایت: عن عطاء ابن ابی رباح، قال: حدثني من سمع أم سلمة تذكر ...... والے صیغہ کے ساتھ بھی درج ہے۔ (حدیث: ۲۷۰۴۱: ۲۹۲/۶، طبع بیت الأفکار الدولیة) اس میں ہے کہ: ⇐⇐

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو ان روایات سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس بات کی گواہی دے دی تھی کہ: اُمّ المومنین سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا بھی آپ کے اہل بیت میں سے تھیں اور یہ کہ آپ ﷺ نے ان کو بھی سادا تنا علی و فاطمہ اور حسن و حسین رضی اللہ عنہم کے لیے دعا کر دینے کے بعد اس چادر (الکساء) میں داخل فرما لیا تھا۔ ❶

(ب)...... اور ان دلائل میں سے کہ جو اس بات پر شاہد ہیں کہ: آیت مذکور بالا (۳۳) معصومیت و امامت پر دلالت نہیں کرتی، یہ دلیل بھی ہے کہ؛ یہاں (سورۃ الاحزاب کی مذکورہ) تمام آیات میں خطاب نبی کریم ﷺ کی تمام ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن جمیعاً سے ہے۔ بات شروع بھی ان سے ہو رہی ہے اور ختم بھی انہی کے موضوع پر ہو رہی ہے۔ چنانچہ فرمایا:

﴿ يَآيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ○ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ○ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ○ وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا ○ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ○ وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ

⇐ سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا ایک برتن میں آٹے، گھی کا حلواء لائیں۔ نبی کریم ﷺ گھر میں ہی تشریف تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے شوہر محترم اور اپنے دونوں بیٹوں کو بلا لاؤ۔ چنانچہ وہ لوگ آئے اور بیٹھ کر یہ حلواء (خزیرہ) کھانے لگے۔ اس وقت نبی کریم ﷺ سونے کے لیے بنائی گئی چبوترہ نما جگہ پر تشریف فرما تھے اور آپ ﷺ کے نیچے ایک خیبری چادر بچھی ہوئی تھی۔ (غالباً یہ چادر خیبر کے مال غنیمت میں آئی ہوگی؟) سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ: میں حجرہ (اپنے کمرہ) میں نماز پڑھ رہی تھی۔ اسی دوران اللہ عزوجل نے یہ آیت کریمہ: اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ ...... الخ اتاردی۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے اسی چادر کا فالتو حصہ پکڑا اور اس کے ساتھ ان لوگوں (علی و فاطمہ اور حسن و حسین رضی اللہ عنہم) کو ڈھانپ دیا پھر آپ نے اپنا (دایاں) ہاتھ باہر نکال کر آسمان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے عرض کیا: اے اللہ یہ میرے اہل بیت اور چیدہ و برگزیدہ لوگ ہیں...... اے اللہ! یہ میرے اہل بیت اور اپنی فطری حالت پر میرا خام مال ہیں...... الخ۔ آپ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے اپنا سر اس گھر میں (جہاں یہ لوگ تشریف فرما تھے۔) داخل کر کے عرض کیا: اور میں بھی آپ لوگوں کے ساتھ ہوں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم تو اے اُمّ سلمہ! پہلے ہی بھلائی و خوش بختی کے پاس ہو۔ (ایسا آپ ﷺ نے دو بار فرمایا۔)

❷ مزید تفصیل کے لیے دیکھئے: ثم أبصرت الحقيقة دیکھ لیجئے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ۝ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَىٰ فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ لَطِيفًا خَبِيرًا ۝﴾ (الاحزاب: ۲۸ تا ۳٤)

''اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دے اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کا ارادہ رکھتی ہو تو آؤ میں تمھیں کچھ سامان دے دوں اور تمھیں رخصت کر دوں، اچھے طریقے سے رخصت کرنا۔ اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخری گھر کا ارادہ رکھتی ہو تو بے شک اللہ نے تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لیے بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔ اے نبی کی بیویو! تم میں سے جو کھلی بے حیائی (عمل میں) لائے گی اس کے لیے عذاب دوگنا بڑھایا جائے گا اور یہ بات اللہ پر ہمیشہ سے آسان ہے۔ اور تم میں سے جو اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرے گی اور نیک عمل کرے گی اسے ہم اس کا اجر دوبار دیں گے اور ہم نے اس کے لیے باعزت رزق تیار کر رکھا ہے۔ اے نبی کی بیویو! تم عورتوں میں سے کسی بھی ایک عورت جیسی نہیں ہو، اگر تقویٰ اختیار کرو تو۔ بات کرنے میں نرمی نہ کرو مبادا کہ جس کے دل میں بیماری ہے طمع کر بیٹھے اور وہ بات کہو جو اچھی ہو۔ اور اپنے گھروں میں ٹکی رہو اور پہلی جاہلیت کے زینت ظاہر کرنے کی طرح زینت ظاہر نہ کرو۔ اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو۔ اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے گندگی دور کر دے اے (میرے نبی کے) گھر والو! اور تمھیں پاک کر دے، خوب پاک کرنا۔ اور تمھارے گھروں میں اللہ کی جن آیات اور دانائی کی باتوں (سنت مطہرہ واحادیث مبارکہ) کی تلاوت کی جاتی ہے انھیں یاد کرو۔ بے شک اللہ ہمیشہ سے نہایت باریک بین، پوری خبر رکھنے والا ہے۔''

روزِ روشن کی طرح صاف دکھائی دے رہا ہے کہ یہاں سب کا سب خطاب نبی ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اجمعین سے ہے۔ انہی کے ساتھ امر و نہی اور وعد وعید کا معاملہ ہے۔ لیکن جب واضح ہو گیا کہ اس معاملے میں فائدہ و منفعت ہے جو ان تمام ازواج مطہرات کو شامل ہے وہ ان کے علاوہ باقی اہل بیت کو بھی عمومی فائدہ دے رہا ہے تو پھر تطہیر کی بات مذکر والے صیغہ کے ساتھ آ گئی۔ اس لیے کہ یہ قاعدہ کی بات ہے: جب مذکر و مونث سب کا اکٹھے ذکر ہو رہا ہو تو پھر مذکر کا صیغہ غالب رہا کرتا ہے۔ اس طرح سے نبی کریم ﷺ کے تمام اہل خانہ کو یہ فضیلت حاصل ہو گئی۔ البتہ اتنا ضرور ہے کہ: سادا تنا علی و فاطمہ اور حسن و حسین رضی اللہ عنہم کو اس بارے میں چیدہ و برگزیدہ کر لیا گیا ہے۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ نے اُن کے لیے خصوصی دعا کر دی تھی۔

یہ بات لغوی طور پر بھی معروف ہے کہ: آدمی کی بیوی اُس کے اہل بیت میں سے ہوا کرتی ہے۔ جیسے کوئی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شخص کسی دوسرے آدمی سے یوں پوچھے: کَیْفَ أَهْلُكَ؟ سنایئے! آپ کے اہل خانہ کا کیا حال ہے؟ تو اس سے پوچھنے والے کی مراد مخاطب کی بیوی بچے ہی ہوتے ہیں۔ اور وہ جواباً کہتا ہے: هُمْ بِخَيْرٍ ...... وہ سب خیر و عافیت سے ہیں۔ (یہ نہیں کہتا: هُنَّ بِخَيْرٍ) اس کی مثال قرآن حکیم کی اس آیت کریمہ سے سمجھئے۔ فرمایا:

﴿ وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ○ قَالَتْ يٰوَيْلَتٰٓى ءَ اَلِدُ وَ اَنَا عَجُوْزٌ وَّ هٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا ؕ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيْبٌ ○ قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ○﴾

(هود: ۷۱تا۷۳)

''اور اس کی بیوی کھڑی تھی، سو ہنس پڑی۔ چنانچہ ہم نے اسے اسحاق کی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی خوش خبری دی۔ اس نے کہا: ہائے میری بربادی! کیا میں جنوں گی، جب کہ میں بوڑھی ہوں اور یہ میرا خاوند ہے بوڑھا؟ یقیناً یہ تو ایک عجیب چیز ہے۔ انھوں نے کہا: کیا تو اللہ کے حکم سے تعجب کرتی ہے؟ اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں تم پر اے گھر والو! بے شک وہ بے حد تعریف کیا گیا، بڑی شان والا ہے۔''

ان آیات میں مخاطب تو بالاجماع سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کی زوجۂ محترمہ سیّدہ سارہ رضی اللہ عنہا ہیں، لیکن ان کو مخاطب مذکر والے صیغہ سے کیا گیا ہے اور یہ کہ اس کو اہل بیت میں شمار کیا گیا ہے۔ [1]

اسی طرح ان دونوں باتوں کے لیے کہ: (۱)...... عورتوں کے لیے مذکر کے صیغے بھی استعمال ہو جاتے ہیں اور (۲)...... بیویاں اہل بیت میں سے ہوتی ہیں، قرآن حکیم کے مندرجہ ذیل مقامات کا مطالعہ کیجیے۔ فرمایا:

ا: ﴿ فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖٓ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ؕ قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ○﴾ (القصص: ۲۹)

''پھر جب موسیٰ نے وہ مدت پوری کر دی اور اپنے گھر والوں کو لے کر چلا تو اس نے پہاڑ کی طرف سے ایک آگ دیکھی۔ اپنے گھر والوں سے کہا تم ٹھہرو، بے شک میں نے ایک آگ دیکھی ہے، ہوسکتا ہے کہ میں تمھارے لیے اس سے کوئی خبر لے آؤں، یا آگ کا کوئی انگارا، تاکہ تم تاپ لو۔''

ب: ﴿ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَ كَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ○ وَ كَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ وَ كَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا ○﴾ (مریم: ۵۴تا۵۵)

[1] تفصیل کے لیے دیکھئے: فیصل نور کی ''الإمامة والنص'' ص ۳۸٦.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اور کتاب میں اسماعیل کا ذکر کر، یقیناً وہ وعدے کا سچا تھا اور ایسا رسول جو نبی تھا۔ اور وہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتا تھا اور وہ اپنے رب کے ہاں پسند کیا ہوا تھا۔''

ج: ﴿ وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ۖ لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا ۖ نَّحْنُ نَرْزُقُكَ ۗ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى ۝﴾ (طٰہٰ: ۱۳۲)

''اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دے اور اس پر خوب پابند رہ۔ ہم تجھ سے کسی رزق کا مطالبہ نہیں کرتے، ہم ہی تجھے رزق دیں گے اور اچھا انجام تقویٰ کا ہے۔''

د: ﴿ وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيصَهُ مِنْ دُبُرٍ وَّأَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ ۚ قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ أَرَادَ بِأَهْلِكَ سُوْٓءًا إِلَّآ أَنْ يُّسْجَنَ أَوْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ ۝﴾ (یوسف: ۲۵)

''اور دونوں دروازے کی طرف دوڑے اور اس عورت نے اس کی قمیص پیچھے سے پھاڑ دی اور دونوں نے اس کے خاوند کو دروازے کے پاس پایا۔ اس عورت نے کہا کیا جزا ہے اس کی جس نے تیری گھر والی کے ساتھ برائی کا ارادہ کیا، سوائے اس کے کہ اسے قید کیا جائے، یا دردناک سزا ہو۔''

(ج)...... عربی زبان میں بالعموم اور قرآن کی لغت میں بالخصوص گندگی و پالیدگی کے ختم ہو جانے کا معنی قطعاً عصمت و معصومیت نہیں لیا جاتا۔ چنانچہ:

امام راغب اصفہانی اپنی کتاب ''مفردات الفاظ القرآن'' میں مادہ ''الرجس'' کے تحت لکھتے ہیں: اس کا معنی ہوتا ہے: الشيء القذر ...... گندی چیز۔ جیسے کوئی کہے: رجلٌ رجسيٌّ ...... گندہ آدمی اور رجال ارجاسٌ ...... گندے لوگ۔ اللہ عزوجل فرماتے ہیں:

﴿ يَآأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَيْسِرُ وَ الْأَنْصَابُ وَ الْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝﴾ (المائدہ: ۹۰)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور شرک کے لیے نصب کردہ چیزیں اور فال کے تیر سراسر گندے ہیں، شیطان کے کام سے ہیں، سو اس سے بچو، تاکہ تم فلاح پاؤ۔''

تو یہاں شراب اور باقی چیزوں کو جو یہاں ذکر ہوئیں: رجس کہا گیا ہے۔ اسی طرح ایک اور مقام پر کافروں کو ''رجس'' کہا ہے۔ اس لیے کہ شرک عقلی طور پر بھی تمام چیزوں سے قبیح ترین چیز ہے۔

چنانچہ اللہ عزوجل فرماتے ہیں:

۱...... ﴿ وَأَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا إِلٰى رِجْسِهِمْ وَمَاتُوْا وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ۝﴾

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(التوبہ: ۱۲۵)

''اور رہے وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے تو اس نے ان کو ان کی گندگی کے ساتھ اور گندگی میں زیادہ کر دیا اور وہ اس حال میں مرے کہ وہ کافر تھے۔''

دوسرے مقام پر یوں ارشاد ہوتا ہے:

ب .... ﴿ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ يَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝﴾ (یونس: ۱۰۰)

''اور کسی شخص کے لیے ممکن نہیں کہ ایمان لائے مگر اللہ کے اذن سے اور وہ گندگی ان لوگوں پر ڈالتا ہے جو نہیں سمجھتے۔''

تیسرے ایک مقام پر اس طرح سے فرمایا ہے:

ج .... ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖۤ اِنْ شَآءَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝﴾ (التوبہ: ۲۸)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بات یہی ہے کہ مشرک لوگ ناپاک ہیں۔ پس وہ اپنے اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب نہ آئیں۔ اور اگر تم کسی قسم کے فقر سے ڈرتے ہو تو اللہ جلد ہی تمھیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا، اگر اس نے چاہا۔ بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔''

ایک مقام پر خنزیر کے گوشت کو بھی رجس کہا ہے:

د .... ﴿ قُلْ لَّاۤ اَجِدُ فِيْ مَاۤ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗۤ اِلَّاۤ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝﴾ (الانعام: ۱۴۵)

''کہہ دے میں اس وحی میں، جو میری طرف کی گئی ہے، کسی کھانے والے پر کوئی چیز حرام نہیں پاتا جسے وہ کھائے، سوائے اس کے کہ وہ مردار ہو، یا بہایا ہوا خون ہو، یا خنزیر کا گوشت ہو۔ بے شک وہ گندگی ہے۔ یا نافرمانی (کا باعث) ہو، جس پر غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو۔ پھر جو مجبور کر دیا جائے، اس حال میں کہ نہ بغاوت کرنے والا ہو اور نہ حد سے گزرنے والا تو بے شک تیرا رب بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلاصہ کلام یہ ہے کہ: لفظ "اَلرِّجْسُ" کا اصل معنی "اَلْقَذر" ہے۔ جو (اُردو میں گندگی، نجاست، گندی اور ناپاک چیز، گندہ فعل، بدکاری، گناہ وغیرہ پر بولا جاتا ہے۔) اس کا اطلاق شرک جیسے نجس فعل پر بھی ہوتا ہے۔ جیسے کہ اللہ عزوجل فرماتے ہیں:

ہ .... ﴿ ذٰلِكَ وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۭ وَاُحِلَّتْ لَـكُمُ الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ۝ ﴾

(الحج: ۳۰)

"یہ اور جو کوئی اللہ کی حرمتوں کی تعظیم کرے تو وہ اس کے لیے اس کے رب کے ہاں بہتر ہے اور تمھارے لیے مویشی حلال کر دیے گئے ہیں سوائے ان کے جو تمھیں پڑھ کر سنائے جاتے ہیں۔ پس بتوں کی گندگی سے بچو اور جھوٹی بات سے بچو۔"

اس سے مراد حرام شدہ کھانے پینے کی گندی چیزیں بھی ہوتی ہیں جیسے کہ اللہ عزوجل فرماتے ہیں:

و .... ﴿ قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰي طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ ﴾ (الانعام: ۱٤٥)

"کہہ دے میں اس وحی میں، جو میری طرف کی گئی ہے، کسی کھانے والے پر کوئی چیز حرام نہیں پاتا جسے وہ کھائے، سوائے اس کے کہ وہ مردار ہو، یا بہایا ہوا خون ہو، یا خنزیر کا گوشت ہو کہ بے شک وہ گندگی ہے، یا نافرمانی (کا باعث) ہو، جس پر غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو۔ پھر جو مجبور کر دیا جائے، اس حال میں کہ نہ بغاوت کرنے والا ہو اور نہ حد سے گزرنے والا تو بے شک تیرا رب بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔"

سورۃ المائدہ کی آیت ۹۰ کے حوالے سے پیچھے گزر چکا ہے۔ یہ بات ثابت ہی نہیں ہے کہ قرآن حکیم نے لفظ "اَلرِّجْسُ" کو مطلق گناہ کے معنی میں استعمال کیا ہو اور وہ اس حیثیت سے کہ: کسی سے اس گندگی ونجاست (الرجس) کے ختم ہونے سے اس کا معصوم عن الخطا ہونا ثابت ہوتا ہو۔ [1]

(د) ...... گندگی ونجاست (الرجس) اور گناہ سے پاک ہونے کا معنی کسی کے لیے معصومیت کا ثبوت نہیں ہے۔ تو جس طرح لفظ "الرجس" سے انسان کے گناہ اور اجتہاد میں اُس کی غلطیاں اور خطائیں مراد نہیں ہوتیں بلکہ

[1] تفصیل کے لیے: "ثم أبصرت الحقیقة" ص ۱۸۱.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے مراد گندگی و نجاست، گندی، بدبودار چیزیں اور معنوی وحسی نجاستیں مقصود ہوتی ہیں تو اس طرح لفظ "اَلتَّطْهِيْر" سے مراد معصومیت و عصمت عن الخطا نہیں ہوتی۔ چنانچہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ تمام اہل ایمان کی تطہیر چاہتے ہیں فقط اہل بیت النبی ﷺ کی نہیں۔ اگرچہ اہل بیت تطہیر کے حوالے سے باقی تمام لوگوں سے زیادہ اولیٰ اور زیادہ حق والے تھے۔ دیکھئے اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی کتاب عزیز قرآن حکیم میں اپنے محبوب پیغمبر ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَ اَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَ امْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْلٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ؕ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝﴾

(المائدہ: ٦)

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم نماز کے لیے اٹھو تو اپنے منہ اور اپنے ہاتھ کہنیوں تک دھولو اور اپنے سروں کا مسح کرو اور اپنے پاؤں ٹخنوں تک (دھولو)۔ اور اگر جنبی ہو تو غسل کرلو اور اگر تم بیمار ہو، یا کسی سفر پر، یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے آیا ہو، یا تم نے عورتوں سے مباشرت کی ہو، پھر کوئی پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی کا قصد کرو۔ پس اس سے اپنے چہروں اور ہاتھوں پر مسح کرلو۔ اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر کوئی تنگی کرے بلکہ وہ چاہتا ہے کہ تمھیں پاک کرے۔ تاکہ وہ اپنی نعمت تم پر پوری کرے اور تم شکر کرو۔"

دوسرے مقام پر یوں ارشاد گرامی ہے:

﴿ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝﴾ (التوبہ: ١٠٣)

"ان کے مالوں سے صدقہ لے، اس کے ساتھ تو انھیں پاک کرے گا اور انھیں صاف کرے گا اور ان کے لیے دعا کر۔ بے شک تیری دعا ان کے لیے باعث سکون ہے اور اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔"

ایک اور مقام پر اللہ کریم نے یوں فرمایا ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ط قُلْ هُوَ اَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ط فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ط اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ o﴾ (البقرہ: ۲۲۲)

’’اور وہ تجھ سے حیض کے متعلق پوچھتے ہیں، کہہ دے وہ ایک طرح کی گندگی ہے۔ سو حیض میں عورتوں سے علیحدہ رہو اور ان کے قریب نہ جاؤ، یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائیں۔ پھر جب وہ غسل کر لیں تو ان کے پاس آؤ جہاں سے تمھیں اللہ نے حکم دیا ہے۔ بے شک اللہ ان سے محبت کرتا ہے جو بہت توبہ کرنے والے ہیں اور ان سے محبت کرتا ہے جو بہت پاک رہنے والے ہیں۔‘‘

تو جس طرح اللہ کریم نے یہ خبر دی ہے کہ وہ اہل البیت کی تطہیر چاہتا ہے، اسی طرح اُس نے یہ خبر بھی دی ہے کہ وہ ایمان والے تمام مسلمانوں کی بھی تطہیر چاہتا ہے۔ سو اگر تطہیر کے ارادہ میں معصومیت عن الأخطاء کا حصول ہوتا ہو تو پھر یہ منصب و وصف عالی شان تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو بھی حاصل ہو گیا اور ان تمام اہل ایمان کو بھی کہ جن کی تطہیر کے لیے اللہ عزوجل کے ارادہ پر آیات کریمہ میں تصریح آ گئی ہے۔ اسی طرح اللہ عزوجل نے مسجد کی تعمیر و ترقی اور آبادی میں پیش پیش صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ط لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ط فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ط وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ o﴾ (التوبہ: ۱۰۸)

’’اس (مسجد ضرار) میں کبھی کھڑے نہ ہونا۔ یقیناً وہ مسجد کہ جس کی بنیاد پہلے دن سے تقویٰ پر رکھی گئی زیادہ حق دار ہے کہ تو اس میں کھڑا ہو۔ اس میں ایسے مرد ہیں جو پسند کرتے ہیں کہ بہت پاک رہیں اور اللہ بہت پاک رہنے والوں سے محبت کرتا ہے۔‘‘

بالاتفاق یہ لوگ معصومین عن الأخطاء نہیں تھے۔

بعینہٖ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے غزوۂ بدر میں شریک تین سو تیرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿ اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ وَلِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ o﴾

(الانفال: ۱۱)

’’جب وہ تم پر اونگھ طاری کر رہا تھا، اپنی طرف سے خوف دور کرنے کے لیے اور تم پر آسمان سے پانی اتارتا تھا، تا کہ اس کے ساتھ تمھیں پاک کر دے اور تم سے شیطان کی گندگی دور کرے اور تا کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمھارے دلوں پر مضبوط گرہ باندھے اور اس کے ساتھ قدموں کو جما دے۔''

اس آیت میں ان اصحاب خیر الامم کی معصومیت عن الأخطاء کے متعلق کوئی ثبوت نہیں ہے حالانکہ یہاں بھی وہی الفاظ استعمال ہوئے ہیں جو اللہ عزوجل اہل البیت کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں: لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا...... چنانچہ لفظ اَلرِّجْزُ اور اَلرِّجْسُ متقارب المعنی ہیں۔ دونوں میں کوئی خاص فرق نہیں ہے۔ جبکہ دونوں آیات میں ''يُطَهِّرَكُمْ'' کا لفظ برابر کا آیا ہے۔ مگر برا ہو نفسانی خواہش کا، جس کی پوجا نے بدری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے متعلق آیت کریمہ کے بارے میں آنکھوں پر پٹی باندھ کر اہل البیت والی آیت کو عصمت و معصومیت عن الخطأ والی دلیل بنا کر پیش کر دیا۔ (جبکہ دونوں کا معنی بالکل ایک ہے۔)

نہایت ہی حیرانی ہے شیعہ علماء کے بارے میں کہ وہ ایک آیت کو تو خوب مضبوطی سے پکڑ لیتے ہیں اور اسے ''چادر والوں'' پر فٹ کر دیتے ہیں۔ پھر تطہیر کے ارادہ سے اس کے معنی کو ''چادر والوں'' (سادا تنا علی و فاطمہ اور حسین و حسین رضی اللہ عنہم) کی معصومیت کے ثبوت میں بیان کر دیتے ہیں مگر اسی وقت میں وہ ان دوسری آیات کے بارے میں جان بوجھ کر جرم کرنے لگتے ہیں کہ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی تطہیر کے بارے میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ارادہ سے متعلق نازل ہوئی ہیں۔ بلکہ اس کے برعکس وہ ان اطہار اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جرح وتنقید اور الزام بازیاں کرنے لگتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ وہ حضرات اپنی ایڑیوں کے بل ایمان سے پھر گئے تھے۔ باوجود اس کے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انھیں پاک کرنے کے حوالے سے آیۃ کریمہ میں تصریح بھی فرما دی ہے۔ بلکہ ایک دوسرے مقام پر تو اللہ عزوجل نے ان پر اپنی رضا کی سند بھی اُتار دی ہے۔ چنانچہ فرمایا:

﴿ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝﴾ (التوبہ: ۱۰۰)

''اور مہاجرین اور انصار میں سے سبقت کرنے والے سب سے پہلے لوگ اور وہ لوگ جو نیکی کے ساتھ ان کے پیچھے آئے، اللہ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اس سے راضی ہوگئے اور اس نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ہمیشہ۔ یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔''

مگر بات وہی حق ہے جو اللہ رب العالمین نے فرمائی ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ وَمَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ﴾ (النور: ٤٠)

''اور وہ شخص جس کے لیے اللہ کوئی نور نہ بنائے تو اس کے لیے کوئی بھی نور نہیں۔''

(ھ)...... آیۃ التطہیر میں مذکور ارادہ سے مراد شرعی ارادہ ہے اور یہ تقدیری ارادہ نہیں ہے۔ یعنی اللہ عزوجل اس بات کو پسند کرتا ہے کہ وہ تم سے نجاست وگندگی (شرک وبدعات اور خرافات والی) کو دور کر دے۔ علماء اہل السنہ والجماعۃ نے دینی شرعی اور تقدیری کونی دونوں اللہ رب العالمین کے ارادوں کو وضاحت سے بیان کیا ہے۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ:

شرعی دینی ارادہ (اللہ تعالیٰ کا):...... اللہ تبارک وتعالیٰ کی محبت ورضا کے معنی کو متضمن ہے۔ جیسے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: فرمایا:

﴿ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَ الْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْیَصُمْهُ ؕ وَمَنْ كَانَ مَرِیْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ ؕ یُرِیْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴾ (البقرہ: ١٨٥)

''رمضان کا مہینہ وہ ہے کہ جس میں قرآن اتارا گیا، جو لوگوں کے لیے سراسر ہدایت ہے۔ اور (اس میں) ہدایت کی اور (حق وباطل میں) فرق کرنے کی واضح دلیلیں ہیں۔ تو تم میں سے جو اس مہینے میں حاضر ہو وہ اس کے روزہ رکھے اور جو بیمار ہو یا کسی سفر پر ہو تو دوسرے دنوں سے گنتی پوری کرنا ہے۔ اللہ تمھارے ساتھ آسانی کا ارادہ رکھتا ہے، وہ تمھارے ساتھ تنگی کا ارادہ نہیں رکھتا تاکہ تم گنتی پوری کرو اور تاکہ تم اللہ کی بڑائی بیان کرو، اس پر جو اس نے تمھیں ہدایت دی اور تاکہ تم شکر کرو۔''

دوسرے مقام پر اس معنی میں یوں ارشاد ہے:

﴿ وَاللّٰهُ یُرِیْدُ اَنْ یَّتُوْبَ عَلَیْكُمْ وَیُرِیْدُ الَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِیْلُوْا مَیْلًا عَظِیْمًا ○ یُرِیْدُ اللّٰهُ اَنْ یُّخَفِّفَ عَنْكُمْ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا ﴾ (النساء: ٢٧تا٢٨)

''اور اللہ چاہتا ہے کہ تم پر مہربانی فرمائے اور جو لوگ خواہشات کی پیروی کرتے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم (سیدھے راستے سے) ہٹ جاؤ، بہت بڑا ہٹ جانا۔ اللہ چاہتا ہے کہ تم سے (بوجھ) ہلکا کرے اور انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے۔''

تقدیری ارادۂ تخلیق کونیہ:...... اللہ رب العالمین کا یہ ارادۂ کائنات کی تمام موجودات کے لیے اس کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشیت کے معنی پر مشتمل ہے۔ اس ارادہ کی مثال اللہ ذوالجلال والاکرام کے درج ذیل فرامین میں دیکھ لیجیے۔ فرمایا:

﴿ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ۚ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۗ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ۭ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا ۣ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ﴾ (البقرہ: ۲۵۳)

''یہ رسول، ہم نے ان کے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ ان میں سے کچھ وہ ہیں جن سے اللہ نے کلام کیا اور ان کے بعض کو اس نے درجوں میں بلند کیا۔ اور ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو واضح نشانیاں دیں اور اسے پاک روح کے ساتھ قوت بخشی۔ اور اگر اللہ چاہتا تو جو لوگ ان کے بعد تھے آپس میں نہ لڑتے، اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح نشانیاں آ چکیں، لیکن انھوں نے اختلاف کیا۔ تو ان میں سے کوئی تو وہ تھا جو ایمان لایا اور ان سے کوئی وہ تھا جس نے کفر کیا۔ اور اگر اللہ چاہتا تو وہ آپس میں نہ لڑتے اور لیکن اللہ کرتا ہے جو چاہتا ہے۔''

دوسرے مقام پر ارشاد گرامی ہے:

﴿ وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِيْٓ اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يُّغْوِيَكُمْ ۭ هُوَ رَبُّكُمْ ۣ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴾ (ھود: ۳۴)

''اور میری نصیحت تمھیں نفع نہ دے گی اگر میں چاہوں کہ تمھیں نصیحت کروں۔ اگر اللہ یہ ارادہ رکھتا ہو کہ تمھیں گمراہ کرے۔ وہی تمھارا رب ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔''

مزید دیکھیے: نہایت واضح بیان فرمایا ہے:

﴿ اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَـيْـــًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴾ (یٰسین: ۸۲)

''اس کا حکم تو، جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے، اس کے سوا نہیں ہوتا کہ اسے کہتا ہے ''ہو جا'' تو وہ ہو جاتی ہے۔''

لوگوں سے سرزد ہونے والے گناہ ارادہ کونیہ تقدیریہ کے تحت ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان گناہوں کو نہ پسند کرتا ہے اور نہ ہی ان سے وہ راضی ہوتا ہے، نہ ہی وہ ان کا حکم دیتا ہے۔ بلکہ وہ معاصی کو انتہائی ناپسند کرتا ہے، ان سے وہ ناراض ہو جاتا ہے اور ان سے وہ منع کرتا ہے۔ امت محمدیہ علی صاحبہا التحیۃ والسلام کے تمام کے تمام علماء

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عظام و آئمہ کرام رحمہم اللہ کا یہی قول و موقف ہے۔ چنانچہ وہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے اُس ارادے کہ جو اس کی محبت اور اس کی رضا کو شامل ہو اور اُس کے اس ارادے کے درمیان فرق کرتے ہیں کہ جو کونیہ قدریہ ہو اور اس سے اُس کی محبت و رضا لازم نہیں آتی۔ ❶

اس میں کوئی شک نہیں کہ: اللہ عزوجل نے سادا تنا علی و فاطمہ، حسن و حسین اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات سے نجاست و پلیدگی کو ختم فرما دیا تھا، مگر اس آیۃ التطہیر میں مذکور اللہ عزوجل کے ارادہ سے مراد، ارادہ شرعیہ ہے نہ کہ ارادہ کونیہ قدریہ۔ اسی لیے حدیث میں ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سادا تنا علی و فاطمہ اور حسن و حسین رضی اللہ عنہم کے اوپر چادر کو ڈال دیا تو اللہ سے دعا کی: ''اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ أَهْلُ بَيْتِي، أَللّٰهُمَّ أَذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ'' جس سے معلوم ہوا کہ: اگر تطہیر اہل بیت میں اللہ عزوجل کا ارادہ تقدیری کونیہ ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا نہ کرتے۔ کیونکہ اللہ عزوجل کے تقدیری کونی ارادے دعاؤں کے محتاج نہیں ہیں۔

(و)..... آیۃ التطہیر میں اگر کوئی ایسا مفہوم پایا جاتا جو صرف ان چادر والوں کی ہی تطہیر کا معنی دیتا ہوتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بھی ان کو اپنی چادر میں ڈھانپ کر ان کے لیے اللہ سے دعا نہ کرتے کہ: ''اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں۔ اے اللہ ان سے (شرک و خرافات اور بدعات و معاصی کی) نجاست کو دور کر دے۔'' ❷

بلکہ یہاں تو نہایت ہی واضح دلیل موجود ہے کہ آیۂ تطہیر نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ تطہیر کے بارے میں اللہ عزوجل کی طرف سے آنے والی اطلاع و خبر میں ان چادر والے اصحاب کو بھی شامل کر لیا جائے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اکٹھا کیا اور ان کو ایک چادر میں داخل کر کے اُن کے لیے دعا کی۔ اللہ عزوجل نے اُن کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کو قبول کر لیا اور پھر جیسا کہ آیت کریمہ تصریح کر رہی ہے اللہ کریم نے ان کو بھی پاک کر دیا جس طرح اللہ عزوجل نے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو پاک کر دیا تھا۔

۳...... روافض شیعہ کی مرویات سے ان کے دلائل:

عصمت و معصومیت عن الأخطاء جیسے عقائد و نظریات پر فرقہ اثنا عشریہ امامیہ روافض کی عمارت ان روایات پر قائم ہے جنھیں ''الکافی'' کے مصنف، ابراہیم القمی اور مولوی مجلسی جیسے ان کے علماء نے روایت کیا ہے۔ یہ روایات کہ جن سے اس فرقہ ضالہ کے لیے اپنے ایک تصوراتی سے نظریہ معصومیت عن الخطا کو ثابت کرتے ہیں

---

❶ دیکھیے: محمد باعبداللہ کی کتاب ''وسطية اهل السنه بين الفرق'' ص ۳۸۷.

❷ الترمذی، حدیث: ۳۷۸۷.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنی اسناد سے بڑھ کر اپنے متون میں بھی منکر وموضوع ہیں۔ مجلسی نے اپنی کتاب میں عصمت ومعصومیت کی شان میں وہ باب قائم کیا ہے کہ جس کے تحت وہ القمی، العیاشی اور المفید وغیرھم جیسے اپنے شیوخ سے مروی تیئس (۲۳) روایات لایا ہے۔ ان روایات کو اُس نے سورۃ البقرہ کی اُس آیت سے استدلال کے بعد ذکر کیا جو بذاتہ ان کے باطل استدلال کو واضح کر رہی ہے۔

جہاں تک الکلینی کا ''الکافی'' میں تعلق ہے تو اُس نے اپنے تصوراتی سے ایک بناوٹی گمان شدہ نظریہ عصمت و معصومیت کے مفہوم میں ابواب کا ایک مجموعہ قائم کیا ہے۔ اُس نے اپنی سند کے ساتھ اپنے بارہ اماموں سے مروی روایات بیان کی ہیں جن میں یہ بارہ امام دعویٰ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ وہ سب کے سب معصوم تھے۔ بلکہ وہ نبوت میں حصہ دار ہیں وہ (اس سے اور آگے بڑھ کر) الٰہی صفات سے بھی متصف ہیں۔ آپ الکافی میں ان کے اصول دین سے متعلق عقیدہ والے باب میں اس بارے میں مکمل عبارتیں دیکھ سکتے ہیں۔ اُس نے: ''بَابُ أَنَّ الْأَئِمَّةَ هُمْ أَرْكَانُ الْأَرْضِ ...... باب ہے اس بارے میں کہ شیعہ کے امام ہی زمین کے رکن ہیں۔'' اس باب کے نیچے اُس نے تین روایتیں درج کی ہیں جو بیان کرتی ہیں کہ: اطاعت وفرمانبرداری کے واجب ہونے میں شیعہ کے بارہ امام بالکل رسول اللہ ﷺ کی طرح ہیں۔ اسی طرح یہ امام فضیلت میں اور شرعی تکالیف میں بھی رسول اللہ ﷺ کی طرح ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے بعد علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے لیے بھی اطاعت ویسی ہی جاری ہوگئی جو اطاعت وفرمانبرداری رسول اللہ ﷺ کے لیے تھی۔ ❶

پھر وہ یہاں پر ہی نہیں رکا بلکہ اُس نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو نبی کریم ﷺ کے مرتبہ سے بھی بڑھا کر اللہ رب العالمین کے مقام تک پہنچا دیا ہے۔ وہ بیان کرتا ہے کہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''مجھے ایک ایسی نعمت (صلاحیت و خصلت) دی گئی ہے جو اس سے پہلے کسی کو بھی عطا نہیں ہوئی۔ مجھے آزمائشوں اور مصیبتوں کا علم دیا گیا ہے۔ مجھ سے پہلے جو کچھ گزر چکا ہے وہ سب کا سب مجھ سے قطعاً اوجھل نہیں ہے۔ اور جو مجھ سے غائب ہے وہ بھی مجھ سے پوشیدہ نہیں ہے۔'' (ایضاً)

حالانکہ آزمائشوں اور مصیبتوں کا جاننے والا تو صرف ایک اللہ عزوجل ہے۔ جیسا کہ اُس نے فرمایا ہے:

﴿ إِنَّ اللّٰهَ عِندَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ ۚ إِنَّ اللّٰهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ﴾

(لقمان: ۳۴)

❶ دیکھئے: اصول الکافی جلد ۱، ص ۱۹۸.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''بے شک اللہ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے اور وہ بارش برساتا ہے اور وہ جانتا ہے جو کچھ ماؤں کے پیٹوں میں ہے۔ اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کمائی کرے گا اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مرے گا۔ بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا، پوری خبر رکھنے والا ہے۔''

اور جس سے کوئی چیز بھی پوشیدہ نہیں رہ سکتی اور نہ ہی اُس سے کوئی چیز غائب ہوسکتی ہے، وہ بھی صرف ایک اللہ رب العالمین ہی ہے جو ہر ہر چیز کا خالق و مالک ہے۔ اس کا فرمانِ گرامی ہے:

﴿ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ ۭ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ عٰلِمِ الْغَيْبِ ۚ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَلَآ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرُ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝﴾ (السبا: ٣)

''اور ان لوگوں نے کہا جنھوں نے کفر کیا ہم پر قیامت نہیں آئے گی۔ کہہ دے کیوں نہیں، قسم ہے میرے رب کی! وہ تم پر ضرور ہی آئے گی۔ (اس رب کی قسم ہے) جو سب چھپی چیزیں جاننے والا ہے! اس سے ذرہ برابر چیز نہ آسمانوں میں چھپی رہتی ہے اور نہ زمین میں اور نہ اس سے چھوٹی کوئی چیز ہے اور نہ بڑی مگر ایک واضح کتاب میں ہے۔''

انہی معانی و مفاہیم والے ''الکافی'' میں قائم ابواب کا جو شخص مطالعہ کرے وہ ملاحظہ کرے گا کہ ان ابواب کی عبارتیں نبوت کے دعوے کرنے والوں اور تاریخ کے تمام ادوار میں پائے جانے والے ملحدین سے قطعاً باہر نہیں ہیں۔ سوائے اس کے کہ انھوں نے ان جھوٹے دعووں اور مفتریات کو تمام اہل البیت الاطہار کی طرف منسوب کیا ہے۔ [1]

۴...... عصمت و معصومیت والے مسئلہ پر اُن کے عقلی دلائل:

وہ کہتے ہیں: اُمت کے لیے لازم ہے کہ اُس کا ایک ایسا معصوم عن الأخطاء سربراہ و رئیس ہو کہ جو امت کے لوگوں کی خطاؤں کا ازالہ و دفاع کرے۔ اگر اُس پر غلطی کا امکان جائز (وممکن) ہو تو اُس کے لیے کوئی دوسرا رئیس و امیر معصوم عن الخطأ لازم ہے جو اس کا دفاع کرے اور اس طرح سے یہ تسلسل لازم آئے گا۔ چنانچہ اس وقت اس امام کے لیے معصوم عن الخطأ کا قول لازم آئے گا۔ اس لیے کہ ان کے نزدیک امامت کے لیے ثقہ ہونا ضروری ہے، اُمت کے لیے نہیں۔ (یعنی ان کے نزدیک امت کو ہونا ہی مجرم اور گنہگار چاہیے۔) رافضی کہتے ہیں یہی امام شریعت کی حفاظت کرنے والا بھی ہوگا اور اُس کے سوا کتاب و سنت اور اجماع پر اعتماد بھی

---

[1] دیکھئے: ''أصول الشيعة الامامية'' جلد ۲، ص ۹۵۸.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہوگا......الخ ❶

حقیقت اس نظریہ کے بالکل علاوہ ہے۔ اُمت محمدیہ علی صاحبہا التحیۃ والسلام اپنے رب کی کتاب (قرآن مجید) اور اپنے نبی کی سنت کے مطابق اس غلطی سے معصوم ضرور ہے کہ وہ گمراہی پر اکٹھی نہیں ہوسکتی۔ چنانچہ اس ضمن میں اُمت اسلامیہ امام کی معصومیت کی محتاج نہیں ہے۔ یہ وہ متفق علیہ فیصلہ ہے کہ جسے اُمت کے عظیم علماء و آئمہ کرام رحمہم اللہ جمیعاً اُمت کی عصمت والی حکمت کے تحت بیان کیا ہے۔ اُمت کے تمام علماء عظام و آئمہ کرام کہتے ہیں: اس لیے کہ ہم سے پہلی اُمتیں جب اپنا دین بدل لیتی تھیں تو اللہ عزوجل ان میں اپنا کوئی نبی مبعوث کردیتے تھے جو ان کو حق کھول کر بیان کرتا تھا۔ جب کہ اس اُمت میں ان کے نبی خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آنے والا، اس لیے اس اُمت کا بالا جماع کسی گمراہی پر متفق ہونے والے جرم سے بچالیا جانا نبوت کے قائم مقام ہے۔ سو! ان میں سے کسی کے لیے بھی ممکن نہیں ہے کہ وہ دین حنیف میں سے کسی (اصل الاصول) کو تبدیل کرسکے مگر یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کسی اپنے بندے کو کھڑا کردیتے ہیں جو اُس کی خطا کو (جو اُس نے دین اسلام کی کسی چیز کو تبدیل کرنے میں کی ہوگی) واضح کردیتا ہے۔ اسی لیے اللہ عزوجل نے اہل ایمان واسلام کی راہ کو اپنے درج ذیل فرمان میں اپنے رسول محمد النبی الکریم ﷺ کی اطاعت کے ساتھ جوڑ دیا ہے۔

﴿يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ٥﴾ (النساء: ٥٩)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور ان کا بھی جو تم میں سے حکم دینے والے ہیں۔ پھر اگر تم کسی چیز میں جھگڑ پڑو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ، اگر تم اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ بہتر اور انجام کے لحاظ سے زیادہ اچھا ہے۔''

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَا حُمِّلْتُمْ ؕ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ؕ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ٥﴾ (النور: ٥٤)

''کہہ دے اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو، پھر اگر تم پھر جاؤ تو اس کے ذمے صرف وہ ہے جو اس

❶ دیکھئے: ابن المطہر کی ''کشف المراد'' ص ٣٩٠، ٣٩١، و نهج المسترشدين ص ٦٣ و ''الشيعة في عقائدهم'' ص ٣٦٨، ٣٦٩.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر بوجھ ڈالا گیا ہے اور تمھارے ذمے وہ جو تم پر بوجھ ڈالا گیا اور اگر اس کا حکم مانو گے تو ہدایت پا جاؤ گے اور رسول کے ذمے تو صاف پہنچا دینے کے سوا کچھ نہیں۔''

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ ۝﴾

(محمد : ۳۳)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا حکم مانو اور اس رسول کا حکم مانو اور اپنے اعمال باطل مت کرو۔''

اور جو لوگ رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کریں گے تو ان کے لیے سخت وعید بھی آئی ہے۔ فرمایا:

﴿ وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ۝﴾ (النساء : ۱۱۵)

''اور جو کوئی رسول کی مخالفت کرے، اس کے بعد کہ اس کے لیے ہدایت خوب واضح ہو چکی اور مومنوں کے راستے کے سوا (کسی اور) کی پیروی کرے ہم اسے اسی طرف پھیر دیں گے جس طرف وہ پھرے گا اور ہم اسے جہنم میں جھونکیں گے اور وہ بری لوٹنے کی جگہ ہے۔''

س ضمن میں قرآن کا ایک جامع حکم سنیے۔ فرمایا:

﴿ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِذَا كَانُوا مَعَهُ عَلَىٰ أَمْرٍ جَامِعٍ لَمْ يَذْهَبُوا حَتَّىٰ يَسْتَأْذِنُوهُ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ۚ فَإِذَا اسْتَأْذَنُوكَ لِبَعْضِ شَأْنِهِمْ فَأْذَنْ لِمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ۚ قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الَّذِينَ يَتَسَلَّلُونَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝﴾ (النور : ٦٢تا٦٣)

''مومن تو صرف وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور جب وہ اس کے ساتھ کسی ایسے کام پر ہوتے ہیں جو جمع کرنے والا ہے تو اس وقت تک نہیں جاتے کہ اس سے اجازت مانگیں۔ بے شک جو لوگ تجھ سے اجازت مانگتے ہیں وہی لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں۔ تو جب وہ تجھ سے اپنے کسی کام کے لیے اجازت مانگیں تو ان میں سے جسے تو چاہے اجازت دے دے اور ان کے لیے اللہ سے بخشش مانگ، بے شک اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ رسول کے بلانے کو اپنے درمیان اس طرح نہ بنالو جیسے تمھارے بعض کا بعض کو بلانا ہے۔ بے شک اللہ ان لوگوں کو جانتا ہے جو تم میں سے ایک دوسرے کی آڑ لیتے ہوئے کھسک جاتے ہیں۔ سو لازم ہے کہ وہ لوگ ڈریں جو اس کا حکم ماننے سے پیچھے رہتے ہیں کہ انھیں کوئی فتنہ آ پہنچے، یا انھیں دردناک عذاب آ پہنچے۔“

اور پھر فرمایا ہے:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُولُهٗ أَمْرًا أَنْ يَّكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ۗ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا﴾ (الاحزاب: ٣٦)

”اور کبھی بھی نہ کسی مومن مرد کا حق ہے اور نہ کسی مومن عورت کا کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملے کا فیصلہ کر دیں کہ ان کے لیے ان کے معاملے میں اختیار ہو اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے سو یقیناً وہ گمراہ ہو گیا، واضح گمراہ ہونا۔“

پوری امت محمدیہ علی صاحبہا التحیۃ والسلام کا بالاجماع گمراہی سے بچا لیا جانا (جیسا کہ اس بارے میں شرعی نصوص موجود ہیں۔) [1] ان لوگوں کی صراحتاً مخالفت کر رہا ہے جو مسلمانوں کے (اپنے وقت میں) ایک ہی شخص کی معصومیت کو واجب کرتے ہیں اور تمام مسلمانوں میں سے علیحدہ علیحدہ ہر ایک کا خطا و غلطی میں پڑنا عین ممکن ہے۔ [2]

ان روافض نے ہر دور میں ایک معصوم عن الخطا امام کی ضرورت کے پیش نظر عقلی دلائل کے لیے اپنی کتابوں میں صفحوں کے صفحے اور رجسٹروں کے رجسٹر جو سیاہ کیے ہیں اور یہ ضرورت ان کے نظریہ میں رسول اللہ ﷺ سے تحقیق شدہ ہے، تو یہ سب کا سب بے کار ہے۔ اس لیے کہ اُمت اسلامیہ تو پیچھے بیان کردہ سورۃ النساء کی آیت ۵۹ کے پیش نظر اپنے کسی تنازعہ کے وقت، علماء عظام و آئمہ کرام کے فقہ و فیصلہ کے مطابق اللہ عزوجل کی کتاب (قرآن مجید) اور نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ کی احادیث و فرامین اور سنت مطہرہ کی طرف رجوع کرنے

---

[1] سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: إِنَّ أُمَّتِي لَا تَجْتَمِعُ عَلَى ضَلَالَةٍ. فَإِذَا رَأَيْتُمُ اخْتِلَافًا فَعَلَيْكُمْ بِالسَّوَادِ الْأَعْظَمِ ...... میری اُمت ساری کی ساری کسی گمراہی پر متفق نہیں ہوگی (اُمت محمدیہ علی صاحبہا التحیۃ والسلام میں سے کچھ لوگ ہمیشہ صراط مستقیم پر رہیں گے۔) چنانچہ جب تم (میری اُمت میں کسی مسئلہ پر) اختلاف دیکھو تو سواد اعظم، یعنی بڑی جماعت کے ساتھ جڑے رہو۔“ (سنن ابن ماجه، كتاب الفتن، باب السواد الأعظم، حديث: ٣٩٥٠) (تو اس حدیث میں مذکور سواد اعظم ہر دور میں کتاب وسنت سے متمسک اہل السنہ والجماعہ، سلفی اہل الحدیث والفقہ والے لوگ مراد رہے ہیں۔) اس معنی و مفہوم کی حدیث: جامع الترمذي، كتاب الفتن، باب ما جاء في لزوم الجماعة، حديث: ٢١٦٧ دیکھ لیجیے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس پر صحیح کا حکم لگایا ہے۔

[2] دیکھیے: المنتقى ص ٤١٠ و أصول الشيعة الإمامية جلد٢، ص ٩٥٨، ص٩٥٩.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی پابند ہوتی ہے نہ کہ کسی امام کی طرف۔ ❶

یہ بات متفق علیہ حقیقت اور سچ ہے کہ کتاب اللہ العزیز اور سنت رسول اللہ الکریم والی ہدایت وراہنمائی اور تعلیمات کی روشنی میں اُمت اسلامیہ کبھی بھی گمراہی پر متفق نہیں ہوسکتی۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ اس امت میں ہمیشہ ایک جماعت حق پر قائم رہے گی حتیٰ کہ قیامت آجائے اور وہ لوگ کتاب اللہ العزیز اور سنت رسول اللہ الکریم کے تمسک سے ہی پہنچانے جائیں گے۔ ❷

ہر اُمت پر (شریعت کی) دلیل رسولوں کے ذریعے قائم کی گئی تھی، جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد گرامی ہے:

﴿إِنَّآ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ كَمَآ أَوْحَيْنَآ إِلَىٰ نُوحٍ وَٱلنَّبِيِّـۧنَ مِنۢ بَعْدِهِۦ ۚ وَأَوْحَيْنَآ إِلَىٰٓ إِبْرَٰهِيمَ وَإِسْمَٰعِيلَ وَإِسْحَٰقَ وَيَعْقُوبَ وَٱلْأَسْبَاطِ وَعِيسَىٰ وَأَيُّوبَ وَيُونُسَ وَهَٰرُونَ وَسُلَيْمَٰنَ ۚ وَءَاتَيْنَا دَاوُۥدَ زَبُورًا ۝ وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنَٰهُمْ عَلَيْكَ مِن قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ۚ وَكَلَّمَ ٱللَّهُ مُوسَىٰ تَكْلِيمًا ۝ رُّسُلًا مُّبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى ٱللَّهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ ٱلرُّسُلِ ۚ وَكَانَ ٱللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۝﴾

(النساء: ١٦٣ تا ١٦٥)

''بلاشبہ ہم نے تیری طرف وحی کی، جیسے ہم نے نوح اور اس کے بعد (دوسرے) نبیوں کی طرف وحی کی اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اس کی اولاد اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان کی طرف وحی کی اور ہم نے داؤد کو زبور عطا کی۔ اور بہت سے رسولوں کی طرف جنھیں ہم اس سے پہلے تجھ سے بیان کر چکے ہیں اور بہت سے ایسے رسولوں کی طرف جنھیں ہم نے تجھ سے بیان نہیں کیا اور اللہ نے موسیٰ سے کلام کیا، خود کلام کرنا۔ ایسے رسول جو خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے تھے، تاکہ لوگوں کے پاس رسولوں کے بعد اللہ کے مقابلے میں کوئی حجت نہ

❶ تفصیل کے لیے دیکھئے: آیت مذکور بالا پر اہل السنہ والجماعۃ سلف صالحین کی تفسیریں اور حافظ ابن عبدالبر رحمہم اللہ جمیعا کی ''التمہید'' جلد۴، ص۲۶۴ دیکھ لیجیے۔

❷ اس بارے میں (۱)...... صحیح مسلم، کتاب الإمارہ، باب قولہ ﷺ: لا تزال طائفۃ من أمّتي......الخ حدیث: ٤٩٥٠ تا حدیث: ٤٩٥٨ مکمل باب۔ (۲)...... صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب قول النبي ﷺ: لا تزال طائفۃ من أمتي......الخ، حدیث: ۷۳۱۱ و ۷۳۱۲، مکمل باب بمع شرح فتح الباری، حدیث: ٣٦٤٠، ٣٦٤١ بمع شرح. کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالی: إنما قولنا لشيء إذا اردناہ، حدیث: ٧٤٥٩، ٧٤٦٠ کی شروحات. (۳)...... جامع الترمذی، کتاب الفتن عن رسول اللہ ﷺ، باب ما جاء فی الشام بمع شرح تحفۃ الأحوذی اور باب ما جاء في الآئمۃ المضلّین بمع شرح تحفۃ الأحوذي دیکھ لیجیے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہ جائے اور اللہ ہمیشہ سے سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔'' ❶

تو یہاں (اور پورے قرآن میں کسی بھی دوسری جگہ) اللہ رب العالمین نے ''آئمہ'' کا ذکر نہیں فرمایا۔ اس سے ان لوگوں کی ہر بات باطل ہو جاتی ہے جنھوں نے اللہ کی مخلوق (مسلمانوں) کو غیر رسول کا محتاج بنا رکھا ہے جیسے کہ اُن کے امام ہیں۔ ❷

اسی طرح رافضیوں کے دعویٰ معصومیت وعصمت عن الخطأ پر ان کے پاس کوئی نقلی دلیل نہیں ہے سوائے اس کے کہ وہ گمان کرتے ہیں کہ: اللہ عزوجل نے کبھی بھی اس جہان کو معصوم عن الخطأ اماموں سے خالی نہیں رکھا۔ ان کا یہ گمان ورائے کسی مصلحت ومطلب پرستی کے لیے ہے اور یہ باب یقینی حد تک معلوم ہے کہ: ان کے غائب امام منتظر کے ذریعے ان کو کوئی مطلب ومصلحت مقصود حاصل نہیں ہوا۔ بلکہ اسی طرح اس غائب منتظر امام کے پیچھے گزر جانے والے اجداد میں سے کسی بھی امام معصوم کے ذریعے ان روافض کو خاص مطلوب ومقصود حاصل نہیں ہوا، کہ جو صاحب حکومت وسلطنت ہوتا۔ (اور ان کو اس کی سلطنت سے فائدہ پہنچتا۔) مگر نبی کریم ﷺ بالخصوص ہجرت کے بعد (کہ جب جہاد فی سبیل اللہ کے ذریعے فتوحات وغنائم کا آغاز ہو گیا اور آپ نبی مرسل ہونے کے ساتھ ساتھ نبوت کے تابع سلطنت کے سربراہ بھی بن گئے کہ جو سال بسال وسعت اختیار کرتی چلی گئی۔) اہل ایمان، مسلمانوں کے امام بھی ہو گئے۔ یعنی ایسے اہل ایمان واسلام کہ جن پر آپ ﷺ کی اطاعت واجب تھی اور اسی اطاعت کے ذریعے ان کو سعادت حاصل ہو رہی تھی۔ آپ ﷺ کے بعد کسی بھی امیر وخلیفہ کو ایسی سلطنت وخلافت اور حکومت حاصل نہیں ہوئی جس کے بارے میں دعویٰ کیا گیا ہو کہ وہ خلافت وحکومت غلطیوں، خطاؤں سے بچی ہوئی تھی۔ البتہ رافضیوں کے گروہ نے دعویٰ کر دیا کہ: سیّدنا علی رضی اللہ عنہ معصوم عن الأخطاء تھے۔ حالانکہ یہ بات سب کو معلوم ہے کہ مصلحت اور احسان ومہربانی جیسی دونوں نعمتیں کہ جن میں وہ پہلے تینوں خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین کے زمانے میں زیادہ محفوظ اور امن میں تھے ان مصلحت اور احسان ومہربانی کی نسبت کہ جو ان کو امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ وارضاہ کے زمانۂ خلافت میں حاصل تھیں۔ یعنی وہ (چھ سالہ) دور کہ جو گمراہ قسم کے لوگوں اور

---

❶ یعنی انبیاء کی بعثت کا مقصد تو صرف یہ ہے کہ جو لوگ ایمان لے آئیں اور اس کے مطابق اپنے آپ کو درست کر لیں، انھیں جنت کی خوش خبری دیں اور جو کفر ونافرمانی پر جمے رہیں انھیں ان کے غلط رویہ کے انجام بد سے متنبہ کریں تاکہ اس طرح ان پر اتمام حجت ہو جائے اور وہ اللہ کے ہاں کوئی عذر پیش نہ کر سکیں کہ ہمارے پاس تو تیری طرف سے کوئی خوشخبری دینے یا تنبیہ کرنے والا نہیں آیا تھا۔ یہ مقصد کتاب وشریعت کے نازل کرنے سے حاصل ہو جاتا ہے عام اس سے کہ وہ کتاب یک بارگی دے دی جائے یا تدریجاً نازل ہو۔ بعثت کے اس مقصد اصلی پر اس سے کوئی اثر نہیں پڑتا بلکہ کتاب کے حسب ضرورت تدریجاً نازل کرنے سے تو یہ مقصد علیٰ وجہ الاتم حاصل ہوتا ہے۔ پھر ان کا یہ کہنا کہ موسیٰ علیہ السلام کی طرح یکبارگی کتاب لائیں گے تو مانیں گے ورنہ نہیں، یہ محض ضد اور عناد ہے۔ (تفسیر کبیر وقرطبی)

❷ دیکھیے: امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی ''الفتاویٰ'' جلد ١٩، ص ٦٦.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خوارج کی طرف سے بپا کیے گئے فتنہ وفساد، قتل وقتال اور افتراقِ اُمت کا زمانہ کہنا قطعاً مبالغہ نہیں ہے۔ ❶

پھر امیر المومنین سیّدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کے بعد جتنے بھی اثنا عشری شیعہ کے امام ہیں تو لوگوں کو اُن کے علم اور دین سے ٹھیک اُسی طرح کا فائدہ پہنچ رہا تھا جیسا کہ ان کے ادوار میں ان جیسے دوسرے علماء عظام و آئمہ کرام رحمہم اللہ جمیعاً سے پہنچ رہا تھا۔ دیکھ لیجیے! سیّدنا علی بن حسن (زین العابدین)، ان کے بیٹے ابو جعفر محمد بن علی اور محمد الباقر کے بیٹے جعفر صادق رضی اللہ عنہم و رحمہم اللہ لوگوں کو وہی علم سکھاتے تھے جو ان کے زمانے میں دوسرے علماء کرام لوگوں کو سکھا رہے تھے۔ یہ بات بھی حقیقت ہے کہ ان کے ادوار میں ایسے علماء عظام رحمہم اللہ بھی تھے جو علم میں ان سے بڑھے ہوئے تھے اور اُمت کے لیے زیادہ نفع مند تھے۔ یہ بات اہل علم کے ہاں معروف ومشہور ہے۔ اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ وہ (آئمہ شیعہ) باقی تمام علماء و آئمہ سے زیادہ صاحب علم اور زیادہ دین والے تھے مگر اہل علم و اہل الدین سے تو وہ سب کچھ حاصل نہیں ہو سکتا تھا جو حکام المسلمین سے قوت اور اسلامی سلطنت حاصل ہوتی ہے اور یہ کہ مسلمانوں کے اُمراء و حکام کی جانب سے لوگوں کو دین حق پر بالالتزام چلتے رہنے کے لیے اہتمام والتزام کرنے اور بزور باز وانھیں باطل سے روکنے والا امر حاصل ہوتا ہے۔

پھر یہ کہ پہلے تینوں اماموں کے بعد باقی جو عسکری ذہن والے تھے تو ان پر علم کا غلبہ نہیں تھا کہ جس سے لوگ مستفید ہوتے اور نہ ہی انھیں بالفعل سلطنت وحکومت حاصل تھی کہ جس سے اُمت مدد طلب کرتی۔ بلکہ یہ حضرات گرامی تو اپنے جیسے دیگر بنو ہاشم کی مانند تھے کہ جنھیں البتہ اُمت میں احترام اور ایک مقام ضرور حاصل تھا۔ ان میں وہ حضرات بھی تھے کہ جنھیں دین حنیف اسلام کے علم ومعرفت کی اُسی طرح ضرورت ہوتی تھی جس طرح دیگر اہل ایمان و اسلام کو ہوتی تھی۔ (اسی لیے اُن کے غیر ہاشمی استاذ بھی ہوتے تھے جن سے وہ علم حاصل کرتے تھے۔) یہ تمام باتیں متواتر ومشہور روایات سے سب کو معلوم ہیں۔ اسی لیے پہلے تینوں آئمہ کرام رضی اللہ عنہم سے جس طرح اہل علم (حدیث وفقہ کے علماء) نے روایۃً وسنداً علم حاصل کیا ہے دیگر آئمہ سے نہیں کیا۔ (ایضاً)

۵...... آئمہ اثنا عشریہ کے بارے میں معصومیت عن الخطا والے نظریہ کی ابتداء پر عام جرح ونقد:

اماموں کے لیے معصومیت عن الخطأ والا دعویٰ تو نبوت میں مشارکت کے ہم مثل ہے۔ اس لیے کہ معصوم عن الخطأ کے لیے واجب ہوتا ہے کہ اُس کے ہر فرمان پر بلا چون وچرا اطاعت کی جائے۔ (جیسا کہ پیچھے قرآنی آیات کے حوالے سے مفصل بیان آ چکا ہے۔) اور قطعاً جائز نہیں ہوتا کہ اُس کی کسی بھی معاملے میں مخالفت کی جائے۔ یہ تو صرف انبیاء کرام علیہم السلام کا خاصا ہے۔ اسی لیے ہمیں اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ ہم اُن پر جو شریعت اتاری

❶ دیکھیے: امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی "منهاج السنة النبويه" جلد ۲، ص ۱۰٤.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گئی تھی اُس پر ایمان رکھیں۔ چنانچہ اللہ عزوجل کا ارشادِ گرامی ہے:

﴿ قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۡ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝﴾ (البقرہ: ۱۳۶)

''کہہ دو ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہماری طرف اتارا گیا اور جو ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اس کی اولاد کی طرف اتارا گیا اور جو موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا گیا اور جو تمام نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے دیا گیا، ہم ان میں سے کسی ایک کے درمیان فرق نہیں کرتے اور ہم اسی کے فرماں بردار ہیں۔'' [1]

تو جو شخص رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی اور کو معصوم عن الخطا مانتا اور اس کی دعوت دیتا ہے، لامحالہ وہ اُس معصوم کی ہر بات پر ایمان بھی رکھتا ہوگا۔ اس اعتبار سے اُس نے اپنے اس امتی معصوم عن الخطا کو نبی مان لیا۔ اور اگر اُس نے اُس صاحب کو اعتقاداً نبوت کا درجہ نہ بھی دیا تو زبان سے اُس کو نبی ماننے کا اقرار بہر حال ضرور کرلیا۔ یہی بات دین اسلام، کتاب وسنت اور اُمت کے سلف وخلف علماءِ عظام وآئمہ کرام رحمہم اللہ جمیعاً کے اجماع کے خلاف ہے۔ [2]

جیسا کہ پیچھے بیان ہو چکا، اللہ رب العرش الکریم نے یہ جو حکم فرمایا ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ

---

[1] اس آیت میں مسلمانوں کو ہدایت اور ایمان کی تعلیم فرمائی ہے۔ یعنی قرآن پاک سے پہلے جتنی آسمانی کتابیں ہیں اور جتنے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہوگزرے ہیں سب پر مجملاً ایمان رکھا جائے، مگر قرآن مجید پر تفصیلی ایمان۔ یعنی اس کے احکام پر ایمان لانا اور عمل کرنا ضروری ہے۔ اس سلسلہ میں بعض انبیاء کے اسماء صراحت سے اور بقیہ کی طرف اجمالی اشارہ فرمادیا ہے۔ ایک حدیث میں ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تورات، انجیل اور زبور کے سچا ہونے کا اقرار کرو مگر عمل صرف قرآن پر کرو۔'' کیونکہ قرآن کے نزول سے پہلی تمام کتابیں منسوخ ہوگئی ہیں۔ سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک اور روایت میں ہے کہ اہل کتاب عبرانی زبان میں تورات پڑھتے اور مسلمانوں کے سامنے عربی میں اس کی تفسیر کرکے سناتے۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اہل کتاب کی نہ تصدیق کرو اور نہ تکذیب کرو، بلکہ ان سے یہ کہو اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ...... الخ'' (ابن کثیر۔ قرطبی وصحیح البخاری، حدیث: ۷۳۶۲) بعینہٖ یہی بات اہل سنت سلفی اہل حق کا گروہ اہل بدعت اور اصحاب تقلید سے کہتا چلا آیا ہے کہ تم سب علماء و اولیاء اسلام اور ائمہ دین کو مانو مگر قرآن وسنت کے سوا کسی کے قول کو سند نہ سمجھو عمل صرف قرآن پر کرو۔ سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ عموماً فجر کی سنتوں کی پہلی رکعت میں یہ آیت اور دوسری رکعت میں آل عمران کی وہ آیت جس میں: '' فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ '' آتا ہے پڑھا کرتے تھے۔ (صحیح مسلم، ابوداود)

[2] منهاج السنه جلد۳، ص ۱۷۴.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝﴾ (النساء: ۵۹)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور ان کا بھی جو تم میں سے حکم دینے والے ہیں، پھر اگر تم کسی چیز میں جھگڑ پڑو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ، اگر تم اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہو، یہ بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے زیادہ اچھا ہے۔''

اللہ عزوجل نے ہمیں حکم فرمایا ہے کہ ہم اپنے کسی بھی دینی و دنیاوی معاملے میں تنازعہ کے وقت صرف اور صرف اللہ عزوجل (یعنی اُس کی کتاب قرآن مجید) اور اُس کے رسول (نبی مکرم ﷺ کی سنت و احادیث مبارکہ) کی طرف ہی رجوع کریں، کسی اور کی طرف نہیں۔ چنانچہ نبی معظم محمد رسول اللہ ﷺ کے علاوہ اگر کوئی دوسرا معصوم عن الخطا ہوتا تو اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اپنے معاملات ضرور اُس کے سامنے پیش کرنے کا حکم فرماتے۔ تو قرآن حکیم سے یہ حکیم ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے سوا کوئی بھی معصوم عن الخطا نہیں ہے۔ [1]

جو لوگ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اختیار کریں ان کے لیے اللہ عزوجل کا انعام کس قدر بڑا ہے؟ اس کا اندازہ درج ذیل آیت کریمہ سے لگا لیجیے۔ فرمایا:

﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝﴾ (النساء: ۶۹)

''اور جو اللہ اور رسول کی فرماں برداری کرے تو یہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا، نبیوں اور صدیقوں اور شہداء اور صالحین میں سے اور یہ لوگ اچھے ساتھی ہیں۔''

اور جو لوگ آپ ﷺ کی نافرمانی کریں ان کے لیے اللہ کا عذاب کس قدر بڑا ہے؟ اس کا اندازہ ایک تو پیچھے بیان کردہ آیات مبارکہ سے ہو چکا۔ مزید دیکھئے! اللہ رب العالمین فرماتے ہیں:

﴿اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِسٰلٰتِهٖ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۝﴾ (الجن: ۲۳)

''مگر (میں تو صرف) اللہ کے احکام پہنچانے اور اس کے پیغامات کا (اختیار رکھتا ہوں) اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا تو یقیناً اسی کے لیے جہنم کی آگ ہے، ہمیشہ اس میں رہنے والے ہیں ہمیشہ۔''

---

[1] ایضاً جلد۲، ص ۱۰۵.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۖ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴾ (النساء: ١٤)

''اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی حدوں سے تجاوز کرے وہ اسے آگ میں داخل کرے گا، ہمیشہ اس میں رہنے والا ہے اور اس کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔''

تو قرآن عظیم نے کتنے ہی مقامات پر بطور دلیل بیان فرمایا ہے کہ: جس نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری کی وہ اہل سعادت میں سے ہوگیا۔ کسی بھی مقام پر اللہ رب العزت نے کسی دوسرے معصوم کی اطاعت والی شرط اس ضمن میں نہیں لگائی اور یہ کہ جس نے بھی رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کی وہ اہل وعید (جہنم والوں) میں سے ہوگیا۔ اگرچہ وہ اپنے گمان میں کسی تصوراتی معصوم عن الخطأ کی اطاعت وفرمانبرداری ہی کیوں نہ کرتا پھرے۔

اہل علم اس بات پر متفق ہیں کہ ہر شخص کی بات پر اُس کا محاسبہ بھی ہوگا اور اُسے اللہ عزوجل کی طرف سے معافی کی صورت میں چھوڑا بھی جائے گا سوائے رسول اللہ ﷺ کے۔ آپ ﷺ کی ہر بیان کردہ بات کی تصدیق واجب ہے اور جس جس بات کا آپ ﷺ نے حکم دیا ہو اُس کی اتباع بھی واجب ہے۔ اسی طرح جن کاموں اور باتوں سے منع فرمایا اور ڈانٹ پلائی ہو ان سے بچ کر رہنا بھی لازم ہے۔ اللہ عزوجل کی عبادت بھی اسی طریقے سے کی جائے کہ جو طریقہ شریعت مطہرہ نے مقرر کیا ہو۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ معصوم عن الخطا وہی ہوتا ہے جو وحی کے بغیر بات ہی نہ کرے۔ اُس (پیغمبر ﷺ) کی تو ہر بات ہی وحی ہوتی ہے۔ [1]

سنت مطہرہ و احادیث مبارکہ نے تو یہی بیان کیا ہے جو اوپر ذکر ہوا مگر روافض اپنے اماموں کے اقوال (اور ان میں سے اکثر جو انھوں نے خود اُن کے نام پر گھڑ رکھے ہیں۔) کی طرف ہی رجوع کرتے ہیں۔ آیئے! ہم آپ کے سامنے امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے ایسے اقوال پیش کرتے ہیں جو ان کے ہاں ثابت شدہ ہیں اور یہ اقوال انھیں کے مذہب پر تنقید کر رہے ہیں۔ ''نہج البلاغہ'' شیعہ کی وہ کتاب ہے کہ جس پر وہ سب کتابوں سے زیادہ اعتماد کرتے ہیں اور اپنے اماموں کی معصومیت کے بارے میں جو اُصول وقواعد انھوں نے بنا رکھے ہیں اور جو اس بارے میں انھوں نے دعوے کر رکھے ہیں، ان سب کی یہ کتاب نفی کرتی ہے۔ جیسا کہ نہج البلاغہ کے مصنف نے روایت کیا ہے امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

---

[1] منهاج السنة جلد٣، ص ١٧٥.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"لَا تُخَالِطُونِي بِالْمُصَانعةِ، وَلَا تَظُنُّوا بِيَ اسْتِثْقَالًا فِي حَقٍّ قِيْلَ لِي، وَلَا الْتِمَاسَ إِعْظَامَ النَّفْسِ، فَإِنَّهُ مَنِ اسْتَثْقَلَ الْحَقَّ أَنْ يُقَالَ لَهُ، أَوِ الْعَدْلَ أَنْ يُعْرَضَ عَلَيْهِ، كَانَ الْعَمَلُ بِهِمَا أَثْقَلُ عَلَيْهِ، فَلَا تَكُفُّوا عَنْ مَقَالَةٍ بِحَقٍّ، أَوْ مَشْوَرَةٍ بِعَدْلٍ، فَإِنِّي لَسْتُ فِي نَفْسِي بِفَوْقٍ أَنْ أُخْطِئَ وَلَا آمنُ ذٰلِكَ مِنْ فِعْلِي." ❶

"حسن سلوک کی توقع پر مجھ سے راہ و رسم (اور میل جول) مت رکھو۔ (کہ میں کسی کے جرائم پر پردہ پوشی کرلوں گا۔) کسی حق کے بارے میں کہ جس کا مجھے حکم دیا گیا ہو میرے بارے میں بڑا اور دشوار مت گمان کرنا۔ اور نہ ہی (میرے) نفس کو بڑا ماننے میں کچھ خواہش کرنا (اور چاہنا)۔ اس لیے کہ بلاشبہ جس نے حق کو بڑا دشوار بنالیا کہ جس کا اُسے حکم دیا جارہا ہو یا کسی عدل و انصاف کو (دشوار کرلیا، فیصلہ کرنے میں) کہ جسے اس کے سامنے (بطور فیصلہ) پیش کیا جارہا ہو اور ان دونوں پر عمل اُس پر زیادہ بوجھل ہو جائے (اس صورت میں کہ کسی کی رورعایت کا معاملہ سامنے آرہا ہو۔) تو اُس وقت حق بات کہنے سے باز نہ رہنا اور نہ ہی عدل و انصاف کا مشورہ دینے سے۔ کیونکہ بلاشک وشبہ میں اپنے نفس (اپنی ذات) میں اس بات سے بلند تر نہیں ہوں کہ میں غلطی نہ کرسکوں اور نہ ہی اپنے فعل کے اعتبار سے میں اس سے زیادہ محفوظ و مامون ہوں۔"

یہاں اس عبارت مذکور بالا سے بالکل عیاں ہے کہ رافضی شیعہ جو سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں گمان رکھتے ہیں کہ وہ غلطی و خطا نہیں کرتے ...... تو اس ضمن میں آپ رضی اللہ عنہ نے کوئی چیز چھوڑی ہی نہیں۔ (ان کے ہر ایسے عقیدے کو باطل کردیا ہے۔) بلکہ آپ رضی اللہ عنہ وارضاہ نے تو اس بات کی تاکید کی ہے کہ آپ اپنے نفس سے غلطی کے سرزد ہونے کے بارے میں اپنے آپ کو محفوظ و مامون ہرگز نہیں پاتے۔ اسی طرح آپ رضی اللہ عنہ نے رعیت کے مشورہ سے خود کو مستغنی ہونے کے متعلق بھی اعلان نہیں فرمایا بلکہ آپ نے تو ان سے حق اور عدل و انصاف کے بارے میں مشورہ طلب فرمایا ہے۔ اس لیے کہ اُمت محمدیہ علی صاحبہا التحیۃ والسلام کبھی بھی گمراہی پر اکٹھی نہیں ہوسکتی۔ بلاشک وشبہ ہر شخص علیحدہ علیحدہ گمراہی کا پیش خیمہ ہوسکتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ اماموں کے بارے میں معصومیت والا نظریہ غالی روافض شیعہ کا اپنا وضع کردہ ہے۔ ❷

"نہج البلاغۃ" میں یوں بھی درج ہے:

---

❶ نهج البلاغة، ص ٣٣٥.

❷ دیکھئے: أصول الشيعة الإمامية، جلد٢، ص ٩٦٤.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”لا بُدّ لِلنَّاسِ مِن أَمِيرٍ بَرٍّ أَوْ فَاجِرٍ يَعْمَلُ فِي إِمْرَتِهِ الْمُؤْمِنُ، وَيُجْمَعُ بِهِ الْفَيْءُ، وَيُقَاتَلُ بِهِ الْعَدُوُّ، وَتَأْمَنُ بِهِ السُّبُلُ، وَيُؤْخَذُ بِهِ لِلضَّعِيفِ مِنَ الْقَوِيِّ.“ ❶

”لوگوں (اہل ایمان واسلام) کے لیے کسی صالح، نیک یا گنہگار، فاجر امیر المسلمین کا ہونا لازم ہے جس کی زیر امارت مومن آدمی (آزادی سے دین حنیف پر) عمل کر سکے۔ اس امیر وخلیفۃ المسلمین کے ذریعے (اسلامی مملکت کے) راستے محفوظ رہیں اور اس امیر و حاکم ملت اسلامیہ کے ذریعے (اُس کے حکم سے) طاقتور سے کمزور کا حق دلوایا جائے۔“

آپ دیکھ رہے ہیں کہ یہاں اس عبارت میں بھی امیر المومنین والمسلمین کے لیے کہ جو ان کا امام ہو معصوم عن الخطا والی شرط نہیں لگائی گئی اور نہ ہی اس شرط کے لیے دور نزدیک کا کوئی اشارہ ہی دیا گیا ہے۔ بلکہ رائے یہ دی گئی ہے کہ مسلمانوں کے لیے کسی امیر، حاکم وخلیفہ کا تقرر وتعین نہایت ضروری ہے کہ جس کے ساتھ بندوں اور شہروں، ملکوں کے مصالح ومنافع وابستہ ہوں۔ یہاں بھی یہ نہیں کہا گیا کہ لوگوں کا ولی الامر صرف معصوم عن الخطا ہی ہو اور یہ کہ جو بھی جھنڈا معصوم عن الأخطاء کے جھنڈے کے علاوہ باندھا جائے گا وہ جاہلیت کا جھنڈا ہوگا۔ جیسا کہ شیعہ کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے۔ نہ ہی شیعہ کے ہاں امارت وخلافت کو معصومین عن الخطا بارہ اماموں تک ہی محدود کیا گیا ہے۔ اور جیسا کہ شیعہ یہ مذہب رکھتے ہیں کہ مسلمانوں کے خلفاء میں سے جو کوئی اور ولی الامر بنے تو اس کا انکار کر دیا جائے۔ بلکہ صاحب نہج البلاغہ کی رائے یہ ہے کہ امام (امیر المسلمین) کا قیام ضروری ہے اگرچہ وہ گنہگار وفاجر ہی کیوں نہ ہو اور صاحب نہج البلاغہ نے اس کی امارت کو اس دلیل کے ساتھ شرعی قرار دیا ہے کہ اُس نے فاجر کی امارت میں جہاد وقتال فی سبیل اللہ کی اجازت دی ہے۔“ ❷

کیا اس لیے کہ شرعی امارت صرف بارہ اماموں تک ہی محدود ہے؟

یہ آئمہ کرام تو اپنے گناہوں کا خود اعتراف کرتے اور ان سے اللہ غفور رحیم سے استغفار کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی ایک دعا نہج البلاغہ میں یوں مذکور ہے:

”اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِي مَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي، فَإِنْ عُدتَ فَعُدْ عَلَيَّ بِالْمَغْفِرَةِ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِي مَا وَأَيْتَ مِنْ نَفْسِي وَلَمْ تَجِدْ لَهُ وَفَاءً عِنْدِي، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِي مَا تَقَرَّبْتُ بِهِ إِلَيْكَ بِلِسَانِي ثُمَّ خَالَفَهُ قَلْبِي، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِي رَمَزَاتِ الْأَلْحَاظِ، وَسَقَطَاتِ الْأَلْفَاظِ، وَشَهَوَاتِ الْجِنَانِ، وَهَفَوَاتِ اللِّسَانِ.“ ❸

❶ دیکھیے: نهج البلاغه، ص ۸۲. ❷ دیکھیے: فصل الغيبة والمهدية ص ۸۲٤. ❸ نهج البلاغة، ص ۱۰٤.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اے اللہ! میری ہر اُس بات کو مجھ سے معاف کر دے جسے تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے۔ اگر کسی کام کا میرے حق میں تو کوئی نتیجہ نکالنا چاہتا ہے تو پھر بخشش کا ہی نتیجہ نکالنا۔ اے اللہ! میرے نفس سے جو تو نے (بخشش کا) وعدہ کر رکھا ہے اس کے لحاظ سے مجھے بخشش دے، جب کہ تو میرے پاس اس کے لیے وفا کو نہیں پا رہا۔ اے اللہ! مجھے اس فعل و فیصلہ سے معاف فرما دے کہ جس کے ذریعہ میں اپنی زبان کے ساتھ تو تیرے قریب ہو گیا مگر میرے دل نے اُس کی مخالفت کر ڈالی۔ اے اللہ! لحات کی علامتوں کو بھی مجھ سے معاف کر دے (کہ جو نامۂ اعمال خطاؤں کے زمرے میں درج ہوں۔) الفاظ کی غلطیوں سے بھی بخشش دے، ختنوں کی شہوات سے بھی اور زبان کی ہفوات (بیہودہ گوئی) کو بھی معاف فرما دے۔''

یہاں آپ اس دعا میں ملاحظہ کر رہے ہیں کہ گناہ کا اقرار بھی ہے اور توبہ کے بعد گناہ دوبارہ کرنے سے اللہ کی پناہ بھی طلب کی جا رہی ہے۔ الفاظ کی غلطیوں کا بھی اعتراف ہے اور شرم گاہ کی شہوات کا بھی۔ اسی طرح دل کی زبان کے ساتھ مخالفت کا بھی ذکر ہے۔ تو یہ سارا کچھ اُس معصومیت کی نفی کر رہا ہے کہ جس کا دعویٰ روافض شیعہ کرتے ہیں۔ اگر سیّدنا علی رضی اللہ عنہ اور شیعہ کے دیگر امام معصومین عن الأخطاء ہوتے تو ان کا اپنے گناہوں سے استغفار عبث و بے کار ہوتا۔ پھر حیرانی کی بات یہ ہے کہ شیعہ کے تمام اماموں کا اللہ عزوجل کی طرف اپنے گناہوں اور معاصی کی معافی کے لیے رجوع کرنے کو شیعہ کی کتابوں میں نقل کیا گیا ہے۔ اگر یہ لوگ معصومین عن الاخطاء ہوتے تو ان کے گناہ ہی نہ ہوتے۔ شیعہ مذہب کے مولویوں نے اس طرح کی دعاؤں کی توجیہ کرنے میں ان کے معانی کو ہی بدل دیا ہے، جو کہ عصمت و معصومیت کے ضمن میں اُن کے اپنے ہی وضع کردہ اُصولوں کی نفی کر رہے ہیں۔ [1]

ایک اور امر بھی ہے جو ان کے دعویٰ عصمت و معصومیت کو باطل کر دیتا ہے اور یہ ہے بھی شیعہ کی کتابوں میں۔ یہ ہے بعض مواقف و مسائل کے بارے میں ان کا باہمی اختلاف اور تناقض الفاظ و کلمات۔ اُدھر معصومین کے اعمال و افعال نہ ہی تو باہم متناقض ہیں اور نہ ہی ایک دوسرے سے مختلف بلکہ ان میں سے بعض دوسرے بعض کی تصدیق کرتے ہیں اور ایک دوسرے کی گواہی دیتے ہیں۔ دراصل اختلاف تو ان کے اس نظریہ معصومیت سے متعارض و متناقض ہے کہ جو ان کے نزدیک امامت کی شرط ہے۔ اسی لیے آئمہ کے اعمال کے بارے میں ظاہری اختلاف بعض شیعہ کا تشیع کے حدود و دائرہ سے براہ راست باہر نکلنے کا سبب بن گیا تھا۔ اس حیثیت سے کہ اس

[1] دیکھیے: أصول الشيعة الإمامية جلد۲، ص ۹٦٥.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اختلاف وتضاد والے معاملہ نے حیران و پریشان کر دیا۔

اس کی مثالوں میں سے چند واقعات وہ ہیں جنھیں قمی اور نوبختی نے اپنی اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے۔ اور وہ اس طرح کہ سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے قتل (شہادت) کے بعد ان کے ساتھیوں کا ایک گروہ واپس پلٹا اور وہ لوگ کہنے لگے: ہمارے سامنے سیّدنا حسن اور سیّدنا حسین رضی اللہ عنہما کا معاملہ بالکل ایک دوسرے سے مختلف فیہ ہو گیا ہے۔ اس لیے کہ اگر وہ راستہ کہ جسے سیّدنا حسن نے جناب معاویہ رضی اللہ عنہما سے صلح کرنے والا جو اختیار کیا تھا اور امیر معاویہ کو سیّدنا حسن رضی اللہ عنہما کے پاس انفرادی قوت کے مضبوط اور بکثرت مددگار ہونے کے باوجود خلافت سونپ دینے اور اُن سے جنگ نہ کرنے والا جو راستہ اختیار کیا تھا...... حق، واجب اور درست تھا اور دوسری طرف سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے مددگاروں کی قوت اور طاقت کی یزید بن معاویہ کی فوجی طاقت کے مقابلے میں کمزوری کے باوجود اس کے لشکر سے جو جنگ کی تھی اور اس کے نتیجہ میں آپ خود بھی شہید ہوئے اور آپ کے تمام ساتھی بھی شہید کر دیے گئے ...... باطل اور غیر واجب تھا، اس لیے کہ سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ یزید سے جنگ کرنے سے بیٹھ رہنے میں زیادہ قابل عذر تھے۔ (کیونکہ افرادی وسلاحی قوت کا کوئی موازنہ ہی نہ تھا۔) اُدھر سیّدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ کرنے سے پیچھے ہٹ کر بیٹھے رہنا اور ان سے صلح وسپرداریٔ خلافت کی درخواست کرنا تھا...... تو اگر وہ راستہ کہ جسے سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما نے اختیار کیا تھا حق، واجب اور درست تھا کہ آپ خود بھی یزید کے لشکر سے ٹکرا کر شہید ہو گئے اور آپ کے بچے اور ساتھی بھی۔ تو پھر یہ کہنا پڑے گا کہ سیّدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کا معاویہ رضی اللہ عنہ سے جنگ نہ کرنا، آپ کے ساتھ نہ ٹکرانا اور باوجود فوجوں کی کثیر تعداد کے قتال سے ہاتھ کھینچ لینا، باطل تھا۔ اس غور وفکر کے پیش نظر یہ لوگ ان دونوں اصحابِ جلیل القدر والشان کی امامت کے متعلق شک میں مبتلا ہو گئے اور واپس پلٹ کر عوام کے مسلک وعقیدہ اور نظریہ میں شامل ہو گئے۔ ❶

اور جہاں تک اماموں کے اقوال کے بارے میں تناقض اور اختلاف پر مثالوں کا تعلق ہے تو یہ باب بہت وسیع ہے۔ یہی باب بعض شیعہ کا تشیع سے تائب ہونے کا سبب بنتا ہے۔ اس کی گواہی تو شیعہ گروہ کے شیخ طوسی نے بھی دی ہے اور کہا ہے کہ اماموں کی خبریں واضح طور پر ایک دوسرے سے متناقض ہیں حتیٰ کہ کوئی بھی خبر ایسی نہیں پائی جاتی کہ جو مستقل ہو مگر اس کی نفی کرنے کے لیے دوسری ضرور پائی جاتی ہے کہ جو اس کی مخالفت کر رہی ہو۔ اسی طرح ہر روایت کی مخالف رائے بھی ضرور پائی جاتی ہے۔ اسی بات کو آپ شیعہ مذہب پر سب سے بڑا طعن واعتراض شمار کر لیں تو کافی ہے۔ یہی بات امامی شیعہ مذہب کو ترک کرنے کے لیے بعض شیعہ کے ہاں

❶ دیکھیے: قمی کی کتاب "المقالات والفرق" ص ۲۵ اور نوبختی کی "فرق الشیعۃ" ص ۲۵، ص ۲۶۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بنتی رہی ہے۔ شیعہ کے نزدیک ان کے چار بڑے مصادر میں سے ''التھذیب'' اور ''الاستبصار'' نہایت ہی بڑے دو مصدر ہیں کہ جن پر یہ لوگ بہت اعتماد کرتے ہیں اور یہ دونوں مصادر اس تناقض و اختلاف کو کھول کر بیان کرنے میں اپنی بہت ساری روایات کے ساتھ زبردست گواہ ہیں۔

شیعہ کے مُلّا طوسی نے تقیہ کے عقیدہ پر سوار ہو کر اس اختلاف کو رفع و زائل کرنے اور اس تناقض کا علاج کرنے کی اپنی سی کوشش کی ہے مگر بیچارہ اس میدان میں کامیاب نہیں ہو سکا بلکہ اس میدان کی مٹی کو نادان نے اور گیلا کر دیا ہے۔ (جہاں اُس کی ٹیم کھل کر کھیل ہی نہیں سکتی۔) جان لیجیے کہ! یہ طوسی وہی شخص ہے جو روایات کی توجیہ کرتے ہوئے کہتا ہے: هٰذَا الْحَدِيْثُ تَقِيَّةٌ وَهٰذِهِ الرِّوَايَةُ لَيْسَتْ بِتَقِيَّةٍ وَعَلَيْهَا الْعِلْمُ وَالْمُتَّفَقُ عَلَيْهِ ...... یہ حدیث (کہ جو صحیح الاسناد مرفوع حدیث ہو۔) تقیہ ہے۔ (یعنی جھوٹ ہے جو کہ اصل میں کچھ اور تھا مگر بیان کچھ اور ہوا ہے۔ العیاذ باللہ۔) اور یہ روایت (کہ جو خود ساختہ اور اپنے مطلب کی ہے) تقیہ نہیں ہے۔ اسی پر شیعہ علم کی بنیاد اور یہی متفق علیہ ہے۔''

طوسی بذاتِ خود تو معصوم عن الخطا نہیں ہے۔ (کیونکہ وہ کوئی امام نہیں۔) اس لیے وہ ضرورت کے وقت ان روایات میں سے بعض کی توجیہ میں جان بوجھ کر غلطی کرتا ہے۔ چنانچہ جو تقیہ نہیں ہوتا اسے وہ تقیہ بنا ڈالتا ہے اور شیعہ اُس کی اس توجیہ کی تابع داری و فرمانبرداری کرنے لگتے ہیں۔ علاوہ ازیں یہ بات بھی نہایت واضح ہوتی ہے کہ شیعہ اپنے دینی فرائض و واجبات میں طوسی جیسے لوگوں کی اتباع و فرمانبرداری تو ضرور کرتے ہیں مگر اپنے دین میں اپنے معصوم امام کی اتباع نہیں کرتے۔ روافض شیعہ نے اپنے اماموں کی اخبار اور ان کے اعمال کے بارے اختلاف پر پردہ ڈالنے کے لیے تقیہ اور عدم کے بعد رائے کے ظہور (دونوں نظریات) کو ایجاد کیا۔ (عنقریب دونوں کا بیان ان شاء اللہ ہونے والا ہے۔) چنانچہ بعض شیعہ نے ہی اپنے شیعہ مولویوں کی اس کوشش کا پردہ چاک کر دیا اور ان دونوں عقیدوں کو وضع کرنے کا سبب بیان کرنے کے بعد تشیع کو چھوڑ دیا۔

یہاں ایک اور معاملہ بھی ہے کہ جو اس معصومیت و عصمت والے دعویٰ کو باطل قرار دیتا ہے اور وہ یہ ہے کہ: وہ معصوم عن الخطأ کہ جس کی اتباع و پیروی کا وہ دعویٰ کرتے ہیں وہ ان شیعہ کو ان کے نزدیک ان کے دین کی اصل، امامت کے بارے میں ان کو باہم اختلاف کرنے سے بچا نہ سکے۔ چنانچہ آپ ان کو باہم ایک دوسرے سے اختلاف کرنے والے، اس میدان میں ایک دوسرے کو پچھاڑنے اور ایک دوسرے کو لعنت ملامت کرنے والے پائیں گے۔ اس بارے میں یہ لوگ اماموں کی تعداد، ان میں سے سربرآوردہ، سب سے معزز کی تعیین، بارھویں امام کے واپس پلٹ آنے والے انتظار و وقفہ یا کسی اور امام کی طرف چل کھڑے ہونے میں ایک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرے پر کفر کے فتوے لگاتے ہیں۔ یہ معاملہ ان کے دین والے امور و اصول اور اس کی بہت ساری فروعات کے متعلق آپس میں نہایت متناقض ومختلف روایات کے علاوہ ہے۔ چنانچہ ان کی گمان شدہ اور موضوع عصمت و معصومیت والے گروہ کو بذاتِ خود یہ معصومیت عن الخطأ باہم اختلاف کرنے سے روک نہ سکی اور نہ ہی اس کے اثر کا عدم وجود اس کے اصل کے منعدم ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ بلکہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اماموں کی عصمت و معصومیت عن الخطأ کے بارے میں ان کا اعتقاد وہ معاملہ ہے کہ جو آج اثر انداز نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ ان کے اماموں کا فعلی وجود تو ۲۶۰ھ سے منتہی ہوگیا تھا۔ اب صرف امام موعود غائب کا انتظار ہی باقی رہ گیا ہے۔ البتہ اتنا ضرور ہے کہ اس عقیدہ کے آثار آج بھی شیعہ کی حقیقت میں پائے جاتے ہیں اور کئی جوانب میں اس کی مثال اور تصور کو پیش کیا جا سکتا ہے۔ جیسے کہ:

ا...... جس طرح تمام مسلمان قرآن وسنت پر عمل کرتے ہیں، شیعہ بارہ اماموں سے ماثور روایات پر عمل کرتے ہیں۔

ب...... شیعہ اپنے اماموں کی قبروں اور ان کے اوپر بنائے گئے گنبدوں کے بارے میں غلو سے کام لیتے ہیں اور اُن کا غلو اپنے اماموں کی عصمت و موصیت کے بارے میں اس حد تک پہنچا ہوا ہے کہ وہ ان کو الوہیت اور ربوبیت کی صفات تک پہنچا دیتے ہیں اور پھر وہ الٰہی صفات کو اپنے اماموں کی قبروں اور مزاروں میں لا داخل کرتے ہیں۔ اسی بنا پر ان قبروں، گنبدوں کا طواف کیا جاتا ہے اور اللہ عزوجل کے علاوہ اوروں کو پکارا جاتا ہے۔

ج...... اب تو ان کے مجتہد بھی ان کے ہاں یہ حیثیت اختیار کر گئے ہیں کہ وہ ان میں بھی یہ صفتیں ماننے لگے ہیں۔ یہ لوگ اللہ عزوجل کے سامنے اپنی مناجات پیش کرنے کی طرح اس کے سامنے بھی اپنی حاجتیں پیش کرنے کی رائے رکھتے اور عمل کرتے ہیں۔ جب کہ یہ عمل اللہ عزوجل کے ساتھ کھلا شرک کرنے کی حد ہے اور بذات خود نہایت خطرناک ایک عمل ہے۔

د...... اس فاسد ومشرکانہ اعتقاد کو عملاً اور دیناً اختیار کیے رکھنا ایک ایسا معاملہ ہے کہ جس کا امیر المومنین سیّدنا علی، ان کی پاکباز واطہار اولاد واران کے پوتوں رضی اللہ عنہم اجمعین کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ [1]

اثنا عشری شیعہ کے ہاں ''امامت'' کی شروط میں سے تعیین وتصریح بھی ایک شرط:

رافضی شیعہ اس بات کا بھی عقیدہ رکھتے ہیں کہ ''امامت بھی نبوت کی طرح ہی ہوتی ہے۔'' اور یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر اللہ عزوجل کی طرف سے نص صریح کے ساتھ ہوتی ہے۔ امامت بھی نبوت کی

[1] دیکھیے: أصول الشیعة الإمامیة جلد ۲، ص ۹٦۹، ص ۹۷۳.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرح اللہ کریم کا احسان و لطف ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ امام سے کہ جس کی اطاعت فرض ہوتی ہے، کوئی زمانہ خالی نہیں ہوتا۔ کسی بندہ بشر کے لیے امام کو اپنی مرضی سے اختیار کرنے اور اس کی تعیین کا اختیار نہیں ہوتا۔ بلکہ کسی امام صاحب کو بھی اپنے بعد آنے والے امام کی تعیین کا اختیار نہیں۔ اس ضمن میں انھوں نے اپنے آئمہ کی زبانی دسیوں روایات درج کی ہیں۔ ان میں سے کچھ وہ ہیں کہ جنھیں ان لوگوں نے امام محمد الباقر رحمہ اللہ کی طرح منسوب کیا ہے۔ چنانچہ آپ (بالفاظ شیعہ) فرماتے ہیں:

"أَتَـرَوْنَ أَنَّ هٰـذَا الْأَمْـرَ إِلَيْـنَـا نَجْعَلُهُ حَيْثُ نَشَاءُ؟ لا وَاللّٰهِ، مَا هُوَ إِلَّا عَهْدٌ مِّنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، رَجُلٌ فَرَجُلٌ مُسَمًّى حَتَّى تَنْتَهِيَ إِلَى صَاحِبِهَا." [1]

"کیا تم لوگ یہ رائے رکھتے ہو کہ امامت کے ہماری طرف پھیرے جانے والے امر کو ہم جہاں چاہیں رکھ دیں؟ (جسے چاہیں امام مقرر کردیں؟) نہیں اللہ کی قسم! (ایسا نہیں ہے، بلکہ) یہ تو رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ایک عہد ہے۔ (جسے ہم کو پورا کرنا ہوتا ہے۔) ایک ایک مسمّی آدمی (ہر ایک کے بعد دوسرا) آتا ہے حتیٰ کہ یہ امامت اپنے حقدار (آخری امام منتظر) تک پہنچ جائے۔"

روافض اثنا عشری شیعہ اس بات کا عقیدہ رکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے بعد درج ذیل اماموں کی تصریح فرما کر ان کو باقاعدہ ان کے نام لے کر متعین و مقرر فرما دیا تھا۔ یہ کل بارہ ہی امام ہیں۔ نہ ان سے کم ہو سکتے ہیں اور نہ ان سے زیادہ۔

١: علي بن أبي طالب رضی اللہ عنہ المرتضى (ت ٤٠ هـ).

٢: الحسن بن علي رضی اللہ عنہ الزكي (ت ٥٠ هـ).

٣: الحسين بن علي رضی اللہ عنہ سيد الشهداء (ت ٦١ هـ).

٤: علي بن الحسين زين العابدين (ت ٩٥ هـ).

٥: محمد بن علي الباقر (ت ١١٤ هـ).

٦: جعفر بن محمد الصادق (ت ١٤٨ هـ).

٧: موسى بن جعفر الكاظم (ت ١٨٣ هـ).

٨: علي بن موسى الرضا (ت ٢٠٣ هـ).

٩: محمد بن علي الجواد (ت ٢٢٠ هـ).

[1] دیکھیے: فیصل نور کی "الإمامة والنص" ص ٨.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۰: علي بن محمد الهادي (ت ٢٥٤هـ).

۱۱: الحسن بن علي العسكري (ت ٢٥٦هـ).

۱۲: محمد بن الحسن المهدي (ت ٢٦٠هـ).

عبداللہ بن سبا یہودی وصیت والے معاملہ کو صرف سیّدنا علی رضی اللہ عنہ تک ہی محدود رکھتا تھا۔ مگر بعد میں اُس کے کچھ پیروکار ایسے بھی آئے کہ جنھوں نے ''وصیت'' والے معاملہ کو جناب علی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں بھی عام کر دیا۔ ابتداء سے ہی سبائی وشیعی جراثیم اسلامی معاشرے میں نہایت خاموشی اور رازدارانہ انداز میں کام کرتے رہے۔ حیران کن حقیقی بات یہ ہے کہ ان میں سے بعض دعوے بعض اہل بیت تک جب پہنچے تو انھوں نے مکمل طور پر ان کی نفی کر دی۔ جیسا کہ اُن کے جد اعلیٰ امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔ اسی لیے ان کذابوں نے ''تقیہ کا عقیدہ'' گھڑ کر اہل بیت کے سر تھوپ دیا تاکہ ان کو اپنے افکار ونظریات پھیلانے میں آسانی ہو جائے اور وہ لوگوں میں اعلان شدہ اہل بیت کے سچے موقف کا تاثر قبول کرنے میں اپنے اتباع سے مامون ومحفوظ ہو جائیں۔ ❶

تمام معاملات میں سب سے زیادہ خطرناک معاملہ کہ جسے رافضی شیعوں نے ایجاد کیا، وہ وصیت والا معاملہ ہے۔ اور وہ یہ ہے: رافضی جھوٹی کہانی یوں بنا کر پیش کرتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے متصل بعد سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کی وصیت کی تھی۔ اور آپ رضی اللہ عنہ سے پہلے جو خلفاء گزرے ہیں (ساداتنا ابوبکر وعمر اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم) وہ آپ رضی اللہ عنہ (سیّدنا علی) کے حق کو غصب کرنے والے تھے۔ جیسا کہ ان کی کتاب ''الکافی'' میں لکھا ہوا ہے۔ ''جو شخص اس حال میں مرا کہ وہ اپنے امام کو جانتا ہی نہیں تھا تو وہ جاہلیت کی موت مرا اور ان کے گمان میں امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی تھے۔ ❷

حقیقت یہ ہے کہ جب ہم نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد پہلے تینوں خلفائے راشدین مہدیین رضی اللہ عنہم کے تاریخی دور کا مطالعہ کرتے ہیں تو اس عقیدہ ونظریہ کا کہیں نام ونشان نہیں ملتا۔ نہ ہی ہم اس بناوٹی وصیت کا ذکر سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں کہیں پاتے ہیں اور نہ ہی امیر المومنین سیّدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت میں۔ بلکہ صورتِ حال یہ ہے کہ ہم (معتبر تاریخی کتب، سیرت کی کتابوں اور احادیث کی کتب میں) اس فتنہ نما نظریہ کے آغاز کا ظہور اُس کے تیز سینگوں کے ساتھ سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخری سالوں (۳۲ھ کے بعد)

---

❶ دیکھیے: أصول الشيعة الإمامية جلد۲، ص ۸۰۰.

❷ دیکھیے: أصول الكافي جلد۲، ص ۱۶، ۱۷.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں پاتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے کانوں میں جب یہ بات پہنچی تو انھوں نے اس کا کھلا انکار کرتے ہوئے اس کے جھوٹ کو واضح طور پر بیان کیا۔ اس بارے میں سب سے زیادہ انکار کرنے میں مشہور خود سیّدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ ہوئے اور دوسرے درجہ پر سب سے زیادہ معروف اُمّ المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہوئیں۔

پھر ہم دیکھتے ہیں کہ امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں یہ بات ایک راہنما یافتہ فکر وسوچ کی صورت میں (کہ جس کے پیچھے ابن سبا یہودی کی راہنمائی اور کوشش کارفرما تھی۔) کھل کر واضح ہوجاتی ہے اور ایک عقیدہ ونظریہ کی صورت میں کہ جو اس نظریہ پر ایمان لانے اور اس کی طرف دعوت دینے کے لیے بلاتی تھی۔ تو یہ وصیت کہ جس کا رافضی شیعہ دعویٰ کرتے ہیں اس کے متعلق انہی کے علماء نے ثابت کیا ہے کہ: یہ نظریہ یمن کے یہودی عبد اللہ بن سبا کا بنایا ہوا ہے۔ جیسا کہ نوبختی اور الکشی نے اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے۔ اس کی وضاحت پیچھے آچکی ہے۔ ان کے ''سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے وصی ہونے'' والے گمان کے ردّ میں ہمارے لیے وہی کافی ہے جو صحیح اسناد کے ساتھ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی طرف سے منقول ہے اور ان اصحاب النبی میں سیّدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ پیش پیش ہیں۔ ان بہت سارے دلائل میں سے چند ایک کو ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

۱ ...... ((ذُكِرَ عِنْدَ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَوْصَى إِلَى عَلِيٍّ؟ فَقَالَتْ: مَنْ قَالَهُ؟ لَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ، وَإِنِّي لَمُسْنِدَتُهُ إِلَى صَدْرِي، فَدَعَا بِالطَّسْتِ، فَانْخَنَثَ، فَمَاتَ، فَمَا شَعَرْتُ، فَكَيْفَ أَوْصَى إِلَى عَلِيٍّ؟))[1]

''جناب اسود بن یزید رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ: اُمّ المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے اس بات کا ذکر آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کیا سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو خاص کوئی وصیت فرمائی تھی؟ تو اُنھوں نے فرمایا: یہ کس نے کہا ہے؟ میں نے خود نبی کریم ﷺ کی خدمت میں (آپ ﷺ کے آخری وقت میں) حاضر تھی۔ آپ میرے سینے سے ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ اسی دوران آپ ﷺ نے طشت منگوایا۔ پھر آپ ﷺ ایک طرف جھک گئے اور آپ کی وفات ہوگئی۔ اس وقت مجھے بھی کچھ معلوم نہیں ہوا۔ پھر جناب علی رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ نے کب وصی بنادیا؟''

اُمّ المومنین صدیقہ کائنات سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ تصریح وتوضیح کہ نبی مکرم ﷺ نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو وصی مقرر نہیں فرمایا تھا، عدم وصیت کے لیے سب سے بڑی دلیل ہے۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ آپ رضی اللہ عنہا کی گود میں وفات پاگئے تھے۔ اگر کوئی وصیت نبی کریم ﷺ نے اس ضمن میں کی ہوتی تو اُمّ المومنین رضی اللہ عنہا سب

---

[1] البخاري، كتاب المغازي، باب مرض النبي ﷺ ووفاته، حديث: ٤٤٥٩.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوگوں سے زیادہ اس کا علم رکھنے والی ہوتیں۔ ❶

۲...... ((وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ: إِنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ رضی اللہ عنہ خَرَجَ مِنْ عِنْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِي وَجَعِهِ الَّذِيْ تُوُفِّيَ فِيْهِ ، فَقَالَ النَّاسُ: يَا أَبَا الْحَسَنِ ، كَيْفَ أَصْبَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: أَصْبَحَ بِحَمْدِ اللّٰهِ بَارِئًا ، فَأَخَذَ بِيَدِهِ عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ ، فَقَالَ لَهُ: أَنْتَ وَاللّٰهِ بَعْدَ ثَلاثٍ عَبْدُ الْعَصَا ، وَإِنِّي وَاللّٰهِ لَأَرَى رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ سَوْفَ يُتَوَفّٰى مِنْ وَجَعِهِ هٰذَا ، وَإِنِّي لَأَعْرِفُ وُجُوْهَ بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ عِنْدَ الْمَوْتِ ، اِذْهَبْ بِنَا إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ، فَلْنَسْأَلْهُ فِيمَنْ هٰذَا الْأَمْرُ؟ إِنْ كَانَ فِيْنَا عَلِمْنَا ذٰلِكَ ، وَإِنْ كَانَ فِيْ غَيْرِنَا عَلِمْنَاهُ فَأَوْصَى بِنَا ، فَقَالَ عَلِيٌّ: إِنَا وَاللّٰهِ لَئِنْ سَأَلْنَاهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَمَنَعَنَاهَا ، لا يُعْطِيْنَاهَا النَّاسُ بَعْدَهُ ، وَإِنِّي وَاللّٰهِ لا أَسْأَلُهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَبَدًا .)) ❷

''عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس سے باہر آئے۔ یہ اس مرض کا واقعہ ہے جس میں آپ ﷺ نے وفات پائی تھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ سے پوچھا، ابوالحسن! نبی اکرم ﷺ کا آج صبح مزاج کیسا تھا؟ انھوں نے بتایا کہ الحمد للہ اب افاقہ ہے۔ پھر عباس بن عبدالمطلب نے علی رضی اللہ عنہما کا ہاتھ پکڑ کے کہا: اللہ کی قسم تین دن کے بعد زندگی گزارنے پر تم مجبور ہو جاؤ گے۔ اللہ کی قسم! مجھے تو ایسے آثار نظر آ رہے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اس مرض سے صحت نہیں پا سکیں گے۔ موت کے وقت بنو عبدالمطلب کے چہروں کی مجھے خوب شناخت ہے۔ اب ہمیں آپ کے پاس چلنا چاہیے اور آپ سے پوچھنا چاہیے کہ ہمارے بعد خلافت کسے ملے گی؟ اگر ہم اس کے مستحق ہیں تو ہمیں معلوم ہو جائے گا اور اگر کوئی دوسرا مستحق ہوگا تو وہ بھی معلوم ہو جائے گا۔ اور رسول اللہ ﷺ ہمارے متعلق اپنے خلیفہ کو ممکن ہے کچھ وصیتیں کر دیں۔ لیکن سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! اگر ہم نے اس وقت آپ سے اس کے متعلق کچھ پوچھا اور آپ نے انکار کر دیا تو پھر لوگ ہمیں ہمیشہ کے لیے اس سے محروم کر دیں گے۔ میں تو ہرگز نبی کریم ﷺ سے اس کے متعلق کچھ نہیں پوچھوں گا۔''

❶ دیکھئے: بذل المجهود فی اثبات مشابهة الرافضة لليهود جلد۱، ص ۱۹۰.

❷ صحيح البخاري، كتاب المغازي، رقم: ٤٤٤٧.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہاں اس اثر میں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے قول میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے لیے گواہی بھی ہے اس بات پر کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر حکم کی تنفیذ کا التزام فوراً کیا کرتے تھے۔ اگر نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آپ رضی اللہ عنہ کے حق میں خلافت و امامت والی کوئی وصیت ہوتی تو اس سے کوئی بھی صحابی پیچھے نہ رہتا اور پھر جب انصارِ مدینہ نے سقیفہ بنوساعدہ میں اپنی رائے واجتہاد کو آزادی، شجاعت اور سچائی سے تعبیر کرتے ہوئے کہا تھا: مِنَّا أَمِيْرٌ وَّمِنْكُمْ أَمِيْرٌ...... ایک امیر ہم سے ہو جائے اور ایک امیر تم سے ہو جائے۔ ❶

تو اللہ کی قسم! وہ اس کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت ضرور کرتے کہ جس کے حق میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اگر وصیت کی گئی ہوتی۔ یا کم از کم ان میں سے کچھ لوگ اس کا تذکرہ ضرور کرتے اور اگر اس سے پہلے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے لیے وصیت کی نص وتصریح ہوتی تو سیّدنا علی رضی اللہ عنہ ضرور جنابِ عباس رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں یوں کہتے: ''ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خدمت و امامت کبریٰ میں کیسے پوچھیں کہ یہ کس کو ملے گی؟ جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو اس کے بارے میں میرے لیے وصیت فرما چکے ہیں۔ (جبکہ سیّدنا علی نے جناب عباس رضی اللہ عنہما سے ایسی کوئی بات ہی نہیں کی۔) اور صورتِ حال یہ تھی کہ اسی دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے تھے۔''

سو، جب اس ضمن میں کوئی چیز صحیح احادیث وآثار اور روایات میں پائی ہی نہیں جاتی تو واضح ہو گیا کہ سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے لیے نبی کریم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے خلافت و امامت کبریٰ کے بارے میں جو نص وتصریح کا دعویٰ کیا جاتا ہے اُس کی دراصل کوئی صحیح بنیاد ہے ہی نہیں۔ بلکہ اس بارے میں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے حق میں جتنی بھی تنصیص کی گئی ہے وہ سب کی سب مردود ہے۔ اس لیے کہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے بذاتِ خود اس بناوٹی نص صریح کی تردید آثار وروایات میں موجود ہے۔ چنانچہ روافض کے تمام سماعت والے دلائل یا تو مدعی کے حق میں دلیل بنتے ہی نہیں یا پھر ایسے نصوص ہیں جو سب کے سب موضوع ہیں۔'' ❷

۳...... ((سُئِلَ عَلِيٌّ رضی اللہ عنہ: أَخَصَّكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم بِشَيْءٍ؟ فَقَالَ: مَا خَصَّنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم بِشَيْءٍ لَمْ يَعُمَّ بِهِ النَّاسَ كَافَّةً، إِلَّا مَا كَانَ فِيْ قِرَابِ سَيْفِيْ هٰذَا، قَالَ: فَأَخْرَجَ صَحِيْفَةً مَكْتُوْبٌ فِيْهَا: ''لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ، وَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ غَيَّرَ مَنَارَ الْأَرْضِ، وَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ لَعَنَ وَالِدَهُ، وَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ آوٰى مُحْدِثًا''.)) ❸

---

❶ دیکھیے: صحیح البخاري، کتاب الحدود، حدیث: ۶۸۳۰.

❷ دیکھیے: علی ناصر فقیہی کی تحقیق کے ساتھ ''الإمامة والرد علی الرافضة'' ص ۲۳۸.

❸ صحیح مسلم، کتاب الاضاحي، باب تحریم الذبح لغیر اللہ تعالیٰ ولعن فاعله، حدیث: ۵۱۲۶.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جناب ابوطفیل رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ: ''سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا: کیا رسول اللہ ﷺ نے تم لوگوں کو کسی چیز (خلافت و امامت یا خاص علم) کے ساتھ خاص کیا تھا؟ انھوں نے فرمایا: نبی کریم ﷺ نے ہم سے کوئی خاص بات نہیں فرمائی کہ جسے تمام لوگوں (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین) سے نہ فرمایا ہو۔ البتہ چند باتیں ہیں جو میری تلوار کی میان (غلاف) میں ہیں۔'' ابوطفیل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: ''پھر سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے ایک کاغذ نکالا کہ جس میں (رسول اللہ ﷺ کا اپنا فرمان گرامی) لکھا تھا: ''جو شخص اللہ رب العالمین کے علاوہ کسی اور کے نام پر ذبح کرے، اللہ تعالیٰ اُس پر لعنت کرے اور جو زمین کی نشانی تبدیل کر دے اُس پر بھی اللہ لعنت کرے اور جو اپنے باپ پر لعنت کرے اللہ تعالیٰ اُس پر بھی لعنت کرے اور جو کسی بدعتی کو پناہ دے اللہ تعالیٰ اُس پر بھی لعنت کرے۔ (یعنی بدعتی کو اپنے گھر میں داخل کرے یا اُس کی مدد کرے۔)''

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں صحیحین (بخاری و مسلم) میں ثابت و درج یہ حدیث اور اس کے علاوہ دیگر احادیث رافضیوں کے گمراہ فرقہ کے اس گمانِ باطل کا کھلا ردّ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کے حق میں خلافت کی وصیت فرمائی تھی اور جیسا کہ شیعہ رافضیوں کا گمانِ باطل ہے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کوئی بھی اس وصیت کا ردّ نہ کرتا۔ اس لیے کہ وہ نبی مکرم ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں بھی اللہ تبارک و تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کی سب سے زیادہ اطاعت کرنے والے تھے اور آپ ﷺ کی وفات کے بعد بھی۔ نہ کہ وہ من مانی کرنے والے تھے کہ ایسے کسی شخص کو اس معاملے میں مقدم کر دیتے جسے رسول اللہ ﷺ نے مقدم نہ کیا ہوتا اور اُس کو مؤخر کر دیتے کہ جسے آپ ﷺ نے اپنی واضح تصریح کے ذریعے مقدم کیا ہوتا۔ حاشا وکلا! ہرگز نہیں۔ جو شخص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بارے میں ایسا گمان رکھتا ہے وہ گویا ان سب حضرات کو فجور اور نبی مکرم ﷺ کی کھلی مخالفت کی طرف منسوب کرتا ہے۔ اسی طرح وہ ثابت کرتا ہے کہ صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ کے حکم اور آپ کی تصریح کی جان بوجھ کر مخالفت کرتے تھے۔ (العیاذ باللہ من ذلک) سن لیجیے! لوگوں میں سے جو شخص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بارے میں اس حد تک پہنچ جاتا ہے تو وہ اسلام کی رسی گویا اپنی گردن سے اتار پھینکنے والا ہے اور اُس نے اُمت کے آئمۃ الاعلام کے اجماع کا انکار کیا۔ [1]

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: صحیح مسلم کی حدیث مذکور بالا میں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے لیے رسول اللہ ﷺ کی جو وصیت امامی رافضی شیعہ گمان کرتے اور مانتے ہیں...... ابطال و ردّ ہے اور اسی طرح ان کی دوسری اختراعات کا بھی۔ [2]

---

[1] دیکھئے: البدایة والنهایة جلد٥، ص ٢٢١.

[2] شرح نووی صحیح مسلم، جلد١٣، ص ١٥١.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

٤ ...... ((وَعَنْ عَمْرِو بْنِ سُفْيَانَ قَالَ: لَمَّا ظَهَرَ عَلِيٌّ يَوْمَ الْجَمَلِ قَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَمْ يَعْهَدْ إِلَيْنَا مِنْ هٰذِهِ الْإِمَارَةِ شَيْئًا، حَتّٰى رَأَيْنَا مِنَ الرَّأْيِ أَنْ نَسْتَخْلِفَ أَبَابَكْرٍ، فَأَقَامَ وَاسْتَقَامَ حَتّٰى مَضٰى لِسَبِيْلِهِ .)) ❶

''جناب عمرو بن سفیان رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ جمل میں جب سیّدنا علی رضی اللہ عنہ غالب آ گئے تو آپ نے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا: لوگو! اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امارت و خلافت میں سے کسی چیز کے بارے میں ہم سے کوئی عہد نہیں لیا تھا۔ ہم نے تو اپنے ایک اجتہاد سے کام لیا ہے کہ ہم جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے (اُنہی جیسے) خلیفہ بن جائیں۔ (تاکہ مسلمانوں اور دین حنیف کی خدمت حکومت کے ذریعے بھی کر سکیں۔) چنانچہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دین حنیف کو قائم کر دیا اور خود بھی اس راہ پر مستقیم رہتے ہوئے اپنی راہ چلے گئے۔''

٥ ...... ((رَوَى أَبُوْبَكْرٍ الْبَيْهَقِيُّ بِإِسْنَادِهِ إِلَى شَقِيْقِ بْنِ سَلَمَةَ، قَالَ: قِيْلَ لِعَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ: أَلَا تَسْتَخْلِفُ عَلَيْنَا؟ فَقَالَ: مَا اسْتَخْلَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَاسْتَخْلِفُ؛ وَلٰكِنْ إِنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِالنَّاسِ خَيْرًا فَسَيَجْمَعُهُمْ بَعْدِيْ عَلَى خَيْرِهِمْ، كَمَا جَمَعَهُمْ بَعْدَ نَبِيِّهِمْ عَلَى خَيْرِهِمْ .)) ❷

''امام ابوبکر بیہقی رحمہ اللہ نے اپنی اسناد سے روایت کیا ہے کہ: شقیق بن سلمہ رحمہ اللہ نے بیان کیا: امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا: کیا آپ ہم پر اپنا خلیفہ مقرر نہیں فرمائیں گے؟ تو فرمایا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو اپنا خلیفہ مقرر فرمایا تھا جو میں اپنا نائب (خلیفۃ المسلمین) کسی کو مقرر کروں؟ ہاں! یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اگر لوگوں کے ساتھ خیر، بھلائی کا ارادہ فرمائیں گے تو میرے بعد اُن میں سب سے بہتر آدمی پر اُن کو جمع فرما دیں گے۔ جیسا کہ اُس نے اُمت محمدیہ علی صاحبہا التحیۃ والسلام کے نبی کے بعد ان کو ان میں سے سب سے بہتر شخص (سیّدنا ابوبکر صدیق بن ابوقحافہ رضی اللہ عنہما) پر جمع فرما دیا تھا۔''

یہ روایت تو اس بات پر واضح دلیل ہے کہ: سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں وصی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والے دعویٰ کی تصریح بلاشک وشبہ رافضیوں کا گھڑا ہوا جھوٹ ہے۔ یہ رافضی وہ لوگ ہیں کہ جن کے دل نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے متعلق بغض وحسد اور کینہ سے بھرے ہوئے ہیں۔ ان میں سادا تنا علی اور ان کے اہل

---

❶ الاعتقاد: ص ١٨٤، وقال: البيهقي في "دلائل النبوة" سنده حسن.

❷ الاعتقاد: ص ١٨٤، إسناده جيد.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیت بھی شامل ہیں۔ رضی اللہ عنہم۔ یہ رافضی قسم کے لوگ ان اصحاب گرامی قدر (اہل بیت) کی محبت کا دعویٰ اپنے نفاق کی پردہ داری کے لیے کرتے ہیں۔ تاکہ اسلام اور اہل ایمان کے لیے سازش کرنا ان لوگوں کے لیے آسان ہو جائے۔ ❶

مذکور بالا نصوص قطعیہ سے روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ: رافضیوں کی گمان شدہ وصیت (جسے انھوں نے خود گھڑلیا ہے۔) کا اصل میں کوئی وجود ہی نہیں ہے۔ بلاشبہ جس نظریہ پر ان رافضیوں نے اعتماد کر رکھا ہے وہ درحقیقت عبداللہ بن سبا کا وضع کردہ ہے۔ ابن سبا وہ پہلا شخص ہے کہ جس نے اس وصیت والا شوشہ چھوڑا تھا۔ بعد والے وقتوں میں اس کے لیے اسناد وضع کی گئیں اور اس کے متن بنائے گئے جنھیں بہتان وافتراء کی پشت پر سوار کر کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچایا گیا۔ اس سے ان روافض کا ہدف ومقصود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پر طعن وتشنیع کرنا ہے کہ وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرنے والے تھے اور اس پر ان کا اجماع تھا۔ (لعن اللہ الیہود واعوانہم) اسی کو بنیاد بنا کر یہ غلیظ الفطرت لوگ دین حنیف کے مصادر اصلیہ قرآن وسنت والے مسلمانوں کے عظیم المرتبت لوگوں کی طرف سے نقل کیے جانے کو بھی طعن وتشنیع اور ردّ کا ہدف بنا لیتے ہیں۔ (ان کی کتابیں ان تمام طرح کے طعن ورد سے بھری پڑی ہیں۔) ❷

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جہاں تک سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے متعلق وصیت والی تصریح کا تعلق ہے تو اہل الحدیث کی معتمد علیہا کتب میں اس کے متعلق کوئی چیز نہیں ہے اور اس دعویٰ کے باطل ہونے پر تمام اہل الحدیث (صحابہ کرام وتابعین اور تبع تابعین ومحدثین کرام رضی اللہ عنہم) کا اجماع ہے۔ حتیٰ کہ امام ابومحمد ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہم نے اس مدعی علیہا نص کے بارے میں قطعاً کوئی چیز کسی بھی عالم اور محدث کے ہاں نہیں پائی، سوائے ایک مجہول آدمی کی روایت کے جس کی کنیت ابوالحمراء ہے۔ اللہ کی مخلوق میں سے یہ کون شخص ہے؟ ہم قطعاً نہیں جانتے۔ ❸

ایک اور مقام پر ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''سو معلوم ہوا کہ جس نص (علی رضی اللہ عنہ کے وصی رسول اللہ ہونے) کا رافضی لوگ دعویٰ کرتے ہیں وہ چیز ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات گرامی میں سے اہل علم سے کبھی کسی نے نہ کبھی بہت پہلے (صحابہ کرام وتابعین اور تبع تابعین رضی اللہ عنہم کے دور میں) کچھ سنا اور نہ ہی کچھ بعد میں (محدثین وفقہاء کرام کے دور میں) کچھ سنا۔ اس لیے اہل العلم بالحدیث اس نقل کے جھوٹ کی ضرورت (اور ایجاد) کو خوب جانتے

---

❶ دیکھیے: عقیدۃ اھل السنہ فی الصحابۃ جلد۲، ص ٦٢٠. ❷ دیکھیے: عبدالحمید کی "خلافۃ علي بن ابي طالب رضی اللہ عنہ" ص ٦٥.
❸ دیکھیے: منہاج السنہ جلد۸، ص ٣٦٢ اور ابن حزم کی "الفصل" جلد٤، ص ١٦١.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے۔جس طرح کہ وہ اس کے علاوہ دیگر منقولات کا جھوٹ بھی خوب جانتے ہیں۔'' ❶

بعد والے غالی شیعہ (روافض) میں سے ایسے لوگ ہوئے جنھوں نے امیر المومنین سیّدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کے بارے میں ابن سبا کے نظریہ کو زندہ کر کے اسے جناب علی اور سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی نسل میں عام کر دیا اور ایسا اُنھوں نے عامۃ الناس کے جذبات و میلانات کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اُن کے دلوں میں جگہ بنانے کے لیے کیا تاکہ وہ اس پوشیدہ راز کے سائے میں اسلامی حکومت و سلطنت کے خلاف اپنے مقاصد کو پایۂ تکمیل تک پہنچا سکیں۔تو سب سے پہلا وہ شخص کہ جس نے یہ بات عام کرنا شروع کی کہ امامت تو آل بیت کے مخصوص لوگوں میں شریعت کے اندر محصور ہے، وہ شیطان الطاق تھا، (چوغہ نما چادر والا شیطان) کہ جسے شیعہ رافضیوں نے مومن الطاق کا لقب دے رکھا ہے۔ ❷

اور یہ کہ جب اس کے بارے میں جناب زید بن علی رحمہ اللہ کو معلوم ہوا تو اُنھوں نے اس شخص کی طرف پیغام بھیجا کہ وہ اس نظریہ کی اشاعت سے رُک جائے۔ جناب زید بن علی رحمہ اللہ نے اُس سے دریافت فرمایا: مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ تم یہ گمان کرتے ہو کہ آل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں ایک امام (ہر دور میں) ہوتا ہے کہ جس کی اطاعت واجب ہوتی ہے (تو کیا یہ بات درست ہے؟) شیطان الطاق نے کہا: ہاں۔ (میں نے یہ بات ضرور کہی ہے۔اور اب بھی کہتا ہوں) آپ کے والد محترم جناب علی بن حسین رضی اللہ عنہم اُن میں سے ایک امام ہیں۔ یہ سن کر جناب زید بن علی بن حسین رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ کیسے ہو سکتا ہے۔آپ رحمہ اللہ کے پاس کھانے کا ایک گرم لقمہ بھی لایا جاتا کہ جو گرم ہوتا تو آپ رحمہ اللہ اسے بذاتِ خود ٹھنڈا کرتے اور پھر اس لقمے کو مجھے کھلاتے تھے۔تمھارا کیا خیال ہے؛ آپ ایک لقمہ کی گرمی سے بچانے کے لیے میرے اُوپر شفقت فرماتے تھے، کیا جہنم کی آگ سے بچانے کے لیے میرے اوپر شفقت نہ کرتے ہوں گے؟ (جو آپ نے واجب الاتباع امام زمانہ ہونے کا مجھے نہ بتلایا؟) شیطان الطاق کہتا ہے: میں نے جنابِ زید بن علی رحمہ اللہ سے کہا: آپ کے والد بزرگوار نے اس بات کو ناپسند کیا ہوگا کہ اس بارے میں وہ آپ کو مطلع کریں اور آپ انکار کر دیں اور اس طرح اُن کی آپ کے بارے میں شفاعت ہی نہ رہتی۔'' ❸

روافض شیعہ کی ان کے نزدیک ثقہ ترین کتابوں میں مروی یہ قصہ واضح کر رہا ہے کہ یہ نظریہ انتہائی پوشیدہ طور پر اثنا عشری شیعوں میں رواج پایا تھا اور وہ بھی اس حد تک مخفی انداز میں کہ اہل بیت کے اماموں میں سے ایک امام...... زید بن علی بن حسین بن علی رضی اللہ عنہم...... پر بھی پوشیدہ رہا۔علامہ محبّ الدین الخطیب رحمہ اللہ نے وضاحت

---

❶ المنهاج جلد٧، ص ٥٠.

❷ دیکھئے: أصول الشيعة الإمامية جلد٢، ص ٨٠٠.

❸ دیکھئے: رجال الکشی ص ١٨٦.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے بتلایا ہے کہ: یہ شیطان الطاق وہ پہلا شخص ہے جس نے اس گمراہ نظریہ کو ایجاد کیا تھا۔ اس نے امامت وتشریع کو محصور کر دیا تھا اور اس نے اہل بیت میں سے مخصوص لوگوں کے لیے عصمت ومعصومیت کا دعویٰ کیا تھا۔ ❶

شیطان الطاق کے ساتھ ان نظریات میں ہشام بن الحکم نامی شخص بھی (کہ جس کی وفات ۱۷۹ھ میں ہوئی تھی۔) شریک ہو گیا تھا۔ ظاہر یہی ہوتا ہے کہ اہل بیت کے معین ومخصوص لوگوں تک امامت کو محصور کرنے کا نظریہ مخفی طور پر (شروع شروع میں) کوفہ میں پھیلا تھا۔ ❷

اور ایسا ان دونوں افراد ہشام بن الحکم اور شیطان الطاق کے پیروکاروں کے ایک گروپ کی کوشش سے ہوا تھا۔ چنانچہ ایک معین تعداد میں اس نظریہ امامت ومعصومیت کو محصور کرنے کی سوچ نے اپنی جڑیں ایسے افراد کے زمرہ میں دوسری صدی ہجری میں لگائیں کہ اہل بیت کے ساتھ تعلق کا دعویٰ کرتے تھے۔ جیسے کہ: شیطان الطاق اور ہشام بن الحکم وغیرھم۔ ❸

شیعی رجحانات ومیلانات اور ان کے مذاہب کے تضادات نے اپنے اماموں کی تعداد میں بھی باہم ایک دوسرے سے اختلاف کیا ہے۔ "مختصر التحفہ" کا مصنف کہتا ہے: اس بات کو خوب جان لو کہ امامیہ اثنا عشریہ شیعہ اماموں کے معدود ومحصور ہونے کے تو قائل ہیں لیکن وہ ان کی تعداد کے بارے میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ چنانچہ ان میں سے بعض کہتے ہیں: ان کے امام پانچ ہیں۔ بعض سات کے قائل ہیں۔ بعض آٹھ کو مانتے ہیں۔ بعض بارہ کو اور بعض تیرہ (۱۳) کے قائل ہیں۔ ❹

روافض شیعہ کی کتابوں نے اس اختلاف وتناقض کو بیان کیا ہے۔ چاہے وہ فرقہ اسماعیلیہ کی کتابیں ہوں، جیسے کہ؛ الناشی الاکبر کی کتاب "مسائل الإمامة" یا ابوحاتم الرازی کی "الزینة" یا فرقہ اثنا عشریہ کی کتابیں ہوں، جیسے کہ؛ الاشعری قمی کی "المقالات والفرق" اور النوبختی کی "فرق الشیعة"۔

روافض شیعہ کے نزدیک ''امامت'' والا معاملہ کوئی فروعی مسئلہ نہیں ہے کہ جس کے بارے میں اختلاف کوئی عام سی بات ہو۔ بلکہ یہ تو شیعہ دین کی اساس اور اس کی نہایت مضبوط اصل ہے اور شیعہ کے نزدیک تو اُس آدمی کا دین ہی نہیں کہ جو اُن کے اماموں پر ایمان نہ رکھتا ہو۔ اسی لیے وہ ایک دوسرے پر بھی کفر کے فتوے لگاتے ہیں اور اہل السنہ والجماعۃ (سلفی اہل حدیث لوگوں) پر بھی۔ بلکہ صورت حال یہ ہے کہ ایک ہی امام کے پیروکار ایک

---

❶ دیکھئے: "مجلة الفتح" ص ٥، عدد ٨٦٢، سال اشاعت: ١٣٦٧ھ.

❷ دیکھئے: أصول الشیعة الإمامیة جلد٢، ص ٧٠٣، ٨٠٥ و بحار الانوار جلد ١٠٠، ص٢٥٩.

❸ دیکھئے: أصول الشیعة الإمامیة، جلد٢، ص ٨٠٦.

❹ دیکھئے: مختصر التحفة ص ١٩٣.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرے پر کفر کا حکم لگاتے ہیں اور ایک دوسرے پر لعنت کرتے ہیں۔ [1]

جہاں تک اثنا عشری فرقہ کا تعلق ہے تو بعد میں ان کا قول بارہ اماموں کی امامت پر منحصر ہو گیا۔ جبکہ بنو ہاشم والا نبوی کنبہ خود رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک اور خلفاء اربعہ راشدین و مہدیین سادا تنا ابو بکر و عمر اور عثمان و علی رضی اللہ عنہم اجمعین کے بابرکت دور میں کوئی ایسا ایک بھی شخص نہیں تھا جو بارہ اماموں کی امامت کا دعویدار ہوتا بلکہ حیرانی کی بات یہ ہے کہ: یہ بارہ اماموں والے عقیدہ و اعتقاد کی بات تو مشہور ہی (ان کے گیارہویں امام) الحسن بن علی العسکری کی وفات (۲۵۶ھ) کے بعد ہوئی تھی۔ [2]

خاص معین تعداد میں اماموں والی گنتی کی قید لگانا ایک باطل و فاسد عقیدہ ہے کہ جس سے امیر المومنین سیّدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ، ان کی اولاد رضی اللہ عنہم اور ان کے پوتے، پرپوتے سب بری الذمہ ہیں۔ شیعہ کی سب سے زیادہ قابل اعتماد کتاب ''نہج البلاغہ'' میں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا:

''دَعُونِي وَالْتَمِسُوا غَيْرِي، فَإِنَّا مُسْتَقْبِلُوْنَ أَمْرًا لَهُ وُجُوْهٌ وَأَلْوَانٌ، لَا تَقُوْمُ لَهُ الْقُلُوْبُ، وَلَا تَثْبُتُ عَلَيْهِ الْعُقُوْلُ، وَإِنَّ الْآفَاقَ قَدْ أَغَامَتْ، وَالْمَحَجَّةُ قَدْ تَنَكَّرَتْ، وَاعْلَمُوْا أَنِّي إِنْ أَجَبْتُكُمْ رَكِبْتُ لَكُمْ مَا أَعْلَمُ، وَلَمْ أُصْغِ إِلَى قَوْلِ الْقَائِلِ وَعَتْبِ الْعَاتِبِ، وَإِنْ تَرَكْتُمُوْنِي فَأَنَا كَأَحَدِكُمْ وَلَعَلِّي أَسْمَعُكُمْ وَأَطْوَعُكُمْ لِمَنْ وَلَّيْتُمُوْهُ أَمْرَكُمْ، وَأَنَا لَكُمْ وَزِيْرًا خَيْرٌ لَكُمْ مِنِّي أَمِيْرًا۔'' [3]

''مجھے میرے اپنے حال پر رہنے دو اور میرے علاوہ کسی اور کو (امارت و امامت کے لیے) تلاش کرو۔ اس لیے کہ بلاشبہ ہم کسی ایسے معاملے کا سامنا کرنے والے ہیں کہ جس کے بہت سے چہرے اور کئی رنگ ہیں۔ اس کے لیے دل قائم نہیں رہ سکتے اور نہ ہی اس پر عقلیں ثابت رہ سکیں گی۔ (اور یہ آخرت کا معاملہ ہے کہ جس پر نہ ہی تو صبر کیا جا سکتا ہے اور نہ اس کا بوجھ اٹھانے کی کسی کو طاقت ہوگی۔) اس میں کوئی شک نہیں کہ (زندگی کے) آفاق کو (غم کے) بادلوں سے ڈھانپ لیا گیا ہے اور سیدھی راہ کا انکار کیا جا رہا ہے۔ اس بات کو خوب جان لو کہ بلاشبہ میں اگر تم سے پیار کروں تو میں تمھارے لیے ایسی سواری پر سوار ہوں گا جس کو میں زیادہ جانتا ہوں۔ تب نہ ہی تو میں کسی کہنے والے کی بات پر دھیان دوں گا اور نہ کسی ڈانٹ پلانے والے کی ڈانٹ پر۔ اور اگر تم مجھے میرے حال پر چھوڑ دو گے تو

[1] دیکھیے: اصول الشیعة الامامیة: ۲/ ۸۰۷.

[2] تفصیل کے لیے: منهاج السنه النبویه جلد۲، ص ۱۱ اور أصول الشیعة الإمامیة جلد۲، ص ۸۰۸ دیکھ لیجیے۔

[3] نهج البلاغة (خطبة)، رقم: ۹۲، ص ۲۳٦.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں تم میں سے ہر ایک کی طرح عام آدمی ہوں گا اور اس وقت میں تم میں سب سے زیادہ اس امیر کی بات کو سننے والا اور تم سب سے زیادہ اُس کی اطاعت کرنے والا ہوں گا جسے تم اپنی حکومت و خلافت والے معاملے کا ولی الامر بنالو گے۔ تب میں تمھارا وزیر ہوں گا جو بہتر ہوگا تم لوگوں کے لیے میری طرف سے امیر ہونے کی حیثیت سے۔''

غور کیجیے! اگر سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی امامت وخلافت اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے تصریح وتعیین شدہ ہوتی تو آپ رضی اللہ عنہ کے لیے کسی بھی حالت میں جائز نہ ہوتا کہ آپ لوگوں سے فرماتے: ''مجھے میرے اپنے حال پر رہنے دو اور میرے علاوہ کسی اور کو امارت وامامت کے لیے تلاش کرو۔'' اور نہ ہی آپ رضی اللہ عنہ یہ فرماتے: ''میں تم لوگوں کا وزیر ہوں اور یہ بہتر ہے میری طرف سے کہ میں ایک امیر (خلیفۃ المسلمین) بنوں۔'' ایسا پھر کیسے ممکن تھا جب کہ لوگ (اہل اسلام وایمان) آپ رضی اللہ عنہ کو امیر المسلمین بنانا چاہ بھی رہے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت خلافت کے لیے جمع بھی ہو چکے تھے۔ [1]

''نہج البلاغہ'' میں ہی آپ رضی اللہ عنہ ایک ایسی بات ارشاد فرماتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں کہ جو اس سے بھی زیادہ واضح اور صراحت کے ساتھ مذکور ہے۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"إِنَّهُ بَايَعَنِي الْقَوْمُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا أَبَا بَكْرٍ وَّعُمَرَ وَعُثْمَانَ عَلَى مَا بَايَعُوْهُمْ عَلَيْهِ، فَلَمْ يَكُنْ لِلشَّاهِدِ أَنْ يَخْتَارَ وَلَا لِلْغَائِبِ أَنْ يَرُدَّ؛ وَإِنَّمَا الشُّوْرٰى لِلْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ، فَإِنِ اجْتَمَعُوْا عَلَى رَجُلٍ وَسَمَّوْهُ إِمَامًا كَانَ ذٰلِكَ لِلّٰهِ رِضًا، فَإِنْ خَرَجَ عَنْ أَمْرِهِمْ خَارِجٌ بِطَعْنٍ أَوْ بِدْعَةٍ رَدُّوْهُ إِلَى مَا خَرَجَ مِنْهُ، فَإِنْ أَبَى قَاتَلُوْهُ عَلَى اتِّبَاعِهِ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ، وَوَلَّاهُ اللّٰهُ مَا تَوَلّٰى." [2]

''اس میں کوئی شک نہیں کہ میری بیعت اس چیز (اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے لیے اپنے امیر کی بات ماننے) پر اس قوم (صحابہ کرام وتابعین عظام رحمہم اللہ) نے کی ہے کہ جنھوں نے (مجھ سے پہلے) سادا تنا ابوبکر وعمر اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم سے کی تھی کہ جس پر انھوں نے اُن سے بیعت کی تھی۔ اس لیے یہاں پر حاضر کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اب اختیار کو استعمال کرے (چاہے مانے اور چاہے ٹھکرائے۔) اور نہ ہی اس شخص کے لیے جائز ہے کہ جو یہاں پر موجود نہیں ہے کہ وہ اس امارت کو

---

[1] دیکھیے: کتاب "ثمّ ابصرت الحقیقة" ص ١٥٨.

[2] نهج البلاغة، كتاب إلى معاوية، رقم: ٦، ص ٥٢٦.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کسی اور طرف پھیر دے۔ بلاشک شوریٰ مہاجرین و انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے لیے ہے۔ سو اگر وہ کسی بھی آدمی پر متفق ہو جائیں اور اسے اپنا امام تسلیم کر لیں تو یہ اللہ کے لیے رضا و خوشنودی ہوگی۔ اور اگر ان (مہاجرین و انصار) کے حکم و معاملہ سے کوئی آدمی دین حنیف سے نکلنے والا کسی طعن و تشنیع یا کسی بدعت کی بنا پر اسلام سے خارج ہو رہا ہو تو اولاً اُسے اسلام کی طرف واپس لانے کی کوشش کرو۔ اگر وہ اس سے انکار کر دے تو پھر اس سے مسلمانوں (اہل ایمان) کی راہ کے علاوہ کسی اور راستے پر چلنے کی وجہ سے لڑائی کرو۔ اور پھر اللہ تعالیٰ اسے اسی معاملے کی طرف پھیر دے گا جدھر وہ خود (اپنی تباہی و بربادی کی طرف) پھرا ہوگا۔''

اس عبارت میں امیر المومنین سیّدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ نے ان حقائق کی طرف اشارہ فرمایا ہے جو نہایت ہی اہمیت والے ہونے کے لائق ہیں اور وہ اس حیثیت سے کہ:

ا...... آپ رضی اللہ عنہ نے مجلس شوریٰ کا انتخاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہاجرین و انصار صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے فرمایا اور انھیں کے ہاتھ میں ملت کا حل و عقد والا معاملہ رکھا۔

ب...... آپ رضی اللہ عنہ نے اُمت خیر الامم کے اصحاب کو کسی ایک شخص پر متفق ہو جانے کا اختیار بھی دیا کہ جو اللہ کی رضا کا سبب بن جائے اور آپ نے ان کے اختیار پر اپنی موافقت کا اشارہ بھی دے دیا۔

ج...... مہاجرین و انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے زمانہ میں اُن کے علاوہ اور بغیر اُن کے چناؤ کے امامت کا انعقاد نہیں ہو سکتا تھا۔

د...... ان کا قول ردّ نہیں کیا جا سکتا تھا اور نہ ہی ان کے حکم و فیصلہ سے سرکش بدعتی اور اہل ایمان کی راہ کے علاوہ کسی دوسرے راستہ کی اتباع کرنے والے کے سوا کوئی راستہ نکل سکتا تھا۔

ان اہم ترین تصریحات و نصوص کے بعد (کہ جو انھیں کی کتابوں میں درج ہیں) اثنا عشری امامی شیعہ کن غلط راہوں پر بھٹکتے پھر رہے ہیں؟ [1]

حقیقت یہی ہے کہ: امامت و وصیت پر نص و تصریح والا مسألہ کسی بھی وجہ سے ثابت نہیں ہوتا۔ اسی طرح اماموں کی تعداد کی تعیین والا مسئلہ کتاب و سنت سے مردود ہے اور اسی طرح ان دونوں باتوں کو نہ ہی تو عقل سلیم قبول کرتی ہے اور نہ ہی حقیقت کی منطق۔ کیونکہ اماموں کی معین و مقرر تعداد کے مکمل ہو جانے کے بعد کیا اُمت بغیر امام کے ہی زندگی گزارے؟ امامی اثنا عشری شیعہ کے نزدیک اُن کے ظاہر ہونے والے اماموں کا زمانہ دو

---

[1] تفصیل کے لیے دیکھئے: "ثمّ ابصرت الحقیقة" ص ١٦١.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صدیوں اور پچاس سالوں سے کچھ کم وقت سے تجاوز نہیں کرتا اور صورت حال یہ ہے کہ شیعہ اپنے اماموں کی گنتی سے، امام کی طرف سے مجتہد کی نیابت والے مسئلہ کے ذریعے باہر نکلنے پر مجبور ہو چکے ہیں اور نیابت کی حدود و قیود مقرر کرنے میں بھی وہ باہم ایک دوسرے سے اختلاف کرتے ہیں۔ عصر حاضر میں تو وہ کلی طور پر اس اصل مسئلہ سے باہر نکلنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ یعنی وہ اصل کہ جو ان کے دین کی بنیاد ہے۔ چنانچہ انھوں نے حکومت کی سربراہی و ریاست کو شیعی فقیہ تک محدود کر دیا ہے۔ (1)

احادیث وسنت کی کتابوں میں وارد درج ذیل حدیث کے متون سے اثنا عشری شیعہ دلیل پکڑتے ہوئے اپنے اماموں کی گنتی کو محدود کرتے ہیں۔

((عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ: "يَكُوْنُ اثْنَا عَشَرَ أَمِيْرًا" فَقَالَ كَلِمَةً لَمْ أَسْمَعْهَا ، فَقَالَ أَبِيْ: إِنَّهُ قَالَ: "كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ" ، وفي مسلم عَن جابرٍ قال: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: "لَا يَزَالُ الْإِسْلَامُ عَزِيزًا إِلَى اثْنَيْ عَشَرَ خَلِيْفَةً" ثُمَّ قَالَ كَلِمَةً لَمْ أَفْهَمْهَا ، فَقُلْتُ لِأَبِيْ: مَا قَالَ؟ فَقَالَ: "كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ" ، وفي لفظٍ: "لَا يَزَالُ هٰذَا الدِّيْنُ عَزِيْزًا مَنِيْعًا إِلَى اثْنَيْ عَشَرَ خَلِيْفَةً" ، وفي لفظٍ آخرٍ: "لَا يَزَالُ أَمْرُ النَّاسِ مَاضِيًا مَا وَلِيَهُمُ اثْنَا عَشَرَ رَجُلًا" ، وعند أبي داودَ: "لَا يَزَالُ هٰذَا الدِّيْنُ قَائِمًا حَتَّى يَكُونَ عَلَيْكُمُ اثْنَا عَشَرَ خَلِيْفَةً ، كُلُّهُمْ تَجْتَمِعُ عَلَيْهِمُ الْأُمَّةُ" ، وأخرجهُ أبو داؤدَ أيضاً مِن طريقِ الأسودِ بنِ سعيدٍ عَن جابرٍ بنحوِ ما مضى قَالَ: وَزَادَ: فَلَمَّا رَجَعَ إِلَى مَنْزِلِهِ أَتَتْهُ قُرَيْشٌ ، فَقَالُوْا: ثُمَّ يَكُوْنُ مَاذَا؟ قَالَ: "ثُمَّ يَكُوْنُ الْهَرَجُ" .)) (2)

''سیّدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے خود سماعت کیا، نبی کریم ﷺ فرما رہے تھے: ''میری امت میں بارہ امیر ہوں گے۔'' پھر آپ ﷺ نے کوئی ایسی بات ارشاد فرمائی جسے میں نہ سن سکا۔ میرے والد محترم (جناب سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ) نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے اس کے بعد

(1) تفصیل کے لیے دیکھئے: خمینی کی کتاب "الحکومة الإسلامية" ص ٦٨، ص ٢٤٨ اور "أصول الشيعة" حلد٢، ص ٨١٤.

(2) دیکھئے: صحيح البخاري، كتاب الأحكام، باب الاستخلاف (١٢٧/٨)، حديث: ٧٢٢٣۔ صحيح مسلم كتاب الإمارة، باب الناس تبع لقريش والخلافة في قريش، حديث: ٤٧٠٨، المصدر نفسه حديث: ٤٧١٠، المصدر نفسه حديث: ٤٧٠٦۔ سنن أبي داود، كتاب المهدي، حديث: ٤٢٧٩، وهو صحيحٌ/ الألباني رحمہ اللہ۔ سنن أبي داود: ٤٧٢/٤، وفتح الباري ٢١١/١٣، حديث: ٤٢٨١، صحيحٌ.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمایا: ''وہ سب کے سب اُمراء خاندان قریش میں سے ہوں گے۔'' صحیح مسلم میں انہی جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: اسلام ہمیشہ غالب رہے گا بارہ خلفاء کی خلافت تک۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بات ارشاد فرمائی جسے میں نہ سمجھ سکا۔ چنانچہ میں نے اپنے والد محترم سے عرض کیا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا ہے؟ تو اُنھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سب کے سب یہ خلفاء قریش سے ہوں گے۔'' صحیح مسلم کی ہی اگلی ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں کہ فرمایا: ''یہ دین ہمیشہ غالب اور مضبوط رہے گا بارہ خلفاء کی خلافت تک۔'' ایک اور روایت کے الفاظ یوں ہیں؛ فرمایا: ''ہمیشہ لوگوں (مسلمانوں) کا کام چلتا رہے گا (یعنی دین حنیف قائم رہے گا) مگر جب تک کہ بارہ خلفاء راشدین ان میں رہیں گے۔''

سنن ابی داؤد کی روایت میں ہے کہ فرمایا: ''یہ دین ہمیشہ قائم دائم رہے گا یہاں تک کہ تم پر بارہ خلفاء ہوں گے اور سب پر اُمت اسلامیہ متفق و مجتمع رہے گی۔'' اسی طرح امام ابوداؤد سجستانی رحمہ اللہ نے ہی عن طریق الاسود بن سعید، سیّدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہما کی سند سے مذکور بالا حدیث جیسا بیان کیا ہے مگر اتنا اضافہ اور ہے کہ: اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے گھر واپس پلٹ آئے تو قریش کے لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر پوچھنے لگے: ان بارہ اماموں (خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم) کے بعد پھر کیا ہوگا؟ فرمایا: ''پھر قتل عام ہوگا۔''

اثنا عشری امامی شیعہ اہل السنہ والجماعۃ پر دلیل و حجت قائم کرنے کے لیے اس نص و تصریح کے ساتھ اٹک کر رہ گئے ہیں اور یہ اس بنا پر نہیں کہ جو کچھ احادیث وسنت کی کتابوں میں صحیح احادیث آئی ہیں اُن پر ان کا ایمان ہے بلکہ اس طرح کی نصوص تو وہ پڑھتے اور بیان کرتے ہیں اہل السنہ والجماعۃ (سلفی اہل الحدیث والفقہ) پر دلیل و حجت قائم کرنے کے لیے۔ مگر جب ہم مذکور بالا عبارتوں پر بالکل غیر جانبدار ہوکر ہر زاویہ وموضوع کے لحاظ سے غور وفکر کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ: مذکور بالا احادیث مبارکہ (اور اس طرح کی دیگر روایات) میں بیان شدہ بارہ خلفاء راشدین کی صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ؛ خلافت و امارت پر متمکن ہوں گے۔ (جو اسلامی حکومت کا اعلیٰ ترین منصب ہوتا ہے۔) اور یہ کہ بلاشبہ ان کے زمانہ میں اسلام نہایت عزت و وقار اور غلبہ و طاقت میں ہوگا۔ تیسری بات یہ ہے کہ ملت اسلامیہ کے تمام لوگ ان پر متفق ہوں گے۔ چوتھا وصف ان کا یہ ہوگا کہ لوگوں (مسلمانوں) کا معاملہ ان کے عہد میں (بغیر باہمی قتل و غارت گری کے جاری رہنے کے) جاری رہے گا اور نہایت درست ہوگا۔ یہ تمام کے تمام اوصاف اُن اصحاب پر منطبق ہی نہیں ہوتے کہ جن کے بارے میں اثنا عشری شیعہ اس طرح کا دعویٰ کر رہے ہیں۔ ان کے اماموں میں سے صرف سیّدنا علی بن ابوطالب اور ان کے لخت جگر سیّدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما ہی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھوڑی سی مدت کے لیے خلافت پر متمکن ہو سکے تھے اور پھر ان کے بارہ اماموں کی مدتِ حیات میں اُمت اسلامیہ کا معاملہ صحیح طرح سے قائم ہی نہ رہ سکا بلکہ ہمیشہ اُمت کا معاملہ فساد کی طرف چلتا رہا۔ مسلمانوں پر ظالم قسم کے لوگ ہی حاکم بنے رہے۔ ❶

اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ اثنا عشریہ کے تمام امام اپنے اپنے دور میں اپنے دین کے اُمور کو تقیہ کے ذریعہ لوگوں سے چھپاتے پھرتے تھے۔ ❷ اور بلاشبہ امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا عہد بھی تقیہ کا زمانہ تھا حالانکہ آپ کرسی خلافت پر تھے۔ جیسا کہ شیعہ کے مولوی المفید نے اس کی تصریح اپنی کتاب میں کی ہے۔ (ایضاً)

اور جیسا کہ ان کے ایک اور مولوی شیخ الجزائری نے بھی وضاحت سے لکھا ہے کہ: سیّدنا علی رضی اللہ عنہ قرآن کو غالب کرنے کی استطاعت نہ رکھتے تھے اور نہ ہی اس بات کی کہ آپ اسلام کے تمام احکام کو نافذ کرسکیں۔ (ایضاً) پھر جیسا کہ ان اثنا عشری شیعہ کے مولوی شیخ المرتضیٰ نے اس بات کا اقرار کیا ہے کہ: امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کی موافقت کرنے اور دین کے حساب پر ان کا ساتھ دینے پر مجبور ہوگئے تھے۔ (ایضاً)

تو احادیث مذکور بالا قطعی طور پر ایک طرف (کا معنی ومفہوم بیان کررہی) ہیں اور ان لوگوں کے گمان بالکل دوسری جانب ہیں۔ اسی لیے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اس میں کوئی شک نہیں کہ؛ دین حنیف، اسلام اور اس کے شرعی قوانین واحکام بنواُمیہ کے دور میں اُن کے بعد والوں کی نسبت زیادہ غالب اور زیادہ وسعت والے تھے۔ امام صاحب نے یہاں: ''لَا یَزَالُ هٰذَا الْأَمْرُ عَزِیْزًا إِلَی اثْنَيْ عَشَرَ خَلِیْفَةً، کُلُّهُمْ مِنْ قُرَیْشٍ'' (ترجمہ پیچھے گزر چکا ہے۔) کو دلیل کے طور پر بیان کرنے کے بعد لکھا ہے کہ: بنواُمیہ کے دور میں معاملہ ایسا ہی تھا۔ چنانچہ سادا تنا ابوبکر بن ابوقحافہ، عمر بن خطاب، عثمان بن عفان اور علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہم چاروں پے در پے خلفاء راشدین ہوئے۔ پھر وہ اصحاب خلفاء مقرر ہوئے کہ جن پر اہل ایمان متفق ومجتمع ہوگئے اور ان کو غلبہ وطاقت حاصل ہوگئے اور وہ تھے: معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما، اُس کا بیٹا یزید بن معاویہ، پھر عبدالملک بن مروان بن الحکم اور اس کے چاروں بیٹے کہ جن کے درمیان جناب عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ بھی ایک مضبوط اور متدین خلیفہ ہوئے۔ اس کے بعد مسلمانوں کی خلافت وحکومت اور سطوت میں کمی آنا شروع ہوگئی جو تا ہنوز جاری ہے۔ (اور آج تو مسلمانوں کی عزت وشوکت بالکل ہی خاک میں مل چکی ہے۔) ❸

---

❶ مذکور بالا خلاصۂ کلام کے لیے: ''أصول الشیعة الإمامیة'' جلد۲، ص ۸۱۵، منهاج السنة النبویة جلد٤، ص ۲۱۰ اور ''المنتقی'' ص ۵۳۳ دیکھ لیجیے۔

❷ أصول الشیعة الإمامیة جلد۲، ص ۸۱٦.

❸ دیکھئے: ''منهاج السنه النبویة'' جلد٤، ص ۲۰٦.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آ گے امام صاحب رحمہ اللہ كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ ...... کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''یعنی یہ بارہ خلفاء سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور اُن کی اولاد سے ہی تعلق و نسب نہیں رکھتے ہوں گے۔ اگر ان کا تعلق (حسب و نسب کے اعتبار سے) جناب علی اور ان کی اولاد رحمہم اللہ جمیعاً سے ہوتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کا ذکر ضرور فرماتے کہ جس کے ساتھ اُن کی تمیز و پہچان ہو جاتی۔ کیا آپ دیکھ نہیں رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ: وہ سب کے سب جناب اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام کی اولاد میں سے ہوں۔ نہ یہ فرمایا کہ وہ عرب میں سے ہوں گے۔ اگر ان کا بنو ہاشم میں سے ہونا یا خانوادۂ علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ سے ہونا کوئی امتیازی حیثیت رکھتا ہوتا تو اس امتیاز کے ساتھ اُن کا ذکر ضرور کیا جاتا۔ چنانچہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان خلفاء کا مطلق طور پر صرف قریش سے ہونا ہی بیان کیا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ وہ قریش سے ہوں گے۔ بلکہ ان کو کسی خاص خاندان و خانوادہ کے ساتھ مخصوص کیا ہی نہیں گیا۔ جب کہ ان قریش کے مشہور خاندان بنو تیم، بنو عدی، بنو عبد شمس اور بنو ہاشم بھی ہیں اور تمام کے تمام بارہ خلفاء (کہ جن کا اوپر ذکر ہوا۔) انہی خاندانوں میں سے تھے۔ ❶

سو، ایسی صورتِ حال کے پیش نظر کہ جو ایک حقیقت کی صورت میں گزر چکی، مجرد ایک عدد (بارہ) کے سوا کہ جس کا یہ رافضی شیعہ ارادہ کیے ہوئے ہیں وہ اوصاف باقی رہ ہی نہیں جاتے جو ان کے ارادوں پر منطبق ہوتے ہوں اور عدد کسی چیز پر دلالت نہیں کیا کرتا۔ ❷

اس نص و تصریح پر رافضیوں کے قرآن سے دلائل اور ان کا ردّ:

جب روافض شیعہ نے اپنے عقیدۂ امامت کی تائید و حمایت کے لیے شریعت مطہرہ سے وہ چیز نہ پائی کہ جس کے ساتھ وہ اس پر تصریح و نص کے ضمن میں استدلال کر سکتے تو اُنھوں نے کتاب اللہ العزیز سے ان آیات کریمہ کا ارادہ کیا کہ جن میں اللہ رب العالمین کے صالح بندوں اور اولیاء اللہ کرام، متقین و مؤمنین کی مدح و تعریف بیان ہوئی ہے اور ان تمام آیات کو صرف امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر منطبق کر دیا۔ اُنھوں نے اپنے فاسد عقیدہ کی طرف ان کو موڑنے کے لیے ان کی غلط تاویل کر ڈالی۔ اسی طرح ان لوگوں نے اپنی اس شنیع بدعت کی تائید میں سینکڑوں کے حساب سے جھوٹ موٹ احادیث گھڑ ڈالیں۔ یہ سب کچھ اُنھوں نے مسلمانوں سے سطحی علم والے لوگوں اور جاہلوں کو اپنے دامن فریب میں پھنسانے کے لیے کیا ہے۔ اس ضمن میں جو کچھ ان رافضی شیعوں نے پیش کیا ہے وہ نہایت ہی کھلا ہوا جھوٹ اور بطلان ہے۔ ان کا استدلال دو معاملات سے باہر

---

❶ دیکھئے: منهاج السنه جلد ٤، ص ٢١١.

❷ دیکھئے: "أصول الشيعة الإمامية" جلد ٢، ص ٨١٨.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں نکلتا۔

ا...... اُن کے اس دعویٰ پر کہ جس سے وہ دلیل لے رہے ہوں یا تو کوئی دلیل بن سکتی ہو، جیسے کہ: تطہیر و مباہلہ والی آیات کریمہ، جھنڈے والی حدیث اور حدیث ''خم غدیر'' وغیرھا من الاحادیث۔

ب...... یا پھر وہ اس ضمن میں موضوع، جھوٹی احادیث کا سہارا لیتے ہوئے دکھائی دیں گے کہ جن کے ذریعے تو کبھی بھی (تا قیامت) حجت قائم نہیں ہو سکتی۔

اس لیے تفسیر و احادیث اور فقہ کے علماء عظام و آئمہ کرام رحمہم اللہ جمیعاً کے ہاں یہ بات معروف و مشہور ہے کہ: ''اسلام کی طرف منسوب فرقوں میں سب سے زیادہ جھوٹا فرقہ رافضیوں کا ہے۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اہل علم (علماء و آئمہ کبار رحمہم اللہ) کا نقل و روایت اور اسناد کے ساتھ اس بات پر اتفاق و اجماع نقل کیا ہے کہ: تمام طائفوں، گروہوں اور فرقوں میں سب سے زیادہ جھوٹے رافضی ہیں۔ یہ جھوٹ ان میں بہت پرانا (ان کی فطرت ثانیہ بن چکا) ہے۔ اس لیے آئمۃ الاسلام ان کو جھوٹ والے امتیاز کے ساتھ ہی جانتے تھے۔''[1]

قرآن حکیم کی بعض آیات کریمہ پیش خدمت ہیں کہ جن سے اُنھوں نے اپنے جھوٹے دعویٰ کے لیے استدلال کیا ہے۔

ا......: **ولایت ثابت کرنے کے لیے آیت کریمہ:**

﴿ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ○ وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ○﴾ (المائدہ: ۵۵ تا ۵۶)

''تمھارے دوست تو صرف اللہ اور اس کا رسول اور وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے، وہ جو نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ (اللہ کے سامنے) جھکنے والے ہیں۔ اور جو کوئی اللہ کو اور اس کے رسول کو اور ان لوگوں کو دوست بنائے جو ایمان لائے ہیں تو یقیناً اللہ کا گروہ ہی وہ لوگ ہیں جو غالب ہیں۔''[2]

---

[1] دیکھیے: منهاج السنة النبوية جلد ۱، ص ۵۹.

[2] اوپر کی آیات میں کفار سے موالاۃ کو ممنوع قرار دیا۔ اب اس آیت میں '' اِنَّمَا '' کلمہ حصر کے ساتھ مومنین سے ''موالاۃ'' کا حکم فرمایا۔ یعنی یہود کو مددگار اور دوست نہ بناؤ بلکہ صرف مومنین کو اپنا دوست اور مددگار سمجھو۔ (تفسیر کبیر۔ ابن کثیر) یہاں ''وَهُمْ رَاكِعُوْنَ'' کے معنی ہیں فروتنی اور عاجزی کرنے والے۔ چنانچہ قرآن میں دوسرے مقام پر ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَا اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ﴾ (المومنون: ٦٠) اور وہ لوگ جو صدقہ وخیرات اس حال میں کرتے ہیں کہ ان کے دل کانپ رہے ہوتے ہیں۔ (تفسیر کبیر۔ ثنائی) بعض علمانے ...... وَهُمْ رَاكِعُوْنَ کو وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ کے فاعل سے حال قرار دے کر یہ ترجمہ کیا ہے کہ وہ رکوع کی حالت میں زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور پھر بعض روایات سے ثابت کیا ہے کہ ⇐

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شیعہ کا معروف مولوی طبرسی کہتا ہے: یہ آیت کریمہ (۵۵) نبی کریم ﷺ کے بعد سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی بلا فصل امامت کے صحیح ہونے والے دلائل میں سے سب سے زیادہ واضح دلیل ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ روافض کے شیوخ (مولوی) اس بات پر متفق و مجتمع ہو جاتے کہ ان کے ہاں یہ آیت کریمہ سب سے زیادہ قوی دلیل ہے جیسا کہ وہ اپنی تصنیفات میں اس دلیل کو اپنے ہاں مقام استدلال میں مرکزی حیثیت دیتے ہوئے دکھائی بھی دیتے ہیں۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ روافض شیعہ اپنے مزعوم و مطلوب کے لیے اس آیت سے کیسے استدلال کرتے ہیں؟ تو وہ کہتے ہیں کہ: ''اس بات پر تمام چھوٹے بڑے (اہل السنہ والجماعۃ سلفی اہل الحدیث والفقہ) مفسرین اور محدثین اس بات پر متفق ہیں کہ یہ آیت سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے جیسا کہ کتب صحاح ستہ میں مذکور ہے اور لغویوں کے نزدیک متفق علیہ فیصلہ یہ ہے کہ لفظ ''اِنَّمَا'' حصر کے لیے آتا ہے جو کسی بھی شخصیت، کسی بھی چیز یا کسی بھی جماعت کو بیان شدہ مسئلہ میں خاص کر دیا جاتا ہے۔ پھر یہ ہے کہ '' الـولي '' کا معنی ہوگا: قابل اتباع امام و خلیفہ کے لیے تصرف میں اوّلیت کا حامل، جو اللہ کے سوا کوئی اور نہیں ہو سکتا۔ ❶

آپ دیکھ رہے ہیں کہ روافض مذکور بالا آیت کریمہ کے ساتھ استدلال پر اعتماد کر رہے ہیں اور وہ براہِ راست

⇐ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے رکوع کی حالت میں انگوٹھی صدقہ کی تھی، اس پر ان کی تعریف میں یہ آیت نازل ہوئی۔ مگر یہ روایات بہت ضعیف اور کمزور ہیں۔ حافظ ابن کثیر نے ان روایات پر سخت تنقید کی ہے اور ان کو بے اصل قرار دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ان روایات کی رو سے تو پھر یہ ماننا پڑے گا کہ رکوع کی حالت میں زکوٰۃ ادا کرنا زکوٰۃ دینے کی افضل ترین صورت ہے مگر آج تک کسی عالم نے یہ فتویٰ نہیں دیا۔ (ابن کثیر۔ المنار) پس صحیح یہ ہے کہ یہ آیت عام مومنین کے حق میں نازل ہوئی ہے اور سیّدنا عبادہ رضی اللہ عنہ بن صامت اور ان کے رفقا اس آیت کے اوّلین مصداق ہیں جنھوں نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہود کی موالاۃ سے براءت کا اعلان کر دیا تھا۔ امام ابو جعفر محمد بن علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کیا: وَلِيُّكُمُ سے مراد سیّدنا علی رضی اللہ عنہ ہیں؟ تو اُنھوں نے فرمایا کہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ بھی من جملہ مومنین کے ہیں یعنی یہ آیت سب مومنین کے حق میں ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ یہاں اقامۃ الصلوۃ ..... الخ میں جو صفات مذکور ہیں ان سے کیا مقصد ہے تو ہم کہتے ہیں کہ مذکورہ صفات سے منافقین پر طنز مقصود ہے جو ان صفات سے عاری تھے۔ (تفسیر کبیر) شیعہ حضرات ان دو آیتوں سے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی امامت بلا فصل ثابت کرتے ہیں۔ ان کے استدلال کا مدار تو اس بات پر ہے کہ یہ آیت خاص کر سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی ہو۔ مگر ہم نے یہ ثابت کیا ہے کہ آیت عبادہ رضی اللہ عنہ بن صامت اور اُن کے رفقا کے حق میں نازل ہوئی ہے اور سیّدنا علی رضی اللہ عنہ فی الجملہ ان میں داخل ہیں۔ اس کے علاوہ جب اس آیت میں تمام صیغے جمع کے ہیں تو پھر صرف سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کیسے مراد ہو سکتے ہیں۔ اور پھر جب آیت کے نزول کے ساتھ ہی مومنین کی ولایت ثابت ہوگئی تو نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد تک اس کو ملتوی رکھنا بے معنی ہے۔ نیز ولی کے معنی دوست اور مددگار کے بھی آتے ہیں۔ اور والی و متصرف کے بھی سیاق و سباق معنی اوّل کا مؤید ہے۔ تو بلا قرینہ سیاق کے خلاف دوسرے معنی لینے کے لیے کون سی وجہ جواز ہو سکتی ہے۔ امام رازی رحمہ اللہ نے آٹھ دلائل سے ثابت کیا ہے کہ آیت میں ولی کے پہلے معنی مراد ہیں اور دوسرے معنی دلائل کے خلاف ہیں۔ (تفسیر کبیر)

❶ مذکور بالا تمام عبارتوں کے حوالہ جات کے لیے دیکھیے: تلخيص الشافي ۲/ ۱۰، نقلاً عن " أصول مذهب الشيعة الإمامية " ۲/ ۸۲۲۔ مجمع البيان ۲/ ۱۲۸ نقلاً عن " أصول الشيعة الإمامية ۲/ ۸۲۲۔ عقائد الإمامية الاثنا عشرية ۱/ ۸۱، ۸۲۔ " أصول مذهب الشيعة " ۲/ ۸۲۳.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آیت کریمہ سے نہیں بلکہ اس آیت کے سبب نزول میں مذکور روایات کے ساتھ۔ اس لیے کہ آیت مذکور بالا کی تصریح ونص میں ایسی کوئی واضح چیز نہیں ہے کہ جو ان کے مقصود ومطلوب پر دلالت کرے۔ چنانچہ ان کے استدلال کا مرجع ومصدر تو روایات ہیں نہ کہ براہِ راست قرآن حکیم۔ اب دیکھنا یہ ہے؛ کیا اُن کے مزعوم مطلوب ومقصود کے متعلق کوئی روایت صحیح سند ومتن سے ثابت بھی ہے یا نہیں؟ اور کیا ان کی وجہ استدلال درست بھی ہے؟ ان دونوں سوالوں کے جوابات درجِ ذیل وجوہ سے بالوضاحت بیان کیے جاتے ہیں:

(ا)......: بلاشبہ اُن کا گمانِ غالب یہ ہے کہ؛ اہل السنہ والجماعۃ کا اس بات پر اجماع ہے کہ: آیت مذکور بالا سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور یہ روافض کے جھوٹے دعووں میں سب سے بڑا جھوٹ ہے۔ بلکہ اہل علم (اہل الحدیث والسنہ) کا اس بات پر اجماع ہے کہ: آیت مذکور بالا (سورۃ المائدہ کی: ۵۵) سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے متعلق خصوصیت کے ساتھ نازل نہیں ہوئی اور اس بات میں بھی کوئی شک نہیں کہ جناب علی رضی اللہ عنہ نے نماز میں (سونے کی) انگوٹھی صدقہ میں کسی کو دی ہی نہیں (ایسی کوئی صحیح روایت ثابت ہی نہیں ہے۔) بلکہ اہل العلم بالحدیث (اہل السنہ والجماعۃ) کا اس بات پر اجماع ہے کہ؛ اس بارے میں مروی واقعہ بالصراحۃ ایک گھڑا ہوا جھوٹ ہے۔ ❶

روافض کا یہ کہنا کہ؛ یہ روایت صحاح ستہ میں مذکور ہے، ایک کھلا جھوٹ ہے۔ ❷

اس روایت کا کتب ستہ میں وجود ہی نہیں ہے۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے ان آثار کو (بطور جرح) پیش کیا ہے جو اس بات کو بیان کرتے ہیں کہ آیت مذکور بالا سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں اُس وقت نازل ہوئی تھی جب آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی (سونے کی) انگوٹھی بحالت رکوع نماز میں صدقہ کی تھی۔ ان روایات کو درج کرنے کے بعد علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے ان کا تعاقب کرتے ہوئے لکھا ہے: "وَلَيْسَ يَصِحُّ شَيْءٌ مِنْهَا بِالْكُلِّيَّةِ لِضُعْفِ أَسَانِيْدِهَا وَجِهَالَةِ رِجَالِهَا" ......اور ان مذکور بالا تمام روایات میں سے کچھ بھی، ان کی سندوں کے ضعیف ہونے اور ان سندوں میں مذکور ان روایات کو بیان کرنے والے لوگوں کے متعلق اصحاب الحدیث کو یکسر علم نہ ہونے کی وجہ سے، قطعاً صحیح ثابت نہیں ہے۔" ❸

سیّد عبدالعزیز شاہ دہلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اور جہاں تک امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے حق

---

❶ دیکھئے: شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی "منهاج السنة النبوية" جلد٤، ص ٤.

❷ دیکھئے: أصول مذهب الشيعة جلد٢، ص ٨٢٤.

❸ دیکھئے: تفسير ابن كثير جلد٢، ص ٧٦، ٧٧.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ۵۵ کے نزول سے متعلق روافض کے قول کا تعلق ہے اور حالت رکوع میں سائل کے مانگنے اور جناب علی رضی اللہ عنہ کا اس پر اپنی انگوٹھی اتار کر صدقہ کرنے والی روایت کا تعلق ہے تو بلاشبہ اسے صرف ثعلبی نے ہی بیان کیا ہے جو کہ اس روایت میں منفرد ہے۔ اہل السنہ والحدیث محدثین کرام رحمہم اللہ جمیعاً کے ہاں ثعلبی کی روایات کی قدر و قیمت ایک جَو برابر بھی نہیں تھی۔ بلکہ اُنھوں نے تو اس راوی کو رات کے وقت لکڑیاں اکٹھی کرنے والا شمار کیا ہوا ہے کہ جس کی لکڑیوں میں سانپ بھی ہو سکتا ہے۔ اور اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ ثعلبی رطب و یابس (سچ، جھوٹ) میں کوئی تمیز نہیں کرتا تھا۔ اس کی اکثر روایات کلبی سے عن ابی صالح مردی ہیں اور محدثین کرام رحمہم اللہ کے نزدیک یہ سند، تفسیر میں بیان شدہ اسناد و روایات میں سب سے زیادہ بے بنیاد شمار ہوتی ہے۔ ❶

اب آیئے آیت مذکور بالا کے اصل سبب نزول کی طرف جو صحیح روایات سے ثابت اور وہ اس طرح سے ہے کہ: جب مدینہ منورہ میں آباد یہودی قبیلہ بنوقینقاع نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خیانت کی تو وہ سیّدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ وہ یہ چاہتے تھے کہ جناب عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ ان کا ساتھ دیں۔ (جیسا کہ ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے۔) مگر آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو چھوڑ دیا۔ (ان کا ساتھ نہ دیا۔) بلکہ ان سے دشمنی کی۔ (کیونکہ ان ظالموں نے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت و نافرمانی کی تھی۔) اور عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے (اور آپ کے ساتھیوں، قبیلہ والوں نے بھی) اللہ عزوجل اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وفاء کرتے ہوئے دونوں سے محبت کا اظہار کیا۔ تب اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُن کے حق میں یہ آیت اُتاری تھی۔ فرمایا:

﴿ إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ هُمْ رٰكِعُوْنَ ۝﴾ (المائدہ: ۵۵)

"تمھارے دوست تو صرف اللہ اور اس کا رسول اور وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے، وہ جو نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ (اللہ کے سامنے) جھکنے والے ہیں۔"

یعنی حالت یہ ہے کہ عبادہ بن صامت اور ان کے ساتھیوں جیسے اہل ایمان اپنے تمام معاملات میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے لیے جھک جانے والے ہوتے ہیں۔ اسی لیے رب العالمین نے اس سے کچھ پہلے والی آیات

❶ تمام حوالہ جات کے لیے دیکھئے: مختصر التحفة الاثنا عشرية ص ۱٤۱، ۱٤۲۔ عقيدة أهل البيت بين الإفراط والتفريط ص ٤۷۳۔ وانظر: أسباب النزول، للواحدي، تحقيق: أيمن شعبان، ص ۱٦۳۔ اليهود في السنة المطهرة ۱/ ۲۸۲، ويبقى الخبر الذي رواه ابن إسحاق بإسناد مرسل يتقوى مع المتابعات والشواهد۔ وانظر: مختصر تفسير القرآن العظيم، المسمى عمدة التفاسير عن الحافظ ابن كثير، لأحمد محمد شاكر ۱/ ۷۰۱۔ فقد قال أحمد شاكر فيمن قال نزلت في علي رضي الله عنه: بل هي من أكاذيب الشيعة الذين يلعبون بتأويل القرآن.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں فرمایا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ ۘ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝﴾

(المائدہ: ۵۱)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔ ان کے بعض بعض کے دوست ہیں اور تم میں سے جو انھیں دوست بنائے گا یقیناً وہ ان میں سے ہے۔ بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

اور یہاں وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ ...... سے مراد عبداللہ بن ابی سلول رئیس المنافقین اور اس کے ساتھی ہیں۔ اس لیے کہ وہ بنوقینقاع کا حلیف تھا۔ جب نبی مکرم ﷺ اور یہود بنوقینقاع کے درمیان جھگڑا ہوا تو اُس نے ان یہود کی دوستی کو نبھایا، ان کی مدد کی اور ان کے ساتھ کھڑا ہوگیا۔ پھر وہ ان کی سفارش کرنے کے لیے نبی مکرم ﷺ کے پاس گیا تھا۔

اور جہاں تک سیّدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کا تعلق ہے تو اُنھوں نے ان یہودیوں سے برأت کا اظہار کرتے ہوئے ان کو چھوڑ دیا تھا۔ چنانچہ اُس وقت اللہ تبارک وتعالیٰ نے اوپر بیان کردہ سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ۵۱ اُتاری تھی۔ اس کے بعد اللہ عزوجل نے اگلی تین آیات میں ارتداد کے بارے میں ارشاد فرمانے کے بعد سیّدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ جیسے اہل ایمان کی صفت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: "إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا ...... (مسلمانو! یہود و نصاریٰ تمھارے دوست نہیں ہوسکتے، بلکہ) بلاشبہ تمھارے دوست، ساتھی تو اللہ تبارک وتعالیٰ، اس کا رسول اور ایمان والے ہیں...... الخ'' یعنی عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ جیسے لوگ۔ سو یہ آیت کریمہ جناب عبادہ بن صامت اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ رضی اللہ عنہم وارضاہ [1]

سورۃ المائدہ کی آیات ۵۱ تا ۵۵ اہل ایمان سے دوستی رکھنے اور کافروں سے دوستی نہ لگانے کے بارے میں دراصل ایک حکم کے طور پر نازل ہوئی ہیں۔ اصل اور سچے سبب نزول کی معرفت کے بعد ان آیات کے سیاق و سباق کی وضاحت کے بعد یہی معنی سو فیصد درست ہے۔ آیت نمبر ۵۱ میں تو یہود و نصاریٰ سے دوستی لگانے، محبت

[1] تفصیل کے لیے دیکھیے: ابن هشام في السيرة في أمر بني قينقاع ۲/۴۹، عن عبادة بن الوليد، ورواه ابن جرير في تفسيره، في تأويل قوله تعالىٰ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ﴾ (المائدہ: ۵۱)۔ تفسير الطبري ۶/۱۷۸۔ ورجال إسناده من طريق ابن جرير، موثوقون۔ وقد صرح ابن إسحاق بالتحديث عن والده، لكنه مرسل، فإن عبادة بن الوليد تابعي جليل روى عن أبيه وجده وغيرهما وهو ثقة۔ التهذيب: ۵/۱۱۴.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رکھنے اوران کی مدد کرنے سے ممانعت تو نہایت صراحت سے، کھلے الفاظ میں آ گئی ہے۔

امت محمد یہ علی صاحبہا التحیۃ والسلام کے تمام علماء عظام و آئمہ کرام کا بالا جماع فیصلہ یہی ہے کہ یہ آیت کریمہ (اور نہ ہی اس سے آگے پیچھے والی) بمعنی ولایت و امارت نہیں آئی ہیں اور نہ ہی اصل میں ایسا یہاں کوئی ذکر ہے۔ پھراس کے ساتھ ہی یہ بھی بیان کر دیا کہ تم پر بحیثیت مسلمان کس سے دوستی لگانا واجب ہے۔ اور وہ اللہ تبارک و تعالیٰ، اس کا رسول (ﷺ) اور اہل ایمان ہیں۔ اس سے بالکل واضح ہے کہ محبت والی دوستی اور وہ مدد کہ جس کے بارے میں شروع سے ہی (اس آیت سے چار آیات پہلے) منع کیا گیا ہے۔ اسی محبت و نصرت کا اہل ایمان کو مقابلتاً کرنے کا اپنے مسلمان، مومن بھائیوں سے، اس آیت کریمہ میں حکم دیا گیا ہے جیسا کہ لغۃ العرب سے روزِ روشن کی طرح نہایت ہی واضح ہے۔ [1]

امام فخر الدین رازی کہتے ہیں: اس آیت کریمہ (المائدہ نمبر ۵۵) سے پہلی والی آیات میں کافروں سے دوستی لگانے سے منع کیا گیا تو اس آیت مبارکہ (المائدہ نمبر ۵۵) میں حکم دیا گیا ہے کہ اہل ایمان سے دوستی لگانا واجب ہے۔ [2]

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: تمام سلف و خلف مفسرین کرام رحمہم اللہ جمیعاً کے نزدیک یہ بات لگا تار مسلسل پوری تفصیل سے معلوم و معروف رہی ہے کہ: یہ آیت کریمہ کافروں کے ساتھ دوستی لگانے سے سخت ممانعت اور اہل ایمان کے ساتھ محبت رکھنے اور دوستی لگانے کے حکم کو بیان کرنے کے لیے نازل ہوئی ہے۔ [3]

(ب)......: بلاشبہ اللہ تبارک و تعالیٰ انسان کی تعریف اور توصیف و مدح ہرگز نہیں کرتے مگر صرف ایسی چیز اور صفت کے ساتھ کہ جو اس کے ہاں محمود و پسندیدہ ہو۔ پھر یا تو یہ محمود صفت واجب ہوگی یا مستحب۔ نماز کے دوران صدقہ کرنا علماء ملت کے نزدیک بالاتفاق و بالاجماع مستحب نہیں ہے۔ اگر ایسا کرنا مستحب ہوتا تو یہ عمل رسول اللہ ﷺ ضرور کرتے بلکہ آپ ﷺ اس پر ترغیب بھی ضرور دلاتے اور اس عمل کو آپ ﷺ خود بار بار کرتے۔ بلکہ (ایسا کچھ بھی ثابت نہیں ہے اور) اُمت اسلامیہ کے تمام علماء عظام و آئمۃ کرام رحمہم اللہ کی رائے میں دورانِ نماز مانگنے والوں کو دینا نماز کو باطل کر دیتا ہے۔ اللہ کے لیے خرچ کرنے، صدقہ دینے یا کسی کو کسی اور ارادے سے دینے والے کے لیے یہی جائز ہے کہ وہ نماز مکمل کر لینے کے بعد دے۔ [4]

---

[1] دیکھئے: أصول مذهب الشيعة جلد۲، ص ۸۲٦.

[2] دیکھئے: تفسير فخر الدين الرازى جلد ۱۲، ص ۲۵.

[3] دیکھئے: منهاج السنه جلد٤، ص٥.

[4] دیکھئے: منهاج السنه النبويه جلد۱، ص ۲۰۸.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ج)......: فرض کرلیا جائے کہ نماز میں صدقہ کرنے والا عمل مشروع ہے تو پھر اسے (عقلی طور پر) رکوع کے ساتھ مختص نہیں ہونا چاہیے۔ چنانچہ یہ کیسے (کس بنا پر) کہا جاسکتا ہے: لَا وَلِيَّ إِلَّا الَّذِيْنَ يَتَصَدَّقُوْنَ فِي حَالِ الرُّكُوْعِ ...... ولی صرف وہی لوگ ہوتے ہیں جو حالت رکوع میں صدقہ کرتے ہیں۔'' اور اگر کہا جائے: اس سے اللہ عزوجل نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی تعریف کرنا مراد لی ہے تو اُس کہنے والے سے کہا جائے گا: سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے وہ اوصاف کہ جن کے ساتھ اُن کی خوب پہچان ہوجاتی ہے ظاہری طور پر بہت زیادہ ہیں تو پھر معروف اُمور و معاملات کے ذریعے آپ کی تعریف کو کیسے چھوڑ دیا گیا اور مقابلتاً اس ایک معاملہ کے ساتھ آپ کی تعریف اور توصیف و مدح کی گئی کہ اسے صرف وہی شخص جانتا تھا جس کو آپ رضی اللہ عنہ نے صدقہ دیا اور اس نے ایسا سنا ہو؟ دوسری طرف صورتِ حال یہ ہو کہ جمہورِ اُمت اس خبر کو سن ہی نہ سکے ہوں؟ یہ بات مسلمانوں کی معتمد علیہا کتب آثار و احادیث، سیرت و تاریخ اور فقہ کی کتابوں میں اس معاملے میں کچھ بھی درج نہ ہو۔ [1]

(د)......: روافض کا یہ کہنا کہ: سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ نے اپنی انگوٹھی زکاۃ کے طور پر حالت رکوع میں دی تھی اور اس موقع پر سورۃ المائدہ کی آیت (نمبر ۵۵) نازل ہوئی تھی، خلافِ واقعہ ہے۔ اس لیے کہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں زکوٰۃ کے نصاب کو پہنچے ہی نہیں تھے، ان پر زکوٰۃ واجب کیسے ہوگئی تھی؟ آپ رضی اللہ عنہ تو اس دور میں تھے ہی تہی دست۔ چاندی کی زکوٰۃ تو اُس پر واجب ہوتی جو پورا سال نصاب کا مالک رہا ہو۔

(ھ)......: زکوٰۃ کے بارے میں شریعت مطہرہ کا اصل قاعدہ یہ ہے کہ زکوٰۃ ادا کرنے والا اس انتظار میں نہ رہے کہ زکوٰۃ لینے والا کوئی اس کے پاس آئے گا تو وہ زکوٰۃ دے دے گا، نہیں۔ بلکہ وہ خود اس ضمن میں آغاز کرے۔ (خود زکوٰۃ کے حقدار کو تلاش کر کے اسے زکوٰۃ دے۔) بتلایئے ان دونوں میں سے افضل کام کون سا ہوگا؟ کیا آپ زکوٰۃ ادا کرنے کے لیے مالِ زکوٰۃ لے کر زکوٰۃ کے حقدار کو تلاش کر کے اسے خود پہلے پہنچائیں یا یہ ہے کہ آپ اپنے گھر میں اپنے مالِ زکوٰۃ کے ساتھ انتظار کرتے رہیں اور کوئی زکوٰۃ لینے والا آ کر آپ کا دروازہ کھٹکھٹائے اور آپ اسے زکوٰۃ کا مال دیں؟ تو اس ضمن میں کوئی شک نہیں کہ پہلا طریقہ زکوٰۃ کے وجوب کے پیش نظر زیادہ افضل ہے، اس حال میں کہ جب مال نصاب کو پہنچ کر مالک کے پاس پورا سال گزار چکا ہو۔ [2]

(و)......: ان کا یہ کہنا کہ: إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ...... سے ''امارت'' مراد ہے؛ اللہ تبارک وتعالیٰ کے فرمان

---

[1] دیکھئے: منهاج السنه جلد٤، ص ٥- أصول مذهب الشيعة جلد٢، ص ٨٢٥.

[2] دیکھئے: حقبة من التاريخ ص ١٩٣.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گرامی: إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا ...... سے موافقت نہیں کرتا۔ اس لیے کہ بلاشبہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی یہ صفت بیان نہیں کی جاتی کہ وہ دنیا میں اتر کر اپنے بندوں پر با اختیار نگران اور اُن پر امیر ہے۔ (پھر وہ اپنی یہ ولایت و امارت کسی اور کو سونپ دیتا ہے۔) بلکہ اللہ رب العالمین تو اُن کا خالق، ان کا رازق، اُن کا پروردگار اور اُن کا بلا شرکت غیر مالک ہے۔ پیدا کرنے والی صفت عالیہ بھی صرف اسی کی ہی ہے اور حکم و فیصلہ کا اختیار بھی اپنے عرش عظیم پر بحالت استواء اسی کے پاس ہے۔ یہ نہیں کہا جاتا کہ: اللہ تبارک وتعالیٰ امیر المومنین ہیں۔ جیسا کہ سیّدنا علی و ابوبکر اور عمر و عثمان رضی اللہ عنہم جیسے انسانوں، اللہ کے بندوں کو ''با اختیار نگران'' کا نام دیا جاتا ہے، یعنی امیر المومنین۔ [1]

اور جہاں تک دشمنی کی مخالف دوستی کا تعلق ہے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ: اللہ عزوجل اپنے مومن بندوں سے اس طرح کی دوستی ضرور رکھتا ہے اور ان سے وہ محبت کرتا ہے، مقابلتاً اہل ایمان اپنے رب سے محبت کرتے ہیں۔ وہ ان سے راضی ہوتا ہے اور وہ اپنے رب سے راضی رہتے ہیں۔ جو کوئی شخص یا کوئی گروہ وملت اللہ کے دوست (ولی) سے دشمنی کرتا ہے تو اللہ رب العالمین اس کو جنگ کا چیلنج کر دیتے ہیں۔ آیت مذکور بالا میں یہی ولایت (دوستی ومحبت) مراد ہے اور کچھ نہیں۔ (ایضاً)

اللہ عزوجل کے ارشاد گرامی: وَهُمْ رَاكِعُوْنَ...... کا معنی ہے؛ خَاضِعُوْنَ لِرَبِّهِمْ ...... وہ اپنے رب کے لیے عاجزی اختیار کرنے والے ہوتے ہیں، تاکہ اس کے حکم کو ہر وقت بجا لاسکیں۔ عربی زبان میں الرکوع کا اصل معنی '' الـخـضـوع '' ہوتا ہے۔ آیت کریمہ کا معنی اس اعتبار سے ہوگا کہ؛ یہ اہل ایمان حالت خضوع میں (اللہ کے لیے عاجزی اختیار کرتے ہوئے) نماز بھی قائم رکھتے ہیں اور زکوٰۃ بھی دیتے ہیں۔ یعنی زکوٰۃ دیتے وقت اسے چھپا کر ادا کرنے کی کوشش کرتے ہیں تا کہ ریا کاری بھی نہ ہونے پائے اور جس کو زکوٰۃ دے رہے ہوتے ہیں اُس پر احسان بھی نہیں جتلاتے بلکہ یہ سارا کام اللہ عزوجل کی تواضع میں کرتے ہیں۔ سیّدنا داود علیہ السلام کے بارے میں اسی طرح کی بات اللہ عزوجل نے یوں ارشاد فرمائی ہے:

﴿ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَيَبْغِيْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ ؕ وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ ۝﴾

(ص: ٢٤)

---

[1] دیکھئے: أصول مذهب الشيعة جلد٢، ص ٨٢٧.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اور بے شک بہت سے شریک یقیناً ان کا بعض بعض پر زیادتی کرتا ہے، مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے اور یہ لوگ بہت ہی کم ہیں۔ اور داؤد نے یقین کرلیا کہ بے شک ہم نے اس کی آزمائش ہی کی ہے تو اس نے اپنے رب سے بخشش مانگی اور رکوع کرتا ہوا نیچے گر گیا اور اس نے رجوع کیا۔''

یہاں بھی لفظ ''رَاكِعًا'' اللہ تبارک وتعالیٰ کے لیے خضوع ودرماندگی کے معنی میں آیا ہے۔ اسی طرح ایک اور مقام پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ ارْكَعُوا لَا يَرْكَعُونَ ۝﴾ (المرسلات: ٤٨)

''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جھک جاؤ تو وہ نہیں جھکتے۔''

یعنی جب ان (کافروں، گنہگاروں) سے کہا جاتا ہے کہ اللہ عزوجل کے عام احکام کے سامنے جھک جاؤ، انھیں عاجزی سے قبول کرلو تو...... الخ [1]

(ز)......: آیت کریمہ مذکور بالا (المائدہ: ۵۵) میں لفظ ''إِنَّمَا'' سے اُنھوں نے حصر کا استدلال کرتے ہوئے اس سے بالخصوص سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو ہی جو مراد لیا ہے تو جہاں ان کا یہ استدلال آپ رضی اللہ عنہ سے پہلے والے خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی خلافت وامامت کی نفی کرتا ہے اسی طرح ان کا یہ استدلال بعد میں آنے والے اماموں کی بھی نفی پر دلالت کررہا ہے۔ کیونکہ لفظ ''إِنَّمَا'' کے ساتھ روافض کے فہم کے مطابق امامت کی تخصیص صرف سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو ہو کر رہ گئی ہے۔ پس اس سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ سادا تنا حسن و حسین رضی اللہ عنہما اور ان کے بعد والے آئمہ اطہار رحمہم اللہ جمیعاً سے تو ''امامت'' اس بنا پر سلب شدہ تھی۔ (اور جب ان کے اپنے فہم وتقریر کے مطابق ایسا تھا تو پھر بعد والوں کی امامت کی رٹ لگانے کا کیا معنی؟)

اور جیسا کہ روافض کے مولوی کہتے اور لکھتے ہیں، اگر یہ اُن کے مضبوط ترین دلائل ہیں تو مذکور بالا رد سے واضح ہوگیا کہ اس ضمن میں ان کے پلے کچھ بھی نہیں ہے۔ اور جیسا کہ رافضیوں کے نزدیک امامت والا معاملہ اُمور دین میں سب سے بڑا معاملہ اور اس کا انکار کرنے والا اُن کے نزدیک کافروں میں شمار ہوتا ہے تو پھر اگر اصل میں واقعی ایسا تھا تو اِس امر عظیم ''امامت وامارت'' کے لیے قرآن حکیم میں ایک نہایت ہی واضح قسم کا آسان صیغہ وکلمہ استعمال کیا جاتا (یا اس موضوع پر نہایت آسان سی عبارت ہوتی) کہ جس کو لوگوں کے تمام ایک دوسرے سے مختلف طبقات بآسانی سمجھ لیتے۔ اسے عامی بھی سمجھ لیتا اور عالم بھی۔ اسے زمانۂ نزول قرآن میں موجود لوگ بھی

[1] تفصیل کے لیے دیکھیے: زمخشری کی الکشاف جلد ۱، ص ٦٢٤ و تفسیر الرازي جلد ۱۲، ص ۲٥ اور حقبة من التاریخ ص ۱۹٤.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سمجھ لیتے اور بعد میں آنے والے بھی۔ اسے ایک بادیہ نشین، صحراء نورد بھی سمجھ لیتا اور ایک شہری بھی۔ تو جب کتاب اللہ العزیز میں اس جیسا کوئی صیغہ و لفظ (اور مفہومی عبارت) استعمال ہی نہیں ہوا تو یہ بات اس بات کی دلیل ہے کہ اس ضمن میں قرآن حکیم میں کوئی نص و صراحت نہیں ہے جیسا کہ روافض گمان کیے بیٹھے ہیں۔ ❶

سورۃ المائدہ کی یہ آیت کریمہ ۵۵ ان روافض کے نزدیک قرآن عظیم کی وہ مضبوط ترین آیت ہے کہ جس کے ساتھ وہ استدلال کرتے ہیں اور اس کا نام وہ ''آیۃ الولایۃ'' رکھتے ہیں۔ اور جیسا کہ ابن المطہر الحلي الشیعی الامامی نے کچھ اور آیات کا بھی ذکر کیا ہے کہ جو اس مسئلہ امامت کے ساتھ متعلق ہیں مگر شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ان آیات مبارکہ سے روافض کے غلط استدلال کا جواب نہایت جامع قسم کا (اپنی کتاب منہاج السنۃ النبویہ میں) دیا ہے۔

ب...... : مباہلہ والی آیت سے ان کا استدلال:

وفد نجران کے بارے میں مباہلہ والی آیت جو نازل ہوئی تھی، اثنا عشری روافض کے نزدیک یہ آیت بھی امامت پر ایک اور دلیل میں شمار ہوتی ہے۔ یہ آیت کریمہ اس طرح سے ہے۔

﴿ فَمَنْ حَآجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَآءَنَا وَأَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكٰذِبِينَ ۝﴾ (آل عمران: ٦١)

''پھر جو شخص تجھ سے اس کے بارے میں جھگڑا کرے، اس کے بعد کہ تیرے پاس علم آ چکا تو کہہ دے آؤ! ہم اپنے بیٹوں اور تمھارے بیٹوں کو بلا لیں اور اپنی عورتوں اور تمھاری عورتوں کو بھی اور اپنے آپ کو اور تمھیں بھی، پھر گڑگڑا کر دعا کریں، پس جھوٹوں پر اللہ کی لعنت بھیجیں۔'' ❷

❶ دیکھیے: أصول مذهب الشيعة الإمامية جلد ۲، ص ۸۲۹.

❷ جب عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اظہار حق اور دلائل کے باوجود وفد نجران نے عناد کی راہ اختیار کی تو آخری فیصلہ کے لیے اللہ تعالیٰ نے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے ''مباہلہ'' کا حکم دیا۔ جس کی صورت میں یہ تجویز ہوئی (جیسا کہ آیت میں مذکور ہے) کہ فریقین اپنی جان اور اولاد کے ساتھ ایک جگہ حاضر ہوں اور جو فریق جھوٹا ہے نہایت عجز و انکساری کے ساتھ اس کے حق میں بددعا کریں کہ اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ چنانچہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم ''مباہلہ'' کے لیے سیدہ فاطمہ، سیدنا حسن، سیدنا حسین اور سیدنا علی رضی اللہ عنہم کو لے کر نکل آئے۔ بعض روایات میں ہے کہ خلفائے اربعہ اور ان کی اولاد بھی ساتھ تھی۔ یہ منظر دیکھ کر نصاریٰ نے ایک دوسرے سے کہا کہ ہم ان سے ''ملاعنۃ'' نہ کریں۔ اللہ کی قسم اگر یہ اللہ کے نبی ہوئے اور اس کے باوجود ہم نے ملاعنہ کر لیا تو ہماری اور ہماری اولاد کی خیر نہیں ہوگی۔ چنانچہ انھوں نے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ جو چاہتے ہیں ہم آپ کو دیں گے۔ لہٰذا آپ ہمارے ساتھ کوئی امانت دار آدمی بھیج دیجیے۔ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو کھڑے ہونے کا حکم دیا اور فرمایا: '' هٰذا أمينُ هٰذهِ الأمةِ '' کہ یہ اُس امت کے امین ہیں۔ یہ حدیث صحیحین میں مذکور ہے۔ (ابن کثیر۔ شوکانی) ⇦

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شیعہ روافض کے طوسی جیسے ملاؤں کے نزدیک آیت مذکور بالا سے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی امامت پر دلالت کی وجہ یہ ہے کہ: یہ آیت آپ رضی اللہ عنہ کی دو اسباب کی وجہ سے سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر افضلیت کی دلیل ہے۔

(۱)...... مباہلہ کا موضوع یہ ہے کہ حق کو ثابت کرنے والا تا کہ باطل پر قائم شخص سے ممتاز ہو جائے اور باطل والا برباد ہو جائے۔ یہ تب تک درست نہیں ہے کہ کوئی شخص مباہلہ کرے مگر صرف اس کے ساتھ مل کر کہ جو باطنی طور پر بھی مامون ہو، اپنے عقیدے کی درستگی و پختگی میں بھی قابل حجت ہو اور اللہ عزوجل کے ہاں وہ تمام لوگوں سے زیادہ افضل ہو۔ (۲)...... اللہ عزوجل کے فرمان گرامی: وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ...... کے موجب نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو مثل اپنے نفس کے کر لیا تھا۔ اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے "أَبْنَاءَنَا" سے مراد ساداتنا حسن اور حسین ابناء علی رضی اللہ عنہم جو لے لیا تھا اور اللہ کے فرمان "وَنِسَاءَنَا" سے فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا۔ اسی طرح "أَنْفُسَنَا" سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نفس مبارک اور سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے نفس و ذات مراد ہیں اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو اپنے نفس و ذات کی مانند کر لیا تو واجب ہو گیا کہ اس فضیلت میں آپ رضی اللہ عنہ کے قریب بھی نہ کوئی آئے۔ [1]

آیۃ المباہلہ کا نام اسی نام کے ساتھ رکھا گیا ہے۔ اس لیے کہ حق پر قائم ہر شخص یہی چاہتا ہے کہ: اے کاش! اس سے مناظرہ کرنے والے باطل پر قائم شخص کو اللہ تعالیٰ تباہ و برباد کر دے۔ بالخصوص اُس وقت کہ جب حق پر قائم شخص کے پاس اپنے حق کو بیان اور غالب کرنے کے لیے دلیل بھی موجود ہو۔ یہ مباہلہ تو موت کی بددعا کے ساتھ منسلک تھا۔ اس لیے کہ نصرانی کفار کے ہاں زندگی ایک بہت بڑی متاع عزیز ہوتی ہے اور وہ اس بناء پر کہ وہ لوگ موت کے بعد اپنی آرزوؤں کا انجام نہایت ہی برا جانتے ہیں۔ امامت کے موضوع سے متعلق اثناعشری رافضی شیعہ آیۃ المباہلہ میں جس بات کا دعویٰ کرتے ہیں ان کے لیے درج ذیل اسباب و وجوہات کی بنا پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

(۱)...... امامی روافض شیعہ نے سیّدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کی خلافت و امامت کے بارے میں کلمہ 'نفس'

⇦⇦ اس آیت سے علماء نے استدلال کیا ہے کہ "معاند عن الحق" سے مباہلہ ہو سکتا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ وفد نجران والوں نے مباہلہ کی دعوت قبول کرنے سے انکار کر دیا اور یہ بات واضح ہو گئی کہ یہ لوگ محض دنیا کی خاطر نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اختیار کرنے سے انکار کر رہے ہیں ورنہ ان کے پاس اپنی ضد پر اڑے رہنے کے لیے کوئی وجہ جواز نہیں ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ لوگ مباہلہ کر لیتے تو یہ وادی ان پر آگ برساتی۔ سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اگر یہ لوگ مباہلے کے لیے نکلتے تو اپنے گھروں کو اس طرح لوٹتے کہ نہ کوئی مال پاتے اور نہ ہی اہل وعیال۔ (ابن کثیر۔ شوکانی)

[1] دیکھیے: طوسی کی "تفسیر التبیان" جلد۳، ص ٤٨٥.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے جس صراحت ونص کی دلالت پر استدلال کیا ہے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ اس لفظ کے بہت سارے معانی اور مرادفات عربی لغت میں پائے جاتے ہیں جن کی وجہ سے کوئی ایک بھی حقیقی یا مجازی معنی خلافت وامارت پر دلالت نہیں کرتا۔ البتہ اہل السنہ والجماعۃ سلف صالحین وخلف ابرار ومتقین رحمہم اللہ جمیعاً نے اس آیت کریمہ سے اس بات پر جو استدلال کیا ہے کہ: یہ آیت کریمہ نبی مکرم ﷺ کے بذاتہ الأطہر بددعا کے لیے حاضر ہونے پر دلالت کرتی ہے اور دین ونسب میں آپ کے اقارب کا اس بددعا میں موجود ہونے پر بھی، تو یہ معنی لغت میں دین حنیف کے عین موافق بالکل موجود ہے۔ امام زبیدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن خالویہ کہتے ہیں: نفس سے مراد بھائی بھی ہوتا ہے۔ ابن بری رحمہ اللہ کہتے ہیں: اس کے لیے اللہ عزوجل کا درج ذیل فرمان بہترین دلیل ہے:

﴿ فَإِذَا دَخَلْتُم بُيُوتًا فَسَلِّمُوا عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِندِ اللَّهِ مُبَارَكَةً طَيِّبَةً ۚ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴾ (النور: ٦١)

''پھر جب تم کسی طرح کے گھروں میں داخل ہو تو اپنے لوگوں پر سلام کہو، زندہ سلامت رہنے کی دعا جو اللہ کی طرف سے مقرر کی ہوئی بابرکت، پاکیزہ ہے۔ اسی طرح اللہ تمھارے لیے آیات کھول کر بیان کرتا ہے، تاکہ تم سمجھ جاؤ۔''

ابن عرفہ رحمہ اللہ نے اللہ تبارک وتعالیٰ کے درج ذیل فرمان گرامی: ﴿ لَّوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنفُسِهِمْ خَيْرًا وَقَالُوا هَٰذَا إِفْكٌ مُّبِينٌ ﴾ (النور: ١٢) یعنی ...... بِأَهْلِ الْإِيْمَانِ وَأَهْلِ شَرِيْعَتِهِمْ ...... اب اس آیت کریمہ کا ترجمہ دیکھیے: ''کیوں نہ جب تم نے اسے سنا تو مومن مردوں اور مومن عورتوں نے اپنے نفسوں میں اچھا گمان کیا اور کہا کہ یہ صریح بہتان ہے۔'' اب اللہ عزوجل کے اس فرمان پر غور کیجیے۔ فرمایا: ﴿ فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِن بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنفُسَنَا وَأَنفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَل لَّعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ ﴾ (آل عمران: ٦١) ...... ''پھر جو شخص تجھ سے اس کے بارے میں جھگڑا کرے، اس کے بعد کہ تیرے پاس علم آچکا تو کہہ دے آؤ! ہم اپنے بیٹوں اور تمھارے بیٹوں کو بلا لیں اور اپنی عورتوں اور تمھاری عورتوں کو بھی اور اپنے آپ کو اور تمھیں بھی، پھر گڑ گڑا کر دعا کریں، پس جھوٹوں پر اللہ کی لعنت بھیجیں۔'' [1]

شاہ عبدالعزیز دھلوی لکھتے ہیں: نَدْعُ کا معنی ہے: '' نَحْضُرُ اَنْفُسَنا '' ...... ہم اپنی ذوات کو حاضر کریں۔ (یعنی بددعا کے لیے لے آئیں۔) اور یہ بات بھی ہے کہ: اگر ہم نے فرض کرلیا: '' أَنْفُسَنَا '' ...... کا مصداق نبی مکرم

[1] تفصیل کے لیے دیکھیے: تاج العروس، ج: ١٦، ص: ٥٧٠ اور '' ثُمَّ أَبْصَرْتُ الحقيقة ''، ص: ١٨٨۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی طرف سے امیر، یعنی امام، سیّدنا علی رضی اللہ عنہ تھے تو پھر " وَأَنْفُسَكُمْ "...... کا مصداق کافروں کی طرف سے کفار کے انفس میں کس کو ہم مقرر و فرض کریں گے؟ جبکہ وہ صیغہ " نَدْعُ " ...... میں مشترک بھی ہیں۔ اور پھر نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کو اور ان کے بیٹوں کو دعوتِ مباہلہ دینے کا کوئی معنی فرمانِ " تَعَالَوْا " کے بعد بالکل نہیں رہ جاتا۔ [1]

اور اللہ عزوجل کا فرمان: وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ...... اُس کے فرمان گرامی: ...... ﴿ لَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنْفُسِهِمْ خَيْرًا وَقَالُوا هَٰذَا إِفْكٌ مُبِينٌ ۝﴾ (النور: ۱۲۔ ترجمہ پیچھے گزر چکا ہے۔) جو کہ اُمّ المومنین والمومنات صدیقہ کائنات سیّدہ عائشہ بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما کے متعلق افک والے ناقابل برداشت واقعہ کے وقت نازل ہوئی تھی۔ تو یہاں بھی ایمان والوں میں سے ایک فرد تمام مومنین و مومنات کے نفسوں میں شمار ہوگا۔

اسی طرح اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

﴿ وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ يَا قَوْمِ إِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ أَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوبُوا إِلَىٰ بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ ۚ فَتَابَ عَلَيْكُمْ ۚ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۝﴾ (البقرہ: ٥٤)

"اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم! بے شک تم نے بچھڑے کو اپنے پکڑنے کے ساتھ اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے، پس تم اپنے پیدا کرنے والے کی طرف توبہ کرو، پس اپنے آپ کو قتل کرو، یہ تمھارے لیے تمھارے پیدا کرنے والے کے نزدیک بہتر ہے، تو اس نے تمھاری توبہ قبول کر لی، بے شک وہی بہت توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔"

یعنی تم میں سے بعض بعض کو قتل کریں۔ یہ معنی ہے: فَاقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ کا۔ اسی طرح اللہ رب العالمین کا یہ ارشادِ گرامی بھی ہے: فرمایا:

﴿ وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُونَ دِمَاءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُونَ أَنْفُسَكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ ثُمَّ أَقْرَرْتُمْ وَأَنْتُمْ تَشْهَدُونَ ۝﴾ (البقرہ: ٨٤)

"اور جب ہم نے تم سے پختہ عہد لیا کہ تم اپنے خون نہیں بہاؤ گے اور نہ اپنے آپ کو اپنے گھروں سے نکالو گے، پھر تم نے اقرار کیا اور تم خود شہادت دیتے ہو۔"

یعنی: تم میں سے بعض دوسرے بعض کو اپنے گھروں سے باہر نہ نکال دیں۔ پس الانفس سے مراد الاخوان

---

[1] تفصیل کے لیے دیکھیے: مختصر تحفہ اثنا عشریۃ ص ۱۵٦.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں، یا تو نسب میں بھائی یا پھر دینی بھائی۔ ❶

اسی طرح اللہ رب العالمین نے اپنے رسول کریم ﷺ کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ۝﴾ (التوبہ: ۱۲۸)

''بلاشبہ یقیناً تمھارے پاس تمھیں سے ایک رسول آیا ہے، اس پر بہت شاق گزرتا ہے کہ تم مشقت میں پڑو۔ وہ تم پر بہت حرص رکھنے والا ہے، مومنوں پر بہت شفقت کرنے والا، نہایت مہربان ہے۔''

اس آیت کریمہ میں ان لوگوں پر ایک واضح دلیل موجود ہے (یعنی اُن کے خلاف) جو اللہ عزوجل کے فرمان ''اَنْفُسَنَا'' سے مماثلت اور برابر ہونے والے معنی پر استدلال کرتے ہیں۔ سورۃ التوبہ والی یہ آیت کریمہ رسول اللہ ﷺ اور کفار مکہ کے بارے میں گفتگو کر رہی ہے اور بیان کرتی ہے کہ: ''مِنْ اَنْفُسِكُمْ'' سے مراد یہ ہے کہ: وہ پیغمبر تم ہی میں سے ہے، عربی اور قریشی۔ تو بتلایئے! کون ایمان والا، مسلمان یہ کہہ سکتا ہے کہ؛ نعوذ باللہ نبی مکرم ﷺ کا نفس اور وجود اطہر کفار مکہ کے نفسوں اور وجودوں جیسا تھا؟ ❶

جب رافضی شیعہ علماء مذکور بالا تمام نصوص و تصریحات کے بارے میں اپنی نا واقفیت و لاعلمی اور نادانی و بے وقوفی کا اظہار کرتے ہیں تو مباھلہ والی آیت کی تفسیر میں ان کی آمیزش بالکل واضح ہو جاتی ہے۔ پھر اس آیت کریمہ پر جب وہ پہنچتے ہیں تو وہ اس کے معنی و مفہوم میں اس حد تک مبالغہ آرائی (اور جھوٹ) سے کام لے جاتے ہیں کہ: وہ کہنے لگتے ہیں؛ دراصل نبوت کے علاوہ علی رضی اللہ عنہ ہی نفس محمد ﷺ تھے۔ حتیٰ کہ بعض شیعی روایات اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ؛ ''اَنْفُسَنَا'' کا بھائی یا قریبی عزیز یا ایک ہی جماعت کے ارباب پر اطلاق ہونا وہ چیز ہے کہ جو عربوں کے درمیان معروف ہے۔ چنانچہ ابوعبداللہ جعفر صادق رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ: امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ نے جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو (خوارج کے سردار) ابن الکواء اور اس کے ساتھیوں کے پاس مناظرہ کے لیے بھیجا تو اُس وقت سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ایک نفیس اور باریک کپڑے کی قمیص اور ایک عمدہ قسم کی پوشاک زیب تن کیے ہوئے تھے۔ جب خارجیوں نے ان کو دیکھا تو کہنے لگے: اے ابن عباس (رضی اللہ عنہما) أَنْتَ خَيْرُنَا فِي اَنْفُسِنَا وَأَنْتَ تَلْبَسُ هٰذَا اللِّبَاسَ؟...... تو ہمارے تمام افراد کے درمیان ہم سب سے بہتر شخص ہو کر یہ لباس تم پہنے ہوئے ہو؟ جناب ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: چلیئے! سب سے پہلے میں تم لوگوں سے اسی بات پر گفتگو کر لیتا ہوں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں:

❶ دیکھیے: ''ثم ابصرت الحقیقة'' ص: ۱۸۸.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَ الطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ؕ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝﴾

(الاعراف : ۳۲)

''تو کہہ کس نے حرام کی اللہ کی زینت جو اس نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کی اور کھانے پینے کی پاکیزہ چیزیں؟ کہہ دے یہ چیزیں ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے دنیا کی زندگی میں (بھی) ہیں، جبکہ قیامت کے دن (ان کے لیے) خالص ہوں گی، اسی طرح ہم آیات کو ان لوگوں کے لیے کھول کر بیان کرتے ہیں جو جانتے ہیں۔''

اس سے پہلی والی آیت میں اللہ عزوجل فرماتے ہیں:

﴿ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا وَ لَا تُسْرِفُوْا ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝﴾ (الاعراف : ۳۱)

''اے آدم کی اولاد! ہر نماز کے وقت اپنی زینت لے لو اور کھاؤ اور پیو اور حد سے نہ گزرو، بے شک وہ حد سے گزرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔''

کیا مذکور بالا قرآنی دلائل اور اس شیعی روایت کے بعد کسی ایسی بات کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے کہ جسے حد سے بڑھ جانے والے غالی قسم کے شیعہ بیان کرتے پھر رہے ہیں؟

(۲)......شیعہ کے اقطاب میں سے ایک ان کا قطب الشریف الرضی کہتا ہے: یہ جو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اَنْفُسَنَا'' تو اس سے مراد وہ نہیں ہے جو شیعہ کہہ رہے ہیں کہ: سیّدنا علی رضی اللہ عنہ ہی نفس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ بلکہ شریف رضی کہتا ہے: بعض علماء کہتے ہیں: عربوں کی لغت میں یہ بات پائی جاتی ہے کہ وہ سگے چچا کے بیٹے اور سب سے قریبی عزیز و رشتہ دار کے متعلق بتلاتے ہوئے کہہ دیتے ہیں: وہ اپنے چچا زاد بھائی کا ہی نفس و وجود ہے اور یہ کہ: نہایت گہرا دوست ہی اپنے دوست کا نفس و وجود ہے۔ اس پر اللہ عزوجل کا درج ذیل فرمان ایک زبردست دلیل ہے۔ فرمایا:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ؕ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝﴾ (الحجرات : ۱۱)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! کوئی قوم کسی قوم سے مذاق نہ کرے، ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوں، اور نہ کوئی عورتیں دوسری عورتوں سے، ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، اور نہ اپنے لوگوں پر عیب لگاؤ اور نہ ایک دوسرے کو برے ناموں کے ساتھ پکارو، ایمان کے بعد فاسق ہونا برا نام ہے اور جس نے توبہ نہ کی سو وہی اصل ظالم ہیں۔''

اس سے اللہ عزوجل نے مراد یہ لیا ہے کہ: اپنے مومن، مسلمان بھائیوں کو عیب نہ لگاؤ اور یہاں پر دینی بھائی چارہ واخوت کو قرابت کی اخوت ورشتہ داری کے رخ پر نافذ کیا ہے۔ جب ان کے نزدیک لفظ ''نفس'' بعید النسب پر بھی واقع ہوجاتا ہے تو پھر اس معنی میں زیادہ ہموار وملائم ہونا چاہیے کہ وہ قریب النسب پر بھی واقع ہو۔ جہاں تک سورۃ النور میں اللہ عزوجل کے فرمان گرامی: '' فَإِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوتًا فَسَلِّمُوا عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ '' کا تعلق ہے تو ممکن ہے کہ یہی راستہ واقع اور نافذ ہو۔ اس لیے کہ تفسیر میں آیا ہے: اس کا معنی یہ ہے کہ: تم جب اپنے گھروں میں داخل ہو تو تم ایک دوسرے کو سلام کرو۔ اس معنی میں بدل جانے کی نسبت کہ جیسے انسان اپنے آپ پر سلام کر رہا ہو تو بات آسان ہوگئی۔ اس لیے کہ تمام اہل ایمان کے نفوس و وجود نفس واحد کے حکم میں واقع ہوگئے اور یہ دینی گرہ میں آجانے کے ساتھ سب کے جمع ہوجانے اور شریعت کی زبان میں خطاب کی وجہ سے۔ چنانچہ مسلمانوں میں سے جب کوئی شخص اپنے کسی بھائی کو سلام کرے گا تو گویا وہ اپنے آپ پر سلام کرنے والا ہوگیا، باوجود بہت زیادہ فرقوں اور نفوس کے اختلاف کے۔ [1]

اس سے بالکل واضح ہوگیا کہ اس آیت مبارکہ (آل عمران کی:۶۱) کے بارے میں روافض شیعہ کا جو دعویٰ ہے کہ یہ آیت رسول اللہ ﷺ اور سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے درمیان مساوات کی تصریح کر رہی ہے، تو ان کے لیے اس میں کوئی دلیل نہیں ہے۔ لفظ '' النفس '' عربی لغت میں دور کے نسب پر بھی بولا جاتا ہے۔ البتہ یہ ہے کہ اس کا اطلاق قریب والے تعلق ورشتہ پر ہونا زیادہ اولیٰ ہے۔ اس میں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی امامت پر اور نہ ہی کسی اور کی امامت پر، نہ ہی تو قریب سے کوئی دلالت ہے اور نہ ہی بعید سے۔ [2]

(۳)...... اس میں کوئی شک نہیں کہ مباھلہ سے رغبت ورہبت حاصل ہوتی ہیں۔ (یعنی جھوٹا ہونے کی بنا پر اللہ کی پکڑ کا خوف اور سچا ہونے کی صورت میں دین حنیف پر جمے رہنے کی جرأت) اور دوسرا فائدہ: داعی الی اللہ کا اپنی ذات اور اپنے اُن اہل خانہ کو جمع کرنے کے ساتھ سچائی کے ساتھ تباہی و بربادی میں شعور حاصل ہونا کہ جن کی طرف نفوس طبیعت الحال میں اس طرح مشتاق ہوتے ہیں کہ جن کے علاوہ رشتہ وتعلق میں دور والے دوسروں کی طرف مشتاق نہیں ہوتے۔ (یعنی ان افراد خاندان سے محبت واُلفت دوسروں کی نسبت زیادہ ہوتی ہے۔) [3]

[1] دیکھئے: ''ثم ابصرت الحقيقة'' ص ۱۸۹۔ [2] ایضاً ص ۱۹۰۔ [3] دیکھئے: منهاج السنه النبوية جلد ۷، ص ۱۲۵ ۱۲۶۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ کا اس حال میں ہونا کہ آپ ﷺ مباھلہ کے لیے کافروں کے ساتھ مقابلہ و بددعا کرنے کی خاطر اپنے انتہائی قریبی عزیزوں کو بلا رہے ہوں، اس بات کی نہایت واضح دلیل ہے کہ آپ ﷺ کی نبوت مبارک یکسر سچی تھی۔ اس لیے جب نجران کے نصرانیوں (عیسائیوں) نے یہ دیکھا تو وہ اپنے آپ پر ڈر گئے اور آپ ﷺ کے ساتھ مباھلہ کرنے سے پیچھے ہٹ گئے۔ لیکن بدعتی رافضی شیعہ ایسا ٹولہ ہے کہ جب یہ حق کو دور ہٹانے (ختم کرنے) اور دین حق کو قبول نہ کرنے والی آزمائش میں ڈال دیے گئے تو ان کو وہ فہم سلیم حاصل ہی نہ ہوسکا کہ جس فہم و علم پر کتاب اللہ العزیز کی آیات دلالت کر رہی ہیں۔ (یعنی یہ لوگ نصاریٰ سے بھی گئے گزرے ہیں۔) ❶

(۴)...... امامی شیعہ کا یہ کہنا کہ سورۃ آل عمران کی آیت (۶۱) نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ اور علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے مابین مساوات پر دلالت کرتی ہے ماسوا نبوت کے...... تو یہ ایک ایسی بات ہے جسے کبھی بھی اور کسی بھی صورت میں تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔ اس لیے کہ بلاشبہ دینی اُمور میں نبی مکرم ﷺ سے نہ ہی جناب علی رضی اللہ عنہ برابری کر سکتے ہیں اور نہ ہی آپ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی اور۔ کہاں رسول اللہ ﷺ کا مقام (تقویٰ، زہد و عبادت، فہم قرآن و سنت، شرعی احکام پر عمل اور دیگر تمام دین حنیف کے اُمور میں کمال) اور دنیا جہان کے تمام انسانوں سے بڑھ کر بشری صفات میں کمال و تکمیل، اور کہاں سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ؟ حقیقت یہ ہے کہ (شیعہ کی کتابوں اور تصنیفات سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ) روافض شیعہ جو کچھ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہتے ہیں آپ رضی اللہ عنہ خود بنفسہ اُس پر راضی نہیں تھے۔ ایک عقل مند انصاف و عدل سے کام لینے والا آدمی پوری وضاحت کے ساتھ اس قضیہ و معاملہ کا ادراک کرسکتا ہے۔ ❷

مقامِ نبوت ختم الرسل اور جس ذات اطہر (محمد رسول اللہ ﷺ) کے پاس یہ نبوت ہے اس کی ہیبت اور مرتبہ و مقام خود امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے ہاں بہت زیادہ تھا۔

(۵)...... بلاشبہ اعتقاد و عقیدہ کے بڑے بڑے معاملات، دین حنیف کے اہم ترین اُمور اور اس کی سب سے بڑی اساسیات کے لیے لازمی ہے کہ ان کے مطلوب و مقصود معانی پر قطعی الدلالت والے نہایت واضح، صریح قرآنی دلائل کے ساتھ ان کو ثابت کیا جائے۔ جیسا کہ توحید باری تعالیٰ پر دلالت کرنے والے دلائل قطعیہ میں سے اللہ عزوجل کا یہ فرمان گرامی ہے:

---

❶ دیکھیے: عقيدة اهل السنة والجماعة فى الصحابة جلد۲، ص ٥٦٤، ص ٥٦٥.

❷ دیکھیے: "ثم ابصرت الحقيقة ص ١٩١.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ﴾ (البقرہ: ۲۰۵)

''اللہ عزوجل وہ ذات اقدس ہے کہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے زندہ اور ہمیشہ قائم رہنے والا (سب کائنات کے تمام جہانوں اور ہر جہان کے ایک ایک جزء، فرد اور حصہ کا خود سنبھالنے والا) ہے۔''

اور نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوتِ اطہر پر دلالت کرنے والے نصوص قطعیہ میں سے: ﴿ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ﴾ (الفتح:۲۹) ہے۔

اور نماز کی فرضیت و مشروعیت پر دلالت کرنے والے نصوص میں سے: '' وَأَقِيْمُو الصَّلٰوةَ '' (النور: ٥٦) ہے...... الخ ❶

ج...... آیۃ مودت (سورۃ الشوریٰ:۲۳) سے روافض شیعہ کا استدلال:

آیۃ المودۃ اس طرح ہے۔ فرمایا:

﴿ ذٰلِكَ الَّذِيْ يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۭ قُلْ لَّآ اَسْـَٔـلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ۭ وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ۝ ﴾ (الشوریٰ: ۲۳)

''یہ ہے وہ چیز جس کی خوشخبری اللہ اپنے ان بندوں کو دیتا ہے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے۔ کہہ دے میں تم سے اس پر کوئی اجرت نہیں مانگتا مگر رشتہ داری کی وجہ سے دوستی۔ اور جو کوئی نیکی کمائے گا ہم اس کے لیے اس میں خوبی کا اضافہ کریں گے۔ یقیناً اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت قدردان ہے۔''

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں امامی شیعہ کی ایک حدیث پیش کرتے ہیں جسے انھوں نے نبی کریم ﷺ تک پہنچایا ہے۔ اس حدیث میں قریبی رشتہ داروں، ناطے والوں کو صرف سادا تنا علی، فاطمۃ الزہراء اور ان کے دونوں بیٹوں حسن و حسین رضی اللہ عنہم اجمعین تک محدود کر دیا گیا ہے۔ یہ وہ معاملہ ہے جو شیعہ کے ان اصحابِ اطہار رضی اللہ عنہم کو باقی سب اصحاب النبی اور نبی کریم ﷺ کے رشتہ داروں، ناطے والوں اور جناب علی رضی اللہ عنہ کے دیگر بیٹیوں سے زیادہ افضل جاننے اور ان کی مودت کے واجب ہونے والی رائے اور ان کے قیاس کے بارے میں ان کے لیے دلیل بنتا ہے۔ اس کے بعد پھر ان اصحاب اطہار اور (ان کی نسل پاک میں سے) صرف اسی خاندان میں سے اماموں کو اپنا امام ماننے، ان کے علاوہ کسی اور کو نہیں۔ اور ان کی اطاعت کے واجب ہونے پر انھوں نے دلیل پکڑی ہے۔ ❷

---

❶ دیکھیے: عبدالہادی الحسینی کی ''دآیۃ التطهير وعلاقتها بعصمة الأئمة'' ص: ٥۔

❷ دلیل کے لیے دیکھیے: طبرسی کی ''مجمع البیان'' جلد۲۵، ص ٤٩، ٥١ اور ''مختصر التحفة الإثنا عشرية'' ص ۱٥۳، ۱٥٥۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس استدلال پر مفصل جواب:

(ا)......سورۃ الشوریٰ کی یہ آیت کریمہ (۲۳) تمام اہل السنہ والجماعۃ سلفی اہل حق مفسّرین ومحدّثین اور فقہاء کرام رحمہم اللہ جمیعاً کے نزدیک بالاجماع وبالاتفاق مکی آیت ہے۔ ❶ اور یہ بات سب کو معلوم ہے کہ: سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ نے سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے مدینہ منورہ میں غزوۂ بدر کے بعد شادی کی تھی۔ سیّدنا حسن بن علی ہجرت کے تیسرے سال جب کہ سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہم ہجرت کے چوتھے سال پیدا ہوئے تھے۔ جبکہ آیت مذکور بالا (آیۃ المودۃ) سادا تنا حسن وحسین ابناء علی رضی اللہ عنہم کے وجود مبارک سے چند سال پہلے نازل ہوچکی تھی۔ اس لیے یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایسی قرابت داری سے محبت والے وجوب کی تفسیر فرمائیں کہ جس کا ابھی وجود ہی قائم نہیں ہوا تھا اور وہ تھی بھی غیر معروف وغیر معلوم۔ ❷

(ب)......صحیح البخاری میں مذکور اس آیت کی تفسیر مذکور بالا اس تفسیر کے بالکل مخالف وبرعکس ہے۔ جناب طاؤس رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے " إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى ...... کے بارے میں پوچھا گیا تو جناب سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے (جناب عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے جواب دینے سے پہلے ہی) کہا: اس سے آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت داری مراد ہے۔ یہ سن کر جناب ابن عباس رضی اللہ عنہما اُن سے کہنے لگے: تم نے اے سعید! اس آیت کا معنی بیان کرنے میں جلد بازی سے کام لیا ہے۔ قریش کی کوئی شاخ ایسی نہیں جس میں نبی کریم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت داری نہ ہو۔ نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "إِلَّا أَنْ تَصِلُوْا مَا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ مِنَ الْقَرَابَةِ ...... (اے قریش مکہ!) تم سے میں (اللہ کی توحید، میری رسالت اور شریعت مطہرہ، اسلام کو قبول کرنے میں) صرف یہ چاہتا ہوں کہ تم اس قرابت داری کی وجہ سے جو میرے اور تمھارے درمیان ہے صلہ رحمی کا معاملہ کرو۔" (سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کا مطلب یہ ہے کہ آیت مذکور بالا میں اقارب نبوی سے مراد سارے قریش ہیں، خاص بنو ہاشم اور اہل بیت وآل محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد لینا صحیح نہیں ہے۔ فتح الباری) ❸

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "یہ تھے سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جو کہ "ترجمان القرآن" تھے اور اہل البیت کے بارے میں سب سے زیادہ علم رکھنے والے۔ آپ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: اس آیت کریمہ کا معنی نہایت قریبی رشتہ والوں (بیٹی، داماد اور نواسوں رضی اللہ عنہم) کی مودت ومحبت نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قریش مکہ سے فرما رہے ہیں: "اے معشر العرب! اور اے معشر قریش! میں دعوت الی اللہ ودعوت الی الاسلام کے لیے تم سے کسی قسم کے اجر وانعام اور تنخواہ وغیرہ کا سوال نہیں کرتا۔ صرف یہ چاہتا اور

---

❶ تفصیل کے لیے دیکھیے: تفسیر البغوی جلد٤، ص ١١٩ اور "العقيدة في اهل البيت" ص ٣٦٤.

❷ دیکھیے: منهاج السنة المحمدية جلد٧، ص ٩٩ اور الجلی کی "دراسة عن الفرق وتاريخ المسلمين" ص ١٩٠.

❸ دیکھیے: صحيح البخاري، كتاب التفسير، حديث: ٤٨١٨.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طلب کرتا ہوں کہ اس معاملے میں میرے اور آپ لوگوں کے درمیان جو قرابت داری ہے اس کی صلہ رحمی کرو۔ چنانچہ اس صلہ رحمی والے مطالبہ کے ذریعے آپ ﷺ نے ان لوگوں سے یہ سوال کیا کہ جن کی طرف سب سے پہلے آپ کو رسول بنا کر بھیجا گیا تھا اور یہ کہ وہ آپ سے دشمنی کرتے ہوئے آپ پر زیادتی نہ کریں تاکہ آپ ﷺ اپنے رب کا پیغام اُن تک اور دیگر لوگوں تک پہنچا سکیں۔'' ❶

(ج)......جس حدیث کو روافض شیعہ آیت مذکور بالا کی تفسیر میں پیش کرتے ہیں اس کے بارے میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے منہاج السنہ (جلد ۷، ص ۱۰۰) میں صراحت و وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ: علم حدیث پر مکمل عبور رکھنے والے علماء کرام و آئمہ عظام رحمہم اللہ کے ہاں بالاتفاق و بالاجماع یہ حدیث صراحتاً جھوٹ اور موضوع روایت ہے۔ اسی طرح علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں وارد اس طرح کی تمام احادیث و روایات کا خوب تتبع کرتے ہوئے نہایت وضاحت سے بیان کیا ہے کہ: بلاشبہ وہ احادیث جو اس بات کی وضاحت و صراحت کرنے والی ہیں کہ: نبی کریم ﷺ کے یہاں اس آیت مبارکہ میں مذکور اولی القربیٰ سے مراد علی و فاطمہ اور ان کے دونوں بیٹے حسن و حسین رضی اللہ عنہم ہیں، سب کی سب ضعیف الاسناد (بلکہ موضوع) روایات ہیں۔ اور پھر علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ: سورۃ الشوریٰ کی آیت کریمہ (۲۳) کا نزول مدینہ منورہ میں ماننا نہایت ہی بعید عن الحقیقۃ ہے۔ یہ آیت کریمہ (اور سورۃ الشوریٰ) تو ہجرت سے پہلے مکہ میں نازل ہوئی تھی۔ اس آیت کی تفسیر میں سب سے سچی اور حق بات وہی ہے جو امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے سب سے بڑے عالم اور ترجمان القرآن، سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمائی ہے۔ اسی طرح علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے (فتح الباری جلد ۸، ص ۷۱۷، ص ۱۸ طبع دارالسلام بالریاض میں) اس ضمن میں تمام روایات کے ضعف کو بیان کرتے ہوئے ان کے مقابلے میں صحیح احادیث کو بیان کیا ہے۔ ❷

مودت اولی القربیٰ کے وجوب پر روافض کے احادیث سے دلائل

(۱)......خطبہ غدیر خم:

غدیر خم دراصل مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان (پرانے راستے پر) جُحفہ کے قریب (جدہ سے تقریباً ۲۰۰ کلومیٹر شمال کی طرف) ایک مقام کا نام ہے۔ ❸ یہ جگہ رابغ شہر سے مشرق میں تقریباً ۲۶ میل کی مسافت پر ہے جس

❶ دیکھئے: منهاج السنه جلد۷، ص ۱۰۰.

❷ دیکھئے: تفسیر ابن کثیر، جلد٤، ص ۱۱۲.

❸ دیکھئے: معجم البلدان جلد۲، ص ۲۸۹.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا نام آج کل "الغربہ" ہے۔[1] بیان کیا جاتا ہے کہ اس مقام پر نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے سامنے خطبہ ارشاد فرمایا اور اس میں آپ ﷺ نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا ذکر فرمایا تھا۔ رافضیوں نے اس خطبہ کو اپنے عقیدہ اور اپنے دین کے لیے اساس و بنیاد بنا رکھا ہے۔ وہ ایک جانب سے اپنے گمراہ مذہب تشیع کے لیے اس پر بہت اعتماد کرتے ہیں اور دوسری جانب وہ اس خطبہ پر اعتماد کرتے ہوئے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل والے حق کا دعویٰ کرتے ہیں۔ چنانچہ انھوں نے زمانۂ نبوت میں پیش آنے والے واقعات میں سے اس واقعہ کو جو اہمیت دی ہے اس کے علاوہ کسی اور واقعہ کو وہ اتنی اہمیت نہیں دیتے۔[2] حتیٰ کہ صرف ایک اسی موضوع پر ایک رافضی عالم نے گیارہ جلدوں پر مشتمل ایک کتاب بنام "الغدیر" لکھ ماری ہے کہ جس میں مصنف نے اس حوالے سے تمام موضوع اور ضعیف روایات جمع کر دی ہیں۔ اس ضمن میں آیئے صحیح احادیث کا مطالعہ کر کے اصل بات کا پتہ چلاتے ہیں تا کہ حق واضح ہو جائے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں سیّدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے اور وہ اس طرح کہ: جناب یزید بن حیان بیان کرتے ہیں: "میں جناب حصین بن سبرہ اور عمر بن مسلم رحمہم اللہ کے ہمراہ سیّدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہما کے پاس آئے۔ جب ہم ان کے پاس آ کر بیٹھ گئے تو جناب حصین رحمہ اللہ نے سیّدنا زید رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: جنابِ زید! آپ نے تو خیر کثیر (بھلائیوں کی بہت بڑی کثرت) حاصل کر رکھی ہے۔ آپ نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا بھی، نبی کریم ﷺ کی احادیث مبارکہ بھی آپ رضی اللہ عنہ نے سن رکھی ہیں، تم نے آپ ﷺ کے ہمراہ غزوات میں شرکت بھی کی اور آپ ﷺ کے پیچھے تم نے نمازیں بھی پڑھی ہیں۔ اس اعتبار سے تو آپ نے بہت زیادہ خیر جمع کر رکھی ہے۔ (آپ کے اجر و ثواب کو ہم کہاں پہنچ سکتے ہیں؟) ہم چاہتے ہیں کہ جنابِ زید! آپ نے رسول اللہ ﷺ سے جو احادیث سن رکھی ہیں اُن میں سے کوئی حدیث ہمیں سناؤ۔ سیّدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہما کہنے لگے: بھتیجے! واللہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور ایک مدت گزر گئی ہے۔ (نبی کریم ﷺ کو ہم سے جدا ہوئے۔) رسول اللہ ﷺ سے جو احادیث مبارکہ میں نے یاد کر رکھی تھیں، ان میں سے بعض کو بھول گیا ہوں۔ مگر یہ ہے کہ جو میں بیان کروں اس کو قبول کرو (کیونکہ وہ مجھے خوب یاد ہے۔) اور جو میں بیان نہ کروں اس کے لیے مجھے مکلّف نہ کرنا۔ (زور نہ دینا کہ میں ضرور سناؤں، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث اگر خوب یاد نہ ہو تو اٹکل پچو سے نہیں سنانی چاہیے۔) اس کے بعد جناب زید بن ارقم رضی اللہ عنہما نے بیان کرنا شروع کیا:

((قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَوْمًا فِیْنَا خَطِیْبًا بِمَاءٍ یُدْعٰی خُمًّا بَیْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِیْنَةِ ، فَحَمِدَ

[1] تفصیل کے لیے دیکھئے: عاتق البلادی کی "علی طریق الهجرة" ص ٦١.

[2] دیکھئے: عبدالعزیز محمد نورولی کی کتاب "اثر التشیع علی الروایات التاریخیة، ص ٢٩٩.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللّٰہَ وَأَثْنَی عَلَیْهِ، وَوَعَظَ وَذَکَّرَ، ثُمَّ قَالَ: ''أَمَّا بَعْدُ، أَلَا أَیُّهَا النَّاسُ! فَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ یُوشِكُ أَنْ یَأْتِيَ رَسُولُ رَبِّي فَأُجِیبَ، وَأَنَا تَارِكٌ فِیکُمْ ثَقَلَیْنِ؛ أَوَّلُهُمَا: کِتَابُ اللّٰهِ، فِیهِ الْهُدَی وَالنُّورُ، فَخُذُوا بِکِتَابِ اللّٰهِ وَاسْتَمْسِکُوا بِهِ'' فَحَثَّ عَلَی کِتَابِ اللّٰهِ وَرَغَّبَ فِیهِ، ثُمَّ قَالَ: '' وَأَهْلُ بَیْتِي، أُذَکِّرُکُمُ اللّٰهَ فِي أَهْلِ بَیْتِي، أُذَکِّرُکُمُ اللّٰهَ فِي أَهْلِ بَیْتِي، أُذَکِّرُکُمُ اللّٰهَ فِي أَهْلِ بَیْتِي'' فَقَالَ لَهُ حُصَیْنٌ - أَي: الراوي عَنْ زَیْدِ بْنِ أَرْقَمَ-: وَمَنْ أَهْلُ بَیْتِهِ یَا زَیْدُ؟ أَلَیْسَ نِسَاؤُهُ مِنْ أَهْلِ بَیْتِهِ؟ قَالَ: بَلَی، نِسَاؤُهُ مِنْ أَهْلِ بَیْتِهِ، وَلٰکِنْ أَهْلَ بَیْتِهِ مَنْ حُرِمَ الصَّدَقَةَ بَعْدَهُ، قَالَ: وَمَنْ هُمْ؟ قَالَ: هُمْ آلُ عَلِيٍّ وَآلُ عَقِیلٍ وَآلُ جَعْفَرٍ وَآلُ عَبَّاسٍ، قَالَ: کُلُّ هٰؤُلَاءِ حُرِمَ الصَّدَقَةَ؟ قَالَ: نَعَمْ.)) ❶

''ایک دن رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان (پرانے راستے پر واقع) مقام خم کے ایک چشمے پر (جحفہ سے تین میل کے فاصلے پر گھنے اور کثرت والے درختوں کی ایک جگہ میں کہ جسے غدیر ❷ خم کہا جاتا تھا۔) ہمارے درمیان خطبہ ارشاد فرمانے کے لیے کھڑے ہوئے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اللہ رب العالمین کی حمد وثناء فرمائی اور پھر وعظ ونصیحت کی۔ پھر فرمایا: بعد اس کے، اے لوگو! بلاشبہ میں بھی ایک آدمی ہوں۔ ہوسکتا ہے کہ عنقریب میرے رب کا بھیجا ہوا (موت کا فرشتہ) آ جائے اور میں اللہ کے بلاوے کو قبول کرلوں۔ (تمھیں چھوڑ کر اللہ کریم کے پاس چلا جاؤں۔) میں تمھارے اندر دو بڑی چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں (دونوں کو بڑی، ان کی عظمت وشان کے پیش نظر فرمایا اور ان پر عمل والے بوجھ کی وجہ سے۔) ان دونوں میں سے پہلی تو اللہ کی کتاب (قرآن مجید) ہے۔ اس میں ہدایت اور علم ومعرفت کا نور ہے۔ پس اللہ کی کتاب کو (عملاً مضبوطی سے) تھامے رہو اور اس کو اپنی زندگیوں میں نافذ کرنے کے لیے مضبوط پکڑے رہو۔'' ❸ غرضیکہ آپ ﷺ نے کتاب اللہ العزیز کی رغبت دلائی اور اس

---

❶ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل علي بن أبي طالب رضی اللہ عنہ حدیث: ٦٢٢٥.

❷ غدیر کا معنی ہوتا ہے: کچا تالاب، جوہڑ، وہ پانی جو سیلاب کے بعد کسی جگہ اکٹھا ہوجاتا ہے۔ جبکہ خم کہتے ہیں گھنے اور کثرت سے پائے جانے والے درختوں کی جگہ کو۔ مکہ مکرمہ سے کم وبیش دو سو کلومیٹر کے فاصلے پر پرانے راستے میں میقات جحفہ سے مشرق میں واقع پہاڑیوں کے دامن میں ایک وسیع میدان پر گھنے درختوں اور بارشوں کے پانی سے نشیب میں بننے والے تالاب کے علاقہ کا نام غدیر مشہور ہے۔ مذکور بالا مناسبت سے اس کا نام ''غدیر خم'' مشہور ہوگیا۔

❸ دو حدیثیں چھوڑ کر اگلی ایک حدیث (٦٢٢٨) میں ہے کہ فرمایا: ان دونوں (بھاری، مضبوط چیزوں) میں سے ایک اللہ عزوجل کی کتاب (قرآن مجید) ہے اور یہی اللہ کی رسی ہے۔ (جسے مضبوطی سے تھامنے کا اللہ نے قرآن میں حکم دیا ہے۔) جو اس کی اتباع کرے گا وہ راہِ ہدایت پر رہے گا اور جو اس (قرآن حکیم) کو چھوڑ دے گا وہ گمراہی پر ہوگا۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عمل کے لیے ذہنوں کو تیار کیا۔ اس کے بعد فرمایا: (دوسری بڑی چیز میری سنت ہے۔ اور دونوں کے بعد) میرے اہل بیت۔ میں تمھیں اللہ کی یاد دلاتا ہوں اپنے اہل بیت کے بارے میں (کہ ان کا خیال رکھنا۔) میں تمھیں اللہ کی یاد دلاتا ہوں اپنے اہل بیت کے بارے میں۔ (تیسری بار پھر فرمایا:) میں تمھیں یاد دلاتا ہوں اپنے اہل بیت کے بارے میں۔''

جناب حصین بن سبرہ نے سیّدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہما سے پوچھا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کون تھے جناب زید! کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات آپ کے اہل بیت نہیں ہیں؟ زید بن ارقم رضی اللہ عنہما نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں بھی اہل بیت میں سے ہیں۔ لیکن یہاں مراد وہ اہل بیت ہیں جن پر آپ کے بعد زکوۃ حرام ہے۔ حضرت حصین رحمہ اللہ نے پوچھا: تو وہ کون ہیں؟ کیا وہ آل علی، آل عقیل و جعفر اور آل عباس رضی اللہ عنہم ہیں۔ جناب حصین رحمہ اللہ نے پوچھا: کیا ان سب لوگوں پر زکوۃ حرام ہے؟ فرمایا: ہاں۔ (ان سب لوگوں پر زکوۃ حرام ہے۔)'' [1]

صحیح مسلم کے علاوہ یہ حدیث مسند احمد (مسند زید بن ارقم: ٤/٣٦٦، ٣٦٧، ح: ١٩٤٧٩، طبع بیت الافکار الدولیه، ص: ١٣٩٢)۔ النسائی فی الخصائص (خصائل علي رقم: ٧٩. صحیحٌ، رجاله ثقات)۔ مستدرك الحاكم (٣/ ١١٠) میں بھی باسانید صحیحه عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مروی ہے۔ جامع الترمذی، کتاب المناقب عن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم / باب مناقب علي بن ابی طالب رضی اللہ عنہ حدیث: ٣٧١٣ وهو صحیحٌ۔ الألبانيؒ) میں ہے کہ زید بن ارقم رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ."

''جس کا میں دوست ہوں، علی (رضی اللہ عنہ) بھی اُس کا دوست ہے۔ (یعنی جو مجھ سے محبت رکھتا ہے وہ علی رضی اللہ عنہ سے بھی محبت رکھے۔) [2]

---

[1] اہل بیت سے دو معانی مقصود ہیں: ایک وہ اہل بیت جو گھر میں رہتے ہیں۔ یعنی ازواج و عیال، جن کے اکرام و احترام کا حکم ہے۔ ان میں ازواج مطہرات بھی داخل ہیں۔ آیت تطہیر میں جو مذکور ہے تو وہ اہل بیت اسی معنی میں وارد ہے۔ قرینہ و گواہی اس کی یہ ہے کہ اس آیت کریمہ کے اوّل اور آخر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کا ذکر ہے اور خطاب بھی انھیں کی طرف ہے۔ سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کی بی بی کی نسبت قرآن میں اہل بیت کا لفظ موجود ہے اور ایک معنی اہل بیت کا وہ ہے جو اوپر ذکر ہوا ہے۔ یعنی جن پر صدقہ حرام ہے۔ اس حکم میں ازواج مطہرات شامل نہیں ہیں۔ بلکہ ان سے مراد تمام بنی ہاشم اور بنی مطلب ہیں یا صرف بنی ہاشم۔ (دیکھیے: شرح نووی عند شرح ہذا الحدیث)

[2] عربی زبان میں مولیٰ کے بہت سارے معانی آتے ہیں۔ جیسے کہ: بمعنی رب، بمعنی مالک، سردار، منعم، آزاد کرنے والا، مدد کرنے والا، محب، تابع، ہمسایہ، چچا کا بیٹا، حلیف، عقید، داماد، خسر، غلام، آزاد شدہ غلام، احسان شدہ۔ یہ لفظ بہت ساری احادیث اور آیات میں آیا ہے۔ ہر مقام پر مناسب معنی کیا جاتا ہے۔ (دیکھیے: علامہ وحید الزمان کی لغات الحدیث جلد ۴، ص: ۱۰۸)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح: "اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ" (نبی کریم ﷺ نے جناب علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے دعا کی:) اے اللہ! جو علی سے دوستی رکھے تو اُس سے محبت فرما اور جو اُس سے دشمنی کرے تو بھی اُس سے دشمنی کر۔" جیسے بعض زائد الفاظ پر بعض اہل العلم، اہل الحدیث والسنہ نے صحیح کا حکم لگایا ہے۔ مگر صحیح بات یہ ہے کہ اس طرح کے الفاظ صحیح سند سے ثابت نہیں ہیں۔ بعینہٖ یہ جو الفاظ ہیں: "أُنْصُرْ مَنْ نَصَرَهُ وَاخْذُلْ مَنْ خَذَلَهُ، وَأَدِرِ الْحَقَّ مَعَهُ حَيْثُ دَارَ." تو یہ بھی نبی کریم ﷺ پر جھوٹ باندھا گیا ہے۔ ❶

اور جہاں تک نبی مکرم ﷺ کے "غدیر خم" والے مقام پر خطبہ و خطاب کا تعلق ہے تو اس کا ایک نہایت مناسب سبب تھا۔ اس سبب کا ذکر درج ذیل حدیث میں بیان ہوا ہے۔

((فَعَنْ بُرَيْدَةَ بْنِ الْحُصَيْبِ رضی اللہ عنہ قَالَ: بَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ عَلِيًّا إِلَى خَالِدِ بْنِ الْوَلِيْدِ فِي الْيَمَنِ لِيُخَمِّسَ الْغَنَائِمَ وَيَقْبِضَ الْخُمُسَ، فَلَمَّا خَمَّسَ الْغَنَائِمَ كَانَتْ فِي الْغَنَائِمِ وَصِيْفَةٌ هِيَ أَفْضَلُ مَا فِي السَّبْيِ، فَصَارَتْ فِي الْخُمُسِ، ثُمَّ إِنَّ عَلِيًّا خَرَجَ وَرَأْسُهُ مُغَطًّى وَقَدِ اغْتَسَلَ، فَسَأَلُوْهُ عَنْ ذٰلِكَ، فَأَخْبَرَهُمْ أَنَّ الْوَصِيْفَةَ الَّتِي كَانَتْ فِي السَّبْيِ صَارَتْ لَهُ فَتَسَرَّى بِهَا، فَكَرِهَ الْبَعْضُ ذٰلِكَ مِنْهُ، وَقَدِمَ بُرَيْدَةُ بْنُ الْحُصَيْبِ بِكِتَابِ خَالِدٍ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، وَكَانَ مِمَّنْ يُبْغِضُ عَلِيًّا، فَصَدَّقَ عَلِيٌّ كِتَابَ خَالِدِ الَّذِيْ تَضَمَّنَ مَا فَعَلَهُ عَلِيٌّ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: **"يَا بُرَيْدَةُ، أَتُبْغِضُ عَلِيًّا؟"** فَقَالَ: نَعَمْ، قَالَ: **"لَا تُبْغِضْهُ، فَإِنَّ لَهُ فِي الْخُمُسِ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ"**.)) ❷

"جناب بریدہ بن الحصیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے یمن میں (امارت و جہاد پر فائز) سیّدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی طرف جناب علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کو بھیجا تا کہ خالد بن ولید مالِ غنیمت میں سے پانچواں حصہ الگ کر لیں اور علی رضی اللہ عنہما پانچویں حصہ کو اپنے ہاں وصول کر کے مدینہ لے آئیں۔ چنانچہ سیّدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جب اموالِ غنیمت کا پانچواں حصہ الگ کیا تو اس غنیمت کے اموال میں ایک نوعمر لڑکی بھی تھی۔ جو کہ تمام قیدیوں میں سب سے زیادہ فضیلت والی

❶ دیکھئے: الشیخ الالبانی رحمہ اللہ کی: "السلسلة الصحيحة" نمبر ١٧٥٠.

❷ مجمع الزوائد ١٢٧/٢، قال الهيثمي: رجاله رجال الصحيح غير عبد الجليل بن عطية، وهو ثقة صرح بالسماع، وفيه لين، صحيح البخاری: ٤٣٥٠۔ مسند احمد: ٣٥١/٥.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھی۔ (یعنی حسن و خوبصورتی اور عقلمندی و دانائی کی وجہ سے) اور یہ لڑکی خمس (غنیمت کے پانچویں حصے) میں آ گئی۔ اس کے بعد (کہ جب مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ، خمس جناب علی رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا گیا۔) سیّدنا علی رضی اللہ عنہ (اپنے گھر یا خیمہ سے) باہر تشریف لائے تو اُن کا سر ڈھکا ہوا تھا (کسی تولیہ نما کپڑے سے) اور آپ غسل کر کے باہر نکلے تھے۔ صحابہ کرام نے اُن سے اس بارے میں پوچھا تو اُنھوں نے بتلایا کہ: یہ نوعمر لڑکی جو قیدیوں میں شامل ہے وہ چونکہ اُن کی ہو چکی ہے اس لیے آپ رضی اللہ عنہ نے اسے پسند کر لیا ہے۔ (یعنی اُس سے مباشرت کر لی ہے۔) یہ سن کر بعض صحابہ کرام نے آپ کے اس عمل کو ناپسند جانا۔ اور پھر بریدہ بن حصیب سیّدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہما کا ایک خط لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے (کہ جس میں اس واقعہ کی اطلاع تھی۔) بریدہ بن حصیب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ناراضگی اختیار کرنے والوں میں سے تھے۔ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا خط پڑھوا کر سنا) تو جناب علی رضی اللہ عنہ نے (کہ جو اس وقت خمس کا مال لے کر یمن سے مکہ پہنچ چکے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حج کے لیے ان دنوں مکہ مکرمہ میں تشریف فرما تھے۔ پھر حج کے بعد مدینہ واپسی ہوئی تو جناب علی رضی اللہ عنہ بھی ہمراہ تھے۔ لگتا ہے کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا خط نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ''غدیر خم'' کے مقام پر پہنچا تھا اور پھر آپ رضی اللہ عنہ نے) اس خط کی تصدیق کی جو سیّدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی طرف سے آیا تھا اور یہ جناب علی رضی اللہ عنہ کے اُس لونڈی کے ساتھ عمل کے بیان سے متعلق تھا۔ یہ سن کر نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بریدہ رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا: اے بریدہ! کیا تم علی (رضی اللہ عنہ) سے بغض رکھتے ہو؟ (اُن سے کیا ناراض ہو؟) تو اُنھوں نے فرمایا: جی ہاں! (میں اُن سے ناراض ہوں۔) فرمایا: اُن سے بغض نہ رکھو۔ اس لیے کہ بلاشبہ علی رضی اللہ عنہ کا اس خمس (مالِ غنیمت کے پانچویں حصے) میں اس لونڈی سے بھی زیادہ حصہ ہے۔'' [1]

---

[1] یہ مجمع الزوائد کی روایت کے الفاظ ہیں۔ مسند احمد (۳۵۱/۵) میں بعض الفاظ کا اس روایت سے جو فرق ہے وہ بھی ہم درج کیے دیتے ہیں تاکہ اشکال مزید دور ہو جائے۔ جناب بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں علی رضی اللہ عنہ سے بہت بغض رکھتا تھا۔ (بڑا غصہ تھا مجھے اُن پر) ایسی ناراضگی کہ جو میں نے کبھی کسی اور سے نہیں کی تھی۔ اسی طرح میں قریش کے ایک شخص (خالد بن ولید رضی اللہ عنہ) سے محبت کرتا تھا اور اس سے میری محبت کی وجہ بھی یہی تھی کہ وہ صاحب بھی علی رضی اللہ عنہ سے ناراض تھے۔ چنانچہ اس قریشی شخص کو ایک گھڑ سوار لشکر کا امیر مقرر کر کے (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے) ملک یمن کی طرف بھیجا گیا۔ میں بھی اس امیر لشکر کے ہمراہ وہاں گیا اور ہم نے کچھ لوگوں کو قیدی بنا لیا۔ اس امیر لشکر (خالد بن ولید رضی اللہ عنہ) نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خط لکھا کہ آپ ہماری طرف کسی شخص کو بھیجئے جو مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ ہم سے وصول کر لے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف اس کام کے لیے جناب علی رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمایا۔ قیدیوں میں ایک نوخیز و نوعمر لڑکی تھی...... جب میں نے جناب علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا: اے ابوالحسن! یہ کیا ہے؟ تو اُنھوں نے کہا: کیا تم لوگوں نے اس نوخیز و نوعمر لڑکی کو نہیں دیکھا جو قیدیوں میں شامل تھی اسے میں نے خمس میں شامل کر لیا۔ اب وہ غنیمت کے پانچویں حصے میں شامل ہو گئی ہے (جو کہ اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ ہے۔) پھر وہ اہل بیت النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) ⇐

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب حجۃ الوداع کا موقع تھا سیّدنا علی رضی اللہ عنہ یمن سے واپس پلٹے تھے تاکہ آپ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ فریضہ حج ادا کرلیں۔ آپ رضی اللہ عنہ اپنے ہمراہ قربانی (ہدی) کا جانور بھی لائے تھے۔ جناب علی رضی اللہ عنہ یمن سے جلدی میں نکل آئے تھے تاکہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مکہ میں آن ملیں۔ پیچھے یمن میں آپ نے اپنے لشکر پر اپنا ایک ساتھی امیر مقرر کردیا تھا۔ اس نئے امیر نے پورے لشکر کو اچھے کپڑے کی پوشاکیں پہنا دیں۔ (یہ لشکر بھی جناب علی رضی اللہ عنہ کے پیچھے پیچھے مکہ آرہا تھا۔) یہ کپڑا کہ جس کی پوشاکیں امیر لشکر نے سپاہیوں کو پہنائی تھیں اسے جناب علی رضی اللہ عنہ وہاں سے اپنے ہمراہ لائے تھے۔ جب یہ لشکر مکہ کے قریب پہنچا تو سیّدنا علی رضی اللہ عنہ ان سے ملاقات کے لیے مکہ سے باہر نکلے۔ دیکھا تو سب نے پوشاکیں پہن رکھی ہیں۔ اپنے نائب سے پوچھا: تیری بربادی ہو! یہ کیا ہے؟ اس نے کہا: میں نے پورے لشکر کو یہ لباس پہنا دیا تاکہ جب وہ لوگوں میں آئیں تو اچھے دکھائی دیں۔ فرمایا: تیری بربادی ہو! ان لوگوں کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچنے سے پہلے پہلے یہ لباس ان سے اتروالو۔ چنانچہ اس نائب نے یہ پوشاکیں سپاہیوں سے اتروالیں اور انھیں واپس کپڑے میں بدل دیا۔ اس عمل سے کہ جو سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے لشکر والوں کے ساتھ کیا تو وہ لوگ اس کا شکوہ کرنے لگے۔ [1]

تو جب لوگ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا (لگاتار) شکوہ کرتے چلے گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (غدیر خم کے مقام پر پہنچنے کے بعد) لوگوں کے درمیان خطبہ ارشاد فرمانے کے لیے کھڑے ہوگئے۔ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: بلاشبہ سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے متعلق اس لشکر میں جب کثرت کے ساتھ اس سبب سے قیل وقال ہونے لگی کہ آپ نے انھیں صدقہ (زکوٰۃ) کے اونٹ استعمال کرنے سے منع فرمایا تھا اور دوسرا یہ کہ آپ رضی اللہ عنہ نے ان لشکر والوں سے وہ پوشاکیں واپس لے لی تھیں کہ جو ان کو آپ رضی اللہ عنہ کے نائب نے دی تھیں تو اس بناء پر جب رسول

⇐⇐ میں سے ہوگئی اور اس کے بعد وہ آل علی میں سے ہوگئی، اب میں نے اس سے مباشرت کرلی ہے۔'' جناب بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اس قریشی سردار (خالد بن ولید رضی اللہ عنہ) نے یہ واقعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو لکھ بھیجا...... یہ خط میں ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر آیا تھا۔ چنانچہ میں نے آپ کے پاس پہنچ کر اس خط کو پڑھنے لگا اور علی رضی اللہ عنہ خط کی تصدیق کرتے جاتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ہاتھ اور خط کو تھام کر دریافت فرمایا: بریدہ! کیا تم علی سے بغض رکھتے ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ فرمایا: اُس سے تم بغض نہ رکھو اور نہ اس کو ناراض کرو۔ اگر تم اس سے محبت کرتے ہو تو اس محبت میں اضافہ کرو۔ اُس ذات اقدس کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے۔ اس غنیمت کے پانچویں حصے میں آل علی بن ابی طالب کا حصہ اس نوخیز ونوعمر لڑکی سے زیادہ افضل ہے۔ جناب بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے بعد میرے نزدیک تمام لوگوں میں سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کوئی زیادہ محبوب نہیں رہا۔'' یہ روایت آگے مسند احمد میں ۵/۳۵۶ پر اور ۵/۳۵۹ پر بھی ہے۔

[1] تفصیل کے لیے دیکھیے: البدایة والنهایة ٥/٩٥۔ السیرة النبویة لابن هشام ٤/٢٥٩۔ قال ابن کثیر: هذا السیاق أقرب من سیاق البیهقي۔ دلائل النبوة ٥/٣٩٨۔ رغم أنه قال عن روایة البیهقي: هذا إسناد جید علی شرط النسائي.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ ﷺ اپنے حج سے واپس پلٹے اور اپنے مناسک حج سے فارغ ہو گئے اور واپسی مدینہ منورہ والے راستے پر آپ کا گذر غدیر خم سے ہوا، آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں خطبہ ارشاد فرمانے کے لیے کھڑے ہو گئے اور آپ نے جناب علی رضی اللہ عنہ کی غلطی سے برأت بیان کرتے ہوئے آپ کی قدر و منزلت کو بیان فرما کر آپ رضی اللہ عنہ کی فضیلت سے خبردار فرمایا۔ تاکہ بہت سارے لوگوں کے دلوں میں آپ رضی اللہ عنہ کے متعلق جو بات بیٹھ گئی تھی وہ زائل ہو جائے۔ ❶

نبی مکرم ﷺ نے اس گفتگو کو مؤخر کیے رکھا حتیٰ کہ آپ نے حجۃ الوداع سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ کی طرف واپسی کا سفر شروع کر دیا۔ یہ گفتگو آپ ﷺ نے مکہ مکرمہ میں حج کے موقع پر یا یوم عرفہ کو نہیں فرمائی۔ بلکہ بلاشبہ آپ نے اس معاملے کو مؤخر کر دیا حتیٰ کہ آپ واپس پلٹنے کے لیے مکہ سے روانہ ہو گئے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ معاملہ خاص مدینہ والوں سے متعلق تھا۔ اس لیے کہ جن لوگوں نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں گفتگو کی تھی وہ مدینہ کے رہنے والے تھے اور یہی لوگ جنگ میں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔

غدیر خم مقام جحفہ کے بالکل قریب ہے اور یہ مقام مکہ مکرمہ سے تقریباً دو سو پچاس کلومیٹر کی مسافت پر (مدینہ منورہ کے پرانے راستے پر) واقع ہے۔ جو شخص یہ کہتا ہے کہ یہ مقام حاجیوں کے ایک دوسرے سے جدا ہونے کی جگہ ہے تو یہ بات قطعاً درست نہیں۔ (ایسے آدمی کو نہ ہی مکہ مکرمہ کے بارے میں پوری معلومات ہیں اور نہ ہی مکہ کے دور و نزدیک والے گرد و نواح کے بارے میں خبر ہے۔) اس لیے کہ حاجیوں کے جمع (اکٹھا) ہونے کی جگہ مکہ مکرمہ ہے اور ایک دوسرے سے جدا ہونے کا مقام بھی مکہ ہی ہے۔ حاجیوں کا ایک دوسرے سے جدا ہونے کا مقام مکہ مکرمہ سے دور ہو ہی نہیں سکتا۔ خاص طور پر مکہ سے اڑھائی سو کلومیٹر کی دوری پر کبھی بھی ممکن نہیں ہے۔ اس لیے کہ حج کے بعد مکہ والے مکہ میں ہی رہ جاتے ہیں۔ طائف اور اس سے پچھلے علاقوں (مشرق کی طرف) والے طائف کی طرف چلے جاتے ہیں۔ یمن والے یمن (جنوب) کی طرف پلٹ جاتے ہیں اور عراق، مدینہ اور شام وغیرہ والے (شمال) اس طرف چلے جاتے ہیں۔ اسی طرح اپنے حج سے فارغ ہونے والا ہر شخص اپنے ملک کی طرف واپس پلٹ جاتا ہے۔ یہی حال عرب قبائل کا ہے کہ وہ اپنے اپنے پڑاؤ کی طرف واپس چلے جاتے ہیں۔ تو اس سفر میں نبی مکرم ﷺ کے ہمراہ (غدیر خم تک پہنچتے پہنچتے) صرف اہل مدینہ ہی رہ گئے تھے۔ یا پھر وہ لوگ کہ جن کے لیے یہی مدینہ منورہ والا راستہ ہی ان کے گھروں کی طرف جاتا تھا۔ یہی وہ لوگ تھے کہ جن کے درمیان کھڑے ہو کر رسول اللہ ﷺ نے یہ خطبہ ارشاد فرمایا تھا۔

---

❶ دیکھیے: البدایة والنهایة جلد: ۵، ص: ۹۵.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رافضی شیعوں اور اہل السنہ والجماعۃ کے درمیان جو اختلاف ہے وہ دراصل نبی مکرم ﷺ کے فرمان کے مفہوم سے متعلق ہے نہ کہ اس فرمان کے ثابت ہونے یا ثابت نہ ہونے کے بارے میں۔ چنانچہ روافض کہتے ہیں: نبی مکرم ﷺ کے ارشاد: "مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ." کا معنی ہے کہ: ''جس کا میں والی (حاکم وفرمانروا) ہوا، اُس کا علی بھی والی (حاکم وسرپرست اور فرمانروا) ہوا۔ رضی اللہ عنہ'' مگر اہل السنہ والجماعۃ سلف صالحین کے منہج پر گامزن لوگ کہتے ہیں: آپ کے اس فرمان کا معنی یہ ہے کہ یہاں "مَـوْلَاه" میں مذکور ولایت نہیں بلکہ "مَـوَالَاةٌ" ہے جو مدد اور محبت کا مجموعہ ہوتی ہے۔ یعنی ''دوستی'' جس کی ضد ''دشمنی'' ہوتی ہے۔ یوں اس جملہ کا معنی ہوگا: ''جس کا میں (محبت و مدد کرنے والا) دوست ہوا، علی (رضی اللہ عنہ) بھی اُس کا دوست ہے۔'' یہ معنی ومفہوم درج ذیل چند اُمور واسباب کی وجہ سے ہے۔

(ا)...... بعض روایات میں درج ذیل الفاظ زائد بھی مروی ہیں اور بعض اہل علم نے اس زیادتی کو صحیح تسلیم کیا ہے۔ نبی مکرم ﷺ نے بطور دعا یوں بھی فرمایا: "اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ...... اے اللہ! اُس سے تو بھی دوستی، محبت فرما کہ جس سے وہ (علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ) دوستی، محبت کرے اور اُس سے تو بھی دشمنی کر جس سے وہ دشمنی کرے۔''

تو "فَعَلِيٌّ مَوْلَاه" والے فرمان کی شرح یہاں پر مذکور دشمنی والے لفظ نے کردی اور یہ سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس دشمنی کے برعکس دوستی کے معنی کو واضح کر رہا ہے۔

(ب)...... (جیسا کہ پیچھے بھی بیان ہوا۔) "مولاہ" کا لفظ متعدد معانی پر دلالت کرتا ہے۔ چنانچہ ابن الاثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کلمہ "اَلْمَوْلٰى" ان معانی کے لیے آتا ہے: بمعنی رب، بمعنی مالک بمعنی، منعم (نعمتیں عطا کرنے والا) بمعنی ناصر (مددگار)، بمعنی محبّ، حلیف، غلام، آزاد کردہ غلام، چچا زاد بھائی اور بمعنی داماد۔ عربوں کے ہاں اس لفظ کے یہ تمام معانی موقع محل کی مناسبت سے استعمال ہوتے ہیں۔ ❷

(ج)...... اس حدیث غدیر خم میں ایک لفظ بھی سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کی امامت وخلافت پر دلالت نہیں کرتا۔ اس لیے کہ نبی کریم ﷺ نے اگر اپنے بعد بلافصل سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا ارادہ فرمایا ہوتا تو آپ ﷺ ایسا لفظ کبھی استعمال نہ فرماتے جو کثیر المعانی ہو اور اُس سے اشکال پیدا ہوتا ہو۔ جبکہ رسول اللہ ﷺ تمام کے تمام عربوں میں سب سے زیادہ فصیح اللسان تھے۔ آپ بالصراحۃ یوں فرما سکتے تھے: عَلِيٌّ خَلِيفَتِي

---

❶ دیکھئے: الشیخ محمد ناصر الدین الالبانی رحمہ اللہ کی "السلسلة الصحيحة" حديث: ١٧٥٠.

❷ دیکھئے: النهاية في غريب الحديث: جلد ٥، ص ٢٢٨.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مِن بَعْدِي۔ یا...... عَلِيٌّ الإمامُ مِن بَعْدِي یا...... إذا أنا مِتُّ فَاسْتَمِعُوْا وَاَطِيْعُوا لِعَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ ...... وغیرھا۔ لیکن نبی کریم ﷺ نے ایسا کوئی جملہ، فقرہ یا لفظ استعمال نہیں فرمایا جو امت میں اختلاف کے وقت اس اختلاف کو ختم کرے اور ہمیشہ کے لیے حد فاصل کا کام دے۔ بلکہ آپ ﷺ نے تو فرمایا: "مَنْ کُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ...... کہ جس سے ایک خاص معاملہ کی وجہ سے جناب علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کے دلوں میں پیدا ہونے والے ایک غبار کا علاج مقصود تھا اور وہ علاج ہو گیا بحمد اللہ العزیز، جیسا کہ پیچھے حاشیہ میں مسند احمد کی روایت میں سیّدنا بریدہ رضی اللہ عنہ کے آخری الفاظ سے واضح ہوتا ہے۔ [1]

(د)...... اللہ عزوجل ارشاد فرماتے ہیں:

﴿فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَّلَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مَاْوٰىكُمُ النَّارُ هِيَ مَوْلٰىكُمْ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ﴾ (الحدید: ۵۷)

"سو آج نہ تم سے کوئی فدیہ لیا جائے گا اور نہ ان لوگوں سے جنھوں نے انکار کیا، تمھارا ٹھکانا ہی آگ ہے، وہی تمھاری دوست ہے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔"

تو یہاں اللہ رب العالمین نے جہنم کو کافروں کی "مولیٰ" قرار دیا ہے۔ (تو کیا اس کا معنی بھی رافضی یہاں پر امام و خلیفہ کا کریں گے؟) اور یہ جہنم کا شدت کے ساتھ ان کو چمٹے رہنے اور ان کے ساتھ مل جانے کی وجہ سے کلمہ استعمال ہوا ہے۔

(ھ)...... موالاۃ...... دوستی ومحبت والی صفت سیّدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کے لیے رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ میں بھی ثابت تھی، آپ کی وفات کے بعد بھی (اہل ایمان واسلام) بلا امتیاز سب کے سب آپ سے محبت و دوستی رکھتے تھے اور سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد بھی آپ سے محبت رکھتے ہیں۔ سو آپ رضی اللہ عنہ اس معنی میں رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد بھی مومنین کے مولیٰ (محبوب دوست) تھے اور اپنی وفات کے بعد بھی۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ اب بھی ہمارے محبوب دوست (مولانا) ہیں، جیسے کہ اللہ عزوجل کا ارشاد گرامی ہے۔ فرمایا: "إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا"...... (مسلمانو! یہود ونصاریٰ تمھارے دوست نہیں ہوسکتے) بلکہ تمھارے محبوب دوست تو اللہ رب العالمین، اس کا رسول (محمد النبی الکریم ﷺ) اور ایمان والے ہیں۔" (المائدہ:۵۵) اور سیّدنا علی رضی اللہ عنہ وارضاہ کا شمار اہل ایمان (مومنین اوّلین ومہاجرین) کے سادات

---

[1] مزید تفصیل کے لیے دیکھئے: حقبة من التاریخ ص ۱۸۵.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ہوتا ہے۔ ❶

(و)......سیّدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہما والی حدیث کے بارے میں امام محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس ولاء سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی ولاء (دوستی اور محبت) مراد لی ہے۔ جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ ﴾ (محمد: ۱۱)

''یہ اس لیے کہ بے شک اللہ ان لوگوں کا مددگار ہے جو ایمان لائے اور اس لیے کہ بے شک جو کافر ہیں ان کا کوئی مددگار نہیں۔'' ❷

سو یہ حدیث مبارک اس بات پر دلالت نہیں کرتی کہ: سیّدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد (مباشرتاً بلافصل) خلیفہ ہوں گے بلکہ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ: سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا شمار اللہ عزوجل کے اولیاء کرام میں سے ہوتا ہے اور آپ کے ساتھ دوستی و محبت رکھنا لازم ہے۔ یہاں اس حدیث مبارک میں مذکور ''موالاۃ'' سے مراد محبت، نصرت اور تائید ہے۔ ❸

غدیر خم کے مقام پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خطبہ ارشاد فرمایا تھا اس سے بالعموم ظاہری طور پر بالکل یہی مفہوم واضح ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے مراد سیّدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو غلطی کا تصور اُن کے ساتھیوں میں پھیل گیا تھا (غنیمت والی قیدی ایک نوخیز ونوعمر لڑکی کے ساتھ مباشرت ومجامعت کرنے میں جلدی کرنے اور اپنے لشکر کے سپاہیوں سے پوشاکیں واپس لے لینے کی وجہ سے) اُسے دور کرتے ہوئے آپ کی برأت کا اعلان، آپ رضی اللہ عنہ کے مرتبہ و مقام کو بلند کرنا اور آپ کی فضیلت کے بارے میں لوگوں کو خبردار کرنا تھا۔ تاکہ آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ والے ان لوگوں کے دلوں میں آپ کے متعلق بیٹھ جانے والے غبار کو زائل کیا جا سکے جو آپ کے ہمراہ یمن کی مہم میں تھے اور انھوں نے مذکور بالا بعض اُمور میں آپ کا مؤاخذہ کیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج کے موقع پر اس ازالہ کے متعلق کچھ نہیں کرنا چاہتے تھے۔ اس لیے کہ اس تکلیف دہ واقعہ کے پھیل جانے کے باوجود ابھی تک یہ معاملہ مدینہ والوں تک ہی محدود تھا۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاملہ کو مدینہ منورہ

---

❶ سیّدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: النبی الامی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے اس بات کا عہد فرمایا تھا کہ: إِنَّهُ لَا يُحِبُّكَ إِلَّا مُؤْمِنٌ وَلَا يَبْغَضُكَ إِلَّا مُنَافِقٌ۔ بلاشبہ تم سے صرف مومن آدمی ہی محبت کرے گا اور تم سے بغض و دشمنی اور نفرت کرے گا تو صرف منافق آدمی۔

(جامع الترمذی/ کتاب المناقب عن رسول اللہ ﷺ/ باب مناقب علي بن ابی طالب رضی اللہ عنہ/ حدیث: ۳۷۳۶۔ قال ابو عیسٰی: هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ۔ ووافقه الألبانيّ)

❷ دیکھیے: النهاية في غريب الحديث جلد۵، ص ۲۲۸.

❸ دیکھیے: حقبة من التاريخ ص ۱۸۷.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہنچ لینے تک بھی مؤخر نہیں کیا تا کہ منافقین اپنی سازشوں کے لیے اس واقعہ (نوخیز و نوعمر لونڈی سے جناب علی رضی اللہ عنہ کی مباشرت و مجامعت آپ ﷺ تک پہنچنے اور آپ کی تقسیم و اجازت سے پہلے اور اپنے ہی ساتھیوں سے بعض معاملات کو واپس لے لینے والے واقعات کی وجہ سے آپ کے خلاف بعض لوگوں کے دلوں میں غبار آ جانے والے واقعہ) سے ناحق فائدہ نہ اُٹھا سکیں۔ ❶

نبی مکرم ﷺ کے اس خطبہ پر دوسرا سبب جو وہ دلالت کرتا ہے وہ یہ ہے کہ آپ نے اپنے اس خطبہ سے مراد یہ لیا تھا کہ: اُن لوگوں کے سامنے سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کی فضیلت کو بیان کر دیا جائے کہ جو ابھی تک آپ کے فضل و مرتبہ سے ناواقف تھے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ؛ جب حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ نبی مکرم ﷺ کے سامنے کھڑے ہو کر سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں تنقیص کرنے لگے (کیونکہ انھوں نے جناب علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے سختی اور بے رخی کا ایک معاملہ جو دیکھ لیا تھا۔ حالانکہ شریعت مطہرہ میں اس معاملہ کا ایک حصہ جائز اور دوسرا ممدوح ہے مگر جناب بریدہ رضی اللہ عنہ کو اس کا علم نہ تھا) تو رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مبارک متغیر ہو گیا۔ اور پھر فرمایا:

((يَا بُرَيْدَةُ ، أَلَسْتُ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ؟ فَقَالَ بُرَيْدَةُ: بَلَى ، يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ، قَالَ: "مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ".)) ❷

''اے بریدہ! کیا میں (قرآن کی رو سے) تم مسلمانوں، مومنوں پر خود ان کے اپنے آپ سے زیادہ مہربان و شفیق نہیں ہوں؟ ❸ تو جناب بریدہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: کیوں نہیں اے اللہ کے رسول (ﷺ) فرمایا: (پھر جان لو کہ میں نے علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کو تم لوگوں پر یمن والی مہم کے لیے امیر مقرر کیا تھا تو اس معاملے میں تم لوگوں پر زیادتی نہیں کی تھی اور یہ کہ) جس کا میں محبوب دوست ہوا (ہر مومن، مسلمان کا کہ جس کی بھلائی، خیر خواہی میں اُس کی اپنی ذات سے زیادہ کرتا ہوں) علی بھی اس کا دوست اور محبّ ہے۔ رضی اللہ عنہ''

---

❶ تفصیل کے لیے دیکھیے: صالح الشامی کی کتاب ''اضواء علی دراسة السّیة النبویة'' ص ۱۱۳، ۱۱۴ اور ''أثر التشیع علی الروایات التاریخیة'' ص ۲۰۴۔

❷ السلسلة الصحيحة للألباني رحمه الله جلد نمبر ٤، ص ٣٣٦، وهذا إسناد صحيحٌ على شرط الشيخين.

❸ جیسا کہ اللہ رب العالمین نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا ہے:
﴿ اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُهٰجِرِيْنَ اِلَّاۤ اَنْ تَفْعَلُوْۤا اِلٰۤى اَوْلِيٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًا كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ﴾ (الاحزاب: ٦)
''یہ نبی مومنوں پر ان کی جانوں سے زیادہ حق رکھنے والا ہے اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں اور رشتے دار اللہ کی کتاب میں ان کا بعض، بعض پر دوسرے ایمان والوں اور ہجرت کرنے والوں سے زیادہ حق رکھنے والا ہے مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں سے کوئی نیکی کرو۔ یہ (حکم) کتاب میں ہمیشہ سے لکھا ہوا ہے۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس خطبہ غدیر خم والے موضوع پر دکتور محمد علی السالوس نے اپنی کتاب "مع الشیعة الاثناء عشریة فی الاصول والفروع" میں نہایت تحقیق شدہ ایک ریسرچ درج کرتے ہوئے غدیر خم والے خطبہ پر گفتگو کرتے وقت نبی کریم ﷺ کی امت کو کتاب وسنت کے ساتھ تمسک والی نصیحت و وصیت کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ اور پھر دکتور موصوف نے "تمسك بالكتاب والعتره...... کتاب اللہ العزیز اور نبی کریم ﷺ کی آل و نسل کو مضبوطی سے تھامے رکھنے" والی روایات کا دراسہ بھی نہایت مضبوط انداز سے خوب پیش کیا ہے۔ ان روایات پر دکتور السالوس نے ان روایات پر علمی مناقشہ کرتے ہوئے ان پر حکم بھی لگایا ہے اور پھر کہا ہے کہ: جو کچھ پیچھے بیان ہوا، ہم دیکھ رہے ہیں کہ: ثقلین والی حدیث (جو پیچھے بیان ہوئی ہے۔) اُن احادیث مبارکہ میں سے ہے کہ جن کی سند بھی صحیح ہے اور جن کا متن بھی صحیح ہے اور یہ کہ وہ آٹھوں روایات جو کتاب اللہ الکریم کے ساتھ ساتھ نبی کریم ﷺ کی آل ونسل مبارک کے تمسک کا حکم دیتی ہیں، ان میں سے کوئی ایک روایت بھی ضعف سند ومتن سے خالی نہیں۔ ❶

ان روایات کے متون میں ہم اس بات کی اطلاع واخبار دیکھتے ہیں کہ: کتاب اللہ العزیز اور اہل البیت اطاعت کے لیے کبھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوسکتے حتیٰ کہ قیامت والے دن یہ دونوں چیزیں (کتاب اللہ اور اہل بیت) حوض کوثر پر نبی کریم ﷺ سے آن ملیں۔ اسی لیے ان دونوں کے ساتھ تمسک واجب ہے۔ مگر اصل حقائق ان اخبار و روایات کی مخالفت کرتے ہیں۔ بات حقیقت یہی ہے کہ: اہل بیت کے لیے لوگوں کو شیعہ بنانے والے روافض خود بھی گمراہ ہیں اور لوگوں کو بھی گمراہ کر رہے ہیں۔ آل بیت النبی کی طرف منسوب لوگوں میں یہ بات پائی جاتی ہے کہ وہ ہمیشہ دنیاوی مفادات کے لیے ہی لوگوں کو اُبھارتے ہیں اور یہی اُن کا مقصود ہوتا ہے۔ (مسلمان ممالک میں سے اکثر ملکوں پر روافض کا اس وقت قبضہ اور عامۃ المسلمین پر اُن کا کھلم کھلا ظلم اس کے لیے کس قدر واضح دلیل ہے۔)

دوسری جانب صورتِ حال یہ ہے کہ: کتاب اللہ العزیز اور سنت رسول اللہ الکریم کے ساتھ عملی تمسک گمراہی سے دور کر کے راہِ نجات و ہدایت الی صراط مستقیم عطا کرتا ہے۔ اگر اہل البیت ان دونوں مصادر شریعت کو عملاً مضبوطی سے تھام لیں تو واللہ العظیم! انہیں نبی مکرم ﷺ کی طرف خاندانی نسبت والی فضیلت کے ساتھ ساتھ اس تمسک والے شرف کی فضیلت بھی حاصل ہو جائے۔ پھر وہ اس بات کے مستحق ہو جائیں کہ وہ ایسے امام

❶ اس ضعف و وضعیت کے باوجود موسوی کی کتاب "المراجعات" (ص ۵۱) میں درج ہے کہ: یہ روایات متواترہ ہیں۔ کیا اس سے بڑا بھی کوئی جھوٹ ہوگا؟ علاوہ ازیں اس کتاب کے مصنف نے دیگر کچھ روایات بھی اس میں درج کی ہیں جو ان سے بھی زیادہ ضعیف اور موضوع ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بنیں کہ جن کی ہم بخوشی اقتداء کریں۔ جیسا کہ اللہ عزوجل نے قیادت و امامت کے حقدار لوگوں کے متعلق فرمایا کہ وہ دعا کرتے ہیں:

﴿ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ إِمَامًا ﴾ (الفرقان: ٧٤)

''اور وہ جو کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں ہماری بیویوں اور اولادوں سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیزگاروں کا امام بنا۔''

تو وہ روایات کہ جن کی اسناد بھی ضعیف ہیں، اُن کا متن بھی موضوع وضعیف ہے۔ اس کے باوجود بفرضِ محال اگر ان میں سے کوئی روایت صحیح ثابت بھی ہو جائے تو بھی وہ دور، قریب والے کسی قرینہ کے ساتھ بارہ اماموں کی امامت کے وجوب پر دلالت نہیں کرتی اور نہ ان کے منصب خلافت پر حقدار ہونے کے لیے۔ ❶

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ جس حدیث میں: ''کِتَابَ اللّٰهِ وَعِتْرَتِيْ، اَهْلَ بَيْتِيْ'' کے الفاظ آئے ہیں، وہ حدیث ضعیف ہے، صحیح نہیں۔ ❷ اس کے بعد امام موصوف رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اہل العلم والحدیث اور فقہاء کی ایک بہت بڑی جماعت نے اس ضعیف حدیث کا جواب دیتے ہوئے جو لکھا، لکھوایا

---

❶ مع الشيعة الإثناء عشرية جلد١، ص ١٣٦.

❷ یہ حدیث جس کا اوپر ذکر ہو رہا ہے، جامع الترمذی اور مسند الامام احمد میں ان الفاظ کے ساتھ درج ہے: جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حجۃ الوداع کے موقع پر ۹ ذوالحجہ کو (عرفات میں) خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے دیکھا اور اس وقت آپ اپنی قصواء اونٹنی پر سوار تھے۔ فرمایا: یَا أَیُّهَا النَّاسُ! إِنِّیْ تَرَكْتُ فِیْكُمْ مَا إِنْ أَخَذْتُمْ بِهِ لَنْ تَضِلُّوْا: كِتَابَ اللّٰهِ وَعِتْرَتِيْ، أَهْلَ بَیْتِيْ'' لوگو! بلاشبہ میں نے تمہارے اندر ایسی چیز چھوڑی ہے کہ اگر تم اس کو (عملاً وعلماً) تھامے رکھو گے تو تم ہرگز گمراہ نہیں ہوگے۔ ایک اللہ کی کتاب اور دوسری میری آل ونسل، یعنی میرے اہل بیت۔'' (جامع الترمذي، كتاب المناقب، باب مناقب اهل بيت النبي ﷺ، حديث: ٣٧٨٦)

(۲) جامع الترمذی کے اسی باب میں ایک حدیث چھوڑ کر اگلی حدیث کی روایت اور اس کے الفاظ اس طرح ہیں: سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''إِنِّي تَارِكٌ فِيكُمْ مَا إِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِ لَنْ تَضِلُّوا بَعْدِي، أَحَدُهُمَا أَعْظَمُ مِنَ الْآخَرِ، كِتَابُ اللّٰهِ حَبْلٌ مَمْدُودٌ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ، وَعِتْرَتِي، أَهْلُ بَيْتِي، وَلَنْ يَتَفَرَّقَا حَتَّى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ فَانْظُرُوا كَيْفَ تَخْلُفُونِي فِيهِمَا (حديث: ٣٧٨٨)...... بلاشبہ میں تمہارے اندر وہ چیز چھوڑ رہا ہوں کہ جسے تم (عملاً وعلماً) مضبوطی سے اگر تھام لو گے تو تم میرے بعد کبھی بھی ہرگز گمراہ نہیں ہوگے۔ ان میں سے ایک دوسرے سے بڑا ہے اور وہ اللہ کی کتاب (قرآن عظیم) ہے کہ جو آسمان سے زمین تک لٹکائی گئی ایک (لمبی) رسی ہے۔ دوسری چیز میری آل ونسل ہے۔ یعنی میرے اہل بیت۔ یہ دونوں کبھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے حتیٰ کہ میرے پاس حوضِ کوثر پر آن ملیں۔ سو دیکھتے رہنا۔ (غور وفکر کرنا) کہ میرے بعد ان دونوں کے بارے میں تم لوگ میرے پیچھے کیسے چلتے ہو؟ (اس پر حسن صحیح کا حکم لگایا گیا ہے۔)

(۳) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''إِنِّي تَارِكٌ فِيكُمُ الثَّقَلَيْنِ، أَحَدُهُمَا أَكْبَرُ مِنَ الْآخَرِ، كِتَابُ اللّٰهِ حَبْلٌ مَمْدُودٌ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ، وَعِتْرَتِي؛ أَهْلُ بَيْتِي، وَإِنَّهُمَا لَنْ يَفْتَرِقَا حَتَّى يَرِدَا ⇦

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے وہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ: نبی مکرم ﷺ کے تمام اہل بیت گمراہی پر جمع نہیں ہوسکیں گے۔ تمام علماء اُمت (اہل السنہ والجماعۃ سلفی علماء حق) کہتے ہیں: ہم بھی یہی کہتے ہیں جیسے کہ قاضی ابو یعلی رحمہ اللہ نے اس ضمن میں فرمایا ہے۔ آگے شیخ الاسلام لکھتے ہیں: تمام آئمہ امت کا اجماع حجت ہے اور یہ کتاب وسنت اور اجماع سے ثابت ہے۔ جبکہ نبی کریم ﷺ کی آل ونسل (العترۃ) امت کا ایک حصہ ہے۔ سو امت کے اجماع علماء کے ساتھ عترت کے اجماع کا ثبوت لازم ہے۔ [1]

صحیح مسلم میں جو ثابت ہے وہ نبی مکرم ﷺ کے فرمان: إِنِّي تَرَكْتُ فِيكُمْ ...... الخ کے بارے میں علماء کرام نے اس کے ضعیف الاسناد اور نبی مکرم ﷺ سے ثابت نہ ہونے پر اپنی اپنی کتب میں کلام کیا ہے۔

⇐ عَلَيَّ الْحَوْضَ ...... "بلاشبہ میں تمہارے اندر دو بھاری چیزیں (عمل واجر کے اعتبار سے) چھوڑ رہا ہوں۔ ان دونوں میں سے ایک دوسری سے بڑی ہے۔ (اور وہ قرآن ہے۔) ایک اللہ کی کتاب ہے جو آسمان سے زمین کی طرف لٹکی ہوئی ایک لمبی رسی ہے اور دوسری چیز میری آل ونسل ہے یعنی میرے اہل بیت۔ بلاشبہ یہ دونوں کبھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے حتیٰ کہ قیامت والے دن حوض کوثر پر میرے سامنے آ جائیں۔" (مسند الإمام أحمد: ۳/ ۱۵۔ صححه الحاكم: ۳/ ۱۰۹۔ قال الشيخ شعيب الأرناؤوط: صحيح بشواهده دون: وَإِنَّهُمَا لَنْ يَفْتَرِقَا...... الخ، طبع دارالافكار الدوليه ص ۷۶۰ حديث: ۱۱۱۲۰. ایک اور سند سے یہی الفاظ ۳/ ۷۶ میں بھی درج ہیں۔

(۴) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے ہی اس متن کے ساتھ بھی مروی ہے۔ فرمایا: إِنِّي أُوْشَكُ أَنْ أُدْعَى فَأُجِيبَ، وَإِنِّي تَارِكٌ فِيكُمْ ...... وَإِنَّ اللَّطِيفَ الْخَبِيرَ أَخْبَرَنِي أَنَّهُمَا لَنْ يَفْتَرِقَا حَتَّى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ، فَانْظُرُوا بِمَ تَخْلُفُونِي فِيهِمَا. (مسند احمد: ۳/ ۱۷، حدیث: ۱۱۱۴۸)

(۵) جناب ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے ہی ایک اور متن کے ساتھ یوں بھی مروی ہے۔ فرمایا: إِنِّي قَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا إِنْ أَخَذْتُمْ بِهِ لَنْ تَضِلُّوا بَعْدِي، الثَّقَلَيْنِ، أَحَدُهُمَا أَكْبَرُ مِنَ الْآخَرِ، كِتَابُ اللهِ حَبْلٌ مَمْدُودٌ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ، وَعِتْرَتِي؛ أَهْلُ بَيْتِي، أَلَا وَإِنَّهُمَا لَنْ يَفْتَرِقَا حَتَّى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ." (مسند احمد: ۳/ ۵۹)

[1] دیکھئے: منهاج السُّنه النبوية جلد ٤، ص ۱۰۵.

[2] چنانچہ تحفۃ الاحوذی میں علامہ مبارکپوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اس حدیث کا راوی زید بن حسن القرشی الکوفی الانماطی ضعیف من الثامنۃ ہے۔ آگے لکھتے ہیں۔ واما حديث حُذَيْفَةَ بْن أُسيد فاخرجهُ الطبرانيُّ وفيه زيد بن الحسن الأنماطي، قال ابو حاتم: منكر الحديث. (دیکھئے: تحفة الاحوذی المجلد الرابع ص ۳۴۳): یہاں مصنف حفظہ اللہ سے جامع الترمذی کی ایک حدیث رہ گئی ہے جسے بیان کرنا اس لیے ضروری ہے کہ روافض اس روایت سے بھی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت وامامت بلافصل کے لیے دلیل پکڑتے ہیں۔ علامہ مبارکپوری رحمہ اللہ تحفۃ الاحوذی میں اس روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: وَالْأَمْرُ لَيْسَ كَذٰلِكَ، فَإِنَّهَا قَدْ تَفَرَّدَ بِهَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ الضَّبْعِيُّ وَهُوَ شِيعِيٌّ، بَلْ هُوَ غَالٍ فِي التَّشَيُّعِ۔ قَالَ ابْنُ حَجَرٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ فِي تَهْذِيبِ التَّهْذِيبِ: كَانَ جَعْفَرُ إِذَا ذَكَرَ مُعَاوِيَةَ شَتَمَهُ وَإِذَا ذَكَرَ عَلِيًّا قَعَدَ يَبْكِي۔ وَقَالَ ابْنُ حِبَّانَ فِي كِتَابِهِ "الثِّقَاتُ" حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ سُفْيَانَ، حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ أَبِي كَامِلٍ، حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ يَزِيدَ بْنِ هَارُونَ بَيْنَ يَدَيْ أَبِيهِ، قَالَ: بَعَثَنِي أَبِي إِلَى جَعْفَرٍ، فَقُلْتُ: بَلَغَنَا أَنَّكَ تَسُبُّ أَبَابَكْرٍ وَعُمَرَ؟ قَالَ: أَمَّا السَّبُّ فَلَا، وَلٰكِنَّ الْبُغْضَ مَا شِئْتَ، فَإِذَا هُوَ رَافِضِيٌّ مِثْلَ الْحِمَارِ. (تهذيب التهذيب جلد ۱، ص ۳۰۷، طبع وزارة الشئون الاسلامية بالمملكة العربية السعودية) فَسَبُّهُ أَبَابَكْرٍ وَعُمَرَ رضی اللہ عنہما يُنَادِي بِأَعْلَى نِدَاءٍ؛ أَنَّهُ كَانَ غَالِيًا فِي التَّشَيُّعِ۔ وَظَاهِرٌ أَنَّ قَوْلَهُ؛ مِنْ بَعْدِي فِي هٰذَا الْحَدِيثِ مِمَّا يُقَوِّي بِهِ مُعْتَقَدَ الشِّيعَةِ۔ وَقَدْ تَقَرَّرَ فِي؛ أَنَّ الْمُبْتَدِعَ إِذَا رَوَى شَيْئًا يُقَوِّي بِهِ بِدْعَتَهُ فَهُوَ مَرْدُودٌ، انْتَهَى. (تحفة الأحوذی المجلد الرابع ص ۳۲۵، ص ۳۷۶ طبع المكتبة الفاروقية في ملتان) ترجمہ ...... بات یہ ہے کہ، جیسا روافض شیعہ ⇐

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ ہے کہ: آپ ﷺ نے حکم کتاب اللہ العزیز کے تمسک کا فرمایا ہے، جبکہ اہل البیت کے بارے میں خیر خواہی

⇦⇦ اس حدیث سے اپنا مذہب وعقیدہ (سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی امامت بلافصل میں) ثابت کرتے ...... تو معاملہ اس طرح نہیں ہے۔ درحقیقت (یہ حدیث ضعیف ومنکر اور مردود ہے۔ اس لیے کہ) اس حدیث کا ایک راوی جعفر بن سلیمان الضبعی شیعہ ہے۔ وہ تشیع میں نہایت غالی ذہن رکھتا تھا۔ علامہ ابن حجر رحمہ اللہ (تہذیب الکمال کے اختصار) تہذیب التہذیب میں لکھتے ہیں: یہ جعفر بن سلیمان الضبعی (اس قدر غالی شیعہ تھا کہ) جب سیّدنا معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کا ذکر کرتا تو اُن کو گالی بکتا اور جب سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کا ذکر کرتا تو بیٹھ کر (مگر مچھ کے آنسو بہانے کی طرح) رونے لگتا۔ ابن حبان رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''الثقات'' میں بیان کیا ہے کہ: جناب جریر بن یزید رحمہ اللہ نے اپنے باپ (یزید بن ہارون) کے سامنے حدیث بیان کی۔ (یزید بن ہارون رحمہ اللہ نہایت معروف محدث ہیں جو محمد بن اسحاق، ابو مالک الاشجعی، یحییٰ بن سعید، شعبہ، ثوری، سلیمان بن کثیر، ابن حوشب اور عبدالعزیز الماجشون جیسے مشاہیر محدثین وفقہاء کے شاگرد اور امام احمد بن حنبل، اسحاق بن راھویہ، یحییٰ بن معین اور علی بن المدینی رحمہم اللہ جمیعاً جیسے بیسیوں آئمہ ومشاہیر اسلام کے استاد تھے۔) بیان کرتے ہیں کہ میرے والد محترم (یزید بن ہارون رحمہ اللہ) نے مجھے اسی جعفر بن سلیمان الضبعی کے پاس بھیجا۔ چنانچہ میں نے (اُس کے پاس پہنچ کر) اُس سے پوچھا: ہمیں معلوم ہوا ہے کہ: تم سادا تنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو گالی بکتے ہو؟ کہنے لگا: جہاں تک گالی بکنے کا تعلق ہے تو ایسا نہیں ہے۔ البتہ جب تک میں چاہوں گا اُن سے بغض ضرور رکھوں گا۔'' اس سے صاف معلوم ہوا کہ وہ ''الحمار'' کی طرح رافضی تھا۔ سو، اس کا سادا تنا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو گالی دینا (جو دوسرے واسطہ وسند سے ثابت ہے۔) اس بات کا بانگ دہل اعلان کر رہا ہے کہ: بلاشبہ وہ تشیع میں نہایت غالی تھا اور یہ بات بھی ظاہر ہے کہ: روایت مذکور بالا (جامع الترمذی، باب مناقب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، حدیث ۳۷۱۲) کے آخر میں: ''إِنَّ عَلِيًّا مِنِّي وَأَنَا مِنْهُ وَهُوَ وَلِيُّ كُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ بَعْدِي'' والے جملہ میں: ''مِنْ بَعْدِيْ'' کا لفظ جعفر بن سلیمان الضبعی کا اپنا بڑھایا ہوا ہے جو اس کے شیعی عقیدہ وایمان کو تقویت دے رہا ہے اور یہ بات بالتحقیق مقرر ہے کہ: بدعتی آدمی جب کوئی ایسی بات روایت کرے جو اُس کی بدعت کو مضبوط کر رہی ہو تو وہ مردود (قابل رد) ہوتی ہے۔ انتہی۔ آئیے! حدیث مذکور بالا کو مکمل طور پر یہاں پڑھ لیتے ہیں تاکہ کوئی اشکال نہ رہے: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ الضُّبَعِيُّ، عَنْ يَزِيدَ الرِّشْكِ، عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ (رضی اللہ عنہ) قَالَ: بَعَثَ رَسُولُ اللهِ ﷺ جَيْشًا، وَاسْتَعْمَلَ عَلَيْهِمْ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ (رضی اللہ عنہ) فَمَضَى فِي السَّرِيَّةِ، فَأَصَابَ جَارِيَةً، فَأَنْكَرُوا عَلَيْهِ وَتَعَاقَدَ أَرْبَعَةٌ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالُوا: إِنْ لَقِينَا رَسُولَ اللهِ ﷺ أَخْبَرْنَاهُ بِمَا صَنَعَ عَلِيٌّ، وَكَانَ الْمُسْلِمُونَ إِذَا رَجَعُوا مِنَ السَّفَرِ بَدَءُوْا بِرَسُولِ اللهِ ﷺ فَسَلَّمُوا عَلَيْهِ ثُمَّ انْصَرَفُوا إِلَى رِحَالِهِمْ، فَلَمَّا قَدِمَتِ السَّرِيَّةُ سَلَّمُوا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَامَ أَحَدُ الْأَرْبَعَةِ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! أَلَمْ تَرَ إِلَى عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ صَنَعَ كَذَا وَكَذَا. فَأَعْرَضَ عَنْهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ، ثُمَّ قَامَ الثَّانِي، فَقَالَ مِثْلَ مَقَالَتِهِ، فَأَعْرَضَ عَنْهُ، ثُمَّ قَامَ إِلَيْهِ الثَّالِثُ فَقَالَ مِثْلَ مَقَالَتِهِ فَأَعْرَضَ عَنْهُ، ثُمَّ قَامَ الرَّابِعُ فَقَالَ مِثْلَ مَا قَالُوا: فَأَقْبَلَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَالْغَضَبُ يُعْرَفُ فِي وَجْهِهِ فَقَالَ: مَا تُرِيدُونَ مِنْ عَلِيٍّ، مَا تُرِيدُونَ مِنْ عَلِيٍّ، مَا تُرِيدُونَ مِنْ عَلِيٍّ؟ إِنَّ عَلِيًّا مِنِّي وَأَنَا مِنْهُ، وَهُوَ وَلِيُّ كُلِّ مُؤْمِنٍ بَعْدِي. '' (جامع الترمذی، كتاب المناقب، باب مناقب علي بن ابي طالب رضی اللہ عنہ، حديث: ۳۷۱۲) ...... امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی بیان کرتے ہیں کہ: ہمیں یہ حدیث (ہمارے استاذ) قتیبہ بن سعید نے بیان کی اور اُن سے یہ حدیث جعفر بن سلیمان الضبعي نے بیان کی۔ جعفر نے اسے یزید الرشک سے بیان کیا اور یزید نے مطرف بن عبداللہ رحمہم اللہ من رحمہم سے۔ جناب عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے ایک لشکر (یمن کی طرف جناب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی مدد کے لیے) روانہ کیا اور اسی لشکر پر سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کو امیر (کمانڈر) مقرر فرمایا۔ چنانچہ علی رضی اللہ عنہ یہ لشکر لے کر روانہ ہو گئے۔ (جب یمن پہنچے اور سیّدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے اموالِ غنیمت میں سے پانچواں حصہ کہ جس کی وصولی کے لیے اُنھوں نے خود نبی مکرم ﷺ کو لکھ بھیجا تھا اور علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے لیے خمس کو الگ کر لیا تھا۔ اس پانچویں حصے کے قیدیوں میں ایک نوخیز ونوعمر باکرہ لڑکی بھی تھی۔) ⇦⇦

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنے کا۔ جیسا کہ پیچھے صحیح مسلم میں سیّدنا زید بن ارقم بن زید انصاری رضی اللہ عنہ کی حدیث وروایت میں گزر چکا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتاب اللہ کے ساتھ عملاً وعلماً تمسک کے بعد فرمایا: "واھل بیتي، اذکرکم اللہ اھل بیتي ...... الخ" تو یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل بیت کی رعایت وخدمت کا حکم فرمایا ہے اور ان کے حقوق

⇐ سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ نے (اس) ایک لڑکی (لونڈی) سے مباشرت ومجامعت کر لی، جس پر لشکر والوں نے آپ رضی اللہ عنہ کے اس فعل کو ناپسند کرتے ہوئے آپ کو اس سے منع کر دیا اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چار اصحاب نے آپس میں عہد کرتے ہوئے کہا: اگر ہماری ملاقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوگئی تو ہم اس معاملے کے بارے میں آپ کو ضرور مطلع کریں گے جو علی رضی اللہ عنہ نے کام کیا ہے۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں اہل ایمان، مسلمان کسی سفر سے واپس پلٹتے تو وہ ملاقات کا آغاز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کرتے۔ چنانچہ وہ لوگ واپس پہنچتے ہی پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آ کر سلام کہتے اور اس (اپنا احوال بیان کرنے) کے بعد وہ اپنی اپنی قیام گاہ (یا گھروں) کی طرف جاتے۔ چنانچہ جب یہ لشکر (مکہ مکرمہ میں) پہنچا تو سب لوگوں نے آ کر پہلے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام پیش کیا۔ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان دنوں حج کے لیے جسے حجۃ الوداع کہا جاتا ہے، مکہ مکرمہ تشریف لائے ہوئے تھے۔) اور پھر ان چاروں اصحاب میں سے ایک صاحب کھڑے ہو کر کہنے لگے: اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ کو جناب علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں خبر نہیں ملی کہ انھوں نے یہ کام کر ڈالا ہے؟ اُن صاحب کی یہ بات سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے اپنا رخ مبارک پھیر لیا۔ پھر دوسرے صاحب کھڑے ہوئے اور انھوں نے بھی اس پہلے آدمی کی طرح بات کی۔ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے بھی چہرہ مبارک پھیر لیا۔ پھر تیسرے صاحب کھڑے ہوئے اور انھوں نے بھی پہلے آدمی جیسی بات کی جسے سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ایک طرف رخ مبارک پھیر لیا۔ اس کے بعد چوتھا شخص کھڑا ہوا اور اُس نے بھی وہی بات کہی جو پہلے تینوں نے کہی تھی۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُس کی طرف متوجہ ہوئے اور اس وقت غصہ آپ کے چہرہ انور پر پہچانا جا رہا تھا، فرمایا: "تم لوگ علی سے کیا چاہتے ہو؟ تم لوگ علی سے کیا چاہتے ہو؟ تم لوگ علی (رضی اللہ عنہ) سے کیا چاہتے ہو؟ بلاشبہ علی بن ابوطالب مجھ سے ہے اور میں اُس سے ہوں اور وہ میرے بعد ہر مومن، مسلمان کا دوست ہے۔"

مسند احمد کی روایت (۳/۴۳۷، ۴۳۸) میں ہے کہ فرمایا: "دَعُوْا عَلِیًّا، دَعُوْا عَلِیًّا" ...... چھوڑ دو علی (رضی اللہ عنہ) کو، جانے دو علی کا تذکرہ نہ کرو۔" (قال الشیخ شعیب الأرناؤوط: اسنادہ ضعیف، حدیث: ۲۰۱۷۰ مسند احمد طبع دار الافکار الدولیہ ص ۱٤٤٥) یہاں روایت مذکور بالا پر ایک تو تحفۃ الاحوذی میں درج اس کے ایک راوی کے متعلق بحث کا پیچھے بیان ہو چکا۔ دوسرے یہاں: "إِنَّ عَلِیًّا مِنِّي وَأَنَا مِنْهُ" والے جملہ پر تحفۃ الاحوذی میں ہی ایک شاندار بحث درج ہے جو فائدہ سے خالی نہیں۔ چنانچہ علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اس جملے کا معنی یہ ہے کہ: "علی رضی اللہ عنہ نسب ودامادی، نیکیوں میں مسابقت، محبت اور دیگر امتیازی اوصاف کی وجہ سے ان کا تعلق مجھ سے ہے اور میرا اُن سے۔ امام نووی اور حافظ ابن حجر رحمہما اللہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جناب جلیبیب رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمان: قَتَلَ سَبْعَةً وَقَتَلُوْهُ، هٰذَا مِنِّي وَأَنَا مِنْهُ، هٰذَا مِنِّيْ وَأَنَا مِنْهُ" (صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، حدیث: ٦٣٥٨)..... "یعنی یہ میرا اور میں اس کا ہوں۔ یہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں (دونوں ایمان والے اور دونوں جنت میں) کی شرح میں لکھا ہے کہ: ہم دونوں کا منہج وطریقہ فہم قرآن وسنت بھی ایک ہے اور اللہ عزوجل کی اطاعت وفرمانبرداری میں بھی ایک ہیں۔
تنبیہ: یہاں پر نہایت قابل توجہ معاملہ ہے کہ: روافض شیعہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان: إِنَّ عَلِیًّا مِنِّي وَأَنَا مِنْهُ ...... سے اپنے عقیدہ کے لیے یہ دلیل پکڑی ہے کہ: سیّدنا علی رضی اللہ عنہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے افضل ہیں اور ان کا یہاں گمان (اٹکل) یہ ہے کہ شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو اپنے نفس مبارک کا حصہ بیان کیا ہے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "إِنَّ عَلِیًّا مِنِّيْ ...... اور یہ بات آپ نے جناب علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی اور شخص کے بارے میں نہیں فرمائی۔" ہم کہتے ہیں: روافض کا یہ گمان واٹکل بالکل ہی باطل ہے۔ اس لیے کہ: (۱)..... نبی کریم کے فرمان: إِنَّ عَلِیًّا مِنِّي..... کے فرمان کا یہ معنی نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے درحقیقت جناب علی رضی اللہ عنہ کو اپنے وجود مبارک کا ⇐

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ادا کرتے رہنے کا جو حقوق ان کے اللہ نے ان کو عطا فرما رکھے ہیں۔ ❶

درج ذیل وجوہات سے ''حدیِ ثقلین'' کے بارے میں شیعہ روافض کے منحرفانہ فہم کا رد:

(۱)...... بلاشبہ آدمی کا کنبہ و خاندان اس کے اہل خانہ ہوتے ہیں۔ نبی کریم محمد رسول اللہ ﷺ کا کنبہ و خاندان وہ لوگ ہیں کہ جن پر زکوۃ حرام تھی اور وہ بنو ہاشم تھے۔ یہی لوگ آپ کا کنبہ و خاندان تھا۔ رافضیوں کے پاس رسول اللہ ﷺ تک اپنی کوئی بھی بات پہنچانے کے لیے کچھ بھی اسانید نہیں ہیں۔ وہ لوگ خود بھی اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ ان کی مرویات کے نقل کرنے میں ان کے پاس اسانید نہیں ہیں۔ بلکہ یہ تو صرف کتابیں ہیں جنہیں اُنھوں نے روایت کیا ہے اور یہی ان کے ہاں حق ہے۔ ❷

اور جیسا کہ الحر العاملی جیسے روافض کے بڑے بڑے مشائخ اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ شیعہ کے پاس اصل میں اسانید نہیں ہیں اور نہ ہی وہ اسانید پر بوجھ بنتے ہیں۔ (ایضاً) تو پھر وہ نبی مکرم ﷺ کے کنبہ و خاندان کے بارے میں جو اپنی کتابوں میں بیان کرتے ہیں، ان کے ہاں ثابت ہی کہاں ہوا؟ بلکہ اس ضمن میں سچی اور حقیقی بات تو پھر یہ ہوئی کہ اہل السنہ والجماعۃ سلفی منہج و دین حنیف والے لوگ ہی دراصل نبی مکرم ﷺ کے کنبہ و خاندان کی بات ماننے والے ہیں اور اُنھوں نے ہی ان کا حق ان کو دے رکھا ہے۔ نہ انھوں نے ان کے حق اور مرتبہ و مقام میں زیادتی کی ہے اور نہ ہی کمی۔ جیسا کہ نبی معظم ﷺ نے اپنی ذات کے بارے میں ارشاد فرمایا تھا: ''لَا تُطْرُوْنِي كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارَى عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدُهُ فَقُوْلُوْا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهُ ...... جس طرح نصرانیوں، عیسائیوں نے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے مرتبہ و مقام کو حد سے بڑھا دیا تھا تم لوگ بھی کہیں میرے مرتبہ و مقام کو حد سے نہ بڑھا دینا۔ البتہ صرف یہ کہو: محمد (ﷺ) اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہیں۔ اس لیے کہ بلاشبہ میں تو اُس کا بندہ ہوں۔ ❸

⇐ حصہ قرار دے دیا تھا، بلکہ اس کا معنی و مفہوم وہی ہے جو آپ نے ابھی ابھی پیچھے پڑھا ہے۔ (۲)......اور جہاں تک اُن کی اس بات کا تعلق ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے یہ بات (اَنَّهُ مِنِّی وَاِنَّا مِنْهُ) کسی اور شخص کے بارے میں ارشاد نہیں فرمائی تو یہ بھی سراسر باطل عقیدہ اور قولِ کاذب ہے۔ اس لیے کہ نبی مکرم ﷺ نے اس بات کا ارشاد: (ا)...... سیّدنا جلیبیب رضی اللہ عنہ کے بارے میں (صحیح مسلم حدیث: ٦٣٥٨)۔ (ب)...... اشعری اہل ایمان (صحابہ کرام و تابعین کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں (فرمایا: فَهُمْ مِنِّيْ وَأَنَا مِنْهُمْ...... صحیح مسلم، حدیث: ٦٤٠٨) اور (ج)...... بنی ناجیہ کے بارے میں (مسند احمد: ۱/۱۶۹) بھی ہے۔

❶ دیکھئے: حقبة من التاريخ ص ٢٠٣.

❷ دیکھئے: حقبة من التاريخ، ايضًا، ص ٢٠٣.

❸ صحيح البخاری، كتاب احاديث الأنبياء، حديث: ٣٤٤٥.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ب)...... اس نبوی کنبہ و خاندان کے رسول ﷺ کے بعد پہلے سربراہ و امام سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ تھے اور اُن کے بعد علم میں مقام سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا آتا ہے کہ جنہیں اُمت محمدیہ علی صاحبہا التحیۃ والسلام کا عالم کبیر کہا جاتا ہے۔ یہی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے پہلے ساداتنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی امامت کے قائل تھے۔ بلکہ تواتر کے ساتھ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے خود یہی ثابت ہے کہ وہ ان دونوں شیخین کریمین کے بارے میں فرماتے تھے: "أَفْضَلُ النَّاسِ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ ...... رسول اللہ ﷺ کے بعد تمام لوگوں میں سب سے افضل ابوبکر و عمر ہیں۔ رضی اللہ عنہما" ❶

چنانچہ سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ خود بنفسہ الشریف دونوں شیخین کریمین ساداتنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی فضیلت کے قائل تھے۔ حالانکہ آپ نبی کریم ﷺ کے بعد کنبہ و خاندانِ نبوت کے امام و سربراہ تھے۔

(ج)...... یہ ثقلین والی حدیث رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کی مانند ہے۔ فرمایا:

((تَرَكْتُ فِيْكُمْ مَا إِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِ لَنْ تَضِلُّوْا أَبَدًا ؛ كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّتِيْ ، وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ مِنْ بَعْدِيْ ، عَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ ، اِقْتَدُوْا بِاللَّذَيْنِ مِنْ بَعْدِيْ مِنْ أَصْحَابِيْ ، أَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ وَاهْتَدُوْا بِهَدْيِ عَمَّارٍ ، وَتَمَسَّكُوْا بِعَهْدِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ .)) ❷

"میں تمہارے اندر دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں جب تک تم ان کو تھامے رکھو گے ہرگز گمراہ نہیں ہوگے۔ ایک اللہ عزوجل کی کتاب ہے (قرآن مجید) اور دوسری، میری سنت۔ اور نبی مکرم ﷺ نے یوں بھی فرمایا ہے: "تم پر لازم ہے کہ میری سنت اور خلفاء راشدین و مہدیّین کے طریقہ کو میرے بعد عملاً نہایت مضبوطی سے تھامے رکھنا۔" ایک اور مقام پر فرمایا: "میرے بعد میرے صحابہ میں سے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما دونوں کی اقتداء کرنا اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما جیسی ہدایت کے ذریعے راہِ ہدایت کو اختیار کرنا۔ اسی طرح عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے عہد و معاہدہ کو بھی لازم پکڑنا۔"

یہ سب ارشادات کبھی بھی امامت و خلافت پر دلالت نہیں کرتے بلکہ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ حضرات گرامی نبی کریم ﷺ والے طریقہ ہدایت پر تھے۔ بالکل اسی طرح جس طرح کہ نبی کریم ﷺ کا

---

❶ حقبة من التاريخ ص: ٢٠٤ وصحيح البخاري، كتاب فضائل اصحاب النبي ﷺ حديث: ٣٦٧١.

❷ حوالہ جات کے لیے دیکھئے: مستدرك الحاكم، ٩٣۔ سنن أبي داود ٤/ ٢٠١، قال الترمذي: حسن صحيح، حديث: ٤٦٠٧، صحيح سنن الترمذي للألباني (٣/ ٢٠٠)، حديث: ٣٨٠٥.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کنبہ و خاندان کبھی بھی گمراہی پر جمع نہیں ہوگا۔ ❶

(د)...... روافض شیعہ تو سیّدنا عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی طعن و تشنیع سے کام لیتے ہیں اور اُن کے صاحبزادے جناب عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی۔ اسی طرح یہ لوگ سیّدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی اولاد پر بھی طعن کرتے ہیں اور کھلم کھلا کہتے ہیں کہ وہ: سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد سے حسد کرتے ہیں۔ بعینہٖ روافض شیعہ بذات نفس سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے ان بیٹوں پر بھی طعن کرتے ہیں جو ان کے نزدیک امامت کے منصب پر فائز نہیں تھے۔ جیسے کہ جناب زید بن علی بن حسین رضی اللہ عنہم ہیں اور اسی طرح جناب حسن عسکری کے بھائی ابراہیم رحمہ اللہ۔ شیعہ روافض کہتے ہیں کہ: یہ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اولیاء نہیں تھے اور نہ ہی آپ کا کنبہ و خاندان۔ بلکہ روافض کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اولیاء اور آپ کا کنبہ و خاندان کے لوگ وہ تھے جن کی مدح و ستائش یہ شیعہ لوگ کرویں۔ ❷

ان ظالموں نے جناب زید بن علی بن حسین رضی اللہ عنہم پر تہمت لگائی ہے کہ نعوذ باللہ وہ شراب (خمر) پیتے تھے۔ اسی طرح انھوں نے جنابِ ابراہیم بن علی بن محمد العسکری رحمہ اللہ پر بھی شراب پینے اور فجور و فسوق کی تہمت لگا رکھی ہے۔ والعیاذ باللہ۔

(ھ)...... اس حدیث ثقلین کی نص کے متعلق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا فہم اس طرح تھا کہ اُنھوں نے "المولیٰ" اور "الولی" سے مراد "الحب، الولاء (دوستی) اور الطاعة" لیا تھا۔ اسی لیے اُنھوں نے اہل البیت کے سردار سیّدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کو: "یَا مَوْلَانَا...... اے ہمارے محبوب مطاع اور دوست۔" والے لفظ کے ساتھ مخاطب کر کے خاندانِ نبوت کی اطاعت اور ان کی عزت و شان کو کھل کر بیان کرنے سے تعبیر کیا تھا۔ چنانچہ ریاح الحارث رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ: ایک جماعت جناب علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کے پاس گھر کے کشادہ صحن میں آئی۔ انھوں نے آ کر کہا: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مَوْلَانَا! یہ سن کر جناب علی رضی اللہ عنہ نے اُن سے فرمایا: میں تمھارا مولیٰ کیسے ہوسکتا ہوں جب کہ تم لوگ تو قوم عرب ہو؟ (یعنی اس لفظ کا معنی خوب جانتے ہو۔) اُنھوں نے کہا: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غدیر خم والے دن فرماتے ہوئے سنا تھا: "مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ ...... جس کا میں محبوب دوست ہوا، اس کا یہ (علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ) بھی محبوب دوست ہوگا۔" (اس لیے ہم نے اُسی معنی میں آپ کو مولیٰ...... محبوب (دوست) کہا ہے۔) جنابِ ریاح کہتے ہیں: جب وہ لوگ اُٹھ کر چلنے لگے تو میں اُن کے پیچھے گیا

---

❶ حقبة من التاريخ ص ۲۰۵.

❷ دیکھیے: رجال الکشی ص۵۲۔ بحار الانوار جلد۴۶، ص۱۹۴۔ الکافی جلد۱، ص ۵۰۴۔ وحقبة من التاريخ ص ۲۰۵.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اُن سے پوچھا: آپ لوگ کون ہیں؟ تو اُنھوں نے کہا: انصار کے لوگ ہیں۔ ان میں سیّدنا ابوایوب انصاری بھی تھے، رضی اللہ عنہ وارضاہ۔ ❶

اس حدیث سے سمجھنے اور استفادہ کرنے والی اہم ترین بات یہ ہے کہ: سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ بنفسہ الاطہر لفظ ''مولیٰ'' کے معنی ''امامت و امارت'' مراد نہیں لیتے تھے۔ اوپر جو روایت بیان ہوئی ہے اس میں آپ نے ملاحظہ کیا کہ: سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے آنے والے وفد کے ''یَا مَوْلَانَا'' کہنے کا ردّ کر دیا تھا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ: امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کہ جو فصیح اللسان عربی تھے، اس لفظ کو ''یَا أَمِیْرَنَا یا یَا إِمَامُنَا'' کا مترادف اگر جانتے ہوتے تو آپ مذکور بالا نداء کے ساتھ مخاطب کرنے والوں کا ردّ نہ کرتے۔

(و)...... شیعہ اِثنا عشریہ کی کتب میں بعض اہل البیت کے ایسے اقوال درج ہیں جن کے ذریعے وہ اس بات کی نفی کرتے ہیں کہ: غدیرِ خم والی حدیث سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کی امامت پر نص و تصریح کا کوئی معنی پایا جاتا ہو۔ چنانچہ حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ جو اپنے عہد و زمانہ میں سب سے بڑے طالبین میں سے تھے، اپنے باپ سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے وصی اور اپنے نانا (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے صدقہ کے ولی تھے: ''کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا: ''مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ؟ اُنھوں نے کہا: کیوں نہیں، ایسا ہی فرمایا ہے مگر اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے مراد امامت وسلطنت ہرگز نہیں لی ہے۔'' اگر آپ چاہتے تو پھر پوچھنے والوں کو اس معنی کی تصریح و توضیح کر کے بتلا دیتے۔ مگر ایسا نہیں کیا۔ کیونکہ ایسا کرنے سے اس لفظ کا معنی غلط ہو جاتا۔ اسی طرح ان کے صاحبزادے امام عبداللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس امارت و خلافت میں ہمارے لیے بھی بالکل اسی طرح کوئی حصہ نہیں ہے جیسے کسی اور کے لیے بھی نہیں۔ اہل بیت میں سے کوئی ایسا امام نہیں ہے جس کی اطاعت اللہ عزوجل کی طرف سے فرض کی گئی ہو۔ یہ امام عبداللہ رحمہ اللہ اس بات کی نفی کیا کرتے تھے کہ امیر المومنین کی امامت و خلافت اللہ عزوجل کی طرف سے ہوتی ہے۔ سو، دیکھئے! جب یہ اہل البیت کے اپنے خیالات اور اُن کی اپنی یہ آراء ہیں جبکہ وہ سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کی اولاد اور ان کے مددگار رہتے تو پھر آپ کی کیا رائے ہے کہ اگر ایسا ہی دوسرے لوگ کہیں تو؟ ❷

---

❶ دیکھئے: فضائل الصحابة جلد۲، ص ۷۰۲، حدیث: ۹۶۷.

❷ ثم أبصرت الحقيقة ص ۲۰۱، كذلك الرواية في كتب أهل السنة، الاعتقاد للبيهقي ص ۱۸۲،۱۸۳، ومن كتب الشيعة بصائر المومنين للصفار، ص ۱۵۳۔۱۵۶.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ب)......رسول اللہ ﷺ کا جناب علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ پر اپنا نائب مقرر فرمانا:

ماہ رجب ۹ ہجری میں غزوۂ تبوک والا واقعہ پیش آیا تھا۔ نبی مکرم ﷺ کی سیرتِ مطہرہ میں اس واقعہ کی بہت بڑی اہمیت ہے۔ اہل ایمان مسلمانوں کے نفسوں میں بالخصوص اور باقی تمام عربوں کے نفسوں میں بالعموم اس واقعہ سے نہایت دوررس اثرات مرتب و متحقق ہوگئے تھے۔ اسی طرح تاریخِ اسلامی کے مستقبل میں پیش آنے والے واقعات و معارک کے لیے یہ غزوہ پیش خیمہ ثابت ہوا تھا۔ ❶

اس غزوہ پر روانگی کے وقت رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ پر سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کو اپنا عامل (گورنر) مقرر فرمایا تھا۔ چنانچہ اس موقعہ پر منافقوں کو اپنے دلوں میں پائے جانے والے حقد و حسد اور کینہ و نفاق کو باہر نکالنے کے لیے ایک موقعہ و فرصت ہاتھ آ گئی اور وہ ایسی باتوں کے ساتھ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو اپنے طعنوں کا شکار بنانے لگے جو ان کو تکلیف دیتی تھیں۔ ان باتوں میں سے ایک ان منافقوں کا یہ کہنا بھی تھا: علی کو نبی کریم ﷺ نے اس لیے اپنے پیچھے چھوڑا ہے کہ وہ آپ ﷺ پر بوجھ بنتے جا رہے ہیں۔ ان کا سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ کہنا ان کے نفاق کی ایک واضح نشانی تھی۔ چنانچہ زر بن جیش بیان کرتے ہیں کہ جناب علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''قسم ہے اُس ذاتِ اقدس، اللہ رب العالمین کی جس نے دانے کو پھاڑا (اور پھر اس سے اس کا پودا نکالا۔) اور اُس نے جان کو پیدا فرمایا: نبی مکرم ﷺ نے مجھ سے عہد فرمایا تھا کہ: مجھ سے مومن آدمی محبت رکھے گا اور منافق آدمی مجھ سے بغض و دشمنی ہی کرے گا۔'' ❷

غزوۂ تبوک کے موقع پر جب رسول اللہ ﷺ نے سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ پر اپنا نائب (عامل۔ گورنر) مقرر کرنا چاہا تو جناب علی رضی اللہ عنہ نے آپ کے ہمراہ غزوہ میں شریک ہونے کا ارادہ کیا اور پھر نبی کریم ﷺ سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ مجھے بچوں اور عورتوں پر اپنا نائب بنا کر چھوڑے جا رہے ہیں؟ (جبکہ میں تو جہاد کرنا چاہتا ہوں۔) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَلَا تَرْضَى أَنْ تَكُوْنَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰى؟ إِلَّا أَنَّهُ لَيْسَ نَبِيٌّ بَعْدِيْ .)) ❸

---

❶ دیکھئے: المرتضی للندوی ص ٥٥.

❷ صحیح مسلم، كتاب الإيمان، باب الدليل على أن حب...... الخ حديث : ٢٤٠.

❸ صحيح البخاري، كتاب المغازی، باب غزوه تبوك وهي غزوة العسرة، حديث : ٤٤١٦.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''کیا تم اس بات پر خوش نہیں ہو کہ تم میرے لیے ایسے ہو جیسے موسیٰ کے لیے ہارون تھے علیہما السلام۔ لیکن فرق یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔''

تو اس حدیث و روایت میں کوئی ایسی بات یا اشارہ نہیں کہ جس سے شیعہ روافض نے سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ بلافصل ثابت کرنے کے لیے استدلال کیا ہے۔ ہم درج ذیل وجوہات و اسباب کی بنا پر اُن کا ردّ پیش کرتے ہیں:

(۱)...... حدیث مذکور بالا کا ایک نہایت اہم سبب تھا جس کے بغیر اس حدیث کا مفہوم حاصل کرنا قطعاً فائدہ مند نہیں اور وہ سبب یہ تھا کہ: منافقوں نے سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے اوپر طعن کیا تھا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ارشاد گرامی سے آپ رضی اللہ عنہ کا مرتبہ و مقام اور فضیلت بیان کرتے ہوئے منافقوں کی کذب بیانی کو واضح فرمایا تھا۔

(۲)...... یہ بات صحیح روایات و آثار اور تاریخی شواہد سے ثابت ہے کہ جناب ہارون سیّدنا موسیٰ علیہما السلام سے پہلے وفات پا گئے تھے۔ اس لیے اس حدیث سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متصل بعد جناب علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کی امامت و خلافت پر استدلال غیر منطبق بات ہے۔ اگر نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب علی رضی اللہ عنہ کی خلافت و امامت بلافصل کی تصریح و وضاحت فرمانا ہوتی تو آپ ان کو: أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ يُوْشَعَ مِنْ مُوْسٰي...... جیسے الفاظ کے ساتھ مخاطب کرتے۔ اس لیے کہ جناب یوشع بن نون علیہ السلام سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنواسرائیل پر اُن کے خلیفہ و نائب مقرر ہوتے تھے۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جناب ہارون علیہ السلام کا ذکر کرنا کہ جو سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں اُن کے خلیفہ ہوتے کہ جب وہ کہیں چلے جاتے نہ کہ اُن کی موت کے بعد، صرف ایک ہی معنی بیان کرتا ہے اور وہ تھا: جناب علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کو اس غم کا ازالہ کر کے راضی کر لینا کہ جس غم کے لیے سبب، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کو مدینہ منورہ میں کمزور مردوں، بچوں پیچھے رہ جانے والوں اور عورتوں پر عامل مقرر کرنا تھا اور ان کو غم تھا غزوہ و جہاد سے پیچھے رہ جانے کا۔''

چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو واضح کیا کہ: جس طرح سیّدنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی ہارون علیہما السلام کو اپنے پیچھے اپنا نائب مقرر کر کے اپنے رب سے ملاقات کے لیے کوہِ طور پر چلے گئے تھے، میرا تم کو مدینہ منورہ پر اپنا نائب مقرر کرنا اسی باب سے ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے جنابِ ہارون علیہ السلام کو ہلکا جان کر اور ان کی تنقیص کے لیے اپنا نائب مقرر نہیں فرمایا تھا بلکہ آپ نے تو ان کو امین جان کر اور ان پر وثوق کی بنا پر انھیں اپنا خلیفہ بنایا تھا۔ اسی طرح اے علی! تمھارے ساتھ میرا معاملہ ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۳)..... جناب ہارون، موسیٰ علیہ السلام کے وصی نہیں تھے۔ بلکہ قرآن حکیم کی نص وتصریح کے مطابق ان کے وزیر اور نبی تھے۔ امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی حالت کا قیاس کہ جو شیعہ روافض کے نزدیک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی تھے، نبی نہ تھے، ایک فرق کرنے والی بات کے ساتھ قیاس ہے۔ یہ بھی یاد رکھیے کہ شیعہ روافض اصل میں قیاس کا انکار کرتے ہیں۔

(۴)..... جناب ہارون کا سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کا وزیر ہونے کے ساتھ امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وزیر ہونے پر استدلال کرنا، پہلی بات سے بھی زیادہ حیران کن ہے۔ یہ اس لیے انھوں نے استدلال کیا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی کتابِ حکیم میں سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کی طلب کو بیان کرتے ہوئے اُن کی دعا کو جناب ہارون علیہ السلام کے بارے میں قبول فرمالیا۔

﴿ قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي ۝ وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي ۝ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّن لِّسَانِي ۝ يَفْقَهُوا قَوْلِي ۝ وَاجْعَل لِّي وَزِيرًا مِّنْ أَهْلِي ۝ هَارُونَ أَخِي ۝ اشْدُدْ بِهِ أَزْرِي ۝ وَأَشْرِكْهُ فِي أَمْرِي ۝ كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيرًا ۝ وَنَذْكُرَكَ كَثِيرًا ۝ إِنَّكَ كُنتَ بِنَا بَصِيرًا ۝ قَالَ قَدْ أُوتِيتَ سُؤْلَكَ يَا مُوسَىٰ ۝﴾ (طٰہ: ۲۵تا۳٦)

''اس نے کہا: اے میرے رب! میرے لیے میرا سینہ کھول دے۔ اور میرے لیے میرا کام آسان کر دے۔ اور میری زبان کی کچھ گرہ کھول دے۔ کہ وہ میری بات سمجھ لیں۔ اور میرے لیے میرے گھر والوں میں سے ایک بوجھ بٹانے والا بنا دے۔ ہارون کو، جو میرا بھائی ہے۔ اس کے ساتھ میری پشت مضبوط کر دے۔ اور اسے میرے کام میں شریک کر دے۔ تاکہ ہم تیری بہت تسبیح کریں۔ اور تجھے بہت یاد کریں۔ بے شک تو ہمیشہ ہمارے حال کو خوب دیکھنے والا رہا ہے۔ فرمایا بے شک تجھے تیرا سوال عطا کر دیا گیا اے موسیٰ!''

ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿ وَوَهَبْنَا لَهُ مِن رَّحْمَتِنَا أَخَاهُ هَارُونَ نَبِيًّا ۝﴾ (مریم: ۵۳)

''اور ہم نے اسے اپنی رحمت سے اس کا بھائی ہارون نبی بنا کر عطا کیا۔''

تیسرے ایک مقام پر اس طرح بیان ہے:

﴿ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَجَعَلْنَا مَعَهُ أَخَاهُ هَارُونَ وَزِيرًا ۝﴾ (الفرقان: ۳۵)

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور اس کے ساتھ اس کے بھائی ہارون کو بوجھ بٹانے والا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بنا دیا۔"

سورۃ الشعراء میں ہے۔ فرمایا:

﴿ وَاِذْ نَادٰی رَبُّكَ مُوْسٰی اَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۝ قَوْمَ فِرْعَوْنَ ؕ اَلَا یَتَّقُوْنَ ۝ قَالَ رَبِّ اِنِّیْ اَخَافُ اَنْ یُّكَذِّبُوْنِ ۝ وَیَضِیْقُ صَدْرِیْ وَلَا یَنْطَلِقُ لِسَانِیْ فَاَرْسِلْ اِلٰی هٰرُوْنَ ۝ وَلَهُمْ عَلَیَّ ذَنْبٌ فَاَخَافُ اَنْ یَّقْتُلُوْنِ ۝ قَالَ كَلَّا ۚ فَاذْهَبَا بِاٰیٰتِنَاۤ اِنَّا مَعَكُمْ مُّسْتَمِعُوْنَ ۝ فَاْتِیَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَاۤ اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ اَنْ اَرْسِلْ مَعَنَا بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ۝﴾

(الشعراء: ۱۰ تا ۱۷)

"اور جب تیرے رب نے موسیٰ کو آواز دی کہ ان ظالم لوگوں کے پاس جا۔ فرعون کی قوم کے پاس، کیا وہ ڈرتے نہیں۔ اس نے کہا اے میرے رب! بے شک میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جھٹلا دیں گے۔ اور میرا سینہ تنگ پڑتا ہے اور میری زبان نہیں چلتی، سو تو ہارون کی طرف پیغام بھیج۔ اور ان کا میرے ذمے ایک گناہ ہے، پس میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے۔ فرمایا ہرگز ایسے نہ ہوگا، سو تم دونوں ہماری نشانیوں کے ساتھ جاؤ، بے شک ہم تمھارے ساتھ خوب سننے والے ہیں۔ تو تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ بلاشبہ ہم رب العالمین کا پیغام پہنچانے والے ہیں۔ یہ کہ تو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج دے۔"

آیئے ایک اور مقام کا مطالعہ کرتے ہیں۔ فرمایا:

﴿ قَالَ رَبِّ اِنِّیْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَاَخَافُ اَنْ یَّقْتُلُوْنِ ۝ وَاَخِیْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّیْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِیَ رِدْاً یُّصَدِّقُنِیْۤ اِنِّیْۤ اَخَافُ اَنْ یُّكَذِّبُوْنِ ۝ قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِیْكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا یَصِلُوْنَ اِلَیْكُمَا ۚ بِاٰیٰتِنَاۤ اَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ ۝﴾

(القصص: ۳۲ تا ۳۵)

"کہا اے میرے رب! بے شک میں نے ان میں سے ایک شخص کو قتل کیا ہے، اس لیے ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے۔ اور میرا بھائی ہارون، وہ زبان میں مجھ سے زیادہ فصیح ہے، تو اسے میرے ساتھ مددگار بنا کر بھیج کہ میری تصدیق کرے۔ بے شک میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جھٹلا دیں گے۔ کہا ہم تیرے بھائی کے ساتھ تیرا بازو ضرور مضبوط کریں گے اور تم دونوں کے لیے غلبہ رکھیں گے، سو وہ تم تک نہیں پہنچیں گے، ہماری نشانیوں کے ساتھ تم دونوں اور جنھوں نے تمھاری پیروی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی، غالب آنے والے ہو۔"

تو جو آدمی ہارون اور علی بن ابو طالب کے درمیان ایک دوسرے کے ساتھ مکمل مطابقت و یکسانیت کا دعویٰ کرتا ہو اور وہ اس بات کی رائے رکھتا ہو کہ رسول اللہ ﷺ کی نبوت میں سیّدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ بھی ٹھیک اسی طرح شریک و حصہ دار تھے جس طرح کا حال قرآنِ حکیم نے جناب ہارون کا سیّدنا موسیٰ علیہما السلام کے معاملہ (نبوت و رسالت) میں پوری مشارکت کا بیان ہے اور وہ اس پر ایمان و عقیدہ بھی رکھتا ہو تو بلاشبہ اُس کے کافر ہونے اور ملت اسلام سے خارج ہو جانے میں کوئی شک نہیں رہ جاتا۔ [1]

(۵)...... نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ پر اکیلا صرف جنابِ علی رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب تھوڑی مقرر فرمایا تھا بلکہ کئی مواقع پر آپ رضی اللہ عنہ کے علاوہ دیگر کئی اصحاب کو بھی رسول اللہ ﷺ نے اپنا نائب و عامل مقرر فرمایا تھا۔ جیسے کہ:

ا...... غزوہ بدر کے موقع پر جناب عبداللہ بن اُمّ مکتوم رضی اللہ عنہ کو۔

ب...... غزوہ سلیم کے وقت جناب سباع بن عرفطہ الغفاری رضی اللہ عنہ کو یا ابن اُمّ مکتوم رضی اللہ عنہ کو۔

ج...... غزوہ السویق کے موقع پر بشیر بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ کو۔

د...... غزوۂ بنو مصطلق کے موقع پر سیّدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو۔

ہ...... صلح حدیبیہ والے سفر کے وقت جناب نُمیلہ بن عبداللہ اللیثی رضی اللہ عنہ کو۔

و...... انہی صاحب کو غزوۂ خیبر کے موقع پر بھی مدینہ منورہ کا عامل مقرر فرمایا تھا۔

ز...... عمرۃ القضاء والے سفر میں آپ نے جناب عویف بن اضبط الدیلی رضی اللہ عنہ کو عامل بنایا تھا۔

ح...... فتح مکہ کے موقع پر جناب کلثوم بن حصین بن عتبہ الغفاری رضی اللہ عنہ کو۔

ط...... اور حجۃ الوداع کے سفر میں اپنا نائب مدینہ منورہ پر ابودجانہ الساعدی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے مقرر فرمایا تھا۔ [2]

یہاں ایک بات اور بھی توجہ طلب ہے کہ: نبی کریم ﷺ نے سیّدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کا اپنا نائب جو مقرر فرمایا تھا تو یہ آپ کی حیاتِ طیبہ میں آخری استخلاف نہیں تھا۔ بلکہ حجۃ الوداع کے موقع پر کہ جو بہرحال غزوۂ تبوک کے بعد ہوا تھا، سیّدنا ابودجانہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ پر اپنا نائب و عامل مقرر فرمایا تھا۔ دراصل قائدین کی تربیت کے لیے رسول اللہ ﷺ کا یہی منہج و طریق تھا کہ آپ بدل بدل کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ذمہ داریاں

---

[1] دیکھئے: ثم أبصرت الحقیقة ص ۲۱۵.

[2] تفصیل کے لیے دیکھئے: ابن ہشام کی "السیرة النبویة" جلد ۲، ص ۶۵۰، ص ۸۰۴، ۸۰۶ دیکھ لیجیے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سونپتے تھے تاکہ قیادت میں اُن کی تربیت ہوسکے۔ جیسے کہ سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیاتِ طیبہ میں ۹ھ والے حج کا امیر مقرر فرمایا تھا۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نماز کی امامت کے لیے مختص فرمالیا تھا۔ [1]

حدیث مذکور بالا کی شرح میں علماء کرام کے اقوال:

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس حدیث میں روافض کے لیے کوئی دلیل نہیں ہے۔ بلکہ اس میں سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کی فضیلت ثابت ہے۔ اس میں کسی بھی طرح سے اس بات پر دلالت نہیں ہے کہ جنابِ علی رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد خلیفہ مقرر فرمادیا تھا۔ اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جملہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے اس وقت فرمایا تھا جب آپ نے اُن کو غزوۂ تبوک کے موقع پر اپنا نائب مقرر فرمایا تھا۔ ہمارے استدلال کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ جناب علی رضی اللہ عنہ سے مشبہ بہ سیّدنا ہارون علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام کے بعد خلیفہ نہیں ہوئے تھے بلکہ وہ تو جنابِ موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں ہی فوت ہوگئے تھے اور جیسا کہ شارحین و مؤرخین کے ہاں یہ بات صحیح اسناد سے مشہور ہے کہ جناب ہارون، سیّدنا موسیٰ علیہما السلام کی وفات سے چالیس سال قبل فوت ہوگئے تھے۔ موسیٰ علیہ السلام نے ان کو اللہ رب العالمین سے ملاقات اور اس سے مناجات کے لیے کوہِ طور کی طرف جاتے وقت اپنا نائب مقرر فرمایا تھا۔ آیئے اس واقعہ کا مطالعہ قرآن کی روشنی میں کرلیتے ہیں۔

اللہ عزوجل فرماتے ہیں:

﴿وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖٓ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ۚ وَقَالَ مُوْسٰى لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ ۝﴾

(الاعراف: ۱۴۲)

"اور ہم نے موسیٰ سے تیس راتوں کی میعاد مقرر کی اور اسے دس راتوں کے ساتھ پورا کردیا، سو اس کے رب کی مقررہ مدت چالیس راتیں پوری ہوگئی اور موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا میری قوم میں تو میرا جانشین رہ اور اصلاح کرنا اور مفسدوں کے راستے پر نہ چلنا۔"

اسی سورت کی آگے آیت ۱۴۳ تا آیت ۱۴۷ میں اللہ رب العالمین نے جنابِ موسیٰ علیہ السلام کا کوہِ طور پر جاکر اللہ عزوجل سے ہم کلام ہونا، اللہ وحدہ لاشریک کا اُنھیں کتاب کا عطا کرنا اور دیگر اُمور کو بیان کرکے آگے فرمایا:

[1] دیکھیے: "ثم ابصرت الحقیقة" ص: ۲۱۵.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰى مِنْ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ ۭ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّهٗ لَا يُكَلِّمُهُمْ وَلَا يَهْدِيْهِمْ سَبِيْلًا ۘ اِتَّخَذُوْهُ وَكَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ○ وَلَمَّا سُقِطَ فِيْٓ اَيْدِيْهِمْ وَرَاَوْا اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا ۙ قَالُوْا لَىِٕنْ لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَيَغْفِرْ لَنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ○ وَلَمَّا رَجَعَ مُوْسٰٓى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۙ قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِيْ مِنْ بَعْدِيْ ۚ اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّكُمْ ۚ وَاَلْقَى الْاَلْوَاحَ وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ يَجُرُّهٗٓ اِلَيْهِ ۭ قَالَ ابْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِيْ وَكَادُوْا يَقْتُلُوْنَنِيْ ڮ فَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْاَعْدَاۗءَ وَلَا تَجْعَلْنِيْ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ○ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِاَخِيْ وَاَدْخِلْنَا فِيْ رَحْمَتِكَ ڮ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ○ ﴾

(الاعراف: ۱۴۸ تا ۱۵۱)

''اور موسیٰ کی قوم نے اس کے بعد اپنے زیوروں سے ایک بچھڑا بنالیا، جو ایک جسم تھا، جس کی گائے جیسی آواز تھی۔ کیا انھوں نے یہ نہ دیکھا کہ بے شک وہ نہ ان سے بات کرتا ہے اور نہ انھیں کوئی راستہ بتاتا ہے۔ انھوں نے اسے پکڑا اور وہ ظالم تھے۔ اور جب وہ پشیمان ہوئے اور انھوں نے دیکھا کہ بے شک وہ تو گمراہ ہوگئے ہیں، تو انھوں نے کہا یقیناً اگر ہمارے رب نے ہم پر رحم نہ کیا اور ہمیں نہ بخشا تو ہم ضرور ہی خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ اور جب موسیٰ غصے سے بھرا ہوا، افسوس کرتا ہوا اپنی قوم کی طرف واپس آیا تو اس نے کہا بری ہے جو تم نے میرے بعد میری جانشینی کی، کیا تم نے اپنے رب کے حکم سے جلدی کی، اور اس نے تختیاں پھینک دیں اور اپنے بھائی کے سر کو پکڑ لیا، اسے اپنی طرف کھینچتا تھا۔ اس نے کہا اے میری ماں کے بیٹے! بے شک ان لوگوں نے مجھے کمزور سمجھا اور قریب تھے کہ مجھے قتل کر دیتے، سو دشمنوں کو مجھ پر خوش نہ کر اور مجھے ظالم لوگوں کے ساتھ شامل نہ کر۔ اس نے کہا اے میرے رب! مجھے اور میرے بھائی کو بخش دے اور ہمیں اپنی رحمت میں داخل کر لے اور تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم والا ہے۔''❶

امام ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مذکور بالا فرمان سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی دوسرے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پر فضیلت کو واجب نہیں کرتا اور نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے استحقاقِ بلافصل برائے امامت وخلاف کو۔ اس لیے کہ جناب ہارون علیہ السلام سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنواسرائیل کے ولی الامر نہیں بنے تھے۔ بلکہ جناب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد بنواسرائیل کے ولی الامر تو آپ کے نوجوان ساتھی جناب یوشع بن نون علیہ السلام

❶ دیکھیے: شرح صحیح مسلم للنووی جلد۱۳، ص ۱۷۴۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بنے تھے۔ یہ وہی حضرت یوشع ہیں جو خضر علیہ السلام سے ملاقات کے لیے جناب موسیٰ علیہ السلام کے ہم سفر ہوئے تھے۔ بعینہٖ نبی مکرم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے ہجرت والے ہم سفر اور غارِ ثور کے ساتھی سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اُمت اسلامیہ کے ولی الامر بنے تھے۔ اسی غار والے ساتھی نے مدینہ منورہ تک نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک پرخطر سفر بھی کیا تھا۔ دوسری بات یہ ہے کہ: ہارون علیہ السلام اللہ کے نبی تھے مگر جناب علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ نبی نہیں تھے اور نہ ہی جناب ہارون بنو اسرائیل پر سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کے بعد ولی الامر بنے تھے۔ پس یہ بات صحیح اور سو فیصد درست ہے کہ سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس طرح سے تعلق ہونا کہ جس طرح کا جناب ہارون کا سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھا، صرف اور صرف قرابت و رشتہ کی مماثلت سے تھا۔

اور پھر یہاں ایک اور بات بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ پر جناب علی رضی اللہ عنہ کو غزوۂ تبوک پر اپنا نائب جو مقرر فرمایا تھا تو آپ نے اس واقعہ سے پہلے بھی کئی بار اور لوگوں کو مدینہ طیبہ پر اپنا نائب و عامل مقرر فرما چکے تھے اور اس واقعہ کے بعد بھی آپ نے دوسرے لوگوں کو مدینہ پر عامل مقرر فرمایا تھا۔ (جیسا کہ پیچھے بیان ہو چکا ہے۔) تو اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب علی رضی اللہ عنہ کو یہ جو فرمایا تھا: "أَلَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى، غَيْرَ أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ" ...... بالکل صحیح اور درست موقف یہی ثابت ہوتا ہے کہ اس استخلاف سے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی دوسرے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پر فضیلت واجب نہیں ہوتی اور نہ ہی اس سے آپ کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے متصل بعد بلافصل ولایت الامر و خلافت اور امامت ثابت ہوتی ہے۔ اسی طرح اُن سب حضرات کے لیے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بلافصل امامت و خلافت اور ولایت الامر ثابت ہوتی ہے کہ جنھیں آپ مدینہ منورہ پر اپنا نائب اور عامل مقرر فرما چکے تھے۔ ❶

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: باب ہذا "باب غزوة تبوك وهي غزوة العسرة" من صحيح البخاری" کی اس حدیث (۴۴۱۶) سے روافض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متصل بعد سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے استحقاق خلافت کے لیے دیگر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے اوّل درجہ پر جو استدلال کرتے ہیں تو بات یہ ہے کہ: بلاشبہ سیّدنا ہارون علیہ السلام، سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کی حیات طیبہ میں اُن کے خلیفہ بنے تھے نہ کہ اُن کی موت کے بعد۔ اس لیے کہ بالاتفاق و بالاجماع یہ بات ثابت ہے کہ جناب ہارون، سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کی زندگی ہی میں فوت ہو گئے تھے۔ امام خطابی رحمہ اللہ نے اس کی وضاحت کر دی ہے۔ ❷

---

❶ دیکھئے: ابن حزم رحمہ اللہ کی "الفصل فی الملل والنحل" جلد ۴، ص ۱۵۹، ۱۶۰۔

❷ دیکھئے: فتح الباری، جلد ۷، ص: ۷۴ اور "الإنتصار للصحب والآل" ص: ۵۴۰۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روافض شیعہ کے اس حدیث سے اپنے من گھڑت موقف کے لیے استدلال کے رد میں شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''کہنے والے کا یہ کہنا کہ: ''یہ بمنزلت و بمقام اس کے ہے اور یہ مثل و مشابہ اس کے ہے''...... کسی چیز کی دوسری چیز کے ساتھ تشبیہ کی طرح یوں ہوتا ہے کہ اُس پر اس کا سیاق دلالت کرے۔ یہ قاعدہ مطلق طور پر ہر چیز میں مساوات و برابری کا تقاضا نہیں کرتا۔ اسی طرح یہاں ہارون علیہ السلام کی منزلت و مقام کا معاملہ ہے۔ یہ استخلافِ مدینہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے خصائص میں شمار نہیں ہوتا۔ بلکہ نہ ہی یہ استخلاف (مدینہ منورہ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جناب علی رضی اللہ عنہ کو غزوۂ تبوک کے موقع پر اپنا نائب مقرر کرنا۔) نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر استخلافات کی مانند تھا چہ جائیکہ اُن سے افضل ہو۔ کیونکہ بہت سارے غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے افراد کو بھی اپنا نائب بنایا تھا جن سے جنابِ علی رضی اللہ عنہ افضل تھے۔ تو یہ استخلافات ایسے نہیں تھے جو سیّدنا علی رضی اللہ عنہ پر مستخلف (کہ جسے نبی کریم کا نائب بنایا جاتا تھا) کو افضل اور مقدم بنانے کو واجب کرتے تھے، بالخصوص اُس وقت کہ جب آپ رضی اللہ عنہ اُس کی زیر قیادت ہوتے۔ سو یہ استخلاف جنابِ علی رضی اللہ عنہ پر دوسرے کو فضیلت دینے کے لیے واجب کرنے والا کیسے ہوسکتا تھا؟

اور صورتِ حال یہ ہے کہ: مدینہ منورہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کتنے ہی لوگوں کو آپ کا نائب بنایا گیا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نائب مقرر کیے جانے والے تمام مستخلفین بمنزلت ہارون من موسیٰ علیہما السلام تھے اور یہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی جنس استخلاف کی وجہ سے تھا۔ (یعنی جیسے ان کو موسیٰ علیہ السلام کے نائب ہارون علیہ السلام کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اسی طرح یہ لوگ بھی اسی طرح کا ہی مدینہ منورہ پر استخلاف رکھتے تھے۔) بلکہ اُن اصحاب کا استخلاف تو اس شخصیت سے زیادہ فضیلت والا تھا کہ جنھیں واقعہ تبوک کے وقت نائب بنایا گیا تھا، کیونکہ دوسرے مستخلفین کے وقت میں اس استخلاف کی ضرورت زیادہ رہی تھی اور اس سے پہلے مدینہ منورہ پر دشمنوں کے حملے کا خدشہ بھی زیادہ رہتا تھا۔ جبکہ غزوۂ تبوک والے سال (۹ ہجری میں) تک تو حجاز ونجد کے تمام عرب اسلام لاچکے تھے۔ (کسی طرف سے کسی حملے کا خدشہ ہی نہیں تھا۔ کیونکہ) مکہ فتح ہو چکا تھا اور اسلام اکثر علاقوں میں غالب آکر ایک معزز دین بن چکا تھا۔ اسی لیے تو اللہ عزوجل نے اپنے نبی کو حکم فرمایا تھا کہ آپ ایک بڑے غزوہ کے لیے نکلیں۔ (اور دنیا کی سپر پاور کے ساتھ جاٹکرائیں اور ان کی سرحدوں کو روند ڈالیں۔) اسی لیے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس لڑنے والوں میں سے کسی کو بھی نہیں چھوڑا تھا، جیسا کہ اس سے قبل آپ غزوات کے لیے نکلتے وقت کچھ لوگوں کو مدینہ منورہ کے دفاع کے لیے چھوڑ جایا کرتے تھے۔ اس بار تو آپ نے کسی کو بھی پیچھے نہیں چھوڑا تھا۔ یہ مدینہ منورہ میں امن کی دلیل تھی۔ [1]

[1] دیکھئے: منهاج السنة النبوية جلد: ۷، ص: ۳۳۰، ۳۳۲۔ مجموع الفتاوى جلد ٤، ص: ٤١٦.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ کا اپنے بعد کسی کو بالتصریح امت کا ولی الامر مقرر نہ کرنے میں حکمت:

رسول اللہ ﷺ کا کسی بھی شخصیت کو اپنے بعد امت کا ولی الامر مقرر نہ کرنے میں حکمت اس بات کو واضح کرتی ہے کہ: ہمیں دین حنیف، اسلام کے بنی نوع انسان کے لیے ایک ربانی دین ہونے والی حقیقت وسچائی کا ادراک ہو سکے۔ اگر رسول اللہ ﷺ اپنے بعد کسی شخصیت کو اپنا خلیفہ نامزد کر دیتے تو اس سے یہ سمجھا جاتا کہ آپ ﷺ نے امت کو ایک شرعی وجہ جواز فراہم کر دی تاکہ مدعی اس بات کا دعویٰ کرتے کہ اُمت کی قیادت کا حق خاص رسول اللہ ﷺ کے خاندان کو ہی ہے۔ جیسا کہ بغیر کسی دلیل کے ہی لوگوں نے ایسا دعویٰ کر رکھا ہے۔ پھر ایک مصیبت کھڑی ہو جاتی اور وراثتی حکم وحکومت ہی اسلام میں چلنے والا الحکم (سلطنت وحکومت) بن کر رہ جاتا (پھر یہ عالمی اور دائمی دین تو نہ رہتا ناں!) مگر رسول اللہ ﷺ نے کہ جو اپنی خواہش و آرزو سے گفتگو بھی نہ فرماتے، جیسا کہ قرآن گواہی دے رہا ہے:

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُّوحٰى ○﴾ (النجم: ٣تا٤)

''اور نہ وہ اپنی خواہش سے بولتا ہے۔ وہ تو صرف وحی ہے جو نازل کی جاتی ہے۔''

اللہ کے حکم سے یہی ارادہ فرمایا کہ: آپ اس معاملے کو مطلق طور پر مسلمانوں پر چھوڑ دیں کہ وہ اپنی ولایۃ الامر کے لیے اپنے میں سب سے صالح اور سب سے بہتر شخصیت کا انتخاب کر لیں، اگرچہ آپ نے بعض کنایات سے سیّدنا ابوبکر صدیق بن ابوقحافہ رضی اللہ عنہما کے بارے میں اشارہ دے دیا تھا۔ حالانکہ آپ کے اختیار میں تھا کہ آپ اس معاملے میں صراحتاً ارشاد فرما دیتے مگر آپ نے ایسا بالکل نہ کیا۔ البتہ یہ ہے کہ تلمیح وکنایہ براہِ راست اختیارِ ولایت کا حکم و جواز عطا نہیں کرتا اگرچہ مخلوق انسانی میں سے کسی کے لیے وصیت ہی کیوں نہ کی گئی ہو۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد خلافت وامارت کے انتخاب والے معاملے کے آغاز میں سقیفہ بنوساعدہ میں اختلاف کے وقت ہوا تھا۔ پھر سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جناب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی تولیت وامارت کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جو مشورہ لیا تھا اور پھر سیّدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے خلافت کا معاملہ مہاجرین اہل ایمان میں سے چھ آدمیوں کے درمیان جو چھوڑ دیا تھا...... تو اس معاملے میں بھی غور کر لیں۔ وہی بات سمجھ آتی ہے جو اوپر بیان ہوئی۔ اگر یہ مسئلہ و معاملہ وراثتی ہوتا تو ولایۃ الامر کو حاصل کرنے کے لیے بنوہاشم سب سے مقدم ہوتے۔ [1]

[1] دیکھیے: الشجاع کی ''دراسات فی عهد النبوة'' ص: ٢٧٠۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دین حنیف، اسلام پوری بنی نوع انسانیت کے لیے ہے اور یہ کسی بھی حالت وصورت میں جائز نہیں کہ یہ دین ایک ہی حاکم خاندان میں محصور ہوکر رہ جائے اور ایک وراثت در وراثت متاع و جائداد کی صورت اختیار کیے رکھے۔ جب بنوامیہ اور بنوعباس جیسے خاندانوں کے ادوار میں اس حکومتی و خلافتی معاملے نے لگا تار یہ صورت اختیار کیے رکھی تھی تو یہ شرعی قاعدے کے خلاف تھا اور جو کام قاعدہ کے خلاف ہو تو وہ اللہ کے دین میں عجیب وغریب اور مجبوری کی صورت والا ہوتا ہے۔

بعض ضعیف اور موضوع احادیث وروایات کہ جن سے روافض امامت پر استدلال کرتے ہیں

(۱) ...... پرندے والی حدیث:

امامی روافض کے ہاں امامت وخلافت سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ بلافصل کے لیے بودے دلائل میں سے ایک درج ذیل ''بھنے ہوئے پرندے والی حدیث'' بھی ہے۔ امام حاکم رحمہ اللہ نے اپنی ''مستدرک'' میں درج کیا ہے کہ: سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا اور پھر ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک بھنا ہوا پرندہ لایا گیا۔ (آپ کو تناول فرمانے کے لیے پیش کیا گیا) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: ''أَللّٰهُمَّ ائْتِنِيْ بِأَحَبِّ خَلْقِكَ إِلَيْكَ يَأْكُلُ مَعِي مِنْ هٰذَا الطَّيْرِ ......اے اللہ! تجھے اپنی مخلوق میں سے جو سب سے زیادہ محبوب ہے اُسے لے آ تاکہ وہ میرے ساتھ اس پرندے کے کھانے میں شریک ہوجائے۔'' جناب انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے جی میں کہا: اے اللہ! انصار میں سے کسی شخص کو لے آ۔ مگر کیا دیکھتا ہوں کہ جناب علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ آ گئے ہیں۔ چنانچہ میں نے ان سے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی ضروری کام میں مصروف ہیں۔ وہ لوٹ گئے اور تھوڑی دیر کے بعد پھر آ گئے۔ میں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کام میں مصروف ہیں۔ وہ لوٹ گئے اور تھوڑی دیر کے بعد پھر آ گئے۔ مگر اس بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انس! دروازہ کھولو۔ میں نے دروازہ کھولا اور جناب علی رضی اللہ عنہ اندر تشریف لے آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: علی! تمہیں کس چیز نے روکے رکھا؟ وہ فرمانے لگے: مجھے تین بار انس رضی اللہ عنہ نے واپس لوٹایا ہے۔ وہ کہہ رہے تھے کہ آپ کسی کام میں مصروف ہیں۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: انس! تمھیں کس بات نے اس کام کے لیے ابھارا جو تو نے کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! میں نے آپ کی دعا سنی تھی، سو میں نے اس بات کو پسند کیا کہ سب سے پہلے آنے والا شخص میری اپنی قوم کا ہو۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آدمی ہمیشہ اپنی قوم سے ہی محبت کرتا ہے۔'' [1]

[1] دیکھئے: مستدرك حاكم جلد۳، ص: ۱۳۰، ۱۳۱۔ ضعيفٌ من حيث السند والمتن.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ حدیث چند ایک سندوں کے ساتھ روایت کی گئی ہے جو سب کی سب ضعیف ہیں۔ چہ جائیکہ ان میں سے کوئی ایک روایت بھی اگر عدم صحت والی ہو تو وہ ایسا معاملہ ہوتا ہے کہ جو نہایت حیران کن ہو۔ پھر یہ کہ سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے وہ ساتھی (تابعین شاگرد) کہاں گئے جو سالوں کے سال آپ کی مصاحبت میں رہے تھے؟ ان میں سے ہم کسی کو بھی نہیں دیکھ رہے کہ اُس نے یہ حدیث جناب انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہو۔ جبکہ وہ سب کے سب نہایت ثقہ اور ضبط و حفظ والے تھے۔ جیسے کہ: جناب حسن بصری، ثابت البنانی، حمید الطّویل، حبیب بن ابوثابت، بکر بن عبداللہ المزنی، اسعد بن سہل بن حنیف، اسحاق بن عبداللہ بن ابوطلحہ، ابان بن صالح اور ابراہیم بن میسرہ رحمہم اللہ جمیعا جیسے بہت سارے ثقہ آپ کے شاگرد جو آپ سے روایت کرتے ہیں۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں نے اس پرندے والی حدیث کے رد و تضعیف میں ایک بڑی مجلد کتاب بھی دیکھی ہے جس میں مصنف کتاب قاضی ابوبکر الباقلانی رحمہ اللہ نے اس حدیث پر سنداً و متناً خوب بحث کی ہے۔ ❶

امام ابن الجوزی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ: اس روایت کو ابن مردویہ نے تقریباً بیس طرق (اسناد) سے بیان کیا ہے، مگر سب کے سب طرق اندھیرے میں ہیں۔ ان میں سے ہر سند پر طعن و کلام ہے۔ اسی لیے میں اس موضوع کو لمبا نہیں کرنا چاہتا۔ ❷

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ پرندے والی حدیث اُن اہل العلم، اہل الحدیث علماء کے ہاں جھوٹی، موضوع روایات میں سے ہے کہ جو نقل روایات کے علم و حقائق کی خوب معرفت رکھتے ہیں۔ ❸

(۲) ...... حدیث الدار:

ایک اور حدیث بھی ہے جس سے اثنا عشری روافض سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کی خلافت و امامت بلافصل پر استدلال کرتے ہیں اور اسے "حدیث الدار" کا نام دیتے ہیں۔ شیعہ روافض کی رائے یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو جنابِ علی رضی اللہ عنہ کی امامت بلافصل کے متعلق اپنی بعثت کے آغاز میں ہی وصیت فرما دی تھی اور اسی وقت یہ کام کر دیا تھا جب آپ نے بالکل ابتداء میں کفارِ مکہ پر اسلام کو پیش کیا تھا۔ اُسی وقت ہی یہ فیصلہ کر دیا تھا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار و مشرکین مکہ کو اپنے معبودانِ باطلہ، بتوں کو چھوڑ کر ایک اللہ الواحد القہار کی توحید اختیار کر کے اُس کی ہی عبادت کا حکم دیا تھا۔ اب یہ روایت و حدیث پڑھیے!

---

❶ دیکھئے: البدایة والنهایة جلد ۷، ص: ۳۵٤.

❷ دیکھئے: "العلل المتناهیة" جلد ۱، ص: ۲۲۵، ص: ۲۳٤.

❸ دیکھئے: منهاج السنه جلد ٤، ص: ۹۹.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''سیّدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: جب آیت کریمہ ﴿وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ﴾ (الشعراء: ۲۱٤) ''اور اپنے سب سے قریب رشتہ داروں کو ڈرا۔'' نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلا کر فرمایا: اے علی! مجھے اللہ عزوجل نے حکم فرمایا ہے کہ میں تمھارے قریبی رشتہ داروں، خاندان، قبیلہ والوں کو اللہ کی پکڑ سے ڈراؤں۔ مگر میں تو اس کام سے عاجز آ گیا ہوں اور جان چکا ہوں کہ میں نے جب بھی ان کو اس کام (اللہ سے ڈرانے) سے شروع کیا، ان میں سے وہ چیز (مضایقت وتوہین) دیکھوں گا جسے میں ناپسند کرتا ہوں۔'' یہ سن کر جنابِ علی رضی اللہ عنہ خاموش رہے حتیٰ کہ سیّدنا جبریل علیہ السلام تشریف لے آئے اور کہا: ''اے محمد! اگر آپ نے وہ کام سرانجام نہ دیا کہ جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے، تو آپ کا رب آپ کو اس پر سزا ضرور دے گا۔'' اسی لیے اے علی! تم ہمارے لیے ایک ٹوپہ برابر کھانا تیار کرواور اُس پر بکری کا ایک پایہ (پکا ہوا) رکھ دو۔ اسی طرح ہمارے لیے دودھ کا ایک بڑا پیالہ بھی بھرلو۔ پھر بنوعبدالمطلب کو میری خاطر جمع کرو تاکہ میں اُن سے گفتگو کروں اور جس کام کا مجھے حکم دیا گیا ہے وہ میں اُن تک پہنچادوں۔

جنابِ علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا جیسا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا تھا۔ پھر میں بنوعبدالمطلب کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بلا لایا۔ اس دن یہ چالیس یا اس سے ایک آدمی کم یا زیادہ رہے ہوں گے۔ ان میں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام چچا، ابوطالب، حمزہ، عباس اور ابولہب وغیرہم سب شامل تھے۔ جب یہ تمام لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہوگئے تو آپ نے مجھے وہ کھانا لانے کے لیے فرمایا کہ جسے میں اُن کے لیے تیار کیا تھا۔ چنانچہ میں اسے لے آیا اور جب میں نے اس کھانے کو رکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گوشت کی ایک بوٹی لے کر اسے اپنے دانتوں سے ٹکڑوں میں کیا اور پھر ان ٹکڑوں کو کھانے والے طشت کے چاروں طرف رکھ دیا۔ پھر فرمایا: ''اللہ کے نام سے شروع کرو۔'' چنانچہ قوم نے کھایا اور خوب کھایا حتیٰ کہ وہ سب سیر ہوگئے اور بھوک نام کی کوئی چیز باقی نہ رہی۔ اس اللہ رب العالمین کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! یہ کھانا جو ان سب لوگوں کے لیے میں لایا تھا اسے ایک آدمی ہی کھا سکتا تھا مگر یہ سب کے لیے کافی ہوگیا۔ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اب قوم کو دودھ بھی پلاؤ۔ چنانچہ میں وہی دودھ والا پیالہ لے آیا۔ اس سے تمام لوگوں نے خوب سیر ہوکر پیا۔ اللہ عزوجل کی قسم! یہ دودھ کا پیالہ اکیلا آدمی پی سکتا تھا مگر چالیس آدمیوں سے بھی یہ ختم نہ ہوا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بات کرنا چاہی تو ابولہب اپنی بات شروع کرنے میں آپ سے سبقت لے گیا اور کہنے لگا: تمھارے اس ساتھی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نے تم لوگوں پر جادو کردیا ہے۔ یہ سن کر قوم متفرق ہوگئی اور اُن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بات نہ کرسکے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا: ''اے علی! کل سہی۔ یہ آدمی اپنی بات کرنے میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آج مجھ سے سبقت لے گیا۔ اور تم نے بھی اس کی بات کو سنا کہ جیسے دوسرے لوگ سن کر متفرق ہو گئے اور میں ان لوگوں سے اپنی بات ہی نہ کر سکا۔ کل دوبارہ پھر ان کے لیے اسی طرح کھانا تیار کرو جس طرح آج تم نے تیار کیا تھا اور پھر ان کو میرے پاس اکٹھے کرو۔

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ بتلاتے ہیں کہ: میں نے چنانچہ ایسے ہی کیا۔ پھر اُن کو میں نے جمع کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کھانا لانے کے لیے فرمایا جسے میں ان لوگوں کے قریب لے آیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسے کل کیا تھا ویسے ہی آج بھی کیا۔ سب لوگوں نے خوب سیر ہو کر کھایا حتیٰ کہ انھیں کسی چیز کی ضرورت نہ رہی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علی! انھیں دودھ پلاؤ۔ چنانچہ میں وہی پیالہ دودھ والا لے آیا اور ان لوگوں نے خوب سیر ہو کر پیا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا: ''اے بنی عبد المطلب! اللہ کی قسم! میں عربوں میں ایسے کسی نوجوان کو نہیں جانتا جو اپنی قوم کے پاس اس سے بھی افضل کوئی چیز لے کر آیا ہو جو میں تمھارے پاس لایا ہوں۔ بلاشبہ میں تمھارے پاس دنیا اور آخرت کی بھلائی لے کر آیا ہوں اور اللہ عزوجل نے مجھے اس بات کا حکم دیا ہے کہ میں تمھیں اُس چیز کی طرف دعوت دوں۔ تو بتلایے تم میں سے کون اس کام (دین) پر میری بھرپور مدد کرے گا؟ تاکہ میرا بھائی (علی بن ابو طالب) تمھارے اندر میرا وصی اور میرا خلیفہ بن جائے؟

جناب علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: یہ سن کر آپ کی قوم (بنو عبد المطلب کے سب لوگ) اس نصرت و مدد کرنے سے پیچھے ہٹ گئے۔ اور پھر میں نے کہا: میں ان سب سے کم عمر ہوں اور ابھی تک میری آنکھوں میں گدیں آتی ہیں۔ میں سب سے زیادہ پتلی پنڈلیوں والا (نہایت کمزور) ہوں۔ مگر اس کے باوجود اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) اس امر دین حنیف پر میں آپ کا معاون (وزیر) بنوں گا۔ یہ سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میری گردن پکڑ کر فرمایا:

''یہ میرا بھائی، میرا وصی اور میرا تمھارے اندر خلیفہ ہے۔ اس کی بات کو سنو اور اطاعت کرو۔''

چنانچہ قوم ہنستے ہوئے اور ابو طالب سے یہ کہتے ہوئے اُٹھ کھڑی ہوئی: تو تمھارے بھتیجے نے تمھیں حکم دیا ہے کہ تم اپنے (دس سالہ) بیٹے کی بات کو سنو اور اس کی اطاعت کرو۔ دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ: پوری قوم میں سے کسی نے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی دعوت پر کوئی جواب نہ دیا۔ مگر سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے: اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں آپ کی مدد کروں گا۔ آپ نے فرمایا: تم بیٹھ جاؤ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بات کو قوم کے سامنے دوسری بار پھر دوہرایا، مگر وہ خاموش رہے۔ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر کہنے لگے: میں آپ کا ساتھ دوں گا اے اللہ کے رسول! فرمایا: علی بیٹھ جاؤ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بات کو تیسری بار پھر دوہرایا مگر قوم کے لوگوں میں سے کسی شخص نے بھی آپ کی بات پر لبیک نہ کہا۔ چنانچہ جناب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علی رضی اللہ عنہ تیسری بار کھڑے ہوئے اور کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ کی نصرت و مدد کروں گا۔ فرمایا:

''بیٹھ جاؤ، تم تو میرے بھائی ہو۔'' ❶

نقد و جرح:

یہ حدیث متن کے اعتبار سے بھی باطل ہے اور سند کے اعتبار سے بھی۔ جہاں تک سند کا تعلق ہے تو اس میں عبدالغفار بن القاسم اور عبداللہ بن عبدالقدوس دو متروک و مجروح راوی ہیں۔ جہاں تک عبدالغفار بن القاسم کا تعلق ہے تو یہ بالکل ہی متروک ہے اس کی روایت قابل حجت نہیں ہوتی۔ اس کے بارے میں

ا...... امام علی بن المدینی رحمہ اللہ کہتے ہیں: یہ شخص حدیثیں وضع کیا کرتا تھا۔

ب...... امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ کہتے ہیں: یہ شخص کچھ بھی نہیں تھا۔ (نہ عالم، نہ صدوق، نہ متقی)

ج...... یہی بات جناب عباس بن یحییٰ رحمہ اللہ نے کہی ہے۔

د...... امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: علماء جرح و تعدیل اور محدثین رحمہم اللہ کے نزدیک یہ قوی (قابل اعتبار) نہیں تھا۔

ھ...... اس کے بارے میں ابن حبان رحمہ اللہ کہتے ہیں: یہ شخص احادیث و آثار کو الٹ پلٹ کر دیا کرتا تھا (یعنی متون حدیث میں تبدیلی کر دیتا۔) اس سے دلیل لینا جائز نہیں ہے۔ اسے امام احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین رحمہما اللہ نے متروک کر رکھا تھا۔ (اس کی روایت نہیں لیتے تھے۔) جبکہ

و...... امام نسائی رحمہ اللہ کہتے ہیں: یہ شخص (عبدالغفار بن القاسم) متروک الحدیث ہے۔ ❷

اسی طرح عبداللہ بن عبدالقدوس کا بھی یہی حال ہے۔ بلکہ وہ تو عام علماء حدیث کے ہاں بھی مجروح ہے۔ امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ شخص ثقہ (قابل اعتبار) نہیں ہے۔ جبکہ امام دارقطنی رحمہ اللہ کہتے ہیں: سخت ضعیف ہے۔ ❸

جہاں تک اس حدیث کے متن کا تعلق ہے تو درج ذیل وجوہ و اسباب کی بنا پر اس کا باطل ہونا واضح ہے۔

(ا)...... یہ روایت ایک دوسری حدیث کی معارض ہے کہ جس کے صحیح اور ثابت ہونے پر اہل الحدیث علماء کا اتفاق و اجماع ہے۔ چنانچہ صحیح البخاری اور صحیح مسلم میں یوں درج کیا گیا ہے۔

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ ﴿وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ ۝﴾ (الشعراء: ٢١٤) صَعِدَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم عَلَى الصَّفَا، فَجَعَلَ يُنَادِي: "يَا بَنِي فِهْرٍ، يَا بَنِي

---

❶ المراجعات المراجعة جلد ١، ص: ٣٥٠۔ کتاب "الحجج الدافعات لنقض کتاب المراجعات" ابو مریم بن محمد الأعظمی.

❷ تفصیل کے لیے دیکھئے: المجروحین / ابن حبان رحمہ اللہ کی ص ١٣۔ اور "الضعفاء والمتروکین" امام النسائی رحمہ اللہ کی، ص: ٢١٠۔

❸ دیکھئے: میزان الاعتدال جلد ٢، ص: ٤٥٧.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عَدِيٍّ" لِبُطُوْنِ قُرَيْشٍ، حَتّٰى اجْتَمَعُوْا، فَجَعَلَ الرَّجُلُ إِذَا لَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يَّخْرُجَ أَرْسَلَ رَسُوْلًا لِيَنْظُرَ مَا هُوَ، فَجَاءَ أَبُوْلَهَبٍ وَّقُرَيْشٌ فَقَالَ: "أَرَأَيْتُكُمْ، لَوْ أَخْبَرْتُكُمْ أَنَّ خَيْلًا بِالْوَادِيْ تُرِيْدُ أَنْ تُغِيْرَ عَلَيْكُمْ أَكُنْتُمْ مُصَدِّقِيَّ؟" قَالُوْا: نَعَمْ، مَا جَرَّبْنَا عَلَيْكَ إِلَّا صِدْقًا، قَالَ: "فَإِنِّيْ نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ" فَقَالَ أَبُوْلَهَبٍ: تَبًّا لَكَ سَائِرَ الْيَوْمِ، أَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا؟ فَنَزَلَتْ: ﴿تَبَّتْ يَدَا أَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ○ مَا أَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ○﴾ (المسد: ۱ تا ۲).))[1]

''سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب (سورۃ الشعراء کی آیت ۲۱۴) یہ آیت نازل ہوئی: ﴿وَأَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْأَقْرَبِيْنَ ○﴾ (الشعراء: ٢١٤) ''اور اپنے سب سے قریبی رشتہ داروں کو ڈرا۔'' تو نبی کریم ﷺ صفا پہاڑی پر چڑھ گئے اور پکارنے لگے: ''اے بنی فہر! اے بنی عدی! اور قریش کے دوسرے خاندانوں والو!'' چنانچہ اس آواز پر سبھی جمع ہو گئے اگر کوئی شخص کسی وجہ سے نہ آ سکا تو اُس نے اپنا کوئی چوہدری بھیج دیا تاکہ معلوم ہو سکے کہ بات کیا ہے؟ ابولہب بھی یہاں قریش کے دوسرے لوگوں کے ساتھ مجمع میں تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے سب لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: تمھارا کیا خیال ہے اگر میں تم لوگوں سے کہوں کہ وادی میں (پہاڑی کے پیچھے) ایک لشکر ہے اور وہ تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو کیا تم میری بات سچ مانو گے؟ سب نے کہا: ہاں۔ (ہم آپ کی بات سچ مانیں گے۔) ہم آپ کی تصدیق کرتے ہیں، ہم نے آپ کو ہمیشہ سچا ہی پایا ہے۔ یہ سن کر نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: ''تو پھر سنو! میں تمھیں اس سخت عذاب سے ڈراتا ہوں جو بالکل سامنے ہے۔'' اس پر ابولہب کہنے لگا: تجھ پر سارا دن تباہی نازل ہو، کیا تو نے ہمیں اسی لیے جمع کیا تھا؟ چنانچہ اسی واقعہ پر یہ سورت نازل ہوئی: ﴿تَبَّتْ يَدَا أَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ○ مَا أَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ○ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ○ وَّامْرَأَتُهٗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ○ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ○﴾ (المسد) ''ابولہب کے دونوں ہاتھ ہلاک ہوگئے اور وہ (خود) ہلاک ہوگیا۔ نہ اس کے کام اس کا مال آیا اور نہ جو کچھ اس نے کمایا۔ عنقریب وہ شعلے والی آگ میں داخل ہوگا۔ اور اس کی بیوی (بھی آگ میں داخل ہوگی) جو ایندھن اٹھانے والی ہے۔ اس کی گردن میں مضبوط بٹی ہوئی

---

[1] صحيح البخاري، كتاب التفسير، حديث: ٤٧٧٠، وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب في قوله تعالىٰ: ﴿وَأَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْأَقْرَبِيْنَ﴾، حديث: ٥٠٨.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسّی ہوگی۔''

(ب)...... اثنا عشری روافض شیعہ نے سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل کے بارے میں انتہائی مبالغہ آرائی اور لمبے چوڑے دعووں کے ساتھ نص صریح کا شور مچا رکھا ہے کہ جناب علی رضی اللہ عنہ ہی وصی رسول اللہ ہیں اور آپ اکیلے ہی خلافت بلافصل کے حقدار تھے۔ اور یہ کہ اس دعویٰ وعقیدہ کے ثبوت میں کتنے ہی نصوص ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔ جبکہ روایت مذکور بالا (کہ جس پر بحث ہورہی ہے) ہی ان کے دعویٰ کو باطل کررہی ہے۔ اس میں ہے کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کو اپنی نصرت ومدد کے لیے بلایا اور یہ کہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرنا قبول کرے گا وہ آپ کا بھائی، آپ کا وصی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا آپ کے بعد خلیفہ بن جائے گا۔ اور آپ نے اس وعدہ کے ساتھ سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کو مخصوص نہیں فرمایا، بلکہ آپ نے تو تین بار اُن سے منہ پھیرلیا۔ پھر جب علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ (کہ جو اُس وقت ابھی دس گیارہ سال کے بچے ہی تھے۔) کسی اور کو اپنا مددگار نہ پایا تو اُن سے جو فرمایا سو فرمایا (وہ آپ نے پیچھے پڑھ لیا ہے۔) یہ بات اس نتیجہ پر دلالت کرتی ہے کہ ابتداء میں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ اس منصب کے حقدار نہ تھے اور یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم کے پیچھے ہٹ جانے کی وجہ سے اس بات پر مجبور ہوگئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس معاملہ کا فیصلہ جناب علی رضی اللہ عنہ کے حق میں کردیں۔ تو یہ بات اس دعویٰ کے ساتھ موافقت کرتی ہے جو قومِ روافض نے دعویٰ کر رکھا ہے کہ: سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ تو اپنی وصایت و ولایت اور امامت وخلافت کے لیے آسماں سے تصریح ومنصوص شدہ ہیں۔ ❶

(۳)...... حدیث "أَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا" اور دیگر موضوع احادیث:

اس باب میں ڈھیر ساری موضوع احادیث کتابوں میں درج ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے جسے سیّدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی طرف روایت کے لیے منسوب کیا گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "أَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا ...... میں علم کا شہر اور علی اُس کا دروازہ ہیں۔'' اس روایت کے متعلق بھی علماء حدیث ومحدثین اور فقہاء کرام کا طعن ورد موجود ہے۔ امیر المومنین فی الحدیث امام محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کا انکار کیا ہے۔ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں: اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ ابن جوزی رحمہ اللہ نے اسے موضوعات میں شمار کیا ہے۔ جبکہ امام نووی اور امام ذہبی رحمہما اللہ جمیعاً بھی اس کو موضوع ہی مانتے ہیں۔ ❷

شیخ البانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: حدیث: "أَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا ، فَمَنْ أَرَادَ الْعِلْمَ فَلْيَأْتِ

---

❶ دیکھئے: "ثم أبصرتُ الحقيقه" ص ۲۲٤.

❷ دیکھئے: "الفوائد الموضوعه فی الأحاديث الموضوعة" ص ۷۱، رقم: ۲۵۷، "الفتاویٰ" جلد٤، ص ٤١٠.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الْبَـابَ" موضوع ہے۔ اسے عقیلی نے ''الضعفاء'' میں روایت کیا ہے۔ اسی طرح ابن عدی نے ''الکامل'' میں، الطبرانی نے ''الکبیر'' میں اور الحاکم نے "عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ" اسے روایت کیا ہے جبکہ الحاکم اور ابن عدی دونوں نے "عَنْ جَابِرٍ" روایت کیا ہے۔ [1]

اسی طرح یہ جو حدیث "مَنْ نَاصَبَ عَلِيًّا بِالْخِلَافَةِ فَهُوَ كَافِرٌ" بیان کی جاتی ہے تو کتب اہل السنہ والجماعۃ میں کسی بھی طریق وسند سے اس کا اصل میں کوئی ''آثر'' نہیں ہے۔ [2]

یہ چند ایک نمونے، روافض کی طرف سے سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے اختصاص بالوصیۃ وبالامامۃ کے دلائل میں جو پیش کیے جاتے ہیں، خود اپنے ضعف وموضوعیت کو کھول کر بیان کر رہے ہیں۔ اس بات کی تائید اس دلیل سے بھی ہوتی ہے کہ جسے معروف مؤرخ ابن خلدون نے بیان کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ: روافض شیعہ جن نصوص سے استدلال کرتے ہیں اور انھیں وہ نقل کرتے ہوئے اپنے مذہب کے مطابق ان کی تاویل بھی کرتے ہیں تو ان نصوص وتصریحات کو حدیث وسنت کے بارے میں ماہر نقاد اور کھرے کھوٹے کو پرکھنے والے ماہر علماء عظام نہ ہی تو جانتے ہیں اور نہ ہی شریعت نے انھیں بیان کیا ہے۔ بلکہ ان میں سے اکثر موضوع ہیں یا پھر ان میں ردّ وطعن موجود ہے یا کم از کم روافض کی تاویلات ومعانی سے یہ تمام دلائل نہایت دور ہیں۔ [3]

اسی طرح امام ابن حزم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ: وہ تمام احادیث وروایات جو روافض کے دعووں اور ان کے عقائد ونظریات سے متعلق ہیں سب کی سب موضوع ہیں۔ جس شخص کو بھی احادیث وروایات، آثار اور ان کے نقل کرنے کے بارے میں تھوڑا سا بھی علم ہوگا وہ ان کی موضوعیت کو فوراً جان لے گا۔ [4]

امامت وخلافت بلافصل والے اپنے مذہب کی تائید میں روافض شیعہ کی طرف سے احادیث وضع کرنے میں ان کے کردار واثر کا اعتراف تو خود ایک شیعہ مصنف ابن ابوالحدید اپنی تحریروں میں کرتا ہے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے: فضائل والی احادیث میں بلاشبہ اصل جھوٹ روافض شیعہ کی طرف سے آئے ہیں۔ ان لوگوں نے آغاز میں ہی اپنے امام (سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ) کے متعلق بناوٹی احادیث وضع کر لی تھیں۔ ان احادیث کو وضع کرنے پر انھیں ان کے دشمنوں (اہل السنہ والجماعۃ، سلف صالحین) کی دشمنی نے تیار کیا تھا۔ چنانچہ جب اہل السنہ والجماعۃ (جنھیں ابن ابوالولید...... بکریہ...... سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اوّل خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور افضل من جمیع اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ماننے والے،

---

[1] دیکھیے: "ضعیف الجامع الصغیر" جلد۲، ص ۱۳، رقم: ۱٤۱٦.
[2] دیکھیے: "منهاج السنة النبوية" جلد٤، ص ۱۰۷، ۱۰۸، و"دراسة عن الفرق" للحلي ص ۱۹٥.
[3] دیکھیے: مقدمه ابن خلدون ص ۱۹۷.
[4] دیکھیے: "الفصل في الملل والنحل" جلد٤، ص ۱٤۸.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جیسے لفظ سے تعبیر کرتا ہے۔) سلف صالحین اور سلفی منہج پر قائم تابعین و تبع تابعین ومن تبعہم باحسان رحمہم اللہ اجمعین نے دیکھا کہ: شیعہ نے اس بارے میں جو گندا کردار ادا یا ہے تو انھوں نے بھی ان موضوع روایات کے مقابلے میں اپنے امام ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے متعلق احادیث گھڑ لیں...... چنانچہ روافض شیعہ نے جب دیکھا کہ ''بکریہ'' (اہل السنہ سلف صالحین ومحدثین عظام رحمہم اللہ جمیعا) نے بھی احادیث بنالی ہیں تو انھوں نے بھی ان کے مقابلے میں احادیث کو وضع کرنے میں بہت وسعت دے ڈالی۔ سو، دونوں فریق اپنے اپنے کمائے ہوئے سامانِ وضعیت میں دوسرے کے محتاج نہ رہے۔'' (اس عبارت میں جھوٹے مذہب کا پیروکار خود جس گندگی سے لتھڑا دکھائی دے رہا ہے اُسی گندگی کے ساتھ، اعلیٰ کردار والے نہایت صاف ستھرے لباس والے اہل تقویٰ، پختہ ایمان وعمل والے حضرات گرامی قدر کو بھی لبیڑنا چاہتا ہے۔ مگر اللہ عزوجل نے اپنے دین کے دونوں مصادر مطہرہ کی حفاظت اور اپنے صالح بندوں کی عزتوں کو محفوظ رکھنے کا ذمہ خود لے رکھا ہے۔ فحمد الله عزوجل علی ذلك ونشكره) دراصل بات یہ ہے کہ: سادا تنا ابوبکر بن ابوقحافہ رضی اللہ عنہما اور علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں صحیح اسناد سے ثابت اس قدر احادیث موجود ہیں کہ ان کے ہوتے ہوئے کسی موضوع اور ضعیف حدیث وروایت کی ضرورت ہی نہیں رہتی اور یہ سب صحیح روایات عصبیت کے تکلف سے کفایت کر جاتی ہیں۔ ❶

روافض کے ان جھوٹے دلائل کے ضعیف ہونے کے باوجود ہم دیکھ رہے ہیں کہ عصر حاضر کے بعض شیعہ مولوی اپنی تحریروں اور تقریروں میں آج بھی ان کا حوالہ دیتے ہیں اور امامت وخلافت کے بارے میں اپنے عقائد کے ثبوت میں ان جھوٹی روایات واحادیث موضوعہ کو بطول دلائل پیش کرتے ہیں۔ ان روافض کا ایک بڑا عالم (جسے انھوں نے امام کا درجہ دے رکھا ہے۔) تو اس بات کا بھی قائل ہے کہ:

رسول اللہ ﷺ نے اپنے بعد سیدنا ومولانا علی بن ابوطالب علیہ السلام کو بلافصل خلیفہ مقرر نہ فرمایا ہوتا تو آپ نے گویا رسالت کا حق ادا نہیں فرمایا ہوتا۔ آگے بیان کرتا ہے کہ: ''رسول اللہ ﷺ سے بذریعہ وحی اللہ عزوجل نے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ جو اللہ رب العالمین نے ان کی طرف نازل فرمایا ہے، اُس میں سے وہ حکم کہ جس کے ذریعے وہ لوگوں (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین) میں جس کو اپنا خلیفہ ونائب مقرر کریں اسے بھی لوگوں تک پہنچا دیں اور اس حکم کو مضبوطی سے بیان کریں۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے اس حکم کی اطاعت فرمائی اور خلافت کے لیے سیدنا علی بن ابوطالب علیہ السلام کو مقرر و معین فرما دیا۔ ❷

---

❶ دیکھیے: شرح نهج البلاغة جلد ۱۱، ص ۴۸، ص ۵۰ نقلاً عن "دراسة عن الفرق" لدکتور احمد جلي ص ۱۹۵، ۱۹۶۔

❷ دیکھیے: خمینی کی "الحکومة الاسلامیّة" ص ۴۲، ص ۴۳ اور "دراسة عن الفرق في تاریخ المسلمین" ص ۱۹۶۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روافض شیعہ کا یہ قول اُن آیات واحادیث کی صراحتاً مخالفت کر رہا ہے کہ جن کے ذریعے وہ امامت کے لیے استدلال کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اس لیے کہ؛ اُن کے اس عقیدہ وقول سے لازم آتا ہے کہ: غدیر خم والے واقعہ تک اللہ تبارک وتعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ نے امامت علی رضی اللہ عنہ پر تو تصریح کی ہی نہیں تھی۔

امامیہ شیعہ کے نزدیک نظریۂ امامت پر نقد وجرح کے لیے یہی بات کافی ہے کہ اُن کے پاس اس ضمن میں عبد اللہ بن سبا والے نظریہ کے سوا کوئی سند نہیں ہے۔ یعنی وہ ابن سبا یہودی کہ جس نے اس قول ونظریہ کی اشاعت کا آغاز کیا تھا: ''امامت دراصل ہوتی ہی نبی کی وصیت اور وحی من اللہ کے ساتھ پابند ومحصور اور جب علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی اور امامت وخلافت پر فائز ہو جائے تو اس پر برأت بھی واجب ہے اور اُس کی تکفیر کرنا بھی۔'' شیعہ روافض کی کتابیں اس بات کا اعتراف کرتی ہیں کہ: عبد اللہ بن سبا وہ پہلا شخص تھا جس نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی امامت کے فرض ہونے کو مشہور کیا تھا اور اس نے آپ رضی اللہ عنہ کے دشمنوں سے (کہ جن کو ابن سبا یہودی نے اپنی فکر سے آپ کا دشمن تصور کر رکھا تھا۔) برأت کا اظہار واعلان بھی کیا اور آپ کے مخالفین کو بیان کر کے ان کے کفر کا اعلان بھی کیا تھا۔ ❶

اس لیے کہ ابن سبا یہودی الأصل تھا۔ وہ رائے رکھتا تھا کہ: جناب یوشع بن نون سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کے وصی تھے۔ چنانچہ جب اس نے اپنے ظاہری اسلام کا اعلان کیا تو اُس نے یہی بات سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے بارے میں مشہور کر دی۔ ❷

(د)......توحید باری تعالیٰ اور امامی اثنا عشری شیعہ:

اثنا عشری امامی روافض نے اپنے امام کے بارے میں عقیدہ کو اپنے مذہب کی اساس اور اپنے دین کے ارکان میں سے ایک رکن قرار دے رکھا ہے۔ اس اعتبار سے اُن کے ہاں ''امام'' عقیدہ کا ایک باقاعدہ جزء ہے۔ روافض شیعہ اپنے بعض آئمہ کی طرف یہ بات منسوب کرتے ہیں کہ اُمت اسلامیہ کے جس فرد کا کوئی امام نہ ہو وہ نہایت درجہ کا گمراہ ہو گیا اور یہ کہ اگر اس کی موت اسی حالت میں واقع ہوگئی تو وہ گویا کہ جاہلیت کی موت مرا۔ ❸

یہ اس لیے کہ: شیعہ کے تصور میں ''امام''......تمام مسلمان (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے لے کر آج تک) خلیفۃ المسلمین کے بارے میں جو تصور رکھتے ہیں، ان سب سے مکمل طور پر اختلاف رکھتا ہے۔ (یعنی ان مسلمانوں کے تصور

---

❶ دیکھیے: "رجال الکشی" ص ۱۰۸، ص ۱۰۹ اور أصول مذهب الشيعة الإمامية جلد ۲، ص: ۷۹۲.

❷ اصول مذهب الشيعة الإمامية جلد ۲، ص: ۷۹۲.

❸ دیکھیے: "دراسة عن الفرق في تاريخ المسلمين" ص: ۱۹۷.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے مختلف ہوتا ہے۔) اور وہ اس طرح کہ: اہل اسلام، خلیفۃ المسلمین یا امام المسلمین اپنی ہیئت تکوینیہ اور اپنے معارف کے اعتبار سے ایک عام شخص کو شمار کرتے ہیں اور یہ کہ اُس کا دور اللہ عزوجل کی شریعت مطہرہ کو نافذ کرنے والے کے دور سے متجاوز نہیں ہوتا۔ اور یہ کہ اُس سے غلطی وسہو اور گناہ بھی سرزد ہوسکنے کا امکان ہوتا ہے، جس طرح کہ تمام لوگوں سے غلطی وگناہ ہوسکتا ہے۔ اور پھر ایسی صورت میں کہ جب وہ اللہ عزوجل کے کسی حکم کی مخالفت کرے تو اس سے تعارض بھی کیا جاسکتا ہے اور اس سے باز پرس بھی ہوسکتی ہے۔ مگر اس کے باوجود خلیفۃ المسلمین کا ایک مسلمہ جماعت (اہل حل وعقد) کی طرف سے (شوریٰ کے مشورہ وحکم سے) اس کا انتخاب وچناؤ بھی ہوتا ہے۔ ❶

اس تصور کے برعکس روافض شیعہ اس بات کا عقیدہ رکھتے ہیں کہ: اُن کے امام اس جہانِ دنیا سے پہلے نور تھے اور یہ کہ ان کو ولایت حکمیہ کے ساتھ ساتھ ولایت تکوینیہ کا اختیار بھی حاصل تھا۔ اپنے اس طرح کے عقائد و نظریات کے لیے انھوں نے کچھ موضوع روایات کو نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کر رکھا ہے حتیٰ کہ ایک حدیث کی سند سیّدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ تک بھی پہنچا رکھی ہے۔ ❷

روافض شیعہ کے عصر حاضر والے اماموں سے ایک ان کا امام (آیۃ اللہ خمینی) کہتا ہے: ''امام'' کے لیے ولایت و حاکمیت، اس کی اللہ تعالیٰ کے ہاں جو منزلت وعظمت ہوتی ہے اس سے الگ ہوکر مضبوط و مستحکم نہیں ہوتی۔ یعنی ایسی ولایت کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی اور نہ ہی یہ ولایت و حاکمیت اسے ان حکام کی مانند کر دیتی ہے کہ جو اس سے دشمنی رکھتے ہوں (یعنی اہل السنۃ والجماعۃ کے خلفاء وسلاطین اور حکام) اس لیے کہ بلاشبہ (نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ کے مقابلے میں) امام کو مقام محمود اور سب سے معزز درجہ اللہ کے ہاں حاصل ہوتا ہے۔ اسی طرح امام کو خلافت تکوینیہ (اللہ عزوجل کے ساتھ شریک ہوکر یا الگ سے صفتِ تخلیق کے ذریعے پیدا کرنے والی خلافت) حاصل ہوتی ہے جو اُس کی ولایت وسلطنت کے لیے اس جہان کے تمام ذرات کو جھکا دیتی ہے۔ (اور ہر چیز اُس کی فرمانبردار و مطیع ہوجاتی ہے۔)

اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ: ہمارے مذہب کی ضروریات میں سے یہ بھی ہے کہ (جسے کہتے ہیں: ضرورت ایجاد کی ماں ہے۔) ہمارے اماموں کو وہ مقام حاصل ہے کہ جس تک نہ کوئی اللہ کا مقرب فرشتہ پہنچ سکتا ہے اور نہ ہی کوئی نبی مرسل۔ (یہ شیعوں کا نظریۂ ضرورت ہے۔) اور ان روایات واحادیث کے موجب کہ جو ہمارے پاس (ہماری ہی گھڑی ہوئی) ہیں، یہ ہے کہ: رسول اعظم ﷺ اور بارہ امام اس جہان سے پہلے سراپائے نور (روشنیاں)

---

❶ دیکھئے: "النظام السیاسی للدولۃ الإسلامیۃ، ص: ۱٤۷، ص: ۲۳٦.

❷ دیکھئے: " دراسۃ عن الفرق فی تاریخ المسلمین " ص: ۱۹۸.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے اور پھر اللہ تبارک وتعالیٰ کو اپنے عرش عظیم کے ساتھ محیط کرلیا (گھیرے میں لے لیا۔) اس کے بعد اللہ کریم نے ان کو ایسا مرتبہ ومقام عطا کر دیا کہ جسے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ جناب جبریل علیہ السلام فرماتے ہیں: "لَوْ دَنَوْتُ أُنْمُلَةً لَاحْتَرَقْتُ ...... اگر میں اپنے مقام سے ایک انگلی کے پور برابر بھی عرش عظیم کے قریب ہو جاؤں تو میں ضرور جل کر راکھ ہو جاؤں۔" ان اماموں کی طرف سے یہ خبر پہنچی ہے کہ: "إِنَّ لَنَا حَالَاتٌ لَا يَسَعُهَا مَلَكٌ مُقَرَّبٌ وَلَا نَبِيٌّ مُرْسَلٌ ...... ہمارے ایسے احوال ہیں (پوشیدہ قسم کے جو کسی کو بتلائے نہیں جاسکتے) کہ جن کا احاطہ نہ کوئی اللہ کا مقرب فرشتہ کرسکتا ہے اور نہ ہی کوئی نبی مرسل۔"[1]

روافض کے امام سے متعلق اس تصور کی بنیاد پر تو، بلاشبہ اُس کا دور اللہ عزوجل کی شریعت کے نفاذ کے وقت بھی نہیں ٹھہرتا۔ بلکہ اس امام کا تخلیق کائنات کے معاملات اور نظام ومجریات کائنات پر پورا پورا قبضہ ہوتا ہے۔ چنانچہ اس اعتبار سے سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ حاکم بھی ہیں اور شہروں، ملکوں اور بندوں کے اُمور وشئون میں شرعی قبضہ دار بھی۔ اور یہ کہ فرشتے ان کے سامنے عاجزی اختیار کرتے ہیں اور تمام لوگ بھی ان کے سامنے عاجز رہتے ہیں، حتیٰ کہ اُن میں سے دشمن بھی۔ اس لیے کہ وہ جنابِ علی رضی اللہ عنہ کے قیام وقعود (اُٹھنے بیٹھنے)، آپ کی گفتگو اور خاموشی، آپ کے خطبہ، نمازوں اور آپ کی جنگوں میں پائے جانے والے حق کے لیے عاجزی ودرماندگی اختیار کرتے ہیں۔"[2]

"اپنے اماموں کے بارے میں شیعی رافضی عقیدہ اپنے غلو کی بنا پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی توحید خالص پر اُن کے ایمان میں بری طرح سے اثر انداز ہے۔" آیئے درج ذیل عنوانات کی روشنی میں اس کا جائزہ لیتے ہیں۔

(۱)......روافض نے توحید باری تعالیٰ کے نصوص کو اپنے آئمہ کی ولایت میں مان رکھا ہے:

اس ضمن میں سب سے پہلے جس چیز سے ہم دوچار ہوتے ہیں وہ یہ ہے کہ: بلاشبہ قرآن عظیم کے نصوص تو ایک اللہ عزوجل وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کا حکم دیتے ہیں، مگر ان ظالموں نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ اور اپنے اماموں پر ایمان رکھنے کے مفہوم میں ان آیات کا معنی تبدیل کر رکھا ہے۔ وہ نصوص قرآنیہ کہ جو اللہ کے ساتھ شرک سے منع کرتے ہیں ان روافض نے ان سے مقصود ان کے اماموں کی ولایت میں شرک لے لیا ہے۔ چنانچہ اللہ عزوجل کا یہ جو فرمان ہے:

﴿وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ

---

[1] دیکھئے: آیۃ اللہ خمینی کی "الحکومۃ الاسلامیۃ" ص: ۹۳ و ۹۴۔

[2] دراسۃ عن الفرق فی تاریخ المسلمین، ص: ۲۰۰۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ٥﴾ (الزمر: ٦٥)

''اور بلاشبہ یقیناً تیری طرف وحی کی گئی اور ان لوگوں کی طرف بھی جو تجھ سے پہلے تھے کہ بلاشبہ اگر تو نے شریک ٹھہرایا تو یقیناً تیرا عمل ضائع ہو جائے گا اور تو ضرور بالضرور خسارہ اٹھانے والوں سے ہو جائے گا۔''

تو روافض کی معروف کتب ''الکافی''...... جو ان کے نزدیک روایت میں سب سے صحیح کتاب ہے۔ (دیکھئے: اصول الکافی جلد ١، ص ٤٢٧، رقم: ٧٦) ''تفسیر القمی''...... جو ان کی ان کے ہاں سب سے عمدہ تفسیر شمار ہوتی ہے۔ (جلد٢، ص ٢٥١) اور ان کے علاوہ ان کے معتمد علیہا مصادر میں اس آیت کی تفسیر یوں درج ہے: ''یَعْنِيْ إِنْ أَشْرَكْتَ فِي الْوِلَايَةِ غَيْرَهُ ...... یعنی اگر تم نے (اے محمد ﷺ) ولایت میں اس کے علاوہ کسی اور کو حصہ دار مان لیا۔'' ❶

ان کے ایک اور مصدر میں ایک عبارت اس طرح ہے: لَئِنْ أَمَرْتَ بِوَلَايَةِ أَحَدٍ مَعَ وَلَايَةِ عَلِيٍّ مِنْ بَعْدِكَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ ...... اگر تم نے (اے ہمارے نبی محمد! ﷺ) اپنے بعد علی بن ابو طالب (رضی اللہ عنہ) کی ولایت کے ساتھ کسی اور کی ولایت کا حکم دے دیا تو تمھارے اعمال ضائع ہو جائیں گے۔'' ❷

اسی مذکور بالا معنی کی تائید میں ''البرهان في تفسير القرآن'' کا مصنف اوپر بیان کردہ سورۃ الزمر کی آیت (٦٥) کی تفسیر میں چار موضوع اور جھوٹی روایات لایا ہے۔ ❸

روافض کے نزدیک اس آیت کریمہ کا سببِ نزول کچھ اس طرح ہے کہ: ''اللہ تعالیٰ نے جب اپنے نبی محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف وحی کی کہ آپ علی رضی اللہ عنہ کو لوگوں کا سردار (وصی وخلیفہ) مقرر کردیں تو معاذ بن جبل (رضی اللہ عنہ) نے نبی کریم ﷺ سے نہایت تکلیف دہ سرگوشی کرتے ہوئے کہا: علی کی ولایت (خلافت وامارت) میں پہلے اور دوسرے (ان کی مراد سادا تنا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہم ہیں۔) کو بھی شریک کریں۔ تاکہ لوگ آپ کی بات کو اطمینان سے سنیں اور آپ کی تصدیق کریں۔ چنانچہ جب اللہ عزوجل نے یہ آیت اُتاری:

﴿يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ

---

❶ دیکھئے: ''البرهان'' جلد ٤، ص ٨٣ وتفسير الصافی جلد ٤، ص ٣٢٨۔ یہ الفاظ ''الکافی'' میں کلینی کے ہیں۔ مزید دیکھئے: ''أصول الشيعة'' جلد ٢، ص ٥١٩۔

❷ دیکھئے: أصول الشيعة جلد ٢، ص ٥١٩۔

❸ دیکھئے: البرهان جلد ٤، ص ٨٣ واصول الشيعة جلد ٢، ص ٥١٩۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴾ (المائدہ: ٦٧)

''اے رسول! پہنچا دے جو کچھ تیری طرف تیرے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے اور اگر تو نے نہ کیا تو تو نے اس کا پیغام نہیں پہنچایا اور اللہ تجھے لوگوں سے بچائے گا۔ بے شک اللہ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

تو رسول اللہ ﷺ نے سیّدنا جبریل علیہ السلام سے شکایت کی اور فرمایا: لوگ تو میری تکذیب کر رہے ہیں اور میری بات کو مانتے ہی نہیں۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ اُتار دی:

﴿ وَلَقَدْ اُوحِیَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ ﴾ (الزمر: ٦٥)

''اور بلاشبہ یقیناً تیری طرف وحی کی گئی اور ان لوگوں کی طرف بھی جو تجھ سے پہلے تھے کہ بلاشبہ اگر تو نے شریک ٹھہرایا تو یقیناً تیرا عمل ضائع ہو جائے گا اور تو ضرور بالضرور خسارہ اٹھانے والوں سے ہو جائے گا۔''

اس میدان میں اس قدر ان لوگوں نے مجرمانہ جرأت سے کام لیا ہوا ہے کہ: پڑھنے والا (قاری) اللہ تعالیٰ کی آیات میں ان کی تحریفات کو خوب جان لیتا ہے اور آیت کے آغاز اور اس کے آخر و بعد میں تبدیلی والی سازشانہ من مانی کو بھی۔ اور پھر وہ اس آیت کے اپنی من مرضی والے معنی میں تتبع کرتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْنِّیْ اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجَاهِلُوْنَ ۝ وَلَقَدْ اُوحِیَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ ۝ بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴾ (الزمر: ٦٤ تا ٦٦)

''کہہ دے پھر کیا تم مجھے غیر اللہ کے بارے میں حکم دیتے ہو کہ میں (ان کی) عبادت کروں، اے جاہلو! اور بلاشبہ یقیناً تیری طرف وحی کی گئی اور ان لوگوں کی طرف بھی جو تجھ سے پہلے تھے کہ بلاشبہ اگر تو نے شریک ٹھہرایا تو یقیناً تیرا عمل ضائع ہو جائے گا اور تو ضرور بالضرور خسارہ اٹھانے والوں سے ہو جائے گا۔ بلکہ اللہ ہی کی پھر عبادت کر اور شکر کرنے والوں سے ہو جا۔''

تو یہ آیات کریمہ اللہ عزوجل کی عبادت میں اُسی کی توحید خالص کو اختیار کرنے سے متعلقہ ہیں، جیسا کہ ان کے سیاق وسباق سے واضح ہے۔ مگر ان ظالموں نے اللہ کے حکم کو تبدیل کر کے درمیان والی آیت کو سیّدنا علی رضی اللہ عنہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے متعلق ہونے کی تعبیر کر لی۔ جبکہ حقیقت میں جناب علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کا اس آیت کریمہ میں ذکر تک نہیں ہے۔ گویا ان روافض نے اگلی تیسری آیت میں مذکور لفظ ''اللہ'' سے علی'' مراد لے لیا اور عبادت سے ولایت و امامت مراد لے لی۔

آیت مذکور بالا اپنے معنی کے بیان کرنے اور دلالت کو واضح کرنے کے لیے نہایت نمایاں اور صریح و آشکارا ہے۔ ان روافض کی مذکور بالا تاویل اور اس معنی کے درمیان ذرہ بھر کا بھی کوئی تعلق نہیں ہے۔ ❶

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں علماء و آئمہ اہل السنہ والجماعۃ سلفی جماعت حقہ کے اہل العلم نے فرمایا ہے کہ:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا حکم فرمایا ہے کہ آپ مشرکین سے یہ بات کہہ دیں یعنی اُن مشرکوں سے کہ جنھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اُس شرک والی غلیظ عبادت کی طرف جب دعوت دی تھی کہ جس ''بتوں کی پوجا والی گندگی'' پر وہ خود عمل پیرا تھے اُس کو آپ بھی قبول کر لیں۔ کہنے لگے: ہم تمھیں اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) اس شرک وخرافات کی دعوت اس لیے دے رہے ہیں کہ یہ تمھارے آبا وٴ اجداد کا دین ہے۔ تو ان کے مقابلہ میں اللہ عزوجل ارشاد فرما رہے ہیں: اے محمد! آپ اپنی قوم کے مشرکوں سے کہہ دیجیے! کیا تم لوگ مجھے غیر اللہ کی پوجا کا حکم دیتے ہوا اے جاہلو! تو پھر سنو، میرا عین وعقیدہ یہ ہے کہ: اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے علاوہ کسی کی بھی کوئی عبادت و پوجا جائز نہیں ہے۔ ❷

چونکہ غیر اللہ کی پوجا والا کام صرف اور صرف غبی جاہل کے سوا کسی اور سے سرزد نہیں ہوسکتا، اس لیے اللہ عزوجل نے ان لوگوں کو اسی لفظ سے مخاطب فرمایا جس کا یہاں تقاضا تھا۔ چنانچہ فرمایا:

﴿ قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْنِّيْٓ اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ ﴾ (الزمر: ٦٤)

''کہہ دے پھر کیا تم مجھے غیر اللہ کے بارے میں حکم دیتے ہو کہ میں (ان کی) عبادت کروں اے جاہلو!''

پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے واضح فرمایا کہ: اُس کے حبیب وخلیل پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی یہی حکم اتارا گیا ہے اور آپ سے پہلے تمام نبیوں کی طرف بھی کہ: اگر تم نے اللہ کے ساتھ شرک کیا تو تمھارے سارے اعمال برباد ہو جائیں گے۔ یہ شرک وخرافات کے خطرناک اور نفرت انگیز ہونے میں اس کو بیان کرنے کے لیے فرمایا ہے۔ پھر یہاں مخاطب اُس ہستی اور شخصیت کو کیا جا رہا ہے کہ جس سے شرک کا ارتکاب ناممکنات میں سے ہے، تو اندازہ لگایئے کہ نبی کریم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ باقی لوگوں کا معاملہ اس ضمن میں کیا ہوگا؟ یعنی ان کے

---

❶ تفصیل کے لیے دیکھئے: "أصول الشيعة الإمامية" جلد٢، ص ٥٢٠.

❷ تفصیل کے لیے دیکھئے: تفسیر ابن کثیر جلد٤، ص ٦٧ و تفسیر البغوي جلد٤، ص ٢٨٤.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بارے میں کس قدر سخت وعید ہوگی؟

آگے اللہ عزوجل فرمارہے ہیں: " بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْهُ "......یعنی آپ اپنے رب، اللہ تعالیٰ تبارک وتعالیٰ کا حکم مانتے ہوئے صرف ایک اُسی کی ہی عبادت کریں اور اُس کی عبادت نہ کرنے لگ جانا کہ جس کی پوجا کا حکم آپ کو مشرکین دے رہے ہیں۔ یعنی معبودان باطلہ اور بتوں کی۔ (1)

جیسا کہ آپ ملاحظہ کر رہے ہیں؛ آیت کریمہ کا معنی نہایت ہی واضح اور عیاں ہے۔ اس کا مفہوم صرف اُسی شخص پر مشتبہ اور مشکل ومشکوک ہوگا جو مطلب پرست نفسانی خواہش کا غلام ہوگا۔ جسے حق کی راہ دیکھنے سے اُس کی نفسانی خواہش نے اندھا کر رکھا ہو۔ روافض کا یہ وہ گروہ ہے کہ جس نے پیچھے بیان کردہ اپنے معانی کے لیے کچھ روایات بھی گھڑ رکھی ہیں کہ جن کا بڑا مقصد اوران کی غرض وغایت: قرآن کریم میں امامت کے ان کے اپنے دعویٰ کے لیے کسی خودساختہ سند کو تلاش کرنا ہے، چاہے اس کے لیے انھیں اللہ کی آیات میں تحریف ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔ چنانچہ یہ گروہ اس معاملے میں بے سوچے سمجھے، الل ٹپ کام کرتا ہے، یعنی بے ہدایت و بے بصیرتی کا کام۔ یہ لوگ اپنے استدلال کے لیے نہ ہی تو لغت عرب کی اصل سے سند لیتے ہیں، نہ ہی عقل وفہم سے، نہ ہی فہم صحابہ سے اور نہ ہی نبی مکرم ﷺ کی اپنی بیان کردہ توضیحات وتشریحات والے دین حنیف و شریعت مطہرہ سے۔ (2)

(۲)......روافض کے نزدیک قبولِ اعمال میں اصل چیز "ولایت" ہے:

روافض کا دعویٰ ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے اپنے اور اپنی مخلوق کے درمیان سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کو ایک (رب العالمین کو جاننے، پہچاننے کی) نشانی بنا رکھا ہے۔ اس لیے جو جنابِ علی رضی اللہ عنہ کو پہچان، جان لیتا ہے وہ اصل میں پکا مومن ہوتا ہے۔ جو اُن کو پہچاننے سے انکار کردے وہ کافر ہوجاتا ہے۔ اور جو اُن سے لاعلمی و جہالت اختیار کرے وہ گمراہ ہوتا ہے۔ جو اُن کے ساتھ کسی اور چیز کو برابر میں مانے وہ مشرک ہوتا ہے اور جو اُن کی ولایت وامامت کا قائل ہو وہ جنت میں جائے گا۔ (3)

ان روافض کا یہ دعویٰ بھی ہے کہ: جو شخص ہماری ولایت (جوانھوں نے بنا رکھی ہے) کا اقرار کرے اور پھر اسے اسی حالت میں موت آجائے تو اس کی نمازیں، اُس کے روزے، اُس کی زکاۃ اور اُس کا حج، سبھی اعمال قبول

(1) تفصیل کے لیے دیکھیے: تفسیر الطبری جلد: ۲۴، ص: ۲۴، تفسیر القرطبي جلد: ۱۵، ص: ۲۷۶، ۲۷۷۔ فتح القدیر جلد: ۴، ص: ۴۷۴۔ آلوسی کی روح المعانی جلد: ۲۴، ص: ۲۳، ۲۴۔

(2) اصول الشیعة الإمامیة جلد۲، ص: ۵۲۲۔

(3) اصول الکافی جلد: ۱، ص: ۴۳۷۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوں گے اور اگر وہ اللہ عزوجل کے سامنے ہماری ولایت کا اقرار نہیں کرتا تو اللہ عزوجل اس کا کوئی بھی عمل قبول نہیں فرمائیں گے۔ ❶

روافض کہتے ہیں: جناب جبریل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئے اور کہا: اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) السلام (اللہ تعالیٰ) آپ کو سلام کہہ رہے ہیں اور فرماتے ہیں: میں نے ساتوں آسمان اور جو کچھ ان میں ہے جو خود پیدا فرمایا ہے، اسی طرح سے تمام زمینیں اور جو کچھ ان پر ہے وہ بھی سب میں نے پیدا کیا ہے۔ میں نے بیت اللہ الحرام کے حجر اسود والے کونے اور مقامِ ابراہیم سے بڑی عظمت والی کوئی جگہ پیدا نہیں کی۔ جب سے میں نے تمام آسمانوں اور تمام زمینوں کو پیدا کیا ہے اس وقت سے لے کر آخر تک اگر کوئی بندہ مجھے پکارتا رہے اور پھر مجھ سے اس حال میں ملے کہ وہ علی (رضی اللہ عنہ) کی ولایت کے بارے میں جھگڑا کرنے والا ہو تو میں اس کو منہ کے بل گھسیٹتے ہوئے جہنم میں پھینکوا دوں۔ ❷

اسی معنی و مفہوم میں روافض کے پاس من گھڑت روایات بہت ہیں اور سب کی سب باطل ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی صحیح ثابت نہیں ہے اور نہ ہی اسلام میں ان سب کا کوئی وجود ہے۔ ہمارے سامنے اللہ کی کتاب (قرآن مجید بغیر تبدیلی و تحریف کے) آج بھی موجود ہے۔ (اور قیامت تک اسی طرح محفوظ رہے گی۔) روافض جن جن باتوں کا دعویٰ کرتے ہیں اس کتاب میں ان میں سے کسی بات کا تصور و ذکر تک موجود نہیں ہے۔ یہی کتاب اللہ العزیز ہر اختلاف کا فیصلہ کرنے والی اور ہم اہل ایمان و اسلام کے ہاں مرجع اوّل ہے۔ چنانچہ قرآن کریم اس بات کا ذکر کرتا ہے کہ تمام اعمال صالحہ کی قبولیت کے لیے سب سے پہلی اصل، توحید خالص ہے اور تمام اعمال کی تباہی و بربادی کا سبب، شریک ہوا کرتا ہے۔ اللہ عزوجل اس بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

۱..... ﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصَارَىٰ وَالصَّابِئِينَ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾

(البقرہ: ٦٢)

"بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جو یہودی بنے اور نصاریٰ اور صابی، جو بھی اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لائے گا اور نیک عمل کرے گا تو ان کے لیے ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے اور ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔"

---

❶ "أمالي الصدوق" ص ١٥٤، ص: ١٥٥.

❷ أمالي الصدوق ص ٢٩٠ اور بحار الأنوار جلد ٢٧، ص ١٦٧.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کی تائید میں سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ۶۹ میں بھی ہے اور پھر شرک کے بارے میں فرمایا:

ب.... ﴿ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوٓا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۖ وَقَالَ الْمَسِيحُ يَٰبَنِىٓ إِسْرَٰٓءِيلَ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّى وَرَبَّكُمْ ۖ إِنَّهُۥ مَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَىٰهُ النَّارُ ۖ وَمَا لِلظَّٰلِمِينَ مِنْ أَنصَارٍ ﴾ (المائدہ: ۷۲)

''بلاشبہ یقیناً ان لوگوں نے کفر کیا جنھوں نے کہا بے شک اللہ مسیح ابن مریم ہی ہے، اور مسیح نے کہا اے بنی اسرائیل! اللہ کی عبادت کرو، جو میرا رب اور تمھارا رب ہے۔ بے شک حقیقت یہ ہے کہ جو بھی اللہ کے ساتھ شریک بنائے سو یقیناً اس پر اللہ نے جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانا آگ ہے اور ظالموں کے لیے کوئی مدد کرنے والے نہیں۔''

اسی حکم کو دوسری مقام پر یوں بیان فرمایا ہے:

ج .... ﴿ إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِۦ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَآءُ ۚ وَمَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدِ افْتَرَىٰٓ إِثْمًا عَظِيمًا ﴾ (النساء: ۴۸)

''بے شک اللہ اس بات کو نہیں بخشے گا کہ اس کا شریک بنایا جائے اور وہ بخش دے گا جو اس کے علاوہ ہے، جسے چاہے گا اور جو اللہ کا شریک بنائے تو یقیناً اس نے بہت بڑا گناہ گھڑا۔''

اس کی تائید اسی سورہ کی آیت نمبر: ۱۱۶ میں بھی ہے۔ اسی لیے اللہ عزوجل اپنے بندوں کی بھلائی چاہتے ہوئے اس ضمن میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ قُلْ إِنَّمَآ أَنَا۠ بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰٓ إِلَىَّ أَنَّمَآ إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَٰحِدٌ ۖ فَمَن كَانَ يَرْجُوا لِقَآءَ رَبِّهِۦ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَٰلِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِۦٓ أَحَدًا ﴾ (الکهف: ۱۱۰)

''کہہ دے میں تو تم جیسا ایک بشر ہی ہوں، میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمھارا معبود صرف ایک ہی معبود ہے، پس جو شخص اپنے رب کی ملاقات کی امید رکھتا ہو تو لازم ہے کہ وہ عمل کرے نیک عمل اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے۔''

صاف دکھائی دے رہا ہے کہ روافض شیعہ نے جتنی مبالغہ آراء باتیں لکھیں اور من گھڑت روایتیں بیان کی ہیں ان سب کی قرآن کریم تکذیب کرتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کی اس مزعومہ ولایت کے بارے میں ذرہ برابر کسی چیز کا تذکرہ نہیں فرمایا۔ جبکہ روافض یہ گمان و زعم رکھتے ہیں کہ ان کے بارہ اماموں کی ولایت نماز اور تمام کے تمام ارکانِ اسلام و اعمالِ دین حنیف سے بڑی اور زیادہ عظمت و شان والی ہے۔ حالانکہ نماز کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تذکرہ نہایت صریح اور واضح الفاظ میں قرآن کریم میں اسّی سے بھی زیادہ مقامات پر ہوا ہے۔ جبکہ ان کی ولایت کا کہیں ایک جگہ بھی ذکر نہیں ہوا۔ تو کیا (نعوذ باللہ) اللہ رب العالمین نے اپنے بندوں کو گمراہ کرنے کا ارادہ کر رکھا تھا؟ کیا قرآن عظیم میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے تک پہنچنے کا راستہ نہایت واضح انداز میں بذریعہ عقیدۂ توحید خالص و اعمال صالحہ بتلانہیں دیا۔ (جیسا کہ پیچھے سورۃ الکھف کی ایک آیت کریمہ کے حوالے سے گزر چکا ہے۔) ان ظالموں نے جونظریہ وگمان لوگوں کو پیش کیا ہے، اللہ کی قسم! یہ تو صراحتاً اللہ رب العالمین پر بہتان عظیم ہے۔ چنانچہ اللہ عزوجل فرماتے ہیں:

﴿ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًۢا بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝﴾ (التوبہ: ١١٥)

''اور اللہ ایسا نہیں ہے کہ کسی قوم کو اس کے بعد گمراہ کر دے کہ انھیں ہدایت دے چکا ہو، یہاں تک کہ ان کے لیے وہ چیزیں واضح کر دے جن سے وہ بچیں۔ بے شک اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔''

پھر حیرانی کی بات یہ ہے کہ ان روافض کی روایتوں میں ایسی باتیں مذکور ہیں جو ان کے اپنے ہی اقوال کی نفی وتنقیض کرتی ہیں۔ ہم ان میں سے بعض کو یہاں بیان کر دیتے ہیں کہ شاید کوئی عقل مندان سے نصیحت حاصل کرے اور کوئی غافل آدمی ان سے خبرداری حاصل کر لے یا کوئی سویا ہوا ہی جاگ جائے اور تا کہ جان بوجھ کر حق کی مخالفت کرنے والوں پر انھیں کی کتابوں سے ہم ان پر حجت قائم کر سکیں اور ان کے اپنے نصوص میں جو ایک دوسرے سے تضاد ہے اسے بیان کر دیں۔ چنانچہ ان کی کتاب ''تفسیر فرات'' میں ہے کہ: علی بن ابوطالب علیہ السلام نے فرمایا: جب یہ آیت:

﴿ ذٰلِكَ الَّذِيْ يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۭ قُلْ لَّآ اَسْـَٔــلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ۭ وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ۝﴾ (الشوریٰ: ٢٣)

''یہ ہے وہ چیز جس کی خوشخبری اللہ اپنے ان بندوں کو دیتا ہے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے۔ کہہ دے میں تم سے اس پر کوئی اجرت نہیں مانگتا مگر رشتہ داری کی وجہ سے دوستی۔ اور جو کوئی نیکی کمائے گا ہم اس کے لیے اس میں خوبی کا اضافہ کریں گے۔ یقیناً اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت قدردان ہے۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نازل ہوئی تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''جبریل علیہ السلام نے کہا: اے محمد! (ﷺ) بلاشبہ ہر دین کی کوئی اصل اور اُس کا ستون، اس کی کوئی فرع اور اس کی کوئی بنیاد ہوتی ہے۔ ہمارے اس دین حنیف کی اصل اور اس کا ستون "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ" کا اقرار ہے اور بلاشبہ اس دین کی فرع اور اس کی بنیاد اہل بیت سے تمھاری محبت ہے۔ اور ہر اُس چیز میں تمھاری دوستی اس فرع وستون کے لیے معیار ہے کہ جو حق سے موافق ہو اور اُس کی طرف جو دعوت دے۔'' ❶

ان کی روایات جو بیان کرتی ہے ان کی یہ نص وتصریح واضح طور پر مخالفت کر رہی ہے کیونکہ اس میں دین اسلام کی اصل توحید عزوجل کی گواہی کو قرار دیا گیا ہے نہ کہ ولایت وامامت کو۔ پھر یہ کہ محبت اہل البیت کو فرع شمار کیا گیا ہے۔ (اصل دین نہیں۔) اور یہ اُس کے ساتھ مشروط ہے جو ان میں سے حق کے ساتھ موافق ہو اور حق کی طرف دعوت بھی دے۔ ❷

(۳)...... روافض کا عقیدہ ہے: ان کے امام اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے درمیان واسطہ ہیں:

امامی شیعہ کہتے ہیں: بارہ امام اللہ تعالیٰ اور اُس کی مخلوق کے درمیان واسطہ ہیں۔ ان کا ایک عالم، مولوی مجلسی اپنے اماموں کے بارے میں کہتا ہے: ''یہ لوگ اللہ تعالیٰ کا پردہ ہیں۔ (رب تعالیٰ ان کے پیچھے چھپا ہوا ہے۔) اور یہ اُس کے اور اُس کی مخلوق کے درمیان واسطے ہیں۔'' ❸ ان کی کتاب "عقائد الإمامیه" میں ہے کہ: بارہ امام دراصل اللہ کے دروازے اور اس تک پہنچنے کے راستے ہیں۔ یہ آئمہ نوح علیہ السلام کی کشتی کی مانند ہیں۔ جو اس کشتی پر سوار ہو گیا وہ نجات پا گیا اور جو اس سے پیچھے رہ گیا وہ غرق ہو گیا۔ ❹

روافض شیعہ کی کتابوں اور اُن کے مصادر و مراجع میں موجود و مذکورہ مسائل واصول اور نظریات ہیں جو اسی مذکور بالا معانی کو بیان کرنے کے ساتھ مقید ہیں۔ مثلاً: ایک ان کا یہ نظریہ کہ:

ا...... لوگوں کو اماموں کے بغیر ہدایت نہیں مل سکتی:

''امام ابوعبداللہ علیہ السلام فرماتے ہیں: لوگوں کی مصیبت وآزمائش بہت بڑی ہے۔ اگر ہم ان کو دعوت دیں تو وہ ہماری دعوت کا جواب نہیں دیتے اور اگر ہم اُن کو ان کے حال پر چھوڑ دیں تو وہ ہمارے بغیر کسی اور سے ہدایت پا بھی نہیں سکتے۔'' ❺

---

❶ دیکھئے: تفسیر فرات ص ۱٤۸، ۱٤۹ و بحار الأنوار جلد۲۳، ص ۲٤۷.

❷ دیکھئے: اصول اسیعة الإمامیه جلد۲، ص ٥۳٥.

❸ بحار الانوار جلد۲۳، ص ۹۷.

❹ دیکھئے: عقائد الإمامیة للمظفر ص ۹۸، ص ۹۹.

❺ دیکھئے: أمالي الصدوق ص ۳٦۳ و أصول الشیعة جلد۲، ص ٥۳۹.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روافض کی روایتیں یہ بیان کرتی ہیں کہ: امام ابوجعفر علیہ السلام نے فرمایا: ہماری وجہ سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جاتی ہے، ہماری وجہ سے اللہ تعالیٰ کی پہچان ہوتی ہے اور ہمارے ہی ذریعے اللہ عزوجل کو ایک جانا جاتا ہے۔'' ❶

یہ نصوص و تصریحات آئمہ کرام سے ہدایت پانے کی نفی نہیں کر رہیں بلکہ ہدایت کا مصدر اماموں کو مان رہی ہیں۔ جبکہ حق بات یہ ہے کہ ہدایت بمعنی حق کی طرف توفیق اور اس کا قبول کرنے میں صرف رب العباد ہی مالک ہوتا ہے اور وہی رب العالمین دلوں اور نظروں کو حق کی طرف پھیرنے والا ہے۔ وہی رب کائنات بندے اور اس کے دل کے درمیان حائل ہوتا ہے اور وہی رب کریم ہے کہ جب وہ کسی چیز سے فرماتا ہے: ہوجا (معرض وجود میں آجا۔) تو وہ ہوجاتی ہے۔ مگر شیعہ روافض ان عبارتوں اور ان معانی و مفاہیم کے اطلاق میں بغیر کسی قید کے انھیں اس ہدایت میں اللہ عزوجل کے ساتھ مشارکت و حصہ داری میں اپنے اماموں کو شامل کرتے ہیں۔ جبکہ درج ذیل قرآنی نصوص سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ: صرف ایک اللہ عزوجل لاشریک لہ ہی ہدایت دینے والا ہے کوئی اور نہیں۔ چنانچہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا طَلَعَت تَّزَاوَرُ عَن كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَإِذَا غَرَبَت تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِي فَجْوَةٍ مِّنْهُ ۚ ذَٰلِكَ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ ۗ مَن يَهْدِ اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۖ وَمَن يُضْلِلْ فَلَن تَجِدَ لَهُ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ۝﴾ (الكهف: ١٧)

''اور تو سورج کو دیکھے گا جب وہ نکلتا ہے تو ان کی غار سے دائیں طرف کنارہ کر جاتا ہے اور جب غروب ہوتا ہے تو ان سے بائیں طرف کو کترا جاتا ہے اور وہ اس (غار) کی کھلی جگہ میں ہیں۔ یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے، جسے اللہ ہدایت دے سو وہی ہدایت پانے والا ہے اور جسے گمراہ کر دے، پھر تو اس کے لیے ہرگز کوئی رہنمائی کرنے والا دوست نہ پائے گا۔''

دوسرے مقام پر اپنے حبیب و خلیل پیغمبر محمد رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا:

﴿ إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَن يَشَاءُ ۚ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ۝﴾

(القصص: ٥٦)

''بے شک تو ہدایت نہیں دیتا جسے تو دوست رکھے اور لیکن اللہ ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں کو زیادہ جاننے والا ہے۔''

ایک اور مقام پر مفصل بیان فرمایا ہے:

❶ دیکھئے: بحار الأنوار جلد ٢٣، ص ١٠٣.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ؕ وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۚ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ؕ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝﴾ (البقرہ: ۲۱۳)

”لوگ ایک ہی امت تھے، پھر اللہ نے نبی بھیجے خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے، اور ان کے ہمراہ حق کے ساتھ کتاب اتاری، تاکہ وہ لوگوں کے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کرے جن میں انھوں نے اختلاف کیا تھا اور اس میں اختلاف انھی لوگوں نے کیا جنھیں وہ دی گئی تھی۔ اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح دلیلیں آ چکیں، آپس کی ضد کی وجہ سے۔ پھر جو لوگ ایمان لائے، اللہ نے انھیں اپنے حکم سے حق میں سے اس بات کی ہدایت دی جس میں انھوں نے اختلاف کیا تھا اور اللہ جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔“

اہل ایمان جنتی لوگوں کے بارے میں اللہ فرماتے ہیں کہ وہ اس ضمن میں صحیح، سچی اور حق بات کا اظہار یوں کریں گے۔

﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝﴾

(الاعراف: ۴۲ تا ۴۳)

”اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، ہم کسی شخص کو اس کی طاقت کے سوا تکلیف نہیں دیتے، یہ لوگ جنت والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ اور ان کے سینوں میں جو بھی کینہ ہوگا ہم نکال دیں گے، ان کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ کہیں گے: سب تعریف اللہ کی ہے جس نے ہمیں اس کی ہدایت دی اور ہم کبھی نہ تھے کہ ہدایت پاتے، اگر یہ نہ ہوتا کہ اللہ نے ہمیں ہدایت دی۔ بلاشبہ یقیناً ہمارے رب کے رسول حق لے کر آئے۔ اور انھیں آواز دی جائے گی کہ یہی وہ جنت ہے جس کے وارث تم اس کی وجہ سے بنائے گئے ہو جو تم کیا کرتے تھے۔“

منافقوں کے حوالے سے اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ۝﴾ (النساء : ۸۸)

''پھر تمھیں کیا ہوا کہ منافقین کے بارے میں دو گروہ ہو گئے، حالانکہ اللہ نے انھیں اس کی وجہ سے الٹا کر دیا جو انھوں نے کمایا، کیا تم چاہتے ہو کہ اس شخص کو راستے پر لے آؤ جسے اللہ نے گمراہ کر دیا اور جسے اللہ گمراہ کر دے پھر تو اس کے لیے کبھی کوئی راستہ نہ پائے گا۔''

علاوہ ازیں قرآن عظیم میں اس موضوع پر بیسیوں آیات موجود ہیں جنھیں موضوع کی طوالت کے پیش نظر صرف نظر کرتے ہیں۔ اور جہاں تک ہدایت بمعنی دلالت الی الحق ہے یعنی دین حنیف، حق کی طرف راہنمائی کرنا تو اس میں کوئی شک ہی نہیں کہ یہ تو انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کے متبعین و علماء عظام و آئمہ کرام رحمہم اللہ جمیعاً کا وظیفہ عمل رہا ہے اور یہ عمل و وظیفہ صرف بارہ اماموں تک ہی محدود نہ تھا، آج تک لاکھوں اللہ کے صالح، متقی، مومن اہل العلم بندے اس راہ میں اپنی زندگی گزار، کھپا چکے ہیں اور ان کی اس راہ میں بے مثال خدمات ہیں۔

چنانچہ اللہ عزوجل کا ارشاد گرامی قدر ہے:

﴿ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝﴾ (یوسف : ۱۰۸)

''کہہ دے یہی میرا راستہ ہے، میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں، پوری بصیرت پر، میں اور وہ بھی جنھوں نے میری پیروی کی ہے اور اللہ پاک ہے اور میں شریک بنانے والوں سے نہیں ہوں۔''

دوسرے مقام پر اسی بات کو وضاحت سے بیان فرمایا:

﴿ وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ۭ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ اَمْ تَسْاَلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيْرٌ ڰ وَّهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝ وَاِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ وَاِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوْنَ ۝﴾ (المؤمنون : ۷۱ تا ۷۴)

''اور اگر حق ان کی خواہشوں کے پیچھے چلے تو یقیناً سب آسمان اور زمین اور جو کوئی ان میں ہے، بگڑ جائیں، بلکہ ہم ان کے پاس ان کی نصیحت لے کر آئے ہیں تو وہ اپنی نصیحت سے منہ موڑنے والے ہیں۔ یا تو ان سے کسی آمدنی کا مطالبہ کرتا ہے تو تیرے رب کی آمدنی بہتر ہے اور وہ سب رزق دینے والوں سے بہتر ہے۔ اور بے شک تو یقیناً انھیں سیدھے راستے کی طرف بلاتا ہے۔ اور بے شک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، یقیناً اصل راستے سے ہٹے ہوئے ہیں۔''

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں اللہ فرماتے ہیں:

﴿ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ۬ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ○ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰٓاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْـًٔا ○ يٰٓاَبَتِ اِنِّيْ قَدْ جَآءَنِيْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِيْٓ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ○ يٰٓاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ ۬ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا ○﴾ (مریم: ۴۱ تا ۴۴)

''اور اس کتاب میں ابراہیم کا ذکر کر، بے شک وہ بہت سچا تھا، نبی تھا۔ جب اس نے اپنے باپ سے کہا اے میرے باپ! تو اس چیز کی عبادت کیوں کرتا ہے جو نہ سنتی ہے اور نہ دیکھتی ہے اور نہ تیرے کسی کام آتی ہے؟ اے میرے باپ! بے شک میں، یقیناً میرے پاس وہ علم آیا ہے جو تیرے پاس نہیں آیا، اس لیے میرے پیچھے چل، میں تجھے سیدھے راستے پر لے جاؤں گا۔ اے میرے باپ! شیطان کی عبادت نہ کر، بے شک شیطان ہمیشہ سے رحمان کا نافرمان ہے۔''

اس موضوع پر درج ذیل آیت میں کس قدر وضاحت سے فرمایا:

﴿ قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ ۬ قُلِ اللّٰهُ يَهْدِيْ لِلْحَقِّ ۬ اَفَمَنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْٓ اِلَّآ اَنْ يُّهْدٰى ۬ فَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ○﴾

(یونس: ۳۵)

''کہہ دے کیا تمھارے شریکوں میں سے کوئی ہے جو حق کی طرف رہنمائی کرے؟ کہہ اللہ حق کے لیے رہنمائی کرتا ہے۔ تو کیا جو حق کی طرف رہنمائی کرے وہ زیادہ حق دار ہے کہ اس کی پیروی کی جائے، یا وہ جو خود اس کے سوا راستہ نہیں پاتا کہ اسے راستہ بتایا جائے؟ تو تمھیں کیا ہے، تم کیسے فیصلہ کرتے ہو؟''

آیئے اس آیت کریمہ کا بھی مطالعہ کر لیجیے۔ فرمایا:

﴿ قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَ لَا يَضُرُّنَا وَ نُرَدُّ عَلٰٓى اَعْقَابِنَا بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ كَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِي الْاَرْضِ حَيْرَانَ لَهٗٓ اَصْحٰبٌ يَّدْعُوْنَهٗٓ اِلَى الْهُدَى ائْتِنَا ۬ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ۬ وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○﴾ (الانعام: ۷۱)

''کہہ دے کیا ہم اللہ کے سوا اس کو پکاریں جو نہ ہمیں نفع دے اور نہ ہمیں نقصان دے اور ہم اپنی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایڑیوں پر پھیر دیے جائیں، اس کے بعد کہ اللہ نے ہمیں ہدایت دی ہے، اس شخص کی طرح جسے شیطانوں نے زمین میں بہکا دیا، اس حال میں کہ حیران ہے، اسی کے کچھ ساتھی ہیں جو اسے سیدھے راستے کی طرف بلا رہے ہیں کہ ہمارے پاس چلا آ۔ کہہ دے اللہ کا بتایا ہوا راستہ ہی اصل راستہ ہے اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم جہانوں کے رب کے فرماں بردار بن جائیں۔''

مذکور بالا دلائل و براہین سے یہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ: یہ کہنا اور اس طرح کا نظریہ وعقیدہ رکھنا کہ: بندوں کی راہنمائی و ہدایت (یعنی دلوں کو کفر وشرک سے پھیر کر اللہ کی توحید اور اُس کی شریعت مطہرہ کی طرف پھیر دینے والے عمل میں) اماموں کے بغیر (یہ کام) مکمل ہو نہیں سکتا، اللہ رب العالمین پر بہت بڑی جرأت ہے جو شرک میں شامل ہے۔ ❶

(ب)......اماموں کے ناموں کے واسطہ کے بغیر دعا قبول نہیں ہوتی:

اس ضمن میں روافض کا یہ دوسرا عقیدہ ونظریہ ہے۔ وہ کہتے ہیں: جو شخص اماموں کے (واسطہ کے) بغیر اللہ کو پکارتا ہے وہ کبھی کامیاب نہیں ہوسکتا۔ ان کے اماموں کے متعلق ان روافض کی روایتوں میں آیا ہے کہ: ''جس نے اللہ عزوجل کو ہمارے ذریعے پکارا وہ کامیاب ہوگیا اور جس نے اُسے ہمارے بغیر پکارا وہ ضائع اور ہلاک ہوگیا۔ ❷

اس ضمن میں روافض کی جرأت اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ وہ کہتے ہیں: ''انبیاء کرام کی دعائیں بھی بلاشبہ انھیں اماموں (صلوات اللہ علیہم اجمعین) کے توسل اور انھیں کی شفاعت کرنے سے قبول ہوتی تھیں۔ (والعیاذ بالله من هذا الشرك الصريح) ❸

روافض شیعہ تو اس طرح کی ہفوات بکتے اور انبیاء کرام علیہم السلام اور اللہ رب العالمین پر افتراء باندھتے ہیں جبکہ اللہ عزوجل قرآن عظیم کی سورۃ الانبیاء میں آیت ۴۸ سے آیت ۸۹ تک اپنے بڑے بڑے رسولہ اولو العزم پیغمبروں کی دعوت، اُن کی مشکلات وابتلاء اور پھر ان کی اللہ عزوجل کی طرف سے مدد کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

﴿إِنَّهُمْ كَانُوا يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَرَهَبًا وَكَانُوا لَنَا خَاشِعِينَ ۝﴾ (الانبیاء: ۹۰)

......بلاشبہ یہ سب پیغمبر (جن کا اوپر ذکر ہوا ہے۔) نیکی کے کاموں میں جلدی کرتے تھے۔ ہمیں وہ پوری پوری (قبولیت دعا اور کشف الابتلاء کی) توقع رکھ کر اور ہم سے ڈر کر پکارتے تھے اور وہ (سب انبیاء کرام علیہم السلام) ہمارے سامنے

---

❶ تفصیل کے لیے دیکھئے: "أصول الشيعة الإمامية جلد ۲، ص ۵۴۰.

❷ دیکھئے: وسائل الشيعة جلد ٤، ص ۱۱٤۲، واصول الشيعة جلد ۲، ص ۵٤۱.

❸ دیکھئے: بحار الأنوار جلد ۲٦، ص ۳۱۹، اس کتاب میں اسی موضوع پر باقاعدہ ایک باب قائم ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عاجزی اختیار کرتے ہوئے گڑگڑاتے رہتے تھے۔'' اس بارے میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے بندوں کو حکم دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿ وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا وَ ذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ ؕ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝﴾ (الاعراف: ۱۸۰)

''اور سب سے اچھے نام اللہ ہی کے ہیں، سو اسے ان کے ساتھ پکارو اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں کے بارے میں سیدھے راستے سے ہٹتے ہیں، انھیں جلد ہی اس کا بدلہ دیا جائے گا جو وہ کیا کرتے تھے۔''

دوسرے مقام پر اللہ عزوجل نے اپنا تعارف کرواتے ہوئے واضح الفاظ میں حکم فرمایا:

﴿ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا ۙ وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍ بِاَمْرِهٖ ؕ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ؕ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝ وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا ؕ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝﴾ (الاعراف: ٥٤تا٥٦)

''بے شک تمھارا رب اللہ ہے، جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا، پھر وہ عرش پر بلند ہوا۔ رات کو دن پر اوڑھا دیتا ہے، جو تیز چلتا ہوا اس کے پیچھے چلا آتا ہے۔ اور اُس نے سورج اور چاند اور ستارے پیدا کیے۔ اس حال میں کہ اس کے حکم سے تابع کیے ہوئے ہیں۔ سن لو! پیدا کرنا اور حکم دینا اسی کا کام ہے، بہت برکت والا ہے اللہ جو سارے جہانوں کا رب ہے۔ اپنے رب کو گڑگڑا کر اور خفیہ طور پر پکارو، بے شک وہ حد سے بڑھنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔ اور زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد مت پھیلاؤ اور اسے خوف اور طمع سے پکارو، بے شک اللہ کی رحمت نیکی کرنے والوں کے قریب ہے۔''

ایک اور مقام پر فرمایا ہے کہ:

﴿ هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ وَيُنَزِّلُ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ رِزْقًا ؕ وَمَا يَتَذَكَّرُ اِلَّا مَنْ يُّنِيْبُ ۝ فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝﴾ (المؤمن: ١٣-١٤)

''وہی ہے جو تمھیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے اور تمھارے لیے آسمان سے رزق اتارتا ہے اور اس کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوا کوئی نصیحت حاصل نہیں کرتا جو رجوع کرے۔ پس اللہ کو پکارو، اس حال میں کہ دین کو اسی کے لیے خالص کرنے والے ہو، اگرچہ کافر برا مانیں۔''

اللہ عزوجل نے کسی جگہ بھی یہ نہیں فرمایا کہ: اماموں کے نام لے کر اُن کے واسطے سے مجھے پکارو یا ان کے مرتبہ و مقام کا واسطہ دے کر۔ بلکہ اللہ عزوجل تو فرماتے ہیں:

﴿ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ ﴾ (المؤمن: ٦٠)

''اور تمھارے رب نے فرمایا مجھے پکارو، میں تمھاری دعا قبول کروں گا۔ بے شک وہ لوگ جو میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔''

اگر دُعا کی قبولیت میں اماموں کے نام کوئی اساس، بنیاد ہوتے تو اللہ رب العالمین ضرور فرما دیتے: ''مجھے اماموں کے ناموں کا واسطہ دے کر پکارو، پھر میں تمھاری دعا کو قبول کروں گا۔'' مگر ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ یہ وہ معاملہ ہے کہ جسے روافض شیعہ اللہ رب العالمین پر جھوٹ باندھتے ہوئے دعا کے رد ہونے اور قبول نہ ہونے کے اسباب میں شمار کرتے ہیں۔ حالانکہ جیسا آپ نے اوپر بیان کردہ سورۃ الغافر (المؤمن) کی آیت نمبر ۱۴ میں پڑھ لیا کہ اللہ عزوجل نے دعا کی قبولیت میں اصل شرط صرف اُسی کو ہی پکارنا رکھا ہے، کسی اور کو دعا میں شامل کرنا ہرگز نہیں۔ اسی حکم کو اللہ کریم نے ایک اور مقام پر اس طرح بیان فرمایا ہے:

﴿ قُلْ أَمَرَ رَبِّي بِالْقِسْطِ وَأَقِيمُوا وُجُوهَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ كَمَا بَدَأَكُمْ تَعُودُونَ ﴾ (الاعراف: ٢٩)

''کہہ دے میرے رب نے انصاف کا حکم دیا ہے اور اپنے رخ ہر نماز کے وقت سیدھے رکھو اور اس کے لیے دین کو خالص کرتے ہوئے اس کو پکارو۔ جس طرح اس نے تمھاری ابتدا کی، اسی طرح تم دوبارہ پیدا ہو گے۔''

یہ آئمہ کرام بھی تمام صالح، اہل ایمان بنی نوع بشر کی طرح تھے اور اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ فَادْعُوهُمْ فَلْيَسْتَجِيبُوا لَكُمْ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴾ (الاعراف: ١٩٤)

''بے شک جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ تمھارے جیسے بندے ہیں، پس انھیں پکارو تو لازم ہے کہ وہ تمھاری دعا قبول کریں، اگر تم سچے ہو۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ رب العالمین نے اپنے اور اپنے بندوں والی مخلوق کے درمیان ان کی عبادت اور ان کی دعا کی قبولیت وعدم قبولیت میں کسی بھی صالح ولی کو واسطہ نہیں بنا رکھا۔ نہ ہی کسی مقرب فرشتے کو اور نہ ہی کسی نبی مرسل کو۔ بلکہ یہ تو خود سب کے سب اللہ کے عبادت گزار بندے تھے۔ چنانچہ فرمایا:

﴿ لَنْ یَّسْتَنْكِفَ الْمَسِیْحُ اَنْ یَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ؕ وَمَنْ یَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَیَسْتَكْبِرْ فَسَیَحْشُرُهُمْ اِلَیْهِ جَمِیْعًا ۝﴾ (النساء: ۱۷۲)

''مسیح ہرگز اس سے عار نہ رکھے گا کہ وہ اللہ کا بندہ ہو اور نہ مقرب فرشتے ہی اور جو بھی اس کی بندگی سے عار رکھے اور تکبر کرے تو عنقریب وہ ان سب کو اپنی طرف اکٹھا کرے گا۔''

اور پھر دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿ اِنْ كُلُّ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّاۤ اٰتِی الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ۝﴾ (مریم: ۹۳)

''آسمانوں اور زمین میں جو کوئی بھی ہے وہ اللہ الرحمٰن کے پاس غلام بن کر آنے والا ہے۔''

ان روافض کا یہ جو دعویٰ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی دعا بھی ان کے اماموں کے توسل سے قبول ہوتی تھی تو ایسا ہر دعویٰ سراسر باطل ہے۔ بلکہ اس کے برعکس معاملہ یہ ہے کہ: انبیاء کرام علیہم السلام اللہ عزوجل کو اُسی کے اسم جل جلالہ اور اسی کی صفاتِ عالیہ کے ساتھ، اسی کی وحدانیت کے ذریعے پکارا کرتے تھے۔ دیکھ لیجئے جب سیّدنا ایوب علیہ السلام کو دکھ اور تکلیف نے آ گھیرا تو انھوں نے بھی اللہ عزوجل کی صفت عالیہ ''ارحم الراحمین'' کے ساتھ اُس کو پکارا تھا۔ چنانچہ قرآن بیان کرتا ہے:

﴿ وَاَیُّوْبَ اِذْ نَادٰی رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ۝ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّاٰتَیْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰی لِلْعٰبِدِیْنَ ۝﴾ (الانبیاء: ۸۳ تا ۸۴)

''اور ایوب، جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ بے شک میں، مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم والا ہے۔ تو ہم نے اس کی دعا قبول کر لی، پس اسے جو بھی تکلیف تھی دور کر دی اور اسے اس کے گھر والے اور ان کے ساتھ ان کی مثل (اور) عطا کر دیے، اپنے پاس سے رحمت کے لیے اور ان لوگوں کی یاد دہانی کے لیے جو عبادت کرنے والے ہیں۔''

یہی معاملہ سیّدنا یونس علیہ السلام کا تھا کہ انھوں نے بھی صرف ایک اللہ عزوجل کو اُس کی وحدانیت کے واسطہ سے پکارا تھا۔ چنانچہ کہتا ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ○ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ۭ وَكَذٰلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ ○﴾ (الانبیاء: ۸۷تا۸۸)

''اور مچھلی والے کو، جب وہ غصے سے بھرا ہوا چلا گیا، پس اس نے سمجھا کہ ہم اس پر گرفت تنگ نہ کریں گے تو اس نے اندھیروں میں پکارا کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک ہے، یقیناً میں ظلم کرنے والوں سے ہو گیا ہوں۔ تو ہم نے اس کی دعا قبول کی اور اسے غم سے نجات دی اور اسی طرح ہم ایمان والوں کو نجات دیتے ہیں۔''

اسی طرح تمام بنی نوع انسان (کہ جن میں سب کے سب انبیاء و رسل اور صالحین و اولیاء اللہ شامل ہیں) کے جد اعلیٰ آدم اور سب انسانوں کی ماں سیّدہ حواء علیہا السلام نے بھی جن کلمات و الفاظ کے ساتھ اللہ رب العالمین کو پکارا تھا، انھیں قرآن نے اس طرح بیان کیا ہے۔ فرمایا:

﴿ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ○﴾

(الاعراف: ۲۳)

''دونوں نے کہا: اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو نے ہمیں نہ بخشا اور ہم پر رحم نہ کیا تو یقیناً ہم ضرور خسارہ پانے والوں سے ہو جائیں گے۔''

روافض شیعہ کے اس نظریہ و عقیدہ اور قولِ باطل کے پیچھے دراصل ان کی ضرورت کے مطابق دین حنیف میں فساد و شر پیدا کرنا سب کو معلوم ہے۔ حالانکہ انہی اہل تشیع کی کتب میں وہ روایات بھی درج ہیں کہ انھیں کے اماموں کی طرف سے صرف ایک اللہ سے مناجات کرنے اور ان کا صرف اُسی ایک رب کائنات کو پکارنے میں ان کے دعویٰ کو رد کر رہی ہیں۔ [1]

(ج)......اماموں اور ولیوں کی قبروں کی زیارت بیت اللہ کے حج سے بھی زیادہ افضل:

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مجھے نہایت ثقہ لوگوں نے خبر دی ہے کہ: روافض شیعہ میں ایسے لوگ بھی ہیں جو قبروں اور قبوں کا حج (زیارت وطواف) کرنے کو بیت اللہ الحرام کے حج سے بھی بڑا جانتے ہیں۔ گویا ان کی رائے میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ شرک اور خرافات ایک اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت سے زیادہ بڑا عمل ہے۔ اس صورت میں یہ سب سے بڑا طاغوت پر ایمان ہے۔ [2]

---

[1] دیکھئے: اصول الشیعة الإمامية، ج: ۲، ص: ۵۴۵.

[2] منهاج السنة النبية جلد ۲، ص ۱۲٤.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شیعہ کے مصادر میں سے ''الکافی'' اور دیگر کتابوں میں ہے کہ: ''سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی قبر کی زیارت بیس حجوں کے برابر ہے بلکہ بیس عمروں اور حجوں سے بھی افضل ہے۔''❶

روافض شیعہ کی موضوع روایتوں نے یوم عرفہ کو سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی قبر وقبہ کی زیارت کو خاص فضیلت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ کہتے ہیں: جو شخص امام حسین علیہ السلام کے پاس اُن کے حق کو خوب جانتے ہوئے عید والے دن کے علاوہ (یوم عرفہ) کو آیا تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے لیے قبول شدہ بیس مبرور حجوں اور بیس مبرور عمروں کا اجر وثواب دے گا اور جو اُن کے پاس عید والے دن آئے گا (ان کی قبر پر) تو اللہ تعالیٰ اُس کے لیے بیس حجوں اور سو عمروں کا اجر وثواب لکھ دیں گے۔ اور جو ان کے پاس یوم عرفہ کو آئے گا، ان کے حق کی خوب معرفت رکھتے ہوئے تو اللہ تعالیٰ اُس کے لیے ایک ہزار مبرور حجوں اور ایک ہزار مبرور عمروں کا اجر وثواب لکھ دیں گے۔ علاوہ ازیں اس کے لیے اللہ تعالیٰ ایک نبی مرسل یا امام عادل کے ہمراہ ایک ہزار غزوات کے اجر کے برابر ثواب درج کرے گا۔❷

روافض کے نزدیک سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کی قبر وقبہ کی زیارت صرف عمل حج سے ہی افضل نہیں ہے بلکہ تمام اعمال سے زیادہ افضل ہے۔ ان کی روایتوں میں آیا ہے کہ: ''سیّدنا حسین بن علی علیہما السلام کی قبر کی زیارت تمام اعمال سے زیادہ افضل ہوتی ہے۔'' دوسری روایت میں ہے کہ: ''تمام اعمال سے زیادہ پسندیدہ عمل سیّدنا حسین علیہ السلام کی قبر کی زیارت ہے۔''❸

یوں اُن کے ہاں اسلام کے شرعی احکام واوامر اور نواہی کو بھلا کر قبروں اور قبوں، گنبدوں کی اہمیت کو اجاگر کیا جاتا ہے۔ ان قبروں اور گنبدوں کی زیارت کو وہ بغیر کسی دلیل شرعی کے سب اعمال سے زیادہ افضل بنا لیتے ہیں، البتہ دلیل اُن کے پاس وہی ہوتی ہے جسے اُن کے ذہنوں اور اوھام نے گھڑ لیا ہوتا ہے اور ان کے شیطانوں نے ان کی طرف وحی کیا ہوتا ہے۔ تاکہ وہ ایک ایسا دین مشروع کر لیں جسے اللہ عزوجل نے ہرگز شریعت نہیں بنایا۔ اس قوم روافض اور علماء الیہود والنصاریٰ نے گنبدوں اور قبروں کی زیارت (وہاں چڑھاوے چڑھانے، جانور ذبح کرنے اور زنا کاری کو رواج دینے) کو اپنے فرائض میں سے ایک فرض و واجب قرار دے رکھا ہے۔ پھر یہ کہ انھوں نے اس شیطانی شرکیہ عمل کے لیے بالکل اُسی طرح کے آداب ومناسک وضع کر رکھے ہیں

---

❶ دیکھئے: ابن بابویہ کی "ثواب الأعمال" ص ٥٢ اور طوسی کی "تهذيب الأحكام" جلد ٢، ص ١٦.

❷ دیکھئے: "فروع الكافي" جلد١، ص ٣٢٤ للكليني اور بابویہ کی "من لا يحضره الفقيه" جلد١، ص ١٨٢.

❸ تفصیل کے لیے دیکھئے: "كامل الزيارات" ص ١٤٦ اور "اصول الشيعة الإمامية" جلد٢، ص ٥٦١.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس طرح کہ بیت اللہ الحرام کے حج کے مناسک و آداب اور فرائض و واجبات ہیں۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ان روافض کے ایک بڑے عالم جوان کے ہاں ابونعمان المفید کے نام سے معروف ہے نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام اُس نے ''قبروں اور گنبدوں کے مناسک و آداب'' رکھا ہے۔ اس میں اُس نے مخلوقین کی قبروں کو اس طرح بنادیا ہے کہ اُن کا اُسی طرح حج کیا جائے جس طرح بیت اللہ الحرام کا حج کیا جاتا ہے۔ وہ بیت اللہ الحرام کہ جسے اللہ ذوالجلال والاکرام نے لوگوں کے لیے قیام و رکوع اور سجدہ وطواف کرنے کا مقام قرار دے رکھا ہے۔ یہ بیت اللہ العتیق اللہ کی عبادت کے لیے بنایا گیا دنیا میں پہلا گھر ہے۔ پوری دنیا میں اس کے علاوہ کسی جگہ اور کسی عمارت کا طواف نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی اس کے علاوہ کسی اور مقام کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی جاسکتی ہے۔ پھر یہ کہ اہل ایمان مسلمانوں کو صرف اور صرف اسی کا حج کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔'' [1]

روافض شیعہ کے اُن مصادر و مراجع کی طرف مراجعت کرنے والا ان میں نہایت حیران کن عقیدوں اور نظریات کو دیکھے گا کہ جن میں قبوں، گنبدوں اور قبروں کے متعلق گفتگو کی گئی ہے۔ ان میں سے اللہ عزوجل کی کتاب (قرآن حکیم) اور نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ کی ہدایت و راہنمائی اور سنت و احادیث مبارکہ سے کھلم کھلا وہ انحراف دیکھے گا۔ اس موضوع پر جو آدمی وسیع مطالعہ کرنا چاہتا ہو اور زیادہ سے زیادہ معلومات کو حاصل کرنا تو وہ ''أصول مذهب الشيعة الإماميه'' کی دوسری جلد کا مطالعہ کرلے۔

مسلمانو! اہل ایمان کا اللہ رب العالمین اور اس کے حبیب و خلیل پیغمبر نبی آخر الزمان وختم الرسل محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے مقرر کردہ صرف ایک ہی قبلہ و کعبہ ہے اور وہ ہے مکہ مکرمہ کی وادی بطحاء میں بیت اللہ الحرام، کہ جس کی طرف منہ کر کے تمھیں نمازیں پڑھنے، ادھر کو رخ کر کے دعائیں مانگنے، اُسی کا حج اور طواف کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جہاں تک رافضی شیعوں کا تعلق ہے تو ان کے ہاں فوت شدہ ان کے اماموں کے قبوں، گنبدوں اور قبروں والے مزارات ہیں کہ جہاں وہ اس طرح کے تمام اعمال کرتے ہیں جس طرح اہل اسلام، مومنین بیت اللہ العتیق کے پاس کرتے ہیں۔ حالانکہ ایسی تمام حرکتوں اور اس طرح کے تمام باطلانہ شرکیہ کاموں سے اللہ عزوجل اور اُس کے رسول ﷺ نے منع کر رکھا ہے۔ اور یہ بات بھی یاد رکھئے کہ جس کام سے اللہ رب العالمین اور اُس کے نبی رحمۃ للعالمین (ﷺ) منع کردیں اس فعل و عمل کا کرنا نہایت قابل مذمت ہوتا

---

[1] دیکھئے: منهاج السنة النبوية جلد ۱، ص ۱۷۵ و مجموع الفتاوى جلد ۱۷، ص ۴۹۸.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ چاہے اُس کا کرنے والا سنی کہلاتا ہو یا وہ اہل تشیع میں سے ہو۔ اس ضمن میں حکم سب کے لیے ایک جیسا ہے۔ آج کل ضعیف الایمان مسلمان ان قبروں اور قبوں گنبدوں، مزاروں کے حوالے سے کرتے پھر رہے ہیں یہ سارا عمل تو خالص مشرکوں کا تھا۔ بلکہ یہ اُن کا دین ہوا کرتا تھا جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿ قَالَ نُوحٌ رَّبِّ إِنَّهُمْ عَصَوْنِي وَاتَّبَعُوا مَن لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهُ وَوَلَدُهُ إِلَّا خَسَارًا ۝ وَمَكَرُوا مَكْرًا كُبَّارًا ۝ وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا ۝ وَقَدْ أَضَلُّوا كَثِيرًا ۖ وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِينَ إِلَّا ضَلَالًا ۝﴾ (نوح: ۲۱ تا ۲۴)

''نوح نے کہا اے میرے رب! بے شک انھوں نے میری بات نہیں مانی اور اس کے پیچھے چل پڑے جس کے مال اور اولاد نے خسارے کے سوا اس کو کسی چیز میں زیادہ نہیں کیا۔ اور انھوں نے خفیہ تدبیر کی، بہت بڑی خفیہ تدبیر۔ اور انھوں نے کہا تم ہرگز اپنے معبودوں کو نہ چھوڑنا اور نہ کبھی وَدّ کو چھوڑنا اور نہ سواع کو اور نہ یغوث اور یعوق اور نسر کو۔ اور بلاشبہ انھوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا اور تو ان ظالموں کو گمراہی کے سوا کسی چیز میں نہ بڑھا۔''

دوسرے مقام تعند کے طور پر فرمایا:

﴿ قُلْ أَرَأَيْتُمْ شُرَكَاءَكُمُ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ أَرُونِي مَاذَا خَلَقُوا مِنَ الْأَرْضِ أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمَاوَاتِ أَمْ آتَيْنَاهُمْ كِتَابًا فَهُمْ عَلَىٰ بَيِّنَتٍ مِّنْهُ ۚ بَلْ إِن يَعِدُ الظَّالِمُونَ بَعْضُهُم بَعْضًا إِلَّا غُرُورًا ۝﴾ (الفاطر: ۴۰)

''کہہ دے کیا تم نے اپنے شریکوں کو دیکھا، جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو؟ مجھے دکھاؤ زمین میں سے انھوں نے کون سی چیز پیدا کی ہے، یا آسمانوں میں ان کا کوئی حصہ ہے، یا ہم نے انھیں کوئی کتاب دی ہے کہ وہ اس کی کسی دلیل پر قائم ہیں؟ بلکہ ظالم لوگ، ان کے بعض بعض کو دھوکے کے سوا کچھ وعدہ نہیں دیتے۔''

اور پھر ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿ قُلْ مَن رَّبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ قُلِ اللَّهُ ۚ قُلْ أَفَاتَّخَذْتُم مِّن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ لَا يَمْلِكُونَ لِأَنفُسِهِمْ نَفْعًا وَلَا ضَرًّا ۚ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ أَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمَاتُ وَالنُّورُ ۗ أَمْ جَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ خَلَقُوا كَخَلْقِهِ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ ۚ قُلِ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴾ (الرعد: ١٦)

''کہہ آسمانوں اور زمین کا رب کون ہے؟ کہہ دے اللہ۔ کہہ پھر کیا تم نے اس کے سوا کچھ کارساز بنا رکھے ہیں جو اپنی جانوں کے لیے نہ کسی نفع کے مالک ہیں اور نہ نقصان کے؟ کہہ وے کیا اندھا اور دیکھنے والا برابر ہوتے ہیں؟ یا کیا اندھیرے اور روشنی برابر ہوتے ہیں؟ یا انھوں نے اللہ کے لیے کچھ شریک بنا لیے ہیں جنھوں نے اس کے پیدا کرنے کی طرح پیدا کیا ہے، تو پیدائش ان پر گڈمڈ ہوگئی ہے؟ کہہ دے اللہ ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے اور وہی ایک ہے، نہایت زبردست ہے۔''

اوپر سورہ نوح والی آیت کی تفسیر میں سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''جو بت جنابِ نوح علیہ السلام کے دور میں پوجے جاتے تھے وہی بت بعد میں عربوں کے ہاں پوجے جانے لگے۔ چنانچہ وُدّ دومۃ الجندل میں بنوکلب کا بت تھا۔ سواع بنوھذیل کا۔ یغوث بنی مراد کا اور انھیں کی شاخ بنوعطیف کا، جو وادی اجوف میں قومِ سبا کے پاس رہتے تھے۔ یعوق بنوھمدان کا بت تھا۔ اسی طرح نسر بنوحمیر کا بت تھا جو ذوالکلاع کی آل میں سے تھے۔ یہ پانچوں دراصل سیّدنا نوح علیہ السلام کی قوم کے نیک لوگوں کے نام تھے۔ جب ان سب کی (ایک ایک کرکے) وفات ہوگئی تو شیطان نے قوم نوح کے دلوں میں ڈالا کہ وہ لوگ اپنی مجلسوں میں (جہاں وہ بیٹھتے تھے۔) ان نیک لوگوں کی مورتیاں بنا کر رکھ لیں اور ان کے نام اپنے ان نیک بزرگوں کے ناموں پر رکھ لیں۔ چنانچہ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ مگر اس نسل میں ان بتوں کی پوجا نہیں ہوتی تھی۔ اور پھر جب اس نسل کے لوگ مرگئے کہ جنھوں نے بت بنا کر اپنی مجلسوں میں نصب کیے تھے اور دوسری نسل میں علم نہ رہنے کی وجہ سے جہالت نے غلبہ پالیا تو ان بتوں کی اب پوجا ہونے لگی۔''[1]

---

[1] بت پرستی کی ابتدا تمام بت پرستوں کی اقوام میں اس طرح شروع ہوئی کہ انھوں نے اپنے نیک لوگوں کے نام پر بت بنا لیے۔ پہلے عبادت میں ان کو سامنے رکھنے لگے۔ شیطان نے یہ فریب اس طرح چلایا کہ ان بتوں کے دیکھنے سے بزرگوں کی یاد تازہ رہے گی اور عبادت میں دل لگے گا، رفتہ رفتہ وہ بت ہی خود معبود بنا لیے گئے۔ تمام بت پرستوں کا آج تک یہی حال ہے پس دنیا میں بت پرستی یوں شروع ہوئی۔ اسی لیے اسلامی شریعت میں اللہ تعالیٰ نے بت اور صورت کے بنانے سے منع فرمادیا اور یہ حکم دیا کہ جہاں بت یا صورت دیکھو اس کو توڑ پھوڑ کر پھینک دو کیونکہ یہ چیزیں اخیر میں شرک کا ذریعہ ہوگئیں۔ اسلامی شریعت میں یادگار کے طور پر بھی بت یا صورت کا بنانا درست نہیں۔ اور کوئی کتنے ہی مقدس پیغمبر یا اوتار کی صورت ہو اس کی کوئی عزت یا حرمت نہیں کرنا چاہیے کیونکہ وہ صرف ایک مورت ہے جس کا اسلام میں کوئی وزن نہیں۔ مسلمانوں کو ہمیشہ اپنے اس اصول مذہبی کا خیال رکھنا چاہیے اور کسی بادشاہ یا بزرگ کے بت بنانے میں ان کو بالکل مدد نہ کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ (المائدۃ:٢) ''نیکی اور پرہیزگاری میں ایک دوسرے کی مدد کرو لیکن گناہ اور ظلم (شرک واستبداد) میں کسی کی مدد نہ کرو۔'' مگر یہ کس قدر افسوس ناک حرکت ہے کہ بعض تعزیہ پرست لوگ تعزیہ کے ساتھ سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی کاغذی صورت بنا کر تعزیہ کے آگے رکھتے اور اس کا پورا ادب بجا لاتے ہیں۔ کتنے نام نہاد مسلمانوں نے مزار ⇦⇦⇦

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس موضوع کے حوالے سے خود امیر المومنین سیّدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کا عمل کیا تھا؟ آیئے درج ذیل حدیث سے اس کا جائزہ لیتے ہیں۔ جناب ابو الہیاج الاسدی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: امیر المومنین سیّدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا: کیا میں تمھیں اس کام کے لیے نہ بھیجوں کہ جس کام کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھیجا تھا۔ اور فرمایا تھا: ''علی! کوئی تصویر وغیرہ نہ چھوڑنا مگر یہ ہے کہ اسے مٹا دینا اور نہ کوئی بلند قبر چھوڑنا مگر یہ ہے کہ اسے زمین کے برابر کر دینا۔''❶

پھر عجیب حیرانی کی بات یہ ہے کہ یہ رافضی ان احادیث کو بسا اوقات اپنی کتابوں میں درج بھی کر لیتے ہیں۔ (مگر فضائل شرک وخرافات کے اور قبوں، گنبدوں اور مزاروں کے بیان کریں گے۔) چنانچہ اسی روایت کو الکلینی نے بھی درج کیا۔ہے۔❷

ان کی کتابوں میں یہ روایت بھی درج ہے: ابو عبد اللہ جعفر الصادق علیہ السلام روایت کرتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل نے منع فرمایا ہے کہ: کسی قبر کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی جائے اُس پر (مجاور بن کر) بیٹھا جائے یا اُس پر کوئی عمارت کھڑی کی جائے۔'' آپ رحمہ اللہ نے یہ بھی فرمایا کہ: قبروں پر عمارتیں (قبے اور گنبد) نہ بناؤ۔ اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے: اسی طرح ابو عبد اللہ جعفر علیہ السلام نے اپنے آباء کی سند سے یہ بھی فرمایا ہے کہ: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کو پختہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔''❸

مگر صورتِ حال یہ ہے کہ ان روافض کے الحر العاملی جیسے علماء، مولوی و ملا کہتے ہیں کہ: یہ ممانعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آئمہ کی قبروں کے علاوہ باقی دنیا جہان کی تمام قبروں کے لیے ہے اور یہ نہی بھی صرف کراہت کی بنا پر ہے۔❹

جبکہ احادیث و آثار میں عموم کا صیغہ نہایت واضح ہے۔ اسی طرح قبروں کو اونچی کرنے، اُنھیں پکا بنانے،

⇐⇐⇐ اولیاء کے فوٹو لے کر ان کو گھروں میں رکھا ہوا ہے اور صبح و شام ان کو معطر کر کے ان پر پھول چڑھاتے اور ان کی تعظیم کرتے ہیں۔ یہ جملہ حرکات بت سازی اور بت پرستی ہی کی شکلیں ہیں۔ اللہ پاک مسلمانوں کو نیک سمجھ کر عطا کرے کہ وہ ایسی حرکتوں سے باز رہیں ورنہ میدان محشر میں سخت ترین رسوائی کے لیے تیار رہیں۔ (صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب تفسیر سورۃ نوح، حدیث: ۴۹۲۰۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے شرح العقیدۃ الطحاویۃ (ص ۸۰) میں لکھا ہے کہ: یہ حدیث مرفوع کے حکم میں سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما پر موقوف ہے۔)

❶ صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب الأمر بتسویۃ القبر، حدیث: ۲۲۴۳.

❷ تفصیل کے لیے: فروع الکافی جلد۲، ص ۲۲۷ اور "وسائل الشیعۃ" جلد۲، ص ۸۶۹ دیکھ لیجیے۔

❸ دیکھئے: تھذیب الأحکام للطوسی جلد۱، ص ۱۳۰۔ رسائل الشیعۃ جلد۲، ص ۸۶۹، ص ۸۷۰۔ المحاسن للبرقی ص ۶۱۲ اور ابن بابویہ کی "من لا یحضرہ الفقیہ" جلد۲، ص ۱۹۴.

❹ دیکھئے: أصول الشیعۃ الإمامیۃ جلد۲، ص ۵۸۴.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اُن پر گنبد وغیرہ تعمیر کرنے، اُن پر چادریں چڑھانے، وہاں پر نذر و نیاز دینے اور ان پر میلے لگانے کی حرمت والی دلیل نہایت ہی بین اور واضح ہے۔ العاملی جیسے ملاؤں کے پاس اس کے خلاف کوئی دلیل صریح نہیں ہے اور ان کی سب باتیں اور سب فلسفے اللہ عزوجل کی کتاب، رسول اللہ ﷺ کی سنت وحکم اور اجماع امت کے سراسر خلاف ہیں۔ اجماع امت میں خود آئمہ اہل البیت شامل ہیں کہ جن سے اس ضمن میں صحیح اسناد سے ڈانٹ ڈپٹ مروی ہے۔ اس لیے کہ یہ کام قبروں کو پختہ کرنا اور ان پر قبے، گنبد بنانا اللہ رب رب العالمین کے ساتھ شرک کرنے کا وسیلہ ہے۔ دوسرا یہ کہ جس بنا پر ان کاموں سے منع کیا گیا، اس میں حکمت یہ ہے کہ ایک قبر سے تا کہ دوسری قبر میں فرق نہ رہے اور پھر اماموں کی قبروں کے ذریعے لوگوں کے اس بارے میں بڑے بڑے فتنوں میں مبتلا ہونے والی شدت کا خطرہ بھی ہمیشہ رہتا ہے۔ اسی لیے تو شرک کی اصل بنیاد ہی صالحین و اولیاء اللہ کے بارے میں غلو سے کام لینا تھا۔'' ❶

(۴)......روافض کا عقیدہ ہے: امام جس چیز کو چاہے حرام، حلال کر دے:

امامی رافضی شیعہ یہ عقیدہ و گمان رکھتے ہیں کہ (اُن کی روایات کے مطابق) اللہ عزوجل نے محمد (رسول اللہ ﷺ)، علی بن ابوطالب اور فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو پیدا فرمایا اور وہ (اللہ رب العالمین کے ہاں) ایک ہزار زمانہ تک (زمانہ بمعنی دھر ایک ہزار سال) ٹھہرے رہے۔ پھر اللہ رب العالمین نے تمام چیزیں پیدا کیں اور ان حضرات گرامی کو ان کی پیدائش پر گواہ بنایا۔ (انھیں ان کی پیدائش دکھائی۔) پھر ان تینوں حضرات کی اطاعت تمام چیزوں پر جاری کر دی اور اللہ نے تمام چیزوں کے معاملات ان کے سپرد کر دیے۔ چنانچہ وہ جو چاہتے ہیں حلال کر دیتے ہیں اور جو چاہتے ہیں حرام کر دیتے ہیں۔ ❷

روافض شیعہ کا مولوی اور ان کا ایک بڑا شیخ مجلسی اس مذکور بالا نص کی شرح کرتے ہوئے کہتا ہے: اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوقات پر ان حضراتِ گرامی قدر کی اطاعت جاری کردی کا معنی یہ ہے کہ اللہ نے تمام کی تمام اشیاء پر ان حضراتِ ثلاثہ کی اطاعت و فرمانبرداری واجب کر دی حتیٰ کہ تمام آسمانوں اور تمام زمینوں میں موجود سب کی سب جمادات پر بھی۔ جیسے کہ چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا۔ درخت کا جھک جانا (اور نبی کریم ﷺ کو سلام کرنا) کنکریوں کا تسبیح کرنا اور اس کے علاوہ اتنی مثالیں ہیں کہ جنھیں شمار نہیں کیا جا سکتا اور پھر اللہ عزوجل نے تمام مخلوقات کی سب اشیاء کے تمام اُمور جیسے کہ چیزوں کا حلال کرنا، حرام قرار دینا، کسی کو عطا کرنا، دے دینا اور کسی

---

❶ اس موضوع پر تفصیلی معلومات کے لیے: تیسیر العزیز الحمید لشرح کتاب التوحید کا مطالعہ کریجیے۔

❷ دیکھیے: أصول الکافی جلد۱، ص ٤٤١، وبحار الانوار جلد ٢٥، ص ٢٤٠.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے کوئی چیز روک لینا، چھین لینا وغیرہا بھی ان حضراتِ ثلاثہ کے سپرد کر دیے۔ ❶

ملا المفید نے ''الاختصاص''، اور مجلسی نے ''بحار الانوار'' میں جیسا کہ ذکر کیا ہے کہ اس ضمن میں ان کے پاس ایک صریح روایت میں آیا ہے کہ: ابوجعفر علیہ السلام نے فرمایا: ''ظالموں ❷ کے اعمال و افعال میں سے کوئی چیز جو کسی شخص کو پہنچی اور اُسے ہم نے حلال کر دیا تو وہ حلال ہے۔ اس لیے کہ: یہ معاملہ (حلال وحرام قرار دینے والا) ہم میں سے (آل بیت میں سے) ہونے والے اماموں کو تفویض ہو چکا ہے۔ چنانچہ ہمارے امام جس چیز کو حلال کر دیں وہ حلال ہے اور جس چیزوں کو وہ حرام کر دیں وہ حرام ہے۔'' ❸

اِدھر کتاب اللہ العزیز اور سنت رسول اللہ الکریم سے یہ بات معلوم ومعروف ہے کہ: اللہ عزوجل کی توحید خالص کے اصول میں سے اس بات پر ایمان بھی ہے کہ: اللہ سبحانہ وتعالیٰ اکیلا و یکتا اپنی شریعت مطہرہ کے اصول وقواعد، اوامر ونواھی، حلال وحرام، اعمال وفضائل اور جزاء وسزا کا متعین کرنے والا ہے۔ وہ جو چاہتا ہے حرام کر دیتا ہے اور جو چاہتا ہے حلال کر دیتا ہے۔ اس ضمن میں اس کا کوئی شریک اور حصے دار نہیں ہے۔ اللہ عزوجل کے رسول اور نبی تو اللہ عزوجل کے متعین کردہ دینی وشرعی امور کو اس کے بندوں تک پہنچانے والے ہوتے تھے۔ جو آدمی اس بات کا دعویٰ کرے اس کا کوئی امام ہے جو جس چیز کو چاہے حرام کر دے اور جس چیز کو چاہے حلال کر دے اس کا شمار اللہ رب العالمین کے اس قول مبارک میں ہوگا۔ فرمایا:

﴿ اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ وَلَوْ لَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝﴾ (الشوری: ۲۱)

''یا ان کے لیے کچھ ایسے شریک ہیں جنھوں نے ان کے لیے دین کا وہ طریقہ مقرر کیا ہے جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی اور اگر فیصلہ شدہ بات نہ ہوتی تو ضرور ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا اور بے شک جو ظالم ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

بلاشک وشبہ شرعی احکام واوامر کا متعین ومقرر کرنا صرف ایک اللہ رب العرش الکریم کا ہی حق ہے۔ اس حق کی ملکیت صرف اُسی ایک رب العباد کے پاس ہے۔ اللہ کے تمام پیغمبر علیہم الصلوۃ والسلام تو صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ

---

❶ بحار الانوار جلد ۲۵، ص ۳۴۱، ۳۴۲.

❷ روافض کے عقیدے میں ظالموں سے مراد سلطنت اسلامیہ کے تمام خلفاء ہیں، سوائے امیر المومنین سیدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے۔ اس لیے کہ ان کے باقی امام منصبِ خلافت پر ایک دن بھی براجمان نہ ہو سکے تھے اور ان کے اماموں کے علاوہ ہر خلیفہ ان کے عقیدہ کے مطابق ظالم تھا اور اماموں کے حق کو غصب کرنے والا۔

❸ الاختصاص ص ۳۳۰، بحار الانوار جلد ۲۵، ص ۳۳۴.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی طرف سے اُس کے احکام کو پہنچانے والے ہوتے تھے۔ وہ صرف اُنہیں افعال و اشیاء کو حرام یا حلال کرتے تھے جن کا اللہ رب العالمین نے ان کو حکم دیا ہوتا تھا اور وہ ان چیزوں یا افعال کے بارے میں ان انبیاء و رسل کی طرف وحی کرتا تھا۔ اللہ جل وعلا نے ان لوگوں کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ جو اپنے مشائخ و کبار کی اس بارے میں اطاعت کرتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی شریعت مطہرہ کو چھوڑ کر جسے وہ حلال کر دیں اسے یہ بھی حلال جانتے ہیں اور جسے وہ حرام کر دیں اسے یہ بھی حرام کر دیتے ہیں۔

﴿ وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ ۖ ذَٰلِكَ قَوْلُهُم بِأَفْوَاهِهِمْ ۖ يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَبْلُ ۚ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ ۚ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ ○ اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَٰهًا وَاحِدًا ۖ لَّا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۚ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ○ ﴾

(التوبہ: ۳۰ تا ۳۱)

"اور یہودیوں نے کہا عزیز اللہ کا بیٹا ہے اور نصاریٰ نے کہا مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔ یہ ان کا اپنے مونہوں کا کہنا ہے۔ وہ ان لوگوں کی بات کی مشابہت کر رہے ہیں جنھوں نے ان سے پہلے کفر کیا۔ اللہ انھیں مارے، کدھر بہکائے جا رہے ہیں۔ انھوں نے اپنے عالموں اور اپنے درویشوں کو اللہ کے سوا رب بنا لیا اور مسیح ابن مریم کو بھی، حالانکہ انھیں اس کے سوا حکم نہیں دیا گیا تھا کہ ایک معبود کی عبادت کریں، کوئی معبود نہیں مگر وہی، وہ اس سے پاک ہے جو وہ شریک بناتے ہیں۔"

اس سے اگلی آیت کریمہ میں لوگوں کا جو دلی مقصد ہوتا ہے اسے اللہ عزوجل نے یوں بیان فرمایا ہے:

﴿ يُرِيدُونَ أَن يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَن يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ○ ﴾ (التوبہ: ۳۲)

"وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے مونہوں سے بجھا دیں اور اللہ نہیں مانتا مگر یہ کہ اپنے نور کو پورا کرے، خواہ کافر لوگ برا جانیں۔"

یہاں اوپر والی آیات (۳۰، ۳۱) میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ان لوگوں کی اپنے بڑوں کی اتباع و اطاعت کو اس چیز میں کہ جو حرام ہو اور اسے ان کے بڑے حلال کریں اور جو حلال ہو اسے ان کے بڑے حرام کر دیں، ان بڑوں کی پوجا شمار کیا ہے۔ اس حیثیت سے کہ اُنھوں نے حلال اور حرام کرنے والے عمل کو اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔ حالانکہ یہ حکم ایسا معاملہ ہے کہ جو اللہ عزوجل کی ذاتِ اقدس اور اس کے اختیار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ خاص ہے۔ [1]

[یہ موضوع نہایت اہمیت کا حامل ہے جسے مصنف نے یہاں بہت ہی اختصار سے بیان کیا ہے۔ ملت اسلامیہ میں پیدا ہونے والے تمام گمراہ فرقوں کا دارومدار ہی آج ان کے اپنے بڑوں کی اس ضمن میں پوجا پر ہے۔ یہ معاملہ اس قدر اہم ہے کہ قرآن عظیم میں ایک سورت کا نام ہی سورۃ التحریم ہے۔

یہ سورۃ بالاتفاق مدنی ہے اور اس کا دوسرا نام ''سورۃ النبیؐ'' بھی ہے۔ اس کی ابتدائی آیات دو واقعات کے سلسلے میں نازل ہوئیں۔ ایک یہ کہ نبی کریم ﷺ سیّدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے ہاں جا کر دودھ اور شہید پیا کرتے تھے۔ سیّدہ عائشہ اور حفصہ رضی اللہ عنہما نے باہم طے کیا کہ ہم میں سے جس کے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائیں وہ آپ سے یہ کہے کہ مجھے آپ کے منہ سے عرفط (ایک قسم کا گوند) کی بو آتی ہے۔ چنانچہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے تو انھوں نے آپ سے یہی بات کہی۔ آپ نے فرمایا: ''نہیں۔ میں نے تو زینب رضی اللہ عنہا کے ہاں شہد پیا تھا۔ اب آئندہ سے یہ شہد نہ پیوں گا۔ (صحیح بخاری) دوسرا واقعہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ایک لونڈی تھی جس سے آپ صحبت فرماتے تھے۔ سیّدہ عائشہ اور حفصہ رضی اللہ عنہما نے زور دیا کہ اس سے آپ تعلق نہ رکھیں۔ ان کے مسلسل اصرار پر آپ نے اسے اپنے اوپر حرام کرلیا۔ یہ روایت سنن نسائی حاکم وغیرہ میں سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ دوسری روایت میں اس لونڈی کا نام ماریہ قبطیہ مذکور ہے اور ساتھ ہی آپ نے حفصہ رضی اللہ عنہا کو تاکید کی کہ کسی دوسری بیوی سے اس کا ذکر نہ کرنا۔ مگر انھوں نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کا ذکر کر دیا۔ اس کی اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے آپ کو اطلاع دی۔ (شوکانی)

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ أَحَلَّ ٱللَّهُ لَكَ ۖ تَبْتَغِى مَرْضَاتَ أَزْوَٰجِكَ ۚ وَٱللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝﴾ (التحریم : ۱)

''اے نبی! تو کیوں حرام کرتا ہے جو اللہ نے تیرے لیے حلال کیا ہے؟ تو اپنی بیویوں کی خوشی چاہتا ہے، اور اللہ بہت بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

حلال چیز کو اپنے اوپر حرام کر لینے کا مطلب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اسے عقیدۃً حلال سمجھتے ہوئے عہد

---

[1] تفصیل کے لیے دیکھیے: تفسیر الطبری جلد۱، ص ۱۱۳، ص ۱۱٤ و تفسیر ابن کثیر جلد۲، ص۳۷۳، ۳۷٤ و تفسیر ابن عطیہ جلد۸، ص ۱٦٦، اس مسئلہ حرام وحلال کی تفصیل کے لیے: (۱)......سورۃ البقرہ کی آیت ۱۷۲،۱۷۳ کی تفسیر، (۲)......سورۃ الانعام کی آیت ۱۱۹، ۱۵۰، ۱۵۳، (۳)......سورۃ الاعراف آیت ۳۲، ۳۳، (۴)......سورۃ التوبہ ۲۹، ۳۷ (۵)......سورۃ الاعراف کی آیت ۱۵۷، ۱۵۸، (٦)......سورۃ النجم کی آیت ۳۰، ۳۱ کی تفسیر علامہ ابن کثیر، امام طبری، محمود آلوسی، علامہ نواب صدیق الحسن خان اور دیگر علماء کرام رحمہم اللہ جمیعا کی تفسیروں میں دیکھ لیجیے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرلیا تھا کہ آئندہ سے استعمال نہ کروں گا۔ اس قسم کا عہد کسی امتی کے لیے تو جائز ہے مگر نبی کی شان اس سے بلند ہے کہ ایک حلال چیز کو اپنے اوپر حرام کرکے اُمت کو تکلیف میں مبتلا کرے۔ ابوعبداللہ]

(۵)...... روافض کا ایک اور عقیدہ: دونوں جہان امام کے اختیار میں ہوتے ہیں:

رافضی شیعہ اس بات کا عقیدہ رکھتے ہیں کہ دونوں جہان اُن کے امام کے تصرف واختیار میں ہوتے ہیں اور جیسے وہ چاہتا ہے ان میں تصرف کرسکتا ہے۔ چنانچہ کتاب ''الکافی'' کے مصنف نے اپنی اس تصنیف میں ایک باب قائم کیا ہے جس کا عنوان ہے: ''باب: أن الأرض كلها للإمام'' اوراس میں اُس نے درج کیا ہے کہ: ابوبصیر نے ابوعبداللہ علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ابوعبداللہ جعفر علیہ السلام نے فرمایا: ''أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ الدُّنْيَا لِلْإِمَامِ يَضَعُهَا حَيْثُ يَشَاءُ وَيَدْفَعُهَا إِلَى مَنْ يَشَاءُ، جَائِزٌ لَهُ ذٰلِكَ مِنَ اللّٰهِ ...... کیا تمھیں اس بات کا علم نہیں ہے کہ: یہ دنیا امام کے اختیار میں ہے۔ وہ جہاں چاہتا ہے اسے رکھتا ہے اور جسے چاہتا ہے اُسے یہ (یعنی اس کی زمین، دولت اور حکومت وغیرھا) دے دیتا ہے۔ اس کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے یہ جائز ہے۔ [1]

تو یہ نص وصراحت اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ربوبیت میں نہایت واضح شرک ہے۔ اس لیے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴾ (البقرہ: ۱۰۷)

''کیا تو نے نہیں جانا کہ اللہ ہی ہے جس کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے اور اللہ کے سوا تمھارا نہ کوئی دوست ہے اور نہ کوئی مددگار۔''

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ؕ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ؕ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝﴾ (المائدہ: ۱۷تا۱۸)

[1] دیکھیے: أصول الكافي جلد ۱، ص ۴۰۷، ۴۰۹، ۴۱۰۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''بلاشبہ یقیناً وہ لوگ کافر ہوگئے جنھوں نے کہا کہ بے شک اللہ مسیح ہی تو ہے، جو مریم کا بیٹا ہے۔ کہہ دے پھر کون اللہ سے کسی چیز کا مالک ہے، اگر وہ ارادہ کرے کہ مسیح ابن مریم کو اور اس کی ماں کو اور زمین میں جو لوگ ہیں سب کو ہلاک کر دے۔ جبکہ اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے اور اس کی بھی جو ان دونوں کے درمیان ہے۔ وہ پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے اور اللہ ہر چیز پر خوب قادر ہے۔ اور یہود و نصاریٰ نے کہا ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں، کہہ دے پھر وہ تمھیں تمھارے گناہوں کی وجہ سے سزا کیوں دیتا ہے، بلکہ تم اس (مخلوق) میں سے ایک بشر ہو جو اس نے پیدا کی ہے، وہ جسے چاہتا ہے بخشتا ہے اور جسے چاہتا ہے سزا دیتا ہے اور اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے اور اس کی بھی جو ان دونوں کے درمیان ہے اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔''

ایک اور مقام پر ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِيْهِنَّ ؕ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ ﴾

(المائدہ: ۱۲۰)

''اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے اور اس کی بھی جو ان میں ہے اور وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔''

پھر یوں بھی فرمایا ہے:

﴿ تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرَا ۝ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا ۝ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا ۝ ﴾ (الفرقان: ۱ تا ۳)

''بہت برکت والا ہے وہ جس نے اپنے بندے پر فیصلہ کرنے والی (کتاب) اتاری، تاکہ وہ جہانوں کے لیے ڈرانے والا ہو۔ وہ ذات کہ اسی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے اور اس نے نہ کوئی اولاد بنائی اور نہ کبھی بادشاہی میں کوئی اس کا شریک رہا ہے اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا، پھر اس کا اندازہ مقرر کیا، پورا اندازہ۔ اور انھوں نے اس کے سوا کئی اور معبود بنا لیے، جو کوئی چیز پیدا نہیں کرتے اور وہ خود پیدا کیے جاتے ہیں اور اپنے لیے نہ کسی نقصان کے مالک ہیں اور نہ نفع کے اور نہ کسی موت کے مالک ہیں اور نہ زندگی کے اور نہ اٹھائے جانے کے۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک اور مقام پر یوں ارشاد گرامی ہے:

﴿ فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَالْاُوْلٰى ۝ وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِى السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِىْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا اِلَّا مِنْ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَرْضٰى ۝﴾ (النجم: ٢٥تا٢٦)

”سو اللہ ہی کے لیے پچھلا اور پہلا جہان ہے۔ اور آسمانوں میں کتنے ہی فرشتے ہیں کہ ان کی سفارش کچھ کام نہیں آتی مگر اس کے بعد کہ اللہ اجازت دے جس کے لیے چاہے اور (جسے) پسند کرے۔“

اسی طرح فرمایا:

﴿ قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِى السَّمٰوٰتِ وَلَا فِى الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ۝ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ۭ حَتّٰۤى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمْ ۭ قَالُوا الْحَقَّ ۚ وَهُوَ الْعَلِىُّ الْكَبِيْرُ ۝ قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ قُلِ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّاۤ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝﴾ (السبا: ٢٢تا٢٤)

”کہہ دے پکارو ان کو جنھیں تم نے اللہ کے سوا گمان کر رکھا ہے، وہ نہ آسمانوں میں ذرہ برابر کے مالک ہیں اور نہ زمین میں اور نہ ان کا ان دونوں میں کوئی حصہ ہے اور نہ ان میں سے کوئی اس کا مدد گار ہے۔ اور نہ سفارش اس کے ہاں نفع دیتی ہے مگر جس کے لیے وہ اجازت دے، یہاں تک کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور کی جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں تمھارے رب نے کیا فرمایا؟ وہ کہتے ہیں حق (فرمایا) اور وہی سب سے بلند، بہت بڑا ہے۔ کہہ تمھیں آسمانوں اور زمین سے رزق کون دیتا ہے؟ کہہ دے اللہ۔ اور بے شک ہم یا تم ضرور ہدایت پر ہیں، یا کھلی گمراہی میں ہیں۔“

پھر دیکھیے سورۃ فاطر میں کتنا واضح فرمایا:

﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِىْۤ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۭ يَزِيْدُ فِى الْخَلْقِ مَا يَشَآءُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۝ مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْ بَعْدِهٖ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۭ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۭ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۡ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۝﴾ (الفاطر: ١تا٣)

”سب تعریف اللہ کے لیے ہے جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے، فرشتوں کو قاصد بنانے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والا ہے جو دو دو اور تین تین اور چار چار پروں والے ہیں۔ وہ (مخلوق کی) بناوٹ میں جو چاہتا ہے اضافہ کر دیتا ہے۔ بے شک اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔ جو کچھ اللہ لوگوں کے لیے رحمت میں سے کھول دے تو اسے کوئی بند کرنے والا نہیں اور جو بند کر دے تو اس کے بعد اسے کوئی کھولنے والا نہیں اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔ اے لوگو! اللہ کی نعمت یاد کرو جو تم پر ہے۔ کیا اللہ کے سوا کوئی پیدا کرنے والا ہے، جو تمھیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہو؟ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، تو تم کہاں بہکائے جاتے ہو؟''

اس لیے فرمایا: اے لوگو!

﴿ اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا وَّتَخْلُقُوْنَ اِفْكًا ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ؕ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴾ (العنکبوت: ۱۷)

''تم اللہ کے سوا چند بتوں ہی کی تو عبادت کرتے ہو اور تم سراسر جھوٹ گھڑتے ہو۔ بلاشبہ اللہ کے سوا جن کی تم عبادت کرتے ہو تمھارے لیے کسی رزق کے مالک نہیں ہیں، سو تم اللہ کے ہاں ہی رزق تلاش کرو اور اس کی عبادت کرو اور اس کا شکر کرو، اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔''

ان تمام آیات کریمہ اور انھیں سے متعلقہ سینکڑوں احادیث صحیحہ سے کہ جو کتب ستہ میں درج ہیں یہ بات واضح ہو گئی کہ ہماری اس دنیا سمیت تمام جہانوں اور سب کائنات کی تخلیق بھی ایک اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کی ہے، ایک ایک ذرے، خلیے اور ہر چیز کا بلا شرکت غیر مالک بھی وہی ہے۔ اُسی کے پاس ہر مخلوق کو رزق دینے کا اختیار بھی ہے اور اس ضمن میں بغیر کسی ساجھی، ساتھی اور شریک، حصے دار اور مشیر و معاون کے وہ اکیلا ہی تمام کے تمام کاموں کی تدبیر کرنے والا ہے۔

(۶)......حوادث کونیہ وتکوینیہ میں اپنے اماموں کے عمل دخل والے نظریہ میں روافض کا اسناد:

سماعہ بن مہران کہتے ہیں: میں امام ابوعبداللہ جعفر علیہ السلام کے پاس تھا کہ آسمان پر بجلیاں چمکیں اور کڑک کی آواز آئی (بادل چھائے ہوئے تھے۔) یہ دیکھ کر ابوعبداللہ علیہ السلام فرمانے لگے: یہ جو بجلی چمکتی ہوئی اور یہ کڑک کی آواز تم دیکھ سن رہے ہو تو یہ تمھارے امام کے حکم سے ہو رہا ہے۔ میں نے پوچھا: ہمارے کون سے امام کے حکم سے؟ تو فرمایا: امیر المومنین علی علیہ السلام کے حکم سے۔ [1]

[1] دیکھیے: الاختصاص للمفید ص ۳۲۷ اور "بحار الأنوار" جلد ۲۷، ص ۳۳.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی بادلوں میں کڑک کی آواز اور ان میں بجلیوں کا چمکنا علی رضی اللہ عنہ کے حکم سے ہوتا ہے، نہ کہ اللہ الواحد القہار، خالق السموات والارض کے حکم سے۔ بتلائیے! ایک انصاف پسند مسلمان آدمی اس جھوٹی روایت سے کیا خیال وتصور اور استنباط کرے گا جبکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ تو فرماتے ہیں:

﴿ هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ۝ وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ ۚ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِي اللّٰهِ وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ ۝﴾ (الرعد: ۱۲ تا ۱۳)

''وہی ہے جو تمھیں بجلی دکھاتا ہے، ڈرانے اور امید دلانے کے لیے اور بھاری بادل پیدا کرتا ہے۔ اور (بادل کی) گرج اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے اور فرشتے بھی اس کے خوف سے۔ اور وہ کڑکنے والی بجلیاں بھیجتا ہے، پھر انھیں ڈال دیتا ہے جس پر چاہتا ہے، جب کہ وہ اللہ کے بارے میں جھگڑ رہے ہوتے ہیں اور وہ بہت سخت قوت والا ہے۔''

ایک اور مقام پر اللہ عزوجل اپنی نشانیاں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَآؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۚ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ۝ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَيُحْيٖ بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ۚ ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً ۖ مِّنَ الْاَرْضِ ۖ اِذَآ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ ۝ وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ۝ وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ۚ وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝﴾

(الروم: ۲۳ تا ۲۷)

''اور اس کی نشانیوں میں سے تمھارا دن اور رات میں سونا اور تمھارا اس کے فضل سے (حصہ) تلاش کرنا ہے۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو سنتے ہیں۔ اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ وہ تمھیں خوف اور طمع کے لیے بجلی دکھاتا ہے اور آسمان سے پانی اتارتا ہے، پھر زمین کو اس کے ساتھ اس کے مردہ ہونے کے بعد زندہ کر دیتا ہے۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو سمجھتے ہیں۔ اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ آسمان اور زمین اس کے حکم سے قائم ہیں، پھر جب وہ تمھیں زمین سے ایک ہی دفعہ پکارے گا تو اچانک تم نکل آؤ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گے۔ اور آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہے اسی کا ہے، سب اسی کے فرماں بردار ہیں۔ اور وہی ہے جو خلق کو پہلی بار پیدا کرتا ہے، پھر اسے دوبارہ پیدا کرے گا اور وہ اسے زیادہ آسان ہے اور آسمانوں اور زمین میں سب سے اونچی شان اسی کی ہے اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔''

کیا اس طرح کے عقائد سے عبد اللہ بن سبا یہودی کے عقائد و نظریات والا دین ''سبائیت'' صاف دکھائی نہیں دیتا؟ ان نظریات کو اثنا عشری امامی روافض شیعہ نے اپنی کتابوں میں اپنے دین و مذہب کے اصول و قواعد اور ضوابط و عقائد کے طور پر درج کر رکھا ہے۔ کیا ان نظریات و عقائد سے سیّدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کی ربوبیت والا عقیدہ و دعویٰ معلوم نہیں ہو رہا؟ یا کم از کم آپ رضی اللہ عنہ کا اللہ عزوجل کی ربوبیت میں شراکت اور حصہ داری والا نظریہ و عقیدہ؟ پھر یہ کہ مجلسی اور اس سے پہلے المفید کے قلموں کو ان سطور کے لکھتے وقت ان کی نسبت سیّدنا ابو عبد اللہ جعفر الصادق رحمہ اللہ کی طرف کرتے ہوئے ان کو جرأت کیسے ہوئی؟ جبکہ آپ رحمہ اللہ تو اس طرح کے بدبودار نظریات و عقائد سے یکسر بری اور کوسوں دور تھے۔ ایسے نظریات پر تو کوئی زندیق اور ملحد ہی ایمان لا سکتا ہے، ایک مومن، مسلمان ہرگز نہیں۔

(۷)...... بموجب نظریاتِ رافضہ: اللہ کی ذاتِ اقدس کا اُن کے اماموں میں حلول کر جانا:

امام اثنا عشری روافض شیعہ کے ہاں کچھ ایسی جھوٹی روایات بھی وارد ہیں جو اس بات کا دعویٰ کرتی ہیں کہ: اللہ عزوجل کے نور میں سے ایک جزء سیّدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کے وجود میں حلول کر گیا تھا۔ روافض لکھتے ہیں: امام ابو عبد اللہ جعفر الصادق علیہ السلام نے فرمایا۔ پھر اللہ رب العرش الکریم نے ہم پر اپنا دایاں ہاتھ پھیرا تو اس کا نور ہم (اہل بیت) میں سرایت کر گیا۔ (آگے بیان کیا کہ) مگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی ذاتِ اقدس کے ساتھ ملا لیا، آمیزش کر لی (کہ جس کے بعد ہم میں اور اس میں تمیز کرنا ممکن نہ رہا۔) [1]

جیسا کہ رافض، شیعہ اس بات کا عقیدہ رکھتے ہیں...... اماموں میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذاتِ اقدس (کہ جو سراپائے نور ہے۔) کا یہ حصہ جو مانتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اُنہیں مطلق طور پر اللہ کی قدرتوں کا اختیار دیا گیا تھا۔ اسی لیے جو آدمی ان کی کتابوں میں ایسی عبارتوں کو پڑھتا ہے کہ جن کا نام وہ اماموں کے معجزات کا نام دیتے ہیں، وہ ملاحظہ کرے گا کہ: یہ امام تو گویا اللہ رب العالمین کی طرح ہی ہو گئے تھے۔ یعنی زندہ کرنے، موت

---

[1] دیکھئے: "أصول الشیعة الإمامیة" جلد۲، ص ٦٢٤، أصول الکافی جلد۱، ص ٤٤٠، ٤٤١، ٤٤٢، ٤٣٥.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دینے، پیدا کرنے اور رزق دینے میں۔ مگر وہ اپنی روایتوں میں ایسی عبارتیں باندھتے ہیں کہ ان سے پتہ چلے جیسے یہ اختیار ان کو اللہ رب العالمین سے عطا ہوا تھا اور ان کا یہ خداعت والا عمل، تلبیس و ایہام کے عمل جیسا ہے۔ تو اس کے فساد و شر میں فقط اس کا یہی تصور کافی ہے کہ: یہ اُن کا عمل قبیح و شرک فی ذاتہ سبحانہ وتعالیٰ نقل و عقل کے بھی مخالف اور اللہ رب العالمین کی سنن کونیہ کے بھی مخالف ہے۔ جیسا کہ صحیح الاسناد روایات و آثار سے ان آئمہ اطہار کے اقرارات و تعلیمات کے ان نظریات کے برعکس معلوم ہے۔ جبکہ رافضی شیعہ یہ عقیدہ و گمان بھی رکھتے ہیں کہ: ان کے انہی اماموں نے بڑی مظلوموں والی اور مجبور کیے گئے لوگوں جیسی زندگیاں گزاری تھیں۔

اُدھر رب کائنات اللہ رب العالمین اپنے حبیب و خلیل نبی محمد رسول اللہ ﷺ سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں:

﴿ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ؕ يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ قُلْ لَّاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ ۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ ﴾ (الاعراف: ۱۸۷تا۱۸۸)

''وہ تجھ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں اس کا قیام کب ہوگا؟ کہہ دے اس کا علم تو میرے رب ہی کے پاس ہے، اسے اس کے وقت پر اس کے سوا کوئی ظاہر نہیں کرے گا۔ وہ آسمانوں اور زمین میں بھاری واقع ہوئی ہے، تم پر اچانک ہی آئے گی۔ تجھ سے پوچھتے ہیں جیسے تو اس کے بارے میں خوب تحقیق کرنے والا ہے۔ کہہ دے اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے، مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔ کہہ دے میں اپنی جان کے لیے نہ کسی نفع کا مالک ہوں اور نہ کسی نقصان کا، مگر جو اللہ چاہے۔ اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو ضرور بھلائیوں میں سے بہت زیادہ حاصل کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی۔ میں نہیں ہوں مگر صرف ایک ڈرانے والا اور خوشخبری دینے والا، ان لوگوں کے لیے جو ایمان رکھتے ہیں۔''

جیسا کہ ہر جھوٹے اور بطلان و کذب کو بیان کرنے والے شخص کی عادت ہوتی ہے، اس بات پر حیرانی بھی ہوتی ہے اور ہنسی بھی آتی ہے کہ، روافض شیعہ کی کتابیں اپنے اماموں کی تعظیم اور ان کے بارے میں غلو سے بھری پڑی ہیں اور ایسی تمام باتیں یکسر اُن کہانیوں اور باتوں کی مخالف و برعکس ہیں جو وہ اپنے اماموں پر ظلم و استبداد کے بارے میں بیان کرتے ہیں۔ چنانچہ ''رجال الکشی'' (ص ۲۲۵، ۲۲۶) میں درج ہے کہ: امام جعفر بن محمد علیہ السلام نے فرمایا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اللہ عزوجل کی قسم! ہم تو صرف بندے ہیں کہ جنھیں اللہ رب العالمین نے ہمیں پیدا فرمایا اور ہمارا اُس نے انتخاب فرمایا ہے۔ ہم نہ کسی تکلیف پر قدرت رکھتے ہیں اور نہ کسی نفع پر۔ اگر وہ (رب العالمین) ہم پر رحم فرمادے تو یہ اُس کی خاص رحمت ہوگی اور اگر وہ ہمیں عذاب وسزا دینا چاہے تو یہ سزا ہمارے گناہوں کی وجہ سے ہوگی۔ اللہ کی قسم! اللہ رب العالمین پر ہماری کوئی حجت (دلیل) نہیں ہے۔ اور نہ ہی ہمارے پاس کوئی اللہ کی طرف سے عطا کردہ قوت اور طاقت ہے۔ بلاشبہ ہم مرنے والے ہیں، ہماری قبریں بننے والی ہیں، ہمیں دوبارہ قیامت والے دن اٹھایا جائے گا اور ہمیں اللہ رب العزت کے سامنے کھڑا کر کے ہم سے پوچھا جائے گا۔ ان کی بربادی ہو (روافض کے مخالفین) ان پر اللہ تعالیٰ لعنت کرے، ان کے لیے تو کچھ بھی نہیں ہے۔ بالتحقیق ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول (محمد النبی الکریم ﷺ) کو آپ کی قبر میں بہت تکلیف دی ہے۔ اسی طرح انھوں نے امیر المومنین (جناب علی) فاطمۃ الزہراء، حسن وحسین ابناء علی اور علی بن حسن ومحمد بن علی صلوات اللہ علیہم کو بھی بہت تکلیف پہنچائی ہے...... میں تمھیں اس بات پر گواہ بناتا ہوں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی اولاد ہوں اور میرے ساتھ اللہ رب العالمین کی طرف سے کوئی براءۃ نہیں ہے۔ اگر میں نے اُس کی اطاعت کی تو وہ میرے اوپر رحم فرمادے گا اور اگر میں نے اُس کی نافرمانی کی تو وہ مجھے نہایت شدید قسم کا عذاب دے گا۔

مگر روافض شیعہ کے مولوی، شیوخ اور ملا اس طرح کے اقرارات واعترافات کو ''تقیہ'' کے باب میں شمار کرتے ہیں کہ ان کے اماموں نے ایسی بات تقیہ (جھوٹ) کے پیش نظر کی تھیں۔ یوں ان ظالموں نے اپنی قوم کو گمراہ کر رکھا ہے اور انھیں سیدھی راہ سے بھٹکایا ہوا ہے۔ جس سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ شیعہ مذہب دراصل ان ملاؤں کا مذہب بن کر رہ گیا ہے نہ کہ یہ اماموں کا مذہب ہے۔ [1]

(۸)...... روافض کا یہ دعویٰ کہ: ان کے امام ''ما کان وما یکون کا پورا علم'' رکھتے تھے:

کتاب ''الکافی'' کے مصنف نے اس موضوع پر اپنی کتاب میں ایک باب کا عنوان یوں قائم کیا ہے: بَـابُ: إِنَّ الْأَئِـمَةَ يَعْلَمُوْنَ عِلْمَ مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ ، وَاَنَّهُ لَا يَخْفَى عَلَيْهِمْ شَيْءٌ...... باب ہے اس ضمن میں کہ تمام امام اس چیز کا بھی علم رکھتے تھے جو ہو چکی (یعنی معرض وجود میں آچکی) اور اُس کا بھی جو ہونے والی ہے۔ (ابھی تک معرض وجود میں نہیں آئی۔)'' اور پھر اس عنوان کے تحت اپنی جھوٹی روایتوں کا ڈھیر لگا دیا ہے۔ پھر آگے اسی کتاب میں ایک اور باب بھی قائم کیا ہے جس کا عنوان اُس نے رکھا ہے: ''بَـــابُ: أَنَّ الْأَئِـمَّةَ إِذَا شَاءُوْا أَنْ يَّـعْـلَـمُوْا عَلِمُوْا ...... باب ہے اس کے بارے میں کہ آئمہ کرام جب چاہتے کہ وہ علم غیب سے

[1] دیکھئے: ''أصول الشیعة الإمامیة'' جلد٤، ص ٦٣٠.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آ گاہی حاصل کریں تو وہ اس بارے میں جان لیا کرتے تھے۔'' ❶

اس عنوان کے ذیل میں بھی مصنف نے کافی ساری اپنی روایات درج کی ہیں۔ ان روایات میں سے ایک (جیسا کہ شیعہ کی فطرت میں جھوٹ بولنا شامل ہے۔) یہ بھی ہے کہ: امام ابوعبد اللہ جعفر الصادق علیہ السلام نے فرمایا: زمین و آسمان میں جو کچھ ہے، میں اُس کے بارے میں ضرور جانتا ہوں۔ میں جو کچھ جنت میں ہے اُس کے بارے میں بھی جانتا ہوں۔ جو کچھ جہنم میں ہے میں اُس کے بارے میں بھی جانتا ہوں اور یہ بھی جانتا ہوں کہ جو کچھ کائناتِ ارض و سما میں ہو چکا ہے اور جو کچھ ہونے والا ہے۔ ❷

آگے الکافی کا مصنف اسی کتاب (جلد۱، ص ۲۶۱) میں لکھتا ہے کہ: سیف التمار سے روایت ہے کہ: امام ابوعبد اللہ جعفر الصادق علیہ السلام کے ہمراہ مقام حجر (مدائن صالح کے ساتھ والی وادی) میں شیعہ کی ایک جماعت تھی۔ آپ نے فرمایا: ہماری نگرانی کی جاری ہے۔ ہم نے دائیں بائیں دیکھا مگر ہم کسی کو دیکھ نہ سکے۔ چنانچہ ہم نے کہا: ہماری کوئی نگرانی نہیں کی جا رہی جی! فرمایا: رب کعبہ کی قسم! رب کعبہ کی قسم! رب کعبہ کی قسم! اگر میں موسیٰ اور خضر علیہما السلام کے درمیان ہوتا تو میں ان کو ضرور بتلا دیتا کہ میں ان دونوں سے زیادہ علم رکھتا ہوں اور اُنھیں یہ بھی ضرور خبر دیتا کہ جو اُن کے سامنے نہیں ہے (یا اُن کے اختیار میں نہیں ہے۔) وہ بھی میرے پاس ہے۔ اس لیے کہ موسیٰ و خضر علیہما السلام کو جو کچھ ہو چکا، اُس کا علم دیا گیا تھا لیکن جو کچھ آگے قیامت تک مستقبل میں ہونے والا ہے اُس کا علم اُنہیں نہیں دیا گیا تھا۔ یہ علم ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل کی طرف سے وراثت میں ملا ہے۔''

حالانکہ اللہ عزوجل نے اپنے حبیب و خلیل پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے فرمایا ہے:

﴿ قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۭ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۭ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ۝ ﴾ (الانعام: ۵۰)

''کہہ دے میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ میں تم سے کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں، میں پیروی نہیں کرتا مگر اس کی جو میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ کہہ کیا اندھا اور دیکھنے والا برابر ہوتے ہیں؟ تو کیا تم غور نہیں کرتے۔''

اسی سورت میں آگے فرمایا:

﴿ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ۭ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ

❶ اصول الکافی جلد ۱، ص ۲۵۸، ۲۶۰، ۲۶۲.

❷ اصول الکافی جلد۱، ص ۲۶۱، اصول الشیعة الإمامية جلد۲، ص ۶۷۹۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝﴾ (الانعام: ٥٩)

''اور اسی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں، انھیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور وہ جانتا ہے جو کچھ خشکی اور سمندر میں ہے۔ اور کوئی پتا نہیں گرتا مگر وہ اسے جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ نہیں اور نہ کوئی تر ہے اور نہ خشک مگر وہ ایک واضح کتاب میں ہے۔''

ایک اور مقام پر اسی طرح فرمایا:

﴿وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ اِنِّيْ مَلَكٌ وَّلَآ اَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ تَزْدَرِيْٓ اَعْيُنُكُمْ لَنْ يُّؤْتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا ۭ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ اِنِّيْٓ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝﴾ (ھود: ٣١)

''اور میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ میں یہ کہتا ہوں کہ بے شک میں ایک فرشتہ ہوں اور نہ میں ان لوگوں کے بارے میں جنھیں تمھاری آنکھیں حقیر سمجھتی ہیں، یہ کہتا ہوں کہ اللہ انھیں ہرگز کوئی بھلائی نہیں دے گا۔ اللہ اسے زیادہ جاننے والا ہے جو ان کے دلوں میں ہے، یقیناً میں تو اس وقت ظالموں سے ہوں گا۔''

پھر اسی سورت میں آگے فرمایا:

﴿وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ۭ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝﴾ (ھود: ١٢٣)

''اور اللہ ہی کے پاس آسمانوں اور زمین کا غیب ہے اور سب کے سب کام اسی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔ سو اس کی عبادت کر اور اس پر بھروسا کر اور تیرا رب اس سے ہرگز غافل نہیں جو تم کرتے ہو۔''

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۭ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۭ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۭ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ۝﴾ (النمل: ٦٤-٦٥)

''یا وہ جو پیدائش کی ابتدا کرتا ہے، پھر اسے دہراتا ہے اور جو تمھیں آسمان و زمین سے رزق دیتا ہے؟

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) معبود ہے؟ کہہ لاؤ اپنی دلیل، اگر تم سچے ہو۔ کہہ دے اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہے غیب نہیں جانتا اور وہ شعور نہیں رکھتے کہ کب اٹھائے جائیں گے۔"

آیئے اسی موضوع سے متعلق ایک اور مقام کا مطالعہ کریں۔ اللہ عزوجل فرماتے ہیں:

﴿ وَمَا جَعَلْنَا أَصْحٰبَ النَّارِ إِلَّا مَلٰٓئِكَةً وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ إِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِينَ كَفَرُوا لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ وَيَزْدَادَ الَّذِينَ اٰمَنُوٓا إِيمَانًا وَّلَا يَرْتَابَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُونَ وَلِيَقُولَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْكٰفِرُونَ مَاذَآ أَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ؕ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِي مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ وَمَا هِيَ إِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ ۝﴾ (المدثر: ۳۱)

"اور ہم نے جہنم کے محافظ فرشتوں کے سوا نہیں بنائے اور ان کی تعداد ان لوگوں کی آزمائش ہی کے لیے بنائی ہے جنھوں نے کفر کیا، تاکہ وہ لوگ جنھیں کتاب دی گئی ہے، اچھی طرح یقین کر لیں اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں ایمان میں زیادہ ہو جائیں اور وہ لوگ جنھیں کتاب دی گئی ہے اور ایمان والے شک نہ کریں۔ اور تاکہ وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے اور جو کفر کرنے والے ہیں کہیں اللہ نے اس کے ساتھ مثال دینے سے کیا ارادہ کیا ہے؟ اسی طرح اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور تیرے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور یہ باتیں بشر کی نصیحت ہی کے لیے ہیں۔"

اللہ عزوجل نے اس طرح کے خیالات والے لوگوں کے دعووں کی پہلے ہی نفی فرما دی تھی۔ فرمایا:

﴿ أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُودَ ؕ وَالَّذِينَ مِنْ بَعْدِهِمْ ؕ لَا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا اللّٰهُ ؕ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرَدُّوٓا أَيْدِيَهُمْ فِيٓ أَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوٓا إِنَّا كَفَرْنَا بِمَآ أُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَإِنَّا لَفِي شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُونَنَآ إِلَيْهِ مُرِيبٍ ۝﴾ (ابراهيم: ۹)

"کیا تمھارے پاس ان لوگوں کی خبر نہیں آئی جو تم سے پہلے تھے، نوح کی قوم کی (خبر) اور عاد اور ثمود کی اور ان کی جو ان کے بعد تھے، جنھیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، ان کے رسول ان کے پاس واضح نشانیاں لے کر آئے تو انھوں نے اپنے ہاتھ اپنے مونہوں میں لوٹا لیے اور انھوں نے کہا بے شک ہم اسے نہیں مانتے جو تم دے کر بھیجے گئے ہو اور بے شک ہم تو اس چیز کے بارے میں جس کی طرف تم ہمیں دعوت دیتے ہو، ایک بے چین رکھنے والے شک میں مبتلا ہیں۔"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی موضوع پر کتب حدیث میں سینکڑوں احادیث صحیحہ بھی اس بات کی گواہ ہیں کہ اللہ عزوجل نے ما کان وما یکون کا علم اپنی مخلوق میں سے کسی بھی شخصیت کو نہیں دیا۔ چاہے کوئی صالح، ولی اللہ ہو، یا شہید وصدیق یا چاہے کوئی نبی مرسل ہی کیوں نہ ہو۔

اوپر جو کچھ روافض شیعہ کے غلو پر مبنی دعووں کے حوالے سے بیان ہوا، تو یہ صرف ایک نمونہ تھا۔ ورنہ صورتِ حال یہ ہے کہ اپنے اماموں اور آل بیت کے بارے میں غلو تو ان کے مذہب کی اساس اور اصل ہے۔ جبکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے منع فرماتے ہوئے غلو سے خبردار فرمایا ہے۔ کیونکہ اس سے خالص توحید باری تعالیٰ منافات ثابت ہوتی ہے اور جدید وقدیم شرک کی اصل۔ جیسے کہ اللہ عزوجل نے اہل کتاب کو اس ضمن میں مخاطب کر کے فرمایا ہے:

﴿مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ انْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْآيَاتِ ثُمَّ انْظُرْ أَنَّى يُؤْفَكُونَ ○ قُلْ أَتَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا وَاللَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ○﴾

(المائدہ: ۷۵تا۷٦)

''نہیں ہے مسیح ابن مریم مگر ایک رسول، یقیناً اس سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے اور اس کی ماں صدیقہ ہے، دونوں کھانا کھایا کرتے تھے۔ دیکھ ان کے لیے ہم کس طرح کھول کر آیات بیان کرتے ہیں، پھر دیکھ کس طرح پھیرے جاتے ہیں۔ کہہ دے کیا تم اللہ کے سوا اس چیز کی عبادت کرتے ہو جو تمھارے لیے نہ کسی نقصان کی مالک ہے اور نہ نفع کی، اور اللہ ہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔'' [1]

---

[1] یہ نصاریٰ کے عقیدہ کی تردید پر دوسری دلیل ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جن کی تم عبادت کرتے ہو ان میں الوہیت کا کوئی وصف بھی نہیں ہے۔ ان کا دوسروں کو نفع ونقصان پہنچانا تو کجا خود اپنے سے دشمنوں کے ظلم کو دفع کرنے کے لیے اللہ کے حضور گڑگڑا کر دعا کرتے رہے کہ اے اللہ! مجھ سے مصیبت کا یہ وقت ٹال دے۔ پھر اسکے بعد بھی اگر تم اس سمیع وعلیم کو چھوڑ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنا معبود بناؤ تو اس سے بڑھ کر جہالت اور کیا ہو سکتی ہے۔ (ابن کثیر۔ رازی) یہود ونصاریٰ کی الگ الگ تردید کے بعد اب دونوں کو مخاطب فرمایا ہے۔ نصاریٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام کے معاملہ میں غلو کیا ہے اور ایک بشر جسے اللہ تعالیٰ نے نبوت بخشی تھی اور اسے اپنی قدرت کاملہ کی نشانی قرار دیا تھا۔ (زخرف ۵۹، مومنون: ۵۰) اسے مقام الوہیت پر کھڑا کر دیا۔ دوسری طرف یہود نے ان کی تکذیب کی، ان سے انتہائی توہین آمیز سلوک کیا، ان پر اور ان کی والدہ پر تہمت طرازی کی اور ان کے قتل کے درپے ہوئے بلکہ بقول نصاریٰ یہود نے حضرت مسیح علیہ السلام کو سولی دے دی اور ان کی پسلیوں کو ریزہ ریزہ کر ڈالا۔ (ابن کثیر)۔ یہ حقیقت ہے کہ دین میں جو بھی خرابی آئی ہے وہ اسی غلو (یعنی راہِ اعتدال کو چھوڑنے) کی وجہ سے آئی ہے۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو بار بار نصیحت فرمائی کہ ''میرے معاملہ میں حد سے نہ بڑھنا اور مجھے بشریت کے مقام سے اُٹھا کر خدائی کے مرتبہ تک نہ پہنچا دینا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کو مخاطب کر کے فرما رہے ہیں: حق سچ سے انحراف نہ کرو اور اس ضمن میں غلو سے کام نہ لو۔ اپنے نبیوں اور اولیاء اللہ کو تعظیم دینے میں حد سے تجاوز نہ کرو کہ اس بارے میں تم اس قدر مبالغہ کر جاؤ کہ انھیں تم دائرہ نبوت سے نکال کر مقام الوہیت میں داخل کر دو۔ جیسا کہ تم نے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے بارے میں کیا۔ وہ تو اللہ رب العرش الکریم کے نبیوں میں سے ایک نبی تھے مگر تم نے غلو سے کام لیا اور انھیں اللہ عزوجل کے علاوہ ایک اور معبود والہ بنا لیا۔ تو تمھارا یہ عمل اے اہل کتاب! تمھارے ان گمراہ درویشوں اور علماء کی پیروی واتباع میں تھا کہ جو تم سے پہلے گزر چکے اور وہ بہت پہلے سے گمراہ ہو گئے تھے۔ یہ لوگ استقامت واعتدال کی راہ سے نکل کر غلو اور گمراہی کی راہ پر چل کھڑے ہوئے تھے۔

اسی طرح ایک اور مقام پر اللہ رب العالمین فرماتے ہیں:

﴿ يَاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ط اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ ط اَلْقٰهَا اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ط وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ط اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ط اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ط سُبْحٰنَهٗ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ۝ لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ط وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا ۝﴾ (النساء: ۱۷۱ تا ۱۷۲)

”اے اہل کتاب! اپنے دین میں حد سے نہ گزرو اور اللہ پر مت کہو مگر حق۔ نہیں ہے مسیح عیسیٰ ابن مریم مگر اللہ کا رسول اور اس کا کلمہ، جو اس نے مریم کی طرف بھیجا اور اس کی طرف سے ایک روح ہے۔ پس اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور مت کہو کہ تین ہیں، باز آ جاؤ، تمھارے لیے بہتر ہوگا۔ اللہ تو صرف ایک ہی معبود ہے، وہ اس سے پاک ہے کہ اس کی کوئی اولاد ہو، اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ بطور وکیل کافی ہے۔ مسیح ہرگز اس سے عار نہ رکھے گا کہ وہ اللہ کا بندہ ہو اور نہ مقرب فرشتے ہی اور جو بھی اس کی بندگی سے عار رکھے اور تکبر کرے تو عنقریب وہ ان سب کو اپنی طرف اکٹھا کرے گا۔“ [1]

[1] علامہ رازی لکھتے ہیں: ”یہود کے شبہات کا جواب دینے کے بعد اب اس آیت میں نصاریٰ کے شبہ کی تردید کی جا رہی ہے (کذا فی فتح الرحمن) مگر بعض علما نے لکھا ہے کہ یہ خطاب یہود ونصاریٰ دونوں سے ہے، اس لیے کہ ”غلو“ راہِ اعتدال کے چھوڑ دینے کا نام ہے اور یہ افراط وتفریط ⇦⇦⇦

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان دونوں آیات کریمہ (المائدہ ۷۷ والنساء ۱۷۱) میں اللہ عزوجل غلو اور حد سے تجاوز کر جانے سے منع فرمارہے ہیں۔ دونوں آیات اور اسی موضوع سے متعلق بیسیوں احادیث صحیحہ میں روافض اور شیعہ اور ہر اس شخص پر بالصراحت رد ہے جو اُن کی اس راہ پر چلے۔ (کہ جسے چاہا اُسے امتیوں میں سے نبی کے مقام پر پہنچادیا اور جب چاہا اللہ کے ولیوں اور

⇐⇐ دونوں صورتوں میں ہے۔ ایک طرف نصاریٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں افراط سے کام لے کر ان کو اللہ کا بیٹا قرار دے رکھا تھا تو دوسری طرف یہود نے حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں یہاں تک تفریط برتی کہ ان کی رسالت کا بھی انکار کردیا۔ قرآن نے بتایا کہ یہ دونوں فریق غلو کررہے ہیں۔ اعتدال کی راہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ تو اللہ کے بیٹے ہیں کہ ان کو معبود بنالیا جائے اور نہ ہی جھوٹے نبی ہیں بلکہ وہ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ (قرطبی) آج کل اس قسم کا غلو مسلمانوں میں بھی آ گیا ہے اور ایسے لوگ موجود ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاء امت کا درجہ اس قدر بڑھا دیتے ہیں کہ انھیں اللہ کی خدائی میں شریک قرار دے دیتے ہیں اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر سمجھنا انتہائی درجہ کی گستاخی شمار کرتے ہیں۔ حالانکہ اس غلو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سختی سے منع فرمایا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَا تُطْرُوْنِیْ کَمَا اَطْرَتِ النَّصَارٰی عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ فَاِنَّمَآ اَنَا عَبْدٌ فَقُوْلُوْا عَبْدُاللّٰہِ وَرَسُوْلُہٗ ......یعنی مجھے اس طرح حد سے نہ بڑھاؤ جس طرح نصاریٰ نے عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کو بڑھایا۔ میں صرف ایک بندہ ہوں لہٰذا تم مجھے صرف اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کا رسول ہی کہا کرو۔ (ابن کثیر بحوالہ مسند احمد) عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو کلمہ ''کُنْ'' سے بنایا اور اس طرح ان کی پیدائش بن باپ کے ہوئی۔ ورنہ یہ معنی نہیں ہے کہ وہ کلمہ ہی عیسیٰ بن گیا۔ (ابن کثیر) یعنی اس کی پیدا کردہ روح۔ اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عظمت کا اظہار مقصود ہے جیسا کہ نَاقَةُ اللّٰهِ (اللہ کی اونٹنی) بَيْتِيَ (میرے گھر) میں ہے ورنہ تمام لوگوں کی روحیں اللہ تعالیٰ ہی کی پیدا کردہ ہیں جیسے فرمایا: ''جَمِيْعًا مِّنْهُ'' (الجاثیہ) یعنی سب چیزیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور اسی کی پیدا کردہ ہیں اور یہ ''مِنْ'' تبعیضیہ نہیں ہے بلکہ ابتدا غایت کے لیے ہے۔ (ابن کثیر) اور ''روح'' بمعنی رحمت بھی ہوسکتا ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اِنَّمَا اَنَا رَحْمَةٌ مُّهْدَاةٌ'' کہ میں اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ کے رسول لوگوں کو روحانی زندگی بخشتے ہیں اس لیے ان کو روح کہا جاتا ہے۔ یعنی حضرت عیسیٰ بھی اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں پس تم دوسرے پیغمبروں کی طرح ان کو اللہ تعالیٰ کا رسول مانو اور انہیں الوہیت کا مقام مت دو۔ عیسائی بیک وقت اللہ کو ایک بھی تسلیم کرتے ہیں اور پھر ''اقانیم ثلاثۃ'' کے بھی قائل ہیں۔ یہ ''اقانیم ثلاثۃ'' کا چکر بھی نہایت پُر پیچ اور ناقابل فہم ہے۔ (تفسیر کبیر) جس طرح مسلمانوں میں ''نور من نور اللہ'' کا عقیدہ نہایت ہی گمراہ کن ہے۔ عیسائی کبھی تو اس سے مراد وجود، علم اور حیاۃ بتاتے ہیں اور کبھی ان کو باپ، بیٹا اور روح القدس سے تعبیر کرلیتے ہیں۔ اور پھر باپ سے وجود، روح سے حیات اور بیٹے سے حضرت مسیح علیہ السلام مراد لیتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ''اقانیم ثلاثۃ'' سے مراد اللہ تعالیٰ، مریم علیہا السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ اس آخری توجیہ کا قرآن نے بھی ذکر کیا ہے۔ (دیکھیے المائدہ آیت ۱۱۶) الغرض عیسائیوں کے عقیدہ تثلیث سے زیادہ بعید از عقل کوئی عقیدہ نہیں ہے اور اس بارے میں ان کے اندر اس قدر انتشار ہے کہ دنیا کے کسی عقیدہ میں نہیں ہے۔ (تفسیر کبیر۔ ابن کثیر) اس لیے قرآن نے انھیں دعوت دی کہ تم تین خداؤں کے گورکھ دھندے کو چھوڑ کر خالص توحید کا عقیدہ اختیار کرلو۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا نہ کوئی شریک ہے نہ بیوی اور نہ کوئی رشتہ دار۔ نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ کسی نے اس کو جنا۔ (ابن کثیر) اور جس کو تم نے اس کا شریک ٹھہرایا ہے وہ بھی دوسرے انسانوں کی طرح اس کا مملوک اور مخلوق ہے۔ تو جو شخص مملوک یا مخلوق ہو وہ خالق یا مالک کا بیٹا یا شریک کیسے ہوسکتا ہے۔ اس کو بیٹے کی ضرورت بھی کیا ہے۔ سارے کام بنانے والا تو وہ خود ہی ہے۔ اس میں عیسائیوں اور مشرکین دونوں کے غلط عقیدہ کی تردید ہے کیونکہ عیسائی حضرت مسیح علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا اور مشرکین فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ یہ دونوں اللہ کی بندگی کا اقرار کرتے ہیں اور اس کا بندہ ہونے پر کچھ بھی شرم محسوس نہیں کرتے۔ یہی حال ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا۔ جب کوئی شخص آپ کو اللہ کا بندہ کہتا تو آپ کو بے انتہا خوشی ہوتی کیونکہ اس مالک الملک اور شہنشاہ مطلق کا بندہ ہونا انتہائی عزت وشرف کا مقام ہے نہ کہ کسی ذلت ورسوائی کا۔ امام ابن القیم نے اپنی کتاب انوار القلوب میں لکھا ہے کہ آدمی کے لیے بندگی کے مقام سے زیادہ عزت کا کوئی مقام نہیں ہے۔ اکرم الخلق محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تین مقامات پر جو کہ نہایت عزت کے مقامات ہیں۔ لفظ ''عبد'' (بندہ) کہہ کر ذکر کیا گیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبی مکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے درجہ تک پہنچا دیا۔ جیسا کہ بریلویہ، صوفیہ اور دیگر گمراہ فرقے کرتے ہیں۔) جبکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے تو اپنے محبوب پیغمبر محمد رسول اللہ ﷺ کو اس بات کا حکم دیا ہے کہ آپ لوگوں کو کھل کر وضاحت سے بتلا دیجیے کہ آپ تو اپنی جان کے بھی مالک نہیں ہیں اور بلاشک وشبہ نفع ونقصان صرف ایک اللہ عزوجل کے ہاتھ میں ہے اور بلاشک وشبہ علم الغیب کا عالم صرف ایک اللہ وحدہ لاشریک لہ ہے۔ جیسا کہ آپ نے پیچھے قرآنی دلائل کی صورت میں تفصیل سے پڑھ ہی لیا ہے۔ مزید تفصیل کے لیے علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ کی تفسیر ''القرآن العظیم جلد ۲، ص ۳۷۲ اور دیگر مقامات کا مطالعہ کر لیجیے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس ضمن میں جو کچھ فرمایا ہے وہ نبی مکرم ﷺ کی ذات میں غلو کرنے والے راستوں کو بند کرنے کے لیے ہے اور آپ ﷺ کی امت کو اس بارے میں خبردار کرنے اور ڈرانے کے لیے ہے کہ وہ کہیں آپ کی ذات کے بارے میں غلو سے کام نہ لے لیں۔ جس طرح کہ یہود ونصاریٰ نے اپنے انبیاء کے بارے میں غلو سے کام لیا تھا۔ ذرا غور کیجیے کہ: جب یہ معاملہ ساری مخلوقات کے سردار سیّد الاولین والآخرین اور اللہ رب العالمین کے ہاں منزلت وعظمت کے اعتبار سے سب مخلوقات سے عظیم ترین ہستی محمد رسول اللہ ﷺ کے بارے میں ایسا ہے تو پھر آپ ﷺ کے علاوہ دوسروں کا معاملہ بالاولیٰ زیادہ احتیاط والا ہے، ان کی حیثیت اس ضمن میں کیا رہ جاتی ہے؟ اس لیے مذکور بالا دلائل و براہین سے روافض شیعہ کا اپنے اماموں کے بارے میں جو اس طرح کا دعویٰ ہے، وہ بالکل باطل ثابت ہوتا ہے۔ اسی طرح ان کا یہ نظریہ وعقیدہ کہ اُن کے امام (جو کہ اُن کے امام نہیں بلکہ وہ اہل السنہ والجماعۃ کے آئمہ تھے۔) غیب کا علم رکھتے تھے اور ''ما کان وما یکون'' کا علم جانتے تھے بالکل باطل ہو جاتا ہے۔ ان لوگوں نے اللہ عزوجل کی مخلوق کو پیدا کرنے، زندہ کرنے والی صفتوں اور اللہ رب العالمین کے دیگر تمام اسماء وصفات میں شریک بنا رکھا ہے۔ جبکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے صراحتاً اپنی کتاب عزیز میں بیسیوں مقامات پر اس دعویٰ کی تردید فرما رکھی ہے۔ پیچھے جو آیات کریمہ اور ان کا ترجمہ گزر چکا، ان کے علاوہ دیگر اور مقامات پر اللہ عزوجل فرماتے ہیں:

ا .... ﴿ وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ ﴾ (الاعراف: ۸)

''اور اس دن وزن حق ہے، پھر وہ شخص کہ اس کے پلڑے بھاری ہو گئے، تو وہی کامیاب ہونے والے ہیں۔''

ب .... ﴿ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِنَ الْبَعْثِ فَإِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُضْغَةٍ مُخَلَّقَةٍ وَغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِنُبَيِّنَ لَكُمْ ۚ وَنُقِرُّ فِي الْأَرْحَامِ مَا نَشَاءُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوا أَشُدَّكُمْ ۖ وَمِنْكُمْ مَنْ يُتَوَفَّىٰ وَمِنْكُمْ مَنْ يُرَدُّ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

إِلَى أَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا ۚ وَتَرَى الْأَرْضَ هَامِدَةً فَإِذَا أَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَأَنْبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍ بَهِيجٍ ۝ ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّهُ يُحْيِي الْمَوْتَىٰ وَأَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝﴾ (الحج: ٥-٦)

''اے لوگو! اگر تم اٹھائے جانے کے بارے میں کسی شک میں ہو تو بے شک ہم نے تمھیں حقیر مٹی سے پیدا کیا، پھر ایک قطرے سے، پھر کچھ جمے ہوئے خون سے، پھر گوشت کی ایک بوٹی سے، جس کی پوری شکل بنائی ہوئی ہے اور جس کی پوری شکل نہیں بنائی ہوئی، تاکہ ہم تمھارے لیے واضح کریں اور ہم جسے چاہتے ہیں ایک مقررہ مدت تک رحموں میں ٹھہرائے رکھتے ہیں، پھر ہم تمھیں ایک بچے کی صورت میں نکالتے ہیں، پھر تاکہ تم اپنی جوانی کو پہنچو اور تم میں سے کوئی وہ ہے جو قبض کر لیا جاتا ہے اور تم میں سے کوئی وہ ہے جو سب سے نکمی عمر کی طرف لوٹایا جاتا ہے، تاکہ وہ جاننے کے بعد کچھ نہ جانے۔ اور تو زمین کو مردہ پڑی ہوئی دیکھتا ہے، پھر جب ہم اس پر پانی اتارتے ہیں تو وہ لہلہاتی ہے اور ابھرتی ہے اور ہر خوبصورت قسم میں سے اگاتی ہے۔ یہ اس لیے ہے کہ بے شک اللہ ہی حق ہے اور (اس لیے) کہ بے شک وہی مردوں کو زندہ کرے گا اور (اس لیے) کہ بے شک وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔

ج .... ﴿وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝﴾ (آل عمران: ١٨٩)

''اور اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے اور اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔''

د .... ﴿إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ أَلَا إِنَّهُمْ يَثْنُونَ صُدُورَهُمْ لِيَسْتَخْفُوا مِنْهُ ۚ أَلَا حِينَ يَسْتَغْشُونَ ثِيَابَهُمْ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ۚ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝ وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ۚ كُلٌّ فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ۝﴾ (هود: ٤ تا ٦)

''اللہ ہی کی طرف تمھارا لوٹنا ہے اور وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔ سن لو! بلاشبہ وہ اپنے سینوں کو موڑتے ہیں، تاکہ اس سے چھپے رہیں، سن لو! جب وہ اپنے کپڑے اچھی طرح لپیٹ لیتے ہیں وہ جانتا ہے جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں۔ بے شک وہ سینوں والی بات کو خوب جاننے والا ہے۔ اور زمین میں کوئی چلنے والا (جاندار) نہیں مگر اس کا رزق اللہ ہی پر ہے اور وہ اس کے ٹھہرنے کی جگہ اور اس کے سونپے جانے کی جگہ کو جانتا ہے، سب کچھ ایک واضح کتاب میں درج ہے۔''[1]

[1] پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ کے علم کی وسعت و احاطہ کا بیان تھا کہ انسان کے ظاہر اور پوشیدہ احوال کیا وہ تو دلوں کے خیالات تک سے ⇦⇦⇦

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ھ ..... ﴿ اَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ○ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ○ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ○﴾

(النحل: ۱۷ تا ۲۱)

''تو کیا وہ جو پیدا کرتا ہے، اس کی طرح ہے جو پیدا نہیں کرتا؟ پھر کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے۔ اور اگر تم اللہ کی نعمت شمار کرو تو اسے شمار نہ کر پاؤ گے۔ بے شک اللہ یقیناً بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ اور اللہ جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو۔ اور وہ لوگ جنھیں وہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں، وہ کچھ بھی پیدا نہیں کرتے اور وہ خود پیدا کیے جاتے ہیں۔ مردے ہیں، زندہ نہیں ہیں اور وہ نہیں جانتے کب اٹھائے جائیں گے۔''

و ..... درج ذیل آیات میں موضوع ہذا سے متعلق اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جو ارشاد فرمایا اور چیلنج کیا ہے، کیا اس سے بڑی کوئی دلیل ان باطل فرقوں کی گمراہی کا ردّ کرنے کے لیے ہوگی؟ فرمایا:

﴿ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ط اِنَّ ذٰلِكَ فِيْ كِتٰبٍ ط اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ○ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّمَا لَيْسَ لَهُمْ بِهٖ عِلْمٌ ط وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ○ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِ الَّذِيْنَ

⇦⇦⇦ واقف ہے۔ اس آیت میں اسی پر دلیل پیش کی ہے کہ ہر جاندار کو اللہ تعالیٰ کے ہاں سے روزی پہنچ رہی ہے۔ پھر اگر اللہ کا علم وسیع نہ ہوتا تو یہ روزی کا بندوبست کیسے ممکن تھا۔ (رازی) اصل میں رزق کے تمام خزانے تو اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہیں مگر کسب کی حد تک انسان وسائل رزق کو کام میں لاسکتا ہے بلکہ اس کا مکلف ہے۔ لیکن ان اسباب کو موثر نہ سمجھے بلکہ اصل بھروسا اللہ تعالیٰ پر ہو۔ اسی کا نام توکل ہے۔ مقصد یہ کہ رزق کے حصول کے لیے اسباب ووسائل کو کام میں لانا توکل کے منافی نہیں ہے بلکہ حدیث میں ہے: ''اِعْقَلْ وَتَوَكَّلْ'' کہ پہلے اونٹ کا گھٹنا باندھ دیجیے اور پھر اللہ پر توکل کیجیے۔ ایک دوسری حدیث میں ہے: ''کوئی متنفس اس وقت تک نہیں مرتا جب تک کہ اپنی عمر اور رزق جو اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے پورا نہ کرے۔ لہٰذا تم کو چاہیے کہ کسب معاش کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور جائز طریقوں سے روزی حاصل کرو۔'' اور پھر یہ ذہن بھی غلط ہے کہ طلب وسعی کے بغیر رزق نہیں ملتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی بہت سی مخلوق وہ ہے جن کو مباشرت اسباب کے بغیر رزق پہنچ رہا ہے۔ یہ بھی اسی دلیل کا تتمہ ہے۔ ''مستقر'' اور ''مستودع'' کی تفسیر میں علماء سے مختلف اقوال مروی ہیں۔ زمین پر انسان چلتا پھرتا ہے آخر جہاں پہنچ کر اس کی سیر کا منتہی ہوگا وہ اس کا ''مستقر'' ہے اور پھر جہاں ٹھکانا کرتا ہے وہ ''مستودع'' ہے۔ (ابن کثیر) شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں، جو حالت انسان کے اختیاری رہنے سہنے کی ہے اسے اس کا ''مستقر'' کہا جائے گا اور اس سے قبل جو ٹھکانے (مقر) غیر اختیاری تھے جیسے صلب پدر ورحم مادر تو ان تمام اطوار کو اس کا ''مستودع'' کہا جائے گا۔ (فتح الرحمٰن) موضح القرآن میں ہے ''مستقر'' جہاں ٹھہرتا ہے یعنی بہشت و دوزخ۔ ''مستودع'' جہاں سونپا جاتا ہے اس کی قبر۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ کا علم انسان کی اس زندگی پر بھی حاوی ہے اور موت کے بعد کے تمام حالات بھی اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

كَفَرُوا الْمُنْكَرَ ؕ يَكَادُوْنَ يَسْطُوْنَ بِالَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ؕ قُلْ اَفَاُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ اَلنَّارُ ؕ وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ يٰاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ۝ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝﴾ (الحج: ۷۰ تا ۷۴)

’’کیا تو نے نہیں جانا کہ بے شک اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے۔ بے شک یہ ایک کتاب میں درج ہے، بے شک یہ اللہ پر بہت آسان ہے۔ اور وہ اللہ کے سوا اس چیز کی عبادت کرتے ہیں جس کی اس نے کوئی دلیل نازل نہیں کی اور جس کا انھیں کچھ علم نہیں اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔ اور جب ان کے سامنے ہماری واضح آیات کی تلاوت کی جائے تو تو ان لوگوں کے چہروں میں جنھوں نے کفر کیا، صاف انکار پہچان لے گا، قریب ہوں گے کہ ان لوگوں پر حملہ کر دیں جو ان پر ہماری آیات کی تلاوت کریں۔ کہہ دے تو کیا میں تمھیں اس سے بری چیز بتاؤں؟ وہ آگ ہے جس کا اللہ نے ان لوگوں سے وعدہ کیا ہے جنھوں نے کفر کیا اور وہ برا ٹھکانا ہے۔ اے لوگو! ایک مثال بیان کی گئی ہے، سو اسے غور سے سنو! بے شک وہ لوگ جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، ہرگز ایک مکھی پیدا نہیں کریں گے، خواہ وہ اس کے لیے جمع ہو جائیں اور اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین لے وہ اسے اس سے چھڑا نہ پائیں گے۔ کمزور ہے مانگنے والا اور وہ بھی جس سے مانگا گیا۔ انھوں نے اللہ کی قدر نہیں کی جو اس کی قدر کا حق تھا۔ بے شک اللہ یقیناً بہت قوت والا ہے، سب پر غالب ہے۔‘‘

علاوہ ازیں بہت ساری آیاتِ کریمہ اور احادیث صحیحہ اس موضوع پر ایسی موجود ہیں جو صرف ایک اللہ عزوجل کے ہی عالم الغیب ہونے اور کائنات میں مکمل تصرف کے اختیار والا ہونے کو ثابت کرتی ہیں۔ اس لیے جو آدمی اللہ خالق کائنات کی ان صفاتِ عالیہ میں سے اگر کسی چیز کی نسبت مخلوقین میں سے کسی کی طرف کرتا ہے تو وہ گویا اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے اُس کی ربوبیت اور اُس کی اُلوہیت میں اُس سے جھگڑا کر کے شرک کے گندے گڑھے میں جا گرتا ہے۔ اس صورت میں بایں حالت اُس کا ایمان و اسلام کہاں رہا؟ ایسے لوگوں کو یاد رکھنا چاہیے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَقَدِ افْتَرٰۤی اِثْمًا عَظِیْمًا ۝﴾ (النساء: ٤٨)

''بے شک اللہ اس بات کو نہیں بخشے گا کہ اس کا شریک بنایا جائے اور وہ بخش دے گا جو اس کے علاوہ ہے، جسے چاہے گا اور جو اللہ کا شریک بنائے تو یقیناً اس نے بہت بڑا گناہ گھڑا۔'' ❶

اور دوسرے مقام پر فرمایا ہے:

﴿لَقَدْ کَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ ؕ وَقَالَ الْمَسِیْحُ یٰبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبَّکُمْ ؕ اِنَّهٗ مَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝﴾ (المائدة: ٧٢)

''بلا شبہ یقیناً ان لوگوں نے کفر کیا جنھوں نے کہا بے شک اللہ مسیح ابن مریم ہی ہے، اور مسیح نے کہا اے بنی اسرائیل! اللہ کی عبادت کرو، جو میرا رب اور تمھارا رب ہے۔ بے شک حقیقت یہ ہے کہ جو بھی اللہ کے ساتھ شریک بنائے سو یقیناً اس پر اللہ نے جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانا آگ ہے اور ظالموں کے لیے کوئی مدد کرنے والے نہیں۔''

یہ اس لیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی مخلوق کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ۝ مَاۤ اُرِیْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَاۤ اُرِیْدُ اَنْ یُّطْعِمُوْنِ ۝ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِیْنُ ۝﴾ (الذاریات: ٥٦ تا ٥٨)

''اور میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا نہیں کیا مگر اس لیے کہ وہ میری عبادت کریں۔ نہ میں ان سے کوئی رزق چاہتا ہوں اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں۔ بے شک اللہ ہی بے حد رزق دینے والا، طاقت والا، نہایت مضبوط ہے۔'' ❷

---

❶ یہود کو تہدید و وعید فرمانے کے بعد اس آیت میں اشارہ فرمایا کہ یہ تہدید شرک و کفر کی وجہ سے ہے ورنہ دوسرے گناہ تو قابل عفو و مغفرت ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت ہیں۔ جسے چاہے اللہ تعالیٰ معاف فرما سکتے ہیں۔ (تفسیر کبیر) یہود و نصاریٰ کی طرح نام کے مسلمان جو شرک میں گرفتار ہیں، اولیاء اللہ کے نام کا روزہ رکھتے ہیں، ان کی قبروں کو پوجتے ہیں، ان کے نام پر جانور کاٹتے اور ان کی منتیں مناتے ہیں، اُٹھتے بیٹھتے ان کو پکارتے ہیں وہ بھی مشرکوں کے حکم میں آتے ہیں۔

❷ اس سے معلوم ہوا کہ جن وانس کو پیدا ہی اس لیے کیا گیا ہے کہ ان کو عبادت وطاعت کا مکلف بنایا جائے۔ تاکہ فرمانبردار کو ثواب اور نافرمان کو سزا دی جائے۔ پھر جو لوگ اللہ کی عبادت نہیں کرتے اور پیغمبروں کی شریعت پر عمل پیرا نہیں ہوتے، وہ اپنی زندگی کے مقصد سے غافل ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں اصل چیز توحید کی راہ اختیار کرنا ہے۔ اس بنا پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ قرآن میں جہاں بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت کا لفظ آیا ہے، اس سے مراد توحید ہے۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: عبادت ایک جامع لفظ ہے اور بہت وسیع مفہوم کا حامل ہے۔ یعنی ہر وہ کام جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہو خواہ اس کا تعلق ظاہر سے ہو یا باطن سے، اسے عبادت کہا جاتا ہے۔ حدیث میں ہے: ''حتیٰ کہ انسان جو لقمہ اپنی بیوی کے منہ میں ڈالتا ہے، وہ بھی موجب اجر ہے۔'' (فتح البیان وغیرہ) ...... ''نہ ان سے میں کوئی رزق چاہتا ہوں اور نہ ہی یہ چاہتا ⇐⇐⇐

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے پیغمبر بھیجے اور کتابیں اتاریں تو صرف یہی بات سمجھانے کے لیے کہ: عبادت و پوجا میں صرف اسی ایک رب کائنات کی ذاتِ اقدس کو خاص کیا جائے کسی اور کو ہرگز نہیں۔ چنانچہ فرمایا:

﴿ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ ۖ فَمِنْهُم مَّنْ هَدَى اللَّهُ وَمِنْهُم مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلَالَةُ ۚ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ﴾ (النحل: ٣٦)

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو، پھر ان میں سے کچھ وہ تھے جنھیں اللہ نے ہدایت دی اور ان میں سے کچھ وہ تھے جن پر گمراہی ثابت ہوگئی۔ پس زمین میں چلو پھرو، پھر دیکھو جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا۔''

اور غلو تو عبادت و پوجا کو صرف ایک اللہ وحدہ لاشریک لہ کے لیے حق ماننے کے منافی ہے۔ ❶

اسی طرح اللہ عزوجل نے غلو کو اس کے تمام مظاہر اور اُس کی تمام صورتوں میں منع فرمایا ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی اس سے منع فرمایا ہے اور یہ خالصتاً اللہ رب العالمین کی توحید کی حمایت میں اور ہر اُس ذریعہ کو روکنے کے لیے کہ جو اللہ عزوجل کی توحید کے نقص میں سبب بنے۔ اس لیے کہ غلو اور حد سے تجاوز کرنا شرک اور اس کے ذریعہ کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔ یہ ایسی باطل و گمراہ وبا ہے جو کسی بھی اُمت میں جب پھوٹی تو اس نے ضرور ہلاک کر کے رکھ دیا۔ چنانچہ نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنی اُمت کو اس بیماری سے خبردار کرتے ہوئے فرمایا ہے: يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِيَّاكُمْ وَالْغُلُوَّ فِي الدِّيْنِ ، فَإِنَّمَا أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمُ الْغُلُوُّ فِي الدِّيْنِ ......لوگو! دین کے بارے میں غلو کرنے (حد سے تجاوز کر جانے) سے بچو۔ اس لیے کہ بلاشبہ تم سے پہلے والے لوگوں کو دین میں غلو کرنے نے ہی ہلاک کیا تھا۔'' ❷

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں کتاب الاعتصام بالکتاب والسنہ کے تحت ایک باب کا عنوان بھی یہی قائم کیا ہے: بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ التَّعَمُّقِ وَالتَّنَازُعِ فِي الْعِلْمِ وَالْغُلُوِّ فِي الدِّيْنِ وَالْبِدَعِ . . الخ ......یعنی باب

⇐⇐ ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں۔'' ......یعنی ان کو عبادت کا حکم دینے میں میرا اپنا کوئی فائدہ نہیں ہے بلکہ انھیں کے فائدہ کے لیے ہے۔ اور یہ جو فرمایا کہ میں ان سے روزی اور کمائی نہیں چاہتا تو اس سے مقصود اس طرف اشارہ کرنا ہے کہ بندوں سے میرا تعلق دنیا میں ان آقاؤں کی طرح کا نہیں ہے جن کی عیش و بسر ہی نوکروں کی کمائی کے سہارے پر ہوتی ہے بلکہ اللہ تعالیٰ بندوں سے کچھ وصول کرنے کی بجائے ان کو روزی بھی دیتا ہے۔

❶ تفصیل کے لیے دیکھیے: "العقيدة في اهل البيت" ص ٣٩٨ دیکھ لیں۔

❷ سنن ابن ماجه، كتاب المناسك، باب قدر حصى الرمي، حديث: ٣٠٢٩ واللفظ له۔ سنن النسائي، كتاب مناسك الحج، باب إلتقاط الحصى، حديث: ٣٠٥٧ صححه الألباني رحمه الله.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے؛ کسی امر میں تشدد اور سختی کرنا یا علم (حدیث واثر) کی بات میں بے موقع فضول جھگڑا کرنا، دین میں غلو کرنا، بدعتیں نکالنا اور حد سے بڑھ جانا منع ہے، کیونکہ اللہ رب العالمین نے سورۃ النساء میں فرمایا ہے: ﴿ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ وَلَا تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ ...... اے اہل کتاب! اپنے دین میں حد سے مت بڑھو اور اللہ تعالیٰ پر وہی بات کہو جو سچ ہے۔(النساء: ١٧١)

((وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما أَنَّهُ سَمِعَ عُمَرَ رضی اللہ عنہ يَقُولُ عَلَى الْمِنْبَرِ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: لَا تُطْرُونِي كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارَى ابْنَ مَرْيَمَ، فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدُهُ، فَقُولُوا: عَبْدُاللّٰهِ وَرَسُولُهُ.)) ❶

''سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے امیر المومنین سیّدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو برسر منبر یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: میں نے خود رسول اللہ ﷺ سے سماعت کیا ہے، آپ فرما رہے تھے: مجھے میرے مرتبہ سے زیادہ نہ بڑھاؤ جیسے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو نصاریٰ نے ان کے مرتبے سے زیادہ بڑھا دیا ہے۔ میں تو صرف اللہ کا بندہ ہوں، اس لیے یہی کہا کرو؛ محمد ﷺ اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہے۔'' ❷

---

❶ صحيح البخاري، كتاب أحاديث الانبياء، رقم: ٣٤٤٥.

❷ جناب عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں کئی مہاجرین کو (قرآن مجید) پڑھایا کرتا تھا۔ سیّدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی ان میں سے ایک تھے۔ ابھی میں منیٰ میں ان کے مکان پر تھا اور وہ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے آخری حج میں (سنہ ۲۳ھ) ان کے ساتھ تھے کہ وہ میرے پاس لوٹ کر آئے اور کہا: کاش تم اس شخص کو دیکھتے جو آج امیر المؤمنین کے پاس آیا تھا۔ اس نے کہا کہ اے امیر المؤمنین! کیا آپ فلاں صاحب سے یہ پوچھ تاچھ کریں گے جو یہ کہتے ہیں کہ اگر عمر کا انتقال ہو گیا تو میں فلاں صاحب طلحہ بن عبید اللہ سے بیعت کروں گا کیونکہ واللہ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بغیر سوچے سمجھے بیعت تو اچانک ہو گئی اور پھر وہ مکمل ہو گئی تھی۔ اس پر سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ بہت غصہ ہوئے اور کہا میں ان شاء اللہ شام میں لوگوں سے خطاب کروں گا اور انھیں ان لوگوں سے ڈراؤں گا جو زبردستی سے دخل درمعقولات کرنا چاہتے ہیں۔ سیّدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس پر میں نے عرض کیا: یا امیر المؤمنین ایسا نہ کیجیے۔ حج کے موسم میں کم سمجھ اور برے بھلے ہر قسم کے لوگ جمع ہیں اور جب آپ خطاب کے لیے کھڑے ہوں گے تو آپ کے قریب یہی لوگ زیادہ ہوں گے اور مجھے ڈر ہے کہ آپ کھڑے ہو کر کوئی بات کہیں اور وہ چاروں طرف پھیل جائے، لیکن پھیلانے والے اسے صحیح طور پر یاد نہ رکھ سکیں گے۔ اور اس کے غلط معانی پھیلانے لگیں گے، اس لیے مدینہ منورہ پہنچنے تک کا انتظار کر لیجیے کیونکہ وہ ہجرت اور سنت کا مقام ہے۔ وہاں آپ کو خالص دینی سمجھ بوجھ رکھنے والے اور شریف لوگ ملیں گے، وہاں آپ جو کچھ کہنا چاہتے ہیں اعتماد کے ساتھ ہی فرما سکیں گے اور علم والے آپ کی باتوں کو یاد بھی رکھیں گے اور جو صحیح مطلب ہے وہی بیان کریں گے۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں اچھا، اللہ کی قسم میں مدینہ منورہ پہنچتے ہی سب سے پہلے لوگوں کو اسی مضمون کا خطبہ دوں گا۔ سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ پھر ہم ذی الحجہ کے مہینہ کے آخر میں مدینہ منورہ پہنچے۔ جمعہ کے دن سورج ڈھلتے ہی ہم نے (مسجد نبوی) پہنچنے میں جلدی کی اور میں نے دیکھا کہ سعید بن زید بن عمرو بن نفیل ممبر کی جڑ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ میں بھی ان کے پاس بیٹھ گیا۔ میرا ٹخنہ ان کے ٹخنے سے لگا ہوا تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں سیّدنا عمرؓ بھی باہر نکلے۔ جب میں نے انھیں آتے دیکھا تو سعید بن زید بن عمرو نفیل رضی اللہ عنہ سے میں نے کہا کہ آج سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ ایسی بات کہیں گے ⇐⇐

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⇐ جو انھوں نے اس سے پہلے خلیفہ بنائے جانے کے بعد کبھی نہیں کہی تھی۔ لیکن انھوں نے اس کو نہ مانا اور کہا کہ میں تو نہیں سمجھتا کہ آپ کوئی ایسی بات کہیں جو پہلے کبھی نہیں کہی تھی۔ پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ممبر پر بیٹھے اور جب مؤذن اذان دے کر خاموش ہوا تو آپ کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی ثنا اس کی شان کے مطابق کرنے کے بعد فرمایا: امابعد! آج میں تم سے ایک ایسی بات کہوں گا جس کا کہنا میری تقدیر میں لکھا ہوا تھا، مجھ کو نہیں معلوم کہ شاید میری یہ گفتگو موت کے قریب کی آخری گفتگو ہو۔ پس جو کوئی اسے سمجھے اور محفوظ رکھے، اسے چاہیے کہ اس بات کو اس جگہ تک پہنچا دے جہاں تک اس کی سواری اسے لے جا سکتی ہے اور جسے خوف ہو کہ اس نے بات نہیں سمجھی ہے تو اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ میری طرف غلط بات منسوب کرے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا اور آپ پر کتاب نازل کی، کتاب اللہ کی صورت میں جو کچھ آپ پر نازل ہوا، ان میں آیت رجم بھی تھی۔ ہم نے اسے پڑھا تھا، سمجھا تھا اور یاد رکھا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے خود (اپنے زمانہ میں) رجم کرایا۔ پھر آپ کے بعد ہم نے بھی رجم کیا لیکن مجھے ڈر ہے کہ اگر وقت یونہی آگے بڑھتا رہا تو کہیں کوئی یہ نہ دعویٰ کر بیٹھے کہ رجم کی آیت ہم کتاب اللہ میں نہیں پاتے اور اس طرح وہ اس فریضہ کو چھوڑ کر گمراہ ہوں جسے اللہ تعالیٰ نے نازل کیا تھا۔ یقیناً رجم کا حکم کتاب اللہ سے اس شخص کے لیے ثابت ہے جس نے شادی ہونے کے بعد زنا کیا ہو۔ خواہ مرد ہوں یا عورتیں، بشرطیکہ گواہی مکمل ہو جائے یا حمل ظاہر ہو یا وہ خود اقرار کر لے۔ پھر کتاب اللہ کی آیتوں میں ہم یہ بھی پڑھتے تھے کہ اپنے حقیقی باپ دادوں کے سوا دوسروں کی طرف اپنے آپ کو منسوب نہ کرو۔ کیونکہ یہ تمھارا کفر اور انکار ہے کہ تم اپنے اصل باپ دادوں کے سوا دوسروں کی طرف اپنی نسبت کرو۔ ہاں اور سن لو کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا تھا: میری تعریف حد سے بڑھا کر نہ کرنا جس طرح عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی حد سے بڑھا کر تعریفیں کی گئیں (ان کو اللہ کا بیٹا بنا دیا گیا) بلکہ (میرے لیے صرف یہ کہو کہ) میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ اور مجھے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ تم میں سے کسی نے یوں کہا ہے کہ واللہ اگر عمر کا انتقال ہو گیا تو میں فلاں سے بیعت کروں گا۔ دیکھو تم میں سے کسی کو یہ دھوکا نہ ہو کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت تو اچانک ہو گئی تھی اور پھر وہ چل گئی۔ بات یہ ہے کہ بے شک سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت ناگاہ ہوئی، مگر اس ناگہانی بیعت میں جو برائی پوشیدہ تھی اللہ نے اس سے تم کو بچائے رکھا۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ تم کو اللہ تعالیٰ نے اس کے شر سے محفوظ رکھا اور تم میں کوئی شخص ایسا نہیں جو ابوبکر رضی اللہ عنہ جیسا متقی، خدا ترس ہو۔ تم میں کون ہے جس سے ملنے کے لیے اونٹ چلائے جاتے ہوں۔ دیکھو خیال رکھو کوئی شخص کسی سے بغیر مسلمانوں کے صلاح مشورہ اور اتفاق اور غلبہ آراء کے بغیر بیعت نہ کرے۔ جو کوئی ایسا کرے گا اس کا نتیجہ یہی ہوگا کہ بیعت کرنے والا اور بیعت لینے والا دونوں اپنی جان گنوا دیں گے۔ اور سن لو بلاشبہ جس وقت رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو ابوبکر رضی اللہ عنہ ہم میں سب سے بہتر تھے۔ البتہ انصار نے ہماری مخالفت کی تھی اور وہ سب لوگ سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہو گئے تھے۔ اسی طرح علی اور زبیر رضی اللہ عنہما اور ان کے ساتھیوں نے بھی ہماری مخالفت کی تھی اور باقی مہاجرین ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہو گئے تھے۔ اس وقت میں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا اے ابوبکر! ہمیں اپنے ان انصار بھائیوں کے پاس لے چلیے۔ چنانچہ ہم ان سے ملاقات کے ارادہ سے چل پڑے۔ جب ہم ان کے قریب پہنچے تو ہماری انھیں میں سے دو نیک لوگوں سے ملاقات ہوئی اور انھوں نے ہم سے بیان کیا کہ انصاری آدمیوں نے یہ بات ٹھہرائی ہے کہ (سعد بن عبادہ کو خلیفہ بنائیں اور انھوں نے پوچھا: حضرات مہاجرین آپ لوگ کہاں جا رہے ہیں۔ ہم نے کہا کہ ہم اپنے ان انصار بھائیوں کے پاس جا رہے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ آپ لوگ ہرگز وہاں نہ جائیں بلکہ خود جو کرنا ہے کر ڈالو لیکن میں نے کہا: اللہ کی قسم! ہم ضرور جائیں گے۔ چنانچہ ہم آگے بڑھے اور انصار کے پاس سقیفہ بنی ساعدہ میں پہنچے۔ مجلس میں ایک صاحب (سردار خزرج) چادر اپنے سارے جسم پر لپیٹے درمیان میں بیٹھے تھے۔ میں نے پوچھا کہ یہ کون صاحب ہیں تو لوگوں نے بتایا کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ میں نے پوچھا کہ انھیں کیا ہو گیا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ بخار آ رہا ہے۔ پھر ہمارے تھوڑی دیر تک بیٹھنے کے بعد ان کے خطیب نے اللہ کی توحید اور نبی کریم ﷺ کی رسالت کی گواہی دی اور اللہ تعالیٰ کی اس کی شان کے مطابق تعریف کی۔ پھر کہا امابعد! ہم اللہ کے دین کے مددگار (انصار) اور اسلام کے لشکر ہیں اور تم اے گروہ مہاجرین! کم تعداد میں ہو۔ تمھاری یہ تھوڑی سی تعداد اپنی قوم قریش سے نکل کر ہم لوگوں میں آ رہے ہو۔ تم لوگ یہ چاہتے ہو کہ ہماری بیخ کنی کرو اور ہم کو خلافت سے محروم کر کے آپ خلیفہ بن بیٹھو یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ جب وہ خطبہ پورا کر چکے تو میں نے بولنا چاہا۔ میں نے ایک عمدہ تقریر اپنے ذہن میں ترتیب دے رکھی تھی۔ میری بڑی خواہش تھی کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بات کرنے سے پہلے میں اس کو شروع کر دوں ⇐⇐

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبی کریم ﷺ تو اپنی اُمت کو آپ ﷺ کی مدح وتعریف میں غلو کرنے اور حد سے بڑھ جانے سے منع فرما رہے ہیں، جیسا کہ نصاریٰ نے جنابِ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے بارے میں کیا تھا اور آپ حکم دے رہے ہیں کہ آپ کی عبدیت والی صفت کے ساتھ ہی مسلمان آپ کی پہچان رکھیں اور یہ وہی آپ کی پہچان وصفت ہے کہ جسے اللہ رب العالمین نے قرآن حکیم میں یوں بیان فرمایا ہے:

﴿ سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ۝﴾ (الاسراء: ۱)

''پاک ہے وہ ذات کہ جو رات کے ایک حصے میں اپنے بندے کو حرمت والی مسجد سے بہت دور کی اس مسجد تک لے گیا جس کے اردگرد کو ہم نے بہت برکت دی ہے، تاکہ ہم اسے اپنی کچھ نشانیاں دکھائیں۔ بلاشبہ وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔''

⇐⇐ اور انصار کی تقریر سے جو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو غصہ پیدا ہوا ہے اس کو دور کردوں۔ مگر جب میں نے بات کرنی چاہی تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا ذرا ٹھہرو۔ میں نے ان کو ناراض کرنا برا جانا۔ آخر انھوں نے ہی تقریر شروع کی اور اللہ کی قسم وہ مجھ سے زیادہ عقلمند اور مجھ سے زیادہ سنجیدہ اور متین تھے۔ میں نے جو تقریر اپنے دل میں سوچ لی تھی اس میں سے انھوں نے کوئی بات نہیں چھوڑی۔ فی البدیہہ وہی کہی بلکہ اس سے بھی بہتر پھر وہ خاموش ہوگئے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تقریر کا خلاصہ یہ تھا کہ انصاری بھائیو تم نے جو اپنی فضیلت اور بزرگی بیان کی ہے وہ سب درست ہے اور تم بے شک اس کے سزاوار ہو مگر خلافت قریش کے سوا اور کسی خاندان والوں کے لیے نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ قریش ازروئے نسب اور ازروئے خاندان تمام عرب کی قوموں میں بڑھ چڑھ کر ہیں۔ اب تم لوگ ایسا کرو کہ ان دو آدمیوں میں سے کسی سے بیعت کرلو۔ ابوبکر نے میرا اور ابوعبیدہ بن جراح کا ہاتھ تھاما وہ ہمارے بیچ میں بیٹھے ہوئے تھے، ان کی ساری گفتگو میں صرف یہی ایک بات مجھ سے میرے سوا ہوئی۔ واللہ میں آگے کردیا جاتا اور بے گناہ میری گردن ماردی جاتی تو یہ مجھے اس سے زیادہ پسند تھا کہ مجھے ایک ایسی قوم کا امیر بنایا جاتا جس میں ابوبکر رضی اللہ عنہ خود موجود ہوں۔ میرا اب تک یہی خیال ہے۔ یہ اور بات ہے کہ وقت پر نفس مجھ کو بہکادے اور میں کوئی دوسرا خیال کروں جواب نہیں کرنا۔ پھر انصار میں سے ایک کہنے والا حباب بن منذر یوں کہنے لگا: سنو سنو میں ایک لکڑی ہوں کہ جس سے اونٹ اپنا بدن رگڑ کر کھجلی کی تکلیف رفع کرتے ہیں اور میں وہ باڑھ ہوں جو درختوں کے اردگرد حفاظت کے لیے لگائی جاتی ہے۔ میں ایک عمدہ تدبیر بتاتا ہوں۔ ایسا کرو دو خلیفہ رہیں (دونوں مل کر کام کریں) ایک ہماری قوم کا اور ایک قریش والوں کا۔ مہاجرین قوم کا اب خوب شور وغل ہونے لگا کوئی کچھ کہتا کوئی کچھ کہتا تھا۔ میں ڈر گیا کہ کہیں مسلمانوں میں پھوٹ نہ پڑجائے۔ آخر میں کہہ اٹھا ابوبکر! اپنا ہاتھ بڑھاؤ، انھوں نے ہاتھ بڑھایا میں نے ان سے بیعت کی اور مہاجرین جتنے وہاں موجود تھے انھوں نے بھی بیعت کرلی پھر انصاریوں نے بھی بیعت کرلی (چلو جھگڑا تمام ہوا جو منظورِ الٰہی تھا وہی ظاہر ہوا) اس کے بعد ہم سیّدنا سعد بن عبادہ کی طرف بڑھے (انھوں نے بیعت نہیں کی) ایک شخص انصار میں سے کہنے لگا بھائیو! بیچارے سعد بن عبادہ کا تم نے خون کرڈالا۔ میں نے کہا اللہ اس کا خون کرے گا۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس خطبے میں یہ بھی فرمایا: اس وقت ہم کو سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت سے زیادہ کوئی چیز ضروری معلوم نہیں ہوئی تھی۔ کیونکہ ہمیں ڈر پیدا ہوا کہیں ایسا نہ ہو ہم لوگوں سے جدا رہیں اور ابھی انھوں نے کسی سے بیعت نہ کی ہو وہ کسی اور شخص سے بیعت کربیٹھیں تب دو صورتوں سے خالی نہیں ہوتا۔ یا تو ہم بھی جبراً وقہراً اسی سے بیعت کرلیتے یا لوگوں کی مخالفت کرتے تو آپس میں فساد پیدا ہوتا (پھوٹ پڑجاتی) دیکھو پھر یہی کہتا ہوں جو شخص کسی شخص سے بن سوچے سمجھے، بن صلاح ومشورہ بیعت کرلے تو دوسرے لوگ بیعت کرنے والے کی پیروی نہ کرے، نہ اس کی جس سے بیعت کی گئی ہے کیونکہ وہ دونوں اپنی جان گنوائیں گے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿ وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ یَدْعُوْهُ كَادُوْا یَكُوْنُوْنَ عَلَیْهِ لِبَدًا ۝﴾ (الجن: ١٩)

''اور یہ کہ بلاشبہ بات یہ ہے کہ جب اللہ کا بندہ کھڑا ہوا، اسے پکارتا تھا تو وہ قریب تھے کہ اس پر تہہ بہ تہہ جمع ہو جائیں۔''

اسی طرح اللہ عزوجل نے آپ ﷺ کی پہچان آپ پر قرآن حکیم کے نازل کرتے وقت اور آپ پر فرشتہ کے نازل ہونے کے وقت بیان کی ہے۔ فرمایا:

﴿ تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا ۝﴾ (الفرقان: ١)

''بہت برکت والا ہے وہ جس نے اپنے بندے پر فیصلہ کرنے والی (کتاب) اتاری، تاکہ وہ جہانوں کے لیے ڈرانے والا ہو۔''

ان تینوں مقامات پر کہ جو اشرف المقامات ہیں، اللہ رب العرش الکریم نے آپ ﷺ کی تعریف و پہچان عبدیت والی صفت سے کروائی ہے۔ کیا روافض شیعہ (اور ان جیسے دوسرے گمراہ فرقوں کو جو انھیں کی پیداوار ہیں۔) قرآن عظیم کی یہ آیات کریمہ اور صحیح احادیث مبارکہ نظر نہیں آتیں کہ جن میں سختی کے ساتھ رسول اللہ ﷺ اور دین حنیف میں غلو کرنے اور حد سے بڑھ جانے سے منع فرمایا گیا ہے؟

جبکہ صحیح اسناد سے مذکور سادا تنا علی بن ابوطالب اور ان کے بیٹوں رضی اللہ عنہم کے اقوال کا مطالعہ کرنے والا آدمی ان میں صراحتاً اس غلو اور افراط کا رد دیکھتا ہے اور یہ کہ ان کے اقوال ان روافض شیعہ کے اقوال و نظریات اور اصحاب سادات و اطہار کے متعلق ہر غالی رافض کے قول سے براءت ہی نظر آتی ہے۔ اسی طرح ان اصحاب گرامی قدر رضی اللہ عنہم اجمعین کی طرف منسوب اس طرح کے غلو و افراط والی تمام روایات کا جھوٹ اور ان کی گمراہی بھی بالکل واضح ہے۔ [1]

جناب ابوالطفیل بن عامر بن واثلہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

((كُنْتُ عِنْدَ عَلِيِّ بْنِ اَبِی طَالِبٍ فَاَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ: مَا كَانَ النَّبِیُّ ﷺ یُسِرُّ اِلَیْكَ؟ قَالَ: فَغَضِبَ وَقَالَ: مَا كَانَ النَّبِیُّ ﷺ یُسِرُّ اِلَیَّ شَیْئًا یَكْتُمُهٗ عَنِ النَّاسِ، غَیْرَ اَنَّهٗ قَدْ حَدَّثَنِی بِكَلِمَاتٍ اَرْبَعٍ، قَالَ: فَقَالَ: مَا هُنَّ یَا اَمِیرَ الْمُؤْمِنِینَ؟ قَالَ: "لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ لَعَنَ وَالِدَهٗ، وَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَیْرِ اللّٰهِ، وَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ آوٰی مُحْدِثًا، وَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ

[1] العقيدة في اهل البيت ص ٣٩٩.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غَيَّرَ مَنَارَ الْأَرْضِ" وَفِي رِوَايَةٍ: أَخَصَّكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ؟ فَقَالَ: مَا خَصَّنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِشَيْءٍ لَمْ يَعُمَّ بِهِ النَّاسَ كَافَّةً.)) ❶

''میں امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں ایک شخص آیا اور کہنے لگا: کیا رسول اللہ ﷺ آپ کو کچھ چھپا کر بتلاتے تھے؟ یہ سن کر سیّدنا علی رضی اللہ عنہ ناراض ہو گئے اور فرمانے لگے: نبی کریم ﷺ نے مجھے کوئی بھی چیز چھپا کر ایسی نہیں بتلائی کہ جسے دیگر لوگوں سے چھپایا ہو۔ البتہ چار چیزیں آپ ﷺ نے مجھے ضرور بتلائی ہیں۔ (اور وہ کوئی خاص چھپانے والی بھی نہیں۔) اُس شخص نے پوچھا: اور وہ کیا ہیں اے امیر المومنین! کہا: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: (۱)......لعنت کرے اللہ تعالیٰ اُس پر جو اپنے باپ پر لعنت کرے۔ (۲)......لعنت کرے اللہ تعالیٰ اُس پر جو غیر اللہ کے نام پر ذبح کرے۔ (۳)......لعنت کرے اللہ تعالیٰ اُس پر جو کسی بدعتی کو جگہ دے۔ اور (۴)......لعنت کرے اللہ تعالیٰ اُس پر جو زمین کے نشان کو بدل دے۔''

ایک دوسری روایت میں ہے کہ: جناب علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا: کیا آپ کو رسول اللہ ﷺ نے کسی بات سے خاص کیا تھا؟ تو انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے ہمیں کسی بھی ایسی چیز کے ساتھ خاص نہیں کیا کہ جس کو تمام لوگوں پر عام نہ کیا ہو۔

مسند الامام احمد میں ہے کہ سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے کسی چیز کو میرے سپرد نہیں کیا (کہ کسی چیز کے بارے میں عہد لیا ہو۔) جو دوسرے لوگوں سے ہٹ کر میرے ساتھ خاص ہو۔ ❷

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں جناب ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث درج کی ہے۔

((عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قُلْتُ لِعَلِيٍّ: هَلْ عِنْدَكُمْ كِتَابٌ؟ قَالَ: لَا إِلَّا كِتَابُ اللّٰهِ، أَوْ فَهْمٌ أُعْطِيَهُ رَجُلٌ مُسْلِمٌ، أَوْ مَا فِي هٰذِهِ الصَّحِيفَةِ، قَالَ: قُلْتُ: فَمَا فِي هٰذِهِ الصَّحِيفَةِ؟ قَالَ: الْعَقْلُ وَفِكَاكُ الْأَسِيرِ، وَلَا يُقْتَلُ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ، وَفِي رِوَايَةٍ: هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ مِنَ الْوَحْيِ إِلَّا مَا فِي كِتَابِ اللّٰهِ؟ قَالَ: لَا، وَالَّذِي فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَأَ النَّسَمَةَ، مَا أَعْلَمُهُ إِلَّا فَهْمًا يُعْطِيهِ اللّٰهُ رَجُلًا فِي الْقُرْآنِ.)) ❸

---

❶ صحيح مسلم، كتاب الاضاحي، حديث: ٥١٢٤، تا ٥١٢٦، باب تحريم الذبح لغير الله تعالى ولعن فاعله.

❷ مسند الامام أحمد ١/١١٩.

❸ صحيح البخاري، كتاب العلم، رقم: ١١١، كتاب الجهاد، رقم: ٣٠٤٧.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''جناب ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا آپ کے پاس (قرآن مجید کے علاوہ) کوئی اور کتاب بھی ہے؟ انھوں نے فرمایا کہ: نہیں۔ (قرآن کے علاوہ کوئی اور کتاب ہمارے پاس نہیں ہے۔) مگر یہ کہ صرف اللہ کی کتاب، قرآن عظیم ہے یا پھر وہ فہم ہے کہ جو ایک مسلمان آدمی کو عطا کیا جاتا ہے یا پھر جو کچھ اس صحیفے میں ہے۔ میں نے پوچھا: اس صحیفہ میں کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''دیت (کی تعیین) اور قیدیوں کی رہائی کا بیان ہے۔ اور یہ حکم کہ: کوئی بھی مسلمان کسی بھی کافر کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا۔'' ایک دوسری روایت میں ہے کہ (میں نے پوچھا:) آپ حضرات (اہل بیت) کے پاس کتاب اللہ العزیز کے سوا دوسری بھی کوئی وحی ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: اس ذات کی قسم جس نے دانے کو زمین پھاڑ کر نکالا اور جس نے روح کو پیدا کیا: مجھے تو کوئی ایسی وحی معلوم نہیں جو قرآن میں نہ ہو۔ البتہ فہم وتفقہ فی الدین ایک دوسری چیز ہے جو اللہ عزوجل کسی بندے کو قرآن حکیم کے بارے میں عطا فرمائے۔''

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: جناب ابوجحیفہ نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہما سے اس لیے پوچھا تھا کہ شیعہ کی ایک بڑی جماعت (بہت بڑا گروہ) یہ گمان ونظریہ رکھتی تھی کہ اہل بیت کے پاس وحی کی کچھ ایسی چیزیں ہیں کہ جن کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خاص کرلیا تھا، بالخصوص امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے پاس۔ اور ان چیزوں کی خبر اہل بیت کے علاوہ کسی اور کو نہیں۔ ❶

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ حدیث مذکور بالا درج کرنے کے بعد لکھتے ہیں: زمانۂ مستقبل کے متعلق خبر دینے کے حوالے سے سیّدنا علی اور ان کے علاوہ اہل بیت رضی اللہ عنہم اجمعین کی طرف منسوب کتابیں سب کی سب جھوٹ ہیں۔ جیسے کہ کتاب '' الجفر'' اور کتاب ''البطاقه'' وغیرہ ہیں۔ اسی طرح سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کی طرف یہ بات جو منسوب کی جاتی ہے کہ آپ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیا ہوا کوئی ایسا علم تھا جو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے بالکل جدا جو آپ کے ساتھ مخصوص تھا۔ بعینہٖ سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے علاوہ دیگر کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں جو بیان کیا جاتا ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں دین حنیف کے کسی ''باطنی علم'' کے ساتھ خاص کر رکھا تھا۔ یعنی دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ علم نہیں دیا تھا، تو اس طرح کی تمام باتیں جھوٹ اور باطل ہیں۔ ❷

---

❶ دیکھیے: فتح الباري: ١/ ٢٠٤.

❷ دیکھیے: "منهاج السنة النبوية" جلد٨، ص ١٣٦.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایسی باتوں کے باطل ہونے پر درج ذیل روایت بھی ایک واضح دلیل ہے۔ ابن سعد نے علی بن حسین زین العابدین رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے اور زین العابدین جناب سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا: ''یہ آدمی ہمارے پاس سے گزرتا تو ہم اس سے فرائض اور ایسی چیزوں کے بارے میں ہم سوال کرتے کہ جن سے اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں نفع پہنچاتا۔ ہمارے پاس کوئی ایسی چیز نہیں تھی کہ جس کی بنا پر یہ لوگ ہم پر کچھ پھینکتے۔'' یہ کہہ کر سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے اپنے ہاتھ سے عراق کی طرف اشارہ کیا۔ ❶

روافض شیعہ کو خبردار ومتنبہ کرنے کے لیے جناب محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ سے روایت ہے جو ایسے کسی علم کے بارے میں ان کی طرف منسوب کرنے کی بنا پر شیعہ کو ڈانٹ پلاتے ہیں، جس کے بارے میں وہ کہتے ہیں کہ یہ علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص ان اہل بیت کو دیا تھا۔ فرمایا: اللہ کی قسم! سوائے ان دو تختیوں (جلد والے دو گتوں) کے درمیان والی کتاب (قرآن مجید) کے ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ بھی اور چیز وراثت میں نہیں ملی۔ ❷

آل بیت رحمہم اللہ سے یہ بات تواتر کے ساتھ مروی ہے کہ وہ اپنے گروہ والوں (شیعہ) سے کہا کرتے تھے: ''لوگو! ہم سے محبت کرو اسلام والی محبت۔ تمہارا ہمارے ساتھ لگا تار محبت کرتے رہنا ہم پر عار بن کر رہ گیا ہے۔'' ❸

علاوہ ازیں روافض شیعہ کی کتب میں خود غلو، حد سے تجاوز اور آل بیت کی ان چیزوں سے براءت کے بارے میں خبرداری مذکور ہے۔ چنانچہ مولوی مجلسی نے اپنی سند کے ذریعے روایت کیا ہے کہ: امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ہمارے بارے میں غلو (حد سے بڑھ جانا) سے بچو۔ یہ کہا کرو؛ ہم تو غلام ہیں کہ جن کی پرورش کی جاتی ہے۔ ❹

اسی طرح سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت کی جاتی ہے کہ انھوں نے دعا کرتے ہوئے فرمایا: ''اے اللہ! میں اپنے بارے میں غلو کرنے والوں سے اسی طرح براءۃ کا اظہار کرتا ہوں جس طرح عیسیٰ بن مریم علیہما السلام نے نصاریٰ سے براءۃ کا اعلان کیا تھا۔ اے اللہ! ان غلو کرنے والوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رسوا کر دے اور ان میں سے کسی کی بھی مدد نہ کر۔'' ❺

الکلینی اپنی سند سے سدیر سے روایت کرتا ہے کہ انھوں نے فرمایا: میں، ابوبصیر، یحییٰ البزار اور داؤد بن کثیر، سیّدنا ابوعبداللہ جعفر صادق علیہ السلام کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ ہمارے پاس نہایت غصے کی حالت

---

❶ دیکھیے: ابن سعد کی ''الطبقات الکبریٰ'' جلد٥، ص ٢١٦.

❷ ''الطبقات الکبریٰ'' لابن سعد جلد٥، ص ١٠٥.

❸ البدایة والنهایة جلد٩، ص ١١٠.

❹ بحار الأنوار جلد٢٥، ص ٢٧٠.

❺ ایضًا جلد٢٥، ص ٢٨٤.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں تشریف لائے۔ جب آپ اپنی بیٹھنے والی جگہ پر تشریف فرما ہوگئے تو فرمایا: ایسے لوگوں پر (ان کے جھوٹ کی وجہ سے) شدید حیرانی ہے جو یہ گمان وعقیدہ رکھتے ہیں کہ ہم لوگ غیب جانتے ہیں۔ (سن لو!) ایک اللہ رب العرش الکریم کے سوا کوئی بھی غیب نہیں جانتا۔ میں نے اپنی فلاں خادمہ (لونڈی) کو مارنے کا ارادہ کیا مگر وہ مجھ سے کہیں دور بھاگ گئی ہے اور میں یہ تک نہیں جانتا کہ وہ ہماری قلعہ نما حویلی کے کس گھر میں چھپی بیٹھی ہے۔'' [1]

مولوی الکشی نے ابوبصیر سے روایت کیا ہے کہ اس نے بیان کیا: میں نے ابوعبداللہ جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: وہ کہتے ہیں۔ دریافت فرمایا: وہ کیا کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: لوگ کہتے ہیں کہ آپ بارش کے قطروں کی تعداد تک جانتے ہیں اور ستاروں کی تعداد کو بھی۔ اسی طرح دنیا کے تمام درختوں کے پتوں کی تعداد کو بھی اور سمندروں میں جتنا پانی ہے اس کے وزن کو بھی۔ بعینہٖ آپ مٹی اور ریت کے ذرات کو بھی جانتے ہیں کہ کتنے ہیں۔ یہ سن کر ابوعبداللہ علیہ السلام نے اپنا ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھا کر فرمایا: ''سُبْحَانَ اللّٰهِ! لَا وَاللّٰهِ مَا يَعْلَمُ هٰذَا إِلَّا اللّٰهُ ...... اللہ ایسی شرکیہ باتوں سے پاک ہے۔ نہیں اللہ کی قسم! ایک اللہ وحدہ لاشریک لہ کے سوا ایسا علم کوئی اور نہیں رکھتا۔'' [2]

تو جس طرح کہ شیعہ روافض کی کتب میں ایسی صراحتیں موجود ہیں، یہ ہیں آئمہ آل البیت الطیبین الطاہرین رحمہم اللہ اجمعین کے اقوال وعقائد۔ رافضی شیعہ ان کی طرف ایسی شرکیہ باتیں جو منسوب کرکے ان پر الزام تراشی کرتے ہیں تو وہ ان سے یکسر وقطعاً بری ہیں۔ یہ بات سب کو معلوم ہے کہ روافض دنیا میں سب سے زیادہ جھوٹی مخلوق ہے۔ نفاق ان کا دین اور جھوٹ ان کی جرأت ہے۔ اسی لیے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''روایتوں کے بیان کرنے میں یہ لوگ دنیا جہان کے سب سے بڑے جھوٹے، کذاب اور عقلیات میں ساری دنیا کے لوگوں سے سب سے زیادہ جاہل ہیں۔'' [3]

خود شیعہ روافض کی روایتیں ایک دوسری کا بھید کھول رہی ہیں اور خود ایک دوسری کی نصوص وتصریحات کی مخالف ہیں۔ یہ دعویٰ کرتے ہیں اور نظریہ وعقیدہ رکھتے ہیں کہ: ان کے امام بارشوں کو اتارتے اور رزق دیتے ہیں...... الخ۔ اثنا عشری ملا اور ان کے شیوخ جو کچھ روایت کرتے ہیں وہ غالی قسم کے شیعہ کی باقیات ہیں۔ مگر آئمہ کرام نے ان کے ایسے مذہب کا انکار کردیا تھا۔ چنانچہ انھیں کی روایتوں میں ہے کہ: جناب ابوعبداللہ جعفر صادق رحمہ اللہ نے اس وقت فرمایا کہ جب اُن سے کہا گیا: مفضل بن عمر کہتا ہے: بلاشبہ تم لوگ بندوں کے رزق کی

---

[1] اصول الکافی جلد ۱، ص ۲۵۷.

[2] رجال الکشی ص ۱۹۳، "والعقیدۃ فی أھل البیت" ص ۴۰۲. [3] "منھاج السنۃ النبویۃ" جلد ۱، ص ۳.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی قدرت رکھتے ہو۔ فرمایا: وَاللّٰهِ مَا يَقْدِرُ أَرْزَاقَنَا إِلَّا اللّٰهُ، وَلَقَدْ احْتَجْتُ إِلَى الطَّعَامِ لِيعَالِي فَضَاقَ صَدْرِي، وَأَبْلَغَتْ إِلَيَّ الْفِكْرَةُ فِي ذٰلِكَ حَتَّى أَحْرَزْتُ قُوْتَهُمْ، فَعِنْدَهَا طَابَتْ نَفْسِي، لَعَنَهُ اللّٰهُ وَبَرِئَ مِنْهُ ...... اللہ کی قسم! ایک اللہ رب العالمین کے سوا ہمارے رزق کی بھی کوئی قدرت، طاقت نہیں رکھتا۔ مجھے اپنے اہل وعیال کے لیے کھانے (خوراک) کی ضرورت تھی اور میرا سینہ اس فکر میں بہت تنگ ہو چکا تھا۔ (نہایت پریشانی تھی۔) اس بارے میں میری سوچ فکر انتہا کو پہنچ چکی تھی۔ (کوئی تدبیر سوچتا رہتا کہ اپنے اہل وعیال کے کھانے کا مسئلہ کیسے حل کروں) حتیٰ کہ میں نے اُن کے کھانے پینے کے سامان کو حاصل کر ہی لیا۔ تب میری جان کو سکون حاصل ہوا اور خوشی ملی۔ اللہ تعالیٰ اس (مفضل) پر لعنت کرے (جو ہماری طرف اس طرح کی باتیں منسوب کرتا ہے۔) اور آپ رحمہ اللہ نے اس سے براءۃ کا اعلان فرمایا۔ ❶

مگر غالی شیعہ رافضیوں کے ہاں تقیہ کا ہتھیار غلو کے دائرہ میں رہتے ہوئے تشیع کو باقی رکھنے، حق سچ کا ردّ کرنے اور اہل بیت کو تکلیف پہنچانے کی خاطر ایک زبردست حیلہ ہے۔ زرارہ بن اعین نے دعویٰ کیا کہ: ''امام جعفر بن محمد علیہ السلام اہل جنت کو بھی جانتے ہیں اور اہل جہنم کو بھی۔ مگر جب سیّدنا جعفر رحمہ اللہ کو اس بات کی خبر ملی تو آپ رحمہ اللہ نے اس کی کھل کر تردید کی اور ایسی بات کرنے والے کو کافر قرار دیا۔ مگر ڈھٹائی کی انتہا یہ ہے کہ جب زرارہ بن اعین کو یہ بات پہنچائی گئی کہ امام جعفر رحمہ اللہ اس ضمن میں تمھارے متعلق یہ فرماتے ہیں تو اُس نے یہ بات کرنے والے سے کہا: ''امام جعفر بن محمد (رحمہما اللہ) نے تمھارے ساتھ دراصل تقیہ سے کام لیا ہے۔'' ❷

(۹)...... اللہ وحدہ لاشریک لہ کو مجسم ثابت کرنے میں غلو، حد سے بڑھنا:

دنیا میں سب سے پہلے یہودیوں میں اللہ رب العرش الکریم کو سراپائے مجسم ثابت کرنے والی گمراہی پھیلی تھی۔ مگر مسلمانوں میں سب سے پہلے اس بدعت وخرافات کو جس نے سب سے پہلے ایجاد کر کے پھیلایا وہ رافضی شیعہ تھے۔ امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہودیوں کے عقائد و افعال میں سب سے زیادہ مشابہت اختیار کرنے والے شیعہ ہیں اور مخلوق سے اللہ عزوجل کو تشبیہ دینے میں اسلام کے اندر سب سے پہلے رافضیوں نے آغاز کیا تھا۔ جیسے کہ اس ضمن میں سب سے پہلے یہ بدکرداری: ہشام بن الحکم، ہشام بن سالم ابوالجوالیقی، یونس بن عبدالرحمٰن القمی اور ابوجعفر الاحول وغیرہم نے دکھائی تھی۔ ❸

---

❶ رجال الكشي ص ٢٧٤، و "أصول الشيعة الإمامية" جلد٢، ص ٦٨٥.

❷ اصول الشيعة الإمامية جلد٢، ص ٦٨٦ وميزان الاعتدال جلد٢، ص ٦٩، ص ٧٠.

❸ "اعتقادات فرق المسلمين والمشركين" ص ٩٧.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مذکورہ بالا تمام افراد وہ لوگ ہیں کہ جنھیں اثنا عشری شیعہ اپنے علماء میں سے ہر اول دستہ کے طور پر شمار کرتے ہیں اور ان کے مذہب کو نقل و روایت کرنے میں ان کو وہ سب سے ثقہ لوگ مانتے ہیں۔ (اور انھی لوگوں نے اسلام کے عقائد کو داغدار کیا ہے۔) ❶

اللہ رب العرش العظیم، خالق السموات والارضین اور لیس کمثلہ شیء الٰہ العالمین کے بارے میں اس باطل وگمراہ نظریۂ عقیدۂ ''تجسیم'' کی جن لوگوں نے تشہیر کی، اُن میں سب سے پہلے جس نے اس گمراہی کا بیڑا اٹھایا، اس کی تعیین کرتے ہوئے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: تاریخ اسلامی میں اس نظریہ وعقیدہ کو سب سے پہلے جس شخص نے ایجاد کیا اور اُس کے بارے میں علم ہوا ہے، وہ ہشام بن الحکم تھا کہ جس نے اپنے اس نظریہ کی تشہیر کی: ''اللہ عزوجل سراپائے جسم ہے۔'' ❷

فرقوں، مذاہب اور ادیان پر لکھنے، لکھانے والے علماء کرام نے ہشام بن الحکم اور اُس کے اتباع کی طرف منسوب ایسے کلمات والفاظ کو بیان کیا ہے جو اللہ عزوجل کی مخلوق کے ساتھ تشبیہ دینے اور اُسے مجسم ثابت کرنے میں پورے پورے غرق ہیں۔ انھیں سن کر اہل ایمان کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ چنانچہ عبد القاهر البغدادی لکھتے ہیں: ہشام بن الحکم کا یہ عقیدہ ونظریہ تھا کہ اُس کا معبود (اللہ عزوجل) ایک حد وانتہاء والا جسم رکھتا ہے اور یہ کہ وہ (اللہ رب العالمین) لمبا چوڑا اور گہرا ہے اور یہ کہ اُس کا طول اس کے عرض کی مانند ہے۔ (والعياذ بالله من هذه الهفوة) ❸

فرق وادیان کی کتب میں اللہ عزوجل رب العرش الکریم کے متعلق سراپائے جسم ثابت کرنے میں غلو سے کام لیتے ہوئے حد سے تجاوز کرجانے والے نظریہ وعقیدہ والا معاملہ ہشام بن الحکم اور اس کے پیروکاروں کے متعلق بذریعہ روایات واخبار عام اور مستقل تحریر شدہ ہے۔ ❹

اللہ عزوجل کی مخلوق سے تشبیہ دینا دراصل یہود کا عمل شنیع اور باطل نظریہ تھا اور پھر یہ عقیدہ وعملِ باطل ان کی طرف سے تشیع میں سرایت کرگیا۔ اس بہتان وافتراء اور شیطانی جرأت کا جس شخص نے سب سے پہلے بیڑا اٹھایا وہ ہشام بن الحکم تھا۔ پھر اُس کا اثر دوسروں میں پھیل گیا۔ جنھیں فرق وادیان کی کتب میں ایسے گمراہ اور غالی قسم کے مذاہب کے ساتھ منسلک ہونے کی وجہ سے پہچان لیا گیا ہے کہ جو انھیں کی طرف منسوب ہیں۔ ❺

---

❶ دیکھئے: أعيان الشيعة جلد١، ص ١٠٦ و اصول اشيعة الامامية جلد٢، ص ٦٤١.

❷ منهاج السنه جلد١، ص ٢٠.

❸ دیکھئے: "الفرق بين الفرق" ص ٦٥.

❹ دیکھئے: أصول الشيعة الإمامية جلد٢، ص ٦٤٢.

❺ ایضاً جلد٢، ص ٦٤٣.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مگر انتہائی حیرانی اور ڈھٹائی کی بات تو یہ ہے کہ اثنا عشری شیعوں کے مولوی، شیوخ اس طرح کے گمراہ قسم کے لوگوں کا دفاع کرتے ہیں یعنی وہ گمراہ کہ جن کے فتنہ والی خبر بھی عام ہو چکی اور ان کا شر بھی چہار دانگ عالم میں روافض کے اندر پھیل چکا ہے اور ان لوگوں (ہشام بن الحکم اور اس کے پیروکاروں) کی طرف منسوب ہر مصیبت والے شر اور کذب و افتراء کی تاویل کرنے میں پورے تکلف سے کام لیتے ہیں۔ ❶

جبکہ روافض شیعہ کے ہاں اللہ عزوجل کا جسم ثابت کرنے اور ماننے میں ہشان بن الحکم اور ہشام بن سالم الجوالیقی کا بالذات بہت بڑا کردار تھا۔ جیسا کہ ان کی ڈھیر ساری روایتوں میں اس کا تذکرہ موجود ہے۔ ❷

حالانکہ آئمہ آل بیت رحمہم اللہ ان دونوں شخصوں اور ان کے اقوال ونظریات سے مکمل طور پر براءۃ کا اظہار کرتے تھے۔ چنانچہ اُس دور میں جب بعض شیعہ اپنے امام ابوالحسن علی بن محمد الہادی (متوفی ۲۵۴ھ) کے پاس آئے اور آپ رحمہ اللہ سے کہنے لگے: ''میں بالکل ہشام بن الحکیم جیسا نظریہ اللہ عزوجل کے بارے میں رکھتا ہوں۔'' تو اس امام رحمہ اللہ نے فرمایا: تمھارا ہشام بن حکم کے نظریہ سے کیا تعلق؟ جو شخص اللہ عزوجل کے بارے میں یہ گمان وعقیدہ رکھتا ہو کہ وہ سراپائے جسم ہے وہ ہم (اہل ایمان، مسلمانوں) میں سے نہیں ہے۔ ہم دنیا و آخرت دونوں جہانوں میں اُس سے براءت کا اظہار کرتے ہیں۔ ❸

اللہ رب العالمین و ذوالجلال والاکرام جل شانہ کے بارے میں یہ لوگ جو نظریہ وعقیدہ رکھتے ہیں، اُس کے بارے میں ان روافض کی روایات اور تحریریں روزِ روشن کی طرح واضح ہیں۔ چنانچہ ان کا ایک ملا یعقوب السراج سیّدنا ابوعبد اللہ جعفر صادق رحمہ اللہ کے لیے روایت کرتا ہے کہ: اللہ عزوجل کو سراپائے جسم ماننے والے عقیدہ پر شیعہ کا ایک بڑا گروہ قائم ہے اور وہ کہتا ہے: ہمارے لوگ اس بات کا نظریہ وعقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انسان جیسی صورت (اور ہیئت وشکل) رکھتا ہے۔ جبکہ دوسرا ایک ان کا مولوی کہتا ہے: اللہ تعالیٰ ایک امرد (بغیر چہرہ پر بالوں کے)، کم گوشت گول چہرہ والا اور گونگریالے بالوں والا ہے۔ یہ سن کر امام ابوعبد اللہ جعفر بن محمد علیہ السلام سجدہ میں گر گئے اور پھر اپنا سر اُٹھا کر فرمایا: ''سُبْحَانَ الَّذِیْ لَیْسَ کَمِثْلِهِ شَیْئٌ وَلَا تُدْرِکُهُ الْأَبْصَارُ، وَلَا یُحِیْطُ بِهِ عِلْمٌ ...... ایسی خرافات سے پاک ہے وہ ذاتِ باری تعالیٰ کہ اس کی مخلوقات میں سے کوئی چیز بھی اُس کی مثل نہیں ہے اور نہ ہی (یہ دنیا والی) آنکھیں اس کو دیکھ سکتی ہیں اور نہ ہی علم اُس کا احاطہ

---

❶ ملا مجلسی کا ان لوگوں کی طرف سے دفاع کے لیے: بحار الأنوار جلد ۳، ص ۲۹۰ اور ص ۲۹۲ دیکھ لیجیے۔

❷ اصول الشیعة الإمامیة جلد۲، ص ٦٤٦.

❸ تفصیل کے لیے: ابن بابویہ کی ''التوحید'' ص ۱۰۴ اور ''أصول الشیعة الإمامیة'' جلد۲، ص ٦٤٦ دیکھ لیجیے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر سکتا ہے۔ (اس لیے ہم ایسے لوگوں سے بری ہیں۔) ❶

آپ ملاحظہ کر رہے ہیں کہ روافض شیعہ کے کبار متکلمین نے اللہ عزوجل کی ذاتِ اقدس کے بارے میں انتہائی غلو سے کام لے رکھا ہے حتیٰ کہ اُنھوں نے اللہ جل شانہ کو اُس کی مخلوق سے تشبیہ دے رکھی ہے اور یہ بالصراحت اللہ رب العالمین کے ساتھ کفر و شرک ہے۔ اس لیے کہ اس طرح کا عقیدہ و نظریہ اور گفتگو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے درج ذیل فرمان گرامی کی کھلی تکذیب ہے۔ فرمایا:

﴿ فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّمِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ ط لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ○ لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ج يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ط اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ○ ﴾

(الشوریٰ: ۱۱ تا ۱۲)

"(وہ) آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے، اس نے تمھارے لیے تمھارے نفسوں سے جوڑے بنائے اور جانوروں سے بھی جوڑے۔ وہ تمھیں اس (جہاں) میں پھیلاتا ہے، اس کی مثل کوئی چیز نہیں اور وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔ اسی کے پاس آسمانوں کی اور زمین کی کنجیاں ہیں، وہ رزق فراخ کر دیتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے، (جس کے لیے چاہتا ہے۔) بے شک وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔" ❷

ان روافض شیعہ نے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی اُن صفات عالیہ کو معطل مان رکھا ہے جو اس کی ذاتِ اقدس کو لائق ہیں۔ چنانچہ انھوں نے اللہ تبارک و تعالیٰ کی صفات عالیہ کی توصیف و تشریح اس فہم و علم سے ہٹ کر رکھی ہے کہ جس طرح رب العالمین نے اپنی ذاتِ اقدس کی خود صفتیں بیان فرمائی ہیں۔ اس باب میں بھی ان کی بے شمار روایات ہیں۔ ❸

---

❶ دیکھیے: ابن بابویہ کی "التوحید" ص ۱۰۳، ص ۱۰۴، أصول الشیعة الإمامیة جلد۲، ص: ٦٤٧.

❷ یعنی کوئی چیز نہ ذات میں اس جیسی ہے اور نہ صفات میں، کیونکہ ہر چیز مخلوق ہے اور وہ خالق۔ ظاہر ہے کہ کسی مخلوق کو اپنے خالق سے مشابہت نہیں ہو سکتی۔ اس میں لفظ "مثل" پر کاف (حرف تشبیہ) یا تو زائد ہے اور مطلب یہی ہے کہ اس کی مثل کوئی چیز نہیں ہے، یا اس میں "مثل" کا لفظ مبالغہ کے لیے استعمال کیا گیا ہے اور مقصد یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کا کوئی مثل ہوتا بھی تو اس جیسی بھی کوئی چیز نہ ہوتی کجا کہ وہ خود اللہ تعالیٰ جیسی ہو۔ (شوکانی) اس سے معلوم ہوا کہ سننا اور دیکھنا اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہے اور اس کی نفی یا تاویل نہیں کی جا سکتی۔ جیسا کہ سلف کا مسلک ہے۔ مگر لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ سے معلوم ہوا کہ اس کا سننا اور دیکھنا مخلوق کی طرح کا نہیں ہے۔ وہ تو بیک وقت ساری کائنات میں ہر چیز کو دیکھ رہا ہے اور ہر ایک کی آواز سن رہا ہے مگر کسی مخلوق کو یہ قدرت حاصل نہیں ہے۔

❸ أصول الکافي جلد۱، ص ۱۰٤، ص ۱۰٦ و أصول الشیعة الإمامیة جلد۲، ص ٦٤٨.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۰)......روافض کا عقیدۂ تعطیل:[1]

اللہ عزوجل کی ذاتِ اقدس کے بارے میں مذکور بالا عقیدہ ونظریہ رکھنے کے ساتھ ساتھ ۳۰۰ ہجری کے اواخر میں اس مذہب ومسلک اور عقیدے میں ایک اور تبدیلی کا آغاز ہوا اور وہ اس حیثیت سے کہ قرآن وسنت میں بیان کردہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے ثابت دائمی صفات عالیہ ومقدسہ کے متعلق یہ فرقہ اللہ عزوجل کی صفات میں فرقہ معتزلہ کے مذہب ومسلک اور عقیدہ کے مطابق تعطیل کا قائل ہوگیا۔ پھر چوتھی صدی ہجری میں کہ جب شیعہ کے لیے المفید اور اس کے الموسوی (جو شریف رضی کے لقب سے معروف تھا) اور ابوجعفر الطوسی جیسے پیروکاروں نے کتابیں تصنیف کیں، تو روافض کے ہاں اس تعطیل کی طرف توجہ بہت زیادہ ہوگئی۔ ان لوگوں نے اس ملحدانہ باطل نظریہ وعقیدہ کے لیے معتزلہ کی کتابوں پر بہت اعتماد کیا۔ حتیٰ کہ ان کے ہاں جو انھوں نے لکھا معتزلہ کی عبارتیں بعینہٖ منقول دکھائی دیتی ہیں۔ اسی طرح جو قرآن کریم میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی صفات عالیہ ودائمہ اور تقدیر والی آیات کی تفسیر میں وہ بیان کرتے ہیں تو وہ سب کا سب معتزلہ کی تفسیروں سے منقول ہوتا ہے۔[2]

اسی لیے متاخرین شیعہ علماء کی کتابوں کا مطالعہ کرنے والا آدمی اللہ عزوجل کے اسماء وصفات والے باب میں معتزلہ اور شیعہ روافض کی کتابوں کے درمیان ذرہ بھر قریب سے بھی فرق محسوس نہیں کرسکتا۔ اس ضمن میں

---

[1] لفظ تعطیل کی لغوی تشریح نہایت ضروری ہے کیونکہ اس اصطلاح کا تعلق عقیدۂ توحید سے ہے۔ اس کلمہ کا مصدر ''عطل'' ہے، جس سے ثلاثی مجرد کا باب سَمِعَ یَسْمَعُ کے وزن پر: عَطِلَ یَعْطَلُ آتا ہے۔ اس کا معنی ہوتا ہے: خالی ہونا۔ جیسے کہیں گے: عَطِلَتِ الْمَرْأَةُ: عورت زیور سے خالی ہوگئی۔ اور عَطِلَ الرَّجُلُ: آدمی بے کار و بے مشغلہ ہوگیا۔ یعنی کام کی طاقت وصلاحیت کے باوجود کام نہ کرنا یا کام نہ ملنا۔ اسی طرح جس شخص کو کام سے روک دیا جائے اسے کہتے ہیں کہ: اُس کو معطل کردیا گیا ہے۔ جب کوئی آدمی مال اور ادب سے خالی ہو تو کہیں گے: عَطِلَ الرَّجُلُ مِنَ الْمَالِ وَالْأَدَبِ ......تو اس باب سے صفت آئے گی۔ عاطل، عُطُل، عَاطِلَه: ثلاثی مجرد سے دوسرا باب نَصَرَ یَنْصُرُ کے وزن پر عَطَلَ یَعْطُلُ آتا ہے۔ اسی طرح تفعیل کے وزن پر عَطَّلَ یُعَطِّلُ تَعْطِيْلُ آتا ہے۔ جس کا معنی ہوتا ہے: بے کار چھوڑ دینا۔ جب اس کا مفعول اَلْقَوْسَ آئے تو پھر معنی ہوگا: کمان سے تانت نکال لینا۔ اور جب کہیں گے: عَطَّلَتِ الْإِبِلُ: تو معنی ہوگا اونٹ بغیر چرواہے کے ہیں۔ ہر وہ چیز کہ جس کو شائع ذائع کرکے چھوڑ دیا جائے اس پر تعطیل کا اطلاق ہوتا ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے: عُطِّلَتِ الْحُدُوْدُ وَالثُّغُوْرُ: سرحدیں بغیر محافظوں کے چھوڑ دی گئیں۔ عُطِّلَتِ الْمَزَارِعُ: کھیتیاں جوتی بوئی نہیں گئیں۔ قرآن حکیم میں ہے: وَإِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ٥.... اور جب (قیامت کے آغاز میں) دس مہینے کی گابھن اُونٹنیاں بیکار چھٹی، ماری ماری پھریں گی۔'' (التکویر: ٤) یہ گابھن اونٹنیاں عربوں کے ہاں نہایت قیمتی مال شمار ہوتا تھا اور وہ ان سے کسی حال میں بھی غافل نہ ہوتے تھے۔ (آج کل بھی نہیں ہوتے۔) مگر قیامت کی ہولناکی ایسی ہوگی کہ ایسے قیمتی مال کا بھی کسی کو اس دن ہوش نہ رہے گا۔) اَلتَّعْطِيْل...... کا معنی ہے: بے کاری، التواء، موقوفی، اور جب کہیں گے: مَذْهَبُ التَّعْطِيْلُ: تو معنی ہوگا: صفات باری تعالیٰ کے بارے میں قرآن وسنت والے منہج کا انکار کرنے والوں کا مذہب اور مذہب تعطیل کے ماننے والوں کو ''اَلْمُعَطِّلَه'' کہتے ہیں۔ (دیکھئے: مصباح اللغات ص ٥٦٠، ص ٥٦١ اور القاموس الوحید/ ادارہ اسلامیات لاہور، کراچی ص ۱۰۹۵، ص ۱۰۹۶)

[2] منهاج السنة النبوية جلد ١، ص ٢٢٩، ص ٣٥٦.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اُنھوں نے اپنی عقل کو اعتماد و پرکھ کی اساس بنایا ہے۔ اس بارے میں جن مسائل کو معتزلہ مقرر کرتے ہیں اُنھیں بعینہٖ متاخرین شیعہ ملاؤں نے لے لیا ہے۔ جیسے کہ ''خلق قرآن'' والا مسئلہ، آخرت میں اہل ایمان کا اپنے رب اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے دیدار کی نفی، اور صفاتِ باری تعالیٰ کا انکار ہے۔ بلکہ اس ضمن میں جو شبہات معتزلہ کے ہاں مؤثر ہیں، وہی شبہات شیعہ روافض متاخرین مولوی مؤثر مانتے ہیں۔

البتہ اس نظریہ و مسئلہ کا مطالعہ کرنے والا قاری جو ایک بسیط سا فرق محسوس کرتا ہے وہ یہ ہے کہ روافض نے اپنی جھوٹی سندوں کے ذریعے اس بات کو اپنے اماموں تک پہنچایا ہے اور یہ باطل عقیدہ ان کے سر تھوپ دیا ہے۔ ان کی یہ روایتیں اللہ عزوجل کی صفاتِ عالیہ و اسماء حسنیٰ کی نفی کو واضح کرتی اور تعطیل والے عقیدہ کو ثابت کرتی ہیں۔ اپنے مذہب تعطیل کے بارے میں وہ اپنے اماموں کے متعلق ڈھیر ساری روایات لائے ہیں کہ جنھیں ان لوگوں نے ان آئمہ تک سندوں کے ذریعے پہنچایا ہے۔ یہ روافض شیعہ اس مسئلہ میں امیر المومنین سیّدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ اور محمد الباقر، جعفر الصادق جیسے اہل البیت کے علماء عظام رحمہم اللہ جمیعاً پر اپنے عقیدۂ تعطیل کا افتراء باندھے ہوئے ہیں۔ عصر حاضر کے رافضی شیعہ ملاؤں نے اسی بات کو قابل اعتبار جان رکھا ہے کہ اللہ عزوجل کی صفات میں نفی یہی روایات اُن کا سہارا ہیں۔ ان کے ایک ملا نے اپنی کتاب میں ''طریقة معرفة الصفات'' والے عنوان کے ذیل میں بیان کیا ہے: کیا متقدمین و متاخرین شیعہ علماء کے وضع کردہ عقیدہ کے ہوتے ہوئے صفاتِ باری تعالیٰ میں بحث کرنے کی کوئی مجال (ضرورت، سبب) باقی رہ جاتی ہے۔ اور کیا امیر المؤمنین سیّدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کے کلمہ (حکم و نظریہ) کی اطاعت و فرمانبرداری کے سوا، اس بارے میں کوئی اور طریقہ رہ جاتا ہے؟ یہ کہ آپ رضی اللہ عنہ کی طرف سے کمال اخلاص کے ساتھ صفاتِ باری تعالیٰ کی نفی ثابت ہے۔ [1]

یہ تھا روافض شیعہ کا دعویٰ جبکہ امیر المومنین سیّدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ اور آئمہ اہل البیت رحمہم اللہ جمیعا سے اللہ رب العالمین کی صفات عالیہ و دائمہ کا اثبات صحیح الاسناد روایات سے ثابت ہے اور اہل العلم (سلف صالحین، محدثین و فقہاء اہل السنہ والجماعۃ سلفی جماعت حقہ) کی کتابوں میں مکمل فائدہ پہنچانے والے حوالہ جات اور متون آج تک درج اور ثابت ہیں۔ [2]

بلاشبہ اللہ عزوجل نے اپنے رسولوں کو اپنی صفاتِ عالیہ و دائمہ اور ثابتہ کو اثباتِ مفصل اور نفی مجمل کے ساتھ واضح طور پر بیان کرنے کے لیے ہی بھیجا تھا۔ اسی لیے اللہ عزوجل کی کتاب، قرآن عظیم میں صفات باری تعالیٰ کا

---

1. دیکھیے: زنجانی کی ''عقائد الإمامية الإثنا عشرية ص ۲۸.
2. تفصیل کے لیے دیکھیے: منهاج السنة النبوية جلد۲، ص ۱٤٤، دیکھ لیجیے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اثبات مفصل طریقے سے آتا ہے اور نفی، اجمال کے ساتھ۔ جیسا کہ آپ نے پیچھے سورۃ الشوریٰ کی آیت ۱۱، ۱۲ میں پڑھ لیا کہ: نہ ہی تو اللہ عزوجل کی ذات اقدس کی مثل کوئی ہو سکتا ہے اور نہ ہی اس کی صفات عالیہ کی مثل۔ ❶

اللہ عزوجل کی ذاتِ اقدس اور اُس کی صفات عالیہ و دائمہ اور ثابتہ کے مقابلہ میں اللہ کی ذات و صفات جیسا ہونے کے اعتبار سے تمام مخلوقات میں سے کسی بھی ذات و شخصیت کی مکمل نفی اور کسی بھی ذات کی کسی بھی اللہ جیسی صفت کی مکمل نفی کرنے میں قرآن حکیم نے جو اجمال والا اسلوب اور خالق کائنات کی صفاتِ عالیہ اور دائمہ و ثابتہ کو مفصل طور پر بیان کرنے کا طریقہ و منہج اختیار کیا ہے، اُس کے چند نمونے پیش خدمت ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے:

(ا)...... لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ؕ نہیں مانند اس کے کوئی بھی چیز (الشوریٰ: ۱۱...... یعنی نہ جنوں، انسانوں میں سے، نہ ہی فرشتوں میں سے اور نہ ہی دیگر مخلوقات میں سے۔ نہ ہی صالحین و اولیاء اللہ، شہداء صدیقین اور انبیاء و رسل میں سے اور نہ ہی اللہ کے مقرب فرشتوں میں سے)

(ب)...... هَلْ تَعْلَمُ لَهُ سَمِيًّا ؕ: کیا تو (اے مخاطب!) اس کے جوڑ کا کسی اور کو بھی سمجھتا ہے؟ (مریم: ۶۵...... یہ بھی نفی ہے۔) یہی معنی سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ یعنی: "هَلْ تَعْلَمُ لَهُ مَثَلًا أَوْ شَبِيْهًا؟" ❷

(ج)...... وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ ۝: اور اُس کی برابری کرنے والا (اس کے جوڑ کا) کوئی اور نہیں ہے۔ (سورۃ الاخلاص: ۴...... اس سے تمام مشرکوں کے باطل عقیدوں کا ردّ ہو گیا۔)

آیئے اب ذرا ربّ العالمین کی صفات عالیہ و دائمہ کے اثبات میں قرآن حکیم کا مفصل انداز بھی دیکھ لیں۔ فرمایا:

۱ .... ﴿ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ؕ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ۝﴾ (البقرہ: ۲۵۴)

"اللہ (وہ ہے کہ) اس کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں۔ زندہ ہے، ہر چیز کو قائم رکھنے والا ہے۔ نہ اسے کچھ

---

❶ تفصیل کے لیے دیکھئے: شرح عقیدة الطحاویہ ص ۴۹ اور ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی ا"التدمریہ" ص ۸.

❷ تفسير الطبري جلد ۱۶، ص ۱۰۶.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اونگھ پکڑتی ہے اور نہ کوئی نیند۔ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے۔ کون ہے وہ جو اس کے پاس اس کی اجازت کے بغیر سفارش کرے۔ وہ جانتا ہے جو کچھ ان کے سامنے اور جو ان کے پیچھے ہے اور اس کے علم میں سے کسی چیز کا وہ احاطہ نہیں کر سکتے مگر جتنا وہ چاہے۔ اس کی کرسی آسمانوں اور زمین کو سمائے ہوئے ہے اور اسے ان دونوں کی حفاظت نہیں تھکاتی اور وہی سب سے بلند، سب سے بڑا ہے۔

ب .... ﴿ إِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ط يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍ بِاَمْرِهٖ ط اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ط تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ (الاعراف : ٥٤)

''بے شک تمھارا رب اللہ ہے، جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا، پھر وہ عرش پر بلند ہوا۔ رات کو دن پر اوڑھا دیتا ہے، جو تیز چلتا ہوا اس کے پیچھے چلا آتا ہے۔ اور سورج اور چاند اور ستارے (پیدا کیے) اس حال میں کہ اس کے حکم سے تابع کیے ہوئے ہیں، سن لو! پیدا کرنا اور حکم دینا اسی کا کام ہے۔ بہت برکت والا ہے اللہ جو سارے جہانوں کا رب ہے۔''

ج .... ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ط قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝ وَهُوَ الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝ وَهُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَلَهُ اخْتِلَافُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ط اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ بَلْ قَالُوْا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ ۝ قَالُوْا ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ۝ لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا هٰذَا مِنْ قَبْلُ اِنْ هٰذَا اِلَّا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَا اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ط قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ۝ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ط قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ قُلْ مَنْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ط قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ۝ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِالْحَقِّ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ط سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ ﴾ (المومنون : ٧٨تا٩٢)

''اور وہی ہے جس نے تمھارے لیے کان، آنکھیں اور دل بنائے، بہت کم تم شکر کرتے ہو۔ اور وہی ہے جس نے تمھیں زمین میں پھیلایا اور اسی کی طرف تم اکٹھے کیے جاؤ گے۔ اور وہی ہے جو زندہ کرتا اور مارتا ہے اور اسی کے قبضہ میں رات اور دن کا بدلنا ہے۔ تو کیا تم سمجھتے نہیں؟ بلکہ انھوں نے کہا جیسے پہلوں نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہا تھا۔ انھوں نے کہا: کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے، کیا واقعی ہم ضرور اٹھائے جانے والے ہیں؟ بلاشبہ یقیناً اس سے پہلے ہمیں اور ہمارے باپ دادا کو یہی وعدہ دیا گیا تھا۔ یہ تو پہلے لوگوں کی کہانیوں کے سوا کچھ نہیں۔ کہہ دو یہ زمین اور اس میں جو کوئی بھی ہے کس کا ہے، اگر تم جانتے ہو؟ ضرور کہیں گے اللہ کا ہے۔ کہہ دے پھر کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟ کہہ دو ساتوں آسمانوں کا رب اور عرش عظیم کا رب کون ہے؟ ضرور کہیں گے اللہ ہی کے لیے ہے۔ کہہ دے پھر کیا تم ڈرتے نہیں؟ کہہ دو کون ہے وہ کہ صرف اس کے ہاتھ میں ہر چیز کی مکمل بادشاہی ہے اور وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلے میں پناہ نہیں دی جاتی، اگر تم جانتے ہو؟ ضرور کہیں گے اللہ کے لیے ہے۔ کہہ پھر تم کہاں سے جادو کیے جاتے ہو؟ بلکہ ہم ان کے پاس حق لائے ہیں اور بے شک وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔ اللہ نے نہ کوئی اولاد بنائی اور نہ کبھی اس کے ساتھ کوئی معبود تھا۔ (اگر ایسا ہوتا تو) اس وقت ضرور ہر معبود، جو کچھ اس نے پیدا کیا تھا، اسے لے کر چل دیتا۔ اور یقیناً ان میں سے بعض بعض پر چڑھائی کر دیتا۔ پاک ہے اللہ اس سے جو وہ بیان کرتے ہیں۔ غائب اور حاضر کو جاننے والا ہے، پس وہ بہت بلند ہے اس سے جو وہ شریک بناتے ہیں۔''

د .... ﴿وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ ؕ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ۝ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمُ ۝ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ ۝ اَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ؕ بَلٰى وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ۝ اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝ فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝﴾ (یٰسین: ۷۸تا۸۳)

''اور اس نے ہمارے لیے ایک مثال بیان کی اور اپنی پیدائش کو بھول گیا۔ اس نے کہا کون ہڈیوں کو زندہ کرے گا، جب کہ وہ بوسیدہ ہوں گی؟ کہہ دے انھیں وہ زندہ کرے گا جس نے انھیں پہلی مرتبہ پیدا کیا اور وہ ہر طرح کا پیدا کرنا خوب جاننے والا ہے۔ وہ جس نے تمھارے لیے سبز درخت سے آگ پیدا کر دی، پھر یکایک تم اس سے آگ جلا لیتے ہو۔ اور کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اس پر قادر نہیں کہ ان جیسے اور پیدا کر دے؟ کیوں نہیں اور وہی سب کچھ پیدا کرنے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔ اس کا حکم تو، جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے، اس کے سوا نہیں ہوتا کہ اسے کہتا ہے ''ہو جا'' تو وہ ہو جاتی ہے۔ سو پاک ہے وہ کہ اسی کے ہاتھ میں ہر چیز کی کامل بادشاہی ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔''

ھ .... ﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دَاخِرِيْنَ ٥ اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۚ إِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ٥ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ٥ كَذٰلِكَ يُؤْفَكُ الَّذِيْنَ كَانُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ٥ اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ٥ هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ٥﴾ (المؤمن: ٦٠ تا ٦٥)

’’اور تمھارے رب نے فرمایا مجھے پکارو، میں تمھاری دعا قبول کروں گا۔ بے شک وہ لوگ جو میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔ اللہ وہ ہے جس نے تمھارے لیے رات بنائی، تاکہ تم اس میں آرام کرو اور دن کو روشن (بنایا)۔ بے شک اللہ یقیناً لوگوں پر بڑے فضل والا ہے اور لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔ یہی ہے اللہ تمھارا رب، ہر چیز کا پیدا کرنے والا، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، پھر تم کہاں بہکائے جاتے ہو۔ اسی طرح وہ لوگ بہکائے جاتے تھے جو اللہ کی آیات کا انکار کیا کرتے تھے۔ اللہ وہ ہے جس نے تمھارے لیے زمین کو رہنے کی جگہ اور آسمان کو چھت بنایا اور تمھاری صورت بنائی تو تمھاری صورتیں اچھی بنائیں اور تمھیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا، یہ ہے اللہ تمھارا رب، سو بہت برکت والا ہے اللہ جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ وہی زندہ ہے، اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ سو اسے پکارو، اس حال میں کہ اسی کے لیے دین کو خالص کرنے والے ہو۔ سب تعریف اللہ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔‘‘

و .... ﴿هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ٥ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ۚ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ٥ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۚ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ٥﴾ (الحشر: ٢٢ تا ٢٤)

’’وہ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں۔ ہر چھپی اور کھلی چیز کو جاننے والا ہے، وہی بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔ وہ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں۔ بادشاہ ہے، نہایت پاک، سلامتی والا، امن دینے والا، نگہبان، سب پر غالب، اپنی مرضی چلانے والا۔ بے حد بڑائی والا ہے، پاک ہے اللہ اس سے جو وہ شریک ٹھہراتے ہیں۔ وہ اللہ ہی ہے جو خاکہ بنانے والا، گھڑنے ڈھالنے والا،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صورت بنا دینے والا ہے، سب اچھے نام اسی کے ہیں۔ اس کی تسبیح ہر وہ چیز کرتی ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔''

اس موضوع کی تفصیل سے قرآن بھرا پڑا ہے۔

روافض شیعہ اپنے اماموں سے روایت کرتے ہیں کہ: اللہ الخالق کی صفت نہیں بیان کی جاسکتی مگر صرف اسی طریقے سے کہ جس کے ساتھ اُس نے اپنی ذاتِ اقدس کی خود صفت بیان کی ہے۔ مگر ان کی یہ روایتیں اس موقف سے اسی طرح منہ موڑے ہوئے ہیں جس طرح انھوں نے قرآن مجید سے اعراض کیا ہوا ہے اور عقل و فطرت کے تقاضوں سے۔ بلکہ اس ضمن میں ان کی تقلیدِ محض ہی اُن کے ہاں مؤثر ہے۔ ورنہ ایک عقل مند آدمی کسی ایسے امر غیبی کے بارے میں اعتماد پر کیسے جرأت کرسکتا ہے کہ جس کی معرفت تک پہنچنے کے لیے آسمانی خیر و وحی کے سوا کوئی اور راستہ ہے ہی نہیں، نہ تفصیلی اور نہ ہی اجمالی۔ جبکہ انسانوں کی عقل قاصر و علم ناقص اور ٹھوکر کھاجانے والی فکر ہے۔ ہر امر غیبی کے ادرک و معرفت سے یکسر قاصر اور انسانوں کے اس بارے میں ایک دوسرے سے متناقض خیالات کو فیصلہ کن قرار دینے میں بالکل ہی کمزور واقع ہوئی ہیں۔ [1]

زیر مطالعہ موضوع کے ضمن میں دو مزید مسائل کا جاننا بھی نہایت ضروری ہے:

(۱)......مسئلہ خلقِ قرآن:

پہلے یہ بات جان لیجیے کہ: قرآن حکیم وعظیم اللہ رب العرش الکریم کی طرف نازل کیا گیا، اللہ کا غیر مخلوق کلام ہے۔ اس پر خود قرآن مجید، احادیث وسنت رسول اللہ الکریم ﷺ اور سلف صالحین وعلماء عظام اُمت رضی اللہ عنہم اجمعین کا اجماع ہے۔ [2]

جبکہ نظریہ وعقیدۂ خلق قرآن (کہ قرآن بھی اللہ کی مخلوق ہے۔) میں اثنا عشری امامی روافض شیعہ ''فرقہ ضالہ جہمیہ'' کے ساتھ کندھے سے کندھا ملا کر کھڑے ہیں۔ شیعہ کے ایک بڑے مولوی، شیخ المجلسی نے اپنی کتاب ''بحار الانوار'' میں کتاب القرآن کے ذیل میں باب قائم کیا ہے: ''بَابُ أَنَّ الْقُرْآنَ مَخْلُوْقٌ''...... اور اس میں ملا مجلسی نے گیارہ روایتیں درج کی ہیں کہ جن میں سے ان کی بڑی روایات مصنف کے قول ونظریہ کی مخالفت کرتی ہیں۔ [3]

---

[1] تفصیل کے لیے: أصول الشیعة الإمامیة جلد۲، ص ٦٥٦ دیکھ لیجیے۔

[2] تفصیل کے لیے: امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی کتاب ''الرد علی الزنادقہ'' اور امام محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ کی ''خلق افعال العباد''.

[3] دیکھیے: بحار الأنوار جلد ۹۲، ص ۱۱۷، ص ۱۲۱.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح شیعہ روافض کا ایک اور بڑا مولوی (جسے وہ اپنی ''آیت'' مانتے ہیں) محسن الامین لکھتا ہے کہ: قَالَتِ الشِّيْعَةُ وَالْمُعْتَزِلَةُ: اَلْقُرْآنُ مَخْلُوْقٌ؛ شیعہ اور معتزلہ کا نظریہ ہے کہ قرآن مخلوق ہے۔ ❶

یہ عقیدہ ونظریہ قرآن حکیم کے اللہ عزوجل کا کلام ہونے والی صفت کے انکار کی بنیاد پر ہے۔ روافض شیعہ و معتزلہ کا نظریہ وگمان یہ ہے کہ: اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنی بعض مخلوقات میں اپنے کلام کو ایجاد کرتا ہے۔ جیسے کہ وہ درخت کہ جب موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ اس درخت کے ذریعے ہم کلام ہوا اور جیسے کہ جبریل علیہ السلام کہ جب اسے قرآن دے کر بھیجا تھا۔ ❷

اس موضوع پر شیعہ روافض کے شیوخ ومُلّا جو نظریہ رکھ کر بیان کرتے ہیں، مذکور بالا عبارتیں ان میں سے چند نمونے ہیں بس۔ ❸

مگر جب آپ ان روایات کا مطالعہ کریں کہ جنھیں وہ آل البیت کے متعلق بیان کرتے ہیں تو آپ ان میں سے اکثر روایتوں کو ان کے نظریات کی مخالفت کرتی ہوئی پائیں گے۔ ان میں سے بعض روایات وہ ہیں جو ''تفسیر العیاشی'' میں امام علی بن موسیٰ الرضا (متوفی ۲۰۳ھ) سے مروی ہیں کہ: اُن سے قرآن مجید کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: ''قرآن اللہ کا کلام ہے جو غیر مخلوق ہے۔'' ❹

ابن بابویہ القمی کی کتاب ''التوحید'' میں ہے کہ: ابوالحسن موسیٰ بن جعفر کاظم (متوفی ۱۸۳ھ) علیہ السلام سے پوچھا گیا: اے ابن رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ قرآن کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ ہم سے پہلے والے لوگوں نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے۔ ان میں سے ایک گروہ کا کہنا تھا کہ: قرآن مخلوق ہے جبکہ دوسری بہت بڑی جماعت کا کہنا تھا کہ: قرآن غیر مخلوق ہے۔ آپ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''میں اس بارے میں وہ نہیں کہتا جو وہ کہتے ہیں۔ مگر میں تو یہ کہتا ہوں کہ: قرآن عظیم اللہ عزوجل کا کلام ہے۔'' ❺

روافض کے ہاں اسی مفہوم کی بہت ساری روایات ان کی کتابوں میں درج ہیں۔ ❻ مگر ابن بابویہ القمی کی اس طرح کے اقوال کی تاویلیں بھی اس کی کتاب میں موجود ہیں۔

---

❶ دیکھئے: اعيان الشيعة جلد ١، ص ٤٦١.

❷ ایضاً: جلد ١، ص ٤٥٣.

❸ تفصیل کے لیے: أصول الشيعة الإمامية جلد٢، ص ٦٥٨ دیکھیے۔

❹ دیکھئے: تفسير العياشي جلد ١، ص ٨.

❺ دیکھئے: ابن بابویہ کی "التوحيد" ص ٢٢٤.

❻ تفصیل کے لیے: بحار الانوار جلد ٩٢، ص ١١٧، ص ١٢١، أصول الشيعة جلد٢، ص ٦٥٩.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علماء سلف صالحین اہل السنہ والجماعۃ محدثین وفقہاء کرام رحمہم اللہ نے ان روافض ومعتزلہ کا رد بھی خوب کیا ہے کہ: قرآن حکیم مخلوق نہیں ہے اور ان تمام حضرات گرامی قدر اس کلمہ ''غیر مخلوق'' سے ''غیر مکذوب'' مراد نہیں لیا۔ (جیسے کہ شیعہ اس لفظ کی اس طرح سے تاویل کرتے ہیں۔ تفصیل ان کی کتابوں: بحار الانوار جلد ۹۲، ص ۱۱۹ اور أصول الشیعۃ الامامیۃ جلد ۲، ص ۶۵۹ میں دیکھی جاسکتی ہے۔) بلکہ یہ سراسر ظاہر و باہر کفر ہے کہ جسے ہر مومن، مسلمان آدمی جانتا ہے۔ وہ تو بالصراحت کہتے ہیں کہ: قرآن مخلوق ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے سے غیر میں پیدا فرمایا ہے۔ سو، سلف صالحین نے اس نظریہ وعقیدہ کا خوب مدلل علمی ردّ کیا ہے جیسا کہ اُن سے اس بارے میں تواتر سے آثار مروی ہیں اور اس موضوع پر بہت ساری تصنیفات بھی موجود ہیں۔ ❶

مگر ان کے علماء اور شیوخ و مُلّا اپنی ایسی نصوص وتصریحات پر تقیہ کا ٹھپا لگا کر ان میں حیلہ سازی کر جاتے ہیں۔ جیسے کہ ان کے ایک بڑے مُلّا و علامہ البروجوردی نے اپنی کتاب ''تفسیر الصراط المستقیم'' میں بیان کیا ہے کہ: شاید قرآن کریم پر خلق کے لفظ کا اطلاق کرنے سے اس لیے منع کیا گیا ہے کہ یا تو یہ عامۃ المسلمین کے ساتھ چلنے کے لیے تقیہ کی بنیاد پر ہے یا پھر ایک اور معنی کے لیے وہم میں مبتلا کرنے والا ہونے کی وجہ سے ہے کہ کافروں نے اس معنی پر اس لفظ کا اطلاق کیا تھا۔ جیسے کہ ان کی بات کو خود قرآن نے یوں بیان کیا ہے:

﴿مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِي الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ۖ اِنْ هٰذَآ اِلَّا اخْتِلَاقٌ ۝﴾ (ص: ۷)

''ہم نے یہ بات آخری ملت میں نہیں سنی، یہ تو محض بنائی ہو بات ہے۔''

ان رافضی ملاؤں کو دراصل جھوٹ بولنے کے لیے مزہ ہی ''تقیہ'' جیسے الفاظ کے ساتھ آتا ہے۔ ان کا یہ طریقہ و مذہب ثابت کرتا ہے کہ ان کے پلے درحقیقت کچھ بھی نہیں ہے سوائے ٹامک ٹوئیوں کے۔ اپنی ہر نص و تصریح میں ''تقیہ کے احتمال'' نے ان کا سارا معاملہ خراب کر رکھا ہے۔ یا کم از کم ان کے مذہب کو اس نے بگھاڑ کر رکھ دیا اور ضائع کر دیا ہے۔ چنانچہ اب تو روافض شیعہ کا مذہب و دین ان کے مجلسی، کلینی، ابن بابویہ القمی اور آیۃ اللہ خمینی جیسے مُلّاؤں کا دین و مذہب بن کر رہ گیا ہے کہ جس میں ان کے آئمہ کی روایات (اور وہ اگر صحیح اسناد سے ثابت ہوں تو) کا کوئی عمل دخل نہیں ہے۔ ❷

ایسے ہی مکر وفریب والے سازشی طریقوں سے حق اور علم قرآن وسنت ضائع ہو جاتے ہیں اور امت خیر الامم پر انہیں اسالیب کے ذریعے کہ جو شیطانی وحی اور اس کے سکھائے ہوئے مکر کے ساتھ اختیار کیے جاتے ہیں،

---

❶ تفصیل کے لیے مزید دیکھئے: مجموع فتاوی شیخ الإسلام ابن تیمیہ جلد ۱۲، ص ۳۰۱ دیکھ لیجیے۔

❷ تفصیل کے لیے: أصول الشیعة الإمامية جلد ۲، ص ۶۰۰.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرقوں اور اختلاف والی امت کا الزام لگا دیا جاتا ہے۔ بالخصوص (شیعہ کی پرانی کتابوں میں) ان کے امام، ان کی طرف بہت زیادہ تہمتیں لگانے والے جھوٹے لوگوں کی کثرت کا شکوہ کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں حتیٰ کہ انھیں ہر دور میں کہنا پڑا تھا: ان لوگوں نے ہمارے بارے میں مشہور کر دیا ہے کہ شاید ہم جھوٹ بولنے کے دلدادہ وشوقین ہیں۔ ❶

امام محمد بن اسماعیل البخاری نے کتاب ''افعال العباد'' میں، امام ابن ابی حاتم، امام ابوسعید الدارمی اور امام الآجری نے ''الشریعۃ'' میں، امام بیہقی نے کتاب ''الاعتقاد'' اور کتاب ''الاسماء والصفات''، امام اللالکائی نے کتاب ''شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ'' میں اور امام ابوداؤد رحمہم اللہ اجمعین نے کتاب ''مسائل الامام احمد'' میں بیان کیا ہے کہ: امام ابوعبداللہ جعفر الصادق بن محمد الباقر رحمہ اللہ سے جب قرآن عظیم کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: " لَيْسَ بِخَالِقٍ وَّلَا مَخْلُوْقٍ "...... یہ قرآن نہ ہی تو خالق ہے اور نہ ہی مخلوق۔'' امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''امام جعفر الصادق رحمہ اللہ سے ان کا یہ قول وعقیدہ مسلسل خبر عام کے طور پر معروف ہے۔'' ❷

تو اس ضمن میں وہ متفق علیہ معنیٰ کو لے کر، اُس باطل اور جھوٹ کو چھوڑ کیوں نہیں دیا جاتا کہ جس کی طرف سند صرف ان ملاؤں، مولویوں کے اقوال ہی پہنچتے ہیں کہ جنھوں نے اُمت محمدیہ علی صاحبہا التحیۃ والسلام، اُمت خیر الامم میں تفرقہ اور اختلاف پیدا کرنے کا عزم کر رکھا ہے اور وہ شذوذ وعزلت کا راگ الاپتے رہتے ہیں۔ تاکہ خمس کے نام پر اُنھیں ڈھیروں اموال حاصل کرنے کے لیے کوئی سبیل ہاتھ آسکے اور انھیں کوئی اجتماعی مرتبہ و مقام حاصل ہو سکے۔ (لوگ کہیں: فلاں علامہ، آیۃ اللہ اور مجتہد ہے۔) اور انھیں اس طرح سے شاید اپنے غائب امام کی نیابت کے نام پر کوئی مقدس مقام حاصل ہو سکے۔ اسی لیے انھوں نے اس قول ونظریہ کی تاکید کرتے ہوئے تشہیر کر رکھی ہے کہ: جو آدمی عامۃ المسلمین کی مخالفت کرے اس میں قیادت کا وصف پایا جاتا ہے۔ اس عامۃ الناس وعامۃ المسلمین سے مراد وہ اہل السنہ والجماعۃ سلفی جماعت حقہ کے علماء ومحدثین اور فقہاء کرام علیہم السلام لیتے ہیں۔ ❸

قرآن عظیم کے بارے میں یہ عقیدہ کہ: ''یہ منزل من اللہ غیر مخلوق'' ہے، آئمہ اہل البیت سے صحیح اسناد کے ساتھ ثابت ہے۔ سادا تنا علی بن الحسین (زین العابدین)، ابوجعفر محمد الباقر اور ان کے صاحبزادے امام ابوعبداللہ جعفر بن محمد الصادق جیسے آئمہ کرام میں سے کوئی بھی قرآن حکیم کے مخلوق ہونے کا قائل نہ تھا۔ مگر امامی اثناعشری

---

❶ تفصیل کے لیے: "رجال الكشي" ص ۱۳۵، ۱۳۶، دیکھیے۔

❷ تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے: رجال الكشي ص ۱۳۵، ۱۳٦۔ خلق أفعال العباد، ص ۳٦، تحقيق: البدر۔ منهاج السنة لابن تيميه (۲/۱۸۷، ۱۸۸)۔ الشريعة ص ۷۷۔ الاعتقاد ص ۳٦۔ الأسماء والصفات، ص ۲٤۷۔ شرح أصول اعتقاد أهل السنة (۲/۲۳۸، ۲٤۱، ۲٤۲)۔ مسائل الإمام أحمد، ص ۲٦۵۔ منهاج السنة (۱/۲۷۸)۔

❸ تفصیل کے لیے مزید دیکھیے: أصول الشيعة الإمامية جلد۲، ص ٦٦۲.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رافضی ملا اپنے اصول عامہ میں اہل بیت کی مخالفت کرتے ہیں۔ کیا مذہب شیعہ کے صراطِ مستقیم سے ہٹے ہوئے سراسر فساد وشر والا مذہب ہونے کے لیے یہی بات کافی نہیں ہے کہ اس مذہب کے ملا وشیوخ اور مجتہدین و آیات اللہ (اور نہ جانے کیا کچھ، جعلی قسم کے علماء۔) سراسر اُن عقائد ونظریات کے خلاف ہیں کہ جو آئمہ اہل البیت کے تھے اور ان روایات وآثار کے بھی خلاف ہیں کہ جو ان آئمہ اہل البیت سے صحیح اسناد سے ثابت اور یہی اُن کی روایات اہل السنہ والجماعۃ سلفی محدثین وفقہاء عظام رحمہم اللہ کے عقائد ونظریات اور اقوال کے ساتھ متفق ہیں۔ پھر یہ کہ روافض شیعہ کی اپنی تمام روایات باہم متعارض ومتناقض ہیں۔

سنیے اور خوب یاد کر لیجیے کہ: مسئلہ خلق وغیر خلق قرآن میں اہل السنہ والجماعۃ سلفی جماعت حقہ کا عقیدہ یہ ہے کہ: ''قرآن مجید اللہ رب العرش الکریم کا اپنا کلام ہے کہ جو اُس کی ذاتِ اقدس سے بلا کیفیت کے قولاً ظاہر ہوا، اور پھر اس نے اپنے پیغمبر محمد رسول اللہ ﷺ پر (بذریعہ جبریل علیہ السلام) اسے نازل فرمایا۔ (آپ کے دل پر اس کلام اللہ کو اتارا گیا۔) اور اہل ایمان میں سب سے پہلے اس کی تصدیق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے کی، کہ جنھوں نے اس قرآن کو نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ کی زبانِ مبارک سے ادا ہوتے ہوئے سنا، کہ یہ کلام بلا شک وشبہ اللہ عزوجل کا کلام حق ہے۔ اور انھوں نے حقیقت وسچائی کے ساتھ اس بات کا یقین کر لیا کہ یہ اللہ رب العالمین کا کلام ہے اور نطق وشعور والی مخلوقات کے کلام جیسا مخلوق نہیں ہے۔ (پھر صحابہ کرام سے اس قرآن کو تابعین نے سنا اور انھوں نے اسی طرح تصدیق کر دی کہ یہ کلام مخلوق نہیں، نہ کسی مخلوق کا کلام ہے بلکہ یہ اللہ رب العزت کا کلام اور اُس کی صفت ہے۔ پھر ان لوگوں کی تصدیق تبع تابعین نے کی اور یہی تصدیق ان کے بعد والے آج تک کے تمام اسلاف صالحین وآئمہ عظام و علماء کرام رحمہم اللہ جمیعاً نے کی ہے۔) جو آدمی قرآن مجید کو سن کر (یا پڑھ کر) یہ کہے کہ یہ کسی بشر یا اور مخلوق کا کلام ہے تو وہ کافر ہو گیا۔ اللہ عزوجل نے ایسے لوگوں کی مذمت کرتے ہوئے ان کے عیب کو بیان کیا اور ان سے جہنم کا وعدہ فرمایا ہے:

﴿ فَقَالَ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ o اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ o سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ o وَمَآ اَدْرٰكَ مَا سَقَرُ o لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ o﴾ (المدثر: ٢٤ تا ٢٨)

''پھر اس نے کہا یہ جادو کے سوا کچھ نہیں، جو نقل کیا جاتا ہے۔ یہ انسان کے قول کے سوا کچھ نہیں۔ میں اسے جلد ہی سقر (جہنم) میں داخل کروں گا۔ اور تجھے کس چیز نے معلوم کروایا کہ سقر (جہنم) کیا ہے؟ وہ نہ باقی رکھتی ہے اور نہ چھوڑتی ہے۔''

دوسرے مقام پر تو تفصیل سے بیان فرما دیا کہ:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ وَإِذَا بَدَّلْنَآ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ○ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ؕ لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ ○ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۙ لَا يَهْدِيْهِمُ اللّٰهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ اِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ○ ﴾ (النحل: ۱۰۱ تا ۱۰۵)

''اور جب ہم کوئی آیت کسی دوسری آیت کی جگہ بدل کر لاتے ہیں اور اللہ زیادہ جاننے والا ہے جو وہ نازل کرتا ہے، تو وہ کہتے ہیں تُو تو گھڑ کر لانے والا ہے، بلکہ ان کے اکثر نہیں جانتے۔ کہہ دے اسے روح القدس نے تیرے رب کی طرف سے حق کے ساتھ تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا ہے، تاکہ ان لوگوں کو ثابت قدم رکھے جو ایمان لائے اور فرماں برداروں کے لیے ہدایت اور خوش خبری ہو۔ اور بلاشبہ یقیناً ہم جانتے ہیں کہ بے شک وہ کہتے ہیں اسے تو ایک آدمی ہی سکھاتا ہے، اس شخص کی زبان، جس کی طرف وہ غلط نسبت کر رہے ہیں، عجمی ہے حالانکہ یہ واضح عربی زبان ہے۔ بے شک وہ لوگ جو اللہ کی آیات پر ایمان نہیں لاتے اللہ انھیں ہدایت نہیں دیتا اور انھی کے لیے دردناک عذاب ہے۔ جھوٹ تو وہی لوگ باندھتے ہیں جو اللہ کی آیات پر ایمان نہیں رکھتے اور وہی لوگ اصل جھوٹے ہیں۔''

اس سے ہمیں پورا یقین بھی حاصل ہو گیا اور پختہ علم بھی کہ: قرآن حکیم کسی بشر یا جن، فرشتہ کا کلام نہیں بلکہ خالق بشر اللہ رب العالمین کا کلام ہے اور یہ کسی صورت میں بھی بشر کے کلام سے مشابہ نہیں ہو سکتا۔ [1]

(ب)...... رؤیۃ اللہ کا مسئلہ:

معتزلہ کے ساتھ ہمسائیگی اور دوستی کی وجہ سے امامی روافض شیعہ بھی اللہ عزوجل کی رؤیت (جنت میں دیدار) کی نفی کے قائل ہیں۔ ابن بابویہ قمی نے اپنی کتاب ''التوحید'' میں کچھ روایتوں کا ذکر کیا ہے کہ جنھیں دراصل ''بحار الانوار'' کے مصنف نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔ یہ روایات آخرت میں اہل ایمان کا اپنے

---

[1] اس موضوع پر تفصیل کے لیے دیکھیے: منهاج السنة ۱/ ۲٦۸۔ أصول الشيعة الإمامية ۲/ ٦٦٤۔ مقالات الإسلاميين للأشعري ۱/ ۱۱٤۔ منهاج السنة ۱/ ۲۹٦۔ أصول الشيعة الإمامية ۲/ ٦٦۸۔ المنحة الإلهية في تهذيب شرح الطحاوية عبد الآخر الغنيمي، ص ۱۰۹۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رب کریم اللہ عزوجل کے دیدار سے سعادت مند ہونے والی نصوص وتصریحات صحیحہ کا انکار کرتی ہیں۔ مثال کے طور پر یہ شیعہ علماء امام ابوعبداللہ جعفر بن محمد الصادق رحمہ اللہ پر افتراء باندھتے ہوئے لکھتے ہیں: ''اُن سے اللہ تبارک وتعالیٰ کے بارے میں پوچھا گیا: کیا رب کریم کا آخرت میں دیدار ہو سکے گا؟ تو آپؒ نے فرمایا: اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس سے بہت بلند ہے۔ آنکھیں اس کا دیدار نہیں کرسکتیں، مگر صرف ان لوگوں کی جن کا کوئی رنگ اور کیفیت ہو اور اللہ تعالیٰ ہی رنگوں اور کیفیت کو پیدا کرنے والا ہے۔''

روافض کا ایک اور مولوی، ان کا آیۃ اللہ (جعلی علامہ) جعفر النجفی کہتا ہے: ''اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی طرف بعض صفات کی نسبت کرے، جیسے کہ رؤیۃ باری تعالیٰ ہے تو اُس پر مرتد ہونے کا حکم لگایا جائے گا۔'' ❶

ایک اور شیعہ مولوی، الحر العاملی نے تو رؤیۃ باری تعالیٰ کی نفی والے نظریہ کو آئمہ کے اُصول میں سے شمار کر رکھا ہے۔ چنانچہ اُس نے اپنی کتاب میں ایک باب قائم کیا ہے، جس کا عنوان ہے: ''بَابُ أَنَّ اللّٰہُ سُبْحَانَہُ لَا تَرَاہُ عَیْنٌ وَلَا یُدْرِکُہُ بَصَرٌ فِی الدُّنْیَا وَلَا فِی الْآخِرَۃِ''...... باب ہے اس ضمن میں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو نہ کوئی آنکھ دنیا وآخرت میں دیکھ سکتی ہے اور نہ ہی کوئی نظر اس کا ادراک کرسکتی ہے۔'' ❷

ان روافض کا ''آخرت میں اللہ رب العالمین کا اہل ایمان کو دیدار نصیب ہونا'' والے عقیدہ کی نفی کرنا نصوص شرعیہ کے تقاضوں سے خروج کے مترادف اور اہل البیت کے اس بارے میں مذہب ومسلک اور عقیدے کے بھی مخالف ہے۔ اس بات کا اعتراف ان کی اپنی بعض روایتوں میں بھی ہے۔ چنانچہ ابن بابویہ القمی نے ابوبصیر کی روایت درج کی ہے کہ اُس نے جناب ابوعبداللہ جعفر بن محمد صادق علیہ السلام سے پوچھا: آپ مجھے اللہ تبارک وتعالیٰ کے بارے میں بتلائیے! کیا اہل ایمان اللہ رب العرش الکریم کو قیامت والے دن دیکھ سکیں گے؟ تو انھوں نے فرمایا: ہاں۔'' ❸

اس مسئلہ میں حق یہ ہے کہ جیسا قرآن حکیم میں بھی ارشاد گرامی ہے: اہل جنت کا اپنے رب کریم کا آخرت میں دیدار کرنا حق ہے۔ وہ اللہ رب العزت والکرم کو بغیر کسی احاطہ وکیفیت کے براہ راست (جنت میں) دیکھ سکیں گے۔ چنانچہ فرمایا:

﴿ وُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَۃٌ ○ اِلٰی رَبِّہَا نَاظِرَۃٌ ○ وَوُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍ بَاسِرَۃٌ ○ تَظُنُّ اَنْ یُّفْعَلَ بِہَا

❶ دونوں حوالہ جات کے لیے دیکھئے: بحار الانوار جلد ٤، ص ٣١۔ کشف الغطاء للنجفی ص: ٤١٧ وأصول الشیعۃ الإمامیۃ جلد: ٢، ص: ٦٧٠.

❷ اصول الشیعۃ جلد ٢، ص ٦٧٠.

❸ دیکھئے: الفصول المھمۃ فی أصول الأئمۃ ص ١٢.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَاقِرَةٌ ﴾ (القیامۃ: ۲۲ تا ۲۵)

''اس دن کئی چہرے تروتازہ ہوں گے۔ اپنے رب کی طرف دیکھنے والے۔ اور کئی چہرے اس دن بگڑے ہوئے ہوں گے۔ وہ یقین کریں گے کہ ان کے ساتھ کمر توڑنے والی (سختی) کی جائے گی۔''

اور پھر ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿ وَأُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ غَيْرَ بَعِيدٍ ○ هٰذَا مَا تُوعَدُونَ لِكُلِّ أَوَّابٍ حَفِيظٍ ○ مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَاءَ بِقَلْبٍ مُنِيبٍ ○ ادْخُلُوهَا بِسَلَامٍ ؕ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُودِ ○ لَهُمْ مَا يَشَاءُونَ فِيهَا وَلَدَيْنَا مَزِيدٌ ○﴾ (ق: ۳۱ تا ۳۵)

''اور جنت پرہیزگاروں کے لیے قریب کر دی جائے گی، جو کچھ دور نہ ہوگی۔ یہ ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا، ہر اس شخص کے لیے جو بہت رجوع والا، خوب حفاظت کرنے والا ہو۔ جو رحمٰن سے بغیر دیکھے ڈر گیا اور رجوع کرنے والا دل لے کر آیا۔ اس میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ، یہی ہمیشہ رہنے کا دن ہے۔ ان کے لیے جو کچھ وہ چاہیں گے اس میں ہوگا اور ہمارے پاس مزید بھی ہے۔''[1]

اسی طرح صحیح مسلم میں سیّدنا صہیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

((قَرَأَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ﴿ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ؕ﴾ قَالَ: إِذَا دَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ، وَأَهْلُ النَّارِ النَّارَ، نَادٰى مُنَادٍ: يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ، إِنَّ لَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ مَوْعِدًا وَيُرِيدُ أَنْ يُنْجِزَكُمُوهُ، فَيَقُولُونَ: مَاهُوَ؟ أَلَمْ يُثْقِلْ مَوَازِينَنَا، وَيُبَيِّضْ وُجُوهَنَا، وَيُدْخِلْنَا الْجَنَّةَ وَيُجِرْنَا مِنَ النَّارِ؟ فَيَكْشِفُ الْحِجَابَ، فَيَنْظُرُونَ إِلَيْهِ، فَمَا أَعْطَاهُمْ شَيْئًا أَحَبَّ إِلَيْهِمْ مِنَ النَّظَرِ إِلَيْهِ، وَهِيَ الزِّيَادَةُ. ''[2]

''رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی: جن لوگوں نے نیکیاں کی ہوں گی ان کو (ان نیکیوں کے بدلے اُس دن) بھلائی ملے گی اور کچھ بڑھ کر بھی۔ (سورۂ یونس:۲۶) پھر فرمایا: جب جنتی لوگ جنت میں اور دوزخی لوگ جہنم میں داخل ہو جائیں گے تو ایک منادی کرنے والا پکارے گا: اے

---

[1] یعنی جو کچھ وہ چاہیں گے وہ تو انھیں ملے گا ہی۔ اس کے علاوہ ہم انہیں اتنا کچھ اور دیں گے جس کا تصور تک ان کے ذہن میں نہیں آیا کہ وہ اس کی خواہش کریں...... یا ''مزید'' سے مراد دیدار الٰہی ہے۔ جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا: ﴿ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ﴾ جنہوں نیکی کی، ان کو بھلائی ملے گی اور کچھ بڑھ کر بھی۔ (یونس:۲۶) سیّدنا انس فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر روز انہیں اپنی تجلی سے نوازے گا۔ (ابن کثیر)

[2] صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب اثبات رؤیۃ المومنین...... الخ، حدیث: ٤٤٩، جامع الترمذی، حدیث: ٣١٠٥، واللفظ له، مسند الامام احمد ٤/٣٣٢۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جنت والو! اللہ نے تم سے ایک وعدہ کیا تھا وہ اسے آج پورا کرنا چاہتا ہے۔ وہ عرض کریں گے: وہ کون سا وعدہ ہے؟ کیا اللہ کریم نے ہمارے نیک اعمال کے تول بھاری نہیں کر دیے؟ کیا اُس نے ہمیں سرخرو کر کے جنت میں داخل اور جہنم سے محفوظ نہیں کر دیا؟ اس وقت اللہ عزوجل اپنا (نور کا) پردہ ہٹائیں گے اور اہل جنت اس کا دیدار کریں گے۔ اللہ کی قسم! رؤیت باری تعالیٰ سے زیادہ پسندیدہ اور آنکھوں کو سرور بخشنے والی چیز اُن کے لیے کوئی نہ ہوگی۔ اوپر بیان کردہ قرآنی آیت کریمہ میں "وَزِيَادَةٌ" کا یہی معنی ہے۔"

اس بنا پر اکثر صحابہ کرام اور تابعین و تبع تبعین اور بعد کے علماء نے بھی اس کی یہی تفسیر کی ہے۔

ایک اور مقام پر اللہ تبارک وتعالیٰ کافروں کے بارے میں فرماتے ہیں:

﴿ كَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوبُونَ ۝ ثُمَّ إِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيمِ ۝ ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ تُكَذِّبُونَ ۝﴾ (المطففين: ۱۵ تا ۱۷)

"ہرگز نہیں، بے شک وہ اس دن یقیناً اپنے رب سے حجاب میں ہوں گے۔ پھر بے شک وہ بھڑکتی ہوئی آگ میں یقیناً داخل ہونے والے ہیں۔ پھر کہا جائے گا یہی ہے جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔"

امام محمد بن ادریس الشافعی اور دیگر آئمہ و علماء عظام رحمہم اللہ اس آیت کریمہ سے اہل جنت کے لیے اللہ رب العرش الکریم کے دیدار کی دلیل لیتے ہیں۔ یہ بات امام طبری رحمہ اللہ نے عن المزنی عن الشافعی درج کی ہے۔ اسی طرح امام حاکم رحمہ اللہ نے اپنے استاذ الأصم سے عن الربیع بن سلیمان بیان کیا ہے کہ؛ ربیع کہتے ہیں: میں امام محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ کے پاس حاضر ہوا۔ اسی دوران مصر کے بالائی علاقے سے ایک پرچہ آپ کے پاس پہنچا، جس میں یہ سوال درج تھا: آپ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: كَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوبُونَ ۝ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ تو امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جب ناراضگی کی حالت میں اللہ عزوجل کی ذات اقدس کے سامنے نور کے پردے رہیں گے۔ پھر اس آیت کریمہ میں اس بات کی بھی دلیل ہے کہ: حالت رضا میں اہل ایمان اُس کے دیدار کی سعادت حاصل کریں گے۔ (اور اس وقت یہ پردے اللہ تعالیٰ ہٹا دے گا۔) [1]

جہاں تک اللہ عزوجل کی رؤیت پر نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح اسناد کے ساتھ ثابت احادیث مبارکہ اور صحابہ کرام سے ثابت آثار کا تعلق ہے تو یہ متواتر ہیں۔ انھیں صحاح ستہ کے مصنفین محدثین کرام اور مسانید و سنن کے مصنفین محدثین عظام رحمہم اللہ جمیعًا نے اپنی اپنی کتب میں روایت کیا ہے۔ [2]

---

[1] دیکھیے: امام بیہقی رحمہ اللہ کی "مناقب الشافعی" جلد۱، ص ۴۱۹. [2] تفصیل مزید کے لیے دیکھیے: شرح العقیدة الطحاویه ص ۱۵۱.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۱)...... روافض کا اپنے اماموں کو اللہ کے نبیوں اور رسولوں سے بھی زیادہ افضل ماننا:

اللہ کے رسول تمام بن نوع انسان سے زیادہ افضل ومکرم اور نبوت و رسالت کے سب سے زیادہ حقدار ہوتے تھے۔ اس لیے کہ رسالت ونبوت والے منصب جلیلہ کے لیے اُن کا انتخاب اللہ رب العالمین خود فرماتے تھے۔ چنانچہ فرمایا ہے:

﴿ اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ۝ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝﴾ (الحج: ۷۵ تا ۷۶)

''اللہ فرشتوں میں سے پیغام پہنچانے والے چنتا ہے اور لوگوں سے بھی، بے شک اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔ وہ جانتا ہے جو ان کے سامنے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے اور اللہ ہی کی طرف سب کام لوٹائے جاتے ہیں۔''

یعنی جس فرشتے اور جس آدمی کو چاہتا ہے اپنا پیغمبر بنالیتا ہے۔ فرشتوں میں سے اس نے جبریل و میکائیل علیہما السلام کو اپنی رسالت کے لیے منتخب فرمایا اور آدمیوں میں سے آدم، نوح، ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام وغیرہم کو اور اب اپنا آخری پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بنایا۔ تمہیں اس پر کیوں اعتراض ہے؟ کہتے ہیں کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب مشرکین نے کہا: '' ءَ اُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْۢ بَيْنِنَا '' کیا ہم میں سے اللہ کا پیغام اس شخص (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل ہونا تھا۔ ❶

اللہ ربّ العالمین نے اپنے ان نبیوں اور رسولوں کو اپنی کمال درجہ کی عبودیت، اس کے دین کی دعوت وتبلیغ اور جہاد فی سبیل اللہ کے لیے تیار فرمایا ہوا تھا اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَاِذَا جَاۗءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ ۭ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ۭ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ ۝﴾ (الانعام: ۱۲۴)

''اور جب ان کے پاس کوئی نشانی آتی ہے تو کہتے ہیں ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے، یہاں تک کہ ہمیں اس جیسا دیا جائے جو اللہ کے رسولوں کو دیا گیا۔ اللہ زیادہ جاننے والا ہے جہاں وہ اپنی رسالت

---

❶ شاہ صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں یعنی ساری خلق میں بہتر لوگ ہیں حق کا پیغام پہنچانے والے، فرشتوں میں سے بھی وہ فرشتے اعلیٰ ہیں۔ ان کو (یعنی ان کی ہدایت کو) چھوڑ کر بتوں کو مانتے ہو؟ لہٰذا اس کے انتخاب میں کسی غلطی یا نقص کا امکان نہیں ہے اور نہ اس سے بہتر کسی کا انتخاب ہوسکتا ہے۔ یعنی وہ (پیغمبر خود) کوئی اختیار نہیں رکھتے۔ اختیار ہر چیز میں اللہ کا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رکھتا ہے۔عنقریب ان لوگوں کو جنھوں نے جرم کیے، اللہ کے ہاں بڑی ذلت پہنچے گی اور بہت سخت عذاب، اس وجہ سے کہ وہ فریب کیا کرتے تھے۔‘‘

اس لیے انبیاء ورسل نبوت ورسالت والے مرتبہ ومنصب کے ذریعے باقی تمام لوگوں سے ممتاز ہوا کرتے تھے۔ ❶ للہ رب العالمین نے اپنی تمام مخلوق پر اپنے رسولوں اور نبیوں کی اطاعت وفرمانبرداری واجب کر رکھی ہے۔ چنانچہ اللہ کریم فرماتے ہیں:

﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴾ (النساء: ٦٤)

’’اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس لیے کہ اللہ کے حکم سے اس کی فرماں برداری کی جائے اور اگر واقعی یہ لوگ، جب انھوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا، تیرے پاس آتے، پھر اللہ سے بخشش مانگتے اور رسول ان کے لیے بخشش مانگتا تو اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا، نہایت مہربان پاتے۔‘‘

اس لیے کسی بھی بشر کو ان پر فضیلت نہیں دی جا سکتی۔

امام طحاوی رحمہ اللہ اہل السنہ والجماعۃ سلفی جماعت حقہ کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ’’اور ہم اولیاء اللہ میں سے کسی کو بھی اللہ عزوجل کے نبیوں پر افضل نہیں مانتے۔ ہم کہتے ہیں (اور یہی ہمارا عقیدہ ہے) کہ ایک نبی تمام اولیاء سے افضل ہوا کرتا ہے۔ ❷

اور جیسا کہ علامہ عبد القادر البغدادی نے خبردار فرمایا ہے: اماموں کو انبیاء کرام علیہم السلام پر فضیلت دینا غالی رافضیوں کا مذہب ہے۔ اسی طرح کی تنبیہ قاضی عیاض اور امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی اپنی کتابوں میں کی ہے۔ ❸

اثنا عشری امامی روافض نے انبیاء کرام علیہم السلام پر تفضیل آئمہ والے مذہب کو اپنے اصول وقواعد دینیہ میں شمار کر رکھا ہے۔ جیسا کہ ’’الوسائل‘‘ کے مصنف نے اس نظریہ کو مقرر کیا ہے کہ: انبیاء علیہم السلام پر اماموں کو افضل ماننا مذہب شیعہ کے اُن اُصولوں میں سے ہے کہ جن کی نسبت اُنھوں نے آئمہ علیہم السلام سے کر رکھی ہے۔ (یعنی یہ نظریہ سنداً ان اماموں سے ثابت ہے۔) اس کتاب کا مصنف کہتا ہے کہ ان کے ہاں اس بارے میں روایات اس قدر زیادہ ہیں کہ اُنھیں شمار نہیں کیا جا سکتا۔‘‘ ❹

---

❶ دیکھیے: "المنهاج فی شعب الإیمان" للحلیمی جلد ١، ص ٢٣٨.

❷ شرح الطحاویہ ص ٤٩٣.

❸ تفصیل کے لیے دیکھیے: اصول الدین ص ٢٩٨، الشفاء ص ١٠٧٨، مزید دیکھیے: منهاج السنه النبویة جلد ١، ص ١٧٧.

❹ دیکھیے: أصول الشیعة الإمامیة جلد ٢، ص ٧٤٥.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملا مجلسی نے اپنی کتاب ''بحار الانوار'' میں ایک باب قائم کیا ہے:''بَابُ تَفْضِيْلِهِمْ عَلَى الْاَنْبِيَاءِ وَعَلٰى جَمِيْعِ الْخَلْقِ " ...... یہ باب ہے اماموں کا انبیاء کرام علیہم السلام اور تمام مخلوق پر افضل ہونے کے بارے میں۔'' اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء و رسل، تمام فرشتوں اور ساری مخلوق سے اس ضمن میں پختہ عہد لے رکھا ہے اور یہ کہ اولوالعزم پیغمبر بھی اس لیے اولوالعزم ہو گئے تھے کہ وہ آئمہ اہل البیت سے محبت کرتے تھے۔'' ❶

اثنا عشری امامی وہ مذہب ہے کہ جس نے کئی مراحل اور غلو کے لیے بہت ساری تبدیلیوں کے بعد اس عقیدہ پر قرار پکڑا ہے اور جس طرح کہ اشعری نے بیان کیا ہے، انبیاء کرام پر آئمہ اہل البیت کو افضل ماننے والے مسئلہ میں شیعہ کے تین فرقے تھے۔ پہلے فرقہ والے لوگ کہتے ہیں کہ: انبیاء کرام علیہم السلام اماموں سے افضل ہیں مگر فرشتوں سے نہیں۔ دوسرے گروہ کے لوگ کہتے ہیں کہ: تمام امام (شیعہ کے بارہ امام) سب کے سب نبیوں، رسولوں اور تمام فرشتوں سے افضل ہیں۔ جب کہ تیسرا فرقہ کے لوگ اعتزال و امامت کے قائل ہیں اور وہ کہتے ہیں: تمام کے تمام انبیاء اور سب کے سب فرشتے اماموں سے افضل ہیں۔'' ❷

مُلّا المفید نے اپنے مقالات کے آغاز میں اپنے ایک چوتھے مذہب وفرقہ کا بھی اضافہ کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ: اولوالعزم پیغمبروں کے سوا باقی تمام نبیوں پر اماموں کی امامت افضل ہے۔ ❸ شیعہ روافض کی کتب کی ورق گردانی سے ظاہر یہی ہوتا ہے کہ یہ سب کے سب مواقف و مذاہب اور نظریات وعقائد ایران کی صفوی حکومت کے ملاؤں اور اُن کے پیروکاروں کی کوشش اور جدوجہد سے معرض وجود میں آئے تھے اور بالآخر آئمہ اطہار رحمہم اللہ کے بارے میں غلو اور حد سے تجاوز والا مذہب ان لوگوں کا مستقل دین بن کر رہ گیا۔ جیسا کہ آپ نے اُن کی بعض پیچھے بیان کردہ عبارتوں سے اندازہ لگا لیا ہے۔

مگر جو آدمی کتاب اللہ العزیز اور احادیث صحیحہ رسول اللہ الکریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مطالعہ کرے تو وہ دیکھے گا کہ اس ضمن میں روافض کے بارہ اماموں کا کہیں ذکر تک نہیں ہے چہ جائیکہ وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے رسولوں اور نبیوں پر فضیلت حاصل کرتے۔ جبکہ اس بات کو بغور دیکھا اور پڑھا جا سکتا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے عظیم المرتبت وعظیم المقام ہونے کی بنا پر، اللہ کے تمام نیک صالح بندوں پر ان کے ذکر کو قرآن حکیم میں ہمیشہ مقدم کیا گیا ہے۔ جیسے کہ اللہ ربّ العرش الکریم کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ

---

❶ بحار الأنوار جلد ٢٦، ص ٢٦٧.

❷ دیکھیے: مقالات الإسلامیین جلد ١، ص ١٢٠.

❸ دیکھیے: اوائل المقالات ص ٤٢، ٤٣.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ﴾ (النساء: ٦٩)

''اور جو اللہ اور رسول کی فرماں برداری کرے تو یہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا، نبیوں اور صدیقوں اور شہداء اور صالحین میں سے اور یہ لوگ اچھے ساتھی ہیں۔''

تو آپ ملاحظہ کر رہے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نہایت ہی سعادت بندوں کو؛ کہ جن پر اللہ کا بہت بڑا انعام ہوا بالترتیب چار مراتب میں بیان فرمایا اور ان میں سے انبیاء کو سب سے پہلے ذکر کیا ہے۔

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿ وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ۝ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا ؕ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ ﴾ (الانعام: ٨٣ تا ٨٦)

''اور یہ ہماری دلیل ہے جو ہم نے ابراہیم کو اس کی قوم کے مقابلے میں دی، ہم درجوں میں بلند کرتے ہیں جسے چاہتے ہیں۔ بے شک تیرا رب کمال حکمت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔ اور ہم نے اسے اسحاق اور یعقوب عطا کیے، ان سب کو ہدایت دی اور اس سے پہلے نوح کو ہدایت دی اور اس کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون کو اور اسی طرح ہم نیکی کرنے والوں کو جزا دیتے ہیں۔ اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو، یہ سب نیک لوگوں میں سے تھے۔ اور اسماعیل اور الیسع اور یونس اور لوط کو، اور ان سب کو جہانوں پر فضیلت دی۔''

اللہ تعالیٰ کی کتاب حمید، قرآن مجید اپنی تمام آیات میں اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ کریم نے تمام جہان والوں پر اپنے انبیاء کو فضیلت دے کر انہیں منتخب فرمالیا تھا۔ خیر القرون کی پہلی تینوں صدیوں کے سلف صالحین و آئمہ کرام اور علماء عظام رحمہم اللہ جمیعًا کا باقی تمام مخلوقات پر انبیاء کرام علیہم السلام کے افضل ترین ہونے پر اجماع تھا اور اُمت محمدیہ علی صاحبہا التحیۃ والسلام میں اجماع حجت ہوا کرتا ہے۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اُمت اسلامیہ کے تمام سلف صالحین رضی اللہ عنہم، تمام آئمہ وعلماء عظام اور تمام اولیاء اللہ کرام رحمہم اللہ اجمعین اس عقیدہ ونظریہ پر متفق ہیں کہ: انبیاء کرام علیہم السلام ان اولیاء کرام سے زیادہ فضیلت ومرتبہ والے ہیں کہ جو نبی نہیں ہیں۔ [1]

[1] مجموع فتاوی شیخ الاسلام ابن تیمیة جلد ١١، ص ٢٢١۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہایت واضح طور پر عقل بھی اسی بات پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ عزوجل کی طرف سے نبی کو واجب الاطاعت قرار دیا جانا اور اسے حکم دینے والا، منع کرنے والا اور علی الاطلاق حاکم مقرر کرنا ہی باقی سب پر افضل ہونا چاہیے جبکہ امام اس کا نائب اور تابع ہوتا ہے۔ اس کا نبی پر افضل ہونے کو عقل بھی نہیں مانتی۔ جب یہ بات ہر نبی کے حق میں بالکل درست معلوم ہوتی ہے تو بعینہٖ اس کے برعکس ہر امام کے حق میں مفقود بھی ہے۔ دراصل کوئی بھی امام کسی بھی نبی سے افضل نہیں ہوتا بلکہ ناممکن ہے۔ ❶

پھر یہ کہ شیعہ کی بعض کتب میں اس عقیدہ ونظریہ کے خلاف بھی درج ہے تو قرآن وسنت کی نص صریح، اجماع امت اور عقل کے مطابق ہے۔ چنانچہ الکلینی نے بروایت ہشام الاحول، جناب زید بن علی رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا: ''انبیاء کرام آئمہ اطہار سے افضل تھے اور جو اس کے علاوہ کوئی بات کرے تو وہ گمراہ ہے۔ ❷

ابن بابویہ نے بھی روایت کیا ہے کہ: امام ابوعبداللہ جعفر الصادق بن محمد الباقر رحمہ اللہ نے فرمایا: ''انبیاء کرام، اللہ عزوجل کو سیّدنا علی علیہ السلام سے زیادہ محبوب تھے۔'' ❸

❀❀❀❀❀❀

www.KitaboSunnat.com

❶ دیکھئے: مختصر التحفه ص ۱۰۱.

❷ دیکھئے: أصول الشیعة الإمامیة جلد۲، ص ۲۵۳ و مختصر التحفه الإثنا عشریه ص ۱۰۰.

❸ مختصر تحفة الإثناء عشریة ص ۱۰۱.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پانچویں فصل

قرآن کریم کے بارے میں امامی روافض شیعہ کا موقف

امامت اور اس کے دفاع کی کوشش کے بارے میں شیعہ روافض کا قرآن وسنت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے ناموس کے گرد خطرناک قسم کے افکار ونظریات کا حصار تعمیر کرنے کے اعتبار سے بعض شیعوں کا دفاع کرنے کے لیے ان کے عقیدے کا ایک بڑا اثر وکردار تھا۔ چنانچہ انھوں نے اس میدان میں یہ کام کیا کہ: قرآن میں انھوں نے شک پیدا کر دیا اور صحیح الاسناد احادیث صحیحہ کے ایک بہت بڑے حصہ کا انھوں نے سرے سے انکار ہی کر دیا۔ اسی طرح ان ظالموں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بارے میں بہت زیادہ طعن وتشنیع سے کام لیا جبکہ اس ضمن میں بالکل معمولی سی جرح وتعدیل ان کے بارے میں جائز نہیں ہے۔ پھر یہ کہ روافض شیعہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی طرف جان بوجھ کر جھوٹ بولنے اور قرآن میں تحریف کرنے کو منسوب کر دیا۔ ہم اس موضوع کو درج ذیل چند عنوانات کے تحت وضاحت سے بیان کرتے ہیں:

(ا)...... روافض کے علماء کا کتاب اللہ کی تحریف ہو جانے کا عقیدہ اور اس کا علمی ردّ:

روافض شیعہ کے اکثر ملاؤں اور ان کے علماء کا نظریہ وگمانِ غالب بمعنی یقین ہے کہ: قرآن کریم کی تحریف ہو چکی ہے۔ اس کی بعض سورتوں اور بہت ساری اُن آیات کو قرآن سے نکال دیا گیا ہے جو اہل بیت کے فضائل ومناقب اور اہل بیت کے پیروکاروں کے حکم، ان کی مخالفت سے ممانعت، ان کی محبت کے واجب ہونے، ان کے دشمنوں کے ناموں کی وضاحت اور ان دشمنانِ اہل بیت پر طعن وتشنیع اور لعنت کرنے کے بارے میں نازل ہوئی تھیں۔ ان رافضی شیعوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پر تہمت لگائی ہے کہ اُنھوں نے سورہ ''الشرح'' سے ''وَجَعَلْنَا عَلِيًّا صِهْرَكَ .... اور علی کو ہم نے تیرا داماد بنا دیا ہے۔'' والی آیت کو قرآن سے نکال دیا تھا۔ وہ کہتے ہیں: (ان کی ایجاد کردہ) یہ آیت سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے ہٹ کر صرف سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دامادی کے لیے مخصوص کرنے کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ ان لوگوں کی جہالت کا اندازہ کیجیے، انھیں اس بات کا علم وادراک ہی نہیں کہ یہ سورت تو مکی ہے اور جب یہ سورت نازل ہوئی تھی تو سیّدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد بنے ہی نہیں تھے۔ جنابِ علی رضی اللہ عنہ نے سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شادی تو مدینہ منورہ میں غزوۂ بدر کے بعد کی تھی۔

شیعہ روافض یہ بھی الزام دیتے ہیں کہ: قرآن سے ایک مکمل سورت بنام ''سورۃ الولایۃ'' نکال دی گئی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ: یہ ایک لمبی سورت تھی جس میں اہل البیت کے فضائل کا ذکر تھا۔ ❶

اس طرح ایسے ہی مصنوعی قسم کے معاملات کے گرد شیعہ کی طرف سے قرآن عظیم کے بارے میں نفرت پیدا کرنے کے لیے ان کے بڑے بڑے کذاب دعوے گھومتے دکھائی دیتے ہیں۔ البتہ وہ قرآن حکیم کے نہ ہی تو حکموں میں سے کسی حکم کا انکار کرتے ہیں اور نہ ہی اس کے قواعد میں سے کسی قاعدے کا۔ مگر ان کی آراء قرآن مجید کی بعض اُن آیات کو قرآن سے نکال دیے جانے والے الزام کے گرد چکر کاٹتی ہیں کہ جو ان کے زعم میں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد شیعہ کے اماموں کی ولایت کی طرف اشارہ کرتی تھیں۔ امامی شیعہ روافض علماء کی طرف سے لگائے گئے قرآن عظیم کے بارے میں بہت سارے الزامات و افتراءات کا علماء اہل السنہ والجماعۃ سلفی علماءِ حق نے علمی جواب دیتے ہوئے خوب ردّ کیا ہے۔ ان الزامات و اتہامات میں سرغنہ ان کا ایک مشہور حجۃ الشیعہ علامہ ابوجعفر محمد بن یعقوب الکلینی متوفی ۳۲۹ھ ہے، جو ''الکافی'' کا مصنف ہے۔ کلینی کی یہ کتاب شیعہ کے نزدیک وہی حیثیت رکھتی ہے جو مرتبہ و مقام صحیح البخاری کا اہل السنہ کے نزدیک ہے۔

''تفسیر الصافی'' کا شیعہ مصنف لکھتا ہے کہ: ''ثقہ الاسلام محمد بن یعقوب الکلینی سے یہ بات بالکل واضح طور پر معلوم ہے کہ: وہ قرآن میں نقص اور تحریف کا عقیدہ بھی رکھتا تھا۔ اس لیے کہ اس نے اپنی کتاب ''الکافی'' میں اس معنی و مفہوم اور عقیدہ کے لیے بہت ساری روایات درج کی ہیں اور یہ کہ اُس نے ان روایات سے ان پر جرح و قدح کے ضمن میں کوئی تعرض نہیں کیا۔ علاوہ ازیں اُس نے اپنی اس کتاب کے آغاز میں بیان کر دیا ہے کہ جو کچھ اُس نے اس کتاب میں روایت کیا ہے اس کی وہ توثیق کرتا ہے۔'' ❷

کلینی کی یہ کتاب ''الکافی'' اس طرح کے منحرفانہ دعووں سے بھری پڑی ہے۔ یہ باطل دعوے دراصل سیّدنا امیر المومنین علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ اور آپ کے بعد شیعہ کے اماموں کی امامت کو ثابت کرنے کے لیے ایک ہدف رکھتے ہیں۔ انہیں جھوٹی روایات میں سے کہ جنھیں کلینی نے اپنی کتاب میں درج کیا ایک عن ابی بصیر، یہ روایت بھی ہے کہ: ابوعبداللہ جعفر الصادق بن محمد الباقر علیہما السلام نے اللہ تعالیٰ کے فرمان گرامی ﴿ وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

---

❶ تفصیل کے لیے: ''دراسات عن الفرق فی تاریخ المسلمین'' ص ۲۲۶ کا مطالعہ کریں۔

❷ دیکھئے: تفسیر الصافی ص ۱۳ اور ''الامام الصادق'' ابوزہرہ کی: ص ۳۳۳۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ○﴾ (الاحزاب : ۷۱) کے بارے میں فرمایا کہ: اس آیت کریمہ کا معنی ہے کہ: ''جو شخص علی بن ابوطالب علیہ السلام اور اُن کے بعد والے اماموں کے بارے میں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول (ﷺ) کی اطاعت کرے گا، یقیناً وہ کامیاب ہوگیا۔'' اسی طرح وہ عن جابر روایت کرتا ہے کہ: میں نے امام ابوجعفر علیہ السلام سے پوچھا: سیّدنا علی بن ابوطالب علیہ السلام کا نام ''امیر المومنین'' کیوں رکھا گیا ہے؟ تو انھوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اُن کا یہ نام رکھا اور اس نام کو اپنی کتاب میں اسی طرح اتارا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَى أَنْفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ...... وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلِيْ وَأَنَّ عَلِيًّا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ...... قَالُوْا بَلَى شَهِدْنَا أَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ .))

''اور (اے پیغمبر! وہ وقت یاد کر) جب تیرے مالک (اللہ رب العالمین) نے آدم علیہ السلام کی اولاد سے اور اسی طرح خود آدم سے، اُن کی پشت سے اُن کی اولاد نکالی اور خود اُن کو اُن (اولاد آدم) پر گواہ کیا (اور پوچھتے ہوئے فرمایا:) کیا میں تمھارا رب نہیں ہوں؟'' اور بلاشبہ محمد (ﷺ) میرا رسول اور علی (بن ابوطالب علیہ السلام) امیر المومنین ہے۔'' اُنھوں نے کہا بے شک (تو ہی ہمارا رب ہے اور) ہم اس بات کے گواہ ہیں۔ (اللہ نے آدم و اولاد آدم سے یہ گواہی اس لیے لی) تاکہ تم (اے اولاد آدم!) قیامت والے دن یوں (نہ) کہنے لگو: ہم تو اس بات سے بے خبر تھے۔'' (الاعراف:۱۷۲) ❶

اسی طرح یہی ملا الکلینی احمد بن محمد بن ابونصر سے روایت کرتا ہے کہ اُنھوں نے کہا: ''ابوالحسن علیہ السلام نے مجھے ایک مصحف (قرآن مجید) اُٹھا کر پکڑاتے ہوئے حکم دیا: اس مصحف میں نظر نہیں کرنی۔ (اسے پڑھنا نہیں کہ: کیا لکھا ہے؟) مگر میں نے (حکم عدولی کی) اسے کھول کر پڑھا تو لکھا تھا:

﴿ لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ○﴾

(البینہ : ۱)

''وہ لوگ جنھوں نے اہل کتاب اور مشرکین میں سے کفر کیا، باز آنے والے نہ تھے، یہاں تک کہ ان کے پاس کھلی دلیل آئے۔''

اور اس کے نیچے میں نے قریش کے ستر لوگوں کے نام بمع ولدیتوں کے لکھے ہوئے دیکھے اور آپ نے میری طرف ایک دوسرا مصحف بھیج دیا۔ ❷

❶ تفصیل کے لیے: اُصول الکافی جلد۱، ص ۴۱۲، ۴۱۴ اور احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ کی "السنة والشيعة" ص۱۰۳ دیکھ لیجیے۔

❷ اصول الکافی جلد۲، ص ۶۳۱، والسنة والشيعة ص ۸۷.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کلینی کا یہ دعویٰ بھی ہے کہ: تمام کا تمام، مکمل قرآن مجید صرف ہمارے اماموں نے جمع و مدون کیا تھا اور یہ کہ وہ (آئمہ اثنا عشریہ) اس کا سارا علم رکھتے تھے۔ سو، قرآن کو بعینہٖ اسی طرح کہ جیسا یہ اُتارا گیا تھا، جمع بھی کیا اور اسے حفظ بھی کیا اور اس کی حفاظت بھی کی تو صرف جناب علی بن ابوطالب علیہ السلام اور اُن کے بعد والے اماموں نے۔'' ❶

رافضی اثنا عشری شیعہ ملاؤں نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جوڑے گئے قرآن کو جمع کروانے اور بہتان و افتراء کو اپنی کتابوں میں بار بار، تکرار کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ملا طبرسی نے اپنی کتاب ''الاحتجاج'' میں اس عقیدہ کو اختیار کیا ہے کہ: جب پیغمبر علیہ السلام کی وفات ہوگئی تو علی علیہ السلام نے قرآن کو جمع کیا اور اسے لے کر مہاجرین و انصار (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین) کے پاس آ گئے۔ اس بنا پر کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے چونکہ اس کام کی آپ رضی اللہ عنہ کو نصیحت کر رکھی تھی، اس لیے آپؓ نے یہ قرآن ان لوگوں پر پیش کیا۔ چنانچہ جب ابوبکر (رضی اللہ عنہ وارضاہ) نے اسے کھولا تو اس کے پہلے ہی افتتاحی صفحہ پر مسلمانوں (اہل ایمان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کی فضیحتیں (بری صفتیں اور گندی عادات و بدکرداریاں) لکھی ہوئی تھیں۔ یہ دیکھ کر عمر (رضی اللہ عنہ) تو اُچھل کر کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا: علی! اس قرآن کو واپس لے جاؤ، اس کی ہمیں ضرورت نہیں ہے۔ چنانچہ علی علیہ السلام اس قرآن کو پکڑ کر واپس لے گئے۔

اس کے بعد ان لوگوں نے زید بن ثابت (رضی اللہ عنہ وارضاہ) کو بلوا بھیجا۔ زید قرآن کا حافظ و عالم تھا۔ عمر بن خطاب نے اُس سے کہا: علی ہمارے پاس قرآن لایا تھا کہ جس میں مہاجرین و انصار کی فضیحتیں درج ہیں۔ ہماری رائے یہ ہے کہ: ہم بھی ایک قرآن تصنیف کریں اور جو مہاجرین و انصار کی توہین و فضیحت کے حوالے سے علی کے قرآن میں ہے وہ ہم اس قرآن میں بیان نہ کریں۔ چنانچہ زید بن ثابت نے عمر بن خطاب کی یہ بات مان لی اور کہنے لگا: جیسا تم نے مجھ سے کہا ہے، اگر میں اس طرح کے قرآن سے (اسے لکھ کر) فارغ ہوگیا اور علی (رضی اللہ عنہ) نے اپنے قرآن کو ظاہر کر دیا کہ جسے انھوں نے تصنیف کیا ہے تو کیا اس سے وہ سب کچھ جو تم نے کیا ہوگا باطل نہ ہو جائے گا؟ عمر کہنے لگا: بتلایئے! پھر کیا حیلہ کریں؟ زید بن ثابت کہنے لگا: حیلہ کرنا تم بہتر جانتے ہو۔ یہ سن کر عمر کہنے لگا: اب اس کے سوا اور کوئی حیلہ (اور چارہ) نہیں ہے کہ ہم علی کو قتل کر کے اُس سے راحت حاصل کریں۔ چنانچہ عمر بن خطاب نے خالد بن ولید کے ہاتھوں علی بن ابوطالب کو قتل کروانے کی تدبیر کی، مگر اس پر وہ قادر نہ ہوسکا۔ (لعنة الله علی هؤلاء الروافض المفترين لعنًا كبيرًا) ❷

---

❶ اصول الکافی جلد ۱، ص ۲۲۸۔

❷ تفصیل کے لیے: ملا طبرسی کی کتاب "الاحتجاج" ص ۲۲۵، ص ۲۲۸ و "دراسات عن الفرق فی تاریخ المسلمین" ص ۲۲۸ دیکھیے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس میں کوئی شک وشبہ کی بات نہیں ہے کہ: ان روافض شیعی ملاؤں کی کتابوں میں اس طرح کی کذب و افتراء والی روایتیں ایک انتہائی فاسد اور بیمار خیال وتصور کا تانا بانا ہیں جن سے مؤلفین کا ارادہ وعزم یہ ہے کہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قرآن حکیم میں تحریف کرنے میں متہم کر دیا جائے اور سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کی امامت سے محروم رکھنے والی سازش کرنے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو متہم کر دیا جائے۔ یہ مؤلفین و مصنّفین بظاہر تو سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کی مدح وتوصیف کر رہے ہوتے ہیں مگر درحقیقت وہ آپ کی مذمت کرتے ہیں۔ اور وہ اس طرح کہ: جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ والے قرآن کو لینے سے انکار کر دیا تو روافض مصنّفین آپ رضی اللہ عنہ کے ''سکوتِ انکاری'' والی صفت کو بیان کرتے ہیں۔ تو بتلایئے! اگر واقعی آپ رضی اللہ عنہ کے پاس اصلی منزل من اللہ قرآن مجید تھا تو پھر آپ نے اس کو رد کیے جانے پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ اتفاق کیسے کر لیا؟ کہ خاموش ہو گئے، کچھ بولے ہی نہیں؟ جبکہ اسلام کے دفاع والی راہ میں آپ رضی اللہ عنہ کی بہادری و جرأت سب پر عیاں ہے۔ ادھر امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کا اپنا درج ذیل فرمان ایسی لغویات کا کھلا انکار کرتا ہے۔ فرمایا: ' . أَعْظَمُ النَّاسِ أَجْرًا فِي الْمُصْحَفِ أَبُوْبَكْرٍ ، رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَى أَبِي بَكْرٍ ، هُوَ أَوَّلُ مَنْ جَمَعَ مَا بَيْنَ اللَّوْحَيْنِ ...... قرآن عظیم کے حوالے سے تمام ملت اسلامیہ کے سب لوگوں میں سب سے بڑے اجر کے لحاظ سے سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حقدار ہیں۔ اللہ کی رحمت (اور مغفرت و رضا) ہو ابوبکر بن ابوقحافہ رضی اللہ عنہما پر کہ آپ سب سے پہلے وہ فرد ہیں جنھوں نے دو گتوں کے درمیان (ایک کتاب کی صورت میں) قرآن مجید کو جمع کر دیا۔'' ❶

ملا کلینی نے صرف مذکور بالا افتراء و بہتان اور کذب و وضعیت سے کام نہیں لیا بلکہ قرآن مجید میں تحریف کے متعلق ان باطل افتراءات و اتہامات کی نسبت جناب ابوعبداللہ جعفر الصادق بن محمد الباقر رحمہما اللہ کی طرف کر رکھی ہے۔ کلینی امام موصوف رحمہ اللہ کی طرف نسبت کرتے ہوئے کہتا ہے کہ انھوں نے فرمایا: وہ قرآن مجید کہ جسے نبی کریم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سیّدنا جبریل علیہ السلام لے کر آئے تھے وہ سات ہزار آیات پر مشتمل تھا۔ جب کہ ہم اس وقت اس کی طرف چھ ہزار دو سو تریسٹھ (۶۲۶۳) آیات کی تلاوت کرتے ہیں۔ باقی آیات (یعنی ۷۳۷) آل بیت کے پاس مخفی طور پر جمع اور خزانہ کی ہوئی ہیں۔ ❷

کلینی کا دعویٰ یہ ہے کہ امام جعفر رحمہ اللہ نے اس قرآن کے متعلق فرمایا کہ جسے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے جمع کیا تھا:

---

❶ دیکھئے: سجستانی رحمہ اللہ کی "کتاب المصاحف" جلد ۵، ص ۱.

❷ دیکھئے: کتاب "الامام الصادق" ص ۳۲۳.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ قرآن تمھارے اس قرآن سے تین گنا زیادہ بڑا تھا۔ اللہ کی قسم! اُس قرآن میں تمھارے اس قرآن کا ایک لفظ بھی نہیں ہے اور کہتے ہیں: سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پچھتّر دنوں زندہ رہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا پر ایسی غم ناک مصیبتیں نازل ہوئیں کہ جنھیں ایک اللہ کریم ہی بہتر جانتا ہے۔ چنانچہ اللہ عزوجل نے اُن کی طرف سیّدنا جبریل علیہ السلام کو بھیجا جو اُن کو تسلی دیتے، بذریعہ تعزیت آپ کے غم کو ہلکا کرتے اور آپ رضی اللہ عنہا کو آپ کے ابو جان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں سناتے رہتے اور آپؓ کو آپ کی اولاد کی باتیں سناتے رہتے (کہ وہ دنیا میں کس قدر معزز ہوگی۔) سیّدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ یہ ساری باتیں سنتے رہتے اور جو سنتے اُسے لکھتے رہتے۔ حتیٰ کہ یہ قرآن مجید سے تین گنا بڑا ایک الگ مصحف تیار ہوگیا۔ اس میں حلال وحرام کے بارے میں کچھ بھی مذکور نہیں تھا۔ مگر اس میں جو کچھ (تا قیامت اور پھر قیامت کے بعد) ہونے والا ہے ایک ایک چیز کا علم ہے۔'' [1]

ایک اور شیعی مولوی علی بن ابراہیم القمی بالکل الکلینی جیسے دعووں کا تذکرہ کرتے ہوئے بار بار لکھتا ہے اور پھر اس سے نقل کرتے ہوئے محمد حسن کہ جو الفیض الکاشی کے لقب سے مشہور ہے، اپنی تفسیر میں لکھتا ہے: ''آل بیت علیہم السلام کے واسطہ سے پہنچنے والی روایات سے فائدہ یہ حاصل ہوتا ہے کہ؛ جو قرآن مجید آج ہمارے سامنے ہے، یہ نامکمل ہے کہ جس طرح اسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اُتارا گیا تھا، اس طرح یہ مکمل نہیں ہے۔ بلکہ اس میں:

ا..... جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا تھا اس کے خلاف بھی بہت کچھ ہے۔

ب..... اس قرآن میں وہ عبارتیں اور آیات بھی ہیں کہ جنھیں تبدیل کر دیا گیا ہے اور یہ تحریف شدہ ہیں۔

ج..... یہ کہ اُس قرآن سے بہت ساری چیزیں حذف کر دی گئی ہیں کہ جن میں سے (حذف شدہ) سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا نام بہت سارے مقامات سے نکال دیا گیا ہے۔ اسی طرح ''آل محمد'' والے لفظ کو بھی بہت سارے مقامات سے حذف کر دیا گیا ہے۔

د..... اسی طرح قرآن کے بہت سارے مقامات سے منافقین کے ناموں کو بھی نکال دیا گیا ہے اور ان کے علاوہ بھی بہت ساری چیزیں اس قرآن میں نہیں ہیں۔

ہ..... پھر یہ کہ قرآن (جو شروع سے اہل ایمان مسلمانوں کے پاس مدون چلا آرہا ہے۔) اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مطلوبہ و پسندیدہ ترتیب کے مطابق بھی نہیں ہے۔''

محمد حسن الفیض الکاشی کہتا ہے: علی بن ابراہیم القمی کا یہی عقیدہ ونظریہ اور یہی اُس کی رائے ہے۔ القمی کی بھی ایک تفسیر ہے جو اس طرح کے دعووں اور ان دعووں میں غلو سے بھری پڑی ہے۔ اس نے اپنی تفسیر میں اس

[1] دیکھئے: أصول الکافي جلد ۱، ص ۲۳۹، ۲۴۰۔ "بحار الأنوار" جلد ۲۶، ص ٤٤۔ "بصائر الدرجات" ص ٤٣.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بات کا بھی دعویٰ کیا ہے کہ: قرآن میں ایسی آیات بھی تھیں جو سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کی ولایت پر دلالت کرتی تھیں مگر اُنھیں حذف کر دیا گیا ہے۔''❶

کتاب ''بصائر الدرجات'' کا مصنف صفّار اپنی سند کے ساتھ سیّدنا ابوجعفر محمد بن علی رحمہ اللہ کے بارے میں (اپنے گمانِ غالب کی بنیاد پر) لکھتا ہے: ''وصیوں (شیعہ کے اماموں) کے بغیر کوئی ایک شخص بھی اس بات کا دعویٰ کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا کہ تمام کا تمام قرآن ظاہر و باطن کے اعتبار سے جمع کر دیا گیا تھا۔'' نہ ہی لوگوں میں سے کوئی بھی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ جو اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن عظیم اُتارا تھا وہ سب کا سب جمع کر دیا گیا تھا سوائے جھوٹے آدمی کے۔ (یعنی جھوٹا شخص ہی ایسا دعویٰ کر سکتا ہے) یہ قرآن جس طرح نازل کیا گیا تھا اُسے سوائے علی بن ابوطالب اور آپؓ کے بعد (روافض شیعہ کے) اماموں کے کسی نے نہ اس کو جمع کیا ہے اور نہ ہی کسی نے اُس کی حفاظت کی ہے۔''❷

''تفسیر العیاشی'' میں جناب ابوعبداللہ جعفر بن محمد رحمہ اللہ کی روایت درج ہے کہ: اگر قرآن کو اسی طرح پڑھا جاتا جس طرح یہ اُتارا گیا تھا تو اُس میں ہماری محبوب ترین ہستیوں کو نام بنام ہم لکھا ہوا ضرور پاتے۔ اسی تفسیر میں پھر یوں بھی درج ہے: امام ابوجعفر محمد بن علی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ: ''اگر اللہ کی کتاب میں اضافہ نہ کر دیا جاتا اور نہ اس میں کمی کی جاتی تو کسی بھی عقل مند آدمی پر ہمارا حق مخفی نہ رہتا۔''❸

روافض شیعہ کی کتب میں قرآن مجید کی تحریف کے موضوع پر صراحت کرنے والی جعلی اور جھوٹی روایات کی بھرمار ہے۔ ان کے بڑے بڑے علماء اور ملاؤں نے ان روایات کے تواتر اور تا حال جاری رہنے کے بارے میں اطلاع و خبر دے رکھی ہے۔ چنانچہ ملا المفید کہتا ہے: آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے آئمۃ الھدی کی طرف سے روایت کردہ فیض یاب کرنے والی روایات و اخبار میں ''قرآن مجید'' کے اختلاف کے متعلق (صراحت سے) آیا ہے اور یہ کہ بعض ظالموں نے قرآن میں جو حذف کر کے کمی و نقص پیدا کر دیا ہے وہ بھی ان اخبار و روایات نے بیان کیا ہے۔''❹

شیعہ روافض کے کبار مفسرین میں سے ایک ان کا بڑا عالم ''ہاشم بن سلیمان البحرانی (متوفی ۱۱۰۷ ہجری) لکھتا ہے: متواتر پہنچنے والی روایات و اخبار وغیرھا کے مطابق اس بات کو خوب جان لو! بلاشبہ وہ حق کہ جس سے کوئی

❶ دیکھئے: دراسات عن الفرق فی تاریخ المسلمین ص ۲۲۹، ص ۲۳۰.

❷ دیکھئے: بصائر الدرجات ص ۲۱۳.

❸ دیکھئے: تفسیر العیاشی جلد ۱، ص ۱۳.

❹ دیکھئے: "اوائل المقالات" ص ۹۱.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرار نہیں، وہ یہ ہے کہ؛ بلاشبہ یہ قرآن جو اس وقت ہمارے ہاتھوں (بصورت مدون کتاب) میں ہے، اس میں رسول اللہ ﷺ کے بعد بہت ساری تبدیلیاں واقع ہو چکی ہیں اور آپ ﷺ کے بعد جن لوگوں نے اس کو جمع کیا تھا انھوں نے اس کی بہت ساری آیات اور ڈھیر سارے الفاظ کو اس میں درج نہیں کیا تھا۔'' ''اور میرے پاس ان اخبار و روایات کا تتبع کرنے اور آثار کی چھان پھٹک کرنے کے بعد اس نظریہ و قول (دعویٰ) کی صحت کو واضح کرنے کے لیے، اس حیثیت سے کہ یوں کرنا (اور یہ باطل وخبیثانہ نظریہ رکھنا کہ جو تحریف قرآن والا یہ شیعہ بیان کرتے ہیں۔) شیعیت کو پھیلانے والے مذہب کی ضروریات میں سے ہونے میں حکم و قانون ہو سکتا ہے۔ (یہی کافی ہے کہ) ایسا کرنا خلافت کے مقاصد میں سے ایک بڑا مقصد ہے۔ (یعنی جیسا بھی جھوٹا، سچا، باطل ومفتر بن سکے خلافت و امامت اور ولایت و وصایۂ علی و اولادہ رضی اللہ عنہم کو ثابت کر کے چھوڑنا ہے۔) ❶

ان کا ایک مولوی نعمۃ اللہ الجزائری (متوفی ۱۱۱۲ھ) کہتا ہے: اس تحریف پر دلالت کرنے والی اخبار دو ہزار حدیثوں سے زیادہ ہیں۔ اُس نے ان روایات کی اشاعت کو بحیثیت جماعت کا دعویٰ کیا ہے کہ ان کے پھیلاؤ میں پوری جماعت شیعہ کا ہاتھ ہے، جیسے کہ: المفید، المحقق الداماد اور علامہ مجلسی وغیرہم۔ ❷

تو یہ ہیں ان کے بڑے اماموں اور محققوں کے اقوال جو روایات کے تواتر اور ان کی پوری جماعت میں (فرقہ شیعہ میں مکمل طور پر) ان کی کتابوں میں قرآن کی تحریف اور اس کے تبدیل ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور یہ اقوال و روایات ہزاروں تک پہنچتے ہیں جنھوں نے ان کے بعض علماء کو اس حد تک پہنچا دیا ہے کہ وہ اپنی رائے میں قطعیت کو پہنچے ہوئے ہیں اور وہ اس بات کا عقیدہ رکھتے ہیں کہ: ''تحریف و تبدل کا یہ عقیدہ ان کے ہاں ان کے مذہب کی ضروریات میں سے ہے اور امامت کے سب سے بڑے مقاصد میں سے ہے۔''

ہم یہاں پر اس ضمن میں ان کے کبار علماء کا اجماع نقل کرتے ہیں کہ قرآن میں تحریف و تبدیلی ہو چکی ہے۔ چنانچہ اس دعویٰ تحریف قرآن پر ان کے اجماع کو نقل کرتے ہوئے المفید کہتا ہے: ''امامیہ فرقہ اثنا عشریہ کے علماء و مشائخ اس بات پر متفق ہو چکے ہیں کہ: گمراہوں کے اماموں (اہل السنہ والجماعۃ سلفی جماعت حقہ کے سلف صالحین، علماء عظام و محدثین کرام رضی اللہ عنہم) نے قرآن کی تالیف میں بہت زیادہ ایک دوسرے سے اختلاف کیا ہے اور وہ قرآن کے متعلق نبی کریم ﷺ کی سنت اور آسمانوں سے اتارے جانے کے موجب اصل سے بھر چکے ہیں اور معتزلہ، خوارج، مرجئہ اور اصحاب الحدیث ان تمام باتوں میں کہ جنھیں ہم نے شمار کیا ہے امامیہ (روافض اثنا

❶ دیکھئے: مقدمة تفسير البرهان في تفسير القرآن ص ٣٦.

❷ دیکھئے: فصل الخطاب ص ٢٤٨.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عشریہ) کے خلاف اجماع کر چکے ہیں۔'' ❶

روافض کے ایک اور بڑے مولوی النوری الطبرسی (کہ جو ۱۳۲۰ھ میں فوت ہوا) نے روافض شیعہ کے نزدیک تحریف قرآن کے دعویٰ کو ثابت کرنے پر ایک کافی موٹی سی کتاب تصنیف کر ڈالی ہے جس کا نام اُس نے: ''فصل الخطاب فی إثبات تحریف کتاب رب الأرباب'' رکھا ہے۔ اس کتاب میں دو ابواب کے عناوین اس طرح سے ہیں۔

الباب الاوّل: في الأدلة علی تحریف القرآن (بزعمه)......یعنی قرآن کی تحریف پر دلائل۔

الباب الثاني: فی الرد علی القائلین بصحة القرآن فی الأمة ......یعنی یہ باب ہے: اُمت میں قرآن کے تاہنوز صحیح رہنے کے قائلین کے رد میں۔

اور پھر اس ملا طبرسی نے اپنی کتاب میں ان کے اپنے نظریۂ باطل کے مطابق قرآن کی تحریف پر دلالت کرنے والی ہزاروں موضوع اور جھوٹی روایات کا انبار لگا دیا ہے۔ اس حیثیت سے کہ بارہ فصلوں پر مشتمل پہلے باب کی صرف آخری دو فصلوں میں اُس نے ۱۶۰۲ روایتیں درج کی ہیں۔ یہ روایتیں اور جھوٹی حکایتیں اس باب کی دوسری فصلوں کے علاوہ ہیں کہ جنھیں اُس نے یہاں ذکر کیا ہے۔ اسی طرح اس کتاب کے تین مقدمے اور باب ثانی بھی ہے اور پھر مصنف، جو کچھ اُس نے جھوٹ، طوفان جمع کیا ہے اس کی قلت جمع پر معذرت طلب کرتے ہوئے کہتا ہے: ''اور ہم اپنی قلت بضاعت کی بنیاد پر ان روایات میں سے صرف وہی ذکر کر رہے ہیں کہ جو اُن کے دعویٰ کی تصدیق کریں۔'' اور پھر مصنف نے ان روایات کو ثقہ بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ: ''اور جان لیجیے کہ یہ اخبار ان معتبر کتب سے منقول ہیں کہ جن پر شرعی احکام اور آثار نبویہ کو ثابت کرنے میں ہمارے اصحاب کو بھروسہ ہے۔'' ❷

اور پھر اس کے بعد کہ طبرسی نے تحریف کے قائلین اپنے علماء شیعہ امامیہ اثنا عشریہ کی بھاری تعداد والے ایک بڑے گروہ کو مسلسل بیان کرنے کے بعد، یعنی اس کے اپنے فرقہ کے مولویوں کے اس نظریہ والوں کو بیان کرنے میں اُس نے پانچ صفحات بھر دیے ہیں، کہا ہے کہ: ''اور وہ سب کے سب کہ جنھیں ہم نے بیان کیا اور اُن کے نام نقل کیے متقدمین کے درمیان بہت بڑی شہرت کا دعویٰ ممکن ہے اور ان کے مقابلے میں مخالفین کو شمار کرنا ایسے چندے معدود معین شخصوں کے ساتھ ممکن ہے کہ جن کا ذیل میں ذکر کیا جائے گا۔'' یعنی قرآن کی تحریف

---

❶ دیکھئے: ''اوائل المقالات'' ص ٤٩،

❷ تفصیل کے لیے: فصل الخطاب ص ٢٤٩ اور ''الإنتصار للصحب الآل ص ٦٢.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے قائلین کی تعداد روافض میں بہت زیادہ ہے اور اس دعویٰ کی تردید و مخالفت کرنے والوں کی تعداد بہت کم۔ ❶

اس کے بعد طبرسی نے ذکر کیا ہے کہ مخالفین درج ذیل ہیں؛ یعنی ملا الصدوق، المرتضٰی اور شیخ الطائفہ (تحریف قرآن کی مخالفت کرنے والے لوگوں کے گروہ کا سردار) طوسی۔ قدماء روافض امامیہ میں سے (طبرسی کہتا ہے کہ) کوئی بھی ان لوگوں کی موافقت کرنے والا معلوم نہیں ہے۔ پھر طبرسی نے اس کے بعد ان علماء میں سے بعض کے متعلق تحریف قرآن والے نظریہ کے قائل نہ ہونے پر معذرت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: جس چیز نے اُنھیں اس بات پر تیار کیا وہ تقیہ تھا اور مخالفین کی مدارت۔ ❷

اپنے ان مذکور بالا علماء و مشائخ کی طرف سے معذرت کرتے ہوئے نعمۃ اللہ الجزائری تو نوری طبرسی سے بھی چار ہاتھ آگے نکل گیا ہے۔ چنانچہ وہ عقیدہ تحریف پر اثنا عشری امامی علماء کا اجماع بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ: ''ہاں! اس عقیدہ ونظریہ میں المرتضٰی، الصدوق اور الشیخ الطبرسی نے مخالفت کی ہے اور انھوں نے بیان کیا ہے کہ آج دوگتوں کے درمیان (کتابی صورت میں مدون ومروج کتاب) یہ مصحف شریف ہی قرآن مجید ہے کوئی اور اس کے علاوہ قرآن نہیں۔ اس قرآن میں نہ کوئی تحریف ہوئی ہے اور نہ کوئی تبدیلی۔''

ظاہر ہے کہ ان مشائخ (مذکور بالا) کی طرف سے یہ قول بہت ساری مصلحتوں کی بناء پر صادر ہوا ہے، جن میں سے بعض درج ذیل ہیں:

ا...... اس دعویٰ تحریف پر طعن و تشنیع والے دروازے کو بند کرنا کہ جب روافض نے قرآن حکیم میں تحریف کو جائز مان رکھا ہے تو پھر اس کے اُصول وقواعد اور احکام پر عمل کرنا کیسے جائز رہے گا؟

ب...... روافض شیعہ کے ان بڑے بڑے علماء نے اپنی تصنیفات و تالیفات میں ایسی بکثرت روایات کو کیسے روایت کردیا کہ جو قرآن میں ان امور (تحریف وتبدل اور زیادتی) کے وقوع پذیر ہونے پر مشتمل ہیں جبکہ آیت تو اسی طرح نازل ہوئی تھی مگر پھر اسے اس کی طرف تبدیل کر دیا گیا۔ (الجزائری کی اس تقیہ والی چادر میں لپٹی بات کی سمجھ نہیں آئی۔) ❸

اس سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ: قرآن مجید کی تحریف اور اس میں تغیر و تبدل کا عقیدہ تمام کے تمام رافضی شیعہ علماء کے اجماع کا مرکز ہے۔ جیسا کہ طبرسی نے اسے اپنی کتاب ''فصل الخطاب'' میں پورے وثوق سے بیان کیا ہے اور اس بات پر ان کے بڑے بڑے ملاؤں اور علماء کے پیچھے بیان کردہ اقوال بھی دلالت کرتے

---

❶ فصل الخطاب ص ۳۰۔ ❷ ایضاً ص ۳۲، ۳۴۔

❸ دیکھئے: "الانوار النعمانیہ" جلد۲، ص ۳۲۸، ص ۳۵۹۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ پھر یہ کہ اس عقیدہ ونظریہ کے بارے میں ان کے علماء میں سے کسی ایک نے بھی مخالفت نہیں کی اور جن چار مولویوں نے مخالفت کی بھی تھی، تو طبرسی اور الجزائری نے ان کو تقیہ کی چادر اوڑھا کر اپنے ساتھ ملا لیا ہے۔

شیعہ روافض کی کتابوں (مصادر ومراجع) کی ورق گردانی اور مطالعہ سے ظاہر و باہر یہی معلوم ہو رہا ہے کہ ان کے تمام کے تمام علماء و ملا قرآن حکیم کی تحریف اور اس کی تبدیلی کا عقیدہ و نظریہ ہی صرف نہیں رکھتے بلکہ اس کی وہ اشاعت بھی کرتے ہیں۔ اگر چہ انھوں نے اس ضمن میں اہل السنہ والجماعۃ کو دھوکہ دینے کے لیے نفاق اور تقیہ کا لباس پہن رکھا ہے۔ ❶

روافض شیعہ کی طرف سے قرآن مجید میں تحریف والے نظریہ کو ہم نے جو اُنھی کی کتابوں سے ثابت کیا ہے تو اس پر یہ بات بھی ایک ٹھوس دلیل کے طور پر پیش کی جاسکتی ہے کہ عصر حاضر کے شیعہ کی طرف سے ان کبار و قدیم علماء و آئمہ اور ملاؤں میں سے کسی ایک کے ساتھ بھی تعارض نہیں کیا اور نہ ہی اس پر نقد و جرح کرتے ہوئے اس کی نفی کی ہے جو قرآن حکیم میں تحریف کے قائل ہیں۔ جبکہ وہی کلینی آج تمام کے تمام روافض شیعہ کے نزدیک ثقہ بھی ہے اور ان کے ہاں تعظیم واکرام اور مرجع اوّل کی حیثیت اختیار کر چکا ہے کہ جس نے یہودی سازش والے اس بدبودار باطل نظریہ کو خوب ہوا دی ہے۔ جبکہ عصر حاضر کے بعض شیعہ علماء قرآن حکیم میں کمی و بیشی والی تحریف کی بالتاکید نفی بھی کرتے ہیں۔ مگر ہم ان میں سے کسی ایک کو بھی ایسا نہیں پاتے کہ جو کلینی پر بالصراحت رد کرتا ہو یا اس کو ثقہ نہ ماننے کا اظہار کرتا ہو یا جس نظریہ وعقیدہ کو اس نے پیش کیا ہے اسے وہ نہ مانتا ہو۔ بلکہ عصر حاضر کے بعض شیعہ ملاؤں نے تو بات کو توڑ مروڑ کر پیش کرنے والا طریقہ اختیار کیا ہے تا کہ وہ کلینی کی طرف سے دفاع کریں اور اس کے لیے معذرت کا کوئی راستہ نکالیں۔'' ❷

اگر عصر حاضر کے روافض شیعہ اپنے اس دعویٰ میں سچے ہیں کہ وہ تحریف قرآن کے قائل نہیں ہیں تو اُن پر لازم ہے کہ وہ ہر اُس شخص سے براءت کا اعلان کریں کہ جو قرآن کریم کی تحریف کا قائل ہو چاہے اُس کی حیثیت ان کے نزدیک جیسی بھی کیوں نہ ہو اور یہ کہ وہ ہر اُس شخص کو کافر تسلیم کرنے میں ذرہ بھر تردّد سے کام نہ لیں کہ جو قرآن مجید کے کسی ایک لفظ کا بھی انکار کرے اور وہ واضح کریں کہ جماعتوں میں بعض کی تکذیب سب کی تکذیب شمار ہوتی ہے۔ اس لیے کہ دین حنیف میں ضرورت کے پیش نظر اس پر بالصراحت طعن ہے کہ جو نبی مکرم ﷺ سے ثابت ہے اور اہل ایمان مسلمانوں کا تو اس پر مکمل اجماع و اتفاق ہے کہ قرآن کریم ہی وہ

❶ تفصیل کے لیے: احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ کی ''الشیعة والقرآن'' ص ٦٨ تا ص ٧١ اور ''الإنتصار للصحب والآل'' ص ٦٥ دیکھ لیجیے۔
❷ تفصیل کے لیے: ''اضواء علی خطوط محب الدین'' ص ٤٢ اور اس کے بعد والے صفحات۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتاب الٰہی ہے کہ تحریف وتبدیلی جس کا دروازہ بھی نہیں کھٹکھٹا سکتیں اور یہ اس لیے کہ تورات وانجیل کے برعکس اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کتابِ عظیم کی حفاظت کا ذمہ خود لے رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تورات اور انجیل کی حفاظت کا ذمہ خود بذاتِ اقدس نہیں لیا تھا۔ بلکہ ان کی حفاظت اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) کو سونپ دی تھی، مگر انھوں نے ان دونوں کتابوں میں تحریف کر کے ان کو ضائع کر دیا ہے۔ (روافض یہ چاہتے ہیں کہ قرآن میں تحریف و تبدیلی کا شوشہ چھوڑ کر ہم اہل ایمان، مسلمانوں کو بھی یہود ونصاریٰ والے بدبودار گندے جوہڑ میں دھکا دے دیں۔)

امام شاطبی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ: مجھے ابوعمر الدانی نے بتلایا کہ: ابوالحسن المنتاب رحمہ اللہ بیان کرنے لگے: ایک دن میں قاضی ابواسحاق اسماعیل بن اسحاق رحمہ اللہ کے پاس موجود تھا۔ اُن سے پوچھا گیا: قاضی صاحب! اہل کتاب پر ان کی کتابوں میں تبدیلی اور تحریف کو کیونکر جائز رکھا گیا ہے؟ تو قاضی ابواسحاق رحمہ اللہ فرمانے لگے: اس طرح کہ اللہ عزوجل نے اہل کتاب کے بارے میں قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿ اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّ نُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَ الْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَ كَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝ ﴾ (المائدہ: ٤٤)

''بے شک ہم نے تورات اتاری، جس میں ہدایت اور روشنی تھی، اس کے مطابق فیصلہ کرتے تھے انبیاء جو فرماں بردار تھے، ان لوگوں کے لیے جو یہودی بنے اور رب والے اور علماء، اس لیے کہ وہ اللہ کی کتاب کے محافظ بنائے گئے تھے اور وہ اس پر گواہ تھے۔ تو تم لوگوں سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو اور میری آیات کے بدلے تھوڑی قیمت نہ لو اور جو اس کے مطابق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے نازل کیا ہے تو وہی لوگ کافر ہیں۔''

اس آیت کریمہ میں صاف معلوم ہو رہا ہے کہ: تورات (اور بعد میں انجیل) کی حفاظت کا ذمہ اہل کتاب کو دیا گیا تھا، چنانچہ اس کی حفاظت نہ کر سکنے کی صورت میں ان کو تحریف کی جرأت ہوگئی اور انھوں نے تورات میں تبدیلی کر ڈالی (بعد میں نصاریٰ نے بھی وہی راستہ اختیار کیا جو یہود نے اپنا رکھا تھا اور انھوں نے بھی انجیل میں تحریف کر ڈالی۔) مگر قرآن عظیم کے حوالے سے اللہ عزوجل نے فرمایا:

﴿ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ ﴾ (الحجر: ۹)

''بے شک ہم نے ہی یہ نصیحت نازل کی ہے اور بے شک ہم اس کی ضرور حفاظت کرنے والے ہیں۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس لیے مسلمانوں کو اس میں تبدیلی وتحریف کی قطعاً نہ اجازت ملی ہے اور نہ ہی وہ ایسی کوئی جرأت کرتے ہیں۔ ابوعمر علی الدانی کہنے لگے: ابوالحسن المنتاب کی زبانی یہ بیان سن کر میں جناب ابوعبداللہ المحاملی رحمہ اللہ کے پاس آیا اور اُن کے سامنے قاضی ابواسحاق رحمہ اللہ کی اس تشریح کا تذکرہ کیا۔ وہ فرمانے لگے: ''میں نے اس ضمن میں اس سے بڑھ کر کوئی بات نہیں سنی۔'' ❶

پچھلے گزرے ہوئے تمام زمانوں کے اہل ایمان واسلام والی ساری کی ساری امت خیر الامم اس عقیدہ و نظریہ پر متفق ہے کہ قرآن کریم اللہ عزوجل کی وہ کتابِ عظیم ہے کہ جسے رب العالمین نے اپنے نبی معظم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر چودہ صدیاں پہلے نازل فرمایا تھا اور پورے کا پورا بعینہٖ وہی قرآن آج بھی مسلمان کے ہاتھوں میں موجود ہے۔ نہ اس میں کسی لفظ وآیت کی زیادتی ہوئی ہے اور نہ کمی۔ نہ اس میں کوئی تغیر واقع ہوا ہے اور نہ کوئی تبدیلی ہوئی ہے۔ نہ ہی شروع زمانہ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین وتابعین وتبع تابعین کے دورِ خیر القرون میں اور نہ ہی بعد میں کسی اور صدی وزمانہ میں۔ نہ ہی یہ ممکن ہے کہ اس ضمن میں کچھ بھی اس کے اندر داخل ہوسکے۔ اس لیے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے تاقیامت اس کی خود بذاتِ اقدس حفاظت کرنے اور اس کے بچاؤ کا ذمہ لے رکھا ہے۔ اس نظریہ وعقیدہ اور بالاجماع متفق علیہ فیصلہ کی مخالفت آج تک رافضی شیعوں کے سوا کوئی فرقہ اور کوئی مذہب نہیں کرسکا۔ ان کا عقیدہ ونظریہ اور گمان غالب الی حدالیقین یہی ہے کہ: قرآن کریم میں تحریف، تغیر اور تبدیلی واقع ہوچکی ہے۔ یہ گمانِ غالب رکھتے ہیں کہ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم اجمعین) ہی وہ لوگ تھے کہ جنھوں نے اپنی دنیاوی مصلحتوں کے پیش نظر اس قرآن میں تحریف کر ڈالی تھی۔ مگر ان جھوٹے دغاباز اور کذاب رافضیوں کے پاس سوائے اپنی جھک مارنے کے کوئی ثبوت اس کا نہیں ہے۔ ان کا یہ عقیدہ ونظریہ اور گمانِ غالب الی حدالیقین بالصراحت باطل ہے۔ اُن کے اس عقیدہ اور بدباطن نظریہ کے باطل ہونے پر ذیل میں ہم قرآن کریم، آئمہ اہل بیت کے اقوال اور عقلی دلائل سے بعض کو بالاختصار بیان کرتے ہیں۔ جبکہ اس موضوع پر تفصیل میں الگ سے بڑی بڑی کتب لکھی گئی ہیں۔ لیجیے پہلے:

١..... قرآن کریم سے دلائل:

قرآن کریم کی حفاظت کے لیے خود اللہ رب العالمین کی ذاتِ اقدس کے ذمہ وکفالت پر دلالت کرنے والی بالصراحت چند ایک آیات کریمہ پیش خدمت ہیں۔ جبکہ اس موضوع سے متعلقہ آیات سے تو قرآن بھرا پڑا ہے۔ فرمایا:

---

❶ دیکھئے: ''الموافقات'' جلد ۲، ص ۵۹.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ ﴾ (الحجر : ۹)

''بے شک ہم نے ہی یہ نصیحت نازل کی ہے اور بے شک ہم اس کی ضرور حفاظت کرنے والے ہیں۔'' ❶

﴿ وَاتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴾ (الکھف : ۲۷)

''اور اس کی تلاوت کر جو تیری طرف تیرے رب کی کتاب میں سے وحی کی گئی ہے، اس کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں اور نہ اس کے سوا تو کبھی کوئی پناہ کی جگہ پائے گا۔''

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَآءَهُمْ وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ لَا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ﴾ (حم السجدہ : ۴۱ تا ۴۲)

''بے شک وہ لوگ جنھوں نے اس نصیحت کے ساتھ کفر کیا، جب وہ ان کے پاس آئی (وہ بھی ہم پر مخفی نہیں ہیں) اور بلاشبہ یہ یقیناً ایک باعزت کتاب ہے۔ اس کے پاس باطل نہ اس کے آگے سے آتا ہے اور نہ اس کے پیچھے سے، ایک کمال حکمت والے، تمام خوبیوں والے کی طرف سے اتاری ہوئی ہے۔''

﴿ الٓمّٓ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴾ (البقرہ : ۱ تا ۲)

''الٓمّٓ۔ یہ کتاب، اس میں کوئی شک نہیں، بچنے والوں کے لیے سراسر ہدایت ہے۔''

﴿ الٓرٰ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ﴾ (ھود : ۱)

''الٓرٰ۔ ایک کتاب ہے جس کی آیات محکم کی گئیں، پھر انھیں کھول کر بیان کیا گیا ایک کمال حکمت والے کی طرف سے جو پوری خبر رکھنے والا ہے۔''

﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ

❶ اب رہا یہ ''ذکر'' جس کے لانے والے کو تم دیوانہ کہہ رہے ہو تو یہ ہمارا ہی نازل کردہ ہے۔ جس طرح قرآن اپنے لفظ اور معنی کے اعتبار سے معجزہ ہے کہ جن وانس جمع ہو کر بھی اس جیسی ایک سورۃ نہیں بنا سکتے۔ اسی طرح اس کا یہ بھی اعجاز ہے کہ اس میں ردّ و بدل نہیں ہو سکے گا۔ قرآن کی حفاظت کا یہ وعدہ حیرت انگیز طریقہ پر پورا ہوا اور ہو رہا ہے۔ قرآن کے علاوہ دنیا میں کوئی کتاب ایسی نہیں ہے جو چودہ سو سال گزر جانے کے باوجود اس طرح محفوظ ہو کہ اس کے کسی ایک حرف میں ردّ و بدل نہ ہوا ہو اور دنیا بھر میں قرآن کے جتنے نسخے موجود ہیں ان میں ادنیٰ سا بھی اختلاف نہیں ہے۔ اس کے علاوہ لاکھوں کروڑوں انسانوں کے سینوں میں محفوظ ہے۔ یہ ہے قدرت کی طرف سے حفاظت جو کسی اور کتاب کو نصیب نہیں ہوئی اور قرآن کی اس طرح حفاظت کے مخالفین بھی معترف ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لِّيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّ الْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَفِيْ شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ ۝ وَّ لِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ فَتُخْبِتَ لَهٗ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝﴾

(الحج: ٥٢ تا ٥٤)

''اور ہم نے تجھ سے پہلے نہ کوئی رسول بھیجا اور نہ کوئی نبی مگر جب اس نے کوئی تمنا کی شیطان نے اس کی تمنا میں (خلل) ڈالا تو اللہ اس (خلل) کو جو شیطان ڈالتا ہے، مٹا دیتا ہے، پھر اللہ اپنی آیات کو پختہ کر دیتا ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔ تا کہ وہ اس (خلل) کو جو شیطان ڈالتا ہے، ان لوگوں کے لیے آزمائش بنائے جن کے دلوں میں بیماری ہے اور جن کے دل سخت ہیں اور بے شک ظالم لوگ یقیناً دور کی مخالفت میں ہیں۔ اور تا کہ وہ لوگ جنھیں علم دیا گیا ہے، جان لیں کہ بے شک وہی تیرے رب کی طرف سے حق ہے تو وہ اس پر ایمان لے آئیں، پس ان کے دل اس کے لیے عاجز ہو جائیں اور بے شک اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے یقیناً سیدھے راستے کی طرف ہدایت دینے والا ہے۔''[1]

[1] لفظ "امنية" اور "تمنى" کے یہ دونوں معنی آتے ہیں۔ اس لیے مفسرین نے دونوں معنی ہی بیان کیے ہیں۔ پہلے معنی ''خیال باندھا'' پر شاہ صاحب لکھتے ہیں: نبی ﷺ کو ایک حکم اللہ کی طرف سے آتا ہے اس میں ہرگز تفاوت نہیں، اور ایک اپنے دل کا خیال۔ اس میں جیسے اور آدمی کا کبھی خیال ٹھیک پڑا کبھی نہ پڑا۔ جیسے رسول اللہ ﷺ نے خواب دیکھا کہ مدینے سے مکے گئے اور عمرہ کیا۔ خیال میں آیا کہ شاید اب کے برس ہوگا مگر وہ ٹھیک پڑا اگلے برس...... پھر اللہ جتا دیتا ہے کہ جتنا حکم تھا اس میں تفاوت نہیں۔ اس صورت میں اس خیال کے غلط ہونے کی بنا پر اسے شیطان کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ دوسرے معنی یعنی ''کچھ پڑھنا شروع کیا'' کے تحت بعض علمائے تفسیر نے اس کی شانِ نزول میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ سورۂ ''النجم'' تلاوت فرما رہے تھے جب آیت '' ومناة الثالثة الاخرى '' پر پہنچے تو بے شعوری کے عالم میں شیطان نے آپ کی زبان پر یہ کلمات جاری کر دیے: " تلك الغرانيق العلى وان شفاعتهن لترتجى " (کہ یہ عالی مقام دیویاں ہیں اور ان کی شفاعت متوقع ہے) اس پر کفار قریش بہت خوش ہوئے کہ آج ہمارے بتوں کی بھی تعریف ہوئی ہے اور آنحضرت ﷺ کو بہت غم لاحق ہوا۔ چنانچہ سورہ حج کی یہ آیت نازل ہوئی اور آپ کو تسلی دی گئی کہ پہلے انبیاء کی وحی میں بھی شیطان اس قسم کی دخل اندازیاں کرتا رہا ہے مگر شیطان کے یہ حربے کامیاب نہیں ہوئے وغیرہ۔ مگر محققین علما نے اس قصہ کی پرزور تردید کی ہے اور اسے بے اصل قرار دیا ہے۔ ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے تو اس قصہ کو زنادقہ (ملحدین) کی سازش قرار دیا ہے تا کہ دین میں شک وشبہات پیدا کر سکیں۔ یہی بات محمد بن اسحاق صاحب سیرۃ اور ابو منصور ماتریدی نے لکھی ہے۔ گو حافظ ابن حجر اور ان کے بعد ابراہیم کورانی نے اسنادی حیثیت سے اُسے قابل اعتبار قرار دیا ہے۔ اور پھر معنوی حیثیت سے جو اعتراضات اس پر وارد ہوتے ہیں، ان کے جوابات میں بہت طویل بحث کی ہے۔ مگر بہتر رائے ابن خزیمہ رحمہ اللہ وغیرہ کی ہے۔ کیونکہ اگر سے تسلیم کر لیا جائے تو وحی سے اعتبار اٹھ جاتا ہے۔ حالانکہ وحی کی تبلیغ میں انبیاء کا معصوم اور محفوظ ہونا متفق علیہ امر ہے اور جیسا کہ قاضی عیاض نے ''الشفا'' میں تصریح کی ہے اور امت کا اتفاق ہے کہ وہ قصداً یا سہواً اس میں غلطی نہیں کر سکتے۔ (مزید دیکھیے سورۃ النجم: ۲۰، مختصر از تفسیر کبیر و روح المعانی) لہٰذا ان دوسرے معنی کی رو سے آیت کا صحیح مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ شیطان اس وحی کے متعلق لوگوں کے دلوں ⇦⇦⇦

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ٥ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ٥ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ٥ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ٥﴾ (القیامہ: ١٦ تا ١٩)

''تو اس کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دے، تاکہ اسے جلدی حاصل کر لے۔ بلاشبہ اس کو جمع کرنا اور (آپ کا) اس کو پڑھنا ہمارے ذمے ہے۔ تو جب ہم اسے پڑھیں تو تو اس کے پڑھنے کی پیروی کر۔ پھر بلاشبہ اسے واضح کرنا ہمارے ذمے ہے۔'' ❶

﴿وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ٥﴾ (البقرہ: ٢٣)

''اور اگر تم اس کے بارے میں کسی شک میں ہو جو ہم نے اپنے بندے پر اتارا ہے تو اس کی مثل ایک سورت لے آؤ اور اللہ کے سوا اپنے حمایتی بلا لو، اگر تم سچے ہو۔''

﴿وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ٥ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ٥ بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا

⇦⇦ میں شبہے ڈالنے کی کوشش کرتا ہے جیسا کہ ''متشابہات'' میں اہل زیغ (کج ذہن) فتنہ پردازی اور ملمع سازی کی کوشش کرتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ دوسری محکم آیات نازل فرما کران کی ''تاویلات فاسدہ کا سدباب کر دیتا ہے۔ واللہ اعلم۔

❶ صحیحین وغیرہ میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی اترتے وقت سختی ہوتی تو آپ جلدی جلدی اپنی زبان اور ہونٹ ہلاتے رہتے اس ڈر سے کہ کہیں وحی کا کوئی حصہ آپ بھول نہ جائیں۔ آپ یہ چاہتے کہ اسے اس طرح محفوظ کر لیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔ چنانچہ اس کے بعد جب وحی آتی تو آپ خاموش رہ کر سنتے رہتے، جب سیدنا جبریل علیہ السلام چلے جاتے تو آپ، جو انھوں نے پڑھایا ہوتا اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق پڑھ دیتے۔

﴿فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا ٥﴾ (طٰہٰ: ١١٤)

''پس بہت بلند ہے اللہ جو حقیقی بادشاہ ہے، اور قرآن پڑھنے میں جلدی نہ کر، اس سے پہلے کہ تیری طرف اس کی وحی پوری کی جائے اور کہہ اے میرے رب! مجھے علم میں زیادہ کر۔''

مفسرین کہتے ہیں کہ جب سیدنا جبریل علیہ السلام، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کی متعدد آیات لا کر سناتے تو آپ شدت شوق سے یا اس خیال سے کہ بھول نہ جائیں سیدنا جبریل علیہ السلام کی قراءت مکمل ہونے سے پہلے ہی انھیں پڑھنا شروع کر دیتے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو متنبہ فرمایا کہ ایسا نہ کیجیے بلکہ وحی کو مکمل ہو لینے دیجیے جیسا دوسری جگہ (سورہ القیامہ: ۱۶۔۱۸) میں فرمایا: ﴿لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ٥ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ٥ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ٥﴾ ''قرآن اترتے وقت اپنی زبان نہ ہلایا کیجیے، اسے جلدی سے یاد کرنے کے لیے (آپ کے دل میں) اس کا جما دینا اور اس کا پڑھا دینا ہمارا ذمہ ہے۔ پھر جب ہم (فرشتہ کے ذریعے) آپ کو پڑھ کر سنا چکیں، تب آپ پڑھا کیجیے۔'' اس میں قرآن کی حفاظت اور سہو ونسیان سے اس کے مامون ہونے کی طرف بھی اشارہ ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یُحِيطُوا بِعِلْمِهِ وَلَمَّا يَأْتِهِمْ تَأْوِيلُهُ ۚ كَذَٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۖ فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظَّالِمِينَ ۝ وَمِنْهُم مَّن يُؤْمِنُ بِهِ وَمِنْهُم مَّن لَّا يُؤْمِنُ بِهِ ۚ وَرَبُّكَ أَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِينَ ۝﴾ (یونس: ۳۷ تا ۴۰)

''اور یہ قرآن ہرگز ایسا نہیں کہ اللہ کے غیر سے گھڑ لیا جائے اور لیکن اس کی تصدیق ہے جو اس سے پہلے ہے اور رب العالمین کی طرف سے کتاب کی تفصیل ہے، جس میں کوئی شک نہیں۔ یا وہ کہتے ہیں کہ اس نے اسے گھڑ لیا ہے؟ کہہ دے تو تم اس جیسی ایک سورت لے آؤ اور اللہ کے سوا جسے بلا سکو بلا لو، اگر تم سچے ہو۔ بلکہ انھوں نے اس چیز کو جھٹلا دیا جس کے علم کا انھوں نے احاطہ نہیں کیا، حالانکہ اس کی اصل حقیقت ابھی ان کے پاس نہیں آئی تھی۔ اسی طرح ان لوگوں نے جھٹلایا جو ان سے پہلے تھے۔ سو دیکھ ظالموں کا انجام کیسا ہوا۔ اور ان میں سے کچھ وہ ہیں جو اس پر ایمان لاتے ہیں اور ان میں سے کچھ وہ ہیں جو اس پر ایمان نہیں لاتے اور تیرا رب فساد کرنے والوں کو زیادہ جاننے والا ہے۔'' [1]

﴿وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ ۙ قَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا ائْتِ بِقُرْآنٍ غَيْرِ هَٰذَا أَوْ بَدِّلْهُ ۚ قُلْ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أُبَدِّلَهُ مِن تِلْقَاءِ نَفْسِي ۖ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ ۖ إِنِّي

---

[1] ''بین یدیہ'' میں تورات وانجیل اور جملہ کتب الٰہیہ شامل ہیں۔ یعنی ان کو چاہیے کہ ظن وتخمین کی پیروی چھوڑ کر اسی کتاب کی اتباع کریں جو دلائل و براہین پر مشتمل ہے اور عقائد و اعمال میں سے ہر چیز کو نہایت توضیح اور تفصیل کے ساتھ بیان کرتی ہے۔ بعض نے لکھا ہے کہ اس کا تعلق آیت ﴿اِئْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ﴾ سے ہے۔ یعنی قرآن پاک ایسا معجزہ کلام ہے کہ میں کیا کوئی بھی اس کی نظیر اپنی طرف سے تصنیف کر کے پیش نہیں کر سکتا۔ واللہ اعلم۔ محمد رسول اللہ ﷺ نہ تو پڑھے لکھے ہیں اور نہ انھوں نے کسی عالم کی صحبت پائی ہے۔ ان کے مقابلے میں تم بڑے بڑے شاعر اور نامور ادیب موجود ہو، جنھیں اپنی زبان دانی اور فصاحت و بلاغت پر غرور ہے۔ ان سب کو بلا کر ایک ہی ایسی سورۃ بنا کر پیش کر دو جس میں قرآن کی فصاحت و بلاغت اور دوسری خوبیاں پائی جاتی ہوں۔ اگر تم ایسا کر سکو گے تو تمھارا یہ گمان صحیح ہو سکتا ہے کہ یہ قرآن بھی محمد ﷺ نے از خود یا دوسرے کی مدد سے تصنیف کر لیا ہے۔ لیکن اگر تم ایسا نہ کر سکو اور یقیناً تم ایسا نہ کر سکو گے تو معلوم ہوا کہ تمھارا یہ گمان سراسر بے بنیاد اور ضد وعناد اور تعصب پر مبنی ہے۔ یعنی یہ لوگ جو قرآن کو جھٹلا رہے ہیں اور اس پر ایمان لانے سے انکار کر رہے ہیں، اس کی بنیاد جہالت، ہٹ دھرمی اور باپ دادا کی اندھی تقلید پر ہے۔ انھوں نے نہ اس پر کبھی غور کیا اور نہ اس کے مضامین و مطالب سمجھنے کی کوشش کی۔ محض یہ دیکھ کر کہ قرآن ان کے موروثی عقائد و خیالات کی تردید کرتا ہے۔ انھوں نے جھٹ سے اس کا انکار کر دیا۔ ورنہ قرآن کا ایسے حقائق کے بیان پر مشتمل ہونا جو ان کے فہم سے بالاتر ہیں اور ان کے ہدف ادراک سے باہر ہیں کسی طور پر وجہ تکذیب نہیں بن سکتا۔ یہی حال ان حضرات کا بھی ہے جو محض اپنے بزرگوں اور اماموں کی تقلید کے چکر میں پھنس کر صحیح سے صحیح حدیث انکار کر دیتے ہیں حالانکہ اگر وہ ان صحیح احادیث پر غور کرتے اور انہیں سمجھنے کی کوشش کرتے تو کبھی کسی صحیح حدیث کو رد نہیں کر سکتے تھے۔ یعنی ان کے قرآن کو جھٹلانے کی اگر کوئی بنیاد ہے تو وہ یہ کہ وہ اس کی تاویل و تفسیر سمجھنے سے قاصر ہیں اور قرآن جن اخبار غیبیہ پر مشتمل ہے ان کا وقوع ان کی آنکھوں کے سامنے نہیں ہے۔ ورنہ اگر وہ غور وفکر کرتے اور جن امور کی پیش گوئی قرآن میں کی گئی ہے ان کے وقوع کا انتظار کرتے تو ان کا انکار از خود ہی زائل ہو جاتا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۝ قُل لَّوْ شَاءَ اللَّهُ مَا تَلَوْتُهُ عَلَيْكُمْ وَلَا أَدْرَاكُم بِهِ ۖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّن قَبْلِهِ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝﴾ (یونس: ۱۵ تا ۱۶)

''اور جب ان پر ہماری واضح آیات پڑھی جاتی ہیں تو وہ لوگ جو ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے، کہتے ہیں کوئی قرآن اس کے سوا لے آ، یا اسے بدل دے۔ کہہ دے میرے لیے ممکن نہیں کہ میں اسے اپنی طرف سے بدل دوں، میں پیروی نہیں کرتا، مگر اسی کی جو میری طرف وحی کی جاتی ہے، بے شک میں اگر اپنے رب کی نافرمانی کروں تو بہت بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ کہہ دے اگر اللہ چاہتا تو میں اسے تم پر نہ پڑھتا اور نہ وہ تمھیں اس کی خبر دیتا، پس بے شک میں تم میں اس سے پہلے ایک عمر رہ چکا ہوں، تو کیا تم نہیں سمجھتے؟'' [1]

مذکور بالا تمام آیات کریمہ اللہ عزوجل کی اپنی کتابِ عزیز کی بذاتہ الاقدس حفاظت کرتے ہوئے اس کو محفوظ رکھنے اور اس کی آیات کو مضبوط و مستحکم بنانے پر دلالت کر رہی ہیں اور یہ کہ باطل نہ اس کے سامنے سے (کھل کر) آ سکتا ہے اور نہ ہی اس کے پیچھے سے (منافقانہ انداز میں بصورتِ تقیہ چھپ کر)۔ اللہ عزوجل فرماتے ہیں:
﴿وَعْدَ اللَّهِ حَقًّا ۚ وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ قِيلًا ۝﴾ ...... اللہ عزوجل کا وعدہ حق ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے بڑھ کر بات کا سچا اور کون ہو سکتا ہے۔ (النساء: ۱۲۲) اس بارے میں ایک اور مقام پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے کیا محکم ارشاد فرمایا ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي آيَاتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا ۗ أَفَمَن يُلْقَىٰ فِي النَّارِ خَيْرٌ أَم مَّن يَأْتِي

---

[1] اس آیت میں نبوت پر ان کے تیسرے شبہے کا جواب ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مشرکین آنحضرت ﷺ پر تہمت لگاتے ہیں کہ یہ قرآن اپنے پاس سے بنا کر لے آتے ہیں۔ اس لیے انھوں نے تجربہ اور امتحان کے لیے یا آتھزا کے طور پر رسول اللہ ﷺ سے مطالبہ کیا کہ اس قرآن کے علاوہ ایک دوسرا قرآن بھی بنا لاؤ جس میں ہمارے بتوں کی مذمت نہ ہو اور یا اسی میں کچھ ردّو بدل کر دو اور ہمارے عقائد و رسوم کے رد اور بتوں کی مذمت پر جو آیات مشتمل ہیں ان کو نکال دو۔ اللہ تعالیٰ نے اسی کا جواب دیا ہے کہ اے اللہ کے رسول! آپ انہیں بتا دیں کہ میں وحی الٰہی کے تابع ہوں اور اپنے پاس سے اس میں کوئی تبدیلی نہیں کر سکتا۔ آیت نمبر:۱۶ کا تعلق بھی اسی جواب سے ہے۔ یعنی میری پچھلی ساری زندگی تمھارے سامنے ہے۔ اس پوری مدت میں نہ تو میں نے کسی سے تربیت حاصل کی ہے نہ کسی کی صحبت میں رہا ہوں اور نہ کبھی جھوٹ ہی بولا ہے۔ تم سب مجھے ''امین'' کہہ کر پکارتے رہے ہو۔ کیا میں اب یکا یک اتنا ماہر اور جھوٹا بن گیا ہوں کہ اس قرآن کو خود تصنیف کر کے تمھارے سامنے خدائی کلام کے نام سے پیش کر دوں۔ لہٰذا اگر اس قرآن کو خود میری تصنیف کردہ کتاب قرار دے کر جھٹلا رہے ہو تو جھٹلانے سے پہلے کچھ تو عقل سے کام لو اور میری گزشتہ زندگی پر خوب غور کر لو۔ یعنی اگر یہ قرآن خود میں نے تصنیف کر لیا ہے جیسا کہ تم سمجھتے ہو تو میں نے خدا پر بہتان باندھا جس کے برابر کوئی گناہ نہیں۔ مگر اس کا خدا کی طرف سے ہونا اوپر کے دلائل سے ثابت ہو چکا ہے۔ اس کے بعد بھی اگر تم نے اس کی آیات کو جھٹلایا تو تم سے بڑھ کر کوئی گنہگار نہیں اور ایسے گنہگار اور مجرم کبھی فلاح نہیں پا سکتے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اٰمِنًا یَّوْمَ الْقِیٰمَةِ ط اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ o اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِالذِّکْرِ لَمَّا جَآءَهُمْ وَاِنَّهٗ لَکِتٰبٌ عَزِیْزٌ o لَّا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَیْنِ یَدَیْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ط تَنْزِیْلٌ مِّنْ حَکِیْمٍ حَمِیْدٍ o﴾ (حم السجدہ: ۴۰ تا ۴۲)

''بے شک وہ لوگ جو ہماری آیات کے بارے میں ٹیڑھے چلتے ہیں، وہ ہم پر مخفی نہیں رہتے۔ تو کیا وہ شخص جو آگ میں پھینکا جائے بہتر ہے۔ یا جو امن کی حالت میں قیامت کے دن آئے؟ تم کرو جو چاہو، بے شک وہ اسے جو تم کر رہے ہو خوب دیکھنے والا ہے۔ بے شک وہ لوگ جنھوں نے اس نصیحت کے ساتھ کفر کیا، جب وہ ان کے پاس آئی (وہ بھی ہم پر مخفی نہیں ہیں) اور بلاشبہ یہ یقیناً ایک باعزت کتاب ہے۔ اس کے پاس باطل نہ اس کے آگے سے آتا ہے اور نہ اس کے پیچھے سے، ایک کمال حکمت والے، تمام خوبیوں والے کی طرف سے اتاری ہوئی ہے۔''

یعنی باطل کہ یہ مجال نہیں ہے کہ اس پر کسی پہلو سے حملہ آور ہو سکے، نہ کھلم کھلا سامنے آ کر اور نہ چوری چھپے پیچھے سے۔ سو قرآن نقص و زیادت سے محفوظ ہے۔ یا مطلب یہ ہے کہ پہلی کتابیں بھی قرآن کو باطل نہیں کرتیں اور نہ کوئی کتاب پیچھے آئے گی جو اس کو جھٹلا دے۔

اور امامی شیعہ اثنا عشری روافض نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پر قرآن حکیم و عظیم میں تحریف کرنے کا جو الزام لگا رکھا ہے تو اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنے محبوب پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے ساتھیوں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی تعریف وتوصیف اور مدح فرمائی ہے۔ جس سے یہ بات بالتاکید معلوم ہوگئی کہ رافضی شیعوں نے امت خیر الامم کے ان اصحاب اخیار و اطہار پر تحریف قرآن والا جو افتراء و بہتان باندھ رکھا ہے وہ سب جھوٹ ہے اور اس تہمت و افتراء کی سزا اُنھیں خوب مل کر رہے گی۔

چنانچہ اللہ عزوجل فرماتے ہیں:

﴿وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ یُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَیَتَّخِذُ مَا یُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ ط اَلَآ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ سَیُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِیْ رَحْمَتِهٖ ط اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ o وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا ط ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ o﴾ (التوبہ: ۹۹ تا ۱۰۰)

''اور بدویوں میں سے کچھ وہ ہیں جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ خرچ کرتے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں اسے اللہ کے ہاں قربتوں اور رسول کی دعاؤں کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ سن لو! بے شک وہ ان کے لیے قرب کا ذریعہ ہے۔ عنقریب اللہ انھیں اپنی رحمت میں داخل کرے گا۔ بے شک اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ اور مہاجرین اور انصار میں سے سبقت کرنے والے سب سے پہلے لوگ اور وہ لوگ جو نیکی کے ساتھ ان کے بعد آئے، اللہ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اس سے راضی ہوگئے۔ اس نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ہمیشہ۔ یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔''[1]

ایک اور مقام پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی مدح وتوصیف اللہ تعالیٰ نے یوں فرمائی ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا ۚ وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ اِلَّا عَلٰى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ

---

[1] بعض اعراب (گنواروں) کا اخلاص اور ان کو رحمت کی خوشخبری سنانے کے بعد ان سے اعلیٰ مراتب کے لوگوں کی طرف اشارہ فرمایا یعنی مہاجرین اور انصار جنھوں نے ہجرت ونصرت میں پہل کی۔ ان کی تعیین میں مفسرین سے مختلف اقوال منقول ہیں۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اوّل سے مراد وہ لوگ ہیں جنھوں نے دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی اور بعض نے بیعت رضوان (صلح حدیبیہ) میں شامل ہونے والے اور بعض نے بدری صحابہ رضی اللہ عنہم مراد لیے ہیں۔ انصار سے مراد وہ لوگ ہیں جو بیعت عقبہ اولیٰ وثانیہ میں شریک ہوئے اور پھر وہ لوگ جو مدینہ میں سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی آمد پر مسلمان ہوگئے تھے۔ مگر ہجرت ونصرت کے اعتبار سے درجہ بدرجہ سبھی صحابہ مراد لیے جاسکتے ہیں۔ پھر صحابہ رضی اللہ عنہم میں سب سے افضل سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا درجہ ہے جو اسلام میں بھی اوّل ہیں اور ہجرت میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی ہیں۔ پھر بالترتیب دوسرے خلفاء کے درجے ہیں۔ ان کے بعد باقی عشرہ مبشرہ جن میں طلحہ، زبیر، سعد بن ابی وقاص، سعید بن زید، عبدالرحمٰن بن عوف اور ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔ پھر بدری عقبی صحابہ کا درجہ ہے اور ان کے بعد وہ جو بیعت رضوان میں شریک ہوئے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کی فضیلت کی اس ترتیب میں اہل السنّت والجماعۃ تقریباً متفق ہیں گو بعض علما سیدنا علی کی افضلیت کے بھی قائل ہوئے ہیں۔ یاد رہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد ہجرت کی تھی۔ ''اور وہ لوگ جو نیکی کے ساتھ ان کے بعد آئے'' سے مراد وہ صحابہ ہیں جو بعد میں ایمان لائے اور ہجرت بھی کی جیسا کہ سورہ انفال آیت ۷۵ میں مہاجرین اور انصار کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا ﴾ کہ جو ان کے بعد ایمان لائے اور پھر ہجرت بھی کی۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ﴿ اِتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ﴾ سے قیامت تک کے وہ تمام مسلمان مراد ہوں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نقش قدم پر ہیں اور ان کے قول وعمل میں احسان پایا جاتا ہے۔ بہرحال ان سے اصطلاحی تابعین ہی مراد نہیں ہیں۔ چونکہ رضائے الٰہی کے حصول اور جنت میں داخل ہونے کی خوشخبری جس علت پر مترتب ہورہی ہے وہ دائمی ہے یعنی ہجرت ونصرت میں پہل، اس لیے یہ بشارت بھی دائمی ہے۔ للہٰذا ان صحابہ میں سے العیاذ باللہ کسی ایک کے متعلق ارتداد کا تصور بھی نہیں ہوسکتا۔ پھر کتنے بدبخت اور لعنتی ہیں وہ لوگ جو ان حضرات کے خلاف عموماً اور ان میں افضل ترین ہستیوں (سیّدنا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما) کے خلاف خصوصاً زبان درازی، سب وشتم اور تبرا بازی کا مظاہرہ کرتے رہتے ہیں اور ان کو برے القاب سے یاد کرتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ؕ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِی الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِیْرٌ ۝ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْۤا اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِیْمٌ ۝ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓىِٕكَ مِنْكُمْ ؕ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۝﴾ (الانفال ۷۲ تا ۷۵)

''بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے ہجرت کی اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کے راستے میں جہاد کیا اور وہ لوگ جنھوں نے جگہ دی اور مدد کی، یہ لوگ! ان کے بعض بعض کے دوست ہیں۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت نہ کی، تمھارے لیے ان کی دوستی میں سے کچھ بھی نہیں، یہاں تک کہ وہ ہجرت کریں۔ اور اگر وہ دین کے بارے میں تم سے مدد مانگیں تو تم پر مدد کرنا لازم ہے۔ مگر اس قوم کے خلاف کہ تمھارے درمیان اور ان کے درمیان کوئی معاہدہ ہو اور اللہ اسے جو تم کر رہے ہو، خوب دیکھنے والا ہے۔ اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے بعض بعض کے دوست ہیں، اگر تم یہ نہ کرو گے تو زمین میں بڑا فتنہ اور بہت بڑا فساد ہوگا۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے جگہ دی اور مدد کی وہی سچے مومن ہیں، انھی کے لیے بڑی بخشش اور باعزت رزق ہے اور جو لوگ بعد میں ایمان لائے اور ہجرت کی اور تمھارے ساتھ مل کر جہاد کیا تو وہ تم ہی سے ہیں۔ اور رشتے دار اللہ کی کتاب میں ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں۔ بے شک اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔''[1]

[1] لفظ ''اولیا'' سے مراد "اولیاء فی النصرۃ والمعونۃ" (حمایتی ومددگار) بھی ہو سکتے ہیں اور "اولیاء فی المیراث" (ورثہ) بھی۔ دوسرے مفہوم کے اعتبار سے اس آیت میں بھائی چارے کی طرف اشارہ ہوگا جو ہجرت کے بعد نبی کریم ﷺ نے مہاجرین اور انصار کے درمیان قائم کیا اور جس کی بنا پر رواج جاہلیت کے مطابق ایک دوسرے کے وارث بنتے تھے یہاں تک کہ میراث کی آیت نازل ہوئی اور یہ طریقہ منسوخ ہوگیا۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ مہاجرین اور انصار کی بہت سی آیات میں تعریف کی گئی ہے مگر علما کا اس پر اجماع ہے کہ مہاجرین انصار سے افضل ہیں۔ یعنی جنگ بدر کے بعد اس وقت جب اسلام ایک طاقت بن گیا یا صلح حدیبیہ کے بعد ہجرت کی۔ بہر حال اس سے ''ہجرتِ اولیٰ'' کے بعد کے مہاجرین مراد ہیں جن کا ذکر ﴿وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ﴾ (سورۂ توبہ) میں مذکور ہے۔ وھذا ھو الاصح. رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں جو مومن تھے، ان کے متعلق آیت نمبر: ۷۵ میں یہ جو فرمایا: ''اور جو لوگ بعد میں ایمان لائے'' تو یہ ان کی چوتھی قسم ہے۔ اوّل مہاجرین اوّلین دوم انصار، سوم وہ مسلمان جو دارالکفر میں رہے اور انھوں نے ہجرت نہیں کی، چہارم جنھوں نے ''ہجرت اولیٰ'' کے بعد ہجرت کر لی اور پھر جہاد میں مسلمانوں کے برابر شریک رہے۔ ''وہ تم ہی میں سے ہیں۔'' یعنی مہاجرین اوّلین اور انصار کے ساتھی شمار ہوں گے، دنیا میں یا آخرت میں۔ جیسا کہ متفق علیہ بلکہ متواتر حدیث میں ہے: "اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ" قیامت کے دن انسان اسی کے ساتھ اُٹھے گا جس سے محبت اور دوستی رہی ہوگی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر ایک اور مقام پر اللہ عزوجل اپنے ان خیر الامم صالح بندوں کے بارے میں یوں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ۝ وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝﴾ (الفتح: ۱۸ تا ۱۹)

''بلاشبہ یقیناً اللہ ایمان والوں سے راضی ہوگیا، جب وہ اس درخت کے نیچے تجھ سے بیعت کر رہے تھے، تو اس نے جان لیا جو ان کے دلوں میں تھا، پس ان پر سکینت نازل کر دی اور انھیں بدلے میں ایک قریب فتح عطا فرمائی۔ اور بہت سی غنیمتیں، جنھیں وہ حاصل کریں گے اور اللہ ہمیشہ سے سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔''❶

صحابہ کرام کی مدح وتوصیف میں اور کتنی ہی آیات ہیں کہ جن کا ذکر ہم آگے ایک موضوع کے تحت کریں گے، ان شاء اللہ۔ آیات و بینات اور دلائل صریحہ کی روشنی میں یہ جو کچھ اوپر بیان ہوا اس کے پیش نظر ہم عصر حاضر کے امامی شیعہ سے کہنا چاہتے ہیں کہ: آؤ غلط باطل راہ کو چھوڑ کر سیدھی قرآن وسنت والے صراطِ مستقیم پر گامزن ہو جاؤ اسی میں ہی کامیابی اور اللہ عزوجل کی رضا کا حصول ہے۔ قرآن حکیم کے تحریف وتبدیلی سے محفوظ رہنے کے بارے میں جو آیات کریمہ اُوپر بیان ہوئی ہیں، اگر تم ان کے بارے میں اس بات کا اعتراف واقرار کرتے ہو کہ یہ منزل من اللہ ہیں تو پھر تمھیں ہر صورت میں یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ: اللہ عزوجل کی کتاب قرآن مجید تحریف وتبدیلی اور کمی وزیادتی سے صحیح سالم بعینہٖ سارے کا سارے مکمل وہی قرآن ہے جو ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' کی ''ب'' سے لے کر ''والناس'' کی ''س'' تک رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ میں بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے لکھ لیا تھا اور پھر اسی مکمل قرآن کو سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اوّل خلیفہ المومنین والمسلمین بلافصل کے دور میں مدون کرلیا گیا تھا۔ اور اگر تم انتہائی واضح دلائل اور نصوص وتصریحات کے باوجود اس بات کا عقیدہ ونظریہ رکھو کہ یہ قرآن یا اس کے بعض حصے منزل من اللہ نہیں ہیں تو پھر سیّدنا علی، حسین وحسن ابناء علی سمیت اُمت محمدیہ علی صاحبہا التحیۃ والسلام کے تمام سلف صالحین، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین، تابعین وتبع تابعین ومن تبعہم باحسان الی یوم الدین رحمہم

---

❶ یہ اسی بیعت رضوان کی طرف اشارہ ہے جس کا ذکر پیچھے اسی سورہ کی آیت نمبر: ۱۰ میں ہو چکا ہے۔ نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ جس درخت کے نیچے یہ بیعت ہوئی تھی لوگ اس کی زیارت کے لیے جانے لگے۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کو اس کا علم ہوا تو انھوں نے اس درخت کو کٹوا دیا۔ ابوداود و ترمذی میں سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے اس بیعت میں حصہ لیا وہ ہرگز دوزخ میں نہ جائے گا۔ جب ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے گواہی دے دی ہے کہ میں ان سے خوش ہو گیا ہوں، تو پھر وہ بڑا خبیث فرقہ ہے جو ان مقبول بندوں سے ناراض اور ان کے ساتھ بغض وعداوت رکھے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ اجمعین کے سب علماء و آئمہ اور عامۃ المسلمین والمومنین کے اجماع کی بنا پر یہ اللہ عزوجل اور اس کی صفت عالیہ قرآن عظیم کے ساتھ صراحتاً کفر ہے۔ تمام امت اسلامیہ کے مذکور بالا سب حضرات گرامی قدر کے اجماع و اتفاق کی بنا پر جو آدمی قرآن کریم کی کسی ایک آیت کا بھی انکار کرتا ہے اور اس کی نسبت اللہ رب العالمین کی طرف صحیح نہ ہونے کا عقیدہ رکھتا ہو تو وہ کافر ہے۔ ❶

ب)..... : شیعہ اماموں کے اقوال:

امامی شیعہ کے ان اماموں کی طرف سے صحیح اسناد کے ساتھ بہت ساری روایات اس موضوع کے حوالے سے کتب میں درج ہیں کہ جن کی عصمت عن الاخطاء کا وہ عقیدہ رکھتے ہیں۔ ان روایات میں وہ شیعہ کو اللہ کی کتاب قرآن مجید کے ساتھ تمسک کی ترغیب دیتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں اور یہ کہ ہر دینی و دنیاوی معاملے کو کتاب اللہ العزیز اور سنت رسول اللہ الکریم ﷺ پر پیش کریں۔ ان روایات میں سے بعض وہ بھی ہیں کہ جنھیں شیعہ علماء نے اپنے سندوں سے اپنی خاص کتابوں میں درج کیا ہے۔ چنانچہ موسیٰ بن جعفر الکاظم رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۳ھ) سے پوچھا گیا: کیا دین حنیف، اسلام کی ہر بات اللہ کی کتاب (قرآن مجید) اور اللہ کے نبی محمد رسول اللہ ﷺ کی سنت (احادیث مبارکہ اور آثار صحابہ) میں موجود ہے؟ یا آپ لوگ دین اسلام کے بارے میں اپنی طرف سے بھی کچھ اقوال رکھتے ہیں؟ تو فرمایا: نہیں بلکہ دین حنیف، اسلام کی ہر بات کتاب اللہ العزیز اور سنت رسول اللہ الکریم (ﷺ) میں موجود ہے۔

اسی طرح جناب ابوعبد اللہ امام جعفر بن محمد الصادق رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا: ''جو آدمی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ (ﷺ) کی مخالفت کرتا ہے وہ کافر ہے۔''

امام ابوجعفر محمد بن علی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا: ''اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایسی کسی چیز کو نہیں چھوڑا کہ جس کی اس اُمت کو ضرورت ہو مگر یہ ہے کہ اُس نے اپنی کتاب میں اسے ضرور اتار دیا ہے اور نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ نے اسے واضح کر کے بیان فرمادیا ہے اور ہر چیز کی ایک حد بیان کردی ہے اور اس پر دلالت کے لیے دلائل بھی بیان فرمادیے ہیں۔''

اسی طرح امام ابوعبد اللہ جعفر الصادق رحمہ اللہ سے یہ بھی مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا: ''ہر ہر چیز (دین اسلام اور اُمت کے تمام دنیاوی اُمور میں سے) کتاب اللہ العزیز اور سنت رسول اللہ الکریم (ﷺ) میں موجود ہے۔'' ❷

---

❶ تفصیل کے لیے: عبداللہ الجمیلی کی "بذل المجهود" جلد ۱، ص ۲۳۵، ٤٣٤ دیکھ لیجیے۔

❷ تمام حوالہ جات کے لیے دیکھیے: " أصول الكافي " جلد: ۱، ص: ٥٩ تا ۷۰.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلاشبہ آل بیت کے آئمہ کرام رحمہم اللہ جمیعاً امت کے سلف صالحین رضی اللہ عنہم کی طرح قرآن حکیم کی خطا و تحریف سے پاک ہونے پر مکمل عقیدہ و ایمان رکھتے تھے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ اپنے شاگردوں سے تمسک بالکتاب والسنہ کا مطالبہ نہ کرتے اور ان دونوں مصادر شریعت کے علاوہ ہر قول و حکم کو چھوڑ دینے کا حکم نہ دیتے۔ پھر یہ کہ ان آئمہ اطہار نے اپنے شاگردوں اور پیروکاروں کو بتلایا کہ اُمت کے دین و دنیا کی کوئی ایسی چیز نہیں مگر یہ ہے کہ وہ کتاب اللہ العزیز اور سنت رسول اللہ الکریم (ﷺ) میں ضرور موجود ہے اور یہ کہ جو کچھ ان کے پاس اس ضمن میں ہے وہ سب کا سب ان دونوں مصادر شریعت میں بھی ہے۔ اس لیے ''تحریف قرآن'' کے حوالے سے جتنی روایتیں اُن کی طرف منسوب ہیں، ان اقوال میں سے ایک بات بھی ان کی کہی ہوئی نہیں ہے۔ بلکہ وہ ایسی تمام باتوں سے بری ہیں اور ان لوگوں سے بھی کہ جنھوں نے ایسی جھوٹی باتوں کو ان کی طرف منسوب کر کے ان پر افتراء و بہتان باندھ رکھا ہے۔''[1]

ج......: تحریفِ قرآن کے رد میں عقلی دلائل:

قرآن کریم کی تحریف و تبدیلی کے بارے میں جس طرح پیچھے بیان کردہ نقلی دلائل اس رافضی دعویٰ کو باطل کرنے پر دلالت کرتے ہیں اسی طرح بلاشبہ عقل بھی اُن کے اس دعویٰ کو باطل قرار دینے میں کئی دلائل رکھتی ہے اور وہ اس طرح کہ:

قرآن کریم میں تحریف و تبدیلی اور کمی بیشی کرنے والے عقیدہ و نظریہ کو قبول کر لینے سے وہ عظیم ترین مفاسد مرتب ہوتے ہیں کہ جن سے اللہ تبارک و تعالیٰ، اللہ کے رسول ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور آئمہ آل بیت الاطہار رحمہم اللہ جمیعاً پر طعن لازم آتا ہے۔ اللہ عزوجل پر براہِ راست یہ طعن لازم آتا ہے کہ رب العالمین ہونے کے باوجود اللہ عزوجل اپنی ایک کتاب کی حفاظت بھی نہ کر سکا اور وہ تحریف سے محفوظ نہ رہ سکی...... جبکہ اللہ رب العرش الکریم تو ایسے تمام عیوب سے پاک اور بلند ترین ذات ہے۔ نبی کریم ﷺ پر یہ طعن لازم آتا ہے کہ آپ ﷺ نے شاید قرآن کریم پورے کا پورا مکمل طور پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو پہنچایا ہی نہیں تھا بلکہ بہت ساری آیات کو سیّدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کے لیے مخصوص کر لیا تھا کہ جن پر آپ رضی اللہ عنہ کے سوا کوئی بھی دوسرا شخص مطلع نہیں ہو سکا تھا اور پھر جس طرح روافض امامی شیعہ دعویٰ کرتے ہیں یہ طعن ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی جماعت پر بھی لازم آتا ہے کہ جنھوں نے شاید اپنی خاص مصلحتوں کی بنا پر قرآن عظیم میں تحریف کر ڈالی تھی؟

(والعیاذ باللہ من ھذہ التھمۃ والافتراء)

---

[1] دیکھیے: ''بذل المجھود'' جلد ۱، ص ۴۳۷.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح سیّدنا علی رضی اللہ عنہ اور آپ کے بعد آپ کی نسل سے ہونے والے اماموں پر بھی طعن لازم آتا ہے کہ انھوں نے شیعہ روافض کے عقیدہ ونظریہ اور گمان غالب الی حد الیقین کے مطابق...... وہ قرآن کہ جو ان کے پاس تھا اُسے نہ تو امت اسلامیہ کے لوگوں کو پیش کیا اور نہ ہی وہ حضراتِ گرامی اس قرآن کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے تھے۔ یہ بات تو اللہ عزوجل کی کتاب کو چھپا لینے کے مترادف ہے اور اللہ رب العالمین نے اس پر سخت قسم کی وعید بیان فرمائی ہے۔ جیسا کہ فرمایا:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَآ أَنزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَٰتِ وَالْهُدَىٰ مِن بَعْدِ مَا بَيَّنَّٰهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَٰبِ أُولَٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّٰعِنُونَ ۝﴾ (البقرہ: ۱۵۹)

''بے شک جو لوگ اس کو چھپاتے ہیں جو ہم نے واضح دلیلوں اور ہدایت میں سے اتارا ہے، اس کے بعد کہ ہم نے اسے لوگوں کے لیے کتاب میں کھول کر بیان کر دیا ہے، ایسے لوگ ہیں کہ ان پر اللہ لعنت کرتا ہے اور سب لعنت کرنے والے ان پر لعنت کرتے ہیں۔'' ❶

اسی سورت میں ہی مزید آگے چل کر فرمایا:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَآ أَنزَلَ اللَّهُ مِنَ الْكِتَٰبِ وَيَشْتَرُونَ بِهِۦ ثَمَنًا قَلِيلًا ۙ أُولَٰٓئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ إِلَّا النَّارَ ۙ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ أُولَٰٓئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَٰلَةَ بِالْهُدَىٰ وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ ۚ فَمَآ أَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ ۝﴾ (البقرہ: ۱۷۴تا۱۷۵)

''بے شک جو لوگ چھپاتے ہیں جو اللہ نے کتاب میں سے اتارا ہے اور اس کے بدلے تھوڑی قیمت حاصل کرتے ہیں، یہ لوگ اپنے پیٹوں میں آگ کے سوا کچھ نہیں کھا رہے اور نہ اللہ ان سے قیامت کے دن بات کرے گا اور نہ انھیں پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ یہی لوگ ہیں جنھوں نے گمراہی کو ہدایت کے بدلے اور عذاب کو بخشش کے بدلے خریدا، سو وہ آگ پر

---

❶ یعنی ایسا کرنے والا ملعون ہے۔ البینات سے مراد واضح دلائل اور الھدیٰ سے احکامِ شریعت مراد ہیں۔ بعض نے لکھا ہے کہ دونوں سے ایک ہی مراد ہے۔ یہ آیت گو یہود کے حق میں نازل ہوئی ہے جو توریت میں ذکر کیے ہوئے خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف اور شریعت کی بیان کردہ حدود کو چھپاتے تھے لیکن اس میں ہر شخص کے لیے وعید ہے جو حق کو جانتے ہوئے کسی دنیوی مفاد کے لیے اسے چھپائے رکھتا ہے۔ سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: " مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ فَكَتَمَهُ ، أُلْجِمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِلِجَامٍ مِنْ نَارٍ . "کہ جس شخص سے کوئی مسئلہ دریافت کیا گیا اور اس نے اسے جانتے بوجھتے چھپایا تو قیامت کے روز اس کے منہ میں آگ کی لگام دی جائے گی۔ اگر کسی مسئلہ سے غلط فہمی پیدا ہوتی ہو اور عوام میں فتنہ کا خوف ہو تو البتہ اسے عوام کے سامنے بیان نہیں کرنا چاہیے۔ (القرطبی)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کس قدر صبر کرنے والے ہیں۔''

اگر روافض شیعہ ان عقلی دلائل کو ہی قبول کرلیں تو تحریف قرآن والے اس خبیث و فاسد عقیدہ پر مرتب ہونے والے مذکور بالا فاسد و غلیظ لوازم ہی اُنھیں اس عقیدہ سے دست بردار ہونے کے لیے سب سے بڑا مانع بن جائیں اور اس افتراء و بہتان سے اللہ عزوجل کی طرف توبہ کرنے کا ذریعہ بن جائیں کہ جو انھوں نے اللہ رب العالمین، نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور آئمہ اہل بیت الاطہار رحمہم اللہ جمیعاً پر باندھ رکھا ہے۔ ❶

(۲)...... قرآن کے متعلق روافض کا دوسرا عقیدہ: قرآن مجید ''قیّم'' کے بغیر دلیل نہیں:

کلینی اپنی کتاب ''اصول الکافی'' میں روایت کرتے ہوئے بیان کرتا ہے کہ: ''قرآن کسی ''قیم ...... نگران کار، منتظم'' کے بغیر دلیل بن ہی نہیں سکتا اور یہ کہ سیّدنا علی بن ابو طالب علیہ السلام قرآن کے قیم تھے۔ اس لیے اُن کی اطاعت فرض تھی اور آپ رسول اللہ ﷺ کے بعد لوگوں (مسلمانوں) پر حجت تھے۔'' ❷

یہ قیم والا لفظ روافض شیعہ کی ''رجال الکشی، علل الشرائع، المحاسن اور وسائل الشیعہ'' جیسی مصادر کی کتابوں میں بطور اصطلاح استعمال ہوا ہے۔ ❸

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی کتاب عظیم کے بارے میں یہ بات کیسے کہی جا سکتی ہے؟ جبکہ قرآن ہر شخص کو براہِ راست خود ہدایت و راہنمائی کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ البتہ یہ ہے کہ اس میں آدمی غور و فکر کر کے اس سے راہنمائی حاصل کرنے کی کوشش تو کرے۔ چنانچہ فرمایا ہے:

﴿ إِنَّ هَٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا كَبِيرًا ۝﴾ (الاسراء: ۹)

''بلاشبہ یہ قرآن اس (راستے) کی ہدایت دیتا ہے جو سب سے سیدھا ہے اور ان ایمان والوں کو جو نیک اعمال کرتے ہیں، بشارت دیتا ہے کہ بے شک ان کے لیے بہت بڑا اجر ہے۔ بلاشبہ یہ قرآن اس (راستے) کی ہدایت دیتا ہے جو سب سے سیدھا ہے اور ان ایمان والوں کو جو نیک اعمال کرتے ہیں، بشارت دیتا ہے کہ بے شک ان کے لیے بہت بڑا اجر ہے۔''

---

❶ "بذل المجهود" جلد ۱، ص ٤٣٧ دیکھ لیں۔

❷ دیکھیے: أصول الكافي جلد ۱، ص ۱۸۸۔

❸ تفصیل کے لیے دیکھیے: رجال الكشي ص ٤٢٠۔ علل الشرائع، للصدوق، ص ۱۹۲۔ " المحاسن " للبرقي، ص: ۲٦۸۔ "وسائل الشيعة، للحر العاملي (۱۸/۱٤۱).

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور دوسرے مقام پر فرمایا ہے:

﴿ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝ ﴾ (القمر: ١٧)

''اور بلا شبہ یقیناً ہم نے قرآن کو نصیحت کے لیے آسان کر دیا، تو کیا ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا؟'' ❶

ایک اور مقام پر یوں ارشاد گرامی ہے:

﴿ فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝ ﴾ (الدخان: ٥٨)

''سو حقیقت یہی ہے کہ ہم نے اسے تیری زبان میں آسان کر دیا، تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔''

پھر یوں بھی فرمایا:

﴿ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ ﴾ (ص: ٢٩)

''یہ ایک کتاب ہے، ہم نے اسے تیری طرف نازل کیا ہے، بہت بابرکت ہے، تاکہ وہ اس کی آیات میں غور و فکر کریں اور تاکہ عقلوں والے نصیحت حاصل کریں۔''

اس ضمن میں سورۃ النساء میں تو نہایت ہی واضح فرما دیا:

﴿ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ۝ ﴾

(النساء: ٨٢)

''تو کیا وہ قرآن میں غور و فکر نہیں کرتے، اور اگر وہ غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو وہ اس میں بہت زیادہ اختلاف پاتے۔'' ❷

---

❶ قرآن کے آسان ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہ کوئی سطحی کتاب ہے جسے سمجھنے کے لیے نہ کسی محنت کی ضرورت ہے اور نہ کسی علم کی۔ حتیٰ کہ جو شخص عربی زبان تک سے ناواقف ہو وہ جب چاہے اسے ہاتھ میں لے اور حدیث و علوم حدیث اور تفسیر سے بے نیاز ہو کر اس سے جو مسائل چاہے استنباط کرتا رہے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کا اندازِ بیان اللہ تعالیٰ نے ایسا صاف، سہل اور دل نشین بنایا ہے کہ اس سے نصیحت حاصل کرنا نہایت آسان ہے۔ یہی معنی اس کے کتاب مبین ہونے کے ہیں۔ اور پھر اس کا آسان کرنا یہ بھی ہے کہ یہ سہولت سے حفظ ہو سکتا ہے۔ چنانچہ یہ ایک حقیقت ہے کہ دنیا میں قرآن کے حجم کی کوئی ایسی کتاب نہیں پائی گئی جس کے ہزاروں، دل لاکھوں حافظ ہر زمانہ میں پائے گئے ہوں۔ سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''اگر اللہ تعالیٰ قرآن کو آسان نہ کرتا تو کوئی آدمی اللہ تعالیٰ کے کلام کو اپنی زبان سے ادا نہ کر سکتا تھا۔

❷ منافقین کے مکر و فریب اور مذموم خصائل کے ضمن میں قرآن کی حقانیت کے اثبات کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ منافقین یہ سب مکر و فریب اور سازشیں اس بنا پر کر رہے تھے کہ وہ آپ کو سچا نبی نہیں سمجھتے تھے۔ لہٰذا یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق نبوت پر بطور دلیل کے قرآن کو پیش کیا اور قرآن حکیم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق نبوت کی تین وجوہ سے دلیل بنتا ہے۔ اوّل: اپنی فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے۔ ⇦⇦⇦

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلیفہ راشد امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''کتاب اللہ العزیز میں تم سے پہلے والے لوگوں کی خبریں، واقعات بھی ہیں اور تم سے بعد والے لوگوں کے متعلق بھی ارشاد ہے۔ تمھارے درمیان پیش آمدہ مسائل کا فیصلہ بھی ہے۔ یہ قرآن حکیم کوئی بیہودہ گو کتاب نہیں بلکہ یہ تو فیصلہ کن ایک صحیح وقطعی بات ہے۔ (اس کا ہر حکم قطعی ہے۔) جو شخص اس کو بیکار ورائیگاں سمجھ کر چھوڑ دے گا اللہ بھی اسے ہلاک کر دے گا۔ جو شخص قرآن حکیم کے علاو کسی اور کتاب سے رشد و ہدایت کو تلاش کرنے کی کوشش کرے گا، اللہ عزوجل اُسے گمراہ کر دیں گے۔ (یعنی اسے مکمل طور پر شیطان کے سپرد کریں گے اور وہ گمراہ ہوجائے گا۔) یہ قرآن عظیم تو اللہ رب العالمین کی مضبوط رسی ہے اور نہایت اعلیٰ حکمت و دانائی والا ذکر۔ یہی قرآن صراط مستقیم ہے۔ یہ قرآن ہی وہ اللہ کی کتاب ہے کہ جس کو پڑھ کر اس پر عمل کرنے سے نفسانی خواہشات ٹیڑھی نہیں ہوتیں اور نہ ہی زبانیں اس کے پڑھنے سے کوئی پیچیدگی محسوس کرتی ہیں۔ نہ ہی بار بار پڑھنے کے باوجود اس میں پائے جانے والے علمی نکات منقطع وختم ہوتے ہیں اور نہ ہی علماء قرآن حکیم میں مذکور علم کے سمندروں سے سیر ہوتے ہیں۔ جس کسی نے بھی قرآن مجید کے مطابق کوئی بات کی اُس نے سچ کہا اور جس نے بھی اس پر عمل کرلیا اُسے بے پناہ اجر وانعام سے نواز دیا گیا۔ جس کسی نے بھی قرآن کے مطابق فیصلہ کیا اُس نے انصاف سے کام لیا اور جس نے اس قرآن عظیم کی دعوت دی (اس پر عمل کرنے کی) اس کو سیدھی راہ کی طرف راہنمائی کردی گئی۔''[1]

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ: ''جو شخص قرآن حکیم کو پڑھ کر اس پر عمل کرتا ہے، اللہ رب العالمین اس کو ضمانت دیتے ہیں کہ وہ دنیا میں کبھی گمراہ نہیں ہوگا اور نہ ہی وہ آخرت میں شقاوت و عداوت اللہ سے دوچار ہوگا۔'' یہ فرما کر آپ رضی اللہ عنہ نے دلیل کے لیے یہ آیت تلاوت کی۔ اللہ عزوجل فرماتے ہیں:

⇦⇦⇦ (دیکھئے سورۃ بقرہ آیت ۲۳)۔ دوم: امور غیب کی خبروں پر مشتمل ہونے کی وجہ سے۔ سوم: اختلاف وتناقض سے پاک اور مبرا ہونے کی بنا پر۔ یہاں اسی تیسری چیز کو بیان فرمایا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایسا ممکن نہیں؛ ایک انسان برس ہا برس تک مختلف حالتوں میں مختلف موضوعوں پر خصوصاً امور غیب سے متعلق...... اس قدر تفصیل سے گفتگو کرتا رہے مگر اس کی ایک بات بھی دوسری سے متصادم نہ ہو۔ یہ خصوصیت صرف قرآن میں پائی جاتی ہے جو غور وفکر کرنے والے کے لیے اس کے کلام الٰہی ہونے کی دلیل ہے۔ اختلاف سے پاک ہونا درجہ فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے بھی ہوسکتا ہے کیونکہ کوئی انسان خواہ کتنا ہی فصیح و بلیغ کیوں نہ ہو جب اتنی بڑی کتاب لکھے گا تو اس کے کلام میں قدرے تفاوت ضرور ہوگا اور ساری کتاب بلاغت میں یکساں مرتبہ کی نہیں ہوگی۔ اور پھر یہ منافقین خفیہ طور پر سازشیں کرتے رہتے ہیں اور وحی کے ذریعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے بھید من وعن بتا دیے جاتے ہیں اور کبھی یہ نہیں ہوا کہ کسی راز کے افشاء میں قرآن نے تھوڑی بہت بھی غلطی کی ہو۔ یہی اس کے کلام الٰہی ہونے کی دلیل ہے۔ معلوم ہوا کہ قرآن پاک میں تدبر کے بغیر انسان کے شکوک وشبہات دور نہیں ہوسکتے اور نہ قرآن صحیح طور پر سمجھ میں آسکتا ہے۔

[1] تفصیل کے لیے: "فضائل القرآن لابن کثیر رحمہ اللہ" ص ۱۵، موقوف علی علی رضی اللہ عنہ.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيْعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى ○ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ○﴾ (طٰہٰ: ۱۲۳تا۱۲۴)

''فرمایا تم دونوں اکٹھے اس سے اتر جاؤ، تم میں سے بعض بعض کا دشمن ہے، پھر اگر کبھی واقعی تمھارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے تو جو میری ہدایت کے پیچھے چلا تو نہ وہ گمراہ ہوگا اور نہ مصیبت میں پڑے گا۔ اور جس نے میری نصیحت سے منہ پھیرا تو بے شک اس کے لیے تنگ گزران ہے اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا کر کے اٹھائیں گے۔''[1]

بعینہ اللہ عز وجل ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

﴿ وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى ۚ فَبَشِّرْ عِبَادِ ○ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ۚ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ○﴾ (الزمر: ۱۷تا۱۸)

''اور وہ لوگ جنھوں نے طاغوت سے اجتناب کیا کہ اس کی عبادت کریں اور اللہ کی طرف رجوع کیا انھی کے لیے خوشخبری ہے، سو میرے بندوں کو بشارت دے دے۔ وہ جو کان لگا کر بات سنتے ہیں، پھر اس میں سب سے اچھی بات کی پیروی کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جنھیں اللہ نے ہدایت دی اور یہی عقلوں والے ہیں۔''

ایک اور جگہ کتنا واضح ارشاد ہے:

﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ ۚ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًا بَعِيْدًا ○ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا ○﴾ (النساء: ۶۰تا۶۱)

''کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو گمان کرتے ہیں کہ وہ اس پر ایمان لے آئے ہیں جو تیری طرف نازل کیا گیا اور جو تجھ سے پہلے نازل کیا گیا۔ چاہتے یہ ہیں کہ آپس کے فیصلے غیر اللہ کی طرف لے جائیں، حالانکہ انھیں حکم دیا گیا ہے کہ اس کا انکار کریں۔ اور شیطان چاہتا ہے کہ انھیں

[1] تفصیل کے لیے: تفسیر الطبری جلد ۱۶، ص ۲۲۵.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گمراہ کر دے، بہت دور گمراہ کرنا۔ اور جب ان سے کہا جائے کہ جو کچھ اللہ نے نازل کیا ہے اس کی طرف اور رسول کی طرف آؤ تو تو منافقوں کو دیکھے گا کہ تجھ سے منہ موڑ لیتے ہیں، صاف منہ موڑنا۔"

ایک اور مقام پر یوں ارشاد گرامی ہے:

﴿ اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ○ اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ○﴾

(الزمر: ۲۲ تا ۲۳)

"تو کیا وہ شخص جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا ہے، سو وہ اپنے رب کی طرف سے ایک روشنی پر ہے (کسی سخت دل کافر جیسا ہو سکتا ہے؟) پس ان کے لیے ہلاکت ہے جن کے دل اللہ کی یاد کی طرف سے سخت ہیں، یہ لوگ صریح گمراہی میں ہیں۔ اللہ نے سب سے اچھی بات نازل فرمائی، ایسی کتاب جو آپس میں ملتی جلتی ہے، (ایسی آیات) جو بار بار دہرائی جانے والی ہیں۔ اس سے ان لوگوں کی کھالوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں، پھر ان کی کھالیں اور ان کے دل اللہ کے ذکر کی طرف نرم ہو جاتے ہیں۔ یہ اللہ کی ہدایت ہے، جس کے ساتھ وہ جسے چاہتا ہے راہ پر لے آتا ہے اور جسے اللہ گمراہ کر دے تو اسے کوئی راہ پر لانے والا نہیں۔"

حیرانی کی بات یہ ہے کہ: روافض شیعہ کی انہی (مذکور بالا) کتابوں (اور دیگر ان کی کتب و مصادر) میں اہل بیت سے ایسی روایات درج ہیں جو اس مقولہ و اصطلاح کی تنقیص کرتی ہیں۔ چنانچہ ان میں درج ہے کہ: "اور جب اندھیری سیاہ رات کے پہلے دو تہائی حصوں کی طرح فتنے تمھیں آ گھیریں تو تم قرآن حکیم کو لازم پکڑ لینا۔ اس لیے کہ بلاشبہ قرآن عظیم اللہ عزوجل کے ہاں (اپنے پڑھنے اور عمل کرنے والے شخص کی) سفارش کرنے والا اور رب کریم کے ہاں سفارش قبول کیا جانے والا ہے۔ جس نے اس کتاب اللہ الکریم کو عملی طور پر ہمیشہ اپنے سامنے رکھا اُسے یہ جنت میں لے جائے گا اور جس نے اسے بدعملی و لاپروائی کی صورت میں اپنے پیچھے رکھا اسے وہ جہنم کی طرف ہانک دے گا۔ یہ قرآن مجید ایسی راہنما دلیل ہے جو بہترین راہ کی طرف دلالت کرتی ہے۔" [1]

روافض شیعہ کے ہاں ان کے تمام مصادر و مراجع میں سب سے زیادہ ثقہ کتاب "نہج البلاغہ" میں درج

[1] دیکھئے: تفسیر العیاشي جلد ۱، ۲، و بحار الأنوار جلد ۹۲، ص ۱۷.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذیل نص وتصریح یوں لکھی ہوئی ہے:"فَالْقُرْآنُ آمِرٌ زَاجِرٌ وَصَامِتٌ نَاطِقٌ، حُجَّةُ اللّٰهِ عَلَى خَلْقِهِ ...... پس قرآن کریم حکم دینے اور ڈانٹ پلانے والا ہے۔ یہ (بظاہر کتابی صورت میں) خاموش بھی ہے مگر (عمل واصلاح کے لیے خبردار کرنے کی صورت میں) بولنے والا بھی ہے۔ (جو انسان کے ضمیر اور دل میں ہل چل مچا دیتا ہے۔) یہ قرآن عظیم اللہ تعالیٰ کی اُس کی مخلوق پر مکمل دلیل ہے۔"[1]

نہج البلاغہ کی نسبت روافض نے امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کی طرف کر رکھی ہے۔

ان نصوص وتصریحات کے اور بھی بہت سارے شواہد ہیں جو ہمارے سامنے اس قوم روافض کے مصادر ومراجع میں واقع اضطراب وتناقض کا انکشاف کرتے ہیں۔ چنانچہ ان کی اپنی روایات ایک دوسری سے متعارض ہیں۔ مگر اس تناقض وتعارض کے باوجود ان لوگوں نے اپنے لیے نہایت خطرناک منہج وضع اختیار کر رکھا ہے۔ وہ اس طرح کہ انھوں نے ہر وہ راستہ ونظریہ اختیار کرنا ہوتا ہے جو اہل السنہ والجماعۃ اصلی اہل ایمان مسلمانوں کے خلاف ہو۔

امامی شیعہ روافض کی کتابوں میں تواتر سے پائی جانے اس (قیم) والی اصطلاح پر غور وفکر سے یہ بات ملاحظہ میں آتی ہے کہ: اس کی وضعیت وایجاد انتہائی حاقد وحاسد دشمن کی طرف سے ہوئی ہے۔ اس کا مقصود ومطلوب یہ ہے کہ وہ شیعہ کے عامۃ الناس کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی کتاب سے روک دے اور انھیں اللہ عزوجل کی سیدھی راہ سے گمراہ کر دے۔ قرآن حکیم کی حجیت ودلیل بننا صرف ''قیم کے وجود'' کے ساتھ والا مقولہ واصطلاح ابھی تلک ان کے عقیدہ سے جڑا ہوا ہے اور یہ ''قیم'' ان کے بارے اماموں میں سے ہی کوئی ایک ہوتا ہے۔ اس لیے کہ قرآن حکیم کی تفسیر تو صرف ایک ہی شخصیت کو عطا ہوئی تھی اور وہ تھے جناب علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ اور پھر قرآن کا یہ (صدری) علم سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے تمام کے تمام بارہ اماموں کو زمانہ بزمانہ منتقل ہوتا رہا۔ ہر امام یہ علم اپنے بعد والے امام کو منتقل کر دیتا تھا حتیٰ کہ یہ علم قرآن بارھویں امام (محمد المہدی بن الحسن العسکری۔ متوفی ۲۶۰ھ کہ جنھیں روافض شیعہ فوت شدہ نہیں مانتے بلکہ کسی غار میں اس علم القرآن سمیت چھپ جانے والا مانتے ہیں اور ان کے عقیدہ میں وہ تاہنوز زندہ ہیں اور زندہ رہیں گے حتیٰ کہ دجال اور عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا دور آ جائے۔) یہ امام صاحب تقریباً گیارہ صدیوں سے بھی زیادہ عرصہ سے اثنا عشری امامی شیعہ کے نزدیک مفقود وغائب ہیں۔ جبکہ (آغا خانی اسماعیلیوں جیسے) ان کے بعض فرقوں کے نزدیک یہ ''امام غائب'' فوت ہوگئے ہیں۔ (اور ہر زمانے میں ان کے لیے ایک ''امام ظاہر'' ہوتا ہے جو ان کے نزدیک بیک وقت خدا کا بھی درجہ رکھتا ہے اور نبی مرسل کا بھی۔)

[1] دیکھئے: نہج البلاغہ ص ۲٦٥، أصول الشیعۃ الإمامیۃ جلد ۱، ص ۱٦۰.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روافض شیعہ کی یہ اصطلاح قیم اس ''امام غائب یا امام معدوم'' کے ساتھ حجیت قرآن کی حیثیت سے ابھی تلک جڑی ہوئی ہے۔ تو گویا اس اصطلاح ومقولہ کی غرض وغایت یہ ہے کہ: قرآن حکیم سے کسی حکم ومسئلہ یا کسی نہی وعقیدۂ توحید کی دلیل لینا اس کے ''قیم'' کے غائب یا معدوم ہونے کی وجہ سے متوقف ہو چکی ہے۔ جب تک وہ ''قیم امام'' ظاہر نہ ہو اللہ عزوجل کی کتاب کی طرف رجوع نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی اس سے استدلال والے مقام تک رسائی حاصل کی جا سکتی ہے۔ اس لیے کہ قرآن سے دلیل صرف امام کے قول وحکم میں ہوتی ہے اور وہ تو غائب ہے۔ اس لیے اب کسی بھی شرعی حکم، امر ونہی اور عقیدہ توحید ورسالت میں قرآن کے اندر کوئی دلیل نہیں ہے۔ سو ساری امت کے لوگ اب (امام غائب کے ظاہر ہونے تک، چاہے اُس کے ظاہر ہونے میں ہزاروں سال کیوں نہ لگیں۔) اللہ عزوجل کے راستے کا نام بھی نہ لیں اور اُس وقت تک کے لیے خود گمراہی میں پڑے رہنے اور دوسروں کو گمراہ کرتے رہنے والی راہ پر گامزن رہیں۔ (خوب عیاشی، بدمعاشی، شرک وخرافات، طاغوت کی پوجا، یہود ونصاریٰ کی اتباع وکاسہ لیسی اور ہر طرح کے ظلم واستبداد کو اپنائے رکھیں۔ لعنة الله على هذا الفكر الخسيس)

کتاب اللہ العزیز اور اہل شیعہ سمیت عامۃ المسلمین کے خلاف سازش کی یہاں تک ہی بس نہیں ہے بلکہ یہ تو اسلام کو دنیا سے ختم کرنے کے لیے اس کے گرد تنگ کیے گئے گھیروں میں سے ایک گھیرا اور سازشی مشوروں کی کڑیوں میں سے ایک مشورہ ہے تاکہ شیعہ کو بالخصوص کتاب اللہ العزیز سے بہت دور کر دیا جائے۔ (واقعتاً آج بھی ایسا ہی اور قرآن حکیم سے روافض کی دوری صدیوں سے چلی آ رہی ہے۔) [1]

اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ قرآن کریم کا علم ایسا نہیں تھا کہ جو کوئی خفیہ راز ہوتا اور کوئی معین خاندان یا کوئی خاص گروہ اس کا نسلاً بعد نسل وارث ہوتا۔ رسول اللہ ﷺ کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے علاوہ (ان سب سے ہٹ کر) اس بارے میں سیّدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کے لیے کوئی تخصیص نہ تھی۔ اس میں بھی کوئی شک وشبہ نہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ہی اُمت محمدیہ علی صاحبہا التحیۃ والسلام کا وہ ہراول دستہ ہیں کہ جنھوں نے اس قرآن حکیم کو تمام بنی نوع انسان کے نبی محمد رسول اللہ ﷺ سے براہِ راست حاصل کرنے کا شرف حاصل کیا اور پھر انھوں نے اپنے ساتھ والے زمانہ کے لوگوں، تابعین عظام کو من وعن سارے کا سارا قرآن پہنچا دیا اور ان سب حضرات گرامی کی تعداد لاکھوں میں تھی۔ مگر روافض شیعہ اس اصل وحقیقت کا انکار کرتے اور اس بات کا عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمام کے تمام علوم قرآن کے لیے ان کے صرف بارہ اماموں کو ہی مختص کیا تھا۔ ان بارہ اماموں کو ہی قرآن کی تفسیر کے ساتھ مختص کیا گیا تھا اور یہ کہ جو آدمی ان بارہ اماموں کے علاوہ کسی اور

[1] تفصیل کے لیے: أصول الشيعة الإمامية جلد ۱، ص ۱٦۱ دیکھیے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے ''علم قرآن'' کو طلب کرتا ہے تو وہ گمراہ ہے۔ جبکہ اہل السنہ والجماعۃ کے کتنے ہی مصادر ومراجع اس بات کا ذکر کرتے ہیں کہ: روافض کی اس اصطلاح ''قیم'' کی ابتداء اور اس کی جڑیں عبداللہ بن سبا یہودی تک پہنچتی ہیں۔ سب سے پہلے اسی ظالم یہودی نے یہ شوشہ چھوڑا تھا کہ: ''قرآن تو کل نو حصوں میں سے ایک نواں (1/9) جزء ہے، باقی سارا علم تو علی رضی اللہ عنہ کے پاس ہے۔'' ❶

اثنا عشری امامی روافض شیعہ کی کتب میں اس اصطلاح و مقولہ کا ذکر درج ذیل مختلف انواعِ روایات واخبار کی صورت میں تاہنوز جاری ہے۔

(ا)...... ''اُصول الکافی'' میں امام ابوعبداللہ جعفر الصادق بن محمد الباقر رحمہ اللہ کی ایک لمبی سی روایت درج ہے، جس میں لکھا ہے کہ: اگر لوگوں کو قرآن کی تفسیر کرنے والا مل جائے تو قرآن کریم ان کے لیے کافی ہے۔ بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی تفسیر صرف ایک ہی شخص کو بتلائی تھی اور اس شخصیت نے باقی (گیارہ) اماموں کو اس کی تفسیر بتلا دی تھی۔ یہ شخصیت سیّدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کی تھی۔ ❷

اسی طرح شیعہ روافض کی معتمد علیہا کتب مصادر میں سے کتنی ہی کتابوں میں درج ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ عزوجل نے میرے اوپر قرآن کو نازل فرمایا ہے اور یہ وہی قرآن ہے کہ جس نے اس کی مخالفت کی وہ گمراہ ہو گیا اور جو شخص بھی اس کا علم علی بن ابوطالب (رضی اللہ عنہ) کے علاوہ کسی اور کے پاس تلاش کرے گا تو وہ ہلاک ہو جائے گا۔'' ❸

(ب)...... کتب شیعہ کا غالب گمان الی حد الیقین یہ ہے کہ: امام ابوجعفر محمد بن علی الباقر رحمہ اللہ نے دریافت فرمایا: ''اے قتادہ! کیا تم بصرہ والوں کے فقیہ ہو؟ انھوں نے عرض کیا: لوگ ایسا ہی گمان کرتے ہیں۔ ابوجعفر رحمہ اللہ نے فرمایا: مجھے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ تم قرآن کی تفسیر بھی کرتے ہو؟ امام قتادہ رحمہ اللہ نے کہا: جی ہاں! تب امام موصوف رحمہ اللہ نے فرمایا: ''اے قتادہ! تیری بربادی ہو! قرآن کو تو صرف وہی جانتا تھا کہ جس کو اس کلام اللہ کے ذریعے مخاطب کیا گیا تھا۔'' ❹

(ج)...... اس موضوع پر ان کی روایات بہت زیادہ ہیں۔ انھیں جمع کیا جائے تو ہو سکتا ہے کہ ان سے مکمل ایک بڑی جلد والی کتاب بن جائے۔ یہ سب روایات ایک ہی معنی کے گرد گھومتی ہیں اور وہ یہ کہ: قرآن حکیم کا

❶ تفصیل کے لیے: "أصول الشیعة الإمامیة جلد ۱، ص ۱٦٢"، "احوال الرجال" للجوزجانی ص ۳۸۔

❷ اصول الکافی جلد ۱، ص ۲۵۔ وسائل الشیعة جلد ۱۸، ص ۱۳۱۔

❸ أمالی الصدوق ص ٤٠ و وسائل الشیعة جلد ۱۸، ص ۱۳۱۔

❹ بحار الانوار جلد ۲، ص ۲۳۷، و ۲۳۸ و أصول الشیعة جلد ۱، ص ۱٦٣۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علم بارہ اماموں کے ساتھ ہی خاص تھا اور یہ کہ وہ علم ان کے پاس جمع تھا اور اسی علم کے ذریعے وہ ہر چیز کو جان لیتے تھے۔ ❶

اب اس شخص کے لیے کہ جو ایسی آیت کو تلاش کرنا چاہے جو رسول اللہ ﷺ کی سچائی پر دلالت کرتی ہو، روافض کے اس دعویٰ پر ردّ کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی ہے:

﴿ اَوَ لَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّ ذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝﴾ (العنكبوت : ٥١)

''اور کیا انھیں یہ کافی نہیں ہوا کہ بے شک ہم نے تجھ پر کتاب نازل کی جو ان کے سامنے پڑھی جاتی ہے۔ بے شک اس میں یقیناً ان لوگوں کے لیے بڑی رحمت اور نصیحت ہے جو ایمان لاتے ہیں۔''

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن عظیم خود اس پر شاہد اور دلیل و حجت ہے اور ہر اُس کے لیے بھی دلیل و حجت کہ جو قرآن کا علم قرآن سے لینا چاہے یا پھر رسول اللہ ﷺ کی سنت مطہرہ سے یا رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے کہ جن میں امیر المومنین سیّدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں، وہ آدمی سیدھی راہ کو پالے گا۔

روافض یہ بات جو کرتے ہیں کہ جو شخص سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی اور سے قرآن کا علم طلب کرے گا تو وہ ہلاک ہوجائے گا، اس بات کا اسلام میں کہیں وجود نہیں ہے۔ بلکہ یہ وہ قول ہے کہ ضرورت کے تحت جس کا باطل ہونا اسلام سے معلوم ہوا۔ اس لیے کہ نبی مکرم ﷺ نے اپنے صحابہ میں سے کسی کو بھی دوسروں سے الگ علم شریعت کے ساتھ خاص نہیں کیا تھا۔ اللہ عزوجل ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝﴾ (النحل : ٤٤)

''واضح دلائل اور کتابیں دے کر۔ اور ہم نے تیری طرف یہ نصیحت اتاری، تاکہ تو لوگوں کے لیے کھول کر بیان کر دے جو کچھ ان کی طرف اتارا گیا ہے اور تاکہ وہ غور وفکر کریں۔''

تو یہ آیت کریمہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ قرآن کا یہ وضاحت سے بیان تمام لوگوں کے لیے ہے نہ کہ اُن میں سے ایک جماعت یا ایک فرد کے لیے، اگرچہ وہ آپ کے اہل بیت ہی کیوں نہ ہوں۔ اور یہ کہ (جیسا پیچھے بیان ہوچکا) امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس بات کی نفی کردی تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں دیگر لوگوں

❶ دیکھیے: أصول الشيعة الإمامية جلد ١، ص ١٦٦.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے الگ کسی ایسے علم کے ساتھ مخصوص کیا تھا۔ ❶

حضرت ابان بن عثمان رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ: ایک دن دوپہر کے وقت سیّدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ مروان بن حکم کے پاس سے نکلے۔ ہم نے کہا: مروان نے اس گھڑی جناب زید رضی اللہ عنہ کو ضرور کسی اہم مسئلہ کو دریافت کرنے کے لیے بلوایا ہوگا۔ چنانچہ ہم زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور آپ سے اس وقت مروان کے پاس جانے کا سبب دریافت کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: ہاں! مروان نے ہم سے ایسی باتوں (احادیث مبارکہ) کے بارے میں پوچھا کہ جنھیں ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن رکھا ہو۔ (اور پھر میں نے بیان کیا کہ:) میں نے خود سماعت کیا ہے؛ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے تھے: نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَءًا سَمِعَ مِنَّا حَدِيثًا فَحَفِظَهُ حَتّٰى يُبَلِّغَهُ غَيْرَهُ، فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ إِلَى مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ، وَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ لَيْسَ بِفَقِيْهٍ۔ وَفِي رِوَايَةٍ: نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَءًا سَمِعَ مِنَّا شَيْئًا فَبَلَّغَهُ كَمَا سَمِعَهُ فَرُبَّ مُبَلَّغٍ أَوْعَى مِنْ سَامِعٍ ...... اللہ عزوجل اُس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے ہم سے کوئی حدیث سنی اور اسے یاد رکھا حتیٰ کہ اسے وہ دوسروں تک پہنچادے۔ کیونکہ بہت سارے حاملین فقہ ایسے ہیں کہ جو فقہ (قرآن وسنت سے مسائل کے استنباط والے علم) کو اپنے سے زیادہ فقہ و بصیرت والے کو پہنچا دیتے ہیں اور بہت سارے فقہ کے حاملین خود فقیہ نہیں ہوتے۔'' ایک دوسری روایت میں ہے کہ فرمایا: ''اللہ عزوجل ایسے آدمی کو تروتازہ رکھے کہ جس نے ہم سے کچھ سنا اور پھر اس سماعت شدہ احادیث وعلم قرآن کو آگے اسی طرح پہنچا دیا جس طرح اُس نے سنا ہو۔ اور بہت سارے ایسے آگے پہنچائے جانے والے بھی ہوتے ہیں کہ جو سننے والے سے (جو حدیث کو آگے پہنچا رہا ہو) زیادہ صحیح سمجھ اور صحت ادراک سے اس کی حفاظت کرنے والے ہوں۔'' ❷

یہ حدیث امامی اثنا عشری شیعہ کی کتابوں میں بھی درج ہے جو خود ان پر موضوع مذکور بالا کے ضمن میں زبردست حجت ہے۔ ❸

اور یہ جو دعویٰ کیا جاتا ہے کہ قرآن حکیم کے مخاطب صرف آئمہ اثنا عشر (روافض کے بارہ امام) ہی تھے اور

---

❶ اس کے لیے: صحیح مسلم کتاب الأضاحی کا باب تحریك الذبح لغیر اللّٰه تعالیٰ ولعن فاعله ...... مکمل حدیث ۵۱۲۴ تا ۵۱۲۶ پڑھ لیجیے۔

❷ سنن ابی داؤد، کتاب کراهية منع العلم، باب فضل نشر العلم، حدیث: ۳۶۶۰۔ جامع الترمذی، کتاب العلم، باب ما جاء فی الحث علی تبلیغ السماع، حدیث: ۲۶۵۶، ۲۶۵۷ واللفظ له۔ وسلسلة الاحادیث الصحیحة للشیخ الالبانی جلد ۱، حدیث: ۶۸۹، ۶۹۰۔

❸ اصول الکافی جلد ۱، ص ۴۰۳۔ و وسائل الشیعة للعاملی جلد ۸، ص ۶۴۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوئی نہیں، تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان بارہ اماموں کے سوا قرآن کو اور کوئی جانتا ہی نہ تھا۔ اس فہم سقیم سے تو پھر رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین، تابعین و تبع تابعین اور ان کے بعد والے تمام زمانوں کے آئمۃ الاسلام اور علماء عظام رحمہم اللہ جمیعاً یوں شمار ہوں گے کہ انھوں نے قرآن حکیم کی تفسیر اُس کے اصولوں کے مطابق جو کی تھی، یا ان کا یہ عقیدہ تھا کہ کتاب اللہ العزیز میں (توحید کے مسائل میں سے) وہ کچھ بھی ہے کہ جس سے لاعلمی کا عذر کسی کا قبول نہیں کیا جائے گا اور قرآن حکیم میں وہ علم بھی ہے کہ جس کے کلام کو عرب لوگ جانتے ہیں اور وہ آیات بھی ہیں کہ جنھیں پختہ علم قرآن وسنت والے کبار فقیہ علماء ہی جانتے ہیں کہ ان کا مطلب کیا ہے۔ اور قرآن میں (حروف مقطعات جیسی) ایسی چیزیں بھی ہیں کہ جنھیں ایک اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اس سے تو پھر وہ خود بھی ہلاک ہوگئے اور انھوں نے لوگوں کو بھی ہلاکت میں ڈال دیا...... جیسا کہ روافض اپنے پاس گمانِ غالب الی حد الیقین کیے بیٹھے ہیں۔ ❶

شیعہ روافض کا یہ گمانِ غالب الی حد الاعتقاد ہے کہ: ان کے اماموں کے سوا قرآن کو کوئی بھی نہیں جانتا اور وہ سارے کا سارا قرآن خوب جانتے ہیں۔ ان کا یہ دعویٰ صحیح دلیل لانے سے قاصر ہے اور ایسا گمان ہے کہ جس کو عقل بھی جھٹلاتی ہے اور قرآن وسنت کے نقلی دلائل بھی۔ سو ان کے دعویٰ بلا دلیل اور باطل عقیدہ کے مقابلے میں واجب ہو جاتا ہے کہ: اس بات کا علم حاصل کیا جائے کہ نبی مکرم ﷺ نے جس طرح اپنے اصحاب اطہار رضی اللہ عنہم اجمعین کو قرآن کے الفاظ و آیات اور اس کا متن پہنچائے تھے اور انھیں واضح کر کے اس کو سکھلا دیا تھا اسی طرح آپؐ نے ان کو قرآن کے معانی بھی خوب واضح کر کے بیان کر دیے تھے۔

چنانچہ اللہ رب العالمین کا ارشاد گرامی ہے:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝﴾ (النحل: ٤٣ تا ٤٤)

''اور ہم نے تجھ سے پہلے (نبی، رسول بنا کر) نہیں بھیجے مگر مرد، جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے۔ سو ذکر والوں سے پوچھ لو، اگر تم شروع سے نہیں جانتے۔ واضح دلائل اور کتابیں دے کر۔ اور ہم نے تیری طرف یہ نصیحت اتاری، تاکہ تو لوگوں کے لیے کھول کر بیان کر دے جو کچھ ان کی طرف اتارا

❶ تفصیل کے لیے: بحار الانوار جلد ٢٤، ص ٢٣٧، ٢٣٨۔ أصول الشيعة جلد ١، ص ١٦٣۔ تفسير الطبري جلد ١، ص ٧٦، كلام ابن عباس رضي الله عنهما.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گیا ہے اور تا کہ وہ غور وفکر کریں۔'' ❶

جناب ابوعبد الرحمن السلمی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ: ہمیں سادا تنا عثمان بن عفان اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما جیسے ان لوگوں نے حدیث بیان کی، جو ہمیں قرآن پڑھایا، سکھایا کرتے تھے کہ: وہ جب نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن مجید کی دس آیات کو سیکھ لیتے تو ان سے آگے نہیں بڑھتے تھے حتیٰ کہ وہ ان میں پایا جانے والا علم خوب حاصل کر لیتے اور ان پر مکمل عمل کر لیتے۔ یہ ہمارے استاذ اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: سو، ہم نے قرآن کے ساتھ اس کا علم بھی سیکھا (احادیث مبارکہ کے ذریعے اس کی تفسیر اور مسائل کا استنباط) اور عمل بھی، سب کے سب اکٹھے۔ ❷

اسی لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ایک سورۃ کو یاد کرنے میں ایک مدت لگایا کرتے تھے اور یہ اس لیے کہ اللہ رب العالمین نے فرمایا ہے:

ا .... ﴿ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝﴾ (ص: ۲۹)

''یہ ایک کتاب ہے، ہم نے اسے تیری طرف نازل کیا ہے، بہت بابرکت ہے، تاکہ وہ اس کی آیات میں غور وفکر کریں اور تا کہ عقلوں والے نصیحت حاصل کریں۔''

اسی طرح اللہ عزوجل دوسرے کچھ مقامات پر فرماتے ہیں:

ب .... ﴿ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ۝﴾

(النساء: ۸۲)

''تو کیا وہ قرآن میں غور وفکر نہیں کرتے۔ اگر وہ غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو وہ اس میں بہت زیادہ اختلاف پاتے۔''

ج .... ﴿ اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ اَمْ جَآءَهُمْ مَّا لَمْ يَاْتِ اٰبَآءَهُمُ الْاَوَّلِيْنَ ۝﴾ (مؤمنون: ٦٨)

❶ یعنی وہ تمہیں بتائیں گے کہ دنیا میں جتنے پیغمبر آئے سب کے سب بشر تھے۔ فرشتے یا کسی دوسری مخلوق سے نہ تھے۔ بعض مقلد حضرات اس آیت سے تقلید کے جائز ہونے پر استدلال کرتے ہیں۔ حالانکہ آیت کے سیاق وسباق سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس کے مخاطب مشرکین ہیں اور ''اہل الذکر'' سے مراد اہل کتاب ہیں اور آیت میں ایک خاص اعتراض کے حل میں ان کی طرف رجوع کا حکم دیا جا رہا ہے۔ اگر آیت کو عام بھی سمجھ لیا جائے تو بھی عام مسلمانوں کو حکم دیا جا رہا ہے کہ اپنے علما سے کتاب وسنت کا حکم معلوم کریں نہ کہ کسی خاص امام کے مسئلے دریافت کریں۔ اس آیت میں ''الذکر'' یعنی قرآن کے نازل کرنے کا مقصد یہ بیان فرمایا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قول وعمل سے اس کی توضیح وتشریح فرمائیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توضیحات کو سامنے رکھے بغیر قرآن کے مجملات کو سمجھنا ممکن ہی نہیں ہے۔ مثلاً نماز، زکوٰۃ اور دیگر احکام۔ اسی بنا پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اَلَا اِنِّيْ اُوْتِيْتُ الْقُرْاٰنَ وَمِثْلَهٗ مَعَهٗ '' ...... کہ خبردار! مجھے قرآن اور اس جیسی ایک اور چیز یعنی سنت دی گئی ہے۔ پس قرآن سے ہدایت حاصل کرنے کے لیے سنت سے بے نیازی اس آیت کی صریح خلاف ورزی ہے۔

❷ تفصیل کے لیے دیکھیے: مجموع فتاوٰی شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ جلد ۱۳، ص ۳۳۱۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''تو کیا انھوں نے بات میں خوب غور نہیں کیا، یا ان کے پاس وہ چیز آئی ہے جو ان کے پہلے باپ دادا کے پاس نہیں آئی۔''

د ..... ﴿الۗرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ٥ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ٥﴾

(یوسف: ۱ تا ۲)

''الۗرٰ۔ یہ واضح کتاب کی آیات ہیں۔ بے شک ہم نے اسے عربی قرآن بنا کر نازل کیا ہے، تاکہ تم سمجھو۔'' ❶

﴿يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ٥﴾

(المائدہ: ۱۹)

''اے اہل کتاب! بے شک تمھارے پاس ہمارا رسول آیا ہے، جو تمھارے لیے کھول کر بیان کرتا ہے، رسولوں کے ایک وقفے کے بعد، تاکہ تم یہ نہ کہو کہ ہمارے پاس نہ کوئی خوشخبری دینے والا آیا اور نہ ڈرانے والا، تو یقیناً تمھارے پاس ایک خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا آ چکا ہے اور اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔'' ❷

﴿وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا عَلَيْهِمْ مِّنْ اَنْفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيْدًا عَلٰى هٰٓؤُلَاۗءِ ۭ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ٥﴾

(النحل: ۸۹)

''اور جس دن ہم ہر امت میں ان پر انھی میں سے ایک گواہ کھڑا کریں گے اور تجھے ان لوگوں پر گواہ

---

❶ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ کتاب صرف اہل عرب کے لیے ہے۔ دوسروں کے لیے نازل نہیں کی گئی ہے۔ کیونکہ تمام انسانوں کی ہدایت کے لیے جو کتاب اتاری جائے گی وہ کسی ایک ہی انسانی زبان میں ہوگی اور فطری طریقہ یہ ہے کہ یا تو اس کتاب کی زبان سیکھی جائے یا اس کا دوسری زبان میں ترجمہ کیا جائے۔ چنانچہ یہی طریقہ قرآن کے بارے میں ملحوظ رکھا گیا۔ اس لیے عربوں سے جو اس کے اوّلیں مخاطب ہیں کہا جا رہا ہے کہ ہم نے یہ کتاب تمہاری اپنی عربی زبان میں نازل کی ہے۔ کسی اور زبان میں نہیں اتاری کہ تم اس کے ٹھیک طرح سے سمجھ نہ سکنے کا عذر پیش کر سکو۔

❷ اس آیت میں نبی کریم محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا اساسی مقصد بیان فرمایا ہے۔ یعنی عرصہ دراز سے کسی اولوالعزم رسول کے نہ آنے کی وجہ سے شرائع میں تغیر و تبدل اور تحریف ہو چکی تھی اور حق و باطل میں امتیاز باقی نہ رہا تھا جو لوگوں کے لیے شرائع سے اعراض کرنے کا واضح عذر تھا۔ پس نبی کریم ﷺ تبدل و تغیر اور تحریف سے ملت ابراہیمی کو پاک کر کے لوگوں کو شریعت حقہ سے روشناس کرایا تاکہ ان پر اتمام حجت ہو جائے اور عذر کی گنجائش باقی نہ رہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بنا کر لائیں گے۔ اور ہم نے تجھ پر یہ کتاب نازل کی، اس حال میں کہ ہر چیز کا واضح بیان ہے اور فرماں برداروں کے لیے ہدایت اور رحمت اور خوش خبری ہے۔''

یعنی حلال وحرام اور ہر اس چیز کا بیان ہے جس پر دنیا و آخرت میں انسان کی ہدایت وضلالت اور فلاح و خسران کا انحصار ہے۔ پھر جن احکام کو قرآن نے مجملاً بیان کیا ہے یا ان کے بیان کو چھوڑ دیا ہے۔ ان میں پیغمبر کی اطاعت کو فرض قرار دے کر سنت کی طرف رجوع کا حکم دیا ہے۔

﴿ هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝﴾ (الجمعه: ٢ تا ٤)

''وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں ایک رسول انھی میں سے بھیجا، جو ان کے سامنے اس کی آیات پڑھتا ہے اور انھیں پاک کرتا ہے اور انھیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے، حالانکہ بلاشبہ وہ اس سے پہلے یقیناً کھلی گمراہی میں تھے۔ اور ان میں سے کچھ اور لوگوں میں بھی (آپ کو بھیجا) جو ابھی تک ان سے نہیں ملے اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے، وہ اسے اس کو دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے۔'' [1]

[1] یعنی نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ جو عرب تھے اور ان پڑھ بھی۔ کہتے ہیں کہ عرب کے ہر قبیلہ کے ساتھ آپ کی کچھ نہ کچھ رشتہ داری تھی سوائے بنی تغلب کے جو عیسائی تھے۔ عربوں کو ''اُمّی'' یا تو اکثریت کے اعتبار سے فرمایا ہے اور یا اس اعتبار سے کہ نبی کریم ﷺ سے پہلے کوئی کتاب الٰہی ان میں نہ آئی تھی۔ ان کے مقابلہ میں یہود ونصاریٰ کو اہل کتاب کہا گیا کیونکہ ان کے ہاں تورات وانجیل وغیرہ آسمانی کتابیں آچکی تھیں۔ نبی کریم ﷺ کو امی کہنے کی وجہ یہ نہیں ہے کہ آپ بے علم تھے بلکہ یہ ہے کہ آپ نے کسی استاذ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ نہیں کیا۔ نبی کریم ﷺ کے پاس جو علم تھا وہ اللہ تعالیٰ سے بذریعہ وحی حاصل کیا گیا تھا لہٰذا یہ صحیح نہیں ہے کہ پہلے امی یا ان پڑھ کے معنی بے علم سمجھے جائیں اور پھر آپ کو عالم ثابت کر کے آپ کی نبوت پر بے جا اعتراضات کیے جائیں۔ جیسا کہ مستشرقین سے متاثر ہو کر بعض مسلمانوں نے سمجھ لیا ہے۔ یہ حکمت (دانائی) وہی چیز ہے جسے عام اصطلاح میں حدیث یا سنت کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس کی تعلیم کو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے فرائض منصبی میں سے ایک اہم فریضہ قرار دیا ہے۔ کھلی گمراہی میں مبتلا کا معنی یہ ہے کہ وہ بت پرستی میں مبتلا تھے۔ کسی پیغمبر کی تعلیم سے واقف نہ تھے۔ ان کے ہاں لوٹ مار اور قتل وغارت کا بازار گرم رہتا تھا۔ ان کے ہر قبیلہ کا خدا دوسرے قبیلہ کے خدا سے الگ تھا۔ الغرض انتہائی پستی اور گمراہی کی حالت میں پڑے ہوئے تھے اور اقوام عالم میں ان کا کوئی مقام نہ تھا۔ وآخرین ...... الخ کا عطف فِي الْاُمِّيّٖنَ پر ہے۔ یعنی یہی رسول دوسرے ان پڑھوں کے واسطے بھی ہے۔ ان سے مراد دنیا بھر کے وہ تمام لوگ ہو سکتے ہیں جو قیامت تک پیدا ہوں گے۔ صحیح بخاری میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ ''ابھی نہ ملنے والے لوگوں سے مراد کون لوگ ہیں؟'' آپ ﷺ نے سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: مجھے اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر ایمان ثریا ستارے کے پاس بھی ہو تو ان (اہل فارس) میں سے کچھ لوگ اسے ضرور پالیں گے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ جو اللہ عزوجل نے سورۂ یوسف کی آیت نمبر ۲ میں فرمایا ہے: لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ...... (ہم نے اس قرآن کو عربی زبان میں اتارا ہے) ''تا کہ تم سمجھو۔'' تو قرآن کو سمجھنا اس کے فہم کو متضمن ہے اور یہ بات تو سب لوگ جانتے ہیں کہ: ہر کلام و گفتگو کے معانی کا ایک اس سے مقصود فہم اس کے مجرد الفاظ کے سوا ہوتا ہے۔ پھر قرآن تو اس بارے میں سب سے اوّلیت رکھتا ہے۔

اس لیے روافض شیعہ کا ایک گروہ کہ جو اس اصطلاح و مقولہ کو ہضم کیے ہوئے ہے کسی گنتی میں نہیں آتا۔ یہ گروہ اپنی بات سے ہی پھرا ہوا نظر آتا ہے۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں: قرآن کے ظاہری الفاظ و متون اپنے علم کے ساتھ صرف بارہ اماموں کے ساتھ مختص نہیں ہیں۔ بلکہ ان الفاظ و آیات اور متون میں ان کے ساتھ دوسرے لوگ بھی شریک ہیں۔ البتہ اس کی آیات میں باطنی طور پر جو علوم و معارف چھپے ہوئے ہیں وہ ہمارے اماموں کے ساتھ مختص ہیں۔ (ان تک کوئی دوسرا رسائی حاصل نہیں کرسکتا۔)

اور پھر قرآن حکیم کے ظواہر (آیات و متون) سے دلیل لینے والے قضیہ کے گرد ''اخباریوں اور اُصولیوں'' کے درمیان بہت بڑا اختلاف کھڑا ہو چکا ہے۔ چنانچہ ان میں سے پہلے گروہ کی رائے یہ ہے کہ قرآن مجید کی ظاہری و باطنی سب طرح کی تفسیر کو آئمہ اثنا عشرہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ جبکہ دوسرے گروہ کی رائے ہے کہ قرآن حکیم کے ظواہر (الفاظ و متون اور آیات) سے دعوت الی اللہ والی الدین الحنیف میں دلائل کے عموم کے لیے، قرآن عظیم کے تدبر اور اس کے فہم و تفقہ کی خاطر دلیل لینا جائز ہے۔ [1]

اور یہ دعویٰ کہ: علم قرآن کو بارہ اماموں کے ساتھ ہی مختص کر دیا گیا تھا، خلفاء اربعہ سادا تنا ابوبکر و عمر، عثمان و علی اور عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عباس اور جناب زید بن ثابت رضی اللہ عنہم جیسے کتنے ہی بیسیوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی ایک بہت بڑی تعداد قرآن حکیم کی تفسیر کرنے میں جو مشہور ہے تو ان کا قرآن کی تفسیر و تشریح کرنا اس قول و نظریہ کے بالکل منافی ہے۔ پھر یہ کہ سیّدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر قرآن کی تعریف و توصیف فرمایا کرتے تھے۔ [2]

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ: ''سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے صحیح اسناد کے ساتھ جتنی اللہ عزوجل کی منشا ہوئی قرآن حکیم کی تفسیر منقول ہے۔ (بلکہ تفسیر ابن عباس الگ سے بھی طبع ہو چکی ہے۔) ان تفسیری اسانید میں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے نہایت تھوڑا کالمعدوم ذکر ہے بس۔ جبکہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تفسیر قرآن

---

[1] تفصیل کے لیے: الخوئی کی ''البیان'' ص ٤٦٣ اور المظفر کی ''أصول الفقه'' جلد۳، ص ۱۳۰ دیکھ لیجیے۔

[2] تفصیل کے لیے: تفسير ابن عطيه جلد١، ص ١٩، تفسير ابن جزي جلد١، ص ٩ دیکھ لیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لیے سادا تنا عمر بن الخطاب، ابو ہریرہ، عبد الرحمٰن بن عوف، زید بن ثابت، ابی بن کعب، اسامہ بن زید اور مہاجرین و انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں سے کتنے ہی اصحاب العلم سے روایت کرتے ہیں۔ کتب صحاح کے محدثین کرام رحمہم اللہ جمیعا نے تو سیّدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک بھی روایت اس ضمن میں عن علی رضی اللہ عنہم اپنی کتب میں درج نہیں کی ہے۔ حالانکہ عن عمر بن الخطاب، عن عبد الرحمٰن بن عوف وعن ابی ہریرہ وغیرہم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم انھوں نے جناب عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم اجمعین کی روایتیں بیان کی ہیں اور اہل ایمان مسلمانوں کے ہاں سیّدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کی کوئی تفسیر مکمل قرآن حمید کی ثابت شدہ معروف وغیر معروف نہیں ہے۔ جبکہ حدیث وتفسیر کی کتابیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمہم اللہ اجمعین کے آثار وروایات سے بھری پڑی ہیں۔ مگر یہ ہے کہ اس ضمن میں امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے بہت ہی کم مروی ہے اور عام طور پر جناب ابو عبد اللہ امام جعفر بن محمد الصادق رحمہ اللہ سے جو تفسیر منقول ہے وہ آپ رحمہ اللہ پر بالصراحت جھوٹ ہے۔ (اس لیے کہ اسے روایت کرنے والے جھوٹے رافضی کذاب ووضاع ہیں۔) [1]

خلاصۂ کلام یہ ہوا کہ: رافضی دین شیعہ میں قرآن حکیم کے معانی کو سمجھنے کے لیے آئمہ اثنا عشریہ کے علاوہ کوئی اور ذریعہ بالکل نہیں ہے اور جہاں تک ان بارہ اماموں کے علاوہ دیگر لوگوں کا تعلق ہے جیسے کہ صحابہ کرام اور تابعین وتبع کرام رضی اللہ عنہم ہیں تو ان سے اس ضمن میں فائدہ حاصل کرنا قطعاً لا حاصل ہے۔ سو، اُن کا یہ نظریہ و عقیدہ اور ان کا یہ منہج ودین حنیف اور قرآن وسنت سے لوگوں کو یکسر دور رکھنے والے ہدف کو منکشف کرتا اور اس کے لیے ان کی حیلہ سازیِ وجدوجہد اور فضاحتِ ارادہ صاف دکھائی دیتی ہے۔ اس لیے کہ جیسے پیچھے قرآنی دلائل سے صاف واضح ہو چکا کتاب اللہ العزیز نہایت واضح عربی زبان میں آسان کتاب ہے اور اس کے مخاطب تمام اہل ایمان واسلام بالخصوص اور تا قیامت باقی سب لوگ بالعموم ہیں اور پھر ایک مقام پر تو نہایت واضح فرما دیا:

﴿ هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝﴾ (آل عمران: ۱۳۸)

''یہ لوگوں کے لیے ایک وضاحت ہے اور بچنے والوں کے لیے سراسر ہدایت اور نصیحت ہے۔''

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن حکیم میں جگہ جگہ اپنے سب بندوں کو اس پر غور وتدبر، اس کی مثالوں سے نصیحت حاصل کرنے اور اس کے مواعظ ونصائح کے ساتھ دوسروں کو وعظ ونصیحت کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ یہ بات تو نہایت ہی محال ہے کہ جو آدمی یا جو لوگ کسی بات کو سمجھنے کا ملکہ ہی نہ رکھتے ہوں اُن سے کوئی ایسی بات کہی

---

[1] تفصیل کے لیے: منهاج السنة النبوية جلد٤، ص ١٥٥ دیکھ لیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائے کہ جو ان کے فہم سے بھی بالاتر ہو اور وہ اس کا معنی ومفہوم جاننے کی عقل ہی نہ رکھتے ہوں۔ ایسے لوگوں سے کہا جائے کہ: ایسے کلام سے نصیحت حاصل کرو کہ جس کا نہ ہی تو تم مفہوم جانتے ہو اور نہ ہی اس بیان وکلام کی تمھیں معرفت حاصل ہے۔ ❶

عصر حاضر کا ایک رافضی ملا اپنے مذکور بالا مذہب کی تائید وتاکید میں اپنے اہل مذہب کو پختہ کرنے کے لیے کہتا ہے: إِنَّ جَمِيعَ التَّفَاسِيْرِ الْوَارِدَةِ عَنْ غَيْرِ اَهْلِ الْبَيْتِ لَاقِيْمَةَ لَهَا وَلَا يُعْتَدُّبِهَا ...... بلاشبہ وہ سب کی سب قرآن کی تفاسیر کہ جو غیر اہل بیت سے وارد ومروی ہیں، ان کی کوئی قیمت نہیں اور نہ وہ کسی گنتی میں آتی ہیں۔'' ❷

پیچھے بیان شدہ رافضیوں کے اس طرح کے جتنے نظریات واقوال بیان ہوئے ہیں ان سے ان کی واضح طور پر یہ جدوجہد دکھائی دیتی ہے کہ ملت اسلامیہ کو قرآن حکیم کی آثار صحابہ واحادیث صحیحہ سے مروی تفسیر والے اس عظیم ترین علم سے روک دیا جائے اور یہ جان لیا جائے کہ عن روایۃ اصحاب النبی ﷺ، سلف صالحین اور آئمہ الـدین من بعدھم الی یومنا ھذا ان عظیم ترین علمی خزانوں میں کسی قسم کی عبرت ونصیحت اور علم ودرس نہیں ہے اور نہ ہی ان کی کوئی قدر وقیمت ہے۔ اس لیے کہ یہ علمی خزانے اثنا عشری اماموں سے منقول نہیں ہیں۔

ادھر ان کی اپنی ''تفسیر القمی، تفسیر العیاشی، الصافی اور البرہان'' جیسی تفاسیر کے مصنفوں اور ''الکافی، بحار الانوار'' جیسی ان کی معتمد علیہا کتب حدیث کے مؤلفوں نے آل بیت کی طرف منسوب کتاب اللہ کی ایسی تاویلات سے اپنی بری بڑی کتابوں کو سیاہ کر رکھا ہے کہ جو بہت ساری اغلب عبارتوں میں کتاب اللہ العزیز سے ان کی انتہائی فاضح و واضح جہل ولاعلمی، قرآنی آیات سے منحرف کرنے والی تاویل فاسد اور اس کی تفسیر میں اللٹپ و بے سمجھی والی چال چلنے کو منکشف کرتی ہیں۔ ان کی نسبت علماء اہل البیت سے کسی طور پر بھی صحیح ثابت ہونا ناممکن ہے۔ یہ ایسی تاویلات وتشریحات ہیں کہ جو الفاظ کے مدلولات، ان کے مفہوم اور قرآنی سیاق وسباق سے قطعاً میل نہیں کھاتیں...... عنقریب ان عبارتوں سے کچھ مثالیں پیش کی جائیں گی...... سو، روافض کے اس عقیدہ کی بنا پر علماء آل بیت کے علم کا یہی انھوں نے مبلغ ومقصود معلوم کروایا ہے اور اس جدوجہد اور کذب بیانی میں ان روافض نے علماء آل بیت کی عیب جوئی کرتے ہوئے بہت بڑی جہالت کی نسبت اپنے اندھے عشق اور جھوٹے دعویٰ محبت میں ان کا گروہ بننے (تشیع) کے لیے ان آل بیت الاطہار کی طرف کر رکھی ہے۔ ❸

❶ دیکھیے: تفسیر الطبری جلد ۱، ص ۸۲۔ ❷ دیکھیے: محمد رضا النجفی کی ''الشیعۃ والرجعۃ'' ص ۱۹۔

❸ تفصیل کے لیے: ''أصول الشیعۃ الإمامیۃ'' جلد ۱، ص ۱۷۶۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۳)......رافضی عقیدہ قرآن کے باطنی معانی بھی ہیں جو ظاہری مفہوم کے مخالف ہیں:

روافض شیعہ کا یہ عقیدہ ونظریہ ہے کہ: قرآن مجید کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن۔ لوگوں کو (مراد اہل السنہ والجماعت سلفی جماعت حقہ کے لوگ) صرف اس کے ظاہر کا ہی علم ہے۔ جہاں تک اس کے باطن کا تعلق ہے تو اس کو صرف امامیوں کے امام ہی جانتے ہیں یا پھر وہ لوگ علم رکھتے ہیں کہ جنھوں نے ان آئمہ کے علمی گھاٹ سے پانی پیا ہو۔ چنانچہ اس طرح کے افکار ونظریات سے شیعہ نے زندیقوں، نفسانی خواہشات کے پجاری لوگوں، دین حنیف کی عمارت کو منہدم کرنے والے فرقوں اور ملحدوں کے لیے دروازہ کھول دیا۔ تاکہ وہ قرآن حکیم کے ساتھ کھیل تماشہ کھل کر کر سکیں اور پھر ان سب نے مل کر اس کے خلاف کھل کر سازشیں کیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ اسلام کی روشنی کو اپنے مونہوں کی پھونکوں سے بجھا دیں۔ مگر اللہ کریم اپنے اسلام وقرآن اور اپنے نبی کی سنت والے نور کو پورا کرنے والا ہے چاہے کافر لوگ اس عمل کو ناپسند ہی کیوں نہ کریں۔ روافض شیعہ نے ظاہر و باطن کا نظریہ وضع کر کے اس سے نہایت غلط فائدہ اٹھاتے ہوئے نبوی منہج کے برعکس قرآن کی تفسیر کو بدلنے کی کوشش کر رکھی ہے۔ تاکہ قرآن کا ایک جعلی اور جھوٹا مفہوم تیار کر کے اُسے اپنے عقائد ونظریات کے مطابق ڈھال سکیں اور اُن کا یہ بناوٹی مفہوم ان کے عقیدۂ امامت ووصایہ میں ان کے کام آ سکے۔ اسی طرح انھوں نے قرآن کو سہارا بنا کر اُسے اس انداز میں لیا ہے کہ یہ صحابہ کرام کا امت خیر الامم پر بدتمیزی وگستاخی کے ساتھ چڑھائی کر سکیں اور ان پر زبان درازی کرنے میں نہایت بے باکی سے کام لے سکیں۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پر یہ بدتمیزی اور تبرا بازی والا کام بھی کرتے ہیں اور ان کے مقابلے میں وہ اہل بیت کی مدح وثناء میں زمین وآسمان کے قلابے ملاتے ہوئے ان کی طرف ایسی روایتوں کو منسوب کر دیتے ہیں کہ ان کے ذریعے اہل بیت اپنا دفاع خود کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ (حالانکہ حقیقت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اہل بیت کے ساتھ حد سے زیادہ محبت کرنے اور ان کا احترام کرنے والے تھے۔ جعلی قسم کی عداوت تو روافض نے وضع وتخلیق کر رکھی ہے۔) روافض شیعہ اس ضمن میں ایسی آراء و افکار لائے ہیں جو قرآن حکیم کی تفسیر کے بارے میں ہر اثر وحدیث کی مخالفت کرتے ہیں۔ ان کی اپنی تفسیر کی موافقت نہ ہی کوئی صحیح الاسناد اثر وحدیث کرتا ہے، نہ ہی عقل تسلیم کرتی ہے، نہ ہی لغت عرب اور نہ ہی منطق۔ [1]

اس باطنی تاویل کی جڑیں دراصل سبائیت کی کھیتی والی زمین میں گہری ہوئی تھیں۔ عبد اللہ بن سبا یہودی نے سب سے پہلے باطل تاویل کے ذریعے قرآن مجید سے دلیل حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہوئے اپنا رجعیت

---

[1] تفصیل کے لیے دیکھیے: دراسات عن الفرق في تاريخ المسلمين ص ۲۳۳.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والا نظریہ ایجاد کیا تھا۔ یہ اُس وقت اس نے کیا کہ جب اُس نے کہا تھا: ''حیرانی ہوتی ہے اُس شخص پر جو یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام دنیا میں واپس پلٹیں گے مگر یہ نہیں کہتا کہ محمد ﷺ بھی دنیا میں واپس پلٹیں گے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِیۡ فَرَضَ عَلَیۡکَ الۡقُرۡاٰنَ لَرَآدُّکَ اِلٰی مَعَادٍ ؕ قُلۡ رَّبِّیۡۤ اَعۡلَمُ مَنۡ جَآءَ بِالۡہُدٰی وَ مَنۡ ہُوَ فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ﴾ (القصص: ۸۵)

''بے شک جس نے تجھ پر یہ قرآن فرض کیا ہے وہ ضرور تجھے ایک لوٹنے کی جگہ کی طرف واپس لانے والا ہے۔ کہہ میرا رب اسے زیادہ جاننے والا ہے جو ہدایت لے کر آیا اور اسے بھی جو کھلی گمراہی میں ہے۔'' ❶

اہل السنہ والجماعت سلفی جماعت حقہ کے علماء عظام و آئمہ کرام رحمہم اللہ جمیعاً نے قرآن مجید کی شیعی باطل تاویلات و تفاسیر کے کچھ نمونے اپنی اپنی کتابوں میں درج کیے ہیں اور یہ بھی واضح کیا ہے کہ مسلمانوں کے عقائد و افکار اور ان کی ثقافت و معاملات پر اس کا اثر کس قدر خطرناک پڑنے والا ہے۔ چنانچہ امام اشعری نے ''مقالات الاسلامیین'' جلد۱ میں، علامہ بغدادی نے ''الفرق بین الفرق'' ص۲۴ میں اور امام شہرستانی رحمہم اللہ اجمعین نے ''الملل والنحل'' جلد۱، ص۱۷۷ میں اس موضوع پر خوب کھل کر پورے دلائل سے بات کی ہے۔ علاوہ ازیں دوسرے علماء نے بھی اپنی اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ: مغیرہ بن سعید اہل السنہ اور شیعہ کے نزدیک متفق علیہ غالی رافضی تھا، اس نے اللہ تعالیٰ کے فرمانِ گرامی: ﴿ كَمَثَلِ الشَّيۡطٰنِ اِذۡ قَالَ لِلۡاِنۡسَانِ اكۡفُرۡ‌ۚ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّىۡ بَرِىۡٓءٌ مِّنۡكَ اِنِّىۡۤ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴾ کی تاویل باطل کرتے ہوئے کہا: یہاں شیطان سے مراد (نعوذ باللہ) عمر بن خطاب ہے۔ (رضی اللہ عنہ وارضاہ) اسی ظالم و فاسق مغیرہ بن سعید کی طرف ''فرقہ مغیریہ'' منسوب کیا جاتا ہے۔ یہ شیطانی تاویل و تفسیر بعینہٖ روافض شیعہ کو وراثت میں ملی ہے

❶ مراد ہے مکہ کی طرف۔ اکثر مفسرین نے یہی مفہوم بیان کیا ہے۔ ضحاک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ہجرت کے وقت جب نبی کریم ﷺ مکہ سے نکل کر جحفہ پہنچے تو آپ کے دل میں مکہ کا اشتیاق پیدا ہوا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اس میں فتح مکہ کی خوشخبری دی ہے۔ یہ آیت اثنائے ہجرت کے وقت اور تسلی فرمائی کہ پھر مکہ آؤ گے سو خوب طرح پورے غالب ہو کر۔ بعض نے ''معاد'' سے مراد موت اور بعض نے جنت لی ہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی تفسیر ''آخرت'' سے بھی کی ہے۔ دراصل فتح مکہ ہی قربِ موت کی علامت تھی جیسا کہ سورہ ''اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ'' کی تفسیر سے معلوم ہوتا ہے۔ اس لیے مکہ کی طرف لوٹنا موت سے کنایہ ہوسکتا ہے اور موت ذریعہ ہے عالم آخرت میں پہنچنے کا، جس کے بعد نبی کریم ﷺ جنت کے اعلیٰ مقام میں پہنچ جائیں گے۔ لہٰذا ان اقوال میں اختلاف نہیں ہے۔ تفصیل کے لیے: ''تاریخ الطبری'' جلد: ۵، ص: ۳۴۷ دیکھ لیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور انھوں نے اس تاویل وتفسیر کو اپنی معتمد علیہا کتب میں مدون کر رکھا ہے۔ روافض نے اپنی ''تفسیر العیاشی، الصافی، القمی، البرہان اور بحار الانوار'' جیسی تفسیروں میں امام ابوجعفر محمد بن علی الباقر (رحمہ اللہ) کی طرف:...... اور جب (قیامت والے دن) لوگوں کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے گا تو شیطان کہے گا...... الخ (سورہ ابراہیم:۲۲) کی تفسیر و تاویل اس طرح منسوب کر رکھی ہے کہ: انھوں نے فرمایا ہے: اس سے مراد دوسرا ہے۔ یعنی شیطان اُس دن جو کہے گا: اللہ نے تم سے سچا وعدہ کیا تھا اور میں نے تم سے جو وعدہ کیا تھا تو میں نے تم سے بے وفائی کی تھی...... الخ...... تو یہاں شیطان سے مراد ''خلیفہ ثانی عمر بن خطاب'' ہے۔ اثنا عشری روافض شیعہ کی یہی وہ کتب ہیں جو مغیرہ بن سعید پر کتاب اللہ العزیز میں اس انحراف کی وضعیت و کذب کو ثابت کرتی ہیں کہ ایسی تاویلیں اس کی پوتی ہوئی ہیں، مگر اسی قاعدۂ مطردہ کو وہ خود بھی بڑے شوق سے بیان بھی کرتے ہیں اور ظالم افتراء و بہتان سے کام لیتے ہوئے ان کی نسبت علماء اہل بیت الاطہار کی طرف کر دیتے ہیں۔ ❶

اسی طرح کی روایات کہ جنھیں اثنا عشری رافضی شیعی کتب میں امام ابوجعفر محمد بن علی الباقر رحمہ اللہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے، یہ ساری کی ساری اسی مغیرہ بن سعید اور اس جیسے دوسرے لوگوں کی جھوٹی، وضع کردہ روایتیں ہیں۔ امام ذہبی رحمہ اللہ نے شیعیت سے تائب ہونے والے ایک عالم ''کثیر النواء'' سے بیان کیا ہے کہ: امام ابوجعفر محمد بن علی الباقر رحمہ اللہ نے فرمایا: اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور اُس کا رسول مغیرہ بن سعید اور بیان بن سمعان جیسے لوگوں سے بری ہیں۔ بلاشبہ ان لوگوں نے ہم اہل بیت پر بہت جھوٹ باندھا ہے۔ اس لیے ہمارا ان سے کوئی تعلق نہیں۔ ❷

ملا الکشی نے اپنی کتاب ''رجال الکشی'' میں جناب امام ابوعبداللہ جعفر بن محمد الصادق رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اُنھوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ مغیرہ بن سعید پر لعنت کرے، وہ ہم پر جھوٹ بولتا ہے۔ اس باب میں الکشی نے کچھ مزید روایات بھی درج کی ہیں۔ ❸

امام اشعری، البغدادی، ابن حزم اور نشوان الحمیری رحمہم اللہ نے یہ بات بالاتفاق اپنی اپنی کتب میں درج کی ہے کہ: جابر الجعفی کہ جس نے سب سے پہلے باطنی نہج پر شیعہ کے لیے تفسیر لکھی تھی، وہ اس مغیرہ بن سعید کا خلیفہ تھا۔ اسی ظالم مغیرہ بن سعید قبحہ اللہ نے کہا تھا کہ قرآن میں مذکور شیطان سے مراد امیر المومنین عمر بن الخطاب ہیں۔ (رضی اللہ عنہ وارضاہ) تو یہی وہ خطرناک اصلی جڑیں ہیں کہ جنھوں نے ایک دوسرے سے فیض یاب ہو کر تشیع

---

❶ تفصیل دیکھنا چاہیں تو: تفسیر العیاشی ۲/۲۲۳۔ تفسیر الصافی ۳/۲۲۳۔ تفسیر القمی ۳/۸۴۔ البرهان ۲/۳۰۹۔ بحار الأنوار ۳/۳۷۸۔ أصول الشیعة الإمامیة ۱/۲۰۶ دیکھ لیجیے۔

❷ دیکھیے: میزان الاعتدال جلد ٤، ص ۱٦۱.

❸ دیکھیے: رجال الکشی ص ۱۹۵.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والے فساد پر کام کیا ہے۔ ❶

اپنے دور میں شیعہ روافض کا بڑا شیخ کہ روافض جب علامہ کا لقب کسی کے لیے بولتے ہیں تو ان کی مراد یہی ''ابن المطہر الحلی'' ہوتا ہے۔ بیان کرتا ہے کہ: امیر المومنین سیّدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کے استحقاق امامت بلافصل پر قرآن میں ''تیس دلائل و براہین'' موجود ہیں۔ اور پھر وہ ان دلائل کو پیش کرتے ہوئے کہتا ہے: یہ جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ ۝﴾ (الرحمن: ۱۹) ''اس نے دو سمندروں کو ملا دیا، جو اس حال میں مل رہے ہیں کہ...... '' تو دونوں دریاؤں سے مراد علی بن ابو طالب اور فاطمۃ الزہراء بنت رسول اللہ ﷺ ہیں اور اس کے بعد جو فرمایا ہے کہ: ﴿ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيَانِ ۝﴾ (الرحمن: ۲۰) ''ان دونوں کے درمیان ایک پردہ ہے (جس سے) وہ آگے نہیں بڑھتے ......'' تو اس برزخ آڑ یا پردہ سے مراد نبی کریم ﷺ مراد ہیں۔ پھر اگلی ایک آیت چھوڑ کر جو فرمایا ہے: ﴿ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝﴾ (الرحمن: ۲۱) ''تو تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟'' تو اس سے مراد ساداتنا حسن و حسین ہیں۔ رضی اللہ عنہما۔

اس جاہل رافضی علامہ ابن المطہر کی اس تاویل و تفسیر کے بارے میں شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ: اس ابن المطہر الحلی جیسے لوگ ایسی بات کہہ رہے ہوتے ہیں جس کی انھیں خود عقل نہیں ہوتی کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں۔ یہ نرا مالی خولیا اور ہذیان (بحالت مرض بہکی بہکی اور نامعقول باتیں کرنا) ہے کہ جسے اُس نے قرآن کی تفسیر سے تشبیہ دے رکھی ہے۔ اس کی یہ تاویل و تفسیر ملحدوں اور باطنی قرامطہ کی تفسیر ہے۔ بلکہ ایسی تفسیر ان سے بھی زیادہ شر اور فساد والی ہے۔ یہ تفسیر قرآن عظیم پر بالکل واضح نرا طعن و تشنیع اور اس پر جرح ہے۔ ❷

رافضی شیعوں کی طرف سے آیات قرآن کریم میں تحریف کی یہ کچھ مثالیں تھیں۔ یہ انھوں نے قرآن حکیم کی باطنی تفسیر کے ذریعے الحاد و کفر کے دونوں کواڑ کھول دینے کے مترادف ہے۔

(۱) ...... پہلا کواڑ، توحید خالص کے معنی کو یکسر تبدیل کر دینے کے لیے کھولا گیا ہے کہ جو توحید باری تعالیٰ دین حنیف، اسلام کی اساس اور بنیاد ہے۔ ظالموں نے توحید عزوجل کو ولایۃ الامامت میں تبدیل کر دیا۔ چنانچہ ان کی تفسیر میں درج ہے کہ: امام ابو جعفر محمد بن علی الباقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ اُنھوں نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے

---

❶ تفصیل کے لیے: مقالات الإسلامیین ۱/ ۷۳۔ الفرق بین الفرق ص ۲۴۲۔ المحلی ۵/ ٤٤۔ أصول الشیعة ۱/ ۲۰۷۔ أصول الشیعة ۱/ ۲۰۸ دیکھ لیجیے۔

❷ دیکھئے: منهاج السنه جلد ٤، ص ٦٦.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوئی نبی کبھی بھی ہماری ولایت اور ہماری ہمارے دشمن سے براءت کے بغیر نہیں بھیجا اور یہ بات اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں یوں بیان فرمائی ہے:

﴿ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ ۖ فَمِنْهُم مَّنْ هَدَى اللَّهُ وَمِنْهُم مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلَالَةُ ۚ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ۝ ﴾ (النحل: ٣٦) .

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو، پھر ان میں سے کچھ وہ تھے جنھیں اللہ نے ہدایت دی اور ان میں سے کچھ وہ تھے جن پر گمراہی ثابت ہوگئی۔ پس زمین میں چلو پھرو، پھر دیکھو جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا۔''

(۲)...... ان بدباطنوں نے اللہ کے معنی کو ''امام'' کے معنی میں تحریف کر رکھا ہے۔ چنانچہ یہ لوگ روایت کرتے ہیں کہ: امام ابوعبداللہ جعفر بن محمد الصادق علیہ السلام نے ﴿ وَقَالَ اللَّهُ لَا تَتَّخِذُوا إِلَٰهَيْنِ اثْنَيْنِ ۖ إِنَّمَا هُوَ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ۖ فَإِيَّايَ فَارْهَبُونِ ۝ ﴾ (النحل: ٥١) ''اور اللہ نے فرمایا تم دو معبود مت بناؤ۔ وہ تو صرف ایک ہی معبود برحق ہے، سو مجھی سے پس تم ڈرو۔'' کے بارے میں فرمایا کہ: اس سے مراد ہے: وَلَا تَتَّخِذُوْا إِمَامَيْنِ، إِنَّمَا هُوَ إِمَامٌ وَاحِدٌ...... دو امام نہ پکڑو۔ بلاشبہ تمھارا امام تو صرف ایک ہی ہے۔ ❶

مزید کچھ بدباطن تفسیر کی مثالیں ملاحظہ کیجیے:

(ا)...... اللہ عزوجل نے یہ جو فرمایا ہے: ﴿ وَكَانَ الْكَافِرُ عَلَىٰ رَبِّهِ ظَهِيرًا ۝ ﴾ (الفرقان: ٥٥) تو تفسیر القمی کا مصنف لکھتا ہے: یہاں الکافر الثانی مراد ہے، یعنی عمر بن الخطاب...... کہ وہ امیر المومنین علی بن ابوطالب علیہ السلام پر غالب آ گیا تھا۔ ❷

(ب)...... ملا الکاشانی اپنی کتاب ''الصائر'' میں لکھتا ہے کہ: امام ابوجعفر محمد بن علی الباقر علیہ السلام سے اس (مذکور بالا) آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو اُنھوں نے فرمایا: قرآن حکیم کے بطن میں (پوشیدہ) اس کی تفسیر یوں ہے کہ: عَلِيٌّ هُوَ رَبُّهُ فِي الْوِلَايَةِ...... ولایت میں علی ہی اس کا مالک ہے۔'' ❸

❶ تفصیل کے لیے ان کی کتابیں: تفسیر العیاشی جلد ۲، ص ۲٦۱۔ ''البرهان'' جلد ۲، ص ۲۷۳ اور ''أصول الشیعة'' جلد ۱ ص ۲۰۹ دیکھ لیجیے۔

❷ القمی قبحہ اللہ کی دیکھیے: تفسیر القمی جلد۲، ص ۱۱۵.

❸ دیکھیے: تفسیر نور الثقلین جلد٤، ص ۲۵. سورۃ الفرقان کے اس مقام پر بات تو اللہ رب العالمین کی توحید ربوبیت کے لیے ٹھوس دلائل کی ہو رہی ہے، مگر ان رافضی ظالموں نے اس موضوع کا معنی کیا سے کیا کر لیا؟ قبحهم الله جميعا۔ آیئے اس مقام کا مطالعہ براہِ راست قرآن سے سلف صالحین کی تفسیروں کی روشنی میں کرتے ہیں: اللہ عزوجل فرما رہے ہیں: ⇦⇦⇦

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ج)...... قرآن عظیم میں بعض مقامات پر لفظ ''کلمہ'' کا معنی ان روافض بدباطنوں نے ''آئمہ'' اور ''امامۃ'' سے تبدیل کر رکھا ہے۔ چنانچہ اللہ عزوجل نے یہ جو فرمایا ہے: ﴿ اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۭ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝﴾ (الشوری: ۲۱) ''یا ان کے لیے کچھ ایسے شریک ہیں جنھوں نے ان کے لیے دین کا وہ طریقہ مقرر کیا ہے جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی اور اگر فیصلہ شدہ بات نہ ہوتی تو ضرور ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا اور بے شک جو ظالم ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔'' تو روافض کہتے ہیں کہ: ''كَلِمَةُ الْفَصْلِ''...... سے مراد ''امام الفصل'' ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ارشاد گرامی: ﴿ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۭ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝﴾ (یونس: ٦٤) ''انھی کے لیے دنیا کی زندگی میں خوشخبری ہے اور آخرت میں بھی۔ اللہ کی باتوں کے لیے کوئی تبدیلی نہیں، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔'' کے بارے میں روافض لکھتے ہیں: اس کا معنی ہے: ''لَا تَبْدِيْلَ لِلْاِمَامَةِ۔''❶

(د)...... اسی طرح ان لوگوں نے قرآن مجید میں مذکور الفاظ ''المسجد، الکعبہ اور القبلہ'' کو ''الائمہ'' کے معنی میں تبدیل کر رکھا ہے۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ جو فرمایا ہے: ﴿ قُلْ اَمَرَ رَبِّيْ بِالْقِسْطِ ۣ وَاَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ڛ كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ۝﴾ (الاعراف: ۲۹) ''کہہ دے میرے رب نے انصاف کا حکم دیا ہے اور اپنے رخ ہر نماز کے وقت سیدھے رکھو اور اس کے لیے دین کو خالص کرتے ہوئے اس کو پکارو۔ جس طرح اس نے تمھاری ابتدا کی، اسی طرح تم دوبارہ پیدا ہو گے۔''

⇐⇐ ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۚ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا ۝ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ مِنَ الْمَاۗءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا ۭ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا ۝ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ وَلَا يَضُرُّهُمْ ۭ وَكَانَ الْكَافِرُ عَلٰي رَبِّهٖ ظَهِيْرًا ۝ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝﴾ (الفرقان: ۵۳ تا ۵۶)
''اور وہی ہے جس نے دو سمندروں کو ملا دیا، یہ میٹھا ہے، پیاس بجھانے والا اور یہ نمکین ہے کڑوا اور اس نے ان دونوں کے درمیان ایک پردہ اور مضبوط آڑ بنا دی۔ اور وہی ہے جس نے پانی سے ایک بشر کو پیدا کیا، پھر اسے خاندان اور سسرال بنا دیا اور تیرا رب بے حد قدرت والا ہے۔ اور وہ اللہ کے سوا اس چیز کی عبادت کرتے ہیں جو نہ انھیں نفع دیتی ہے اور نہ انھیں نقصان پہنچاتی ہے اور کافر ہمیشہ اپنے رب کے خلاف مدد کرنے والا ہے۔ اور ہم نے تجھے نہیں بھیجا مگر خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر۔''
جس کی وجہ سے دونوں پانی آپس میں ملنے نہیں پاتے۔ میٹھا میٹھا رہتا ہے اور کھاری کھاری۔ یہ کیفیت ان جگہوں میں اکثر پیش آتی ہے جہاں دو دریا یا نالوں کا ایک دوسرے سے ملاپ ہوتا ہے یا جہاں کوئی بڑا دریا سمندر میں گرتا ہے۔ پانی سے بشر کو پیدا کر کے اس کے خاندان بنائے کہ جس سے اس کی معاشرتی زندگی بنتی ہے اور اس کی نسل بڑھتی اور برقرار رہتی ہے۔ اور کافر ہمیشہ اپنے رب کا دشمن بن بیٹھا ہے کا مطلب یہ ہے کہ وہ کفر و شرک کا ارتکاب کر کے اپنے رب کے خلاف اس کے دشمن شیطان کا مددگار بنا ہوا ہے۔

❶ تفصیل کے لیے دیکھئے ان کی کتابیں: تفسیر القمی جلد۲، ص ۲۷٤، ص ۳۱٤، "بحار الأنوار" جلد ۲٤، ص ۱۷٤، ۱۷۵.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو ان کے ملا کہتے ہیں: "عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ" سے مراد ''الائمہ'' ہیں اور یہ جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴾ (الاعراف: ۳۱) ''اے آدم کی اولاد! ہر نماز کے وقت اپنی زینت لے لو اور کھاؤ اور پیو اور حد سے نہ گزرو، بے شک وہ حد سے گزرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔'' تو یہاں بھی "عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ" سے مراد ''الائمہ'' ہیں اور یہ جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ﴾ (الجن: ۱۸) ''اور یہ کہ بلاشبہ مساجد اللہ کے لیے ہیں، پس اللہ کے ساتھ کسی کو مت پکارو۔'' تو کہتے ہیں: اس کا معنی یہ ہے کہ: إِنَّ الْإِمَامُ مِنْ آلِ مُحَمَّدٍ، فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْ غَيْرِهِمْ إِمَامًا ...... امام آل محمد (ﷺ) سے ہونا چاہیے۔ اس لیے ان کے علاوہ کوئی اور امام نہ پکڑو۔''❶

(ھ)...... بحار الانوار کا مصنف ایک روایت درج کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ: امام ابوعبداللہ جعفر بن محمد الصادق علیہ السلام فرماتے ہیں: ہم ہی البلد الحرام ہیں۔ ہم ہی کعبۃ اللہ ہیں اور ہم ہی قبلہ ہیں اور جہت سجود۔ تو یہ ہے روافض کے ہاں آئمہ کی ولایت کا مقام۔ ان کا ملا و شیوخ اللہ تبارک وتعالیٰ کے فرمان گرامی: ﴿ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ وَهُمْ سٰلِمُوْنَ ﴾ (القلم: ۴۳) کے بارے میں لکھتے ہیں؛ اس کا معنی ہے: يُدْعَوْنَ إِلَى وِلَايَةِ عَلِيٍّ فِي الدُّنْيَا۔❷

(۳)...... اسی طرح ان لوگوں نے قرآن حکیم میں مذکور کلمہ "التوبہ" کی تحریف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: ابوبکر و عمر اور عثمان (رضی اللہ عنہم جمیعا) کی ولایت و خلافت سے رجوع کر کے جناب علی رضی اللہ عنہ کی ولایت و خلافت کی طرف رجوع کرنا، اس سے مراد ہے۔ یوں انھوں نے بغاوت والحاد کا ایک اور دروازہ کھول رکھا ہے۔ چنانچہ ان کے ملا کہتے ہیں؛ یہ جو اللہ کریم نے فرمایا ہے:

﴿ اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ﴾ (المؤمن: ۷)

''وہ (فرشتے) جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور وہ جو اس کے اردگرد ہیں اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ان لوگوں کے لیے بخشش کی دعا کرتے ہیں جو ایمان

---

❶ تفصیل کے لیے: تفسیر العیاشی جلد۲، ص۱۲، ۱۳، أصول الشیعة جلد۱، ص ۲۱۶ اور "البرهان" جلد۴، ص ۳۹۳ دیکھیے۔

❷ دیکھیے: بحار الأنوار جلد ۲۴، ص ۳۰۳۔ تفسیر القمی جلد۲، ص ۳۸۳۔ مرأة الأنوار، ص: ۱۷۶.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لائے، اے ہمارے رب! تو نے ہر چیز کو رحمت اور علم سے گھیر رکھا ہے، تو ان لوگوں کو بخش دے جنھوں نے توبہ کی اور تیرے راستے پر چلے اور انھیں بھڑکتی ہوئی آگ کے عذاب سے بچا۔''

تو اس بارے میں ان کے ہاں اس کی تین باطل تاویلیں ہیں: (۱)...... فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا ...... سے مراد: ''من ولاية فلان وفلان'' ہے اور اس ''فُلان'' سے مراد وہ سادا تنا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما اور بنو امیہ کی خلافت لیتے ہیں۔ (۲)...... اس فقرہ سے مراد ہے: ''من ولاية الطواغيت الثلاثة''...... اور اس سے مراد وہ سادا تنا ابوبکر وعمر اور عثمان رضی اللہ عنہم لیتے ہیں۔ آگے جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ''...... تو وہ کہتے ہیں: اس سے مراد ''ولایۃ علی علیہ السلام'' ہے۔ (۳)...... فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا ...... کا معنی یہ ہے کہ: آپ اے ہمارے نبی! ان لوگوں کے لیے اللہ کریم سے مغفرت طلب کیجیے کہ جو ان تینوں (ابوبکر اور عمر وعثمان رضی اللہ عنہم) اور بنو امیہ کی خلافت سے تائب ہو گئے اور وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ: اے علی امیر المؤمنین! وہ تیری راہ پر چلے۔ (نعوذ باللہ من هذه الهفوات والهذيان) ان تینوں روایات کی نسبت بھی ان لوگوں نے وضع کر کے جناب امام ابو جعفر محمد الباقر رحمہ اللہ کی طرف کر رکھی ہے۔ حالانکہ آپ رحمہ اللہ علم وتقویٰ اور آپ کا دین ومسلک دونوں ایسی باتوں کے صحیح ہونے کی نفی کرتے ہیں۔ [1]

یہ ہم نے ان کی بد باطن تاویلات وتفاسیر کا ایک تھوڑا سا نمونہ پیش کیا ہے۔ جبکہ تفسیر وتاویل میں ان کے بڑے بڑے مصادر ''ابو الخطاب، جابر الجعفی، مغیرہ بن سعید اور دیگر ان کے غالی روافض ملاؤں کے گدلے چشموں سے سیراب ہو کر اسی غلیظ وبدبودار تاویلوں والے اپنے باطنی منہج سے بھرے ہوئے ہیں۔ [2]

اس موضوع کے حوالے سے یہ بات قابل ملاحظہ ہے کہ: پانچویں صدی ہجری میں ان روافض کے ہاں ایسی تفسیر کا رخ شروع ہوا کہ جس کے ذریعے باطنی تاویل وتفسیر کے بارے میں پیدا ہونے والے سخت تنازعہ سے گلوخاصی حاصل کرنا تھا۔ اس کی ابتداء ان کے شیخ الطائفہ ابو جعفر محمد بن حسن الطّوسی نے کی (اس کا سن وفات ۴۶۰ھ ہے۔) اس نے شیعہ روافض کے لیے تفسیر میں ایک کتاب لکھی اور اس میں اس نے کوشش کی کہ وہ بد باطن وباطل تفسیر والے اس الزام واتہام صحیح سے اپنے شیعی بھائیوں کو خلاصی دلا دے یا کم از کم ''تفسیر القمی، تفسیر العیاشی اور اصول الکافی'' وغیرھا میں پائے جانے والے ظاہر وباہر غلو میں کمی کر سکے۔ اگرچہ اُس نے اپنے طائفہ کے

---

[1] حوالہ کے لیے: تفسیر الصافی جلد ٤، ص ٣٣٥، تفسیر القمی جلد ٢، ص ٢٥٥ اور اُصول الشیعة جلد ١، ص ٢١٨ دیکھ لیں۔

[2] روافض کی باطن تاویلاتِ قرآن کے جواب میں فضیلۃ الشیخ ربیع بن ھادی المدخلی حفظہ اللہ کی کتاب ''الانتصار لکتاب العزیز الجبار'' کا مطالعہ کیجیے جس کا اُردو ترجمہ ہو گیا ہے اور عنقریب زیورِ طباعت سے آراستہ ہونے والا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اُصول کا دفاع بھی خوب کیا اور ان کے لیے نئے ایجاد کردہ ضوابط کو مقرر بھی کیا ہے، مگر وہ اس میں پوری طرح سے کود جانے کا مظاہرہ نہ کر سکا۔ پھر طوسی کے اس نہج وطریق پر اپنی کتاب ''مجمع البیان'' میں فضل بن حسن طبرسی بھی چلا، مگر وہ بھی صحیح طرح سے اپنے متقدمین کی غلاظت کو دھو نہ سکا۔ چنانچہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ''منہاج السنہ النبویۃ'' (جلد۳، ص ۲۴۶) میں ان لوگوں کے بارے میں اشارۃً لکھا بھی ہے کہ: طوسی اور اس کے ہم مشرب رافضی شیوخ نے اپنی کتابوں میں اہل السنہ والجماعت کی بعض تفاسیر سے کچھ نہ کچھ درج کیا ہے۔ مگر اس کے باوجود ان کی کتب سے کوئی علمی فائدہ حاصل نہیں کیا جاسکتا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چھٹی فصل

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بارے میں امامی روافض شیعہ کا موقف

نبی معظم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بارے میں روافض اثنا عشری شیعہ نہایت ہی دشمنی اور بغض و کینہ والا موقف رکھتے ہیں۔ ان کے سینوں میں سیّد الانبیاء والرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابِ اطہار رضی اللہ عنہم کے بارے میں مکمل حقد و حسد اور شدید بغض و عداوت پائے جاتے ہیں۔ اس کا اظہار ایک تو ان کی بڑی چھوٹی اور قدیم و جدید تقریباً سبھی کتابوں میں اس وقت ہوتا ہے کہ جب ان ظالموں کی عبارتیں ان میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پر بڑی بڑی بدتمیزیاں اور طعن و تشنیع کرتے ہوئے ٹھاٹھیں مارتی ہوئی جوش مارنے لگتی ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بارے میں ان کے دیگر نظریات کے علاوہ یہ عقیدہ بھی ہے کہ: نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے چند لوگوں کو چھوڑ کر باقی سب کے سب کفر کی طرف پلٹ کر مرتد ہوگئے تھے۔ اس بات کی تصریح ان کی کتب میں سرے سے ہی مکمل طور پر اُن جھوٹی روایات میں پائی جاتی ہے کہ جو ان کی کتب مصادر میں درج ہیں اور یہ کتابیں ان کے ہاں ان کی صحیح ترین اور ثقہ ترین کتابیں ہیں کہ جن کے مؤلفوں نے یہ غلط روایتیں وضع کی ہیں۔ چنانچہ: (۱)...... الکلینی نے امام ابو جعفر محمد بن علی الباقر رحمہ اللہ سے روایت درج کی ہے کہ: اُنھوں نے فرمایا: نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سوائے تین حضرات کے باقی سب مسلمان مرتد ہوگئے تھے۔ میں نے عرض کیا: اور وہ تین حضرات کون تھے؟ فرمایا: مقداد بن اسود، ابوذر غفاری اور سلمان فارسی رحمہم اللہ و برکاتہ۔ اس سے تھوڑی دیر کے بعد امام موصوف نے دوسرے لوگوں (باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کو جان لیا اور پھر فرمایا: یہی وہ لوگ ہیں کہ جن پر (دشمنی کی) چکی گھوم رہی ہے اور انھوں نے انکار کر دیا اس بات سے کہ وہ بیعت کریں۔ حتیٰ کہ وہ امیر المومنین رضی اللہ عنہ کو لے کر آئے اس حال میں کہ آپ اس بیعت کو ناپسند کرتے تھے مگر آپ نے بیعت کر لی۔ [1]

(ب)...... نعمۃ اللہ الجزائری لکھتا ہے: ''امامی روافض سیّدنا علی علیہ السلام کی امامت کو انتہائی واضح تصریح کے ساتھ مانتے ہیں اور صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم اجمعین) کو کافر جانتے ہیں۔ وہ صحابہ میں عیب جوئی کرتے ہیں اور امامت کو ابو عبداللہ جعفر بن محمد الصادق رحمہ اللہ اور ان کے بعد ان کی معصومین عن الاخطاء اولاد میں حق مان کر چلاتے ہیں۔

[1] دیکھئے: ''الروضہ من الکافی'' جلد۸، ص ۲۴۵، ۲۴۶ والإنتصار للصحب والآل ص ۷۶.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کتاب (کہ جس کا حوالہ دیا جارہا ہے اور وہ اسی الجزائری کی کتاب ہے۔) کا مؤلف اسی فرقہ (رافضہ وضالہ) سے تعلق رکھتا ہے اور یہی فرقہ ناجیہ ہے۔'' (اگر یہ فرقہ ناجیہ ہے تو بتلائیے! پھر گمراہی کیا ہوتی ہے؟) ❶

روافض شیعہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں جو عیب جوئی اور طعن و تشنیع کی ہے وہ صرف اسی حد تک رک نہیں جاتی کہ ان اصحاب اطہار کو کافر قرار دیں یا مرتد کہہ دیں بلکہ یہ ظالم و فاسق فرقہ اس بات کا عقیدہ رکھتا ہے کہ نبی مکرم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ (نعوذ باللہ من ذلک) اللہ کی سب مخلوق سے زیادہ شر والے تھے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان تب تک (کسی بھی رافضی کا) مکمل نہیں ہوتا جب تک وہ ان لوگوں سے برأت کا اظہار نہ کر دے (اور ان کے بارے میں غلیظ زبان استعمال نہ کرے۔) بالخصوص خلفاء ثلاثہ سادا تنا ابوبکر و عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم اور تمام امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن جمیعاً۔ ❷

(ج)..... ملا محمد باقر مجلسی کہتا ہے: تبرأ کے بارے میں ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ ہم: چار بتوں سے برأت کا اظہار کرتے ہیں؛ ابوبکر، عمر، عثمان اور معاویہ سے۔ اسی طرح چار عورتوں (اُمہات المؤمنین) سے بھی، عائشہ، حفصہ، ہند (ابوسفیان کی بیوی) اور اُم الحکم سے۔ (رضی اللہ عنہم جمیعاً) اور یہ کہ ان کے تمام پیروکاروں سے بھی۔ اور ہم یہ بھی عقیدہ رکھتے ہیں کہ: بلا شبہ یہ سب لوگ روئے زمین پر اللہ کی مخلوق میں سب سے زیادہ شر والے ہیں۔ اور یہ کہ ہمارا (رافضی شیعوں کا) ایمان اللہ تعالیٰ، اُس کے رسول اور اپنے اماموں پر اس وقت پورا، مکمل ہوتا ہے جب ہم ان کے دشمنوں سے برأت کا اظہار و اعلان کر دیں۔ (اور مذکور بالا تمام لوگوں پر انتہائی غلیظ و بیہودہ زبان استعمال کریں۔) ❸

ان روافض شیعہ کی کمینگی اور دل کا حسد و بغض اور کینہ و عداوت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اطہار رضی اللہ عنہم اجمعین کے بارے میں اس حد تک پہنچے ہوئے ہیں کہ اُنھوں نے اصحاب اطہار، امۃ خیر الامم پر لعن طعن کرنا اور گالی گلوچ بکنا صرف جائز نہیں بلکہ لازم کر رکھا ہے کہ جس کے ذریعے وہ اپنے کسی بناوٹی رب کا تقرب حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ ملا کاظم نے ابوحمزہ الثمالی سے روایت درج کر کے سیّدنا علی زین العابدین بن حسین بن علی رضی اللہ عنہم پر تہمت باندھتے ہوئے لکھا ہے کہ انھوں نے فرمایا: جو شخص معبودانِ باطلہ اور طاغوت پر ایک بار لعنت بھیجے گا اللہ تعالیٰ

❶ الأنوار النعمانیہ جلد ۲، ص ۲۴۴.

❷ تفصیل کے لیے: ''الانتصار'' للصحب والآل'' ص ۷۷.

❸ تفصیل کے لیے: فارسی میں ''حق الیقین'' ص ۵۱۹ دیکھ لیجیے۔ فارسی عبارت کا عربی میں ترجمہ الشیخ محمد عبدالستار تونسوی نے اپنی کتاب ''بطلان عقائد الشیعۃ'' ص ۵۳ میں کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اُس کے لیے ستر لاکھ نیکیاں لکھ دے گا، ستر لاکھ اُس سے گناہ معاف کر دے گا اور ستر لاکھ اُس کے درجے بلند کر دے گا۔ اسی طرح جس شخص نے رات کے وقت معبودانِ باطلہ اور طاغوت پر ایک بار لعنت بھیجی اس کے لیے بھی اتنا اجر (شیطان کے ہاں) لکھا جائے گا۔ ابوحمزہ بیان کرتا ہے کہ: مولانا علی بن حسین زین العابدین علیہ السلام یہ فرما کر چلے گئے۔ ان کے صاحبزادے مولانا ابوجعفر محمد الباقر رحمہ اللہ کے پاس آیا اور میں نے عرض کیا: اے میرے مولیٰ! میں نے آپ کے والد محترم سے ایک حدیث سنی ہے۔ فرمانے لگے: ثمالی! بیان کرو۔ میں نے وہ حدیث (جو اوپر بیان ہوئی ہے۔) ان کو سنا دی۔ وہ فرمانے لگے: ہاں! اے ثمالی! کیا تو پسند کرتا ہے کہ اس ضمن میں، میں کچھ اور اضافہ بیان کر دوں؟ میں نے عرض کیا: کیوں نہیں اے میرے مولیٰ! تو فرمایا: جو شخص ان دونوں (معبودانِ باطلہ اور طاغوت شیطان) پر روزانہ صبح کے وقت ایک بار لعنت بھیج دے اُس پر اس دن کوئی گناہ نہیں لکھا جائے گا حتیٰ کہ وہ شام کر لے اور جو شام کے وقت اسی طرح جبت و طاغوت پر صرف ایک بار لعنت بھیج دے اُس پر صبح تک اس رات کا کوئی گناہ نہیں لکھا جائے گا۔'' (اسی لیے تو ''اُس بازار'' کی رنڈیاں ساری رات زنا کرواتی اور شیطانی ثواب کماتی ہیں۔) [1]

(د)..... روافض شیعہ کی اذکار والی کتابوں میں ان کی ایک درج ذیل بڑی مشہور دعا ڈیڑھ صفحہ پر آپ کو چھپی ہوئی ملے گی جس کی نسبت ان بدبختوں نے بہتاناً سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کی طرف کر رکھی ہے اور اس دعا کا نام اُنھوں نے ''دو قریشی بتوں کے بارے میں دُعا'' رکھا ہوا ہے۔ (ظالموں کو اپنے اماموں پر بھی جھوٹ باندھتے ہوئے حیاء نہیں آتی۔) اس دُعا کا ترجمہ اس طرح ہے: ''اے اللہ! تو درود بھیج محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آل محمد علیہم السلام پر۔ لعنت کر دو قریشی بتوں (ابوبکر وعمر) پر کہ جو ان کے معبودانِ باطلہ، ان کے طاغوت (شیطان) اور ان کے بڑے جھوٹ ہیں۔ اے اللہ! ان دونوں کے دونوں بیٹوں (عبداللہ بن عمر اور محمد بن ابوبکر) پر بھی لعنت بھیج کہ جن دونوں نے تیرے حکم کی نافرمانی کی، تیری وحی کا انکار کیا، تیرے انعام کو جھٹلایا، تیرے رسول کی نافرمانی کی، تیرے دین کو پلٹ دیا اور تیری کتاب کو ان دونوں (ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما) نے بدل دیا...... اور پھر اس دعا کے آخر میں ہے: اے اللہ! ان دونوں پر لعنت کر آنکھوں سے اوجھل چھپے ہوئے بھید میں اور علانیہ طور پر بالکل ظاہر میں۔ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے، دائمی اور ابدی۔ بہت زیادہ لعنت کہ جس کا معاملہ منقطع ہونے والا نہ ہو اور نہ ہی اُس لعنت کی تعداد ختم ہونے والی ہو۔ ایسی لعنت کہ اس کی ابتداء بار بار پلٹتی رہے مگر اختتام کبھی ختم ہونے والا نہ ہو۔ ان پر بھی اور ان کے مددگاروں پر بھی۔ ان کے انصار و اعوان، ان سے محبت کرنے والوں اور ان کے موالی پر بھی۔

[1] دیکھئے: ''اجمع الفضائح'' للملا کاظم ص ۵۱۳ نقلاً عن ''الشیعة واهل البیت'' ص ۱۵۷.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کا حق تسلیم کرنے والوں پر بھی اور ان کی طرف مائل ہونے والوں پر بھی۔ ان کے ذریعے دلیل لینے والے ان کے کام کا بیڑا اٹھانے والوں پر بھی۔ ان کے کلام و گفتگو کی اقتداء کرنے والوں اور ان کے احکام کی تصدیق کرنے والوں پر بھی۔ (لکھا ہے: اب چار بار کہو:) ''اَللّٰهُمَّ عَذِّبْهُمْ عَذَابًا یَسْتَغِیْثُ مِنْهُ اَهْلُ النَّارِ، آمِیْنَ یَارَبَّ الْعَالَمِیْنَ ...... اے اللہ! ان سب کو (جن جن کا بھی اُوپر ذکر ہوا) ایسا عذاب دے کہ جس سے جہنم والے بھی مدد طلب کریں۔ آمین! اے رب العالمین۔'' ❶

روافض شیعہ کے ہاں یہ بہت ہی مرغوب و پسندیدہ دعا ہے۔ حتیٰ کہ اُنھوں نے افتراءً اس کی نسبت جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف کرتے ہوئے کہا کہ اُنھوں نے فرمایا: علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ اپنی نمازوں میں اس دعا کے ذریعے قنوت کیا کرتے تھے اور مزید فرمایا کہ: ''ان مذکور بالا الفاظ کے ساتھ دعا کرنے والا غزواتِ بدر و اُحد اور حنین میں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ دس لاکھ تیر پھینکنے والے کی مانند ہے۔'' ❷

اسی لیے روافض علماء و ملاؤں کے ہاں یہ دعا بہت زیادہ عنایت و توجہ کا سبب بنی رہی حتیٰ کہ آغا بزرخ الطہرانی نے بیان کیا کہ اس کی شروحات کی تعداد دس تک پہنچ چکی ہے۔ ❸

یہ تو وہ معاملہ تھا جو ان کی قدیم کتابوں میں ہے اور ان کے متقدمین ملاؤں کی زبانوں پر رہتا تھا۔ جہاں تک اُن کے جدید، عصر حاضر کے ملاؤں کا تعلق ہے تو وہ بھی اپنے متقدمین کے عقیدہ پر پکے ہیں۔ دیکھ لیجیے! یہ ہے اُن کا عصر حاضر کا مقدس امام و آیۃ اللہ العظمیٰ الخمینی جو اپنی کتاب ''کشف الاسرار'' میں لکھتا ہے: ''یہاں ہمارے نزدیک شیخین (ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما) کی شخصیتوں کا کوئی اہم معاملہ نہیں ہے اور نہ ہی یہ کہ اُنھوں نے قرآن کی مخالفتوں میں کیا کیا اقدامات کیے تھے۔ اور نہ ہی اُن کا اللہ تعالیٰ کے احکام کے ساتھ کھیل تماشا کرنے کے حوالے سے کچھ کہنا ہے اور نہ ہی یہ کہ اُنھوں نے خود اپنی طرف سے دین میں جو کچھ حرام اور حلال کر رکھا تھا، اس کے متعلق کچھ لکھنا ہے۔ اور نہ ہی اس بارے میں کچھ کہنا ہے کہ ان دونوں نے سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا بنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان کی اولاد پر ظلم کرنے کے لیے اُنھیں جو تختۂ مشق بنائے رکھا۔ نہیں، بلکہ ہم تو اللہ تعالیٰ اور اس کے دین کے احکام کے متعلق ان دونوں کی جہالت کے متعلق وضاحت کرنا چاہتے ہیں۔''

❶ دیکھیے: ''مفتاح الجنان في الأدعیته والزّیارات والأذکار'' ص ۱۱۳، ۱۱۴۔ ''تحفة عوام مقبول'' ص ۲۱۴، ۲۱۵۔ یہ کتاب رافضی شیعوں کے عصر حاضر والے ملاؤں کی طرف سے توثیق شدہ ہے اور اس کے ٹائٹل پر ان کے نام چھپے ہوئے ہیں۔ جن میں ایرانی ملا، ان کے آیۃ اللہ خمینی کا نام بھی شامل ہے۔

❷ دیکھیے: محسن کاشانی کی ''علم الیقین في أصول الدین'' جلد۲، ص ۱۰۱۔

❸ دیکھیے: الذریعة إلی تصانیف الشیعة جلد۸، ص ۱۹۲۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور پھر یہ ملا خمینی شیخین کریمین و صاحبین رسول اللہ ﷺ سادا تنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں کہتا ہے:

''ہم اپنے آپ کو (اندر والی گندی خباثت اور شیطانی عمل کی وجہ سے) اس بات پر مجبور پا رہے ہیں کہ ان کی بالصراحت قرآن کریم کی مخالفت کے دلائل و شواہد پیش کریں۔ تا کہ ہم ثابت کرسکیں کہ وہ دونوں (خلیفۃ رسول اللہ ﷺ بلافصل ابوبکر بن ابوقحافہ و امیر المومنین الاوّل سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہم وارضوہ) قرآن کی مخالفت کیا کرتے تھے۔'' ❶

اس کے بعد یہی ملا خمینی صاحبین کریمین سادا تنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما پر قرآن مجید میں تحریف کرنے کی تہمت لگاتے ہوئے لکھتا ہے: ''اللہ تعالیٰ نے تو بیان فرمایا تھا کہ آٹھ طرح کے لوگ ہیں جو زکوٰۃ لینے کے حقدار ہیں۔ مگر ابوبکر نے عمر بن خطاب کے سامنے آ کر اُسے حکم دیتے ہوئے ان میں سے ایک گروہ کو (یعنی زکوٰۃ کے حقدار لوگوں) کو ساقط کر دیا۔ مگر مسلمانوں نے اس بارے میں کچھ بھی نہ کہا۔'' آگے چل کر خمینی لکھتا ہے: ''حقیقت یہ ہے کہ نبی کے ساتھیوں، (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین) نے اپنے پیغمبر کو جیسا اس کی قدر کرنے کا حق تھا، حق دیا ہی نہیں۔ وہ پیغمبر کہ جو پوری عمر ان کے لیے پوری جدوجہد کرتا رہا اور ان لوگوں کو سیدھی راہ پر لانے اور ان کی راہنمائی کے لیے اُس نے مصائب و مشکلات کو برداشت کیا۔ جب یہی پیغمبر موت کے وقت اپنی آنکھیں موندے ہوئے تھا تو اُس کے کانوں میں (آخری وقت) فدیہ کے بارے میں مصروفیت والے اور کفر و زندیقیت کے کاموں سے متعلق پھوٹنے والے شوشوں کے الفاظ عمر بن خطاب کی طرف سے ڈالے جا رہے تھے۔'' ❷

اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بارے میں (بیہودگی و غلاظت والا) رافضی شیعوں کا عقیدہ تا حال ان کی اُصول والی کتابوں (بڑے بڑے مصادر) میں موجود ہے اور اسی عقیدہ کی بنیاد پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بارے میں طعن و تشنیع اور گالی گلوچ سے کام لینا، ان کا مذہب قائم ہے۔ اس عمل شنیع سے ان روافض شیعہ کے دل کھل اُٹھتے اور پھر ان کو زبانیں رسول اللہ ﷺ کے تمام اصحاب اطہار رضی اللہ عنہم اجمعین کے بارے میں بالعموم اور نبی مکرم ﷺ کے خلفاء راشدین، آپ کے وزراء اور آپ کے داماد و اصہار کے بارے میں بالخصوص رذیل گفتگو کرنے میں تیزی سے چلنے لگتی ہیں۔ یہ بدبخت لوگ اس عمل شنیع اور غلیظ عقیدے کو دین سمجھ کر اس پر اللہ تبارک و تعالیٰ سے بہت بڑے اجر کی امید بھی رکھتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ: مسلماں آدمی جب بھی ان لوگوں کے دین حنیف، عین قرآن و سنت والے اسلام سے دوری اور گمراہی والے معاملے پر غور و فکر کرتا ہے تو وہ لازم طور پر دو موقف اختیار کر لیتا ہے۔

---

❶ دیکھیے: "کشف الاسرار" ص ۱۲۶، ۱۳۱.

❷ "کشف الأسرار" للخمینی ص ۱۳۱، ۱۳۵، ۱۳۷.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ا)...... اللہ عزوجل کے اس پر صاف ستھرے اور خباثتوں، غلاظتوں سے پاک عقیدہ توحید، قرآن وسنت والے دنیا کے عظیم ترین، دین اسلام کی سمجھ، قرآن کریم پر پورے ایمان، اللہ عزوجل، اس کے آخری پیغمبر سیّد الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ اور آپ کے بلا تفریق تمام اصحابِ اطہار رضی اللہ عنہم اجمعین سے بے پناہ محبت اور ملت اسلامیہ کے بلاتفریق تمام علماءِ حق اور آئمۃ الدین کے احترام والی اللہ کریم کی نعمت اور اس کے لطف و کرم کا شعور بیدار ہو جاتا ہے۔ مسلمان آدمی انتہائی حساس طریقے سے محسوس کرنے لگتا ہے کہ: اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے ان روافض والی گمراہی جیسی خبیثانہ غلاظت سے مجھے محفوظ رکھا۔ یہ ایسا معاملہ ہے کہ جس پر آدمی جتنا بھی شکر کرے کم ہے۔

(ب)...... اس قوم روافض کے دین اسلام سے انحراف اور صراطِ مستقیم سے ٹیڑھ پن کو اس حد تک پہنچ جانا دیکھ کر ایک مسلم آدمی خود کو محفوظ رکھتے ہوئے ان کے حال کی اصلاح اور اس دعوت و اصلاح کی اہمیت والا موقف اختیار کر لیتا ہے۔ ان کے دین حنیف سے انحراف، صبح و شام سادا تنا ابوبکر و عمر اور دیگر تمام اصحاب رسول اللہ ﷺ پر گالی گلوچ اور طعن و تشنیع کے ذریعے اللہ کا قرب حاصل کرنے والے شیطانی فلسفہ کو ہر وہ آدمی جان لیتا ہے جو ذرہ بھر بھی عقل رکھتا ہو۔ بلکہ یہ بات تو کتب ساویہ کی حامل ملتوں کے تمام لوگ بھی اللہ کے دین میں ضروری ادراک کے ذریعے جان سکتے ہیں کہ: اللہ تبارک و تعالیٰ نے کسی بھی اُمت کو کسی کافر پر لعن طعن کرنے والی ''عبادت'' پر نہیں لگایا چاہے کوئی کتنا ہی شدید کافر کیوں نہ ہو۔ [1] بلکہ صبح و شام اللہ تعالیٰ کی رحمت سے روندے ہوئے ابلیس شیطان کو بھی اپنے بندوں پر لعن طعن کرنے والی عبادت پر نہیں لگایا۔ بالخصوص صبح و شام

---

[1] دیکھئے لیجیے، فرعون سے بڑا بھی دنیا میں کوئی کافر ہوگا؟ مگر اللہ عزوجل نے جب موسیٰ و ہارون علیہما السلام کو اس کی طرف دعوت الی اللہ دینے کے لیے بھیجا تو فرمایا:

﴿ اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ وَلَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ ۝ اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۝ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ۝ قَالَا رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَآ اَوْ اَنْ يَّطْغٰى ۝ قَالَ لَا تَخَافَآ اِنَّنِيْ مَعَكُمَآ اَسْمَعُ وَاَرٰى ۝ فَاْتِيٰهُ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ وَالسَّلٰمُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى ۝﴾ (طٰهٰ: ٤٢ تا ٤٧)

''تو اور تیرا بھائی میری آیات لے کر جاؤ اور میری یاد میں سستی نہ کرنا۔ دونوں فرعون کے پاس جاؤ، بے شک وہ سرکش ہو گیا ہے۔ پس اس سے بات کرو، نرم بات، اس امید پر کہ وہ نصیحت حاصل کر لے، یا ڈر جائے۔ دونوں نے کہا اے ہمارے رب! یقیناً ہم ڈرتے ہیں کہ وہ ہم پر زیادتی کرے گا، یا کہ حد سے بڑھ جائے گا۔ فرمایا ڈرو نہیں، بے شک میں تم دونوں کے ساتھ ہوں، میں سن رہا ہوں اور دیکھ رہا ہوں۔ تو اس کے پاس جاؤ اور کہو بے شک ہم تیرے رب کے بھیجے ہوئے ہیں، پس تو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج دے اور انھیں عذاب نہ دے، یقیناً ہم تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے ایک نشانی لے کر آئے ہیں اور سلام اس پر جو ہدایت کے پیچھے چلے۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے اذکار میں کہ جن کے ذریعے ہم اللہ عزوجل کا قرب اور مصائب دنیا سے دوری حاصل کرتے ہیں۔ (بلکہ نبی مکرم ﷺ نے تو شیطان سے پناہ طلب کرنے کی تعلیم دی ہے۔) جبکہ یہ روافض شیعہ ہیں کہ وہ صبح و شام سادا تنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما پر لعنت کرتے ہیں؟ بلکہ جہاں تک مجھے علم ہے اور میں نے روافض کی کتابوں کا جتنا مطالعہ کیا ہے؛ میں ان کے ہاں کسی ایسی دعا کو نہیں جانتا کہ جو اُمیہ بن خلف، ولید بن مغیرہ، ابولہب یا ابوجہل کو لعن طعن کرنے کے لیے مخصوص ہو کہ جو اللہ رب العالمین کے ساتھ کفر کرنے میں سب لوگوں سے زیادہ کافر اور نبی مکرم ﷺ کی تکذیب میں ساری دنیا سے زیادہ پیش پیش تھے۔ بلکہ حد یہ ہے کہ ان کے ہاں ابلیس، شیطان کو لعن طعن کرنے کی بھی کوئی دعا اور ذکر نہیں اور دوسری طرف صورتِ حال یہ ہے کہ ان کی کتابیں سادا تنا ابوبکر و عمر اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پر لعن طعن کرنے سے بھری پڑی ہیں۔ ان ظالموں نے جناب ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو قریش کے دو بت قرار دے رکھا ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ جو آدمی یا جو جماعت اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کرتے ہوئے بدعات وخرافات کا راستہ اختیار کرلے، شیطان اس کے لیے اس کے قبیح افعال اور اس کے عمل کو کیسے مزین کر کے پیش کرتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ اس حالت میں چلا جاتا ہے کہ اسے نیکی اور برائی کی تمیز تک نہیں رہ جاتی اور نہ ہی وہ باطل اور حق کے درمیان پہچان کر پاتا ہے۔ بلکہ وہ اندھیروں میں بھٹکتا رہتا ہے اور شہوات کے نشے میں زندگی گزارتا ہے۔ جیسا کہ اللہ عزوجل نے درج ذیل آیات کریمہ میں ایسے لوگوں کی حالت کو اسی طرح کا ہی بیان فرمایا ہے۔ ❶

ا .... ﴿ اَفَمَنۡ زُيِّنَ لَهٗ سُوۡٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ؕ فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنۡ يَّشَآءُ وَيَهۡدِىۡ مَنۡ يَّشَآءُ ۖ فَلَا تَذۡهَبۡ نَفۡسُكَ عَلَيۡهِمۡ حَسَرٰتٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيۡمٌۢ بِمَا يَصۡنَعُوۡنَ ۝﴾ (فاطر: ۸)

”تو کیا وہ شخص جس کے لیے اس کا برا عمل مزین کر دیا گیا تو اس نے اسے اچھا سمجھا (اس شخص کی طرح ہے جو ایسا نہیں؟) پس بے شک اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے، سو تیری جان ان پر حسرتوں کی وجہ سے نہ جاتی رہے۔ بے شک اللہ اسے خوب جاننے والا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔“

ب .... ﴿ قُلۡ هَلۡ نُـنَبِّئُكُمۡ بِالۡاَخۡسَرِيۡنَ اَعۡمَالًا ۝ اَلَّذِيۡنَ ضَلَّ سَعۡيُهُمۡ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَهُمۡ يَحۡسَبُوۡنَ اَنَّهُمۡ يُحۡسِنُوۡنَ صُنۡعًا ۝ اُولٰٓـئِكَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمۡ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتۡ اَعۡمَالُهُمۡ فَلَا نُقِيۡمُ لَهُمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ وَزۡنًا ۝﴾ (الکہف: ۱۰۳ تا ۱۰۵)

”کہہ دے کیا ہم تمھیں وہ لوگ بتائیں جو اعمال میں سب سے زیادہ خسارے والے ہیں۔ وہ لوگ

---

❶ تفصیل کے لیے: الانتصار للصحب والآل ص ۸۵.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جن کی کوشش دنیا کی زندگی میں ضائع ہوگئی اور وہ سمجھتے ہیں کہ بے شک وہ ایک اچھا کام کر رہے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جنھوں نے اپنے رب کی آیات اور اس کی ملاقات کا انکار کیا، تو ان کے اعمال ضائع ہوگئے، سو ہم قیامت کے دن ان کے لیے کوئی وزن قائم نہیں کریں گے۔

ج .... ﴿ قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا حَتّٰى إِذَا رَأَوْا مَا يُوعَدُونَ إِمَّا الْعَذَابَ وَإِمَّا السَّاعَةَ ط فَسَيَعْلَمُونَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّأَضْعَفُ جُنْدًا ٥﴾ (مریم: ۷۵)

''کہہ دے جو شخص گمراہی میں پڑا ہو تو لازم ہے کہ اللہ الرحمٰن اسے ایک مدت تک مہلت دے، یہاں تک کہ جب وہ اس چیز کو دیکھ لیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے، یا تو عذاب اور یا قیامت کو، تو ضرور جان لیں گے کہ کون ہے جو مقام میں زیادہ برا اور لشکر کے اعتبار سے زیادہ کمزور ہے۔''

روافض کے زعم باطل کے مطابق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ارتداد سے متعلقہ آیات میں ان کی تفسیری ملاوٹ کے نمونے اور ان کے اس بطلان کا رد......................

(ا)......سورۃ آل عمران کی آیت:

رافضی امامی شیعوں نے اللہ عزوجل کے درج ذیل فرمان گرامی سے استدلال کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین (نعوذ باللہ) اسلام سے پھر گئے تھے۔

﴿ وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَلْقَوْهُ فَقَدْ رَأَيْتُمُوهُ وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ ٥ وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ط أَفَإِنْ مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى أَعْقَابِكُمْ ط وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا ط وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ٥﴾ (آل عمران: ۱۴۳ تا ۱۴۴)

''اور بے شک تم تو موت کی تمنا کیا کرتے تھے، اس سے پہلے کہ اسے ملو، تو بلاشبہ تم نے اسے اس حال میں دیکھ لیا کہ تم (آنکھوں سے) دیکھ رہے تھے۔ اور نہیں ہے محمد مگر ایک رسول، بے شک اس سے پہلے کئی رسول گزر چکے تو کیا اگر وہ فوت ہو جائے، یا قتل کر دیا جائے تو تم اپنی ایڑیوں پر پھر جاؤ گے اور جو اپنی ایڑیوں پر پھر جائے تو وہ اللہ کو ہرگز کچھ بھی نقصان نہیں پہنچائے گا اور اللہ شکر کرنے والوں کو جلد جزا دے گا۔''[1]

[1] مصنف نے متن میں اوپر جو تصریح و تشریح کی ہے وہ نہایت مختصر ہے۔ مزید وضاحت یوں ہے کہ پہلی آیت میں ''اَلْمَوْتَ'' کا جو کلمہ ہے تو ''اَلْمَوْتَ'' سے مراد جنگ یا شہادت۔ جن لوگوں کو جنگ بدر میں حاضری کا موقع نہیں ملا تھا وہ تمنا کیا کرتے تھے کہ دشمن سے مقابلہ کا ⇦⇦⇦

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رافضیوں نے نبی مکرم ﷺ کی وفات کے بعد اپنی ایڑیوں پر پھر جانے والے مسلمانوں کی بہت بڑی (مرتدین کی) اغلب تعداد کو شمار کیا ہے اور کہتے ہیں کہ چند ایک صحابہ کرام کے سوا باقی سب مرتد ہو گئے تھے جبکہ معاملہ ایسا نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد مسلمانوں کی ایک نہایت تھوڑی تعداد اسلام سے پھری تھی اور وہ بھی ان لوگوں کی تعداد تھی جو نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ رافضی کہتے ہیں: نہیں، بلکہ اسلام پر قائم رہنے والوں کی تعداد بہت تھوڑی تھی اور اسلام پر ثابت رہنے والوں کی تھوڑی تعداد کو ہی قرآن میں اللہ کے شکرگزار بندے شمار کیا گیا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: " وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ ...... اور میرے بندوں میں شکر کرنے والے بہت کم ہوتے ہیں۔" (سبا: ۱۳)

روافض کے نزدیک سورۃ آل عمران کی مذکور بالا آیات میں براہِ راست صحابہ کرام مقصود ہیں کہ جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ زندگی گزاری تھی اور یہ آیتیں نبی مکرم ﷺ کی وفات سے فوراً بعد بلافصل ان کے "انقلاب عن الاسلام" پر دلالت کرتی ہیں۔ اور پھر روافض نے ان آیتوں کو سقیفہ بنی ساعدہ میں پیش آنے والے واقعہ کے ساتھ جوڑنے اور تطبیق دینے کی کوشش کی ہے کہ جس وقت اس مقام میں نبی کریم ﷺ کی وفات سے فوراً بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وارضاہ کو خلیفۃ رسول اللہ ﷺ بلافصل منتخب کرلیا تھا۔ (اسی عمل صحابہ کو جو عین قرآن و سنت کے مطابق تھا، یہ ظالم و فاسق ارتداد کا نام دیتے ہیں۔) سو، ان کے اس کذب عظیم و بہتان مبین پر ہم یوں رد کرتے ہیں؛

⇐⇐ موقع ملے تو ہم بھی شہداء بدر کا درجہ حاصل کرلیں مگر جب جنگ احد میں یہ موقع ملا تو ثابت قدم نہ رہے اور مقابلہ سے بھاگ نکلے۔ اس آیت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مخاطب کرکے فرمایا کہ تمھاری تمنا کے مطابق اب یہ موقع آیا تو تمھیں چاہیے تھا کہ پوری جوان مردی سے دشمن کا مقابلہ کرتے اور پھر پامردی کا ثبوت دیتے۔ حدیث میں ہے کہ دشمن سے مڈبھیڑ ہونے کی تمنا نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے عافیت طلب کرو۔ لیکن اگر مڈبھیڑ ہوجائے تو ثابت قدم رہو اور جان لو کہ جنگ تلواروں کے سایہ تلے ہے۔ جنگ احد میں بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تو مرتبہ شہادت حاصل کیا اور بعض میدان چھوڑ کر فرار ہونے لگے۔ رسول اللہ ﷺ بھی زخمی ہوگئے اور شیطان نے آپ کی شہادت کی افواہ پھیلا دی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس افواہ سے انتہائی شکستہ خاطر ہوگئے اور ہمت ہار بیٹھے۔ منافقین نے طعن وطنز کے نشتر چبھونے شروع کردیے کہ اگر محمد (ﷺ) اللہ تعالیٰ کے رسول ہوتے تو قتل کیوں ہوتے۔ اس پر آیات نازل ہوئیں: کیا پیغمبر کے قتل ہونے یا طبعی موت مرجانے سے اللہ کا دین چھوڑ بیٹھو گے؟ تمھیں چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے رہو۔ شاہ صاحب لکھتے ہیں: اشارت نکلتی ہے کہ حضرت کی وفات پر بعض لوگ پھر جائیں گے...... چنانچہ اسی طرح ہوا کہ بہت سے لوگ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد مرتد ہوئے اور سیّدنا صدیق نے ان کو پھر مسلمان کیا اور بعضوں کو مارا۔ احادیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کی وفات ہوئی تو سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنا ذہنی توازن برقرار نہ رکھ سکے اور لوگوں سے خطاب کیا: جو شخص یہ کہے گا کہ محمد ﷺ کا انتقال ہوگیا ہے اس کا سر تلوار سے قلم کردوں گا۔ اتنے میں سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے اور تقریر فرمائی کہ "جو شخص محمد ﷺ کی پرستش کرتا تھا اسے جان لینا چاہیے کہ محمد (ﷺ) کی وفات ہوگئی ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی پرستش کرتا تھا تو اللہ تعالیٰ ہمیشہ زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا۔" اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی تو لوگوں کو ایسا محسوس ہوا کہ اس موقع کے لیے ہی یہ آیت اتری ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام ابوجعفر محمد بن جریر الطبری رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں اللہ عزوجل کے فرمان گرامی: ﴿ وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِن مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ وَمَن يَنقَلِبْ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ فَلَن يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ ﴾ (آل عمران: ۱۴۴) کی تفسیر میں امام الضحاک رحمہ اللہ کا یہ فرمان درج کیا ہے: غزوۂ اُحد والے دن (بروز ہفتہ ۷ شوال ۳ ہجری) شک اور نفاق والی بیماریوں میں مبتلا لوگ...... کہ جب نبی کریم ﷺ کے قریب سے (کفار مکہ سے مقابلہ کی خاطر) کچھ دور چلے گئے اور آپ ﷺ کو اس موقع پر زخم بھی لگا اور آپ کے سامنے والے نچلے دونوں دانت ٹوٹ گئے تھے...... باآواز بلند اعلان کرنے لگے: کہ محمد (ﷺ) قتل کر دیے گئے ہیں۔ آؤ اپنے دین پر پلٹ جاؤ تو اس وقت اللہ کریم نے فرمایا تھا: ﴿ أَفَإِن مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ ﴾ ...... (آل عمران:۱۴۴) ''اگر محمد رسول اللہ ﷺ طبعی موت سے ہمکنار ہو جائیں یا اُن کو شہید کر دیا جائے تو کیا تم اپنی ایڑیوں کے بل (فوراً اسلام سے) پھر جاؤ گے؟'' ❶

---

❶ سورۂ آل عمران کی آیات مذکور بالا (۱۴۴،۱۴۳) کا شان نزول جاننا ضروری ہے تاکہ جو بات ہو رہی ہے اُس کی حقیقت اور امامی روافض کا دھوکہ، فریب سمجھ میں آ سکے۔ دراصل غزوۂ اُحد کے موقع پر ہوا یہ تھا کہ: ابن اسحاق کہتے ہیں کہ اللہ نے مسلمانوں پر اپنی مدد نازل کی اور ان سے اپنا وعدہ پورا کیا، چنانچہ مسلمانوں نے تلواروں سے مشرکین کی ایسی کٹائی کہ وہ کیمپ سے بھی پرے بھاگ گئے اور بلاشبہ ان کو شکست فاش ہوئی۔ سیّدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ان کے والد نے فرمایا: ''واللہ میں نے دیکھا کہ ہند بنت عتبہ اور اُس کی ساتھی عورتوں کی پنڈلیاں نظر آ رہی ہیں۔ وہ کپڑے اُٹھائے بھاگی جا رہی ہیں۔ ان کی گرفتاری میں کوئی چیز بھی حائل نہیں تھی۔'' (سیرت ابن ہشام: ۲/۷۷)

صحیح بخاری میں سیّدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جب مشرکین سے ہماری ٹکر ہوئی تو مشرکین میں بھگدڑ مچ گئی یہاں تک کہ میں نے عورتوں کو دیکھا کہ پنڈلیوں سے کپڑے اٹھائے پہاڑ کی طرف تیزی سے بھاگ رہی تھیں۔ ان کی پازیبیں دکھائی پڑ رہی تھیں۔ اور اس بھگدڑ کے عالم میں مسلمان مشرکین پر تلوار چلاتے اور مال سمیٹتے ہوئے ان کا تعاقب کر رہے تھے۔ (صحیح البخاری رکتاب المغازی رحدیث: ۴۰۴۳)

تیر اندازوں کی خوفناک غلطی ......: لیکن عین اس وقت جبکہ یہ مختصر سا اسلامی لشکر اہل مکہ کے خلاف تاریخ کے اوراق پر ایک شاندار فتح ثبت کر رہا تھا جو اپنی تابناکی میں جنگ بدر کی فتح سے کسی طرح کم نہ تھی، تیر اندازوں کی اکثریت نے ایک خوفناک غلطی کا ارتکاب کیا جس کی وجہ سے جنگ کا پانسہ پلٹ گیا۔ مسلمانوں کو شدید نقصانات کا سامنا کرنا پڑا اور خود نبی کریم ﷺ شہادت سے بال بال بچے، اس کی وجہ سے مسلمانوں کی وہ ساکھ اور وہ ہیبت جاتی رہی جو جنگ بدر کے نتیجے میں انھیں حاصل ہوئی تھی۔

رسول اللہ ﷺ نے تیر اندازوں کو فتح و شکست ہر حال میں اپنے پہاڑی مورچے پر ڈٹے رہنے کی کتنی سخت تاکید فرمائی تھی۔ لیکن ان سارے تاکیدی احکامات کے باوجود جب انھوں نے دیکھا کہ مسلمان دشمن کا مال غنیمت لوٹ رہے ہیں تو ان پر حب دنیا کا کچھ اثر غالب آ گیا؛ چنانچہ بعض نے بعض سے کہا غنیمت ......! غنیمت ......! تمھارے ساتھی جیت گئے ......! اب کاہے کا انتظار ہے؟

اس آواز کے اُٹھتے ہی ان کے کمانڈر سیّدنا عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ نے انھیں رسول اللہ ﷺ کے احکامات یاد دلائے اور فرمایا: کیا تم بھول گئے کہ رسول اللہ ﷺ نے تمھیں کیا حکم دیا تھا؟ لیکن ان کی غالب اکثریت نے اس یاد دہانی پر کان نہ دھرا اور کہنے لگے: اللہ کی قسم ہم بھی لوگوں کے پاس ضرور جائیں گے اور کچھ مال غنیمت ضرور حاصل کریں گے۔ (صحیح البخاری رح: ۳۰۳۹) اس کے بعد چالیس تیر اندازوں نے اپنے مورچے چھوڑ دیے اور مال غنیمت سمیٹنے کے لیے عام لشکر میں جا شامل ہوئے۔ اس طرح مسلمانوں کی پشت خالی ہو گئی اور وہاں صرف ⇦⇦

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⇦⇦⇦ عبداللہ بن جبیر اور ان کے نو (۹) ساتھی باقی رہ گئے۔ جو اس عزم کے ساتھ اپنے مورچوں میں ڈٹے رہے کہ یا تو انھیں اجازت دی جائے گی یا وہ اپنی جان جان آفریں کے حوالے کر دیں گے۔

اسلامی لشکر مشرکین کے نرغے میں...... خالد بن ولید (جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے اور کافروں کی طرف سے مسلمانوں کے ساتھ لڑ رہے تھے) اس سے پہلے تین بار اس مورچے کو سر کرنے کی کوشش کر چکے تھے، اس زرّیں موقع سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے نہایت تیزی سے چکر کاٹ کر اسلامی لشکر کی پشت پر جا پہنچے اور عبداللہ بن جبیر اور ان کے ساتھیوں (رضی اللہ عنہم) کا صفایا کر کے مسلمانوں پر پیچھے سے ٹوٹ پڑے۔ ان کے شہسواروں نے ایک نعرہ بلند کیا۔ جس سے شکست خوردہ مشرکین کو اس نئی تبدیلی کا علم ہو گیا اور وہ بھی مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔ ادھر قبیلہ بنو حارث کی ایک عورت عمرہ بنت علقمہ نے لپک کر زمین پر پڑا ہوا مشرکین کا جھنڈا اٹھا لیا۔ پھر کیا تھا، بکھرے ہوئے مشرکین اس کے گرد سمٹنے لگے اور ایک نے دوسرے کو آواز دی، جس کے نتیجے میں وہ مسلمانوں کے خلاف اکٹھے ہو گئے اور جم کر لڑائی شروع کر دی۔ اب مسلمان آگے اور پیچھے دونوں طرف سے گھیرے میں آ چکے تھے۔ گویا چکی کے دو پاٹوں کے بیچ میں پڑ گئے تھے۔

رسول اللہ ﷺ کا پر خطر فیصلہ اور دلیرانہ اقدام...... اس وقت رسول اللہ ﷺ صرف نو صحابہ رضی اللہ عنہم کی ذرا سی نفری کے ہمراہ پیچھے تشریف فرما تھے اور مسلمانوں کی مار دھاڑ اور مشرکین کو قتل کیے جانے کا منظر دیکھ رہے تھے کہ آپ کو ایک دم اچانک خالد بن ولید کے شہسوار دکھائی پڑے۔ اس کے بعد آپ کے سامنے دو ہی راستے تھے، یا تو آپ اپنے رفقاء سمیت تیزی سے بھاگ کر کسی محفوظ جگہ چلے جاتے اور اپنے لشکر کو جو اب نرغے میں آیا ہی چاہتا تھا اس کی قسمت پر چھوڑ دیتے یا اپنی جان خطرے میں ڈال کر اپنے صحابہ کو بلاتے اور ان کی ایک معتد بہ تعداد اپنے پاس جمع کر کے ایک مضبوط محاذ تشکیل دیتے اور اس کے ذریعے مشرکین کا گھیرا توڑ کر اپنے لشکر کے لیے احد کی بلندی کی طرف جانے کا راستہ بناتے۔

آزمائش کے اس نازک ترین موقع پر رسول اللہ ﷺ کی عبقریت اور بے نظیر شجاعت نمایاں ہوئی کیونکہ آپ نے جان بچا کر بھاگنے کے بجائے اپنی جان خطرہ میں ڈال کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جان بچانے کا فیصلہ کیا۔

چنانچہ آپ نے خالد بن ولید کے شہسواروں کو دیکھتے ہی نہایت بلند آواز سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پکارا، اللہ کے بندو......! ادھر......! حالانکہ آپ جانتے تھے کہ یہ آواز مسلمانوں سے پہلے مشرکین تک پہنچ جائے گی اور یہی ہوا بھی؛ چنانچہ یہ آواز سن کر مشرکین کو معلوم ہو گیا کہ آپ یہیں موجود ہیں۔ لہٰذا ان کا ایک دستہ مسلمانوں سے پہلے آپ کے پاس پہنچ گیا اور باقی شہسواروں نے تیزی کے ساتھ مسلمانوں کو گھیرنا شروع کر دیا۔

اب ہم دونوں محاذوں کی تفصیلات الگ الگ ذکر کر رہے ہیں۔

مسلمانوں میں انتشار...... جب مسلمان نرغے میں آ گئے تو ایک گروہ تو ہوش کھو بیٹھا، اُسے صرف اپنی جان کی پڑی تھی۔ چنانچہ اس نے میدان جنگ چھوڑ کر فرار کی راہ اختیار کی۔ اسے کچھ خبر نہ تھی کہ پیچھے کیا ہو رہا ہے؟ ان میں سے کچھ تو بھاگ کر مدینہ میں جا گھسے اور کچھ پہاڑ کے اوپر چڑھ گئے۔ ایک گروہ پیچھے کی طرف پلٹا اور مشرکین کے ساتھ مخلوط ہو گیا۔ دونوں لشکر گڈمڈ ہو گئے اور ایک دوسرے کا پتا نہ چل سکا۔ اس کے نتیجے میں خود مسلمانوں کے ہاتھوں بعض مسلمان مار ڈالے گئے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ احد کے روز (پہلے) مشرکین کو شکست فاش ہوئی۔ اس کے بعد ابلیس نے آواز لگائی کہ اللہ کے بندو! پیچھے...... اس پر اگلی صف پلٹی اور پچھلی صف سے گتھ گئی۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ان کے والد یمان پر حملہ ہو رہا ہے۔ وہ بولے، اللہ کے بندو! میرے والد ہیں۔ لیکن اللہ کی قسم لوگوں نے ان سے ہاتھ نہ روکا یہاں تک کہ انھیں مار ہی ڈالا۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا، اللہ آپ لوگوں کی مغفرت کرے۔ سیدنا عروہ کا بیان ہے کہ بخدا سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ میں ہمیشہ خیر کا بقیہ رہا یہاں تک کہ وہ اللہ سے جا ملے۔ (صحیح البخاری/ کتاب المغازی/ باب: ۱۸، ح: ۴۰۶۵)

غرض اس گروہ کی صفوں میں سخت انتشار اور بدنظمی پیدا ہو گئی تھی۔ بہت سے لوگ حیران و سرگرداں تھے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کدھر جائیں۔ اسی دوران ایک پکارنے والے کی پکار سنائی پڑی کہ محمد قتل کر دیے گئے ہیں۔ اس سے رہا سہا ہوش بھی جاتا رہا۔ اکثر لوگوں کے حوصلے ٹوٹ گئے۔ بعض نے لڑائی سے ہاتھ روک لیا اور درماندہ ہو کر ہتھیار پھینک دیے۔ کچھ اور لوگوں نے سوچا کہ رأس المنافقین عبداللہ بن ابی ⇦⇦⇦

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⇦⇦ سے مل کر کہا جائے کہ وہ ابوسفیان سے ان کے لیے امان طلب کر دے۔

چند لمحے بعد ان لوگوں کے پاس سے سیّدنا انس بن النضر رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا۔ دیکھا کہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے پڑے ہیں۔ پوچھا کا ہے کا انتظار ہے؟ جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ قتل کر دیے گئے۔ سیّدنا انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے کہا: تو اب آپ ﷺ کے بعد تم لوگ زندہ رہ کر کیا کرو گے؟ اٹھو! اور جس چیز پر رسول اللہ ﷺ نے جان دی ہے، اسی پر تم بھی جان دے دو۔ اس کے بعد کہا، اے اللہ! ان لوگوں نے...... یعنی مسلمانوں نے...... جو کچھ کیا ہے اس پر میں تیرے حضور معذرت کرتا ہوں؛ اور ان لوگوں نے...... یعنی مشرکین نے...... جو کچھ کیا ہے اس سے براءت اختیار کرتا ہوں؛ یہ کہہ کر آگے بڑھ گئے۔ آگے سیّدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی۔ انھوں نے دریافت کیا، ابوعمر! کہاں جا رہے ہو؟ سیّدنا انس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: آہا! جنت کی خوشبو کا کیا کہنا۔ اے سعد! میں اسے احد کے پرے محسوس کر رہا ہوں۔ اس کے بعد مزید آگے بڑھے اور مشرکین سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ خاتمہ جنگ کے بعد انھیں پہچانا نہ جا سکا حتیٰ کہ ان کی بہن نے انھیں محض انگلیوں کے پور سے پہچانا۔ ان کو نیزے، تلوار اور تیر کے اسّی سے زیادہ زخم آئے تھے۔ (دیکھیے: زاد المعاد: ۲/۹۳، ۹۶۔ وصحیح البخاری رح: ۲۸۰۵، ۴۰۴۸)

اسی طرح ثابت بن دحداح رضی اللہ عنہ نے اپنی قوم کو پکار کر کہا: "اگر محمد قتل کر دیے گئے ہیں تو اللہ تو زندہ ہے۔ وہ تو نہیں مر سکتا۔ تم اپنے دین کے لیے لڑو۔ اللہ تمھیں فتح و مدد دے گا۔ اس پر انصار کی ایک جماعت اُٹھ پڑی اور سیّدنا ثابت رضی اللہ عنہ نے ان کی مدد سے خالد کے رسالے پر حملہ کر دیا اور لڑتے لڑتے سیّدنا خالد کے ہاتھوں نیزے سے شہید ہو گئے۔ انھیں کی طرح ان کے رفقاء نے بھی لڑتے لڑتے جامِ شہادت نوش کیا۔ (السيرة الحلبية: ٢/ ٢٢)

ایک مہاجر صحابی ایک انصاری صحابی کے پاس سے گزرے جو خون میں لت پت تھے۔ مہاجر نے کہا، بھئی فلاں! آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ محمد قتل کر دیے گئے۔ انصاری نے کہا، اگر محمد قتل کر دیے گئے تو وہ اللہ کا دین پہنچا چکے ہیں۔ اب تمھارا کام ہے کہ اس دین کی حفاظت کے لیے لڑو۔ (دیکھیے: زاد المعاد: ۲/۹۶)

اس طرح کی حوصلہ افزا اور ولولہ انگیز باتوں سے اسلامی فوج کے حوصلے بحال ہو گئے اور ان کے ہوش و حواس اپنی جگہ آ گئے۔ چنانچہ اب انھوں نے ہتھیار ڈالنے یا ابن ابی سے مل کر طلب امان کی بات سوچنے کے بجائے ہتھیار اٹھا لیے اور مشرکین کے تند سیلاب سے ٹکرا کر ان کا گھیرا توڑنے اور مرکز قیادت تک راستہ بنانے کی کوشش میں مصروف ہو گئے۔ اسی دوران یہ بھی معلوم ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ کے قتل کی خبر محض جھوٹ اور گھڑنت ہے۔ اس سے ان کی قوت اور بڑھ گئی اور ان کے حوصلوں اور ولولوں میں تازگی آ گئی؛ چنانچہ وہ ایک سخت اور خونریز جنگ کے بعد گھیرا توڑ کر نرغے سے نکلنے اور ایک مضبوط مرکز کے گرد جمع ہونے میں کامیاب ہو گئے۔

اسلامی لشکر کا ایک تیسرا گروہ وہ تھا جسے صرف رسول اللہ ﷺ کی فکر تھی۔ یہ گروہ گھیراؤ کی کارروائی کا علم ہوتے ہی رسول اللہ ﷺ کی طرف پلٹا۔ ان میں سرفہرست ابوبکر صدیق، عمر بن الخطاب اور علی بن ابی طالب وغیرہم رضی اللہ عنہم تھے۔ یہ لوگ مقاتلین کی صف اوّل میں بھی سب سے آگے تھے لیکن جب نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی کے لیے خطرہ پیدا ہوا تو آپ کی حفاظت اور دفاع کرنے والوں میں بھی سب سے آگے آ گئے۔

رسول اللہ ﷺ کے گرد خونریز معرکہ......: عین اُس وقت جبکہ اسلامی لشکر نرغے میں آ کر مشرکین کی چکی کے دو پاٹوں کے درمیان پس رہا تھا رسول اللہ ﷺ کے گرداگرد بھی خونریز معرکہ آرائی جاری تھی۔ ہم بتا چکے ہیں کہ مشرکین نے گھیراؤ کی کارروائی شروع کی تو رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ محض نو آدمی تھے اور جب آپ نے مسلمانوں کو یہ کہہ کر پکارا کہ میری طرف آؤ میں اللہ کا رسول ہوں، تو آپ کی آواز مشرکین نے سن لی اور آپ کو پہچان لیا۔ (کیونکہ اس وقت وہ مسلمانوں سے بھی زیادہ آپ کے قریب تھے) چنانچہ انھوں نے جھپٹ کر آپ پر حملہ کر دیا اور کسی مسلمان کی آمد سے پہلے پہلے اپنا پورا بوجھ ڈال دیا۔ اس فوری حملے کے نتیجے میں ان مشرکین اور وہاں پر موجود نو صحابہ کے درمیان نہایت سخت معرکہ آرائی شروع ہو گئی جس میں محبت و جان سپاری اور شجاعت و جانبازی کے بڑے بڑے نادر واقعات پیش آئے۔

صحیح مسلم میں سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ احد کے روز رسول اللہ ﷺ سات انصار اور دو قریشی صحابہ کے ہمراہ الگ تھلگ رہ گئے تھے۔ جب حملہ آور آپ کے بالکل قریب پہنچ گئے تو آپ نے فرمایا: کون ہے جو انھیں ہم سے دفع کرے اور اس کے لیے جنت ہے یا ⇦⇦⇦

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⇦⇦⇦ (یہ فرمایا کہ) وہ جنت میں میرا رفیق ہوگا۔'' اس کے بعد ایک انصاری صحابی آگے بڑھے اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ اس کے بعد پھر مشرکین آپ کے بالکل قریب آگئے اور پھر یہی ہوا۔ اس طرح باری باری ساتوں انصاری صحابی شہید ہو گئے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے اپنے دو باقی ماندہ ساتھیوں یعنی قریشیوں سے فرمایا: ''ہم نے اپنے ساتھیوں سے انصاف نہیں کیا۔'' (صحیح مسلم/ کتاب الجهاد والسير/ باب غزوة أحد/ حديث: ٤٦٤١)

ان ساتوں میں سے آخری صحابی سیّدنا عمارۃ بن یزید بن السکن تھے۔ وہ لڑتے رہے لڑتے رہے یہاں تک کہ زخموں سے چور ہو کر گر پڑے۔ ابن السکن کے گرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ صرف دونوں قریشی صحابی رہ گئے تھے۔ چنانچہ صحیحین میں ابوعثمان رضی اللہ عنہ کا بیان مروی ہے کہ جن ایام میں آپ نے معرکہ آرائیاں کیں ان میں سے ایک لڑائی میں آپ کے ساتھ طلحہ بن عبید اللہ اور سعد (بن ابی وقاص) کے سوا کوئی نہ رہ گیا تھا۔ (صحیح البخاری/حدیث: ۴۰۶۱) یہ لمحہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے لیے نہایت ہی نازک ترین لمحہ تھا جبکہ مشرکین کے لیے انتہائی سنہری موقع تھا اور حقیقت یہ ہے کہ مشرکین نے اس موقع سے فائدہ اٹھانے میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ انھوں نے اپنا تابڑ توڑ حملہ نبی کریم ﷺ پر مرکوز رکھا اور چاہا کہ آپ کا کام تمام کر دیں۔ اسی حملے میں عتبہ بن ابی وقاص نے آپ کو پتھر مارا جس سے آپ پہلو کے بل گر گئے۔ آپ کا داہنا نچلا رباعی دانت ٹوٹ گیا اور آپ کا نچلا ہونٹ زخمی ہو گیا۔ عبد اللہ بن شہاب زہری نے آگے بڑھ کر آپ کی پیشانی زخمی کر دی۔ ایک اور اڑیل سوار عبد اللہ بن قمئہ نے لپک کر آپ کے کندھے پر ایسی سخت تلوار ماری کہ آپ ایک مہینے سے زیادہ عرصے تک اس کی تکلیف محسوس کرتے رہے۔ البتہ آپ کی دوہری زرہ نہ کٹ سکی۔ اس کے بعد اس نے پہلے ہی کی طرح پھر ایک زوردار تلوار ماری۔ جو آنکھ سے نیچے کی ابھری ہوئی ہڈی پر لگی اور اس کی وجہ سے خود کی دو کڑیاں چہرے کے اندر دھنس گئیں ساتھ ہی اُس نے کہا: اسے لے! میں قمئہ (توڑنے والے) کا بیٹا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے چہرے سے خون پونچھتے ہوئے فرمایا: ''اللہ تجھے توڑ ڈالے۔''

صحیح بخاری میں مروی ہے کہ آپ کا رباعی دانت توڑ دیا گیا اور سر زخمی کر دیا گیا۔ اس وقت آپ اپنے چہرے سے خون پونچھتے جا رہے تھے اور کہتے جا رہے تھے: ''وہ قوم کیسے کامیاب ہو سکتی ہے جس نے اپنے نبی کے چہرے کو زخمی کر دیا اور اس کا دانت توڑ دیا حالانکہ وہ انھیں اللہ کی طرف دعوت دے رہا تھا۔'' اس پر اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ﴾ (آل عمران: ٢٨) (دیکھئے: صحيح البخاري/ كتاب المغازي/ باب: ٢٢۔ صحيح مسلم، ح: ٤٦٤٥) ''آپ کو اختیار نہیں اللہ چاہے تو انھیں توبہ کی توفیق دے اور چاہے تو عذاب دے کہ وہ ظالم ہیں۔''

طبرانی کی روایت ہے کہ آپ نے اس روز فرمایا: ''اس قوم پر اللہ کا سخت عذاب ہو جس نے اپنے پیغمبر کا چہرہ خون آلود کر دیا۔'' پھر تھوڑی دیر رک کر فرمایا: "اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِيْ فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ." (فتح الباري ٣٧٣/٧) ''اے اللہ! میری قوم کو بخش دے۔ وہ نہیں جانتی۔''

صحیح مسلم کی روایت میں بھی یہی ہے کہ آپ بار بار کہہ دیتے تھے: "رَبِّ اغْفِرْ لِقَوْمِيْ فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ." (صحيح مسلم، باب غزوة احد ١٠٨/٢) ''اے پروردگار! میری قوم کو بخش دے۔ وہ نہیں جانتی۔''

قاضی عیاض کی کتاب شفا میں یہ الفاظ ہیں: "اَللّٰهُمَّ اهْدِ قَوْمِيْ فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ." ...... ''اے اللہ! میری قوم کو ہدایت دے وہ نہیں جانتی۔'' (كتاب الشفاء بتعريف حقوق المصطفى: ٨١/١)

اس میں شبہ نہیں کہ مشرکین آپ کا کام تمام کر دینا چاہتے تھے مگر دونوں قریشی صحابہ یعنی سیّدنا سعد بن ابی وقاص اور طلحہ بن عبید رضی اللہ عنہما نے نادر الوجود جانبازی اور بے مثال بہادری سے کام لے کر صرف دو ہوتے ہوئے مشرکین کی کامیابی ناممکن بنا دی۔ یہ دونوں عرب کے ماہر ترین تیر انداز تھے۔ انھوں نے تیر مار مار کر مشرکین حملہ آوروں کو رسول اللہ ﷺ سے پرے رکھا۔ جہاں تک سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا تعلق ہے تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے ترکش کے سارے تیران کے لیے بکھیر دیے اور فرمایا: ''چلاؤ، تم پر میرے ماں باپ فدا ہوں۔'' ان کی صلاحیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے سوا کسی اور کے لیے ماں باپ کے فدا ہونے کی بات نہیں کی۔ (دیکھئے: صحیح البخاری/حدیث: ۴۰۵۷، ۲۹۰۵)

⇦⇦⇦

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⇐⇐ اور جہاں تک سیّدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کا تعلق ہے تو ان کے کارنامے کا اندازہ نسائی کی ایک روایت سے لگایا جا سکتا ہے جس میں سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مشرکین کے اس وقت کے حملے کا ذکر کیا ہے جب آپ انصار کی ذرا جتنی نفری کے ہمراہ تشریف فرما تھے۔ سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جالیا تو آپ نے فرمایا، کون ہے جو ان سے نمٹے؟ سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں۔ اس کے بعد سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ نے انصار کے آگے بڑھنے اور ایک ایک کر کے شہید ہونے کی وہ تفصیل ذکر کی ہے جسے ہم صحیح مسلم کے حوالے سے بیان کر چکے ہیں۔ سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ سب شہید ہو گئے تو سیّدنا طلحہ رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور گیارہ آدمیوں کے برابر تنہا لڑائی کی، یہاں تک کہ ان کے ہاتھ پر تلوار کی ایک ایسی ضرب لگی جس سے ان کی انگلیاں کٹ گئیں۔ اس پر ان کے منہ سے آواز نکلی حس (سی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم بسم اللہ کہتے تو تمھیں فرشتے اٹھا لیتے اور لوگ دیکھتے۔ سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ پھر اللہ نے مشرکین کو پلٹا دیا۔ (دیکھیے: سنن النسائي: ٥٢/٢، ٥٣۔ فتح الباري: ٣٦١/٧)

اکلیل میں حاکم کی روایت ہے کہ انھیں احد کے روز انتالیس یا پینتیس زخم آئے اور ان کی بچلی اور شہادت کی انگلیاں شل ہو گئیں۔

امام بخاری نے قیس بن ابی حازم سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا: ''میں نے سیّدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ دیکھا کہ وہ شل تھا۔ اس سے احد کے دن انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بچایا تھا۔ (صحيح البخاري/ حديث: ٣٧٢٤، ٤٠٦٣)

ترمذی کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں اس روز فرمایا جو شخص کسی شہید کو روئے زمین پر چلتا ہوا دیکھنا چاہے وہ طلحہ بن عبید رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے۔ (مشكوٰة المصابيح: ٥٦٦/٢۔ وسيرة ابن هشام: ٨٦/٢)

اور ابوداؤد طیالسی نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ جن جنگ احد کا تذکرہ فرماتے تو کہتے: یہ جنگ کُل کی کُل طلحہ رضی اللہ عنہ کے لیے تھی۔ (یعنی اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تحفظ کا اصل کارنامہ انھیں نے انجام دیا تھا۔) سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کے بارے میں یہ بھی کہا:

يَـــا طَــلْــحَةُ بــنُ عُبَيــدِ الــلّٰــهِ قَــدْ وَجَبَــتْ
لَكَ الْــجِــنَــانُ وَبَــوأت الْــمهَــا الْيــنَــا

''اے طلحہ بن عبید اللہ تمھارے لیے جنتیں واجب ہو گئیں۔ اور تم نے اپنے یہاں حور عین کا ٹھکانہ بنالیا۔'' (دیکھیے: مختصر تاریخ دمشق: ۸۲/۷)

اسی نازک ترین لمحے اور مشکل ترین وقت میں اللہ نے غیب سے اپنی مدد نازل فرمائی، چنانچہ صحیحین میں سیّدنا سعد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اُحد کے روز دیکھا، آپ کے ساتھ دو آدمی تھے، سفید کپڑے پہنے ہوئے۔ یہ دونوں آپ کی طرف سے انتہائی زور دار لڑائی لڑ رہے تھے۔ میں نے اس سے پہلے اور اس کے بعد ان دونوں کو کبھی نہیں دیکھا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ یہ دونوں سیّدنا جبریل و سیّدنا میکائیل تھے۔ علیہما السلام۔ (دیکھیے: صحيح البخاري، باب غزوة احد، حديث: ٤٠٥٤)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صحابہ کے اکٹھا ہونے کی ابتدا...... یہ سارا حادثہ چند لمحات کے اندر اندر بالکل اچانک اور نہایت تیز رفتاری سے پیش آ گیا۔ ورنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منتخب صحابہ کرام جو لڑائی کے دوران صفِ اوّل میں تھے، جنگ کی صورت حال بدلتے ہی یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سنتے ہی آپ کی طرف بے تحاشا دوڑ کر آئے کہ کہیں آپ کو کوئی ناگوار حادثہ پیش نہ آجائے۔ مگر یہ لوگ پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہو چکے تھے، چھ انصاری شہید ہو چکے تھے، ساتویں زخمی ہو کر گر چکے تھے۔ سیّدنا سعد اور سیّدنا طلحہ رضی اللہ عنہما جان توڑ کر مدافعت کر رہے تھے۔ ان لوگوں نے پہنچتے ہی اپنے جسموں اور ہتھیاروں سے نبی کے گرد ایک باڑ تیار کر دی اور دشمن کے تابڑ توڑ حملے روکنے میں انتہائی بہادری سے کام لیا۔ لڑائی کی صف سے آپ کے پاس پلٹ کر آنے والے سب سے پہلے صحابہ آپ کے یارِ غار سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔

ابن حبان نے اپنی صحیح میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''احد کے دن سارے لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پلٹ گئے تھے (یعنی محافظین کے سوا تمام صحابہ آپ کو آپ کی قیام گاہ میں چھوڑ کر لڑائی کے لیے اگلی صفوں میں چلے گئے تھے۔ پھر گھیراؤ کے حادثے کے بعد) میں پہلا شخص تھا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پلٹ کر آیا۔ دیکھا تو آپ کے سامنے ایک آدمی تھا جو آپ کی طرف سے لڑ رہا تھا اور آپ کو بچا رہا تھا۔ میں نے (جی ہی جی میں) کہا، تم طلحہ ہو۔ تم پر میرے ماں باپ فدا ہوں۔ تم طلحہ ہو۔ تم پر میرے ماں باپ فدا ہوں۔ اتنے میں ⇐⇐

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⇐⇐ ابوعبیدہ بن جراح میرے پاس آ گئے۔ وہ اس طرح دوڑ رہے تھے گویا چڑیا (اُڑ رہی ہے) یہاں تک کہ مجھ سے آ ملے۔ اب ہم دونوں نبی کریم ﷺ کی طرف دوڑے۔ دیکھا تو آپ کے آگے طلحہ بچھے پڑے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اپنے بھائی کو سنبھالو اس نے (جنت) واجب کرلی۔'' سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ (ہم پہنچے تو) نبی کریم ﷺ کا چہرہ مبارک زخمی ہو چکا تھا اور خود کی دو کڑیاں آنکھ کے نیچے رخسار میں دھنس چکی تھیں۔ میں نے انھیں نکالنا چاہا تو ابوعبیدہ نے کہا، اللہ کا واسطہ دیتا ہوں مجھے نکال لینے دیجیے۔ اس کے بعد انھوں نے منہ سے ایک کڑی پکڑی اور آہستہ آہستہ نکالنی شروع کی تا کہ رسول اللہ ﷺ کو اذیت نہ پہنچے، اور بالآخر ایک کڑی اپنے منہ سے کھینچ کر نکال دی۔ لیکن (اس کوشش میں) اُن کا ایک نچلا دانت گر گیا۔ اب دوسری میں نے کھینچنی چاہی تو ابوعبیدہ نے پھر کہا، ابوبکر! خدا کا واسطہ دیتا ہوں مجھے کھینچنے دیجیے! اس کے بعد دوسری بھی آہستہ آہستہ کھینچی۔ لیکن ان کا دوسرا نچلا دانت بھی گر گیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اپنے بھائی طلحہ کو سنبھالو (اس نے جنت) واجب کرلی۔ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اب ہم طلحہ کی طرف متوجہ ہوئے اور انھیں سنبھالا۔ ان کو دس سے زیادہ زخم آ چکے تھے۔ (اس سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ سیّدنا طلحہ رضی اللہ عنہ نے اس دن دفاع وقتال میں کیسی جانبازی اور بے جگری سے کام لیا تھا)۔ (دیکھیے: زاد المعاد: ۲/۹۵)

پھر ان ہی نازک ترین لمحات کے دوران رسول اللہ ﷺ کے گرد جانباز صحابہ کی ایک جماعت بھی آن پہنچی جن کے نام یہ ہیں: ابودجانہ۔ مصعب بن عمیر۔ علی بن ابی طالب۔ سہل بن حنیف۔ مالک بن سنان۔ (ابوسعید خدری کے والد) ام عمارہ نسیبہ بنت کعب مازنیہ۔ قتادہ بن نعمان۔ عمر بن الخطاب۔ حاطب بن ابی بلتعہ اور ابوطلحہ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

مشرکین کے دباؤ میں اضافہ......: ادھر مشرکین کی تعداد بھی لحہ بہ لحہ بڑھتی جا رہی تھی جس کے نتیجے میں ان کے حملے سخت ہوتے جا رہے تھے اور ان کا دباؤ بڑھتا جا رہا تھا۔ یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ ان چند گڑھوں میں سے ایک گڑھے میں جا گرے جنھیں ابوعامر فاسق نے اسی قسم کی شرارت کے لیے کھود رکھا تھا اور اس کے نتیجے میں آپ کا گھٹنہ موچ کھا گیا۔ چنانچہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے آپ کا ہاتھ تھاما اور طلحہ بن عبید اللہ نے (جو خود زخموں سے چور تھے) آپ کو آغوش میں لے لیا۔ تب آپ برابر کھڑے ہو سکے۔

نافع بن جبیر کہتے ہیں: ''میں نے ایک مہاجر صحابی کو سنا، فرما رہے تھے: میں جنگ احد میں حاضر تھا۔ میں نے دیکھا کہ ہر جانب سے رسول اللہ ﷺ پر تیر برس رہے ہیں اور آپ تیروں کے بیچ میں ہیں، لیکن سارے تیر آپ سے پھیر دیے جاتے ہیں (یعنی آگے گھیراؤ ڈالے ہوئے صحابہ انھیں روک لیتے تھے)۔ اور میں نے دیکھا کہ عبداللہ بن شہاب زہری کہہ رہا تھا: مجھے بتاؤ محمد کہاں ہے؟ اب یا تو میں رہوں گا یا وہ رہے گا۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ اس کے قریب تھے۔ آپ کے ساتھ کوئی بھی نہ تھا۔ پھر وہ آپ سے آگے نکل گیا۔ اس پر صفوان نے اسے ملامت کی۔ جواب میں اُس نے کہا: ''واللہ میں نے اُسے دیکھا ہی نہیں۔ اللہ کی قسم وہ ہم سے محفوظ کر دیا گیا ہے۔ اس کے بعد ہم چار آدمی یہ عہد و پیمان کر کے نکلے کہ انھیں قتل کر دیں گے لیکن ان تک پہنچ نہ سکے۔'' (دیکھیے: زاد المعاد: ۲/۹۷)

نادرۂ روزگار جانبازی......: بہرحال اس موقع پر مسلمانوں نے ایسی بے مثال جانبازی اور تابناک قربانیوں کا مظاہرہ کیا جس کی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی۔ چنانچہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کے آگے سپر بنا لیا۔ وہ اپنا سینہ سامنے کر دیا کرتے تھے تا کہ آپ کو دشمن کے تیروں سے محفوظ رکھ سکیں۔ سیّدنا انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اُحد کے روز لوگ (یعنی عام مسلمان) شکست کھا کر رسول اللہ ﷺ کے پاس (آنے کے بجائے اِدھر اُدھر) بھاگ گئے اور ابوطلحہ رضی اللہ عنہ آپ کے آگے اپنی ایک ڈھال لے کر سپر بن گئے۔ وہ ماہر تیر انداز تھے۔ بہت کھینچ کر تیر چلاتے تھے؛ چنانچہ اس دن دو یا تین کمانیں توڑ ڈالیں۔ نبی کریم ﷺ کے پاس سے کوئی آدمی تیروں کا ترکش لیے گزرتا تو آپ فرماتے کہ انھیں ابوطلحہ کے لیے بکھیر دو اور نبی کریم ﷺ قوم کی طرف سر اُٹھا کر دیکھتے تو ابوطلحہ کہتے: ''میرے ماں باپ آپ پر قربان، آپ سر اٹھا کر نہ جھانکیں۔ آپ کو قوم کا کوئی تیر نہ لگ جائے۔ میرا سینہ آپ کے سینہ کے آگے ہے۔'' (صحيح البخاري/ حديث: ٤٠٦٤)

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے یہ بھی مروی ہے کہ سیّدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اپنا اور نبی کریم ﷺ کا ایک ہی ڈھال سے بچاؤ کر رہے تھے اور ابوطلحہ بہت اچھے تیر انداز تھے جب وہ تیر چلاتے تو نبی کریم ﷺ گردن اٹھا کر دیکھتے کہ ان کا تیر کہاں گرا۔ (صحيح البخاري، حديث: ٢٩٠٢)

سیّدنا ابودجانہ نبی کریم ﷺ کے آگے کھڑے ہو گئے اور اپنی پیٹھ کو آپ کے لیے ڈھال بنا دیا۔ ان پر تیر پڑ رہے تھے لیکن وہ ہلتے نہ تھے۔ ⇐⇐

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⇐⇐ سیدنا حاطب بن ابی بلتعہ نے عتبہ بن وقاص کا پیچھا کیا جس نے نبی کریم ﷺ کا دندان مبارک شہید کیا تھا اور اسے اس زور کی تلوار ماری کہ اس کا سر چھٹک گیا۔ پھر اس کے گھوڑے اور تلوار پر قبضہ کرلیا۔ سیدنا سعد بن ابی وقاص بہت زیادہ خواہاں تھے کہ اپنے اس بھائی...... عتبہ......کو قتل کریں مگر وہ کامیاب نہ ہوسکے۔ بلکہ یہ سعادت سیدنا حاطب رضی اللہ عنہ کی قسمت میں تھی۔

سیدنا سہل بن حنیف بھی بڑے جانباز تیر انداز تھے۔ انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے موت پر بیعت کی اور اس کے بعد مشرکین کو نہایت زور شور سے دفع کیا۔

رسول اللہ ﷺ خود بھی تیر چلا رہے تھے۔ چنانچہ سیدنا قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی کمان سے اتنے تیر چلائے کہ اس کا کنارہ ٹوٹ گیا۔ پھر اس کمان کو سیدنا قتادہ بن نعمان نے لے لیا اور وہ انھیں کے پاس رہی۔ اس روز یہ واقعہ بھی ہوا کہ سیدنا قتادہ رضی اللہ عنہ کی آنکھ چوٹ کھا کر چہرے پر ڈھلک آئی۔ نبی کریم ﷺ نے اسے اپنے ہاتھ سے پپوٹے کے اندر داخل کردیا۔ اس کے بعد ان کی دونوں آنکھوں میں یہی زیادہ خوبصورت لگتی تھی اور اسی کی بینائی زیادہ تیز تھی۔

سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے لڑتے لڑتے منہ پر چوٹ کھائی جس سے اُن کا سامنے والا دانت ٹوٹ گیا اور انھیں بیس یا بیس سے زیادہ زخم آئے جن میں سے بعض زخم پاؤں میں لگے اور وہ لنگڑے ہوگئے۔

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے والد مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے چہرے سے خون چوس کر صاف کیا۔ آپ نے فرمایا: اسے تھوک دو۔ انھوں نے کہا، واللہ اسے تو میں ہرگز نہ تھوکوں گا۔ اس کے بعد پلٹ کر لڑنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جو شخص کسی جنتی آدمی کو دیکھنا چاہتا ہو تو وہ انھیں دیکھے۔ اس کے بعد وہ لڑتے لڑتے شہید ہوگئے۔

ایک نادر کارنامہ خاتون صحابیہ سیدہ اُم عمارہ نسیبہ بنت کعب رضی اللہ عنہا نے انجام دیا۔ وہ چند مسلمانوں کے درمیان لڑتی ہوئی ابن قمیہ کے سامنے آگئیں۔ ابن قمیہ نے ان کے کندھے پر ایسی تلوار ماری کہ گہرا زخم ہوگیا۔ انھوں نے بھی ابن قمیہ کو اپنی تلوار کی کئی ضربیں لگائیں لیکن کمبخت دو زرہیں پہنے ہوئے تھا۔ اس لیے بچ گیا۔ سیدہ اُم عمارہ رضی اللہ عنہا نے لڑتے بھڑتے بارہ زخم کھائے۔

سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے بھی انتہائی پامردی و جانبازی سے جنگ کی۔ وہ رسول اللہ ﷺ سے ابن قمیہ اور اس کے ساتھیوں کے پے درپے حملوں کا دفاع کر رہے تھے۔ انھیں کے ہاتھ میں اسلامی لشکر کا پھریرا تھا۔ ظالموں نے ان کے داہنے ہاتھ پر اس زور کی تلوار ماری کہ ہاتھ کٹ گیا۔ اس کے بعد انھوں نے بائیں ہاتھ میں جھنڈا پکڑ لیا اور کفار کے مقابلہ میں ڈٹے رہے۔ بالآخر اُن کا بایاں ہاتھ بھی کاٹ دیا گیا۔ اس کے بعد انھوں نے جھنڈے پر گھٹنے ٹیک کر اسے سینے اور گردن کے سہارے لہرائے رکھا۔ اور اسی حالت میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔ ان کا قاتل ابن قمیہ تھا۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ یہ محمد ہیں کیونکہ سیدنا مصعب بن عمیر آپ کے ہم شکل تھے۔ چنانچہ وہ سیدنا مصعب رضی اللہ عنہ کو شہید کرکے مشرکین کی طرف واپس چلا گیا اور چلا چلا کر اعلان کیا کہ محمد قتل کردیے گئے۔ (دیکھئے: سیرة ابن هشام: ۲/ ۷۳، ۸۰، ۸۳۔ زاد المعاد: ۲/ ۹۷)

نبی کریم ﷺ کی شہادت کی خبر اور معرکہ پر اس کا اثر......: اس کے اس اعلان سے نبی کریم ﷺ کی شہادت کی خبر مسلمانوں اور مشرکین دونوں میں پھیل گئی اور یہی وہ نازک ترین لمحہ تھا جس میں رسول اللہ ﷺ سے الگ تھلگ نرغے کے اندر آئے ہوئے بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حوصلے ٹوٹ گئے۔ اُن کے عزائم سرد پڑگئے اور ان کی صفیں اتھل پتھل اور بدنظمی و انتشار کا شکار ہوگئیں۔ مگر آپ کی شہادت کی یہی خبر اس حیثیت سے مفید ثابت ہوئی کہ اس کے بعد مشرکین کے پرجوش حملوں میں کسی قدر کمی آگئی کیونکہ وہ محسوس کر رہے تھے کہ ان کا آخری مقصد پورا ہوچکا ہے۔ چنانچہ اب بہت سے مشرکین نے حملہ بند کرکے مسلمان شہداء کی لاشوں کا مثلہ کرنا شروع کردیا۔

رسول اللہ ﷺ کی پیہم معرکہ آرائی اور حالات پر قابو......: سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد رسول اللہ ﷺ نے جھنڈا سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو دیا۔ انھوں نے جم کر لڑائی کی۔ وہاں پر موجود باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی بے مثال جانبازی و سرفروشی کے ساتھ دفاع اور حملہ کیا جس سے بالآخر اس بات کا امکان پیدا ہوگیا کہ رسول اللہ ﷺ مشرکین کی صفیں چیر کر نرغے میں آئے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جانب راستہ بنائیں۔ چنانچہ آپ نے قدم آگے بڑھایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جانب تشریف لائے۔ سب سے پہلے سیدنا کعب بن ⇐⇐

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح امام طبری نے جناب ابن جریج رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اُنھوں نے فرمایا: جب غزوۂ اُحد والے دن مسلمان مجاہدین نبی کریم ﷺ سے کچھ دور ہٹ گئے تو جن کے دلوں میں نفاق اور دین حنیف کے بارے میں شک کی بیماری تھی وہ کہنے لگے: محمد (ﷺ) کو قتل کر دیا گیا ہے، اس لیے لوگو! اپنے پہلے دین پر پلٹ آؤ۔ تب یہ دونوں آیتیں نازل ہوئیں تھیں۔ (ایضا جلد ۳، ص ۴۵۸)

تو سورۂ آل عمران کی مذکور بالا آیت کریمہ میں ''ایڑیوں کے بل پھر جانے'' سے مراد وہ پھرنا ہے جو غزوۂ اُحد میں منافقین کی طرف سے اس خبر کے پھیل جانے پر کہ رسول اللہ ﷺ کو (نعوذ باللہ) قتل کر دیا گیا ہے، جو دعوت منافقوں نے اہل ایمان کو دی تھی۔ اور اُن کی آواز اُس وقت یہ تھی: "اِرْجِعُوْا اِلٰی دِیْنِکُمُ الْاَوَّلَ ...... مسلمانو! اپنے پہلے (مشرکانہ) دین کی طرف واپس پلٹ جاؤ۔''

سورۃ آل عمران کی یہ آیت کریمہ ان لوگوں کے بارے میں نہیں ہے جو نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد مرتد ہو گئے تھے۔ اگر یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں ہوتی جو رسول اللہ ﷺ کی موت کے بعد مرتد ہو گئے تھے تو بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مرتدین سے بری الذمہ ہونے پر یہ اظہر من الشمس دلیل ہے۔ بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

⇐⇐ مالک رضی اللہ عنہ نے آپ کو پہچانا۔ خوشی سے چیخ پڑے، مسلمانو! خوش ہو جاؤ۔ یہ ہیں رسول اللہ ﷺ! آپ نے اشارہ فرمایا کہ خاموش رہو...... تاکہ مشرکین کو آپ کی موجودگی اور مقام موجودگی کا پتا نہ لگ سکے...... مگر ان کی آواز مسلمانوں کے کان تک پہنچ چکی تھی۔ چنانچہ مسلمان آپ کی پناہ میں آنا شروع ہو گئے اور رفتہ رفتہ تقریباً تیس صحابہ جمع ہو گئے۔

جب اتنی تعداد جمع ہو گئی تو رسول اللہ ﷺ نے پہاڑ کی گھاٹی یعنی کیمپ کی طرف ہٹنا شروع کیا۔ مگر چونکہ اس واپسی کے معنی یہ تھے کہ مشرکین نے مسلمانوں کو نرغے میں لینے کی جو کارروائی کی تھی وہ بے نتیجہ رہ جائے۔ اس لیے مشرکین نے اس واپسی کو ناکام بنانے کے لیے اپنے تابڑ توڑ حملے جاری رکھے۔ مگر آپ نے ان حملہ آوروں کا ہجوم چیر کر راستہ بنا ہی لیا اور شیرانِ اسلام کی شجاعت و شہ زوری کے سامنے ان کی ایک نہ چلی۔ اسی اثناء میں مشرکین کا ایک اڑیل شہسوار عثمان بن عبداللہ بن مغیرہ یہ کہتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی جانب بڑھا کہ یا تو میں رہوں گا یا وہ رہے گا۔ ادھر رسول اللہ ﷺ بھی دو دو ہاتھ کرنے کے لیے ٹھہر گئے مگر مقابلے کی نوبت نہ آئی؛ کیونکہ اس کا گھوڑا ایک گڑھے میں گر گیا اور اتنے میں حارث بن صمہ رضی اللہ عنہ نے اس کے پاس پہنچ کر اُسے للکارا اور اس کے پاؤں پر اس زور کی تلوار ماری کہ اُسے وہیں بٹھا دیا۔ پھر اس کا کام تمام کر کے اس کا ہتھیار لے لیا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آ گئے؛ مگر اتنے میں مکی فوج کے ایک دوسرے سوار عبداللہ بن جابر نے پلٹ کر سیّدنا حارث رضی اللہ عنہ بن صمہ پر حملہ کر دیا اور ان کے کندھے پر تلوار مار کر زخمی کر دیا، مگر مسلمانوں نے لپک کر انھیں اٹھا لیا۔ اُدھر خطرات سے کھیلنے والے مردِ مجاہد سیّدنا ابودجانہ رضی اللہ عنہ جنھوں نے آج سرخ پٹی باندھ رکھی تھی، عبداللہ بن جابر پر ٹوٹ پڑے اور ایسی تلوار ماری کہ اُس کا سر اُڑ گیا۔

کرشمہ قدرت دیکھیے کہ اسی خونریز مار دھاڑ کے دوران مسلمانوں کو نیند کی جھپکیاں بھی آ رہی تھیں اور جیسا کہ قرآن نے بتلایا ہے، یہ اللہ کی طرف سے امن وطمانیت تھی۔ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں بھی ان لوگوں میں تھا جن پر اُحد کے روز نیند چھا رہی تھی۔ یہاں تک کہ میرے ہاتھ سے کئی بار تلوار گر گئی۔ حالت یہ تھی کہ وہ گرتی تھی اور میں پکڑتا تھا پھر گرتی تھی اور پھر پکڑتا تھا۔ (دیکھیے: صحیح البخاری، ح: ٤٠٦٤)

خلاصہ یہ کہ اس طرح کی جانبازی وجان سپاری کے ساتھ یہ دستہ منظم طور سے پیچھے ہٹتا ہوا پہاڑ کی گھاٹی میں واقع کیمپ تک جا پہنچا اور بقیہ لشکر کے لیے بھی اس محفوظ مقام تک پہنچنے کا راستہ بنا دیا۔ چنانچہ باقی ماندہ لشکر بھی اب آپ کے پاس آ گیا اور سیّدنا خالد کی فوجی عبقریت رسول اللہ ﷺ کی فوجی عبقریت کے سامنے ناکام ہو گئی۔ [یہ اقتباس الرحیق المختوم اُردو طبع المکتبۃ السلفیہ لاہور (صفحہ: ۳۵۸ تا صفحہ: ۳۷۴) سے لیا گیا ہے۔]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے با قاعدہ ان مرتدین سے قتال و جہاد کیا اور ان اصحابِ اطہار کے ہاتھوں اللہ عزوجل نے اپنے دین کو غالب کر دیا۔ یہ مرتدین عن الاسلام اصحاب النبی ﷺ کے ساتھ لڑائی کر کے رسوا ہو گئے۔ چنانچہ ان میں سے بعض نے دوبارہ دین حنیف کی طرف پلٹ کر پھر سے پکے مومن و مسلمان بن جانے والی سعادت حاصل کر لی اور بعض اپنے ارتداد پر قائم رہنے کی وجہ سے ہلاک ہو گئے۔ اس طرح خلیفۃ رسول اللہ ﷺ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور پختہ پکے ایمان والے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ان مرتدین سے قتال و جہاد کر کے فضیلت حاصل کر گئے۔ [1]

اسی لیے سیّدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ آپ اللہ عزوجل کے فرمان: سَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ ۝...... کے بارے میں فرمایا کرتے تھے: اس سے مراد؛ اپنے دین پر ثابت قدم سادا تنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور نبی کریم ﷺ کے تمام صحابہ ہیں رضی اللہ عنہم اجمعین اور آپ یوں بھی فرماتے تھے: "كَانَ أَبُوْبَكْرٍ أَمِيْنَ الشَّاكِرِيْنَ وَأَمِيْنُ أَحِبَّاءِ اللّٰهِ وَكَانَ أَشْكَرُهُمْ وَأَحَبُّهُمْ إِلَى اللّٰهِ" ...... سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وارضاہ تمام شکر گزار اللہ کے بندوں کے امین (جنرل سیکرٹری، ناظم اعلیٰ) اور اللہ کے تمام محبّ بندوں کے بھی امین تھے۔ آپ جناب رضی اللہ عنہ ان سب سے زیادہ اللہ کا شکر کرنے اور ان سب سے زیادہ اللہ سے محبت کرنے والے تھے۔" [2]

دراصل غزوۂ احد کے موقع پر کچھ خاص حالات اور دشواریاں پیش آ گئی تھیں جن کی آئندہ کے لیے اصلاح کی خاطر ان حالات و مشکلات کو بیان کرتے ہوئے سورۃ آل عمران کی آیت ۱۲۱ سے آخر سورہ تک مکمل بیان ہوا ہے۔ (جیسا کہ آپ نے ان حالات کے متعلق نیچے حاشیہ میں تفصیل سے پڑھ لیا ہے۔) سو، آل عمران کی مذکور بالا آیت ۱۴۴ کو سقیفہ بنو ساعدہ یا جنگ جمل و صفین وغیرہ پر منطبق کر کے اس سے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا ارتداد ثابت کرنا نری بددیانتی اور شان نزول و تفسیر آیت میں جان بوجھ کر غلط راستہ اختیار کرنے والی بات ہے۔ جو کسی بھی صورت میں علمی اور سچے منہج کے ساتھ تعلق کو ثابت نہیں کرتی۔ جبکہ یہ آیت کریمہ اللہ عزوجل کے دین کا زبردست دفاع کرنے، اُس کے دین میں نبی کریم ﷺ کے بعد سب سے زیادہ تفقہ اور حکمت کو حاصل کرنے اور انتہائی مضبوط ایمان والا ہونے میں سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے سب دلائل میں سے ایک بہت بڑی دلیل شمار ہوتی ہے۔ ہر مقام پر سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نبی کریم ﷺ کے ہمراہ اللہ عزوجل کے دین پر بالعموم ڈٹے رہنا اور پھر آپ ﷺ کی وفات کے وقت بالخصوص حق پر ثابت قدم رہنا اور حکمت و دانائی سے اُمت کی راہنمائی کرنا اس پر مزید دلیل قوی اور بین ثبوت ہے۔ نبی معظم ﷺ کی وفات (۱۲ ربیع الاوّل ۱۱ھ) کے دن، اس کے باوجود کہ آپ رضی اللہ عنہ کو رسول بنا کر دنیا سے چلے جانے کے سبب بہت زیادہ غم کی وجہ سے کمزوری نے

---

[1] دیکھئے: الانتصار للصحب والآل" ص ۳۲۲.

[2] دیکھئے: تفسیر الطبری جلد ۳، ص ۴۵۵.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آلیا تھا، مگر آپ نے اپنے آپ کو قائم رکھا اور ثابت قدم رہتے ہوئے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا: ''لوگو! اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَّيِّتُونَ ۝ ﴾ (الزمر: ۳۰)

''بے شک تو مرنے والا ہے اور بے شک وہ بھی مرنے والے ہیں۔''

اور دوسرے مقام پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۚ أَفَإِن مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ ۚ وَمَن يَنقَلِبْ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ فَلَن يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئًا ۗ وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ ۝ ﴾

(آل عمران: ۱٤٤)

''اور نہیں ہے محمد مگر ایک رسول، بے شک اس سے پہلے کئی رسول گزر چکے تو کیا اگر وہ فوت ہو جائے، یا قتل کر دیا جائے تو تم اپنی ایڑیوں پر پھر جاؤ گے اور جو اپنی ایڑیوں پر پھر جائے تو وہ اللہ کو ہرگز کچھ بھی نقصان نہیں پہنچائے گا اور اللہ شکر کرنے والوں کو جلد جزا دے گا۔''

اس لیے (میری بات پلے باندھ لو) جو آدمی ایک اللہ رب العزت وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کرتا ہے تو اُسے جان لینا چاہیے کہ اللہ عزوجل زندہ ہیں، اُس ذاتِ اقدس کو کبھی بھی موت نہیں آئے گی۔ اور جو آدمی محمد (ﷺ) کی پوجا کرتا تھا تو اسے بھی جان لینا چاہیے کہ محمد رسول اللہ ﷺ وفات پا چکے ہیں۔ [1]

اور پھر اوّل خلیفہ رسول اللہ ﷺ سیّدنا ابوبکر صدیق بن ابوقحافہ رضی اللہ عنہما کا ان لوگوں کے خلاف موقف نہایت شدید تھا جو نبی کریم ﷺ کی وفات کا سنتے ہی اپنی ایڑیوں کے بل پھر کر ایمان و اسلام کو ترک کر کے دوبارہ کفر میں داخل ہو گئے تھے۔ چنانچہ ایسے ہی مرتدین عن الاسلام نے مسیلمہ بن حبیب، سجاح بنت الحرث بن سوید، طلیحہ بن خویلد الاسدی، مالک بن نویرہ اور اسود عنسی قبحهم اللّٰه جیسے لوگوں کی تابعداری اختیار کر لی تھی۔ یہی وہ لوگ تھے جو کہتے تھے: ہم نماز تو پڑھیں گے مگر زکوٰۃ ہم نہیں دیں گے۔ یوں اُنھوں نے اسلام کے شعائر کو اپنی نفسانی خواہشات کے ہاتھوں ختم کرنا چاہا۔ مگر سیّدنا ابوبکر صدیق اور آپ کے ساتھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو اللہ رب العزت نے حوصلہ و ہمت عطا فرمائے اور وہ ان لوگوں کے خلاف ڈٹ گئے حتیٰ کہ قتال و جہاد کے ذریعے تھوڑے ہی عرصہ میں اس فتنہ پر قابو پا لیا گیا۔ یہ ایک ایسا عظیم الشان کارنامہ تھا کہ جس کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ سب سے شان دار مثال سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کی اُس مدح و توصیف کی ہے جو آپ نے سیّدنا ابوبکر صدیق اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی دین حنیف کو محفوظ رکھنے والے لالچ میں ان کی

[1] تفصیل کے لیے دیکھیے: صحیح البخاری، کتاب فضائل الصحابة، باب فضل ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ، حدیث: ۳٦٦۸.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خدمات کے صلہ میں فرمائی ہے۔ ❶

امیر المومنین، چوتھے خلیفہ راشد سیّدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ وارضاہ مرتدین و مانعین زکوٰۃ کے خلاف جہاد و قتال میں اپنے خلیفہ راشد سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ کندھے سے کندھا ملا کر کھڑے ہو گئے تھے۔ (یہ بات تاریخ کے سنہری ابواب میں آج بھی بسند صحیح درج ہے۔) مگر التیجانی، شرف الدین موسوی اور دیگر فلاں فلاں عصر حاضر کے اثنا عشری امامی شیعہ روافض اب تلک مانعین زکوٰۃ والے قضیہ و معاملہ کے گرد ان لوگوں کی حمایت میں کانا پھوسی کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ (جیسے اُن مرتدین کے ساتھ ان لوگوں کی خاص کوئی رشتہ داری ہے۔) یہ روافض ان مانعین زکوٰۃ کے موقف کی حمایت میں اپنی پوری سے پوری کوشش کرتے رہتے ہیں۔ اس ظاہری باہری ارتداد اور اباطیل و اکاذیب کے مقابلے میں وہ سادا تنا ابوبکر صدیق و صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پر اتہامات و الزام تراشیاں کرتے رہتے ہیں۔ تو بتلایے بھلا! گروہِ روافض کے یہ لوگ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پر طعن و تشنیع اور بے ہودگی بکنے والے عمل شنیع کرتے ہیں تو پھر کون سی گمراہی کی یہ بات کرتے ہیں؟ اور یہ لوگ دین حنیف کو دنیا میں غالب کرنے کے لیے مجاہدین فی سبیل اللہ کو ارتداد و نفاق اور کفر کی علامت جب سمجھتے ہیں تو پھر ان کے نزدیک اسلام، ایمان باللہ اور حق کیا ہے؟ اس لیے جب ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام ابوجعفر محمد بن علی بن حسین بن علی رضی اللہ عنہم سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بذاتِ خود بہت عظیم جانتے اور ان کی بڑی توقیر و توصیف کرتے تھے تو ہمیں اس پر حیرانی نہیں ہوتی۔ اس لیے کہ آئمہ اہل البیت کا ان اثنا عشری امامی روافض سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ اس پر ان کی اپنی گواہی کچھ اس طرح سے ہے کہ: الاربلی اپنی کتاب ''کشف الغمّہ في معرفة الأئمة'' میں عروہ بن عبداللہ کی روایت سے لکھتا ہے کہ وہ کہتے ہیں: میں نے جنابِ امام ابوجعفر محمد بن علی (زین العابدین) الباقر سے تلواروں کو (لڑائی کے لیے) صیقل کرنے کے بارے میں سوال کیا، تو اُنھوں نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں، سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی تلوار تیز کی تھی۔ میں نے عرض کیا: کیا آپ ابوبکر کو ''الصدیق'' کہہ رہے ہیں؟ یہ سن کر جناب ابوجعفر محمد الباقر رضی اللہ عنہ اُچھل کر کھڑے ہو گئے اور قبلہ رخ ہو کر فرمانے لگے: ''نَعَمْ؛ اَلصِّدِّيْقِ، نَعَمْ، اَلصِّدِّيْقِ، فَمَنْ لَمْ يَقُلْ لَهُ الصِّدِّيْقَ فَلَا صَدَقَ اللّٰهُ لَهُ قَوْلًا فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْآخِرَةِ...... ہاں! جناب ابوبکر بن ابوقحافہ رضی اللہ عنہما ''صدیق'' ہیں۔ جی ہاں! آپ رضی اللہ عنہ وارضاہ ''صدیق'' ہیں۔ جو آپ رضی اللہ عنہ کو ''صدیق'' نہیں مانتا، اللہ تعالیٰ اُس کی بات کو نہ دنیا میں سچا کرے اور نہ ہی آخرت میں۔ ❷

❶ تفصیل کے لیے کتاب: ''ثم أبصرتُ الحقيقة'' ص ۳۰۲ دیکھ لیں۔ ❷ دیکھیے: ''کشف الغمه فی معرفة الائمه'' جلد ۲، ص ۱۴۷۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ کریم اپنی کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے اس سیّدِ امام، ابوجعفر محمد الباقر بن علی زین العابدین بن حسین سیّد شباب اہل الجنہ بن امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہم پر اور آپ کے ان الفاظ کو بہت ہی بابرکت بنائے قیامت تک کے لیے کہ جن الفاظ کو کل تک اوراق اپنے اندر سمیٹے ہوئے تھے مگر آج لوگوں کے ضمیر ان الفاظ کو زبانوں پر نہیں آنے دیتے۔ ❶

(ب)......سورۃ المائدہ کی آیت کریمہ:

سورۃ المائدہ کی درج ذیل آیت کریمہ سے بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا اپنی ایڑیوں کے بل پھرتے ہوئے مرتد ہو جانے میں ان پر بہتان وافتراء باندھنے کے لیے روافض اثنا عشری امامی شیعہ نے استدلال کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ۚ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۝﴾

(المائدہ: ٥٤)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ عنقریب ایسے لوگ لائے گا کہ وہ ان سے محبت کرے گا اور وہ اس سے محبت کریں گے، مومنوں پر بہت نرم ہوں گے، کافروں پر بہت سخت، اللہ کے راستے میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔ یہ اللہ کا فضل ہے، وہ اسے دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور اللہ وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔'' ❷

---

❶ دیکھئے: ''ثم ابصرتُ الحقیقۃ'' ص ٣٠٤.

❷ قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کیونکہ اسے پہلے سے معلوم تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بہت سے عرب قبائل اسلام سے مرتد ہو جائیں گے۔ چنانچہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو تین مقامات۔ مکہ، مدینہ، بحرین کے علاوہ تمام مقامات سے عرب قبائل کے ارتداد کی خبریں آنے لگیں۔ وہ کہنے لگے ہم نماز تو پڑھیں گے لیکن زکوٰۃ ادا نہیں کریں گے۔ اس وقت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان مرتدین سے جہاد کیا۔ اسی لیے سیّدنا علی، حسن رضی اللہ عنہما، ضحاک اور بہت سے دوسرے مفسرین کہتے ہیں کہ اس آیت میں جن لوگوں کا یہ کہہ کر ذکر فرمایا گیا ہے کہ ''وہ اللہ سے محبت کریں گے اور اللہ ان سے محبت کرے گا'' ان سے مراد سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی ہیں۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں ''جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر عرب دین سے پھرے تو سیّدنا صدیق رضی اللہ عنہ نے یمن سے مسلمان بلائے اور ان سے جہاد کروایا۔ تب تمام عرب مسلمان ہوئے۔ یہ ان کے حق میں بشارت ہے۔'' صاحب الکشاف نے لکھا ہے کہ ''اہل ردہ'' کے گیارہ فرقے تھے۔ تین فرقے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں ہی مرتد ہوگئے۔ بنو مدلج جن کا رئیس اسود عنسی تھا اور فیروز دیلمی نے اس کو قتل کیا تھا۔ مسیلمہ کذاب ⇦⇦⇦

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہمارے سامنے اس آیت کریمہ سے اثنا عشری امامی علماء وملا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے مرتد ہو جانے اور ان کے ایڑیوں کے بل اسلام سے پھر جانے پر استدلال کرتے ہیں۔ جبکہ یہ آیت کریمہ تو اُن کے اسلام سے پھر جانے کی بجائے، اسلام کا دفاع جان لڑا کر کرنے والے عظیم تر عمل پر دلالت کر رہی ہے۔ ❶

امام ابوجعفر محمد بن جریر الطبری رحمہ اللہ نے اللہ عزوجل کے ارشاد گرامی قدر: " فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ " کے بارے میں سیدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کا قول نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اُنھوں نے فرمایا: ان لوگوں سے مراد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ہیں۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔" اور سیدنا حسن بصری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ اُنھوں نے فرمایا: اللہ کی قسم! مذکورہ بالا لوگوں سے مراد؛ کہ جن سے اللہ عزوجل محبت کرتا ہے اور وہ اُس سے محبت کرتے ہیں، سیدنا ابوبکر صدیق اور اُن کے ساتھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں۔ یہی بات امام الضحاک رحمہ اللہ نے کہی ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے فوراً بعد عربوں میں سے کچھ لوگ اسلام سے پھر گئے تو اُن سے سیدنا ابوبکر صدیق اور آپ کے ساتھیوں نے جہاد وقتال کیا حتیٰ کہ انھوں نے ان لوگوں کو اسلام کی طرف واپس پلٹا لیا۔" بالکل یہی بات جناب امام قتادہ، ابن جریج اور دیگر آئمہ تابعین عظام رحمہم اللہ جمیعاً نے کہی ہے۔ ❷

غرضیکہ یہ آیت کریمہ تو لوگوں میں باحیثیت و بلند مرتبہ طبقہ کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں ان کی شان بیان کر رہی ہے اور یہ کہ اہل ایمان، مسلمان ان سے مدد اور بلند حیثیت و مرتبہ کا عہد و پیمان کریں گے، جس سے وہ عزت و وقار کو حاصل کر سکیں گے، جس وقت مرتدین کا مکر وفریب اور شیطانی جال خود ان کو گھیر لے گا اور ذلت و رسوائی ان کو ڈھانپ لے گی۔ یہ وہ حقیقت و سچائی ہے کہ جسے ہر وہ شخص محسوس کرتا ہے جو تاریخ کا مطالعہ کرنے والا ہو۔ اُس پر بالعموم تمام صحابہ کرام، بالخصوص اوّل خلیفہ راشد بلا فصل سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم اجمعین کی عزت و وقار آشکارا ہو جائے گی۔ بعینہٖ اُس پر مسیلمہ کذاب، اسود عنسی، سجاح بنت الحرث بن سوید، مالک بن نویرہ اور طلیحہ الاسدی قبحهم الله اور ان کے پیروکار مرتدین کی ذلت و رسوائی بھی عیاں ہو جائے گی۔ ❸

⇐⇐ کی قوم بنوحنیفہ کہ جس سے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جنگ کی اور سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل وحشی کے ہاتھ سے مسیلمہ قتل ہوا۔ بنو اسد جن کا رئیس طلیحہ بن خویلد تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اس کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا تھا۔ ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: هُمْ قَوْمُ هٰذَا ...... وہ اس شخص کی قوم کے لوگ ہیں۔

❶ دیکھیے: "ثم ابصرتُ الحقيقة" ص ٣٠٤.

❷ تفسير الطبری جلد ٤، ص ٦٢٣، ٦٢٤.

❸ تفصیل کے لیے: "ثم ابصرت الحقيقة" ص ٣١٢.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آیت مذکور بالا کی تفسیر وتشریح اور سیّدنا ابوبکر صدیق اور آپ کے ساتھیوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی سیرتوں پر مزید تفصیلات کے لیے ''الانشراح ورفع الضیق في سیرۃ ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ'' اور علامہ ابن العربی رحمہ اللہ کی کتاب ''العواصم من القواصم'' دیکھ لیجیے۔

(ج)......سورۃ التوبہ کی دو آیات:

آیئے! پہلے ان دونوں آیات کا ترجمہ ومفہوم دیکھتے ہیں۔ فرمایا:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ ؕ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ○ اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ وَّيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَيْـًٔا ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ ﴾ (التوبہ: ۳۸ تا ۳۹)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تمھیں کیا ہے، جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کے راستے میں نکلو تو تم زمین کی طرف نہایت بوجھل ہو جاتے ہو؟ کیا تم آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی پر خوش ہو گئے ہو؟ حالانکہ دنیا کی زندگی کا سامان آخرت کے مقابلے میں نہیں ہے مگر بہت تھوڑا۔ اگر تم نہ نکلو گے تو وہ تمھیں دردناک عذاب دے گا اور بدل کر تمھارے علاوہ اور لوگ لے آئے گا اور تم اس کا کچھ نقصان نہ کرو گے اور اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔''

بعض امامی روافض ملا ومشائخ کہتے ہیں کہ: یہ آیت کریمہ اس بات کی صراحت کر رہی ہے کہ صحابہ کرام جہاد پر نہ نکلنے کے لیے زمین پر ڈھیر ہو گئے تھے اور انھوں نے دنیاوی زندگی سے الگ نہ ہونے کو پسند کر لیا تھا۔ حالانکہ اُنھیں معلوم تھا کہ یہ دنیا تو ایک تھوڑا سا عارضی فائدہ ہے بس۔ یہ معاملہ اُنھوں نے اس حد تک اختیار کر لیا کہ اپنے آپ پر اُنھوں نے اللہ عزوجل کی ڈانٹ کو واجب کروا لیا اور ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی عذابِ الیم والی دھمکی کو بھی۔ پھر یہ اللہ کی ڈانٹ بھی کہ وہ ان کے علاوہ دوسرے سچے اہل ایمان کو لے آئے گا۔

حالانکہ دیگر چند ایک اور آیات میں بھی ان کے بدلے دوسرے لوگوں کو اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے لے آنے والی دھمکی قرآن میں مذکور ہے۔ جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ کمزور مسلمان اُس وقت ایک سے زیادہ بار جہاد سے پیچھے رہ کر بیٹھ گئے تھے۔ جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ ۚ وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُمْ﴾ (محمد: ٣٨)

''سنو! تم وہ لوگ ہو کہ تم بلائے جاتے ہو، تاکہ اللہ کی راہ میں خرچ کرو، تو تم میں سے کچھ وہ ہیں جو بخل کرتے ہیں اور جو بخل کرتا ہے تو وہ درحقیقت اپنے آپ ہی سے بخل کرتا ہے اور اللہ ہی بے پروا ہے اور تم ہی محتاج ہو اور اگر تم پھر جاؤ گے تو وہ تمھاری جگہ تمھارے سوا اور لوگوں کو لے آئے گا، پھر وہ تمھاری طرح نہیں ہوں گے۔''

دراصل مذکور بالا دونوں آیات میں رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پر طعن و تشنیع قطعاً ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ بات یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے ان دونوں آیات میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جہاد فی سبیل اللہ پر اُبھارا ہے۔ یعنی نکلنے سے ہچکچاتے ہو اور گھروں میں بیٹھے رہنا پسند کرتے ہو۔ کفار کے قبائح بیان فرما دینے کے بعد اب ان کے خلاف جہاد کی ترغیب دی اور فرمایا کہ جب ان کے خلاف جہاد ضروری ہونے کے اتنے اسباب موجود ہیں اور اس میں فوائد بھی ہیں تو پھر محض دنیا کے حقیر مفاد کی خاطر جہاد نہ کرنا انتہائی کمزوری ہے۔ علمائے تفسیر اس پر متفق ہیں کہ اس آیت میں ان لوگوں پر عتاب ہے جنھوں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ غزوۂ تبوک کے لیے نکلنے میں پس و پیش کی تھی۔ واضح رہے کہ غزوۂ تبوک کا واقعہ فتح مکہ کے بعد ۹ھ میں طائف سے واپسی کے بعد پیش آیا تھا۔ ان دنوں سخت گرمی کا موسم تھا اور کھجوریں پک رہی تھیں۔ اس لیے بعض نام کے مسلمان جہاد پر روانہ ہونے سے جی چرانے لگے۔ اس غزوہ کا پس منظر یہ تھا کہ اسلامی سلطنت کا دائرہ سارے ملک عرب میں پھیل گیا۔ ملک شام پر قبیلہ غسان حکمران تھا جو شاہ روم کے تابع تھا۔ وہ اس فکر میں لگا کہ شاہِ روم کو بلا کر عرب پر چڑھائی کی جائے۔ نبی کریم ﷺ کو جب اس کی خبر ہوئی تو آپ نے ارادہ فرمایا کہ ملک شام کی سرحد پر پہنچ کر رومی فوجوں کو عرب پر حملہ آور ہونے سے روکا جائے۔ اس سلسلہ میں آپ نے شاہِ روم کو خط بھی لکھا جس میں اسے اسلام کی دعوت دی اور وہ اسلام لانے پر آمادہ بھی ہوگیا۔ لیکن اس کی قوم نے اس کا ساتھ نہ دیا۔ اس لیے وہ اسلام سے محروم رہا۔ جب شام والوں نے نبی کریم ﷺ کے ارادہ کی خبر پائی تو شاہِ روم کو اطلاع دی لیکن اس نے مدد کرنے کی ذمہ داری قبول نہ کی۔ آنحضرت ﷺ مسلمانوں کو لے کر تبوک تک تشریف لے گئے لیکن کوئی جنگ نہ ہوئی اور اس علاقہ کے لوگوں نے اطاعت قبول کر لی، مگر مسلمان نہیں ہوئے۔ پھر سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں سارا ملک شام فتح ہوا۔ [1]

اس میں کوئی شک نہیں کہ: یہ دونوں آیتیں اللہ تعالیٰ کے عتاب کی ایک قسم کو متضمن ہیں اور ان میں ڈانٹ

[1] تفصیل مزید کے لیے: تفسیر الطبری جلد٦، ص ٣٧٢ دیکھیے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صرف ان کمزور ایمان والوں کو ہے جو غزوۂ تبوک کے موقع پر بوجھل بن کر جہاد فی سبیل اللہ سے پیچھے رہ گئے تھے۔ یہ حکم و خطاب قطعاً نبی کریم ﷺ کے عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پر وارد نہیں ہوتا کہ جنھوں نے اللہ کی راہ میں جہاد و قتال فی سبیل اللہ کے لیے نکلنے کی خاطر اللہ تبارک وتعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کے حکم کو فوراً قبول کرنے کے لیے ان کے حکم پر لبیک کہا تھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی یہ تعداد بہت زیادہ تھی۔ ❶

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''یہ عتاب و ڈانٹ کے لیے ایک ضابطہ تھا ان لوگوں کے لیے جو غزوۂ تبوک میں رسول اللہ ﷺ سے پیچھے رہ گئے تھے۔'' ❷

یہ بات صحیح الاسناد واقعات واخبار سے معلوم شدہ ہے کہ غزوۂ تبوک کے موقع پر صحابہ کرام میں سے سوائے عذر والے لوگوں کے نبی مکرم ﷺ کے ہمراہ جہاد و قتال کے لیے نکلنے میں اور کوئی مسلمان پیچھے نہیں رہا تھا، یا پھر بغیر عذر والے صرف تین اہل ایمان صحابہ۔ جیسا کہ ان کے بارے میں صحیحین میں مذکور مشہور حدیث کعب بن مالک سے معلوم ہوتا ہے اور یہ تینوں اصحاب تھے: کعب بن مالک، ہلال بن امیہ اور مرارہ بن ربیع رضی اللہ عنہم۔ ❸

اس کے ساتھ ساتھ اللہ عزوجل کی کتاب عزیز کی نص صریح کے ساتھ یہ بات ثابت ہے...... یعنی اللہ کی اُس کتابِ حکیم، قرآن مجید سے کہ جس کے نہ سامنے باطل ٹھہرا سکتا ہے اور نہ اس کے پیچھے سے باطل آ سکتا ہے...... کہ بلاشبہ اللہ عزوجل نے مذکور بالا تینوں صحابیوں سمیت سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پر رجوع فرما کر ان کی قبولیتِ توبہ میں اپنا قرآن نازل فرما دیا تھا کہ جس کی تلاوت تا قیامت کی جاتی رہے گی۔

چنانچہ اللہ عزوجل کا ارشاد گرامی ہے:

﴿لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ؕ حَتّٰٓى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ؕ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝﴾ (التوبہ: ۱۱۷ تا ۱۱۸)

''بلاشبہ یقیناً اللہ نے نبی پر مہربانی کے ساتھ توجہ فرمائی اور مہاجرین و انصار پر بھی، جو تنگ دستی کی

---

❶ "الإنتصار للصحب والآل" ص ۳۲۷.

❷ دیکھیے: تفسیر ابن کثیر جلد۲، ص ۳۷۲.

❸ اس حدیث کے لیے: صحیح البخاری حدیث ٤٤١٨ و صحیح مسلم: ٧٠١٦ دیکھ لیجیے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گھڑی میں اس کے ساتھ رہے، اس کے بعد کہ قریب تھا کہ ان میں سے ایک گروہ کے دل ٹیڑھے ہو جائیں، پھر وہ ان پر دوبارہ مہربان ہوگیا۔ یقیناً وہ ان پر بہت شفقت کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ اور ان تینوں پر بھی جو موقوف رکھے گئے، یہاں تک کہ جب زمین ان پر تنگ ہوگئی، باوجود اس کے کہ فراخ تھی اور ان پر ان کی جانیں تنگ ہوگئیں اور انھوں نے یقین کر لیا کہ بے شک اللہ سے پناہ کی کوئی جگہ اس کی جناب کے سوا نہیں، پھر اس نے ان پر مہربانی کے ساتھ توجہ فرمائی، تا کہ وہ توبہ کریں۔ یقیناً اللہ ہی ہے جو بہت توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' [1]

---

[1] آیئے اس موضوع پر اپنے علم کو مضبوط کرنے اور واقعہ کا علم حاصل کرنے کے لیے مذکور بالا مشار الیہ حدیث کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا مطالعہ صحیح البخاری میں درج روایت سے کرتے ہیں۔ (جب کعب رضی اللہ عنہ نابینا ہو گئے تو ان کے لڑکوں میں عبداللہ ہی کعب رضی اللہ عنہ کو راستے میں پکڑ کر چلا کرتے تھے) چنانچہ عبداللہ بن کعب بن مالک رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے کعب رضی اللہ عنہ سے ان کے غزوۂ تبوک میں شریک نہ ہو سکنے کا واقعہ سنا۔ انھوں نے بتایا کہ غزوۂ تبوک کے سوا اور کسی غزوہ میں ایسا نہیں ہوا تھا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک نہ ہوا ہوں۔ البتہ غزوۂ بدر میں بھی شریک نہیں ہوا تھا۔ جو لوگ غزوۂ بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے، ان کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی قسم کی خفگی کا اظہار نہیں فرمایا تھا کیونکہ آپ اس موقع پر صرف قریش کے قافلے کی تلاش میں نکلے تھے، لیکن اللہ تعالیٰ کے حکم سے کسی پہلی تیاری کے بغیر، آپ کی دشمنوں سے ٹکر ہوگئی اور میں لیلہ عقبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ یہ وہی رات ہے جس میں ہم نے (مکہ میں) اسلام کے لیے عہد کیا تھا اور مجھے تو یہ غزوۂ بدر سے بھی زیادہ عزیز ہے۔ اگرچہ بدر کا لوگوں کی زبانوں پر چرچا زیادہ ہے۔ میرا واقعہ یہ ہے کہ میں اپنی زندگی میں کبھی اتنا قوی اور اتنا صاحب مال نہیں ہوا تھا جتنا اس موقع پر تھا۔ جبکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تبوک کے غزوے میں شریک نہیں ہو سکا تھا۔ اللہ کی قسم! اس سے پہلے کبھی میرے پاس دو اونٹ جمع نہیں ہوئے تھے لیکن اس موقع پر میرے پاس دو اونٹ موجود تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی کسی غزوے کے لیے تشریف لے جاتے تو آپ اس کے لیے ذو معنی الفاظ استعمال کیا کرتے تھے۔ مگر اس غزوہ کا جب موقع آیا تو گرمی بڑی سخت تھی، سفر بھی بہت لمبا تھا، بیابانی راستہ اور دشمن کی فوج کی کثرت تعداد! تمام مشکلات سامنے تھیں۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے اس غزوہ کے متعلق بہت تفصیل کے ساتھ بتا دیا تھا تاکہ اس کے مطابق پوری طرح سے تیاری کر لیں۔ چنانچہ آپ نے اس سمت کی بھی نشاندہی کر دی جدھر آپ کا جانے کا ارادہ تھا۔ مسلمان (مجاہدینِ اسلام) بھی آپ کے ساتھ بہت تھے۔ اتنے کہ کسی رجسٹر میں سب کے ناموں کا لکھنا بھی مشکل تھا۔ کعب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ کوئی بھی شخص اگر اس غزوے میں شریک نہ ہونا چاہتا تو وہ یہ خیال کر سکتا تھا کہ اس کی غیر حاضری کا کسی کو پتہ نہیں چلے گا۔ سوا اس کے کہ اس کے متعلق وحی نازل ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اس غزوہ کے لیے تشریف لے جا رہے تھے تو پھل پکنے کا زمانہ تھا اور سایہ میں بیٹھ کر لوگ آرام کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تیاریوں میں مصروف تھے اور آپ کے ساتھ سب مسلمان بھی۔ لیکن میں روزانہ سوچا کرتا تھا کہ کل سے میں بھی تیاری کروں گا اور اس طرح ہر روز اسے ٹالتا رہا۔ مجھے اس کا یقین تھا کہ میں تیاری کر لوں گا، مجھے آسانیاں میسر ہیں۔ یوں ہی وقت گزرتا رہا اور آخر لوگوں نے اپنی تیاریاں مکمل کر لیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو ساتھ لے کر روانہ بھی ہو گئے۔ اس وقت تک میں نے کوئی تیاری نہیں کی تھی۔ اس موقع پر بھی میں نے اپنے دل کو یہی کہہ کر سمجھا لیا کہ کل یا پرسوں تک تیاری کر لوں گا اور پھر لشکر سے جا ملوں گا۔ کوچ کے بعد دوسرے دن میں نے تیاری کے لیے سوچا لیکن اس دن بھی کوئی تیاری نہیں کی۔ پھر تیسرے دن کے لیے سوچا اور اس دن بھی کوئی تیاری نہیں کی۔ یوں ہی وقت گزر گیا اور اسلامی لشکر بہت آگے بڑھ گیا۔ غزوہ میں شرکت میرے لیے بہت دور کی بات ہوگئی اور میں یہی ارادہ کرتا رہا کہ یہاں سے چل کر انھیں پا لوں گا۔ کاش! میں نے ایسا کر لیا ہوتا لیکن یہ میرے نصیب میں نہیں تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لے جانے کے بعد جب میں باہر نکلتا تو مجھے بڑا رنج ہوتا۔ ⇦⇦⇦

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⇐⇐⇐ کیونکہ مدینہ یا تو وہ لوگ نظر آتے جن کے چہروں سے نفاق ٹپکتا تھا یا پھر وہ لوگ جنھیں اللہ تعالیٰ نے معذور اور ضعیف قرار دے دیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے میرے بارے میں کسی سے کچھ نہیں پوچھا تھا لیکن جب آپ تبوک پہنچ گئے تو وہیں ایک مجلس میں آپ نے دریافت فرمایا کہ کعب نے کیا کیا؟ بنوسلمہ کے ایک صاحب نے کہا کہ یا رسول اللہ! اس کے غرور نے اسے آنے نہیں دیا۔ (وہ حسن و جمال یا لباس پر اترا کر رہ گیا ہے) اس پر معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بولے تم نے بری بات کہی۔ یا رسول اللہ! اللہ کی قسم! ہمیں ان کے متعلق خیر کے سوا اور کچھ معلوم نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے کچھ نہیں فرمایا۔ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب مجھے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ واپس تشریف لا رہے ہیں تو اب مجھ پر فکر سوار ہوئی اور میرا ذہن کوئی ایسا جھوٹا بہانہ تلاش کرنے لگا جس سے میں کل رسول اللہ ﷺ کی خفگی سے بچ سکوں۔ اپنے گھر کے ہر عقلمند آدمی سے اس کے متعلق میں نے مشورہ لیا لیکن جب مجھے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ سے بالکل قریب آ چکے ہیں تو غلط خیالات میرے ذہن سے نکل گئے اور مجھے یقین ہو گیا کہ اس معاملہ میں جھوٹ بول کر میں اپنے کو کسی طرح محفوظ نہیں کر سکتا۔ چنانچہ میں نے سچی بات کہنے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ صبح کے وقت رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ جب آپ کسی سفر سے واپس تشریف لاتے تو آپ کی عادت مبارک تھی کہ پہلے مسجد میں تشریف لے جاتے اور دو رکعت نماز پڑھتے، پھر لوگوں کے ساتھ مجلس میں بیٹھتے۔ جب آپ اس عمل سے فارغ ہو چکے تو آپ کی خدمت میں لوگ آنے لگے جو غزوہ میں شریک نہیں ہو سکے تھے اور قسم کھا کھا کر اپنے عذر بیان کرنے لگے۔ ایسے لوگوں کی تعداد اسّی (۸۰) کے قریب تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے ظاہر کو قبول فرما لیا، ان سے عہد لیا۔ ان کے لیے مغفرت کی دعا فرمائی اور ان کے باطن کو اللہ کے سپرد کیا۔ اس کے بعد میں حاضر ہوا۔ میں نے سلام کیا تو آپ مسکرائے۔ آپ کی مسکراہٹ میں خفگی تھی۔ آپ نے فرمایا: آؤ، میں چند قدم چل کر آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ نے مجھ سے دریافت فرمایا: تم غزوہ میں کیوں شریک نہیں ہوئے۔ کیا تم نے کوئی سواری نہیں خریدی تھی؟ میں نے عرض کیا، میرے پاس سواری موجود تھی، اللہ کی قسم! اگر میں آپ کے سوا کسی دنیا دار شخص کے سامنے آج بیٹھا ہوا ہوتا تو کوئی نہ کوئی عذر گھڑ کر اس کی خفگی سے بچ سکتا تھا، مجھے خوبصورتی کے ساتھ گفتگو کا سلیقہ معلوم ہے۔ لیکن اللہ کی قسم! مجھے یقین ہے کہ اگر آج میں آپ کے سامنے کوئی جھوٹا عذر بیان کر کے آپ کو راضی کر لوں گا تو بہت جلد اللہ تعالیٰ آپ کو مجھ سے ناراض کر دے گا۔ اس کی بجائے اگر میں آپ سے سچی بات بیان کر دوں تو یقیناً آپ کو میری طرف سے خفگی ہو گی لیکن اللہ سے مجھے معافی کی پوری امید ہے۔ نہیں، اللہ کی قسم! مجھے کوئی عذر نہیں تھا، اللہ کی قسم اس وقت سے پہلے کبھی میں اتنا فارغ البال نہیں تھا اور پھر بھی میں آپ کے ساتھ شریک نہیں ہو سکا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ انھوں نے سچی بات بتا دی، اچھا اب جاؤ۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمھارے بارے میں خود کوئی فیصلہ کر دے۔ میں اٹھ گیا اور میرے پیچھے بنوسلمہ کے کچھ لوگ بھی دوڑے ہوئے آئے اور مجھ سے کہنے: اللہ کی قسم! ہمیں تمھارے متعلق یہ معلوم نہیں تھا کہ اس سے پہلے تم نے کوئی گناہ کیا ہے۔ تم نے بڑی کوتاہی کی، رسول اللہ ﷺ کے سامنے ویسا ہی کوئی عذر نہیں بیان کیا جیسا دوسرے شریک نہ ہونے والوں نے بیان کر دیا تھا۔ تمھارے گناہ کے لیے رسول اللہ ﷺ کا استغفار ہی کافی ہو جاتا۔ اللہ کی قسم! ان لوگوں نے مجھے اس پر اتنی ملامت کی کہ مجھے خیال آیا: واپس جا کر رسول اللہ ﷺ سے کوئی جھوٹا عذر کر آؤں۔ مگر میں نے ان سے پوچھا: کیا میرے علاوہ کسی اور نے بھی مجھ جیسا عذر بیان کیا ہے؟ انھوں نے بتایا: ہاں دو حضرات نے اسی طرح معذرت کی جس طرح تم نے کی ہے اور انھیں جواب بھی وہی ملا ہے جو تمھیں ملا۔ میں نے پوچھا کہ ان کے نام کیا ہیں؟ انھوں نے بتایا کہ مرارہ بن ربیع عمری اور ہلال بن امیہ واقفی رضی اللہ عنہما۔ ان دو ایسے صحابہ کا نام انھوں نے لے دیا تھا جو صالح تھے اور بدر کی جنگ میں شریک ہوئے تھے۔ ان کا طرز عمل میرے لیے نمونہ بن گیا۔ چنانچہ انھوں نے جب ان بزرگوں کا نام لیا تو میں اپنے گھر چلا آیا۔ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو ہم سے بات چیت کرنے کی ممانعت کر دی، بہت سے لوگ جو غزوے میں شریک نہیں ہوئے تھے، ان میں سے صرف ہم تین تھے۔ لوگ ہم سے الگ رہنے لگے اور سب لوگ بدل گئے۔ ایسا نظر آتا تھا کہ ہم سے ساری دنیا بدل گئی ہے۔ ہمارا اس سے کوئی واسطہ ہی نہیں ہے۔ پچاس دن تک ہم اسی طرح رہے، میرے دو ساتھیوں نے تو اپنے گھروں سے نکلنا ہی چھوڑ دیا۔ بس روتے رہتے تھے لیکن میرے اندر ہمت تھی کہ میں باہر نکلتا تھا، مسلمانوں کے ساتھ نماز میں شریک ہوتا اور بازاروں میں گھوما کرتا تھا لیکن مجھ سے بولتا کوئی نہ تھا۔ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھی حاضر ہوتا تھا، آپ کو سلام کرتا، جب آپ نماز کے بعد مجلس میں بیٹھتے، میں اس جستجو میں لگا رہتا تھا کہ دیکھوں سلام کے جواب میں رسول اللہ ﷺ کے ⇐⇐⇐

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⇐⇐ مبارک ہونٹ ہلے یا نہیں۔ پھر آپ کے قریب ہی نماز پڑھنے لگ جاتا اور آپ کو کنکھیوں سے دیکھتا رہتا۔ جب میں اپنی نماز میں مشغول ہو جاتا تو رسول اللہ ﷺ میری طرف دیکھتے لیکن جونہی میں آپ کی طرف دیکھتا آپ رخ مبارک پھیر لیتے۔ آخر جب اس طرح لوگوں کی بے رخی بڑھتی ہی گئی تو میں (ایک دن) ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے باغ کی دیوار پر چڑھ گیا، وہ میرے چچازاد بھائی تھے اور مجھے ان سے بہت گہرا تعلق تھا۔ میں نے انھیں سلام کیا، لیکن اللہ کی قسم! انھوں نے بھی میرے سلام کا جواب نہیں دیا۔ میں نے کہا، ابوقتادہ! تمھیں اللہ کی قسم! کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے مجھے کتنی محبت ہے۔ انھوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں نے دوبارہ ان سے یہی سوال کیا اللہ کی قسم دے کر، لیکن اب بھی وہ خاموش تھے۔ پھر میں نے اللہ کا واسطہ دے کر ان سے یہی سوال کیا۔ اس مرتبہ انھوں نے صرف اتنا کہا کہ اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ اس پر میرے آنسو پھوٹ پڑے۔ میں واپس چلا آیا اور دیوار پر چڑھ کر (نیچے، باہر اتر آیا) انھوں نے بیان کیا کہ ایک دن مدینہ کے بازار میں جا رہا تھا کہ شام کا ایک کاشتکار جو غلہ بیچنے مدینہ آیا تھا، پوچھ رہا تھا: کعب بن مالک کہاں رہتے ہیں؟ لوگوں نے میری طرف اشارہ کیا تو وہ میرے پاس آیا اور ملک غسان کا ایک خط مجھے دیا، اس خط میں یہ تحریر تھا۔

''اما بعد! مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمھارے صاحب (یعنی رسول اللہ ﷺ) تمھارے ساتھ زیادتی کرنے لگے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تمھیں کوئی ذلیل نہیں پیدا کیا ہے کہ تمھارا حق ضائع کیا جائے۔ تم ہمارے پاس آ جاؤ، ہم تمھارے ساتھ بہتر سے بہتر سلوک کریں گے۔''

جب میں نے یہ خط پڑھا تو میں نے کہا کہ یہ ایک اور امتحان آ گیا۔ میں نے اس خط کو تنور میں جلا دیا۔ ان پچاس دنوں میں سے جب چالیس دن گزر چکے تو رسول کریم ﷺ کے ایلچی میرے پاس آئے اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے تمھیں حکم دیا ہے کہ اپنی بیوی کے بھی قریب نہ جاؤ۔ میں نے پوچھا: کیا اسے طلاق دے دوں یا پھر مجھے کیا کرنا چاہیے؟ انھوں نے بتایا کہ نہیں صرف ان سے جدا رہو، ان کے قریب نہ جاؤ۔ میرے دونوں ساتھیوں کو (جنھوں نے میری طرح معذرت کی تھی) بھی یہی حکم آپ نے بھیجا تھا۔ میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ اب اپنے میکے چلی جاؤ اور اس وقت تک وہیں رہو جب تک اللہ تعالیٰ اس معاملہ کا کوئی فیصلہ نہ کر دے۔ کعب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہلال بن امیہ (جن کا مقاطعہ ہوا تھا) کی بیوی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ہلال بن امیہ بہت ہی بوڑھے اور کمزور ہیں۔ ان کے پاس کوئی خادم بھی نہیں ہے۔ کیا اگر میں ان کی خدمت کر دیا کروں تو آپ ناپسند فرمائیں گے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ صرف وہ تم سے صحبت نہ کریں۔ انھوں نے عرض کی۔ اللہ کی قسم! وہ تو کسی چیز کے لیے حرکت بھی نہیں کر سکتے۔ جب سے یہ خفگی ان پر ہوئی ہے وہ دن ہے اور آج کا دن، ان کے آنسو تھمنے میں نہیں آتے۔ میرے گھر کے بعض لوگوں نے کہا کہ جس طرح ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ کی بیوی کو ان کی خدمت کرتے رہنے کی اجازت رسول اللہ ﷺ نے دے دی ہے، آپ بھی اسی طرح کی اجازت رسول اللہ ﷺ سے لے لیجیے۔ میں نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم! میں اس کے لیے رسول اللہ ﷺ سے اجازت نہیں لوں گا، میں جوان ہوں، معلوم نہیں جب اجازت لینے جاؤں تو رسول اللہ ﷺ کیا فرمائیں۔ اس طرح دس دن اور گزر گئے اور جب رسول اللہ ﷺ نے ہم سے بات چیت کرنے کی ممانعت فرمائی تھی اس کے پچاس دن پورے ہو گئے۔ پچاسویں رات کی صبح کو جب میں فجر کی نماز پڑھ چکا اور اپنے گھر کی چھت پر بیٹھا ہوا تھا، اس طرح جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے، میرا دم گھٹا جا رہا تھا۔ زمین اپنی تمام وسعتوں کے باوجود میرے لیے تنگ ہوتی جا رہی تھی کہ میں نے ایک پکارنے والے کی آواز سنی، جبل سلع پر چڑھ کر کوئی بلند آواز سے کہہ رہا تھا: اے کعب بن مالک! تمھیں بشارت ہو۔ انھوں نے بیان کیا کہ یہ سنتے ہی میں سجدے میں گر پڑا اور مجھے یقین ہو گیا کہ اب فراخی ہو جائے گی۔ فجر کی نماز کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اللہ کی بارگاہ میں ہماری توبہ کی قبولیت کا اعلان کر دیا تھا۔ لوگ میرے یہاں بشارت دینے کے لیے آنے لگے اور میرے دو ساتھیوں کو بھی جا کر بشارت دی۔ ایک صاحب (زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ) اپنا گھوڑا دوڑائے چلے آ رہے تھے، ادھر قبیلہ اسلم کے ایک صحابی نے پہاڑی پر چڑھ کر (آواز دی) اور آواز گھوڑے سے زیادہ تیز تھی۔ جن صحابی نے (سلع پہاڑی پر سے) آواز تھی، جب وہ میرے پاس بشارت دینے آئے تو میں نے اپنے دونوں کپڑے اتار کر اس بشارت کی خوشی میں، انھیں دے دیے۔ اللہ کی قسم! اس وقت ان دو کپڑوں کے سوا (دینے کے لائق) اور میرے پاس کوئی چیز نہیں تھی۔ پھر میں نے (ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے) دو کپڑے مانگ کر پہنے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جوق در جوق لوگ مجھ سے ملاقات کرتے جاتے اور مجھے توبہ کی قبولیت پر بشارت دیتے ⇐⇐

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⇐⇐ جاتے تھے۔ کہتے تھے اللہ کی بارگاہ میں توبہ کی قبولیت مبارک ہو۔ کعب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، آخر میں مسجد میں داخل ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے تھے۔ چاروں طرف صحابہ کا مجمع تھا۔ طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ دوڑ کر میری طرف بڑھے اور مجھ سے مصافحہ کیا اور مبارک باد دی۔ اللہ کی قسم! (وہاں موجود) مہاجرین میں سے کوئی بھی ان کے سوا، میرے آنے پر کھڑا نہیں ہوا۔ طلحہ رضی اللہ عنہ کا یہ احسان میں کبھی نہیں بھولوں گا۔ کعب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا تو آپ نے فرمایا، (چہرہ مبارک خوشی اور مسرت سے دمک اٹھا تھا) اس مبارک دن کے لیے تمھیں بشارت ہو جو تمھاری عمر کا سب سے مبارک دن ہے۔ انھوں نے بیان کیا کہ: میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ بشارت آپ کی طرف سے ہے یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے؟ فرمایا نہیں، بلکہ اللہ کی طرف سے ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی بات پر خوش ہوتے تو چہرہ مبارک روشن ہو جاتا تھا، ایسے جیسے چاند کا ٹکڑا ہو۔ آپ کی مسرت ہم چہرہ مبارک سے سمجھ جاتے تھے۔ پھر جب میں آپ کے سامنے بیٹھ گیا تو عرض کیا یا رسول اللہ! اپنی توبہ کی قبولیت کی خوشی میں، اپنا مال میں اللہ اور اس کے رسول کی راہ میں صدقہ کر دوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں، لیکن کچھ مال اپنے پاس بھی رکھ لو، یہ زیادہ بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا پھر میں خیبر کا حصہ اپنے پاس رکھ لوں گا۔ پھر میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے مجھے سچ بولنے کی وجہ سے نجات دی۔ اب میں اپنی توبہ کی قبولیت کی خوشی میں یہ عہد کرتا ہوں کہ جب تک زندہ رہوں گا سچ کے سوا اور کوئی بات زبان پر نہ لاؤں گا۔ پس اللہ کی قسم! جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ عہد کیا، میں کسی ایسے مسلمان کو نہیں جانتا جسے اللہ تعالیٰ نے سچ بولنے کی وجہ سے اتنا نوازا ہو، جتنی نوازشات اس کی مجھ پر سچ بولنے کی وجہ سے ہیں۔ جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ عہد کیا، آج تک کبھی جھوٹ کا ارادہ بھی نہیں کیا۔ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ باقی زندگی میں بھی مجھے اس سے محفوظ رکھے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر یہ آیت (ہمارے بارے میں) نازل کی تھی۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نے نبی، مہاجرین اور انصار کی توبہ قبول کی'' اس کے ارشاد ''وکونوا مع الصادقین'' تک۔ اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسلام کے لیے ہدایت کے بعد، میری نظر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس سچ بولنے سے بڑھ کر اللہ کا مجھ پر اور کوئی انعام نہیں ہوا کہ میں نے جھوٹ نہیں بولا اور اس طرح اپنے کو ہلاک نہیں کیا۔ جیسا کہ جھوٹ بولنے والے ہلاک ہو گئے تھے۔ نزول وحی کے زمانہ میں جھوٹ بولنے والوں پر اللہ تعالیٰ نے اتنی شدید وعید فرمائی جتنی شدید کسی دوسرے کے لیے نہیں فرمائی ہوگی۔ فرمایا ہے:
﴿سَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ إِذَا انقَلَبْتُمْ .... فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَرْضَىٰ عَنِ الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ ۝﴾ تک۔

کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا۔ چنانچہ ہم تین، ان لوگوں کے معاملے سے جدا رہے جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے قسم کھالی تھی۔ آپ نے ان کی بات مان بھی لی تھی، ان سے بیعت بھی لی تھی اور ان کے لیے طلب مغفرت بھی فرمائی تھی۔ ہمارا معاملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے خود اس کا فیصلہ فرمایا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿وعلى الثلاثة الذين خلفوا﴾ سے یہی مراد ہے کہ ہمارا مقدمہ ملتوی رکھا گیا اور ہم ڈھیل میں ڈال دیے گئے۔ یہ نہیں مراد ہے کہ جہاد سے پیچھے رہ گئے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کے پیچھے رہے جنھوں نے قسمیں کھا کر اپنے عذر بیان کیے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے عذر قبول کر لیے۔

اس طویل حدیث میں اگرچہ مذکورہ تین بزرگوں کا جنگ تبوک سے پیچھے رہ جانے اور ان کی توبہ قبول ہونے کا تفصیلی ذکر ہے مگر اس سے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بہت سے مسائل کا استنباط فرمایا ہے۔ جس کی تفصیل کے لیے اہل علم فتح الباری کا مطالعہ فرمائیں۔ اس واقعہ کے ذیل علامہ حسن بصری رحمہ اللہ کا یہ ارشاد گرامی یاد رکھنے کے قابل ہے۔ ''يَا سُبْحَانَ اللّٰهِ مَا أَكَلَ هٰؤُلَاءِ الثَّلَاثَةَ مَالًا حَرَامًا وَلَا سَفَكُوا دَمًا حَرَامًا وَلَا أَفْسَدُوا فِي الْأَرْضِ، أَصَابَهُمْ مَا سَمِعْتُمْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ فَكَيْفَ بِمَنْ يُوَاقِعُ الْفَوَاحِشَ وَالْكَبَائِرَ.'' (فتح الباری) یعنی سبحان اللہ ان تینوں بزرگوں نے نہ کوئی حرام مال کھایا تھا نہ کوئی خون بہایا تھا اور نہ زمین میں فساد برپا کیا تھا، پھر بھی ان کو یہ سزا دی گئی جس کا ذکر تم نے سنا ہے۔ ان کے لیے زمین اپنی فراخی کے باوجود تنگ ہو گئی۔ تو ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو بے حیائی اور بڑے بڑے گناہوں میں ملوث ہوتے رہتے ہیں۔ ان پر اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کس قدر عتاب ہونا چاہیے۔ اس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ گناہوں کا ارتکاب کس قدر خطرناک ہے۔ سیدنا کعب بن مالک انصاری خزرجی ہیں۔ بیعت عقبہ ثانیہ میں شریک ہوئے۔ ۵۰ھ میں ۷۷ سال کی عمر طویل پا کر انتقال فرمایا۔ (رضی اللہ عنہ وارضاہ)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ دونوں آیات کریمہ اللہ رب العالمین کی طرف سے مہاجرین و انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی توبہ قبول کرنے کے بارے میں خبر دینے کی وضاحت میں ہیں۔ یعنی وہ اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ جنھوں نے غزوۂ تبوک کے موقع پر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی جہاد وقتال فی سبیل اللہ میں نکلنے کے لیے پوری پوری پیروی کی تھی۔ اس جنگ کو ''غزوۂ عسرہ'' بھی کہا جاتا ہے۔ یعنی انتہائی تنگدستی والا غزوہ اور پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کہ جن کی تعداد اس غزوہ میں تیس ہزار تھی، باوجود اس کے کہ موسم سخت گرمی کا تھا، لوگ تنگی اور قحط سالی کی آزمائش سے دوچار تھے، سواریاں کم تھیں اور پھل (کھجوریں) پک چکے تھے۔ لوگ پھل اور سائے میں رہنا چاہتے تھے۔ ان سب پر مستزاد یہ کہ مسافت کی دوری اور راستے کی پیچیدگی و دشواری تھی۔ مگر اللہ کے شیر (فداهم آباؤنا وأمهاتنا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ پورے جذبہ اور شوقِ جہاد میں نکلے۔ مذکور بالا تمام اسباب ان کی راہ میں رکاوٹ نہ بن سکے۔ حتیٰ کہ بعض روایات میں مذکور ہے کہ راستے میں خوراک اور پانی کی کمی اس حد تک واقع ہوگئی کہ ایک آدمی ایک کھجور کو تھوڑا سا چوس کر اوپر سے چند گھونٹ پانی کے پی لیتا اور یہی کھجور دوسرے کو دے دیتا جو اسی طرح کرتا اور پھر یہی کھجور تیسرے شخص کو دے دیتا۔'' [1]

جیسا کہ غزوۂ تبوک میں پیچھے رہ جانے والے تین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں اللہ عزوجل نے قرآن حکیم میں اور دیگر قابل عذر اہل ایمان کے متعلق توبہ کی قبولیت ان کے پیچھے رہ جانے کی وجہ سے نازل فرمادی اور یہ اُن کی اپنی اُس بہت بڑی ندامت کی وجہ سے نازل ہوئی کہ جس وقت اُن کی اس ندامت و پشیمانی اور رجوع الی اللہ کے وقت آزمائش میں اُن پر زمین فراخ ہونے کے باوجود تنگ ہوگئی تھی، تو اس کے بعد پھر کسی کے لیے بھی نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے انتقام لینے یا ایسے کسی فعل کے ضمن میں ان پر افتراء پردازی کرنے کی گنجائش نہیں رہ جاتی جو ان سے سرزد ہی نہ ہوا ہو۔ پھر اللہ رب العالمین نے اپنی کتاب عظیم میں اُن کی مدح وتوصیف اور اچھی خاصی ثناء بھی نازل فرمادی اور نبی مکرم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی احادیث مبارکہ میں ان کے فضائل بھی بیان فرما رکھے ہیں۔ [2]

(د)...... حوض کوثر سے دھتکارنے اور دفع کرنے والی حدیث:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: بَيْنَا أَنَا قَائِمٌ، فَإِذَا زُمْرَةٌ، حَتَّى إِذَا عَرَفْتُهُمْ خَرَجَ رَجُلٌ مِنْ بَيْنِي وَبَيْنِهِمْ، فَقَالَ: هَلُمَّ، فَقُلْتُ: إِلَى أَيْنَ؟ فَقَالَ: إِلَى

---

[1] دیکھیے: تفسیر الطبری جلد٦، ص ٥٠٢، اور تفسیر البغوي جلد٢، ص ٣٣٣.

[2] دیکھیے: الانتصار للصحب والآل ص ٣٢٨،٣٢٩.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

النَّارِ وَاللّٰهِ، قُلْتُ: وَمَا شَأْنُهُمْ؟ قَالَ: إِنَّهُمُ ارْتَدُّوْا بَعْدَكَ عَلَى أَدْبَارِهِمُ الْقَهْقَرَى، فَلَا أُرَاهُ يَخْلُصُ مِنْهُمْ إِلَّا مِثْلُ هَمَلِ النَّعَمِ. وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: فَقَالَ ﷺ: إِنِّي فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ، مَنْ مَرَّ عَلَيَّ شَرِبَ، وَمَنْ شَرِبَ لَمْ يَظْمَأْ أَبَدًا، لَيَرِدَنَّ عَلَيَّ أَقْوَامٌ أَعْرِفُهُمْ وَيَعْرِفُوْنَنِي، ثُمَّ يُحَالُ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ، فَأَقُوْلُ: إِنَّهُمْ مِنِّي، فَيُقَالُ: إِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا أَحْدَثُوْا بَعْدَكَ، فَأَقُوْلُ: سُحْقًا سُحْقًا لِمَنْ غَيَّرَ بَعْدِي.)) [1]

''سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں قیامت والے دن حوض کوثر پر کھڑا ہوں گا کہ ایک جماعت میرے سامنے آئے گی اور جب میں انھیں پہچان لوں گا تو ایک فرشتہ میرے اور ان کے درمیان سے نکلے گا اور ان سے کہے گا: ادھر آؤ۔ میں کہوں گا: کدھر؟ وہ کہے گا: اللہ کی قسم! جہنم کی طرف۔ میں پوچھوں گا: ان کا معاملہ کیا ہے؟ وہ کہے گا: یہ لوگ آپ کے بعد اُلٹے پاؤں دین سے واپس لوٹ گئے (مرتد ہوگئے) تھے۔ پھر ایک اور گروہ میرے سامنے آئے گا اور جب میں انھیں بھی پہچان لوں گا تو ایک شخص (فرشتہ) میرے اور ان کے درمیان میں سے نکل کر ان سے کہے گا: ادھر آؤ۔ میں پوچھوں گا: کہاں؟ تو وہ کہے گا: اللہ کی قسم! جہنم کی طرف۔ میں پوچھوں گا: ان کا معاملہ کیا ہے؟ فرشتہ کہے گا: یہ لوگ آپ کے بعد الٹے پاؤں واپس (کفر کی طرف) پلٹ گئے تھے۔ میں سمجھتا ہوں کہ: ان گروہوں میں سے ایک آدمی بھی نہیں بچے گا۔ ان سب کو جہنم میں لے جائیں گے۔''

(اسی موضوع سے متعلقہ ایک اور حدیث) جناب سہل بن سعد بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں حوض کوثر پر تم لوگوں سے پہلے وہاں موجود ہوں گا۔ جو شخص بھی میری طرف سے گزرے گا وہ اس کا پانی پی لے گا اور جو اس کا پانی ایک بار پی لے گا وہ پھر کبھی پیاسا نہیں ہوگا اور وہاں کچھ ایسے لوگ بھی آئیں گے جنھیں میں پہچانوں گا اور وہ مجھے پہچانیں گے مگر انھیں میرے سامنے سے ہٹا دیا جائے گا۔ چنانچہ میں کہوں گا: یہ تو میری امت کے لوگ ہیں۔ لیکن کہا جائے گا: آپ کو نہیں معلوم کہ انھوں نے آپ کے بعد دین اسلام میں کون کون سی نئی نئی چیزیں

[1] صحیح البخاري، كتاب الرقاق، رقم: ٦٥٨٧ـ صحیح مسلم، كتاب الفضائل، حدیث: ٥٩٦٨، ٥٩٦٩ و صحیح البخاری حدیث: ٦٥٨٣.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایجاد کر لی تھیں۔ سو، میں کہوں گا، دور ہو وہ شخص کہ جس نے میرے بعد دین میں تبدیلی کر لی تھیں۔''

بعض روافض شیعی علماء کہتے ہیں: اس موضوع سے متعلقہ وہ تمام احادیث کہ جنھیں محدثین عظام نے اپنی اپنی کتب میں درج کیا ہے ان کے مطالعہ سے ذرہ بھر بھی شک نہیں رہ جاتا کہ: نبی کریم ﷺ کے اکثر صحابہ نے آپ کے بعد اپنے دین کو بدل دیا تھا بلکہ وہ مرتد ہو گئے تھے۔ سوائے بہت ہی تھوڑے لوگوں کے جنھیں حدیث میں: "مِثْلُ هَمَلِ النَّعَمِ ...... بغیر چرواہے کے چرنے والے جانوروں" کے ساتھ مثال دے کر بیان کیا گیا ہے اور یہ کہ ان احادیث کو کسی بھی حالت میں منافقوں پر منطبق نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے کہ حدیث کی نص میں ہے: "فَأَقُوْلُ: أَصْحَابِيْ" ...... میں کہوں گا: یہ تو میرے اصحاب ہیں۔" اور یہ کہ منافقین نے نبی کریم ﷺ کے بعد اپنے دین وطریق کو بالکل نہیں بدلا تھا، وہ تو اُسی اپنی پرانی ڈگر پر چل رہے تھے۔ [1]

اس شبہ کا ردّ:

بلاشبہ نبی کریم ﷺ کے اصحاب وہ امت خیر الامم تھے کہ جن کی عدالت وتقویٰ کے متعلق کسی قسم کا نزاع اُمت میں قابل قبول نہیں ہے اور جب اللہ رب العالمین نے اپنی کتاب عظیم اور نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنی احادیث مبارکہ میں ان کے عدالت وتقویٰ اور مضبوطی ایمان کے بارے میں گواہیاں دے رکھی ہیں اور اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کی ان کے بارے میں نہایت اعلیٰ توصیف وثناء اور ان کی اعلیٰ صفات میں ان کی مدح کر رکھی ہے جو اللہ تعالیٰ کی کتاب اور نبی کریم ﷺ کی سنت سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے تو پھر ان کے ایمان میں شک کرنا قطعاً حرام ہے۔ اس لیے محدثین کرام اور مذکورہ بالا احادیث کی شرح کرنے والے علماء عظام رحمہم اللہ جمیعاً کا اس بات پر اتفاق واجماع ہے کہ ان احادیث میں مذکور حوضِ کوثر سے دھتکارے جانے والے لوگوں سے مراد قطعاً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نہیں ہیں اور نہ ہی ان کے بارے میں قدح وجرح جائز ہے۔

علامہ ابن قتیبہ رحمہ اللہ حدیث مذکور بالا سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بارے میں استدلالِ ارتداد پر شیعہ روافض کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں: ''یہ بات کیسے جائز ہے کہ اللہ رب العالمین کچھ اقوام کے بارے میں اپنی رضا کا ذکر بھی فرمائیں اور اُن کی مدح بھی کریں۔ پھر تورات وانجیل میں ان کے لیے اعلیٰ مثال بھی بیان فرمائیں اور وہ اس بات کا علم بھی رکھتا ہو کہ وہ اس کے رسول محمد النبی الکریم ﷺ کے بعد فوراً اپنی ایڑیوں کے بل پھر کر مرتد ہو جائیں گے؟ اس کے سوا کوئی اور بات سمجھ نہیں آتی کہ شیعہ روافض عقیدہ رکھتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ کو اس بات (صحابہ کے مرتد ہو جانے) کا علم ہی نہیں تھا بس یہی تو کفار کا شر ہے۔'' [2]

---

[1] دیکھیے: "ثم اهتديت" ص ۱۱۹۔
[2] "تاويل مختلف الحديث" ص ۲۷۹

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں سے کوئی ایک بھی صحابی مرتد نہیں ہوا تھا۔ بلکہ ارتداد کا راستہ اختیار کرنے والے عربوں کے اکھڑ مزاج، کرخت قسم کے لوگ تھے جن کی اللہ کے دین کے لیے کوئی مدد (اور کارکردگی) نہ تھی۔ یہ بات مشہور صحابہ کرام اور اللہ کے دین کے لیے اپنی خدمات وصلاحیتیں پیش کرنے والے اللہ کے مومن بندوں اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جرح وقدح کو جائز نہیں کرتی۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا لفظ ''اصحابی'' اُن کی قلت تعداد پر دلالت کرتا ہے۔ ❶

بعض روایات میں مذکور جملہ: ''هَلْ تَدْرِي مَا أَحْدَثُوا بَعْدَكَ ...... فرشتے کہیں گے: اے اللہ کے رسول! کیا آپ جانتے ہیں اُنھوں نے آپ کے بعد تمھارے دین میں کیسی نئی نئی چیزیں ایجاد کر لی تھیں؟'' پر امام نووی رحمہ اللہ شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: یہ وہ جملہ ہے کہ جس کا مفہوم بیان کرنے میں علماء عظام رحمہم اللہ نے درج ذیل اقوال کی صورت میں ایک دوسرے سے مختلف معنی بیان کیا ہے۔

(ا) ...... بعض آئمہ وعلماء کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں: اس سے مراد منافقین اور مرتدین ہیں۔ سو یہ جائز ہے کہ ان کو قیامت والے دن سیاہ جسموں میں اٹھایا جائے کہ جن کے بعض اعضاء سفید ہوں (جیسے قیامت والے دن نمازیوں کے اعضاء وضو چمک رہے ہوں گے۔) اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے بعض سفید اعضاء کی وجہ سے اُن کو آواز دیں۔ تب کہا جائے گا: یہ وہ لوگ نہیں ہیں کہ جن سے آپ نے حوضِ کوثر کا پانی پلانے کا وعدہ فرمایا تھا۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے آپ کے بعد دین حنیف کو بدل ڈالا تھا۔ یعنی جس اسلام کا انھوں نے اظہار واعلان کیا تھا اس پر ان کی موت واقع نہیں ہوئی تھی۔

(ب) ...... اس سے مراد یہ ہے کہ: جو لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پا کر بھی آپ کی وفات کے بعد مرتد ہو گئے تھے، اُنھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بنا پر وہاں آواز دیں گے کہ آپ ان کو اپنی حیات طیبہ میں بطور مسلمان جانتے تھے۔ چنانچہ کہا جائے گا: یہ لوگ آپ کے بعد مرتد ہو گئے تھے۔

(ج) ...... بعض علماء کرام فرماتے ہیں کہ: اس سے بڑے بڑے کبیرہ گناہوں والے لوگ مراد ہیں کہ جن کی موت توحید پر واقع ہوئی ہوگی اور اس سے بدعتیں کرنے والے لوگ بھی مراد ہیں کہ جو اپنی چھوٹی بدعات کی وجہ سے اسلام کے دائرہ سے خارج نہیں ہوئے ہوں گے۔ اس بنا پر یہ لوگ کہ جنھیں جہنم کے لیے وہاں سے دھتکار دیا اور دفع کیا جائے گا، ان کے بارے میں یہ قطعی فیصلہ نہیں ہوگا بلکہ عین ممکن ہے کہ انھیں صرف وہاں سے سزا کے لیے دھتکار دیا جائے مگر بعد میں اللہ تعالیٰ ان پر رحم کر کے انھیں بغیر سزا کے جنت میں داخل کر دے۔

❶ دیکھیے: ''فتح الباري'' جلد ۱۱، ص ۲۸۵.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان تمام اقوال (تقریباً سب) کو امام قرطبی اور علامہ ابن حجر رحمہ اللہ جمیعاً نے اپنی اپنی کتابوں میں درج کیا ہے۔ ❶

یہ بات کہنے میں کوئی چیز مانع نہیں ہے کہ: حوض کوثر سے دھتکارے جانے والے یہ لوگ مذکور بالا تمام اوصاف سے تعلق رکھتے ہوں۔ اس لیے کہ تمام روایات ان سب کے مجموعہ کا احتمال پیش کر رہی ہیں۔ چنانچہ بعض میں ہے کہ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: "فَأَقُوْلُ: أَصْحَابِیْ أَوْ أُصَيْحَابِیْ." (تصغیر کے ساتھ) اور بعض میں ہے کہ آپ فرماتے ہیں: "سَيُؤْخَذُ أُنَاسٌ مِنْ دُوْنِي، فَأَقُوْلُ يَارَبِّ! مِنِّي وَمِنْ أُمَّتِي" ...... پھر کچھ لوگوں کو مجھ سے الگ کر دیا جائے گا۔ میں عرض کروں گا: اے میرے رب! یہ تو میرے ہی آدمی اور میری امت کے لوگ ہیں۔'' ایک روایت میں اس طرح ہے: "لَيَرِدَنَّ عَلَيَّ أَقْوَامٌ أَعْرِفُهُمْ وَيَعْرِفُوْنَنِيْ...... وہاں کچھ لوگ میرے پاس آئیں گے جنھیں میں پہچانتا ہوں گا اور وہ مجھے پہچانتے ہوں گے۔'' ❷

ان تمام الفاظ (اور بعض دیگر روایات میں دوسرے الفاظ) سے بالکل یہی ظاہر ہو رہا ہے کہ: حوضِ کوثر سے دھتکارے جانے والے لوگ کسی ایک گروہ، جماعت سے تعلق رکھنے والے نہیں ہوں گے اور یہی بات حکمت و دانائی کا تقاضا بھی کرتی ہے۔ اس لیے کہ شریعت مطہرہ میں سزائیں گناہوں کے مطابق ملا کرتی ہیں۔ چنانچہ ایک ہی طرح کی سزا میں وہ سب لوگ اکٹھے ہو جاتے ہیں جن پر یہ سزا واجب ہو اور وہ سب اسی جرم کا ارتکاب کرنے والے ہوں۔ ❸

جب نبی کریم ﷺ نے بالکل واضح کر دیا ہے کہ حوضِ کوثر سے دھتکارے جانے کا سبب اسلام سے ارتداد ہوگا، جیسا کہ ایک حدیث میں ہے، فرمایا: "إِنَّهُمُ ارْتَدُّوْا عَلَى أَدْبَارِهِمْ" ...... یا پھر دوسرا سبب دین حنیف میں نئی نئی چیزوں (بدعات و خرافات) کا ایجاد کرنا بھی ہوگا، جیسا کہ فرمایا: "إِنَّكَ لَا تَدْرِيْ مَا أَحْدَثُوْا بَعْدَكَ" ...... اس لیے اس کا تقاضا یہ ہے کہ: حوض کوثر سے ہر اُس شخص کو دھتکار کر دور کر دیا جائے کہ جو دین حنیف سے مرتد ہو چکا ہو، چاہے وہ نبی مکرم ﷺ کی وفات کے بعد مرتد ہوا ہو اور اُس کا تعلق اکھڑ مزاج عرب بادیہ نشینوں سے ہو یا اس کے بعد والے کسی بھی زمانے میں وہ مرتد ہوا ہو۔ ان لوگوں میں کہ جنھیں حوضِ

---

❶ تفصیل کے لیے: شرح صحیح مسلم جلد۳، ص ۱۳٦، ۱۳۷، "المفهم للقرطبي رحمہ اللہ جلد۱، ص ٥٠٤، "فتح الباری" جلد ۱۱، ص ۳۸٥ دیکھیے۔

❷ تمام الفاظ صحیح البخاری کی کتاب الرقاق، باب الحوض، حدیث: ٦٥٧٦، ٦٥٨٣ اور ٦٥٩٣ کے ہیں۔ تشریح کے لیے: فتح الباری جلد ۱۱، ص ٤٦٣، ٤٦٥ دیکھیے۔

❸ دیکھیے: "الإنتصار للصحب والآل" ص ۳٥٤.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوثر سے دھتکار کر دور کر دیا جائے گا بدعتی لوگ بھی شامل ہوں گے۔ اسی قول کو اکثر اہل العلم والحدیث نے اختیار کیا ہے۔

حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: دین حنیف میں بدعات ایجاد کرنے والا ہر شخص قیامت والے دن حوضِ کوثر سے دھتکارے جانے والے لوگ میں شامل ہوگا۔ جیسے کہ خوارج، روافض شیعہ اور تمام خواہشات کے پجاری لوگ ہیں۔ اسی طرح ان میں لوگوں پر ظلم کرنے والے اور ظلم میں حدوں کو پار کر جانے والے لوگ اور حق کو چھپانے والے (ملاں) لوگ اور سرعام کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرنے والے شمار و شریک ہوں گے۔ حد الیقین تک ڈراسی بات کا ہے کہ جن لوگوں کے بارے میں حوضِ کوثر سے دھتکارے جانے کی خبر آئی ہے۔ یہ تمام گروہ اس میں شامل ہوں گے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ ❶

امام قرطبی رحمہ اللہ اپنی کتاب "التذکرہ" میں لکھتے ہیں: ہمارے علماء کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں: تو ہر وہ شخص کہ جو اللہ عزوجل کے دین سے پھر جائے یا اس سے کسی بدعت کو جاری کر دے جو اللہ رب العالمین کو پسند نہ ہو اور نہ ہی اُس نے اس کا حکم دیا ہو تو اس کا شمار حوضِ کوثر سے دور دفع کیے گئے۔ دھتکارے ہوئے لوگوں میں ہوگا۔ ان مطرودین، دھتکارے ہوئے لوگوں میں سب سے زیادہ دھتکارا ہوا وہ شخص ہوگا جس نے مسلمانوں کی جماعت کی مخالفت کرتے ہوئے اُن سے علیحدگی اختیار کر لی۔ جیسے کہ خوارج کے تمام فرقے، شیعہ روافض کہ جن کی گمراہی واضح ہے اور معتزلہ کی تمام شاخیں۔ یہ سب کے سب اللہ عزوجل کے دین کو بدل کر رکھ دینے والے ہیں۔" ❷

مذکور بالا مکمل بحث و گفتگو سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی ہر اُس اتہام و افتراء سے مکمل براءت ثابت ہوگئی جو روافض شیعہ اُن پر باندھتے ہیں اور یہ بات بھی بالکل وضاحت سے ثابت ہوگئی کہ حوضِ کوثر سے دھتکارا اور دفع دور کیا جانا یا تو بسبب ارتداد کے ہوگا اور یا پھر بسبب دینِ حنیف میں کوئی بدعت ایجاد کرنے سے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان ساری باتوں سے کوسوں دور تھے۔ بلکہ وہ تو ان مرتدین کے سخت دشمن تھے کہ جنھوں نے ان کے ساتھ اسی بنا پر مقاتلہ کیا تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان مرتدین سے نہایت ہی تنگ حالات میں جنگ کی تھی اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ان حالات نے اُن کو نہایت قلق میں ڈال دیا تھا۔ جیسا کہ امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ کی کتاب میں بسند عروہ بن زبیر رحمہ اللہ درج کیا ہے کہ جناب زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پاتے ہی عرب کے اکھڑ مزاج لوگوں میں سے اکثر عام لوگ اور ان کے ساتھ کچھ

---

❶ دیکھیے: شرح النووی علی صحیح مسلم حدیث ٥٩٦٨، ٥٩٦٩، ١٣٧/٣.

❷ تفصیل کے لیے: "التذکرہ فی احوال الموتٰی وأمور الآخرۃ" جلد ١، ص ٣٤٨.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قبائل کے خاص افراد بھی مرتد ہو گئے۔ ان کا نفاق کھل کر سامنے آ گیا اور یہود و نصاریٰ گردنیں اونچی کر کے دیکھنے لگے۔ مسلمانوں کی مثال سخت سیاہ سرد بارش والی رات میں بھیڑ بکریوں کی طرح ہوگئی۔ اس لیے کہ ان کا قائد پیغمبر محمد رسول اللہ ﷺ جو دنیا میں نہیں رہا تھا۔ پھر یہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے مقابلے میں اُن کے دشمنوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔'' ❶

مگر اس کے باوجود اصحاب النبی ﷺ ان مرتدین کے درپے ہوکر ان سے ٹکرا گئے اور ان سے انھوں نے ایک بہت بڑی جنگ کی۔ لڑائی میں ان سے خوب مقابلہ کیا حتیٰ کہ اللہ عزوجل نے ان مرتدین پر اپنے نبی کے ساتھیوں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو غالب و فتح یاب کر دیا۔ چنانچہ اس قتال و جنگ کے نتیجے میں بعض مرتدین تائب ہوکر دوبارہ اسلام کی طرف لوٹ آئے اور جو اپنے ارتداد پر ڈٹے رہے وہ تہہ تیغ کر دیے گئے۔ اس طرح ان صحابہ کرام، امت خیر الامم کے ہاتھوں اسلام کا وقار، اس کی قوت اور اس کا رعب دوبارہ بحال ہوگیا۔ رضی اللہ عنہم اجمعین وارضوہ۔

بعینہٖ صحابہ کرام وعظام رضی اللہ عنہم جمیعاً باقی تمام ملت کی نسبت بدعتیوں پر ان کی بدعات کا ردّ وانکار کرنے کے حوالے سے سب لوگوں سے زیادہ سخت تھے۔ اسی لیے بدعات وخرافات، ان کا دور گزرنے کے بعد (بلکہ تابعین کرام رحمہم اللہ کے آخر زمانہ کے بعد) ہی پنپ سکی تھیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں جب بھی بعض بدعات کی علامتیں ظاہر ہونے لگتیں وہ لوگ ان بدعات کا شدت سے ردّ وانکار کرتے، ان بدعات سے براءت کا اعلان کر دیتے اور مبتدعین، بدعتیوں سے بھی۔ چنانچہ سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں روایت ہے کہ انھوں نے اس شخص سے فرمایا، جس نے آپ کو ''قدریہ'' کے عقیدہ سے متعلق خبر دی تھی: ''جب تمھاری ان لوگوں سے ملاقات ہو تو اُنھیں تم بتلا دینا کہ ابن عمر (رضی اللہ عنہما) ان سے بری ہے اور وہ اس سے بری ہوئے (اب ہمارے درمیان کوئی علاقہ نہیں رہا۔) ایسا آپ رضی اللہ عنہ نے تین بار فرمایا۔ ❷

امام بغوی رحمہ اللہ اہل بدعات سے دشمنی رکھنے پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور تمام سلف صالحین رحمہم اللہ جمیعاً کا اجماع واتفاق نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: صحابہ کرام وتابعین، تبع تابعین اور تمام علماء عظام وآئمہ اہل السنہ والجماعت کا اجماع واتفاق اس بات پر ہو چکا ہے کہ: ''اہل بدعات سے ترکِ تعلق کرتے ہوئے ان سے دشمنی والا معاملہ کیا جائے۔ ❸

---

❶ تفصیل کے لیے: "الانتصار للصحب والآل ص ۳۵۶ بحوالہ "تاریخ الطبری" جلد۳، ص ۲۲۵.

❷ دیکھیے امام احمد بن حنبل کے بیٹے عبداللہ رحمہ اللہ کی کتاب: "السنّة" جلد۲، ص ۴۲۰.

❸ دیکھیے: "شرح السُّنه" للإمام البغوی جلد۱، ص ۱۹۴.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے مرتدین واہل بدعات کے بارے میں اس طرح کے عظیم مواقف، اُن کے دین حنیف اسلام پر سختی سے عمل پیرا وکاربند رہنے، ان کے ایمان کی مضبوطی، دین حنیف پر کاربند رہنے کی وجہ سے آزمائش کے وقت ان کا حسن استقامت اختیار کیے رکھنا اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد دین اسلام کے دشمنوں سے جہاد وقتال والے بہت بڑے شواہد ہیں۔ حتیٰ کہ اُن کے ان مواقف کی وجہ سے اللہ رب العرش الکریم نے ان کی اس استقامت و جہد کی وجہ سے سنت نبوی علی صاحبہا التحیۃ والسلام کو قائم کردیا اور بدعات کا قلع قمع کردیا۔ آخرت میں اللہ عزوجل ایسے ہی مرتدین ومبتدعین کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوضِ کوثر سے دھتکار بھی دے گا اور یہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کہ جن کے بارے میں روافض وخوارج غلیظ قسم کا نظریہ رکھتے ہیں اپنے محبوب نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوض پر ساری امت سے پہلے پہنچ کر سیراب ہو چکے ہوں گے۔ اس لیے کہ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں حسن مصاحبت کا حق ادا کردیا تھا اور آپ کی وفات کے بعد دین حنیف اسلام کے قیام کا۔

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان گرامی: لَيَرِدَنَّ عَلَيَّ نَاسٌ مِنْ أُصَيْحَابِي الْحَوْضَ حَتَّى إِذَا عَرَفْتُهُمُ اخْتُلِجُوْا دُوْنِي، فَأَقُوْلُ: أَصْحَابِي، فَيَقُوْلُ: لَا تَدْرِي مَا أَحْدَثُوْا بَعْدَكَ ...... میرے کچھ ساتھی حوض کوثر پر میرے سامنے لائے جائیں گے اور میں انھیں پہچان بھی لوں گا، مگر وہ میرے سامنے ہٹا دیے جائیں گے۔ میں اس پر کہوں گا: یہ تو میرے ساتھی ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: (اے محمد!) تمھیں نہیں معلوم کہ اُنھوں نے تمھارے بعد دین میں کیا کیا نئی چیزیں ایجاد کرلی تھیں۔''[1]

تو اس سے مذکور بالا گفتگو پر کوئی اشکال پیدا نہیں ہونا چاہیے۔ اس لیے کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جو عربوں کے اکھڑ دماغ، کرخت، سخت طبیعت والے بادیہ نشیں عرب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں تو مسلمان ہی تھے اور آپ ان کو اپنا صحابی ہی سمجھتے تھے مگر آپ کی وفات کے بعد یہ مرتد ہو گئے تھے۔ ان کا تعلق بعض وسط جزیرہ کے عرب قبائل سے تھا۔ اسی لیے کہا جائے گا: ''تمھیں نہیں معلوم کہ اُنھوں نے تمھارے بعد تمھارے دین میں کیا کیا نئی نئی بدعات ایجاد کرلی تھیں۔'' دیگر روایات میں بھی اسی معنی سے ملتے جلتے الفاظ آئے ہیں کہ جن میں: ''اِرْتَدُّوْا عَلَى أَدْبَارِهِمُ الْقَهْقَرَى''...... کے الفاظ بھی ہیں۔[2]

مذکور بالا گفتگو، احادیث مبارکہ، ان کی شروحات وتوضیحات اور صحابہ کرام وتابعین اور تبع تابعین وآئمہ

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الرقاق، حديث: ٦٥٨٢.

[2] صحیح البخاری کی حدیث ۶۵۸۷ اور صحیح مسلم کی حدیث ۵۹۷۳ دیکھ لیجیے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہل السنہ والجماعت کے اجماع واتفاق سے صاف ظاہر وباہر اور واضح معلوم ہورہا ہے کہ: حوضِ کوثر سے دھتکار کر جہنم کی طرف لے جایا جانا نبی کریم ﷺ کی موت کے بعد مرتدین ومبتدعین کے حق میں ہوگا نہ کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے حق میں کہ جنھوں نے اپنے محبوب قائد، نبی ختم الرسل محمد بن عبداللہ ﷺ کے بعد دین حنیف اور اللہ کی شریعت مطہرہ کو دنیا میں رسول اللہ ﷺ کے منہج عظیم پر بہترین انداز میں قائم کردیا۔ چنانچہ اُنھوں نے اس ضمن میں مرتدین سے بھی قتال وجہاد کیا اور کفار ومنافقین سے بھی۔ اس منہج نبوی پر چلتے ہوئے اُنھوں نے ملکوں کے ملک فتح کیے حتیٰ کہ اللہ عزوجل کا دین اکثر مفتوح علاقوں میں عام ہوگیا۔ (اور پھر مرکزِ اسلام، حرمین شریفین سے ہزاروں میلوں کی مسافتوں تک صدیوں اسلام کا غلبہ اور اہل اسلام کی حکومت رہی۔)

کہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا یہ عظیم کردار اور کہاں مرتد ہوجانے والے اکھڑ دماغ عرب قبیلوں کے باغی لوگ؟ جن کے پاس نہ قرآن وسنت کا فہم تھا اور نہ اسلام سے محبت۔ آئمہ وعلماء اہل السنہ والجماعت رحمہم اللہ کے نزدیک ان مرتدین کا شمار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں نہیں ہوتا، اگرچہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھ رکھا اور آپ سے ملاقات بھی کر رکھی تھی۔ اور نہ ہی ان پر ''صحابہ'' والی اصطلاح منطبق ہوتی ہے کیونکہ وہ باطن میں دراصل منافق تھے۔ جس طرح پختہ علم والے کبار علماء محققین وآئمہ کرام رحمہم اللہ جمیعاً نے صحابی کی تعریف بیان کی ہے......: ''مَنْ لَقِيَ النَّبِيَّ ﷺ مُؤْمِنًا بِهِ وَمَاتَ عَلَى الْإِسْلَامِ فَهُوَ صَحَابِيٌّ ...... جس شخص کی ملاقات نبی کریم ﷺ سے اس حال میں ہوئی کہ وہ آپ پر پختہ ایمان کی حالت میں تھا اور پھر اُس کی موت بھی اسلام پر واقع ہوئی ہو تو وہ صحابی تھا۔'' [1]

صحیح البخاری کی درج ذیل حدیث کے آخری جملہ: ''فَلَا أُرَاهُ يَخْلُصُ مِنْهُمْ إِلَّا مِثْلُ هَمَلِ النَّعَمِ...... میں سمجھتا ہوں کہ ان گروہوں میں سے ایک آدمی بھی نہیں بچ سکے گا اور جو بچ پائیں گے وہ گم شدہ، ریوڑ سے چھٹے ہوئے جانوروں کی طرح نہایت تھوڑی تعداد میں ہوں گے......'' سے رافضی شیعوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی بہت تھوڑی تعداد کو چھوڑ کر باقی سب پر کافر ومرتد ہوجانے کا جو حکم لگا رکھا اور یہی اُن کا عقیدہ ہے...... تو اس جملہ میں دلیل وحجت خود ان لوگوں کے اپنے اوپر ہے۔ اس لیے کہ اوپر والے جملہ میں ''مِنْهُمْ'' کی ضمیر ان لوگوں کی طرف لوٹ رہی ہے جو حوضِ کوثر کے قریب تو جائیں گے مگر ان مرتدین ومبتدعین کو وہاں سے دھتکار کر جہنم کی طرف ہانک لیا جائے گا۔ ان میں سے وہ نہایت قلیل تعداد میں لوگ ہوں جو جہنم میں لے جانے سے (اپنے عقیدۂ توحید کی بنا پر) بچ سکیں گے۔ حدیث مبارک کے سیاق سے یہ معنی ومفہوم کس قدر واضح ہے؟ آیئے

[1] دیکھیے: ''الإصابة في تمييز الصحابة'' جلد ۱، ص ۷.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب اصل متن سمیت حدیث کا مکمل ترجمہ و مفہوم پھر سے دیکھ لیتے ہیں۔ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((بَيْنَا أَنَا قَائِمٌ ، فَإِذَا زُمْرَةٌ حَتَّى إِذَا عَرَفْتُهُمْ خَرَجَ رَجُلٌ مِنْ بَيْنِي وَبَيْنِهِمْ ، فَقَالَ: هَلُمَّ ، فَقُلْتُ: أَيْنَ؟ قَالَ: إِلَى النَّارِ وَاللّٰهِ ، قُلْتُ: وَمَا شَأْنُهُمْ؟ قَالَ: إِنَّهُمُ ارْتَدُّوا بَعْدَكَ عَلَى أَدْبَارِهِمُ الْقَهْقَرَى ، ثُمَّ إِذَا زُمْرَةٌ ، حَتَّى إِذَا عَرَفْتُهُمْ ، خَرَجَ رَجُلٌ مِنْ بَيْنِي وَبَيْنِهِمْ ، فَقَالَ: هَلُمَّ ، قُلْتُ: أَيْنَ؟ قَالَ: إِلَى النَّارِ وَاللّٰهِ ، قُلْتُ: مَا شَأْنُهُمْ؟ قَالَ: إِنَّهُمُ ارْتَدُّوا بَعْدَكَ عَلَى أَدْبَارِهِمُ الْقَهْقَرَى ، فَلَا أُرَاهُ يَخْلُصُ مِنْهُمْ إِلَّا مِثْلُ هَمَلِ النَّعَمِ .))[1]

”جب میں (قیامت کے دن) حوض کوثر پر کھڑا ہوں گا تو ایک گروہ میرے سامنے آئے گا۔ میں ان کو پہچان لوں گا۔ اتنے میں میرے اور ان کے درمیان سے ایک شخص (فرشتہ) نکلے گا۔ وہ اس گروہ سے کہنے لگا: ادھر آؤ۔ میں پوچھوں گا: کیوں، ان کو کدھر لے چلے؟ وہ کہے گا: جہنم کی طرف اور کہاں، اللہ کی قسم! (ان کو) جہنم کی طرف۔ (لے جاؤں گا۔) میں پوچھوں گا: ان کا معاملہ کیا ہے؟ (ان کا قصور کیا جو انھیں جہنم کی طرف لے جارہے ہو؟) وہ کہے گا: یہ لوگ تمھاری وفات کے بعد (اسلام سے) اُلٹے پاؤں پھر گئے تھے۔ خیر! اس کے بعد ایک اور گروہ نمودار ہوگا۔ میں ان کو بھی پہچان لوں گا (کہ یہ میری اُمت کے مسلمان لوگ ہیں۔) اتنے میں میرے اور ان کے درمیان سے ایک شخص (فرشتہ) نکلے گا۔ وہ ان لوگوں سے کہے گا: چلو جہنم کی طرف، اللہ کی قسم جہنم کی طرف۔ میں پوچھوں گا: ان کا معاملہ (گناہ) کیا ہے؟ وہ کہے گا: تمھاری وفات کے بعد یہ لوگ الٹے پاؤں اسلام سے پھر گئے تھے۔ میں سمجھتا ہوں؛ ان گروہوں میں سے ایک آدمی بھی نہیں بچے گا سوائے ریوڑ سے چھٹے ہوئے گم شدہ جانوروں کی طرح۔ (جو نہایت تھوڑی تعداد میں ہوں گے، باقی سب کو جہنم کی طرف ہانک دیا جائے گا۔)

تو حدیث مبارک میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا کوئی ذکر نہیں ہے بلکہ اس میں دیگر لوگوں کے کچھ گروپوں کا ذکر ہے کہ جنہیں حوض کوثر سے دھتکار دیا جائے گا اور ان میں سے نہایت ہی تھوڑی تعداد میں لوگ حوض کوثر تک پہنچ پائیں گے۔[2]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے حدیث مذکور بالا کے الفاظ ”فَلَا أُرَاهُ يَخْلُصُ مِنْهُمْ إِلَّا مِثْلُ هَمَلِ النَّعَمِ“

---

[1] البخاري، كتاب الرقاق، باب في الحوض، رقم: ٦٥٨٧.

[2] دیکھیے: ”الإنتصار للصحب والآل“ ص ٣٥٩.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی شرح میں لکھتے ہیں: یعنی ان لوگوں میں سے کہ جو حوضِ کوثر کے قریب تو جائیں گے اور بالکل اس بات کے قریب ہوں گے کہ وہ اس سے پانی پی لیں مگر اُن کو اس سے روک دیا جائے گا۔ ''إِلَّا مِثْلُ هَمَلِ النَّعَمِ'' کا معنی یہ ہے کہ حوضِ کوثر کے قریب پہنچ جانے والے ان مطرود گروہوں میں سے وہ آدمی جو اس کا پانی پی سکیں گے، اُن کی تعداد نہایت ہی تھوڑی ہوگی، اُن اونٹوں کی بالکل اُسی تعداد کی طرح کہ جو باقی ریوڑ سے بچھڑ کر الگ ہو جانے والے تعداد میں بہت کم ہوتے ہیں۔ ❶

اس لیے اس حدیث مبارک سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بارے میں روافض شیعہ کا مرتدین عن الاسلام ہو جانے والا معنی مراد لینا اور اس سے شیطانی نظریات کو تقویت دینا بالکل باطل ثابت ہوتا ہے۔ نبی مکرم ﷺ کے بلا امتیاز تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ان روافض کے طعن و تشنیع اور ان پر جرح کرنے سے قطعاً بری تھے۔ ❷

اب ہم رسول اللہ ﷺ کے بلا امتیاز تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وارضوہ کے بارے میں درج ذیل چند ایک عنوانات کے تحت اہل السنہ والجماعت سلفی جماعت حقہ کا عقیدہ ونظریہ پورے پورے ثقہ دلائل کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ مطالعہ کر کے ان اصحابِ اطہار کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بارے میں ایمان وعمل اور نظریات ومعلومات کو مضبوط کیجیے۔

(ا)......صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی حکمت وشجاعت اور پاک دامنی ومنصف مزاجی (عدالت):

اصطلاحی طور پر لفظ ''عدالت'' کی علماء کرام نے جتنی تعریفیں کی ہیں، اُن سب کا ایک معنی پر اتفاق ہے۔ وہ یہ ہے کہ: عدالت سے مراد؛ آدمی کے نفس میں وہ ملکہ وصلاحیت ہے کہ اس صفت والا آدمی اللہ عزوجل کے تقویٰ اور کمالِ رجولیت ومردانگی (شجاعت و بردباری) کو اپنائے ہوئے ہوتا ہے۔ اور یہ خوبی آدمی میں صرف مامور بہ کو عملاً کرتے چلے جانے اور منع شدہ افعال واشیاء کو ترک کرتے چلے جانے سے بالتحقیق پیدا ہوتی ہے۔ اور یہ کہ آدمی ہر اُس فعل وعمل اور قول وحرکت سے دور رہے کہ جو کمالِ رجولیت ومردانگی (شجاعت و بردباری) سے خالی ہو۔ ❸

اور یہ ''عدالت'' صرف اسلام، دعوت الی الحق، عقل کی پختگی اور فسق وفجور سے بچ کر رہنے سے ہی متحقق

❶ دیکھئے: فتح الباری جلد ١١، ص ٤٧٤، ٤٧٥.

❷ دیکھئے: "الإنتصار للصحب الآل" ص ٣٦٠.

❸ القاموس الوحید طبع ادارہ اسلامیات لاہور کراچی (ص ١٥٣٦) میں یہاں پر استعمال شدہ لفظ ''اَلْمُرُوْءَۃ'' کے معنی میں لکھا ہے: مردانگی، کمال رجولیت، آدمیت، انسانیت، ایسا جوہر جس سے انسانِ کامل کی خصلتیں ابھرتی ہیں، یا وہ نفسیاتی آداب کہ جن کو ملحوظ خاطر رکھ کر انسان اعلیٰ اخلاق وعادات کا حامل بنتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتی ہے۔ یہ صفت ''عدالت'' نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں جس قدر متحقق تھی اتنی ان کے بعد کسی اور میں سو فیصد نہ پائی جا سکی۔ چنانچہ بلا امتیاز تمام کے تمام اصحاب النبی ﷺ عدول ہیں اور یہ صفت عدالت ان میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ ❶

جب ہم رسول اللہ ﷺ کی احادیث مبارکہ روایت کرنے کے ضمن میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی طرف اس صفت عالیہ کی نسبت کرتے ہیں تو اس وقت مراد یہ ہوتی ہے کہ روایت میں جان بوجھ کر جھوٹ بولنے اور اس میں انحراف کو اختیار کرنے والے عمل شنیع سے یکسر الگ رہنے والی حقیقت۔ چنانچہ علامہ دہلوی رحمہ اللہ کہتے ہیں: ہم نے تمام کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی سیرتوں کا جب تتبع اور مطالعہ کیا تو ہم نے اعلی حد الیقین والا یمان یہ علم حاصل کیا کہ یہ حضراتِ گرامی قدر نبی کریم ﷺ پر جھوٹ باندھنے کو سخت ترین کبیرہ گناہوں میں شمار کر کے اس بات کا عقیدہ رکھتے تھے۔ اسی لیے وہ لوگ رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولنے سے مکمل طور پر احتراز واجتناب کرتے تھے۔ تمام اہل سیر علماء کو اس بات کا پورا پورا علم ہے۔ ❷

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے عادل ہونے پر کتاب اللہ العزیز و حدیث وسنت رسول اللہ الکریم ﷺ دلائل سے بھری پڑی اور ایک دوسرے کی مددگار و معاون بنی ہوئی ہیں کہ جن سے ان اصحاب اطہار کی عدالت کے متحقق ہونے میں شک کرانے والے کے لیے کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہ جانا چاہیے۔ پھر یہ کہ ہر صحیح اور حسن حدیث کی ایک ایسی متصل سند موجود ہے جو رسول اللہ ﷺ تک حدیث مبارک کو پہنچانے میں ہر راوی حدیث کی ''عدالت'' کو ثابت کرتی ہے اور کسی بھی حدیث پر عمل تب تک لازم نہیں آتا جب تک یہ عدالت وثقاہت پر ہر راوی میں ثابت نہ ہو جائے اور یہ کہ سوائے صحابی رسول کے، جس نے اس حدیث کو نبی کریم ﷺ کی طرف مرفوعاً بیان کیا ہو، باقی تمام راویانِ حدیث کے احوال پر نظر کرنا لازم و واجب ہے۔ اس لیے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی عدالت تو اللہ عزوجل کے ان کو عادل بتلانے کی وجہ سے ثابت اور معلوم ہے۔ اللہ رب العالمین نے ان کی شرک وخرافات اور گندے اعمال کی نجاستوں سے طہارت کی خبر دے رکھی ہے اور نص قرآن سے ثابت ہے کہ اللہ عزوجل نے انھیں اپنے دین حنیف، توحید خالص، قیامِ شریعت اور نبی مکرم ﷺ کی مدد کے لیے چن رکھا تھا۔ وہ قرآن عظیم کہ باطل جس کے سامنے سے آ سکتا ہے اور نہ ہی اُس کے پیچھے سے۔ ❸

---

❶ تفصیل کے لیے: ''عقیدة اهل السّنّة فی الصحابة الکرام'' جلد۲، ص ۷۹۹۔

❷ دیکھیے علامہ لکھنویؒ کی: ''ظفر الأماني في مختصر الجرجاني'' ص ۵۰۶، ۵۰۷۔

❸ دیکھیے: عقیدة اهل السّنّة فی الصحابة الکرام: ۲/ ۸۰۰۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آیئے! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بارے میں قرآن حکیم کے نصوص و دلائل کا مطالعہ کرتے ہیں:

(ا)......اللہ عزوجل کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ۝﴾ (البقرہ: ۱۴۳)

''اور اسی طرح ہم نے تمھیں سب سے بہتر امت بنایا، تاکہ تم لوگوں پر شہادت دینے والے بنو اور رسول تم پر شہادت دینے والا بنے۔''[1]

(ب)......دوسرے مقام پر یوں ارشاد گرامی ہے:

﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝﴾ (آل عمران: ۱۱۰)

''تم سب سے بہتر امت چلے آئے ہو، جو لوگوں کے لیے نکالی گئی، تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اگر اہل کتاب ایمان لے آتے تو ان کے لیے بہتر

---

[1] ''الوسط'' کے معنی بہتر اور افضل کے ہیں۔ ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ثابت ہے کہ یہاں وسط بمعنی عدل ہے جس کے معنی ثقہ اور قابل اعتماد بھی ہوسکتے ہیں اور یہ بھی کہ اعتقاد و اخلاق اور اعمال میں معتدل اور امم سابقہ کی افراط و تفریط سے پاک اور مبرا۔ (تفسیر قرطبی وابن کثیر) ''كذالك'' اس تشبیہ کے ایک معنی تو یہ ہیں کہ جس طرح ہم نے تم پر ہدایت کی نعمت پوری کی ہے (جس میں قبلہ کی طرف استقبال کا حکم بھی داخل ہے) اسی طرح ہم نے تمھیں امت وسط بنا کر تم پر اپنی نعمت کا اتمام کر دیا ہے۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ جس طرح ہم نے کعبہ کو قبلہ قرار دیا ہے جو سب قبلوں سے افضل اور انبیاء کے جد اعلیٰ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا قبلہ ہے۔ اسی طرح ہم نے تمھیں سب امتوں سے افضل امت قرار دیا ہے۔ یعنی تمھیں امت وسط قرار دینے سے غرض یہ ہے کہ تم دنیا اور آخرت میں لوگوں پر شاہد ہونے کا درجہ حاصل ہو جائے۔ تم قیامت کے دن انبیاء کے حق میں گواہی دو کہ انھوں نے اپنی امتوں تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ گواہی دیں کہ تم نے اس کے مطابق عمل کر کے دکھایا۔ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں اور میری امت قیامت کے دن ایک بلند ٹیلے پر بیٹھے ہوں گے۔ جب کبھی کوئی امت اپنے نبی کی تکذیب کرے گی تو ہم گواہی دیں گے کہ بے شک اس نبی نے اپنی امت کو اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچا دیے تھے۔ امت کی یہ شہادت قرآن کے بیان پر مبنی ہوگی۔ جیسا کہ حدیث میں ہے: اس شہادت پر امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا جائے گا کہ تمھیں ان واقعات کا کیسے علم ہوا تو وہ کہیں گے۔ ''جَاءَنَا نَبِيُّنَا فَاَخْبَرَنَا اَنَّ الرُّسُلَ قَدْ بَلَّغُوْا'' ہمیں ہمارے پیغمبر نے خبر دی تھی کہ تمام انبیاء نے اپنی امتوں کو اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچا دیے تھے۔ (ابن کثیر بحوالہ صحیح بخاری) اُمت محمدی کی دنیا میں شہادت کے متعلق بھی احادیث وارد ہیں۔ ایک حدیث میں ہے اچھے اور برے لوگوں کی تمیز اور معرفت تمھاری شہادت پر ہوگی۔ جس کی تم نے تعریف کر دی وہ اچھا ہے اور جس کی تم نے مذمت کر دی وہ برا ہے۔ ایک مرتبہ دو جنازوں کے بارے میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنتی اور دوزخی ہونے کا حکم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شہادت پر ہی فرمایا تھا اور ساتھ ہی اس کی وجہ بیان فرمائی کہ ''اَنْتُمْ شُهَدَآءُ اللّٰهِ فِي الْاَرْضِ''...... ''تم زمین میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے گواہ ہو۔'' مزید تفصیل کے لیے: علامہ الخطیب البغدادی رحمہ اللہ کی ''الكفاية'' ص ٦٤ دیکھ لیجیے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا، ان میں سے کچھ مومن ہیں اور ان کے اکثر نافرمان ہیں۔'' ❶

(ج)...... ایک تیسرے مقام پر اللہ عزوجل کا ارشادِ گرامی ہے:

﴿ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴾ (التوبہ: ۱۰۰)

''اور مہاجرین اور انصار میں سے سبقت کرنے والے سب سے پہلے لوگ اور وہ لوگ جو نیکی کے ساتھ ان کے پیچھے آئے، اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے اور اس نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ہمیشہ۔ یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔'' ❷

پچھلی آیت (آل عمران:۱۱۰) میں امت خیر الامم کی فضیلت امر بالمعروف ونہی عن المنکر والے عمل خیر کی بنا پر جو بیان فرمائی گئی ہے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اس اُمت کے سب سے پہلے، ہراول دستہ کے لوگ تھے۔ یہ بات بہت بعید ہے کہ اللہ رب العالمین ان کی صفات وخوبی بیان کریں کہ وہ خیر امت ہیں (اور خیر القرون کے لوگ) مگر وہ اہل عدل واستقامت نہ ہوں؟ یہ بات بالکل محال ہے۔ آیت مبارکہ میں مذکور ''خیریت'' عدالت کے بغیر ہو ہی نہیں سکتی۔

اور یہاں سورۃ التوبہ کی آیت ۱۰۰ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی ''عدالت'' پر وجہ دلالت یہ ہے کہ: اللہ رب العالمین نے اس آیت کریمہ میں ان سے اپنی رضا کی خبر دی ہے کہ وہ ان سے راضی ہے اور وہ اس سے راضی

---

❶ یعنی رسول اللہ ﷺ چونکہ سب انبیاء سے افضل ہیں اس لیے امت محمدی علی صاحبہا الف تحیۃ وسلام تمام امتوں سے افضل اور بہتر ہے۔ جیسا کہ حدیث تفضیل علی الانبیاء میں ہے: '' وَجُعِلَتْ أُمَّتِيْ خَيْرَ الْأُمَمِ '' کہ میری امت تمام امتوں سے بہتر بنائی گئی ہے (نیز دیکھئے: بقرہ ۱۴۳) اور امت کی یہ فضیلت آیت میں مذکورہ صفات کی وجہ سے ہے۔ ایک امر بالمعروف ونہی عن المنکر یعنی جہاد فی سبیل اللہ۔ دوسری ایمان باللہ یعنی خالص توحید کا عقیدہ۔ ایمان باللہ میں اللہ تعالیٰ کے تمام رسولوں اور کتابوں پر ایمان لانا بھی داخل ہے۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''جو شخص افضل امت میں داخل ہونا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ اس مذکورہ شرط کو پورا کرے۔ سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما اس " خیر امة " سے صرف مہاجرین مراد لیتے ہیں مگر آیت عام ہے اور قیامت تک ہر قرن کے مسلمان اپنے زمانہ کے اعتبار سے دوسروں سے افضل ہیں۔ اس میں اہل کتاب کو اسلام کی ترغیب ہے اور معاندین کی مذمت۔ یہود نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بحث کی اور کہا کہ ہم سب امتوں سے افضل ہیں اور ہمارا دین سب دینوں سے بہتر ہے تب یہ آیت اتری۔ مزید تفصیل کے لیے: ''عقيدة اهل السنة فى الصحابة الكرام ص ۸۰۲، جلد ۲، دیکھ لیجئے۔

❷ تفصیل وتفسیر پیچھے بیان ہو چکی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ اللہ کریم اپنی رضا صرف اُسی کے لیے ثابت کرتے ہیں جو اُس کی رضا کا اہل و حقدار ہو۔ اور یہ اہلیت صرف اُسی میں پائی جائے گی جو اللہ تعالیٰ کے تمام احکام میں اہل استقامت ہو اور اس کے دین میں ''عدالت'' کا حامل ہو۔ پھر یہ کہ اللہ رب العالمین جس کے بارے میں اپنی رضا والی مدح وثناء کردیں وہ عادل کیسے نہیں ہوگا؟ اور پھر جب لوگوں میں سے دو آدمیوں کی سچی گواہی کے ساتھ کسی کا ''عادل ہونا'' ثابت ہوجاتا ہے تو پھر یہ ''عدالت'' خالقِ کائنات، تمام انسانوں، جنوں اور فرشتوں سے افضل و بہتر اور اعلیٰ ترین مرتبہ ومقام والے ان کے خالق، اللہ رب العالمین کی طرف سے بیان وصادر ہونے پر کیسے ثابت نہیں ہوتی؟ ❶

(د)......ایک اور مقام پر اللہ رب العرش الکریم کا ارشادِ گرامی ہے:

﴿ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ ۚ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ ۖ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا ۖ سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ۚ ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ ۚ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۗ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ﴾ (الفتح: ۲۹)

''محمد اللہ کا رسول ہے اور وہ لوگ جو اس کے ساتھ ہیں، کافروں پر بہت سخت ہیں۔ آپس میں نہایت رحم دل ہیں، تو انھیں اس حال میں دیکھے گا کہ رکوع کرنے والے ہیں، سجدے کرنے والے ہیں، اپنے رب کا فضل اور (اس کی) رضا ڈھونڈتے ہیں، ان کی شناخت ان کے چہروں میں (موجود) ہے، سجدے کرنے کے اثر سے۔ یہ ان کا وصف تورات میں ہے۔ اور انجیل میں ان کا وصف اس کھیتی کی طرح ہے جس نے اپنی کونپل نکالی، پھر اسے مضبوط کیا، پھر وہ موٹی ہوئی، پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہوگئی۔ کاشت کرنے والوں کو خوش کرتی ہے، تاکہ وہ ان کے ذریعے کافروں کو غصہ دلائے۔ اللہ نے ان لوگوں سے جو ان میں سے ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے بڑی بخشش اور بہت بڑے اجر کا وعدہ کیا ہے۔''

یہاں اس آیت کریمہ کی تفسیر میں امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سب کے سب اس امت کے عدول تھے۔ وہ اللہ عزوجل کے ولی، اُس کے اصفیاء (منتخب شدہ، چنے ہوئے لوگ) اور اس کے نبیوں، رسولوں کے بعد اس کی تمام مخلوق (انسانوں اور جنوں کی سب امتوں) میں سے افضل ترین لوگ تھے۔ (مسلمانوں میں

❶ مزید تفصیل کے لیے: ''عقیدة اهل السنه فى الصحابة الكرام'' جلد۲، ص۸۰۴ لیجیے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے روافض کے) ایک چھوٹے سے گروہ کا عقیدہ ونظریہ ہے کہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا حال بھی دوسرے لوگوں کی طرح ہے۔ اس لیے اُن کی عدالت وثقاہت اور تقویٰ کے بارے میں بحث وریسرچ بھی لازم ہے۔ اس گروہ کے لوگوں میں سے بعض وہ ہیں جنھوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی ابتدائی حالت (مکی دور) اور بعد والی حالت (مدنی دور) کے درمیان فرق کرتے ہوئے کہا ہے کہ: اُس وقت (ابتدائے اسلام میں) وہ لوگ عدالت پر قائم تھے۔ مگر بعد میں ان کے حالات واحوال بدل گئے۔ چنانچہ ان میں خون کا بہانا اور جنگوں کا ظہور ہوا۔ (قتال وجہاد فی سبیل اللہ مطلقاً یا باہمی جنگیں، جیسے کہ جنگ جمل وصفین ہوئیں۔) اس لیے ان کی عدالت وثقاہت کے بارے میں بحث وریسرچ لازم ہے۔ مگر اُن کا یہ نظریہ وقول مردود ہے۔ اس لیے کہ سادا تنا علی بن ابوطالب، طلحہ بن عبید اللہ، زبیر بن العوام اور دیگر صحابہ کرام جیسے ان کے خیار وفضلاء صحابہ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ وہ لوگ ہیں کہ جن کی اللہ عزوجل نے مدح وتوصیف فرمائی، ان کی نیک طبیعتوں کی گواہی دی، وہ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اُس سے راضی ہوگئے۔ اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے درج ذیل فرمان کے ذریعے ان کے ساتھ جنت کا وعدہ فرمایا ہے: وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ٥.... (الفتح:٢٩۔ ترجمہ پیچھے گزر چکا ہے۔) خاص کر عشرہ مبشرہ بالجنہ کہ جن کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت والی خبر دے رکھی ہے۔ باوجود ان کو اپنے محبوب نبی کے بعد پہنچنے والے بہت سارے فتنوں کے اور اُن پر خارجی اُمور کے، جن کے متعلق نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو خبردار کر رکھا تھا، وہ ہمارے لیے نمونہ ہیں۔ اُن کا ان فتنوں سے دوچار ہو جانا اُن کے مرتبہ وفضل کو کم نہیں کرتا۔ بالخصوص اس وقت کہ جب یہ اُمور اجتہاد پر مبنی تھے۔ [1]

(ھ)...... ایک اور مقام پر اللہ رب العزت کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ لِلْفُقَرَاءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ٥ وَالَّذِيْنَ تَبَوَّءُو الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا اُوْتُوْا ؕ وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ؕ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ٥ وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ٥﴾

(الحشر: ٨ تا ١٠)

---

[1] تفسیر القرطبي جلد١٦، ص ٢٩٩.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''(یہ مال) ان محتاج گھر بار چھوڑنے والوں کے لیے ہے جو اپنے گھروں اور اپنے مالوں سے نکال باہر کیے گئے۔ وہ اللہ کی طرف سے کچھ فضل اور رضا تلاش کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جو سچے ہیں۔ اور (ان کے لیے) جنھوں نے ان سے پہلے اس گھر میں اور ایمان میں جگہ بنالی ہے، وہ ان سے محبت کرتے ہیں جو ہجرت کر کے ان کی طرف آئیں اور وہ اپنے سینوں میں اس چیز کی کوئی خواہش نہیں پاتے جو ان (مہاجرین) کو دی جائے اور اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں، خواہ انھیں سخت حاجت ہو اور جو کوئی اپنے نفس کی حرص سے بچالیا گیا تو وہی لوگ ہیں جو کامیاب ہیں۔ اور (ان کے لیے) جو ان کے بعد آئے، وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جنھوں نے ایمان لانے میں ہم سے پہل کی اور ہمارے دلوں میں ان لوگوں کے لیے کوئی کینہ نہ رکھ جو ایمان لائے، اے ہمارے رب! یقیناً تو بے حد شفقت کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' ❷

مفسرین کرام احادیث صحیحہ کے تناظر میں فرماتے ہیں: پہلی آیت کریمہ میں ''اَلصّٰدِقُوْنَ'' سے مراد مہاجرین صحابہ کرام ہیں اور دوسری آیت میں مذکور ''اَلْمُفْلِحُوْنَ'' سے مراد انصار صحابہ کرام۔ جبکہ تیسری آیت کریمہ کے مفہوم والے تابعین و تبع تابعین کرام رضی اللہ عنہم و رحمہم جمیعا مراد ہیں۔ پہلے دونوں الفاظ کی یہ تشریح و تفسیر سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اُس وقت فرمائی جب آپ نے نبی کریم ﷺ کی وفات کے فوراً بعد سقیفہ بنوساعدہ میں انصار صحابہ کرام کو مخاطب کر کے خطبہ دیا تھا۔ فرمایا: ''اِنَّ اللّٰہَ سَمَّانَا " اَلصَّادِقِیْنَ " وَسَمَّاکُمْ " اَلْمُفْلِحِیْنَ " وَقَدْ اَمَرَکُمْ اَنْ تَکُوْنُوْا حَیْثُمَا کُنَّا، فَقَالَ: ﴿ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ﴾

❶ صحیحین میں سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور اس نے اپنی محتاجی کا ذکر کیا...... سیّدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اسے اپنے ساتھ لے گئے اور بیوی سے کہا: یہ اللہ و رسول کا مہمان ہے۔ بیوی نے کہا: واللہ میرے پاس صرف بچوں کا کھانا ہے۔ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بچوں کو سلا دو اور جب کھانا رکھو تو چراغ بجھا دینا تاکہ مہمان کھالے اور ہم بھوکے رہیں۔ صبح کے وقت مہمان رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا: ''رات ان دونوں نے جو کام کیا اللہ تعالیٰ اس سے بہت خوش ہوا اور ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ایثار کا یہ جذبہ بے پناہ پایا جاتا تھا۔ کتب حدیث میں اس قسم کے متعدد واقعات مذکور ہیں۔ آیت نمبر: ۱۰ میں: ''اور ان کے لیے جو ان کے بعد آئے'' سے مراد بعد میں ہجرت کر کے آنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی ہیں اور قیامت تک آنے والے وہ مسلمان بھی جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نقش قدم پر چلیں۔ پہلے ایمان لانے والوں میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بدرجہ اولی شامل ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص اسلام کا دعویٰ کرنے کے باوجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پوری جماعت کے لیے مغفرت اور رضوان کی دعا نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کے اس آیت میں دیے ہوئے حکم کی خلاف ورزی کرتا ہے اور اگر وہ اپنے دل میں ان کی طرف سے کینہ رکھتا ہے۔ وہ دراصل شیطان کا پیرو ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں اور اُمت محمدیہ کے بہترین طبقہ کے خلاف اپنے دل میں دشمنی رکھتا ہے اور اگر وہ مرنے سے پہلے اپنی اس روش سے توبہ نہیں کرتا تو حقیقت یہ ہے کہ اس کا خاتمہ بالخیر نہیں ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

...... بلاشبہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمارا ''الصادقین ...... سچے'' رکھا ہے اور تمھارا نام ''المفلحین ...... کامیاب''۔ اور پھر اُس نے حکم فرمایا ہے: ''اے ایمان والے مسلمانو! اللہ سے ڈر جاؤ اور ''سچے لوگ ...... مہاجرین صحابہ'' کے ساتھ ہو جاؤ۔''

تو اوپر والی پہلی دونوں آیات کریمہ میں بیان شدہ صفات حمیدہ کو مہاجرین و انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے عملاً اپنی ذوات میں سچ کر دکھایا اور وہ ان صفاتِ عالیہ سے متصف ہو گئے۔ اس لیے مہاجرین کی صفاتِ حمیدہ پر ''صادقین'' والی مہر تصدیق کے ساتھ ان کی صفات کو مکمل کر دیا گیا جبکہ ان لوگوں کی صفات کو ''مفلحون'' والی مہر تصدیق کے ساتھ مکمل کر دیا گیا کہ جنھوں نے ان مہاجرین کی مدد کی تھی اور اُنھوں نے (مہاجرین) کی ضرورتوں کو اپنی ذوات پر ترجیح دی تھی اور یہ انصار مدینہ تھے۔ رضی اللہ عنہم جمیعاً۔ یہ صفاتِ عالیہ کہ جن کا ذکر ہو رہا ہے ان کو عملاً صرف وہی قوم اور جماعت سچ ثابت کر سکتی ہے جو ''عدول'' ہوں، بصورتِ دیگر ممکن نہیں ہے۔ مذکور بالا آیات کریمہ اور دیگر بعض آیات سے بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی عدالت پر نہایت واضح، ظاہر و باہر نص قرآن کریم سے دلائل موجود ہیں۔ [1]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی عدالت پر احادیث مبارکہ سے دلائل:

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بے شمار احادیث مبارکہ میں اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کی نہایت احسن الفاظ و انداز میں مدح و توصیف فرماتے ہوئے ان کی عدالت کو بیان فرمایا ہے۔ چند ایک پیش خدمت ہیں:

(۱)...... سیّدنا ابو بکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حجۃ الوداع کے موقع پر) فرمایا: زمانہ اپنی اس اصلی قدیم حالت پر گھوم کر آ گیا ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو پیدا فرمایا تھا۔ سال بارہ ماہ کا ہوتا ہے کہ جن میں سے چار حرمت والے مہینے ہیں۔ تین مسلسل؛ یعنی ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم اور پھر رجب مضر، جو جمادی الثانیہ اور شعبان کے درمیان آتا ہے۔ پھر آپؐ نے پوچھا: یہ کون سا مہینہ ہے؟...... پھر تمھارے خون، تمھارے اموال اور تمھاری عزتیں تم پر اسی طرح حرمت والے ہیں جیسے تمھارے اس دن کی حرمت تمھارے اس شہر اور اس مہینے میں ہے۔ وَسَتَلْقَوْنَ رَبَّكُمْ فَيَسْأَلُكُمْ عَنْ أَعْمَالِكُمْ ، أَلَا فَلَا تَرْجِعُوْا بَعْدِيْ ضُلَّالًا ، يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ ، أَلَا لِيُبَلِّغُ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ ، فَلَعَلَّ بَعْضَ مَنْ يَبْلُغُهُ أَنْ يَكُوْنَ أَوْعَى لَهُ مِنْ بَعْضِ مَنْ سَمِعَهُ ، أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ؟ أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ؟ ...... اور عنقریب تم اپنے رب سے ملو گے اور وہ تمھارے اعمال کے متعلق تم سے سوال کرے گا۔ آگاہ ہو جاؤ کہ میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کو قتل

[1] دیکھیے: ''عقیدۃ اھل السنہ فی الصحابۃ الکرام'' جلد۲، ص ۸۰۷۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنے لگو۔ آگاہ ہو جاؤ! (تم میں سے) جو موجود ہیں وہ غیر حاضروں کو میری یہ بات (اور باقی مکمل دین) پہنچا دیں۔ شاید کہ جسے بات پہنچائی جائے وہ یہاں پر سننے والے سے زیادہ اسے محفوظ رکھنے والا ہو۔ (پھر آپ نے فرمایا:) بتاؤ! کیا میں نے (اللہ کا پیغام بصورت دین حنیف) پہنچا دیا۔ ہاں! کیا میں نے پہنچا دیا؟''❶

اس حدیث مبارک سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی عدالت پر جو ارشاد گرامی دلالت کرتا ہے وہ ہے: أَلَا لِيُبَلِّغُ الشَّاهِدُ (مِنْكُمْ) الْغَائِبَ ......اور یہ اس وقت فرمایا کہ جب حجۃ الوداع کے موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی سب سے بڑی تعداد جمع تھیں۔ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی صداقت و عدالت میں شک ہوتا تو پھر آپ دین حنیف کو اپنے اس جم غفیر والے اصحاب کے ذریعے آگے پہنچانے والی عظیم ذمہ داری ان کے سپرد کیوں کرتے؟ یہ بات اور آپؐ کے ان کے ذمہ یہ کام لگانا اُن کی عدالت و صداقت کے لیے بہت بڑی دلیل ہے۔ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے کسی کو بھی مستثنیٰ قرار نہیں دیا۔❷

امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان مذکور بالا میں اس بات کی سب سے بڑی دلیل ہے کہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سب کے سب عدول تھے، نہ ان میں کوئی قابل جرح تھا اور نہ ہی ضعیف۔ اگر ان میں کوئی غیر ثقہ و غیر عادل اور ضعیف ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور فرما دیتے: ''تم میں سے فلاں شخص اور فلاں فلاں غیر حاضر لوگوں کو میری بات (اور دین حنیف کی تمام باتیں) نہ پہنچائے۔'' مگر آپؐ نے ایسا نہیں فرمایا۔ اور پھر جب آپؐ نے اپنے بعد تبلیغ دین اسلام کے حکم والے ذکر میں بلا امتیاز و استثناء سب کے سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو شامل فرمالیا تو یہ امر اس بات کی بہت بڑی دلیل ہے کہ وہ تمام کے تمام 'عدول و صادقین' تھے اور جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عادل و صادق قرار دے دیں ان کے شرف و وقار کے لیے یہی کافی ہے۔❸

(ب)...... '' روى البخاري بإسناده إلى أبي سعيد الخدري رضي الله عنه ، قال النبي ﷺ: لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي ، فَلَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيفَهُ ❹ ......صحیح البخاری میں ہے کہ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں؛ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میرے صحابہ کو برا بھلا مت کہو۔ اگر

---

❶ صحيح البخاري، حديث نمبر: ٥٥٥٠، وحديث: ٧٤٤٧، وصحيح مسلم، كتاب القسامة، باب تغليظ تحريم الدماء والأعراض والأموال، حديث: ٤٣٨٣.

❷ تفصیل کے لیے: ''عقيدة اهل السنة فى الصحابة الكرام'' جلد ٢، ص ٨٠٧ دیکھیے۔

❸ تفصیل کے لیے: ''الإحسان بترتيب صحيح ابن حبان'' جلد ١، ص ٩١ دیکھیے۔

❹ صحيح البخاري، كتاب فضائل اصحاب النبي ﷺ، باب...... حديث: ٣٦٧٣.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوئی شخص اُحد پہاڑ کے برابر بھی سونا اللہ کی راہ میں خرچ کر ڈالے تو ان کے مد غلہ کے برابر بھی نہیں ہوسکتا اور نہ ہی ان کے آدھے مد کے برابر۔''

اس حدیث مبارک سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی عدالت وصداقت اور تقویٰ ونجابت پر وجہ استدلال یہ ہے کہ: بغیر عدالت وصداقت کے اُن کا وصف بیان کرنا ان کو برا بھلا کہنا ہے۔ بالخصوص اس حال میں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کچھ صحابہ کو جو ہجرت کے ایک عرصہ بعد مسلمان ہوئے اور اُنھوں نے آپ کی مصاحبت اختیار کی، اپنے اُن قدیم الاسلام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے تعرض کرنے سے منع فرمایا تھا کہ جو بڑے بڑے فضیلت والے کٹھن حالات ومقامات میں (بدر واُحد جیسے واقعات میں) آپؐ کے ساتھ میدانوں میں ڈٹے رہے تھے۔ چنانچہ تمام کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی نسبت یہ عدم تعرض وجرح والا معاملہ تو ان لوگوں کے بعد سب صحابہ کے لیے من باب الاولیٰ زیادہ احتیاط والا ہے۔ [1]

اس لیے تمام کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بلا امتیاز و بلا استثناء اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ان کے بارے میں عدالت وصداقت اور تقویٰ ونجابت والی مدح وتوصیف کے ساتھ عادل وصادق ہیں۔ اس کے بعد تو پھر مخلوق میں سے ان کی عدالت وصداقت اور تقویٰ ونجابت کو ثابت کرنے کے لیے کسی کی بھی ضرورت نہیں رہ جاتی۔ [2]

یہاں قابل توجہ بات یہ ہے کہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی ''عدالت وصداقت'' سے مراد یہ بیان کرنا مقصود نہیں ہے کہ اُن سے گناہ اور غلطیاں سرزد نہیں ہوتی تھیں۔ یہ معاملہ تو معصوم عن الخطا کے ساتھ خاص ہوتا ہے جو کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے سوا کوئی اور نہیں ہوسکتے۔

ابن الانباری کہتے ہیں: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جمیعاً کی ''عدالت'' سے مراد ان کی معصومیت کو ثابت کرنا اور ان کے لیے غلطی وخطا کو حلال وجائز کر دینا ہرگز نہیں ہے۔ بلکہ اس سے مراد اسبابِ عدالت پر بحث وریسرچ والے تکلف اور ان کے بارے میں تزکیہ کو طلب کیے بغیر اُن کی روایات کو قبول کرنا ہے تاکہ طعنہ زن اور نکتہ چینی کرنے والے کے'' صحابہ کرام کے متعلق اس غلطی کے ارتکاب'' کو ثابت کیا جاسکے۔ الحمد للہ الکریم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بارے میں عدم عدل عدالت وصداقت تو ثابت ہی نہ ہوسکا۔ سو، ہم اللہ کے فضل سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین والے اسی منہج ومسلک کی اتباع پر ہیں جو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں وہ اپنا منہج وطریق فہم

---

[1] دیکھیے: "فتح المغیث شرح الفیہ الحدیث" جلد۳، ص ۱۱۰،۱۱۱۔

[2] "عقیدۃ اھل السنہ والجماعۃ فی الصحابۃ الکرام" جلد۲، ص ۸۰۹۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن وسنت رکھتے تھے۔ اِلا یہ کہ کوئی چیز اُن کے منہج ومسلک کے خلاف ثابت ہو، تب ہم اُسے ترک کردیتے ہیں۔ بعض اہل سیر وتاریخ جو صحابہ کے بارے میں ضعیف وموضوع روایات کے ساتھ بیان کرتے ہیں، اس کی طرف ہمارا التفات تک نہیں ہے۔ اور جو صحیح معلوم وثابت ہو اُس کی صحیح صحیح تشریح جائز ہے۔'' ❶

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی عدالت پر اجماع:

سلفی منہج پر قائم تمام اہل السنہ والجماعۃ کا اس بات پر اجماع واتفاق ہے کہ: بلا استثناء تمام کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین عدول (عدالت وصداقت اور تقویٰ وفلاح والے) تھے، چاہے کسی کا فتنوں کے ساتھ میل جول تھا یا نہیں۔ اُمت محمدیہ علی صاحبہا التحیۃ والسلام کے تمام اہل السنہ سلفی جماعت حقہ کے سب کے سب اور تمام زمانوں کے لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں اس حوالے سے کوئی فرق نہیں کرتے۔ یہ تمام کے تمام حضرات ان کے بارے میں بہت ہی اچھا گمان رکھتے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب وخلیل نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت والے شرف کے ساتھ انھیں جو معزز ومکرم کردیا تھا اس کے پیش نظر اور اس بنا پر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرنے، آپ کی طرف ہجرت کرنے، آپ کے ہمراہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے اور اللہ کریم کے دین حنیف کی محافظت اور اسلامی حدود کو قائم کرنے کی بناء پر وہ سب کے سب عدول تھے۔ اس لیے ان کی دین حنیف (قرآن وسنت) کے بارے میں گواہیاں اور اُن کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایات بغیر کسی تکلف وبحث کے قابل اعتبار وقابل قبول ہیں۔ ان کی عدالت وصداقت اور تقویٰ وعلم کے بارے میں اہل علم (علماء کرام وآئمہ عظام) کے ایک جم غفیر کا اجماع واتفاق ہے۔ چند ایک کبار علماء وآئمہ کرام رحمہم اللہ کی اس ضمن میں نقول پیش خدمت ہیں۔

(ا)...... علامہ الخطیب بغدادی رحمہ اللہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی عدالت وصداقت پر دلالت کرنے والے کتاب وسنت کے شواہد ونصوص ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: بلاشبہ تمام کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین عدول تھے۔ یہ تمام کے تمام اُمت اسلامیہ کے علماء وفقہاء کا مذہب ہے۔'' ❷

(ب) علامہ ابوعمر ابن عبد البر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اور ہم...... اہل ایمان واسلام، اہل السنہ سلفی جماعت حقہ کے اجماع کی بنا پر کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سب کے سب عدول تھے۔ اگرچہ ان حضرات گرامی قدر کے احوال سے متعلق بحث وتحقیق کی قطعاً ضرورت نہیں ہے، یہ مذہب ومسلک رکھتے ہیں کہ ان کے اسماء گرامی سے واقف ہونا واجب ہے۔'' ❸

---

❶ فتح المغیث جلد۳، ص ۱۱۵.

❷ دیکھیے: ''الکفایہ'' ص ٦٧.

❸ دیکھیے: ''الاستیعاب علی حاشیة الإصابة'' جلد۱، ص ۸.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ج) ...... امام الحرمین علامہ الجوینی رحمہ اللہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی عدالت وصداقت پر اجماعِ اُمت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''اس اجماع کا سبب یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ہی شریعت کو آگے بیان کرنے والے تھے۔ اگر اُن کی روایات میں توقف ثابت ہوجاتا تو اللہ عزوجل کی شریعت مطہرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک ہی محدود ہوکر رہ جاتی۔ جبکہ اسے تو قیامت تک تمام زمانوں کے لیے بھیجا گیا تھا۔'' ❶

(د) ...... علامہ ابن صلاح رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی عدالت وصداقت پر اہل السنہ والجماعۃ سلفی فقہاء ومحدثین اور علماء عظام وآئمہ کرام رحمہم اللہ جمیعاً کا اجماع واتفاق وہ نایاب خصوصیت ہے کہ جس کے ساتھ یہ جماعت وامت خیر الامم ایسی ممتاز ہوئی کہ دوسری ملت وجماعت مقام ومرتبہ حاصل نہ کرسکی۔ اس خصوصیت وامتیازیت کی بنا پر ان میں سے کسی بھی صحابی کی عدالت وصداقت، تقویٰ اور علم ونجابت کے بارے میں کریدا کریدی نہیں کی جاسکتی۔ بلکہ یہ معاملہ تو نہایت مکمل، ختم شدہ ہے، اسے زیر بحث لانے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ اس لیے کہ کتاب اللہ العزیز اور سنت رسول اللہ الکریم کے نصوص وتصریحات کے ذریعے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم علی الاطلاق عادل تھے اور اُمت کے اس اجماع کی بنا پر بھی کہ جسے واقعتاً بلا اختلاف اجماع ہی شمار کیا جاتا ہے۔'' تمام کی تمام امت محمدیہ علی صاحبہا التحیۃ والسلام بلا تفریق واستثناء سب کے سب اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عادل وصادق اور متقی وعالم ہونے پر مجتمع ہے۔ چاہے ان میں سے کوئی فتنوں سے دوچار ہوا تھا یا نہیں۔ اور اسی بات کے پیش نظر کہ دین حنیف وتوحید باری تعالیٰ کے لیے مشکلات ومصائب پر استقامت اختیار کرنے کے بعد ان اصحابِ اطہار، جماعت خیر الامم کے لیے اللہ عزوجل کی طرف سے قابل تحسین وعظیم الشان کارنامے کو آسان بنادیا گیا تھا اور یہی لوگ شریعت مطہرہ کو آگے منتقل کرنے والے تھے۔ اس لیے اللہ عزوجل نے اس پر امت اسلامیہ، اہل السنہ والجماعۃ کو موقعہ فراہم کیا۔ ❷

(ھ) ...... امام نووی رحمہ اللہ نے اس بات کا ذکر کرنے کے بعد کہ صحابہ کرام کے درمیان جو جنگیں ہوئیں تو یہ اجتہاد کی بنیاد پر تھیں، لکھا ہے کہ: اس معاملے میں جو کچھ ان کے مابین وقوع پذیر ہوا، اس بارے میں وہ سب کے سب قابل معذرت ہیں۔ اس لیے اہل حق اس بات پر متفق اور اسی پر اُن کا اجماع ہے کہ ان کی کمال درجہ کی عدالت وصداقت اور روایات وشہادت کو قبول کیا جائے گا۔ التقریب میں ہے کہ فرمایا: تمام کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین عدول ہیں چاہے وہ فتون سے دوچار ہوئے یا نہیں اور یہ اُمت کے معتبر ترین علماء وآئمہ

---

❶ دیکھئے: فتح المغیث جلد۳، ص ۱۱۲ و تدریب الراوي جلد۲، ص ۲۱٤ للسیوطی.

❷ دیکھئے: ''مقدمہ ابن صلاح'' ص ۱٤٦، ۱٤۷.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرام رحمہم اللہ کے اجماع سے ثابت ہے۔ ❶

(و)...... حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اس بنا پر کہ (۱)...... اللہ عزوجل نے اپنی کتاب میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی توصیف وتعریف فرمائی ہے۔ (۲)...... ان کے تمام اخلاق واعمال کے بارے میں سنت مطہرہ واحادیث مبارکہ میں مدح وتوصیف کی گئی ہے۔ (۳)...... اُنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اللہ کی راہ میں اپنے اموال بھی صرف کیے اور اپنی جانیں بھی پیش کر دیں اور (۴)...... اللہ رب العالمین کے ہاں بہت بڑا اجر وثواب اور جزائے جمیل کی رغبت وجہدوہ پوری رکھتے تھے، اہل السنہ سلفی جماعت حقہ کے علماء ومحدثین اور فقہاء وآئمہ کرام رحمہم اللہ جمیعاً کا اسی بات پر اجماع ہے کہ تمام کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین عدول وصادقین تھے۔ ❷

(ز)...... حافظ العراقی رحمہ اللہ اپنی کتاب ''الفیہ'' کی شرح میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عدالت وصداقت پر دلالت کرنے والی قرآنی آیات اور صحیح احادیث درج کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ''بلاشبہ ساری اُمت ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی عدالت وصداقت اور تقویٰ ونجابت پر متفق ہے کہ جو فتنوں سے دوچار نہیں ہوئے تھے۔ جہاں تک ان صحابہ کا تعلق ہے جو فتنوں سے دوچار ہوگئے تھے اور یہ امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ وارضاہ کے واقعہ شہادت اور اس واقعہ کے بعد اُٹھنے والے فتنوں سے دوچار ہو جانا تھا تو ان کے متعلق بھی امت کے معتبر ترین علماء عظام وآئمہ کرام ان کے عادل وصادق ہونے پر مجتمع ہیں اور یہ ان کے ساتھ نہایت ہی اچھا گمان رکھنے اور ان فتنوں کے حوالے سے ان کا اجتہاد کے راستے کو اختیار کرنے کی بنا پر ہے۔'' ❸

(ح)...... حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس بات کو کھل کر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''بلاشبہ اہل السنہ والجماعۃ کے علماء عظام، محدثین وآئمہ کرام رحمہم اللہ جمیعاً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی عدالت وصداقت پر مجتمع ہیں۔ اہل السنہ سلفی جماعت حقہ کے علماء وآئمہ کرام رحمہم اللہ اس بات پر متفق ہیں کہ تمام کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین عدول تھے۔ اس ضمن میں چند ایک بدعتیوں کے علاوہ کسی نے بھی اس بات کی مخالفت نہیں کی۔ ❹

---

❶ تفصیل کے لیے: ''شرح النووی علی صحیح مسلم'' جلد: ۱۵، ص: ۱۴۹۔ تدریب الراوي فی شرح تقریب النواوی جلد: ۲، ص: ۲۱۴ دیکھ لیجیے۔

❷ دیکھیے: ''الباعث الحثیث ص ۱۸۱، ۱۸۲.

❸ دیکھیے: شرح الفقیہ العراقی موسوم بہ ''التبصرہ والتذکرہ'' جلد۳، ص۱۳، ۱۴.

❹ دیکھیے: ''الإصابة في تمییز الصحابة'' جلد۱، ص ۱۷.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے عدول ہونے والے نظریہ کے اجماع پر آئمہ وعلماء مذکور بالا کی یہ چند ایک نقول تھیں جن میں نہایت ہی واضح بیان اور قاطع دلیل سب کے سب صحابہ کرام کی عدالت وصداقت کے ثبوت پر ایک تسلیم شدہ اور مکمل معاملہ ہے۔ اس لیے اللہ رب العالمین اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عادل وصادق اور متقی وعالم قرار دیے جانے کے ساتھ ساتھ تمام اُمت کے اس پر اجماع کے بعد کسی بھی مسلمان کے لیے اس ضمن میں شک وشبہ باقی نہیں رہ جانا چاہیے۔ [1]

(۲)......صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے محبت کا وجوب، اُن کے لیے دعا اور استغفار کرنا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے بالوجوب محبت کرنا اہل السنہ سلفی اہل الحق کے عقائد میں شامل ہے۔ بعینہ اُن کی تعظیم وتکریم کرنا، ان کے وقار کو ہمیشہ ملحوظ خاطر رکھنا، ان کے اجماع سے دلیل لینا، ان کی دینی ودنیاوی جمیع امور میں اقتداء کرنا اور ان میں سے کسی ایک بھی صحابی سے بغض وحسد اور کینہ وعداوت کو حرام جاننا اس عقیدہ کا حصہ ہیں۔ یہ اس بناء پر ہے کہ اللہ عزوجل نے ان اصحابِ اطہار کو اپنے حبیب وخلیل پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت کا شرف بھی عطا فرمایا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ اور آپ کے حکم پر دین حنیف، اسلام کی مدد کے لیے جہاد فی سبیل اللہ کی توفیق دے کر، مشرکوں اور منافقوں کی ایذا رسانی پر صبر واستقامت اور اپنے گھر بار اور اموال ووطن کو چھوڑ کر اللہ کی راہ میں ہجرت کر جانے کا شرف بھی۔ ان تمام مراتب پر اللہ عزوجل اور اس کے محبوب نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُن سے بے پناہ محبت فوقیت رکھتی ہے۔ اس لیے اللہ رب العالمین ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ وَالَّذِيْنَ جَاءُوْا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْإِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴾

(الحشر: ۱۰)

''اور (ان کے لیے) جو ان کے بعد آئے، وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جنھوں نے ایمان لانے میں ہم سے پہل کی اور ہمارے دلوں میں ان لوگوں کے لیے کوئی کینہ نہ رکھ جو ایمان لائے، اے ہمارے رب! یقیناً تو بے حد شفقت کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

پہلے ایمان لانے والوں میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بدرجہ اولیٰ شامل ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص اسلام کا

[1] تفصیل کے لیے: "عقیدۃ اھل السنہ والجماعۃ في الصحابۃ الکرام" جلد ۲، ص ۸۱۳ دیکھ لیجیے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دعویٰ کرنے کے باوجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پوری جماعت کے لیے مغفرت اور رضوان کی دعا نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کے اس آیت میں دیے ہوئے حکم کی خلاف ورزی کرتا ہے اور اگر وہ اپنے دل میں ان کی طرف سے کینہ رکھتا ہے تو وہ دراصل شیطان کا پیرو ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں اور اُمت محمدیہ کے بہترین طبقہ کے خلاف اپنے دل میں دشمنی رکھتا ہے اور اگر وہ مرنے سے پہلے اپنی اس روش سے توبہ نہیں کرتا تو حقیقت یہ ہے کہ اس کا خاتمہ بالخیر نہیں ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں سے کسی کے ساتھ بھی بغض وحسد اور کینہ رکھتا ہو یا ان کے بارے میں اپنے دل کے اندر کھوٹ رکھتا ہو تو اُسے مسلمانوں کے مالِ غنیمت و مالِ فے میں سے کوئی حق نہیں ملے گا۔'' پھر آپ رحمہ اللہ نے دلیل کے لیے یہی اوپر والی آیت تلاوت فرمائی۔ [1]

صحیح مسلم میں عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ: مجھے میری خالہ (اُم المومنین) سیّدہ عائشہ بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا نے فرمایا: بھانجے! ان لوگوں (خوارج وسوائب) کو تو حکم دیا گیا تھا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ (رضی اللہ عنہم اجمعین) کے لیے اللہ سے استغفار کیا کریں مگر اُنھوں نے اصحاب اطہار کو گالی گلوچ سے نواز دیا۔ (قبح اللہ الخوارج والروافض والسوائب) [2]

ابو بدر رحمہ اللہ کی سند سے ابن بطہ رحمہ اللہ اور دیگر محدثین نے بواسطہ عبد اللہ بن زید عن طلحہ بن مطرف عن مصعب بن سعد یہ اثر اپنی اپنی کتب میں درج کیا ہے کہ: سیّدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوگ تین منازل ومراتب پر تھے۔ دو منزلیں اور مرتبے تو گزر چکے، ایک باقی ہے۔ (پھر تابعین کو مخاطب کرکے فرمایا:) جس نظریہ وطریق اور منہج پر تم چل رہو، اس کے بارے میں مَیں اچھا گمان ہی کروں گا کہ تم اس باقی شدہ منزل و مرتبہ والے ہو جاؤ۔ پھر آپ ؓ نے دلیل کے لیے سورۃ الحشر کی یہ آیت تلاوت کی۔

﴿ لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيَنصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ﴾ (الحشر: ٨)

''(یہ مال) ان محتاج گھر بار چھوڑنے والوں کے لیے ہے جو اپنے گھروں اور اپنے مالوں سے نکال باہر کیے گئے۔ وہ اللہ کی طرف سے کچھ فضل اور رضا تلاش کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جو سچے ہیں۔''

---

[1] تفصیل کے لیے دیکھئے: ''تفسیر القرطبی'' جلد ١٨، ص ٣٢.

[2] دیکھئے: صحیح مسلم، کتاب التفسیر حدیث: ٧٥٣٩، ٢٣١٧/٤.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمایا: یہ تھے مہاجرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور یہ پہلی منزل اور مرتبہ کے لوگ تھے۔ پھر آپ ؒ نے اس سے اگلی تلاوت کی:

﴿وَالَّذِيْنَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوْتُوا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَنْ يُّوقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝﴾ (الحشر: ۹)

''اور (ان کے لیے) جنھوں نے ان سے پہلے اس گھر میں اور ایمان میں جگہ بنا لی ہے، وہ ان سے محبت کرتے ہیں جو ہجرت کر کے ان کی طرف آئیں اور وہ اپنے سینوں میں اس چیز کی کوئی خواہش نہیں پاتے جو ان (مہاجرین) کو دی جائے اور اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں، خواہ انھیں سخت حاجت ہو۔ اور جو کوئی اپنے نفس کی حرص سے بچا لیا گیا تو وہی لوگ ہیں جو کامیاب ہیں۔''

فرمایا: یہ انصار ہیں اور یہ منزل بھی گزر چکی ہے۔ اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے اگلی آیت (جو اوپر بیان ہو چکی) تلاوت کی اور فرمایا: مسلمانوں کی پہلی دو منزلیں تو گزر چکیں (صحابہ میں سے چیدہ چیدہ کچھ لوگ رہ گئے ہیں۔) اور اب اس آیت میں مذکور لوگ باقی ہیں (جو قیامت تک رہیں گے۔) میں تم حضرات سے کہ جو اس وقت دنیا میں موجود، وجود پذیر ہو یہی اچھی توقع رکھتا ہوں کہ تم لوگ اس باقی منزلت کے حقدار بنو اور اپنے سے پہلے والے دونوں منزلوں کے لوگوں کے لیے دعا و استغفار کیا کرو۔'' ❶

زیر مطالعہ موضوع کے حوالے سے جس شخص کو تھوڑا سا بھی علم ہوگا اسے یہ تردّد ہرگز نہیں رہے گا کہ روافض شیعہ کا اس تیسری منزلت و وقار والی جماعت حقہ سے قطعاً کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس لیے کہ اُنھوں نے صحابہ کرام مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم کے لیے نہ کبھی اللہ عزوجل سے رحمت و رضا کی دعا کی اور نہ ہی ان ظالموں نے ان اصحاب اطہار کے لیے اللہ کریم سے استغفار طلب کیا۔ بلکہ یہ ظالم تو ان کو گالی گلوچ کرتے اور ان کے متعلق اپنے سینوں میں کینہ، حسد اور کھوٹ رکھتے ہیں۔ چنانچہ یہ لوگ اس منزلت و مرتبہ سے محروم کر دیے گئے ہیں کہ جس میں داخل ہونا ہر مسلمان، مومن پر واجب ہے۔ اور ہر مومن آدمی پر لازم ہے کہ وہ کسی بھی حالت میں اس منزلت سے الگ نہ ہو حتیٰ کہ اپنے رب سے جا ملے۔ ❷

---

❶ دیکھیے: "منهاج السنه النبوية" جلد: ۱، ص: ۱۵۳۔ مستدرك حاكم جلد: ۲، ص: ۴۸۴ وقال الحاكم: هذا حديث صحيح الاسناد.

❷ دیکھیے: "عقيدة اهل السنه والجماعة" جلد۲، ص ۷۷۰.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ مذکور بالا آیات مہاجرین و انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی مدح وتوصیف کو متضمن ہیں اور ان لوگوں پر بھی جو ان کے بعد دنیا میں آئے (اور وہ تھے تابعین وتبع تابعین کرام رحمہم اللہ جمیعاً) کہ وہ اپنے پہلے لوگوں، تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے لیے بلا استثناء استغفار کرتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ سے اس بات کا سوال کرتے ہیں کہ: وہ رب کریم ان کے دلوں میں صحابہ کرام کے متعلق کسی قسم کا کینہ وبغض اور کھوٹ نہ آنے دے۔ ان تینوں اصناف کے لوگ ہی دراصل مالِ فے کے مستحق ہیں اور اس میں کسی قسم کا شک نہیں ہے کہ روافض وخوارج ان تینوں طبقات واصنافِ اہل ایمان سے خارج ہیں۔ اس لیے کہ یہ لوگ سابقین اہل ایمان، مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم کے لیے استغفار بھی نہیں کرتے بلکہ ان کے سینوں میں اُن اصحابِ اطہار کے لیے کینہ وحسد اور کھوٹ ہے جو ان کے مونہوں اور قلموں سے پھوٹ پھوٹ پڑتا ہے۔ سو، آیات مذکور بالا (سورۃ الحشر کی آیت نمبر ۸، ۹ اور ۱۰) میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی بھی مدح وتوصیف ہے اور ان اہل السنہ سلفی جماعت حقہ کے لوگوں کی بھی کہ جو صحابہ سے دوستی اور محبت رکھتے ہیں۔ اسی طرح روافض وخوارج اور سوائب واباوی اس حکم سے نکل جاتے ہیں۔ یہی بات ہی روافض کے مذہب کی تنقیض کے لیے کافی ہے۔ ❶

(۳)...... کتاب وسنت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سب وشتم کرنے کی حرمت وممانعت:

اللہ رب العالمین کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا ○ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا ○﴾ (الاحزاب: ۵۷ تا ۵۸)

''بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کو تکلیف پہنچاتے ہیں اللہ نے ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی اور ان کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کیا۔ اور جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو تکلیف دیتے ہیں، بغیر کسی گناہ کے جو انھوں نے کمایا ہو تو یقیناً انھوں نے بڑے بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھایا۔'' ❷

---

❶ دیکھیے: شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی "منهاج السنة النبوية" جلد۱، ص ۱۵۳ و "عقيدة اهل السنه" جلد۲، ص ۷۷۲۔

❷ اللہ تعالیٰ کو ستانا کفر وشرک اور اس کی نافرمانی کرنا ہے اور رسول کو ستانا یہ ہے کہ آپ کی تکذیب ومخالفت کی جائے، ازواج ومطہرات پر طعن و تشنیع کیا جائے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حق میں طعن کیا جائے۔ حدیث میں ہے: " مَنْ آذَاهُمْ فَقَدْ آذَانِي " جو عیب کسی شخص میں نہ ہو اسے اس کی طرف منسوب کرنا بہتان ہے (کما ورد فی الحدیث) اور حدیث میں ہے کہ کسی مسلمان کی عزت پر حملہ کرنا سب سے برا سود ہے۔ یہ وعید سب سے زیادہ گروہ رافضہ (شیعہ) پر صادق آتی ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر طعن کرتے اور ان سے جھوٹی باتیں منسوب کرتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف وستائش کی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ دونوں آیتیں تہدید و وعید اور اللہ کی رحمت سے دور کر دینے والے موضوع کو متضمن ہیں اور اس شخص کے لیے انتہائی رسوا کرنے والے دردناک عذاب کو بیان کر رہی ہیں جو اللہ کریم کو اس کے اوامر و احکام کی مخالفت کر کے، اس کی ناراضگی کو مول لینے والے جرم کا ارتکاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ (یعنی اُس کے دین) کو بھی ایذا پہنچائے اور اسی طریق پر وہ اُس کے رسول ﷺ کو بھی ایذا پہنچائے۔ اس ضمن میں ہر قولی، فعلی سب و شتم والی ایذاء اس میں شامل ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی تنقیص کرے یا ان کے دین حنیف، اسلام کی۔ یا کوئی بدبخت انسان ایسا طریقہ اختیار کرے کہ جس سے اُس کی ایذا ربّ العالمین اور نبی کریم ﷺ کی طرف پلٹتی ہو۔ ❶

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو سب و شتم کرنا نبی کریم ﷺ کو بہت ایذا دیتا تھا۔ سورۃ الاحزاب کی آیت ۵۸ میں اہل ایمان، مسلمان مردوں اور مومن عورتوں کو ایذا پہنچانے والوں پر بھی اللہ تعالیٰ کی جو لعنت آئی ہے تو بتائیے کیا اصحابِ رسول اللہ ﷺ کو گالی گلوچ کرنے سے بھی بڑی کوئی ایذا ہو گی جو ان کو پہنچائی جائے؟ آیت مذکور بالا میں اس بات کا مضبوط اشارہ و حکم موجود ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو سب و شتم کرنا حرام ہے۔

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت (الاحزاب:۵۸) کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ: اس آیت میں اہل ایمان، مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو ایسی باتوں کے ذریعے ایذاء پہنچانے سے منع کیا گیا ہے جن سے وہ یکسر بری تھے اور یہ باتیں خواہ مخواہ ان کی طرف منسوب کر دی جائیں اور نہ ہی انھوں نے منسوب اِلیہا اعمال و افعال کیے تھے۔ سب سے بڑا بہتان و افتراء یہ ہوتا ہے کہ: اہل اسلام، مومن مردوں اور مومن عورتوں کے متعلق ایسی کہانیاں نشر کی جائیں یا اُن کے نام پر ایسی روایات نقل کی جائیں کہ جن کے ساتھ اُن کا دور کا بھی واسطہ نہ ہو اور یہ سب کچھ ان کے عیب و نقص نکالنے کے لیے۔ اس وعید شدید میں (جو سورۃ الاحزاب کی آیت ۵۸ میں بیان ہوئی) سب سے زیادہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ کفر کرنے والے شیطان کے نمائندے ہیں اور پھر (دوسرے درجہ پر) روافض شیعہ ہیں کہ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی تنقیض کرنے اور اُن کے ایسے عیب نکالنے والے ہیں کہ جن سے اللہ رب العالمین نے اُن کو بری کر رکھا تھا۔ یہ روافض شیعہ، اصحابِ اطہار کی ایسی پہچان بیان کرتے ہیں جو اس خبر کے بالکل مخالف و برعکس ہے جو اللہ رب العالمین نے اُن کے بارے میں دی ہے۔ اللہ ربّ العالمین نے تو بتلایا ہے کہ بالتحقیق وہ مہاجرین و انصار اصحاب رسول اللہ ﷺ سے راضی ہے رضی اللہ عنہم اجمعین۔ اور اُس نے ان کی مدح و توصیف فرمائی ہے۔ جبکہ یہ غبی جہلاء اُن کو گالی گلوچ کرتے ہیں، ان کے نقائص و

❶ دیکھئے: "عقیدة اهل السنه فی الصحابة" جلد۲، ص ۸۳۲۔ تفسیر السعدي، جلد: ٦، ص: ١٢١.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عیوب نکالتے ہیں اوران کے متعلق ایسے افعال کا تذکرہ کرتے ہیں جن کا ارتکاب انھوں نے کبھی کیا ہی نہیں تھا۔ دراصل و درحقیقت یہ روافض وخوارج حق شناسی والے دلوں سے ہی محروم ہیں کہ جو قابل تعریف وستائش لوگوں، ممدوحین کی مذمت کرتے ہیں اور قابل مذمت (یہود ونصاریٰ اور مشرکین وملحدین) لوگوں کی مدح وستائش کرتے ہیں۔ ❶

دوسرے مقام پر اللہ عزوجل کا ارشادگرامی قدر ہے:

﴿ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ؕ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۝ ﴾ (الفتح: ۲۹)

’’محمد اللہ کا رسول ہے۔ اور وہ لوگ جو اس کے ساتھ ہیں، کافروں پر بہت سخت ہیں۔ آپس میں نہایت رحم دل ہیں۔ تو انھیں اس حال میں دیکھے گا کہ رکوع کرنے والے ہیں، سجدے کرنے والے ہیں، اپنے رب کا فضل اور (اس کی) رضا ڈھونڈتے ہیں۔ ان کی شناخت ان کے چہروں میں (موجود) ہے، سجدے کرنے کے اثر سے۔ یہ ان کا وصف تورات میں ہے اور انجیل میں ان کا وصف اس کھیتی کی طرح ہے جس نے اپنی کونپل نکالی، پھر اسے مضبوط کیا، پھر وہ موٹی ہوئی، پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہوگئی، کاشت کرنے والوں کو خوش کرتی ہے، تاکہ وہ ان کے ذریعے کافروں کو غصہ دلائے، اللہ نے ان لوگوں سے جو ان میں سے ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے بڑی بخشش اور بہت بڑے اجر کا وعدہ کیا ہے۔‘‘

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو سب وشتم کرنے سے ممانعت وحرمت پر اس آیت میں استدلال یہ ہے کہ: ان اصحاب اِطہار کو وہی شخص برا جان کر گالی گلوچ کرے گا جس کے دل میں ان کے خلاف غصہ اور کینہ وبغض ہوگا۔ اللہ رب العالمین نے اس آیت کریمہ میں واضح فرمایا ہے کہ ان اہل ایمان کے ذریعے کافروں کو غصہ دلایا جاتا اور ان کے دلوں کو جلایا جاتا ہے۔ اس سے صاف معلوم ہورہا ہے کہ ان کو سب وشتم کرنے اور ان سے ایسا تعرض

❶ دیکھیے: تفسیر القرآن العظیم للحافظ ابن کثیر رحمہ اللہ عند تفسیر آیة: ۵۸، من سورة الاحزاب.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنے سے مسلمانوں کو منع کیا گیا ہے جو ان کے درمیان عیب و نقص کی وجہ پیدا کرے۔ وعن ابي سعيد الخدري رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: لَا تَسُبُّوْا أَصْحَابِيْ ، لَا تَسُبُّوْا أَصْحَابِيْ ، فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ، لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا أَدْرَكَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيْفَهُ ❶...... ''چنانچہ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے اصحاب کو سب وشتم مت کرو۔ میرے اصحاب کو برا مت کہو۔ اُس ذاتِ اقدس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم میں سے اگر کوئی اُحد پہاڑ کے برابر بھی سونا اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر دے تو ان کے ایک مد (سیر بھر) یا آدھے مد کے برابر بھی نہیں ہوسکتا۔''

یہ حدیث مبارک بالصراحت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو سب وشتم اور لعن طعن کرنے کی ممانعت وحرمت کے لیے حکم وامر کا درجہ رکھتی ہے۔ اس موضوع پر کتب احادیث میں بے شمار حدیثیں موجود ہیں۔ ❷

سلف صالحین کی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سب وشتم کرنے سے ممانعت:

اُمت کے سلف صالحین، صحابہ کرام وتابعین اور تبع تابعین ومن تبعهم باحسان رضی اللہ عنہم اجمعین کی طرف سے ایسی نصوص وتصریحات میں سینکڑوں کے حساب سے کتب حدیث واثر موجود ہیں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سب وشتم سے منع کرنے اور ان کا دفاع کرنے پر دلالت کرتی ہیں۔ ان میں سے بعض درج ذیل ہیں: (اختصار کے پیش نظر چند ایک نصوص پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔)

(ا)...... امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جب تم کسی ایسے شخص کو دیکھو جو صحابہ کرام میں سے کسی کا ذکر برے انداز میں کر رہا ہو تو پھر اسے اسلام کے بارے میں مشکوک جانو۔'' ❸

(ب)...... امام ابوزرعہ الرازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جب تم رسول اللہ ﷺ کے اصحاب اطہار کے بارے میں کسی شخص کو ان کی تنقیص کرتے ہوئے دیکھو، سنو تو جان لو کہ وہ زندیق (لادین، ملحد، گمراہ و بدعقیدہ) ہے اور یہ اس لیے کہ ہمارے نزدیک رسول اللہ ﷺ بھی حق ہیں اور قرآن بھی حق ہے۔ بلاشبہ قرآن مجید اور سنن و احادیث الرسول ﷺ کو ہم تک پہنچانے والے رسول اللہ ﷺ کے اصحاب ہی تو تھے۔ یہ روافض و زنادقہ چاہتے ہیں کہ ہمارے ان شہود کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پر جرح وطعن کر کے کتاب وسنت کو باطل کر دیں خود ان لوگوں (زنادقہ وروافض اور خوارج ومعتزلہ) پر جرح وطعن بالاولیٰ آتے ہیں اور یہ ہیں بھی ملحد و بے دین اور بدعقیدہ لوگ۔ ❹

---

❶ صحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب تحريم سبّ الصحابة رضي الله عنهم، حديث: ٦٤٨٧.

❷ تفصیل کے لیے: "عقيدة اهل السنه فى الصحابة" جلد ٢، ص ٨٣٨ کا مطالعہ کریجیے۔

❸ دیکھیے: امام ابن الجوزی رحمہ اللہ کی "مناقب الإمام احمد" ص ١٦٠.

❹ دیکھیے: "الكفاية في علم الرواية" ص ٦٧.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ج) ...... امام شوکانی رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو سب وشتم کرنے کے حرام وممنوع ہونے پر بارہ صحیح ترین سندوں، ذریعوں اور واسطوں سے اہل بیت رضی اللہ عنہم کا اجماع ثابت ہے۔ ❶

(د) ...... حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ کی کتاب (البدایہ والنہایہ) میں درج کیا ہے کہ: ابوعبداللہ محمد بن عبدالواحد المقدسی نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا کہ: امام ابوجعفر محمد الباقر بن علی (زین العابدین) بن حسین رضی اللہ عنہم نے جابر الجعفی سے کہا: اے جابر! مجھے معلوم ہوا ہے کہ عراق میں بہت سارے لوگ گمان کرتے ہیں کہ وہ ہم سے محبت کرتے ہیں مگر وہ جناب ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو برا بھلا بھی کہتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ میں انھیں اس بات کا حکم دیتا ہوں؟ جاؤ ان کو میری طرف سے پیغام پہنچا دو کہ میں اللہ عزوجل کے ہاں ان لوگوں سے بری ہوں (میری اوپر یہ تہمت ہے، میں نے انھیں اس قسم کا کوئی حکم نہیں دیا۔) اس ذاتِ اقدس کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی (اور میری بھی) جان ہے، اگر میں والی بنا دیا گیا (میرے ہاتھ میں سلطہ آ گیا) تو پھر میں ایسے لوگوں کا خون بہا کر اللہ عزوجل کا قرب ضرور حاصل کروں گا۔ اگر میں سادا تنا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے لیے نہ ہی استغفار کروں اور نہ ہی ان پر رحم کے لیے اللہ عزوجل سے دعا کروں تو مجھے قیامت والے دن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت بھی نصیب نہ ہو۔ اللہ کے دشمن (روافض شیعہ اور خوارج وزنادقہ) شیخین کریمین ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے فضل وشرف اور مرتبہ ومقام سے غافل ہیں۔ سو، تم اے جابر! ان تک میرا پیغام پہنچا دو کہ میں اُن سے بھی بری الذمہ ہوں اور ہر اس شخص سے بھی کہ جو سادا تنا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما (اور دیگر تمام اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم) سے براءت کا اظہار کرے۔ ❷

بعینہٖ عبداللہ بن حسن بن علی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا: ''اس شخص کے بارے میں کہ جو سادا تنا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو سب وشتم کرتا ہو، میرا یقین ہے کہ اسے کبھی بھی توبہ کی توفیق نہیں مل سکے گی۔'' ❸

(۴) ...... امیر المومنین سیّدنا علی اور ان کے بیٹوں کی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے محبت:

بات یہ ہے کہ: نہایت روشن اور سفید صاف حقیقت باقی رہتی ہے جبکہ اس کے علاوہ جو کچھ ہوتا ہے وہ زائل وختم ہو جاتا ہے۔ اثنا عشری امامی شیعہ کے نزدیک انتہائی اہم کتاب ''نہج البلاغہ'' میں ایسی نصوص وتصریحات نہایت جلی اور واضح انداز میں درج ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پر طعن وتشنیع اور سب وشتم کے جواز والتزام پر قائم روافض وزنادقہ کی طرف سے پیش کیے جانے والے غلیظ تحفہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے

---

❶ دیکھئے: ''ارشاد الغبی إلی مذهب اهل البیت فی صحب النبی'' ص ٥٠، ٦٤.

❷ دیکھئے: ''البدایة والنهایة جلد٩، ص ٣٤٩.

❸ دیکھئے: ''عقیدة اهل السنه فی الصحابة'' جلد٢، ص ٨٥١.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام سے پھر جانے اور مرتد ہو جانے والے ان روافض شیعہ کے عقیدہ باطل کو سرے سے ہی ختم کرنے کے لیے کافی ہیں۔ تو لیجیے جناب یہ ہیں امیر المؤمنین سیّدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ جو بذاتہ الاطہر ہمارے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بارے میں ایسی ان کی تصویر کشی کرتے ہیں کہ جس کا مشاہدہ آپ نے ان کا بذاتِ خود کیا اور ان کے ساتھ زندگی گزاری تھی۔

آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: بالتحقیق میں نے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابِ اطہار رضی اللہ عنہم اجمعین کو جس طرح دیکھا ہے تم میں سے (اے تابعین کرام!) کسی کو بھی اُن کے مشابہ نہیں دیکھ رہا۔ وہ صبح کرتے (پورا دن گزارتے) تو غبار آلود بکھرے ہوئے بالوں کے ساتھ (جہاد فی سبیل اللہ میں یا مدینہ میں رہ کر محنت، مزدوری کر کے رزقِ حلال کما کر) اور اُن کی رات گزرتی قیام و رکوع اور سجدوں کی حالت میں۔ وہ حضرات گرامی قدر اپنے چہروں اور اپنے گالوں کے درمیان آنسوؤں کی جھڑی کے ساتھ صبح و شام کرتے تھے۔ (یعنی قیام و رکوع میں بھی روتے رہتے اور سجدوں میں بھی۔) اللہ رب العالمین کے پاس واپس پلٹ جانے والے وعدہ کو یاد کر کے وہ اس طرح حالتِ قیام میں کھڑے ہوتے جس طرح گویا انگاروں پر کھڑے ہوں اور ان کے لمبے سجدوں کی وجہ سے ان کی پیشانیوں پر بکریوں کے گھٹنوں پر پڑ جانے والے نشانوں جیسے نشان (محراب) بن گئے تھے۔ جب اللہ عزوجل کا ذکر کیا جاتا تو ان کی آنکھوں میں آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی اور اس قدر روتے کہ ان کے گریبان تر ہو جاتے۔ اللہ عزوجل کے عقاب و عذاب کے خوف اور اجر و ثواب کی امید سے ڈگمگاتے ہوئے اس طرح سے ڈانوا ڈول ہو جاتے جس طرح تیز ہوا کی وجہ سے درخت ایک طرف کو جھک جاتا ہے۔ [1]

امیر المؤمنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کی جدائی پر حسرت کا اظہار کرتے اور ان کی وفات کے بعد ان کے محاسن بیان کر کے روتے بالکل اسی طرح سے جیسے کوئی اپنے محبّ اپنے محبوب کی جدائی پر غمگین ہوتا ہے۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''کہاں گئے وہ لوگ جنھیں اسلام کی جب دعوت دی گئی تو انھوں نے اسے دل و جان سے قبول کرلیا۔ اُنھوں نے قرآن کو پڑھا تو اس پر پورا پورا عمل کر کے اسے مستحکم کر دیا۔ پھر جب جہاد و قتال فی سبیل اللہ کا حکم آیا تو انھوں نے اپنی تلواریں نیاموں سے باہر کرلیں۔ جہاد میں صفیں سیدھی کر کے پیش قدمی کی اور ایک ایک کر کے ملکوں کے ملک غلبہ اسلام کے لیے فتح کرنے لگے۔ اللہ کی خشیت سے رو رو کر ان کی آنکھوں میں رو ہے پڑ گئے تھے اور اُن کے پیٹ روزے رکھنے کی وجہ سے اندر کی طرف ہو گئے تھے۔ دعا کی وجہ سے ان کے ہونٹ خشک اور راتوں کو اللہ کی عبادت کے لیے جاگتے رہنے کی وجہ سے ان کے رنگ زرد پڑ گئے

---

[1] دیکھیے: نهج البلاغة ص ۱۸۲، ۱۸۹، اور "ثم ابصرت الحقيقة" ص ۳۲۴.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے۔ دنیا سے کوچ کر جانے والے یہی میرے بھائی ہیں۔ اس لیے ہمارا یہ حق ہے کہ ہم ان کے مشتاق ہوں اور ان کی جدائی پر نہایت غمگین ہوں۔'' ❶

امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کی محبت کا دم بھرنے والو! آپ رضی اللہ عنہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اطہار رضی اللہ عنہم کے بارے میں تصور ونظریہ پر ذرا غور وفکر تو کرو۔ اور جہاں تک سیّدنا علی زین العابدین بن حسین بن علی رضی اللہ عنہم کا تعلق ہے تو آپ رحمہ اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اطہار کو یاد کر کے اُن کے لیے اپنی نماز میں رحمت ومغفرت کی دعائیں کیا کرتے اور یہ علم وعقیدہ رکھتے تھے کہ ان حضراتِ گرامی قدر نے توحید عزوجل کی دعوت کو پھیلانے میں سیّد الخلائق نبینا الکریم محمد رسول اللہ العظیم الجلیل صلی اللہ علیہ وسلم وبارک والتسلیم کی پوری پوری مدد کی تھی اور اللہ عزوجل کے پیغام کو اس کے بندوں (انسانوں اور جنوں) تک پہنچانے کے لیے بھی۔ چنانچہ آپ رحمہ اللہ دعا کرتے ہوئے اللہ تبارک وتعالیٰ سے التجا کرتے ہیں: اے اللہ! تیری طرف سے ان کے ساتھ مغفرت ورضا مندی والے وعدے کو یاد کرتے ہوئے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اطہار کو یاد کر رہا ہوں کہ جنھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت کو نہایت ہی اعلیٰ طریقے سے نبھایا اور اُنھوں نے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد میں آنے والی آزمائش کو نہایت شجاعت واستقامت سے قبول کر کے اس پر پورے اترے تھے۔ انھوں نے تیرے نبی کی اے اللہ! بھرپور مدد کی اور اُس کی (مدینہ منورہ میں) میزبانی کے لیے وہ جلدی سے لپک پڑے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو قبول کرنے میں وہ ایک دوسرے سے آگے بڑھنے لگے تھے اور جب آپ نے اپنی رسالت ونبوت کی دلیل ان کو سنائی، بتلائی تو انھوں نے اسے دل وجان سے قبول کر لیا۔ حتیٰ کہ اُنھوں (اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے تیرے اور تیرے نبی کے دین حنیف والے کو دنیا میں بلند اور غالب کرنے کے لیے اپنی بیویوں اور اپنی اولادوں (اور اپنے اموال) کو بھی چھوڑ دیا (یعنی ان تمام افراد کو ترک کر دیا جو دین حنیف کی راہ میں رکاوٹ بنتے تھے۔) حتیٰ کہ انھوں نے اے اللہ! محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو ثابت کرنے کے لیے اپنے آباء سے بھی مقاتلہ کیا اور اپنے بیٹوں سے بھی۔

اے رب کریم! جو ان لوگوں نے تیری ذات اقدس ورضا کی خاطر دنیا کا مال ومتاع اور بیوی بچے چھوڑے۔ اپنا حق خاص تیری طرف پھیر دیا تو یہ بھی تیرے ہی لیے تھا۔ میں ان کا تیری خاطر اپنے دیار کو چھوڑ دینے پر ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور عیش وآرام کی فراوانی کو ترک کر کے تنگدستی وتہی دستی کی زندگی کی طرف ان کے پلٹ آنے کے لیے بھی۔ اے اللہ! میں اس دُعا کو ان کے تابعین کرام رضی اللہ عنہم اجمعین تک بھی پہنچاتا ہوں کہ

❶ ایضاً: نہج البلاغہ ص ۲۳۵۔ "ثم ابصرت الحقیقۃ" ص ۳۲۵.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جنھوں نے احسان وتقویٰ کے ذریعے ان حضرات گرامی قدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اطاعت واتباع اور فرمانبرداری کی۔ وہ اپنے پیشتر و اسلاف کے بارے میں دعا مانگتے ہیں:

﴿ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِّلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴾ (الحشر: ۱۰)

''اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جنھوں نے ایمان لانے میں ہم سے پہل کی اور ہمارے دلوں میں ان لوگوں کے لیے کوئی کینہ نہ رکھ جو ایمان لائے، اے ہمارے رب! یقیناً تو بے حد شفقت کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

اس لیے اللہ! تو ان تابعین صحابہ کو بھی اعلیٰ جزاء وانعام عطا فرما۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے اسلاف (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین) کے مددگار، انہی کے دین ومنہج پر چلنے والے اور انھیں کے راستے پر گامزن ہیں۔'' [1]

تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بارے میں یہ تھا اہل البیت رضی اللہ عنہم کا موقف، نہ کہ وہ منہج ومسلک اور موقف کہ جس کا دعویٰ بیمار ذہنوں والے روافض شیعہ کرتے ہیں۔ یہ لوگ حقائق کے خلاف تشیع کی آڑ میں سچائیوں کو چھپائے ہوئے ہیں۔ دلائل و براہین سے بالکل واضح ہے کہ یہ لوگ قرآنِ عظیم، سنت رسول اللہ الکریم، اجماع آئمہ اہل البیت اور اجماع علماء عظام و آئمہ اہل السنہ والجماعۃ کے قطعی طور پر دشمن ہیں۔

[1] دیکھیے: زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ عنہما کا ''صحیفہ کاملہ'' ص ۱۳ نقلاً عن ''ثم ابصرت الحقیقة'' ص ۳۲۹.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتویں فصل

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت واحادیثِ مبارکہ کے متعلق روافض کا موقف

اُصولی علماء کرام رحمہم اللہ جمیعاً کے نزدیک "اَلسُّنَّةُ النَّبَوِيَّةُ" کا معنی ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول (ارشادات) یا فعل وعمل یا آپؐ کی (کسی صحابی کے عمل پر) خاموشی اختیار کرنا "سنت" کہلاتا ہے۔ [1]

محدثین کرام وعلماء عظام اہل السنہ والحدیث رحمہم اللہ جمیعاً نے سنتِ صحیحہ کی تدوین کا خوب اہتمام فرمایا تھا اور سنت و حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (و آثار الصحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین) کو جھوٹ موٹ حدیثیں وضع کرنے والوں کی وضعیّت سے محفوظ رکھنے کے لیے ان حضراتِ گرامی قدر نے انتہائی بڑی کوششیں اس راہ میں صرف کردی تھیں۔ چنانچہ اس راہ میں انھوں نے ایسی اعلیٰ کوشش کردی کہ اس کے بعد مزید کسی جدوجہد کی گنجائش باقی نہ تھی۔ یہ اُصولی علماء عظام و آئمہ کرام رحمہم اللہ اس ضمن میں ایسی راہوں پر چلے (اللہ رب العالمین نے ہی انھیں اس راہ پر چلایا تھا) کہ نقد و جرح اور جانچ پڑتال (کھرے، کھوٹے کو پہچاننے والے عمل) کے لیے علمی راستوں میں سے اُن کا راستہ نہایت مضبوط اور سب سے زیادہ مستقیم راستہ تھا۔ حتیٰ کہ اب ہم اس بات کی قدرت رکھتے ہیں کہ ہم بالجزم یہ بات کہہ سکیں: "ہمارے علماء کرام و آئمہ عظام رحمہم اللہ صفِ اوّل کے لوگ تھے جنھوں نے دنیا جہان کی تمام قوموں اور ملتوں کے درمیان (امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا یہ مرتبہ ومقام بنا کر) احادیث و آثار اور اخبار ومرویات کے لیے انتہائی دقیق قسم کی علمی نقد و جرح کے قواعد واصول وضع فرمائے۔ (آج تک دنیا کی کوئی ملت اس طرح کے اُصول وضع نہیں کرسکی۔ اسی لیے اُن کی کتابوں میں جھوٹے قصے کہانیاں بہت ہیں اوران کے کسی فرد میں یہ جرأت نہیں ہوتی جو کہہ سکے: "یہ سب کیا ہے؟")

ہمارے اصولی آئمہ کرام وعلماء عظام رحمہم اللہ کی اس ضمن میں جہد کامل ایک ایسی کوشش تھی کہ جس پر ہماری آج کی نوجوان نسل فخر کرسکتی ہے اور آنے والی نسلیں بھی۔ جیسے ہمیں اس عظیم کارنامے پر صدیوں سے فخر رہا ہے۔ یہ خاص اللہ عزوجل کا ہم پر فضل ہے اور وہ جسے چاہتا ہے اپنے فضل سے نواز دیتا ہے۔ اللہ رب العالمین بہت بڑے فضل والا ہے۔

---

[1] دیکھئے: "السنة ومكانتها في التشريع الإسلامي" ص ٤٧.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نقد و جرح والی راہ پر سلف علماء کرام و آئمہ اہل السنہ والجماعۃ محدثین عظام رحمہم اللہ جمیعاً درج ذیل نشانات اور اصول وقواعد کے مطابق چلتے رہے حتیٰ کہ اُنھوں نے احادیث و آثار اور سنت رسول اللہ ﷺ کو اس سازش سے صاف بچالیا کہ جس کی تدبیر دشمنانِ اسلام کی طرف سے کرلی گئی تھی اور انھوں نے سنت و احادیث کو اس دلدل اور کیچڑ سے صاف کردیا کہ جو ان پر ملنا شروع کردیا گیا تھا۔ (ایضاً: ص۹۰)

(ا)......حدیث کی اِسناد:

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ایک دوسرے پر شک نہیں کیا کرتے تھے۔ چنانچہ تابعین کرام رحمہم اللہ کسی بھی حدیث کو قبول کرنے کے بارے میں توقف اختیار نہیں کیا کرتے تھے کہ جسے کوئی بھی صحابی نبی کریم ﷺ سے روایت کرتا۔ حتیٰ کہ فتنہ واقع ہوگیا اور یہودی الاصل عبداللہ بن سبا قبحہ اللّٰہ اپنی اُس غلیظ دعوت کو لے کر کھڑا ہوگیا کہ جس کی بنیاد غلو والے شیعی نظریہ وعقیدہ پر کھڑی تھی۔ اس ظالم عدو اللہ نے سب سے پہلے (نظریۂ وصیت و رجعیت کے بعد) سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کی الوہیت کا عقیدہ قائم کیا تھا۔ پھر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ زہریلی سازش سنت و حدیث پر اثر انداز ہونے لگی۔ تب اُس وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور تابعین کرام رحمہم اللہ جمیعاً نے احادیث مبارکہ کو نقل کرنا شروع کیا۔ (اور انھیں لکھنے لگے۔) چنانچہ اس ضمن میں وہ صرف اُنہی احادیث و سنن کو قبول کرتے تھے کہ جن کے طریق اور جن کے راویوں کو خوب جانتے تھے اور وہ راویانِ حدیث کی ثقاہت وعدالت پر خوب مطمئن ہوتے۔

امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ (جو تابعی تھے۔) بیان کرتے ہیں اور ان کا یہ بیان امام مسلم بن الحجاج رحمہ اللہ نے اپنی صحیح کے مقدمہ میں درج کیا ہے: ''صحابہ کرام و تابعین عظام رحمہم اللہ (نبی مکرم ﷺ کی وفات کے بعد) آغاز میں ''اسناد...... حدیث کی سند بیان کرنا'' پوچھا نہیں کرتے تھے۔ مگر جب ابن سباء و خارجیت والا فتنہ بپا ہوگیا تو وہ حضرات فرماتے: حدیث وسنت بیان کرنے میں اپنے راویوں کے نام بتاؤ۔ چنانچہ ان لوگوں کے نام بتانے پر دیکھا جاتا کہ ان راویوں کا تعلق اگر اہل السنہ سے ہوتا تو ان کی حدیث لے لیتے اور بغور جائزہ لینے کے بعد اگر معلوم ہوتا کہ راویوں کا تعلق اہل بدعت (خوارج اور سبائیوں) سے ہے تو پھر ان کی بیان کردہ حدیث ردّ کردی جاتی تھی۔

حدیث وسنت کے بارے میں یہ محقق و مؤکد کرنے اور دلائل سے ثابت کرنے والا (تثبیت کا) عمل اُن صغار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے عہد و زمانہ سے شروع ہوگیا تھا کہ جن کی وفاتیں زمانۂ فتنہ کے بعد دیر سے ہوئی تھیں۔ چنانچہ امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح کے مقدمہ میں درج فرمایا ہے کہ: ''امام مجاہد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جناب بشیر بن کعب العدوی رحمہ اللہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آئے اور حدیث بیان کرنے لگے: کہنے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا ہے۔ مگر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نہ ان کی طرف کان دھرا اور نہ ہی ان کی طرف دیکھا۔ (توجہ ہی نہ دی۔) بشیر بن کعب کہنے لگے: اے ابن عباس! تمھیں کیا ہوا جو میری بات نہیں سنتے؟ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث بیان کر رہا ہوں اور تم سنتے ہی نہیں؟ تو جنابِ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ایک وہ وقت تھا جب ہم کسی شخص سے یہ سنتے: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا ہے۔'' تو اسی وقت اس کی طرف دیکھتے اور اپنے کان اس کی طرف لگا دیتے تھے۔ پھر جب لوگ بری اور اچھی راہ چلنے لگے (یعنی غلط روایتیں شروع ہوگئیں) تو ہم لوگوں نے سننا چھوڑ دیا۔ الا یہ کہ جس حدیث وسنت کو ہم خود جانتے پہچانتے ہوں۔''[1]

پھر جب جھوٹ پھیل گیا تو تابعین کرام رحمہم اللہ راویانِ حدیث وسنت سے ''اسناد...... حدیث کی سند بیان کرنے'' کا مطالبہ کرنے لگے۔ چنانچہ امام ابوالعالیہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ: ہم صحابہ کرام کے بارے میں جب سنتے کہ فلاں صاحب ان کی طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث منسوب کر رہے ہیں تو ہم تب تلک اس پر راضی نہ ہوتے حتیٰ کہ ہم سوار ہوکر ان لوگوں کے پاس جاتے اور اُن سے خود سماعت کرتے۔ جبکہ امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ''اسناد'' دین میں داخل ہے۔ اگر اسناد نہ ہوتی تو ہر شخص جو چاہتا کہہ ڈالتا۔ (اور اپنی بات دین میں چلا ڈالتا۔) ہمارے اور لوگوں کے درمیان پائے (قوائم) ہیں، یعنی اسناد۔ (جیسے جانور بغیر پاؤں کے تھم نہیں سکتا، اسی طرح حدیث بھی بغیر اسناد کے جم نہیں سکتی۔)[2]

(۲)...... احادیثِ صحیحہ کے بارے میں پُر اعتماد ہونا:

یہ توثق واعتماد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین، تابعین کرام اور اس فن حدیث کے آئمۃ الدین رحمہم اللہ جمیعاً کی طرف رجوع کرنے کے ساتھ حاصل ہوتا ہے۔ اللہ عزوجل کی اس امت پر اپنے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت و حدیث کے ذریعے ایک عظیم عنایت ومہربانی یہ فرمائی تھی کہ اُس باری تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بڑے بڑے جید علماء اولیاء اللہ اور ان کے عظیم فقہاء کرام رضی اللہ عنہم کی عمروں کو لمبا کر دیا تاکہ وہ امت اسلامیہ کے لوگوں کا مرجع ومنبع علم بنے رہیں کہ جن کی راہنمائی کے ذریعے لوگ ہدایت حاصل کر کے سیدھی راہ پر مستقیم رہیں۔ مگر جب لوگوں میں (فرقہ سبائیہ اور مرتدین کی طرف سے) جھوٹ پھیلنے لگا تو عامۃ المسلمین سب سے پہلے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی طرف رجوع کرکے ان سے پوچھتے کہ: بیان کردہ روایت ومسئلہ کے بارے میں ان کا موقف

---

[1] مقدمہ صحیح مسلم، حدیث ۲۱، ص ۱۰.

[2] مقدمہ صحیح مسلم: ۳۲.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا ہے؟ اور جو وہ احادیث و آثار سنتے، ان کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے فتویٰ طلب کرتے۔ چنانچہ اسی غرض سے تابعین کرام رحمہم اللہ اجمعین نے لمبے لمبے سفر بھی کیے۔ بلکہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک ملک سے دوسرے ملک تک لمبے لمبے سفر اختیار کیے تاکہ وہ ثقہ راویوں سے ثابت شدہ احادیث سن سکیں۔ سیّدنا جابر بن عبد اللہ نے ملک شام کی طرف اور سیّدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہم نے ملک مصر کی طرف حدیث مبارک کی سماعت کے لیے سفر کیا تھا۔

(۳)......راویوں کے متعلق نقد و جرح کے اعتبار سے ان کے حال کا بیان:

دین حنیف کے حق ہونے کی پہچان کے لیے یہ ایک ایسا عظیم پھاٹک ہے کہ جس سے گزر کر جھوٹ موٹ بیان کی گئی بات، صحیح ثابت شدہ بات کی تمیز کرنے کے لیے اور قوی (سچے، عادل) راوی کو ضعیف راوی سے پہچاننے کے لیے تمام علماء حق گزرے تھے۔ اس ضمن میں ان حضرات گرامی نے نہایت عمدہ کوشش کی تھی۔ راویوں کا تتبع کر کے انھوں نے ان کی زندگیوں، ان کی تاریخ اور ان کی سیرتوں کے بارے میں خوب دراسہ کیا تھا۔ اسی طرح ان جرح و تعدیل کے آئمہ نے راویوں کے تمام ظاہری اور مخفی اُمور کا خوب جائزہ لیا اور اس ضمن میں ایک اللہ کی خاطر، کسی ملامت کرنے والے کی ملامت انھیں اس کام سے روک نہ سکی۔ ❶

چنانچہ اس کے لیے اُنھوں نے ایسے اصول و قواعد وضع کیے کہ راویوں میں سے کسی سے حدیث لینی ہے اور کس سے نہیں لینی؟ اس طریق پر وہ چلتے رہے اور کس سے حدیث لکھی جائے اور کس سے نہ لکھی جائے؟ (یہ بھی اصول انھوں نے وضع کیا۔) جن "متروک راویوں" سے حدیث و روایت نہیں لی جائے گی ان کی اہم انواع میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

(۱)......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنے والے:

تمام اہل العلم، اہل الحدیث والسنہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ جو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھے اُس کی روایت و حدیث نہیں لی جائے گی۔ اسی طرح ان حضراتِ گرامی قدر کا یہ بھی اجماع ہے کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنا کبیرہ گناہوں میں شمار ہوتا ہے۔ البتہ ایسے شخص کے کفر کے بارے میں آئمۃ الحدیث والسنہ کا اختلاف ضرور ہے۔ ایک جماعت اس کی قائل ہے۔ (کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھنے والا آدمی دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔) جبکہ دوسرے علماء کرام اس طرح کے آدمی کو قتل کر دینے کے وجوب کے قائل ہیں۔

❶ دیکھیے: السنہ ومکانتھا في التشریع الاسلامي ص ۹۱.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعینہ وہ اس طرح کے شخص کی توبہ کے متعلق بھی ایک دوسرے سے اختلاف رکھتے ہیں۔ یعنی کیا اُس کی توبہ قبول بھی ہوگی یا نہیں؟

(ب)......اپنی عام احادیث وروایات میں جھوٹ بولنے والے:

یعنی اگرچہ یہ رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ نہ بھی باندھے ہوں۔ چنانچہ آئمۃ الحدیث والسنہ، علماء جرح و تعدیل کا اس بات پر اجماع واتفاق ہے کہ: جس راوی کا جھوٹ بولنا معروف ہو، اگرچہ زندگی میں ایک ہی بار کیوں نہ ہو، اس کی روایت کو ترک کردیا جائے گا۔

(ج)......خواہشات کے پجاری اور بدعات کے رسیا لوگ:

اسی طرح اصحاب الحدیث والسنہ اور آئمہ جرح وتعدیل کا اس بات پر اتفاق واجماع بھی ہے کہ: کسی بھی بدعتی شخص سے کہ جب وہ اپنی بدعت کے ذریعے کفر کا ارتکاب کرے، حدیث قبول نہیں کی جائے گی۔ اسی طرح اُس آدمی سے بھی حدیث قبول نہیں کی جائے گی جب وہ جھوٹ بولنا جائز سمجھے، اگرچہ اس نے اپنی بدعت کے ذریعے کفر کا ارتکاب نہ بھی کیا ہو۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ جب وہ جھوٹ بولنا حلال سمجھتا ہو تو کیا صرف اسی کیفیت پر اُس سے حدیث قبول کی جائے گی یا نہیں؟ یا اس بات میں فرق کیا جائے گا کہ وہ دعوت الی اللہ کا کام کرنے والا ہے یا نہیں؟ چنانچہ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اس موضوع پر قدیم زمانہ سے نزاع چلا آرہا ہے اور اب بھی (علماء جرح وتعدیل وآئمۃ الحدیث کے درمیان) یہ نزاع پایا جاتا ہے اور جس بات پر اکثر آئمۃ الحدیث والسنہ کا رجحان ہے، وہ داعی الی اللہ اور غیر داعی کے درمیان فرق کرنے کا ہے۔ جو بات اس ضمن میں میرے اوپر ظاہر ہوئی وہ یہ ہے کہ: بلاشبہ محدثین کرام بدعتی شخص کی روایت کو ردّ کرتے ہیں۔ بالخصوص اس وقت کہ جب وہ ایسی کوئی حدیث واثر کی عبارت روایت کرے جو اُس کی بدعت کے موافق ہو یا اُس کا تعلق ایسے کسی گروہ سے ہو جو جھوٹ کو جائز قرار دینے میں معروف ہو اور اپنی خواہشاتِ نفسانیہ کے لیے حدیثوں کا وضع کرنے میں یہ لوگ معروف ہوں۔ اسی لیے تمام محدثین کرام (تابعین وتبع تابعین کے دور سے لے کر آج تک) نے رافضیوں کی روایتوں کو ردّ کر رکھا ہے۔ البتہ مبتدعین کی بعض روایات کو لے لیا ہے، مگر اس شرط کے ساتھ کہ جب یہ بدعتی لوگ جھوٹ کو حلال نہ جانتے ہوں۔ جیسے کہ عمران بن حطان تھا۔

(د)......زندیقیت کا عقیدہ رکھنے والے لادین ملحد، فاسق وفاجر، دینی غفلت کے شکار وہ لوگ جو اپنی روایت کردہ احادیث وآثار کے بارے میں ان کا فہم نہیں رکھتے اور وہ تمام لوگ کہ جن میں ضبط وعدالت اور فہم وادراک والی صفات متوفر نہ ہوں:

علماءِ جرح وتعدیل اور آئمۃ الحدیث والسنہ نے؛ صحیح، حسن اور ضعیف درجہ جیسی اقسامِ حدیث کی معرفت و

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہچان کے اصول وقواعد بھی وضع کیے ہیں۔ اسی طرح اُنھوں نے موضوع حدیث وروایت کی معرفت کے اصول وقواعد بھی وضع کیے ہیں۔ انھوں نے موضوع روایت کی علامتوں کا بھی ذکر کیا ہے کہ جن کے ذریعے اس کی پہچان ہوتی ہے۔ جیسے کہ: لفظوں کا ناموزوں ہونا، عبارت کا معنی شر اور فساد والا ہونا اور نصِ قرآن کی مخالفت ہو رہی ہو۔ روایت کا متن نبی مکرم ﷺ کے زمانہ میں تاریخ کے معروف حقائق کی مخالفت کرتا ہو اور ان کے علاوہ دیگر علامات۔ [1]

اللہ عزوجل کی طرف سے توفیق شدہ اِن جہود طیبہ کی بناء پر سنت مطہرہ کے اہم ترین بنیادی اُمور کی اہمیت و حیثیت کو مضبوط کرنے کے لیے دین حنیف والی اسلامی شریعت کا معاملہ مستحکم ہوگیا۔ یعنی اُس سنت مطہرہ کا معاملہ کہ جو شرعی قوانین کے اُصول وضوابط وضع کرنے والے مصادر میں سے دوسرا بڑا مصدر ہے اور مسلمان اپنے محترم ومکرم نبی (محمد رسول اللہ ﷺ) کی احادیث مبارکہ کے محفوظ و مامون عن الخطا ہونے پر مطمئن ہوگئے اور یوں احادیث مبارکہ میں اپنی دخل اندازی کرنے والے ہر شخص کو روک دیا گیا۔ صحیح، حسن اور ضعیف کے درمیان تمیز کردی گئی اور اللہ عزوجل کی شریعت شر پسندوں کے کھلواڑ، چال بازوں کی مکاری، زندیقوں اور عوامی نظریہ (آج کل کی جمہوریت والا اکثریت کی تعداد والا نظریہ) کے حاملین کی سازش سے محفوظ ہوگئی۔ جس سے اہل ایمان مسلمانوں نے اس بابرکت نشاۃ ثانیہ و بیداری والے علم وفن کا پھل اس مبارک درخت سے خوب خوب توڑا۔ (اور اس سے استفادہ کیا۔) اس نشأۃ ثانیہ و بیداری کا سب سے زیادہ نمایاں عمل...... حدیث وسنت کی تدوین، مصطلحات الحدیث کے علم کی ایجاد، علم جرح و تعدیل کے اصول وضوابط اور علوم الحدیث کا عام ہونا تھا۔ (ایضاً: ص ۱۰۳)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو کافر قرار دینے کے سبب روافض شیعہ کا سنت وحدیث کے متعلق موقف:

نظریہ وعقیدۂ امامت کے متعلق شیعہ کی رائے اور قباحت کی بنا پر تمام کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو ان کی طرف سے کافر قرار دینے میں ایک بڑا رول تھا۔ چنانچہ اس شنیع نظریۂ تکفیر کی وجہ سے روافض شیعہ کی طرف سے ان تمام احادیث مبارکہ کا ردّ مرتب ہوا کہ جو بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے واسطہ سے بیان ہوئی ہیں۔ اُنھوں نے آئمہ اہل بیت کے واسطہ کے علاوہ بیان کی جانے والی تمام احادیث کا یکسر انکار کر رکھا ہے یا پھر وہ صرف انھیں حضرات گرامی کی روایات کو قبول کرتے ہیں کہ جن کی نسبت اُنھوں نے تشیّع (شیعہ ازم کو تقویت پہنچانے والی روایات کے حامل لوگوں) کی طرف کر رکھی ہو۔ جیسے کہ: ساداتنا سلمان فارسی، عمار بن یاسر، ابوذر غفاری اور مقداد بن اسود رضی اللہ عنہم۔

[1] دیکھیے: السنة ومكانتها في التشريع الاسلامي ص ۹۴ تا ۹۸۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے ساتھ ساتھ ان ظالموں نے صحابہ کرام میں سے رواۃ الحدیث حضرات گرامی قدر رضی اللہ عنہم اجمعین پر طعن و تشنیع کا بہت سخت حملہ کر رکھا ہے۔ جیسے کہ: سادا تنا ابوہریرہ، سمرہ بن جندب، عروہ بن زبیر، عمرو بن العاص، مغیرہ بن شعبہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین۔ روافض کا یہ حزب الشیطان ان حضرات گرامی قدر پر احادیث وضع کرنے اور احادیث میں تزویر و کذب کا عمل اختیار کرنے کی تہمت لگاتے ہیں۔ ❶

امام عبدالقاہر بغدادی نے شیعہ روافض کو ان کی ''رشد و ہدایت کے نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی احادیث و مرویات کو رد کر دینے'' کی وجہ سے منکرین حدیث میں شمار کر رکھا ہے۔ ❷

اس سے ثابت ہوا کہ روافض شیعہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مطہرہ سے اعلانِ جنگ کیے ہوئے ہیں۔ اس لیے بلاشبہ اہل السنہ سلفی جماعت حقہ کے لوگ نبی مکرم محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت واتباع سنت کی بناء پر ''اہل السنہ'' والے نام سے جانے جاتے ہیں۔ ❸

یہ ہے وہ حقیقت جو اہل السنہ سلفی جماعت حقہ کے بعض مصادر میں درج ہے۔ مگر شیعہ لوگ اپنے اماموں سے یہ بات روایت کرتے ہیں کہ: ہر چیز کتاب وسنت کی طرف لوٹتی ہے اور ہر وہ حدیث کہ جو اللہ کی کتاب کے موافق و مطابق نہ ہو وہ باطل و بے حقیقت، ملمع شدہ چیز ہے۔ اس معنی کی ان کے ہاں دیگر بہت ساری روایات ہیں۔ ❹

اس موضوع پر لکھی گئی ان کی تمام عبارتیں اس بات کا فائدہ دیتی ہیں کہ: شیعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا انکار نہیں کرتے بلکہ وہ احادیث پر اعتماد کرتے ہیں اور ان کو کتاب اللہ الکریم کے ساتھ (برابر کا) میزان وحکم شمار کرتے ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ: شیعہ کی روایات اور ان کے نصوص کا مطالعہ کرنے والا اس فیصلے پر پہنچتا ہے کہ ان کی تمام واکثر روایات اور ان کے آثار و اقوال اُس سنت مطہرہ و احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم سے یکسر الگ تھلگ کسی اور ہی کا نظریہ و عقیدہ (اور دین) کی طرف مائل ہیں کہ جنھیں اہل ایمان مسلمان جانتے پہچانتے ہیں۔ یہ حقیقت صرف ان کے اقوال و آثار اور احادیث کے متون میں ہی نہیں بلکہ ان کے مفہوم، ان کی تطبیق اور ان کی سندوں میں بھی ہے۔ یہ حقیقت ان کے درج ذیل عقائد و نظریات سے یوں ثابت ہوتی ہے:

---

❶ تفصیل کے لیے دیکھیے: "اضواء علی خطوط محبّ الدین" ص ٤٨، ٦٥، ٦٨.

❷ تفصیل کے لیے دیکھیے: "الفرق بین الفرق" ص ٣٢٢، ٣٢٧، ٣٤٦.

❸ دیکھیے: شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی کتاب "منهاج السنة النبوية" جلد٢، ص ١٧٥.

❹ تفصیل کے لیے دیکھیے: صحیح الکافی جلد١، ص ١١ اور "أصول الشيعة الإمامية" جلد١، ص ٣٧٣.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱)......امام کا قول وحکم اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کے فرمان وحکم کی طرح ہے:

روافض شیعہ کے ہاں سنت سے مراد: ہر وہ حکم وفرمان ہے کہ جو معصوم عن الخطا علیہ السلام کی زبان سے بصورتِ قول وفرمان صادر ہو یا کسی عمل وفعل کی صورت میں ظاہر ہو یا اس کے سامنے کوئی عمل ہوا اور اُس امام صاحب نے اس پر خاموشی اختیار فرمائی ہو......سنت ہے۔ ❶

جو شخص روافض کے مذہب کی حقیقت وطبیعت سے واقف نہ ہو وہ اس عبارت پر سرسری طور پر پڑنے والی اچانک نظر سے اُن کا ''رسول اللہ ﷺ کی سنت مطہرہ واحادیث مبارک سے الگ تھلگ رہنے'' کو قطعاً نہیں جان سکے گا۔ ہمارے ہاں معصوم عن الخطا تو (دیگر انبیائے کرام کے ساتھ ساتھ) صرف محمد رسول اللہ ﷺ ہیں جبکہ جنھیں وہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کے کلام واحکام کی طرح مانتے ہیں وہ اُن کے بارہ امام ہیں۔ اُن کے نزدیک ان بارہ اماموں اور اُس محترم ومکرم نبی (ﷺ) کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے کہ جو اپنی خواہش سے کلام ہی نہیں فرماتے تھے۔ اُن کا تو ہر ہر کلمہ اللہ عزوجل کی طرف سے وحی ہوتا تھا۔ ❷

اس لیے روافض شیعہ نبی مکرم ﷺ سے روایت کرنے والوں اور محدثین کرام رضی اللہ عنہم و رحمہم اللہ جمیعاً کی جماعت وتبعین جیسے ہرگز نہیں ہیں کہ ان حضرات گرامی قدر کا قول بھی اس جہت کی بنا پر حجت بن جایا کرتا ہے کہ وہ روایت کرنے میں یقیناً ثقہ ہوا کرتے ہیں۔ بلکہ اس لیے بھی کہ بلاشبہ یہی وہ لوگ تھے جو نبی مکرم ﷺ کی زبانِ مبارک سے دی گئی بشارت کی بناء پر واقعی احکام وشریعت کو آگے پہنچانے کے لیے اللہ عزوجل کی طرف سے اس مقام ومرتبہ کے لائق بنائے گئے تھے۔ اس لیے وہ حضرات گرامی قدر رضی اللہ عنہم و رحمہم اللہ بعینہٖ اسی طرح واقعاتی واصلی احکام شریعت کا فیصلہ کیا کرتے تھے اور انھیں آگے پہنچایا کرتے تھے جیسے یہ احکام اللہ رب العالمین کی طرف سے آئے تھے۔ ❸

روافض شیعہ کے ہاں ان بارہ آئمہ کرام رحمہم اللہ جمیعاً کے بچپن والے کلام وگفتگو اور پختہ عمری والے کلام وعمل میں قطعاً کوئی فرق نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ روافض کے نزدیک یہ بارہ کے بارہ امام اپنی پوری زندگی کے کسی بھی لمحہ میں نہ جان بوجھ کر خطا کرتے ہیں، نہ ہی غلطی سے خطا کرتے ہیں اور نہ ہی بھول کر۔ جیسا کہ پیچھے مفصل بیان ہو چکا ہے۔ اسی بناء پر ان کا ایک عصر حاضر کا بڑا مولوی کہتا ہے: '' إِنَّ الْاِعْتِقَادَ بِعَصْمَةِ الْأَئِمَّةِ جَعَلَ

---

❶ تفصیل کے لیے دیکھئے: "الأصول العامّة للفقه المقارن" تصنيف محمد تقي الحكيم ص ١٢٢.

❷ دیکھئے: "أصول الشيعة الامامية" جلد١، ص ٣٧٤.

❸ دیکھئے: "أصول الفقه المقارن" جلد٣١، ص ٥١ - " أصول الشيعة " جلد١، ص ٣٧٤.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَلْأَحَادِيْثَ الَّتِي تَصْدُرُ عَنْهُمْ صَحِيحَةٌ دُوْنَ أَنْ يُشْتَرَطُوْا إِيْصَالَ سَنَدِهَا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ كَمَا هُوَ الْحَالُ عِنْدَ أَهْلِ السُّنَّةِ۔ " ......آئمہ اطہار (رحمہم اللہ جمیعا) کے بارے میں ہمارے ان کا معصوم عن الخطا ہونے والے عقیدے نے اُن احادیث کو صحیح کے درجہ تک پہنچا رکھا ہے کہ جو ان سے صادر ہوتی ہیں۔ ضروری نہیں کہ اُن پر ان احادیث کی سندیں نبی کریم ﷺ تک پہنچانے کی شرط عائد کی جائے، جیسا کہ اس بارے میں اہل السنہ (محدثین واہل الحدیث سلفی جماعت حقہ کے لوگوں) کا حال ہے۔"

سو، روافض کے نزدیک ''سنت'' سے مراد نبی مکرم ﷺ کی سنت نہیں ہے۔ بلکہ وہ تو اس سے ''اماموں کی سنت'' مراد لیتے ہیں اور وہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ان آئمہ اطہار کے اقوال واحکام، اللہ رب العالمین عزوجل اور نبی مکرم ﷺ کے احکام وفرامین کی طرح ہیں۔ اسی لیے اُنھوں نے اس بات کا اعتراف کر رکھا ہے کہ: یہی وہ نظریہ وعقیدہ ہے جس نے شیعہ کو سنت مطہرہ کے ساتھ ملا رکھا ہے۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں: ''قول وعمل اور تقریر (کسی کے عمل وفعل اور گفتگو پر خاموشی) میں سے جو بھی بارہ اماموں کی طرف سے صادر ہوتا ہے اُس نے امامی شیعوں کو سنت شریفہ کے ساتھ منسلک کر رکھا ہے۔'' ❷

روافض یہ بات اس مسئلہ میں اپنے ہاں دو انتہائی خطرناک اُصول وقواعد اور دو بنیادی ضابطوں کی بنا پر کرتے ہیں۔ چنانچہ عصر حاضر میں ان کے علماء میں سے ایک نے ان دونوں اصول وضوابط کی طرف اس وقت اشارہ بھی کر دیا کہ جب اُس نے ذکر کیا: ''بلاشبہ امام کا قول وحکم نبی کریم ﷺ کے قول وحکم کے قائم مقام ہوتا ہے، اس اعتبار سے کہ امام کا حکم وفرمان بندوں پر واجب الاتباع حجت ہوتا ہے اور یہ کہ بلاشبہ اُن کے آئمہ اللہ عزوجل کی طرف سے بعینہٖ آنے والے واقعی احکام کے ساتھ ہی فیصلہ کرتے اور حکم دیتے ہیں۔ اس نے یہاں واضح کیا کہ ان کے لیے یہ اُصول دو طریقوں سے متحقق ہوتا ہے۔ (۱)...... نبی مکرم ﷺ کی طرح بطریق الہام، یعنی بذریعہ وحی، یا (۲)......اپنے سے پہلے والے امام معصوم سے سیکھ کر۔'' ❸

(۲)......روافض کا عقیدہ ہے کہ اُن کے امام اللہ کے علم اور وحی کے محافظ ومنتظم ہیں:

کتاب ''الکافی'' کے مصنف نے اپنی کتاب میں ایک باب کا عنوان قائم کیا ہے: "بَابُ أَنَّ الْأَئِمَّةَ

---

❶ تفصیل کے لیے دیکھئے: تاريخ الامامية، مؤلف، عبد الله فياض ص ١٤٠.

❷ دیکھئے: محمد تقی الحکیم کی "سنة اهل البيت" ص ٩٠.

❸ دیکھئے: "أصول الشيعة الإمامية" جلد١، ص ٣٧٧.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عَلَيْهِمُ السَّلَامُ وُلَاةُ أَمْرِ اللّٰهِ وَخَزَنَةُ عِلْمِهِ. "...... یہ باب ہے اس بیان میں کہ (روافض کے) بارہ آئمہ اطہار علیہم السلام اللہ عزوجل کے حکم (دین و بادشاہی) کے منتظم و سرپرست اور اس کے علم کے رکھوالے ہیں۔" اور پھر وہاں مصنف نے اسی معنی کی وضاحت کے لیے اس باب کے تحت چھ روایات درج کی ہیں۔ اسی طرح درج ذیل عنوان کا ایک اور باب بھی ہے:"بَابُ: إِنَّ الْأَئِمَّةَ وَرِثُوْا عِلْمَ النَّبِيِّ ﷺ وَجَمِيْعَ الْأَنْبِيَاءِ وَالْأَوْصِيَاءِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ" ...... بلاشبہ تمام آئمہ اطہار نے نبی کریم محمد رسول اللہ ﷺ اور تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام جمیعا اور اپنے سے پہلے والے تمام اوصیاء کے سب علم کی وراثت حاصل کر لی تھی۔ (یعنی ان تمام حضرات گرامی قدر کا علم اُن کے پاس آ گیا تھا۔) اس باب کے تحت سات روایات درج ہیں۔ ایک تیسرا باب درج ذیل عنوان والا بھی ہے:" إِنَّ الْأَئِمَّةَ يَعْلَمُوْنَ جَمِيْعَ الْعُلُوْمِ الَّتِيْ خَرَجَتْ إِلَى الْمَلَائِكَةِ وَالْأَنْبِيَاءِ وَالرُّسُلِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ. "...... بلاشبہ تمام کے تمام آئمہ اطہار اُن سب کے سب علوم کا علم رکھتے ہیں جو تمام فرشتوں، تمام انبیاء اور سب کے سب (صاحب شریعت) رسولوں کو ملے تھے۔" اس باب کے تحت مؤلف نے چار روایات درج کی ہیں۔ [1]

روافض شیعہ نے اس موضوع پر بہت کچھ لکھا اور بیان کیا ہے، مگر ہم اسی پر اکتفاء کرتے ہوئے باقی سب کو قلم انداز کرتے ہیں۔ آئمہ اطہار کے بارے میں اس تصور کا نتیجہ یہ ہوا کہ روافض شیعہ نے اسناد کی صحت اور رجال کی چھان بین کا اہتمام نہیں کیا۔ (ہر رطب و یابس بیان کر دیا ہے۔) جیسا کہ اہل السنہ والجماعۃ کے علماءِ حدیث نے اہتمام فرمایا ہے۔ بالخصوص اس وقت کہ جب روافض شیعہ نے صحیح البخاری، صحیح مسلم اور دیگر حدیث کی معتمد علیہا ثقہ کتابوں کا سرے سے انکار ہی کر دیا تھا تو اُس وقت انھوں نے اپنی ان احادیث و روایات پر اعتماد کرنا شروع کر دیا تھا جنھیں الکلینی نے اپنی کتاب میں نقل کیا تھا۔ اس کی کتاب ''الکافی'' حدیث میں شیعہ کی کتب میں ان کے ہاں سب سے قدیم اور سب سے ثقہ کتاب شمار ہوتی ہے۔ [2]

اس کتاب کا روافض شیعہ کے ہاں جو مرتبہ و مقام ہے اس کا تصور پیش کرتے ہوئے ایک رافضی کہتا ہے: ''امامت پر ایمان رکھنے والے تمام لوگ اور جمہور شیعہ اس کتاب (الکافی) کی (باقی تمام کتابوں پر) فضیلت، اسی کتاب سے دلیل لینے، اس کی خبر و اثر کو ثقہ ماننے اور اس کے احکام پر ہی کفایت کرنے پر متفق ہیں۔ تمام شیعہ لوگ اس کتاب کا درجہ بلند ہونے اور اس کی قدر و قیمت (ان کے ہاں) بہت زیادہ ہونے میں اپنے اقرار پر سب

---

[1] تفصیل کے لیے دیکھیے: "أصول الشيعة" جلد ۱، ص ۳۸۵، ۳۸۶.

[2] تفصیل کے لیے: سالوس کی "اثر الإمامة في الفقه الجعفري وأصوله" ص ۲۷٤، ص ۲۷۵ دیکھیے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جمع و متفق ہیں اور وہ اس طرح کہ اس کتاب کا مصنف وہ ''قطب الاقطاب'' ہے کہ جس پر معروف و مشہور ثقہ حضرات کی روایات کا بالضبط دار و مدار اور آج تک اسی پر یقین کیا جاتا ہے۔ یہ کتاب امامی شیعوں کے ہاں اصول الاحادیث کی تمام کتب سے زیادہ افضل اور شان والی ہے۔ یہ بھی جان لیجیے کہ: ''الکافی'' میں (جیسا کہ ابوزہرہ کا کہنا ہے۔) جو کچھ درج ہے وہ سب کی سب ایسی روایات ہیں کہ جن کی سندیں آئمہ اطہار علیہم السلام تک پہنچتی ہیں۔ یہ بات قطعاً درست نہیں ہے کہ ہم کہیں مصنف کتاب ہذا (الکلینی) نے نبی کریم ﷺ تک پہنچنے والی کوئی سند متصلاً بیان کی ہو اور نہ ہی یہ بات درست ہے کہ وہ اس بات کا دعویٰ کرتا ہو کہ: یہ نبی کریم ﷺ کے فرامین ہیں۔ مگر صرف اس بنیاد پر یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ: ''اُن کے آئمہ کے اقوال ہی دراصل نبی کریم ﷺ کے اقوال ہیں اور یہی اللہ تبارک و تعالیٰ کا دین ہے۔ کتاب ہذا ''الکافی'' میں مصنف اکثر جو روایات درج کرتا ہے وہ امام ابوعبداللہ جعفر صادق رحمہ اللہ تک ہی موقوف ہیں۔ ان میں سے بہت کم ہیں جو ان کے والد محترم امام محمد باقر رحمہ اللہ تک پہنچتی ہوں۔ پھر ان سے بھی نہایت کم وہ روایات ہیں جو امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ تک پہنچتی ہوں اور شاذ و نادر ہی کچھ روایات ہوں گی جن کی سندیں نبی کریم محمد رسول اللہ ﷺ تک پہنچتی ہوں۔''[1]

اسی طرح "مَنْ لا یَحضُرہ الفقیہُ" نامی ایک اور بھی ان کی کتاب ہے جسے ''ابوجعفر محمد بن علی بن موسیٰ بن بابویہ'' نے جمع و تدوین سے سنوارا ہے۔ مصنف ہذا ان کے نزدیک ''الشیخ الصدوق'' کے لقب سے معروف ہے۔ یہ صاحب بھی روافض شیعہ کے ہاں ان کے بڑے علماء میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کی وفات ۳۸۱ھ کو خراسان میں ہوئی تھی۔

شیعہ کے ہاں ایک اور معتمد علیہ کتاب "تَھذِیبُ الْاحکامِ" بھی ہے اور "اَلْاِسْتِبْصَارُ فِیمَا اخْتُلِفَ مِنَ الْاَخْبار" محمد بن حسن طوسی کی۔ روافض شیعہ کی یہ کتابیں ہزار ہا اُن احادیث و روایات سے بھری پڑی ہیں کہ جن پر صحیح ہونے کا حکم لگانا ناممکن ہے۔ بلکہ ان میں سے بہت بڑا حصہ جھوٹ موٹ گھڑی گئی روایات پر مبنی ہے۔[2]

شیعہ کی آراء اور ان کے عقائد کو پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ان کتابوں میں بے بہا روایات موضوع اور جھوٹ موٹ گھڑی ہوئی ہیں۔ روافض خود اس بات کا اعتراف بھی کرتے ہیں۔ انھوں نے اپنے بعض راویوں پر جرح بھی کی ہے۔ چنانچہ معاملہ اگر اس طرح کا ہے تو اہل تشیع روافض کو چاہیے کہ وہ: امیر المومنین سیّدنا علی بن

---

[1] تفصیل کے لیے ابوزہرہ کی: "الامام الصادق" ص ۴۳۹ دیکھ لیجیے۔

[2] تفصیل کے لیے دیکھئے: "الخطوط العریضۃ" ص ۴۹۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابوطالب رضی اللہ عنہ کی وصیت کو ہی قبول کر لیں۔ آپ نے فرمایا تھا: "اَلْزِمُوْا دِیْنَکُمْ وَاهْتَدُوْا بِهَدْيِ نَبِيِّكُمْ وَاتَّبِعُوْا سُنَّتَهُ وَاَعْرِضُوْا مَا اَشْكَلَ عَلَيْكُمْ عَلَى الْقُرْآنِ، فَمَا عَرِفَهُ فَالْزِمُوْهُ وَمَا اَنْكَرَهُ فَرُدُّوْهُ ...... اپنے دین کو لازم کرلو۔ اپنے نبی کی ہدایت کے ساتھ راہنمائی حاصل کرو اور اُس کی سنت کی اتباع کرو۔ جو مسئلہ تمھیں مشکل پیش آئے اُسے قرآن پر پیش کرو، چنانچہ جس مسئلہ کو قرآن واضح کر دے اسے لازم کرلو اور جس کا وہ انکار کر دے اُسے رد کر دو۔" [1]

ان کو چاہیے کہ احکام کا فہم قرآن کریم سے حاصل کرنے اور آیات کریمہ کے معانی کو سمجھنے کے لیے امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کا طریقہ لازم پکڑ لیں۔ قرآن حکیم کے ظاہری اور واضح احکام و معانی کو لازم کر لیں اور مجمل کو مفسر پر محمول کریں اور مطلق کو مقید پر۔ ناسخ و منسوخ کی بھی رعایت کریں اور لغت عرب کا بھی لحاظ رکھیں۔ ایک نص کو دوسری نص سے سمجھنے، مشکل کے متعلق علماء کرام سے پوچھنے، آیات کی مناسبت کا علم حاصل کرنے اور عام حکم کی تخصیص کرنے کا اسلوب اختیار کریں۔ ان لوگوں کو چاہیے کہ وہ امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے سیکھیں کہ: مقامِ نبوت کا احترام کیسے کیا جاتا ہے؟

پھر انھیں چاہیے کہ اپنی کتابوں میں درج روایات کو دونوں مصادرِ شریعت؛ اللہ عزوجل کی کتاب قرآن حکیم اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مطہرہ پر پیش کریں۔ چنانچہ جو روایات ان دونوں کے موافق ہوں انھیں قبول کر لیں اور جو ان کی مخالف ہوں انھیں وہ چھوڑ بھی دیں اور ان سے اپنے پیروکاروں کو خبردار بھی کریں۔ بالخصوص وہ روایات کہ جو ان کے آئمہ کی طرف جھوٹ موٹ منسوب کی گئی ہیں۔

اس لیے کہ اللہ عزوجل کا دین حنیف تو نبی مکرم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں مکمل ہو گیا تھا۔ جیسا کہ اللہ رب العالمین کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ﴾ (المائدہ: ۳)

"آج میں نے تمھارے لیے تمھارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمھارے لیے اسلام کو دین کی حیثیت سے پسند کر لیا۔"

اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ سب کا سب دین آگے امت تک پہنچا دیا تھا جو آپ کی طرف اُتارا گیا تھا۔ اللہ عزوجل کے درج ذیل فرمان کو آپؐ نے عملاً پورا کر دیا تھا۔ فرمایا:

[1] دیکھیے: البدایة والنهایة جلد۷، ص ۲۴۶، ۳۱۹.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلرَّسُولُ بَلِّغْ مَآ أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ ۖ وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُۥ ۚ وَٱللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ ٱلنَّاسِ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَهْدِى ٱلْقَوْمَ ٱلْكَٰفِرِينَ ۝﴾ (المائدہ: ٦٧)

''اے رسول! پہنچا دے جو کچھ تیری طرف تیرے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے اور اگر تو نے نہ کیا تو تو نے اس کا پیغام نہیں پہنچایا اور اللہ تجھے لوگوں سے بچائے گا۔ بے شک اللہ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

نبی معظم محمد رسول اللہ ﷺ نے تمام دین بالکل ظاہر کھول کر بیان کر کے پہنچا دینے والا حق ادا کر دیا تھا اور تمام جہانوں پر حجت قائم کر دی تھی۔ پھر اس کا اہل ایمان، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے درمیان اعلان بھی فرما دیا تھا۔ آپ ﷺ نے اُمت میں سے کسی بھی شخص کو الگ سے شریعت مطہرہ کی کوئی بھی چیز سری طور پر چھپا کر نہیں دی تھی۔ اور پھر اللہ عزوجل نے فرما دیا ہے:

﴿ إِنَّ ٱلَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَآ أَنزَلْنَا مِنَ ٱلْبَيِّنَٰتِ وَٱلْهُدَىٰ مِنۢ بَعْدِ مَا بَيَّنَّٰهُ لِلنَّاسِ فِى ٱلْكِتَٰبِ ۙ أُو۟لَٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ ٱللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ ٱللَّٰعِنُونَ ۝ إِلَّا ٱلَّذِينَ تَابُوا۟ وَأَصْلَحُوا۟ وَبَيَّنُوا۟ فَأُو۟لَٰٓئِكَ أَتُوبُ عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنَا ٱلتَّوَّابُ ٱلرَّحِيمُ ۝﴾ (البقرہ: ١٥٩ تا ١٦٠)

''بے شک جو لوگ اس کو چھپاتے ہیں جو ہم نے واضح دلیلوں اور ہدایت میں سے اتارا ہے، اس کے بعد کہ ہم نے اسے لوگوں کے لیے کتاب میں کھول کر بیان کر دیا ہے۔ ایسے لوگ ہیں کہ ان پر اللہ لعنت کرتا ہے اور سب لعنت کرنے والے ان پر لعنت کرتے ہیں۔ مگر وہ لوگ جنھوں نے توبہ کی اور اصلاح کر لی اور کھول کر بیان کر دیا تو یہ لوگ ہیں جن کی میں توبہ قبول کرتا ہوں اور میں ہی بہت توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم والا ہوں۔'' [1]

﴿ وَمَآ أَنزَلْنَا عَلَيْكَ ٱلْكِتَٰبَ إِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ ٱلَّذِى ٱخْتَلَفُوا۟ فِيهِ ۙ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۝﴾ (النحل: ٦٤)

---

[1] یعنی ایسا کرنے والا ملعون ہے۔ البینات سے مراد واضح دلائل اور الہدیٰ سے احکامِ شریعت مراد ہیں۔ بعض نے لکھا ہے کہ دونوں سے ایک ہی مراد ہے۔ یہ آیت گو یہود کے حق میں نازل ہوئی ہے جو توریت میں ذکر کیے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے اوصاف اور شریعت کی بیان کردہ حدود کو چھپاتے تھے، لیکن اس میں ہر شخص کے لیے وعید ہے جو حق کو جانتے ہوئے کسی دنیوی مفاد کے لیے اسے چھپائے رکھتا ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: " مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ فَكَتَمَهُ أُلْجِمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِلِجَامٍ مِنْ نَارٍ . " کہ جس شخص سے کوئی مسئلہ دریافت کیا گیا اور اس نے اسے جانتے بوجھتے چھپایا تو قیامت کے روز اس کے منہ میں آگ کی لگام دی جائے گی۔ البتہ اگر کسی مسئلہ سے غلط فہمی پیدا ہوتی ہو اور عوام میں فتنہ کا خوف ہو تو ایسی صورتِ حال کے پیش نظر اسے عوام کے سامنے بیان نہیں کرنا چاہیے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اور ہم نے تجھ پر کتاب نازل نہیں کی، مگر اس لیے کہ تو ان کے لیے وہ بات واضح کر دے جس میں انھوں نے اختلاف کیا ہے اور ان لوگوں کی ہدایت اور رحمت کے لیے جو ایمان لاتے ہیں۔''

مقصود یہ ہے کہ: اللہ رب العرش الکریم کا دین تو مکمل ہو گیا تھا جس میں نہ اضافہ کیا جا سکتا ہے، نہ اس میں سے کچھ کم کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی اسے تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ اللہ عزوجل کی شریعت میں نہ ہی تو کسی نام نہاد امام کی گنجائش ہے اور نہ ہی کسی تصوراتی و خیالی امام کی۔ ❶

نبی مکرم محمد مصطفی ﷺ نے دنیا کو اس کے بعد ہی چھوڑا تھا کہ جب آپ تمام کے تمام دین حنیف کو اللہ کے بندوں تک پہنچا چکے تھے اور آپ نے مکمل دین اسلام کی وضاحت بالکل اسی طرح فرما دی تھی کہ جس طرح آپ کے رب نے آپ کو حکم فرمایا تھا۔ چنانچہ آپ نے فرمایا:

((قَدْ تَرَكْتُكُمْ عَلَى مِثْلِ الْبَيْضَاءِ، لَيْلُهَا كَنَهَارِهَا لَا يَزِيغُ عَنْهَا بَعْدِيْ إِلَّا هَالِكٌ، وَقَالَ أَبُوْذَرٍ رضی اللہ عنہ: لَقَدْ تَرَكَنَا مُحَمَّدٌ ﷺ وَمَا يُحَرِّكُ طَائِرٌ جَنَاحَيْهِ فِي السَّمَاءِ إِلَّا ذَكَرَ لَنَا مِنْهُ عِلْمًا.)) ❷

''اللہ کی قسم! میں نے تم لوگوں کو ایسی روشن شریعت پر چھوڑا ہے کہ اس کی رات بھی اس کے دن کی طرح ہے۔ میرے بعد اس شریعت مطہرہ سے وہی ٹیڑھ پن اختیار کرے گا جو اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے والا ہوگا۔ جناب ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہمیں اللہ کے رسول، محمد بن عبداللہ ﷺ نے اس حال میں چھوڑا تھا (اور آپ دنیا سے اس حالت میں رخصت ہوئے تھے۔) کہ فضا میں کوئی پرندہ بھی اگر اپنے پروں کو حرکت دیتا تھا تو آپ ہمیں ضرور اس سے متعلق علم کو بیان فرماتے تھے۔''

❀❀❀❀❀❀

---

❶ تفصیل کے لیے دیکھئے: ابن حزم کی ''المحلی'' اور ''أصول الشیعة الامامیة'' جلد ۱، ص ۳۹۸۔

❷ هذا المعنى صحيح الألباني رحمه الله معظمه۔ فانظر مقدمه سنن ابن ماجه حديث: ۴۳، ۵۔ ومسند الامام احمد: ۱۲۶/۳، ۱۵۳/۵۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آٹھویں فصل

روافض شیعہ کے ہاں ''تقیہ'' کا حکم

ا...... روافض شیعہ کے ہاں ''تقیہ'' کی تعریف:

ان کا شیخ ''المفید'' کہتا ہے: حق کو چھپانے، اس کی آڑ میں عقیدہ پر پردہ ڈالے رکھنے، مخالفین سے چھپے رہنے اور مسلمانوں کے جذبے کہ اظہار واعلان کو چھوڑے رکھنے کا نام تقیہ ہے کہ جس اظہارِ جذبہ وارائے کے پیچھے دین ودنیا میں تکلیف، دکھ پہنچنے کا خطرہ ہو۔ ❶

بارھویں صدی ہجری والے ان کے بڑے علماء میں شمار ہونے والا ایک عالم یوسف البحرانی کہتا ہے:

''تقیہ'' سے مراد ومطلوب؛ ڈر کی وجہ سے جس جس چیز کے بارے میں مخالفین (اہل ایمان، مسلمان) اپنا دین ظاہر کرتے ہیں اس سے موافقت کا اظہار ہوتا ہے۔'' ❷

آیۃ اللہ خمینی کہتا ہے: ''تقیہ کا معنی یہ ہے کہ: ''آدمی حقیقت وواقع کے برعکس کوئی بات کہے یا کوئی ایسا عمل کرے جو شریعت کی حیثیتوں کو توڑنے والا ہو۔ اور ایسا وہ اپنے خون، اپنی عزت اور اپنے مال کی حفاظت کے لیے کرے۔'' ❸

زمانے کے مختلف اوقات میں روافض شیعہ کے بڑے علماء میں سے تین کی ''تقیہ'' کے حوالے سے یہ تعریفیں تھیں جو اُن سے صادر ہوئیں۔ اُن کے ہاں تقیہ کے بارے میں یہ تعریفیں چار مرکزی احکام کے اردگرد گھومتی ہیں اور وہ چار بنیادی ومرکزی احکام درج ذیل ہیں:

ا...... تقیہ کا معنی یہ ہے کہ انسان کسی دوسرے شخص یا عام وخاص لوگوں کے درمیان اُس نظریہ وعقیدہ کے خلاف ظاہر کرے جو اُس کے باطن میں ہے۔

ب...... تقیہ کا ہتھیار مخالفین کے خلاف استعمال کیا جاتا ہے اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ اس عموم میں تمام مسلمان شامل ہیں۔

---

❶ دیکھئے: ''تصحیح الاعتقاد'' ص ۱۱۵.

❷ دیکھئے: ''الکشکول'' جلد۱، ص ۲۰۲.

❸ دیکھئے: ''کشف الاسرار'' ص ۱۴۷.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ج ...... تقیہ اس چیز میں ہوتا ہے کہ جس چیز کو مخالفین دینی اُمور میں سے شمار کرتے ہوں۔

د ...... تقیہ اپنے دین یا جان یا مال کے بارے میں خوف کے وقت اختیار کیا جاتا ہے۔

یہ وہ چار احکام ہیں کہ روافض شیعہ کے ہاں ان کے اردگرد ''تقیہ کا عقیدہ'' گھومتا ہے۔ ❶

۲...... روافض شیعہ کے نزدیک تقیہ کا درجہ و مقام:

شیعہ روافض کے نزدیک تقیہ نہایت عظیم اور بہت ہی بلند درجہ و مقام رکھتا ہے۔ اُن کی اُمہات الکتب (ان کے نزدیک عظیم درجہ و مقام والی بڑی بڑی کتابوں) میں بے بہا ایسی روایات و عبارات موجود ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں۔ چنانچہ کلینی وغیرہ نے امام جعفر صادق رحمہ اللہ سے (جھوٹ موٹ، من گھڑت) روایت درج کی ہے کہ اُنھوں نے فرمایا: ''اَلتَّقِيَّةُ مِنْ دِيْنِيْ وَدِيْنِ آبَائِيْ ، وَلَا إِيْمَانَ لِمَنْ لَا تَقِيَّةَ لَهُ ...... تقیہ میرا اور میرے آباء کا دین ہے اور جس کے پاس تقیہ (کا ہتھیار) نہیں اُس کا کوئی ایمان نہیں۔'' ❷

اور امام ابوعبداللہ (جعفر صادق) رحمہ اللہ سے یہ بھی مروی ہے کہ اُنھوں نے فرمایا: ''دین کے دس حصوں میں سے نو حصے تقیہ میں ہیں اور جس کے ہاں تقیہ نہیں، اُس کا کوئی دین (قابل قبول) نہیں ہے۔ نبیذ اور موزوں پر مسح کے علاوہ ہر چیز میں تقیہ ہے۔'' کتاب ''المحاسن'' میں حبیب بن بشیر کے واسطہ سے جناب امام ابوعبداللہ جعفر الصادق رحمہ اللہ کا قول یوں درج ہے۔ فرمایا: ''نہیں اللہ کی قسم! میرے نزدیک روئے زمین پر تقیہ سے بڑھ کر کوئی چیز زیادہ محبوب و پسندیدہ نہیں ہے۔ اے حبیب بن بشیر! جس کے پاس تقیہ ہے اللہ اُس کو بلند کر دے گا اور اے حبیب! جس کے پاس تقیہ نہیں ہے اللہ تعالیٰ اُس کو رسوا کر دے گا۔''

کتاب ''امالی الطّوسی'' میں ہے کہ امام جعفر الصادق رحمہ اللہ نے فرمایا: ''جو شخص تقیہ کو لازم نہیں پکڑتا اور رعیت کے گھٹیا درجہ والے لوگوں سے ہمیں محفوظ نہیں رکھتا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ ان کی کتاب ''الاصول الاصلیہ'' میں داؤد الصرمی کے مسائل میں سے ایک مسئلہ یوں بھی درج ہے کہ امام علی بن محمد (الباقر) نے فرمایا؛ اے داؤد! اگر میں تم سے یوں کہوں: ''تقیہ کو چھوڑنے والا بالکل نماز کو چھوڑنے والے کی طرح ہے۔'' تو میں اس بات میں ضرور سچا ہوں۔ امام محمد الباقر رحمہ اللہ سے پوچھا گیا: لوگوں میں سب سے زیادہ مکمل آدمی کون ہوتا ہے؟ فرمایا: وہ سب لوگوں سے زیادہ تقیہ کا علم رکھنے والا ہو اور اپنے (روافض شیعہ) بھائیوں کے حقوق کے لیے

---

❶ تفصیل کے لیے دیکھئے: "بذل المجهود" جلد۲، ص ٦٣٨.

❷ دیکھئے: "أصول الكافي" جلد۲، ص ۲۱۹ والمحاسن ص ۲٥٥.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سب سے زیادہ (جھوٹ، سچ) فیصلے کرنے والا ہو۔'' ❶

امام محمد الباقر رحمہ اللہ کی یہ روایت بھی شیعہ کی کتب میں درج ہے کہ انھوں نے فرمایا: ''ہمارے گروہ (شیعہ) میں سے اعلیٰ فضیلت والے آئمہ کے اعلیٰ ترین اخلاق میں سے تقیہ کا استعمال بھی تھا۔'' ❷

مذکور بالا تمام روایات شیعہ روافض کے ہاں تقیہ کی عظمت شان پر دلالت کر رہیں اور تقیہ کا ان کے دین میں بہت بڑے مرتبہ کو بیان کرتی ہیں۔ رافضی شیعوں کے ہاں تقیہ، دین کے اہم ترین اصولوں میں سے ہے۔ چنانچہ ان کے ہاں جو شخص تقیہ پر ایمان رکھتے ہوئے اسے اختیار نہیں کرتا اُس کا نہ کوئی ایمان نہ ہے اور نہ کوئی دین۔ ان کے نزدیک تقیہ کو چھوڑنے والا نماز کو ترک کرنے والے کی طرح ہے۔ بلکہ تقیہ ان کے ہاں تمام کے تمام ارکان اسلام سے افضل ہے۔ دین کے دس حصوں میں سے ۹ حصے صرف تقیہ (جھوٹ) میں ہی سموئے ہوئے ہیں۔ جبکہ باقی تمام کے تمام ارکانِ اسلام اور فرائض و واجبات دسویں حصے میں پائے جاتے ہیں۔ ❸

کتاب ''الکافی'' کے مصنف نے اس کتاب کے "بـاب التقيه" میں بہت ساری روایات ذکر کی ہیں۔ اسی طرح اُس نے "بـاب الـكـتـمان" اور "بـاب الإذاعة" قائم کر کے ان کے نیچے بھی تقیہ کے حق میں جھوٹ موٹ روایتیں اور عبارتیں درج کی ہیں۔ ❹

اسی طرح مجلسی نے اپنی کتاب ''بحار الانوار'' میں " باب التقيّة والمداراة " قائم کر کے اس کے نیچے ایک سو (جھوٹی اور موضوع) روایات درج کی ہیں۔ ❺

۳......تقیہ کے بارے میں اس غلو کا سبب:

غلو کا یہ سبب درج ذیل چند اُمور کی طرف پلٹتا ہے۔

(۱)...... رافضی شیعہ پہلے تینوں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی خلافت کو باطل مانتے ہیں۔ روافض کے ہاں خلفائے راشدین المہدیین رضی اللہ عنہم اور جن لوگوں نے ان کی بیعت کی تھی، سب کفار شمار ہوتے ہیں۔ حالانکہ سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ نے تینوں خلفائے راشدین سادات ابوبکر بن ابوقحافہ، عمر بن خطاب اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم

---

❶ تفصیل کے لیے دیکھئے: اصول الكافي، ۲/۲۱۹۔ المحاسن ص ۲۵۵۔ أصول الكافي ۲/۲۱۷۔ بذل المجهود ۲/۲۳۶۔ المحاسن للبرقي، ص۲۵۷۔ الأمالي للطوسي ص ۲۸۷۔ الأصول الأصلية عبد الله شبر، ص ۳۲۰، ص ۳۲٤۔

❷ دیکھئے: الاصول الاصلية ص ۳۲٤.

❸ دیکھئے: "بذل المجهود" جلد۲، ص ٦۳۷.

❹ دیکھئے: أصول الكافی جلد۲، ص ۲۱۷، ۲۲۱، ۳٦۹.

❺ دیکھئے: "بحار الأنوار" جلد۷۵، ص ۳۹۳، ٤٤۳:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے بیعت بھی کی تھی، ان کے پیچھے نمازیں بھی پڑھی تھیں، ان کے ہمراہ جہاد بھی کیا تھا (سب کے ادوار میں بڑی بڑی ذمہ داریوں پر بھی رہے۔) بلکہ آپ کرم اللہ وجہہ نے اپنی بیٹی اُمّ کلثوم کی شادی سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کی تھی۔ اسی طرح آپ کرم اللہ وجہہ سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ جہاد فی سبیل اللہ میں بھی چلے تھے اور پھر جب آپ کے سپرد خلافت والا معاملا کر دیا گیا تو آپ بالکل اسی نہج پر چلے جس نہج وطریق پر آپ کرم اللہ وجہہ سے پہلے والے تینوں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم چل رہے تھے۔ آپ نے اس میں سے کسی چیز کو بھی تبدیل نہ کیا جسے سادا تنا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما نے عملاً اپنا رکھا تھا۔ ان ساری باتوں کا اعتراف خود روافض شیعہ کی کتابیں بھی کرتی ہیں۔ یہی بات اساسی و اُصولی طور پر شیعہ کے مذہب کو باطل کر دیتی ہے۔ چنانچہ اُنھوں نے ان کو گھیرے میں لینے والے اس تناقض سے نکلنے کے لیے ''نظریۂ تقیہ'' کا سہارا لیا ہے۔ [1]

انھوں نے اس ''نظریۂ تقیہ کے آغاز'' کو اپنے تاریخی واقعات کی وضاحت وتشریح کے لیے استعمال کیا ہے۔ چنانچہ انھوں نے پہلا جھوٹ یہ گھڑا کہ: سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا جناب ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں خاموش رہنا ''تقیہ'' کی بنا پر تھا۔ پھر سیّدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کا جناب امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کے حق میں خلافت سے دستبردار ہو جانا بھی ''نظریۂ تقیہ'' کے تحت تھا اور ان کے اماموں کا خود کو پوشیدہ اور مخفی رکھنا بھی اُن کی طرف سے ''تقیہ'' کی بنا پر تھا۔ اس طرح ان تمام واقعات کی توضیح وتشریح کر کے ان کی حقیقت کو تقیہ کے ساتھ بدل دینا قطعی طور پر ممکن ہے، کہ جو تاریخی واقعات اُن کے عقیدہ سے ٹکراتے ہوں۔ [2]

(ب)...... آئمہ اطہار رضی اللہ عنہم کی معصومیت کا عقیدہ......: روافض شیعہ نے اپنے آئمہ اطہار رحمہم اللہ کا معصوم عن الخطاء والا نظریہ وعقیدہ قائم کر رکھا ہے کہ وہ حضرات گرامی قدر نہ ہی تو کسی سہو کا شکار ہوتے تھے، نہ ہی وہ کوئی خطا کرتے تھے اور نہ ہی وہ بھولتے تھے۔ جبکہ یہ دعویٰ بالکل اُس حقیقت کے خلاف ہے کہ جو اُن کے حال سے متعلق معلوم ہے۔ حتیٰ کہ آئمہ اطہار رضی اللہ عنہم سے متعلق خود روافض شیعہ کی اپنی روایات ایک دوسری سے بالکل مختلف اور ایک دوسری سے ٹکرانے والی ہیں۔ یہاں تک کہ ان میں سے کوئی بھی خبر و روایت ایسی نہیں پائی جاتی مگر یہ ہے کہ اس کی مخالف روایت وخبر ضرور اُن کے ہاں موجود ہے۔ جیسا کہ اس بات کا اعتراف ان کے بڑے عالم طوسی نے کر رکھا ہے۔ [3]

---

[1] تفصیل کے لیے دیکھیے: ''أصول الشیعة الإمامیة'' جلد۲، ص ۹۸٤.

[2] تفصیل کے لیے دیکھیے: ''دراسات عن الفرق فی تاریخ المسلمین'' ص ۲۱۷.

[3] تفصیل کے لیے دیکھیے: ''أصول الشیعة الإمامیة'' جلد۲، ص ۹۸۵.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہی بات اصل میں ''عصمت و معصومیت عن الخطا'' کے مبدأ کو توڑنے کے لیے کافی ہے۔ مگر ان لوگوں نے ''تقیہ کا نظریہ'' قائم کر کے اس تناقض و اختلاف سے برأت حاصل کرنے اور آئمہ اطہار رضی اللہ عنہم پر جھوٹ باندھنے والے عمل شنیع پر پردہ ڈالنے کے لیے اس نظریہ کا سہارا لیا ہے۔

''الکافی'' کا مصنف روایت کرتا ہے کہ: ''منصور بن حازم نے بیان کیا؛ میں نے امام ابوعبد اللہ جعفر صادق (علیہ السلام) سے پوچھا: سیّدنا! کیا بات ہے، میں آپ سے کوئی مسئلہ پوچھتا ہوں اور آپ اس کا مجھے کوئی جواب دیتے ہیں۔ پھر میرے علاوہ آپ کے پاس کوئی دوسرا شخص آتا ہے اور وہی مسئلہ پوچھتا ہے تو آپ اسے بالکل ہی کوئی دوسرا جواب دیتے ہیں؟ تو آپ رحمہ اللہ نے فرمایا: ہم لوگوں کو کمی بیشی کر کے جواب دیا کرتے ہیں۔'' ❶

یہاں پر الکافی کا شارح مازندانی لکھتا ہے: یعنی تقیہ کرتے ہوئے حکم کی زیادتی بیان کرنا اور عدم تقیہ کے وقت اس میں کمی بیان کرنا مراد ہے۔ یہ بات امام محترم کے نسیان وجہل کے لیے دلیل پکڑنے میں قطعاً مفید نہیں ہے۔ بلکہ یہ سب کچھ اُن کے علم کی بنا پر تھا کہ اُن کے کلام کا مختلف فیہ ہونا اُن کے لیے زیادہ درست اور اُن کی بقا کے لیے زیادہ نفع بخش تھا۔ اس لیے کہ اگر وہ اپنے فتاویٰ و بیانات میں ایک جیسے رہتے تو وہ ''تشیع'' کے ساتھ پہچان لیے جاتے اور یہ بات ان کے اور باقی آئمہ اطہار علیہم السلام کے قتل کا سبب بن جاتی۔ ❷

(ج)......تقیہ کے ذریعے آئمہ اطہار رضی اللہ عنہم پر جھوٹ باندھنے والوں کی مہم کو آسان کرنا......: اس نظریہ تقیہ کا ایک مقصد؛ مذہب اہل بیت کی حقیقت کو اندھیرے میں رکھنے کی پوری پوری کوشش بھی ہے اور وہ اس طرح کہ ''تقیہ کے مبدا کو ایجاد کرنے والے'' اپنے پیروکاروں کو اس وہم میں مبتلا کیے رکھتے ہیں کہ: جو کچھ وہ آئمہ اطہار سے نقل کرتے ہیں اور اس ضمن میں جو کچھ عام و شائع ہو جائے یہی اُن کا مذہب ہے۔ پھر یہ کہ ان کے آئمہ اطہار (رحمہم اللہ) جو کچھ عامۃ المسلمین کے سامنے بیان کرتے اور عملی طور پر اختیار کرتے ہیں وہ ان کے مذہب کی اصل تصور نہیں ہوتا۔ بلکہ بلاشبہ وہ تو ایسا ''تقیہ'' کے طور پر کرتے ہیں تاکہ ان کے پیروکاروں (روافض شیعہ) پر اپنے آئمہ کے اقوال و افعال کو جھوٹ موٹ بیان کرنے اور ان کے بارے میں سازش کرنے کے لیے اس حیلے کے ساتھ آسانی ہو جائے۔ اسی طرح ان آئمہ اطہار رحمہم اللہ جمیعاً سے باسناد صحیحہ جو کچھ حق بیان کیا جاتا ہے اُسے جھٹلانے میں معاملہ سہل ہو جائے۔ مثال کے طور پر آپ دیکھیں گے کہ؛ یہ روافض شیعہ آئمہ اطہار سادا تنا ابوجعفر

❶ اصول الکافی جلد: ۱، ص: ٦٥.

❷ دیکھئے: "شرح جامع للمازندانی" جلد: ۱، ص: ٦٥.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محمد الباقر اور ابو عبد اللہ جعفر الصادق رحمہما اللہ کے اُس کلام و گفتگو اور مسائل کے بیان کا سرے سے ہی ردّ کر لیتے ہیں جو اُنھوں نے مسلمانوں کے بھرے مجمع میں بیان کیے تھے یا پھر ان عبارتوں کو تقیہ کا سہارا لے کر سرے سے مانتے ہی نہیں ہیں کہ جنھیں اہل اسلام کے عادل وثقہ راویوں نے ان آئمہ کرام سے نقل کیا ہو۔ دلیل ان روافض کی یہ ہوتی ہے کہ: اس بیانِ روایت و گفتگو کے وقت وہاں بعض اہل السنہ والجماعۃ کے لوگ موجود تھے۔ اس لیے وہ کہہ دیتے ہیں کہ امام صاحب نے یہاں تقیہ اختیار فرمایا تھا۔ دوسری طرف جس روایت و عبارت کو نقل کرنے میں ان کے جھوٹے راوی بالکل منفرد ہوں اسے وہ من وعن قبول کر لیتے ہیں۔ (اس ضمن میں جابر الجعفی کی مثالیں موجود ہیں۔)

وضو میں پیروں کے دھونے کا مسئلہ:

یہاں ایک مسئلہ پر ذرا غور کیجیے گا: جیسا کہ اثنا عشری شیعوں کی کتابوں میں بھی درج ہے کہ: اہل بیت کے ایک امام سیّدنا زید بن علی (بن حسین بن علی بن ابو طالب) اپنے دادا امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہم جمیعاً سے روایت کرتے ہیں کہ: "آپ کرم اللہ وجہہ نے اپنے دونوں پیر وضو والے برتن میں دھوئے۔" لیکن روافض جسے اپنا "شیخ الطائفہ" مانتے ہیں وہ نہ ہی تو اس روایت کو لیتا ہے اور نہ ہی وہ تقیہ کے علاوہ کسی چیز کو اس ضمن میں دلیل مانتا ہے کہ جسے حجت مانا جائے۔ چنانچہ وہ کتاب "الاستبصار" میں سیّدنا زید بن علی کی روایت عن جدہ سیّدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کو سرے سے ردّ کیے ہوئے ہے۔ اس روایت میں ہے کہ: سیّدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں؛ میں بیٹھ کر وضو کرنے لگا کہ اسی دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے، اس وقت میں نے وضو کی ابتدا ہی کی تھی...... الخ۔ واقعہ بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں: "وَغَسلتُ قَدَمَيَّ، فَقَالَ لِيْ: يَا عَلِيُّ! خَلِّلْ بَيْنَ الْأَصَابِعِ وَلَا تخلل بِالنَّارِ ...... اور پھر میں نے آخر میں اپنے دونوں پیر دھوئے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے علی! اپنی (پیروں کی) انگلیوں کے درمیان خلال ضرور کرو۔ ان کو آگ کا خلال کرنے کے لیے نہ چھوڑ دینا۔"[1]

(روافض کے ہاں وضو میں پیروں کا دھونا شامل نہیں ہے۔) چنانچہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ: سیّدنا علی رضی اللہ عنہ اپنے وضو میں اپنے دونوں پیروں کو دھویا کرتے تھے اور یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کرم اللہ وجہہ کو اس بات کی تاکید فرمائی تھی کہ آپ پیر دھوتے وقت اپنی پیروں کی انگلیوں کا خلال بھی کیا کریں۔ مگر اس ضمن میں روافض شیعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی راہنمائی کی بالصراحت مخالفت کرتے ہیں اور اس طرح کی

[1] دیکھیے: "الاستبصار" جلد ۱، ص ۶۵، ۶۶۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بے بہا روایات کی طرف قطعاً ملتفت نہیں ہوتے، اگرچہ اُن کی اپنی کتب میں آئمہ اہل البیت کی روایات ہی درج کیوں نہ ہوں اور ان روایات کے ذریعے مسائل کیوں نہ بتلائے گئے ہوں۔ نہ ہی ان روایات کے معاملے اور ان کو پڑھنے کے متعلق شیعہ کے علماء و مولوی بذاتِ خود سوچ و بچار کرنے کی تکلیف اٹھاتے ہیں۔ بس اُن کے نزدیک تو ایسے تمام معاملات میں ایک ہی تیار شدہ دلیل ''تقیہ'' کی موجود ہے۔ ❶

اسی لیے ان کا شیخ طوسی (دین کے ہر معاملے کو رَدّ کرنے کے لیے) کہہ دیتا ہے: یہ خبر و روایت عامہ المسلمین (اہل السنہ والجماعۃ) کے موافق ہے۔ (اسی لیے یہ حجت نہیں ہو سکتی۔) جبکہ ہمارے پاس تو ''تقیہ کا گھاٹ'' موجود ہے۔ (ہم تو اسی گندے گھاٹ سے سیرابی حاصل کرنے والے لوگ ہیں۔) اس لیے کہ ہمارے آئمہ کرام علیہم السلام کے مذہب سے جو بات نہایت واضح ہے اور جس سے شک و شبہ غلطاں و پیچاں نہیں ہوتا وہ ہے: ''قدموں پر مسح'' کا حکم و قول۔'' اس کے بعد طوسی کہتا ہے: اس روایت و خبر کے تمام راوی عامۃ المسلمین سے تعلق رکھنے والے تھے۔ اسی طرح فرقہ زیدیہ کے راوی اور جو بھی اس روایت کے ساتھ مختص لوگ ہیں ان کی بیان کردہ اس روایت پر عمل نہیں ہو سکتا۔ ❷

مسئلہ نکاح:

روافض کو متعہ کے حرام ہونے والی روایات بھی پہنچ چکی ہیں۔ چنانچہ اُن کی کتابوں میں سیّدنا زید بن علی (زین العابدین بن حسین رضی اللہ عنہم) کی روایت بواسطہ اُن کے آباء کے درج ہے کہ امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حَرَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَوْمَ خَيْبَرَ لُحُوْمَ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَةِ وَنِكَاحَ الْمُتْعَةِ ...... رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ خیبر کے سفر میں گھریلو گدھوں کا گوشت کھانے اور متعہ کے نکاح کو حرام کر دیا تھا۔'' ❸

روافض شیعہ کا ایک بڑا عالم الحر العاملی کہتا ہے: میں کہتا ہوں: اس حکم کو شیخ طوسی اور دیگر علماء شیعہ نے تقیہ پر محمول کیا ہے۔ یعنی انھوں نے روایت بیان کرنے میں تقیہ سے کام لیا ہے۔ اس لیے کہ امامیہ شیعہ کے مذہب میں متعہ کا جائز ہونا اس مذہب کی ضروریات میں سے ہے۔ ❹ (مگر یہ کس قدر بے انصافی کی بات ہے کہ روایت مذکور بالا میں حرام کردہ دو چیزوں میں سے ایک کو تقیہ اور ضرورت کا سہارا لے کر حلال کر لیا جائے اور دوسری کو حرام ہی رہنے دیں۔ اگر روافض کے ہاں متعہ حلال بلکہ بڑی ہی فضیلت والا عمل ہے تو پھر ان کو گدھے بھی پکا کر کھانے چاہئیں۔)

---

❶ دیکھئے: ''أصول الشيعة الإمامية'' جلد ٢، ص ٩٨٧.

❷ دیکھئے: ''الإستبصار'' جلد ١، ص ٦٥، ٦٦.

❸ دیکھئے: طوسی کی ''تهذيب الأحكام'' جلد ٢، ص ١٨٤.

❹ دیکھئے: ''وسائل الشيعة'' جلد ٧، ص ٤٤١.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میراث کی تقسیم والا مسئلہ:

اثنا عشری امامی شیعہ کے نزدیک کوئی بھی عورت اپنے مورث کی غیر منقولہ جائداد، گھروں اور زمینوں میں سے کسی بھی چیز کی وارث نہیں بن سکتی۔ ❶ مگر جب آئمہ اطہار رحمہم اللہ کی طرف سے جب ان لوگوں کے پاس نص آ جائے کہ جو ان کے اس نظریہ کی مخالفت کر رہی ہو...... جیسا کہ ابو یعقوب کی روایت ہے کہ میں نے جناب امام ابو عبداللہ جعفر صادق علیہ السلام سے مرد کے بارے میں سوال کیا؛ کیا وہ اپنی بیوی کے گھر کا وارث بن سکتا ہے؟ یا اُس کی زمین میں سے کسی بھی چیز کا؟ یا وہ اس مسئلہ میں بمنزلت (مثل) عورت کے ہوگا اور وہ اُس کے ترکہ میں سے کسی بھی چیز کا وارث نہ بن سکے گا؟ تو آپؒ نے فرمایا: مرد، عورت کا وارث بنے گا اور وہ مرد کی وارث بنتی ہے۔ دونوں ایک دوسرے کے وارث بنتے ہیں ہر اُس چیز میں کہ جو بھی وہ چھوڑ کر مریں۔ ❷

اس پر اُن کا شیخ طوسی کہتا ہے: ہم اس مسئلہ کو تقیہ پر محمول کرتے ہیں۔ اس لیے کہ اس مسئلہ میں اُن سب لوگوں کی مخالفت کی جائے گی جو ہماری مخالفت کرتے ہیں۔ اس مسئلہ میں مسلمانوں میں سے کوئی بھی ہماری مخالفت نہیں کرتا اور جو کوئی مسئلہ بھی اسی راہ پر ہوگا اس میں تقیہ جائز ہے۔ (یعنی تقیہ کے نام پر قرآن و سنت والے مکمل دین حنیف کی مخالفت کرو۔) ❸

(د)...... مبدأ تقیہ کو وضع کرنے کا چوتھا سبب روافض شیعہ کو اہل اسلام سے الگ کرنا ہے:

اسی لیے ان روافض کی روایتیں (اور منقول عبارتیں) اسی منہج و طریقے پر اُن کی کتابوں میں مذکور ہیں۔ چنانچہ ان کے امام ابو عبداللہ جعفر صادق رحمہ اللہ فرماتے ہیں: (اور یہ عبارت اُن کی طرف جھوٹ موٹ منسوب کی گئی ہے۔) لوگوں (اہل السنہ والجماعۃ) کے کسی قول و رائے کے مشابہ کوئی چیز تم مجھ سے جو سنتے ہو تو اس میں تقیہ ہوتا ہے۔ اور اگر تم مجھ سے کوئی ایسی بات (حکم، رائے یا فرمان) سنو کہ جو عامۃ المسلمین (اہل السنہ والجماعۃ) کے قول و حکم سے مشابہ نہ ہو تو پھر اس میں تقیہ نہیں۔ ❹

شیعہ کے نزدیک تقیہ کے عقیدہ و نظریہ کے آثار میں سے آئمہ اطہار رضی اللہ عنہم کے مذہب کو دراصل ضائع کرنا تھا۔ حتیٰ کہ ان کے بڑے بڑے علماء اپنے اکثر اقوال میں یہ تک خود تمیز نہیں کر سکتے کہ ان میں سے تقیہ کون سا ہے اور حقیقت کونسی؟ اس کے لیے انھوں نے اپنی خاطر ایک میزان (مسائل و دین کی جانچ پڑتال کرنے والا آلہ)

---

❶ تفصیل کے لیے دیکھیے: "الإستبصار للطوسی" جلد ٤، ص ١٥١، ١٥٥.

❷ دیکھیے: مصدر سابق جلد ٤، ص ١٥٤.

❸ ایضاً ص ١٥٥۔

❹ دیکھیے: بحار الأنوار جلد ٢، ص ٢٥٢.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وضع کیا ہے جس نے مذہب کو دائرۂ غلو کی طرف دھکیل دیا ہے اور وہ یہ ہے کہ: "جو بھی عقیدہ و مسئلہ عامۃ المسلمین (اہل السنہ والجماعۃ) کی مخالفت کرے اُسی میں ان کے لیے شیعیت کی طرف مکمل راہنمائی ہے۔" [1]

یوسف البحرانی اپنی کتاب "الحدائق الناضرہ" میں لکھتا ہے: اس نظریۂ تقیہ کی وجہ سے اہل تشیع اپنے دین کے بہت ہی کم احکام کا علم حاصل کر سکے ہیں۔ اس لیے کہ ان کے دین شیعیت کی روایات و عبارات تقیہ کی اخبار سے خلط ملط ہو گئی ہیں۔ (یعنی پتہ ہی نہیں چلتا ہے کہ سچ کیا ہے اور جھوٹ کیا؟) بعینہٖ اُن کے ثقۃ الاسلام محمد بن یعقوب الکلینی نے بھی اپنی جامع کتاب "الکافی" میں اسی طرح کا اعتراف کیا ہے اور پھر اُس نے بالآخر اس کا حل اس طرح پیش کیا ہے کہ اُس نے مرویات و آثار کے باہمی تعارض کے وقت روایت شدہ ترجیحات پر عمل کرنے کے لیے اُنھیں پار کر جانے کا خاکہ پیش کیا ہے اور صرف آئمہ و ابرار رضی اللہ عنہم کے لیے ہی ردّ و تسلیم کا حق رکھنے کی گزارش کی ہے۔ [2]

اور جہاں تک حقیقت و تقیہ کے درمیان تطبیق دینے کا تعلق ہے تو یہ بات نہایت ہی بین و واضح ہے کہ: حالت ضرورت کے تحت بھی ان کے ہاں تقیہ غیر مربوط و غیر منظم ہوتا ہے۔ یوسف البحرانی نے (الحدائق الناضرہ میں) اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ: اگرچہ آئمہ ابرار و اطہار علیہم السلام کے پاس ان لوگوں (اہل السنہ والجماعۃ کے سلفی العقیدہ والمنہج حضرات) میں سے کوئی بھی نہیں ہوتا تھا مگر پھر بھی وہ احکام و مسائل میں خود ہی اختلاف کر جاتے تھے۔ چنانچہ آپ دیکھتے ہوں گے کہ وہ حضراتِ عالی مقام علیہم السلام ایک ہی مسئلہ میں کئی ایک جوابات سے نواز دیا کرتے تھے۔ چاہے ان مسائل کے متعلق مخالفین میں سے کسی نے کچھ کہا ہو یا نہ کہا ہو۔ [3]

۴: سلفی منہج و عقیدہ والے حضرات گرامی قدر اہل السنہ والجماعۃ کے نزدیک تقیہ کا مفہوم:

اغلب و عمومی طور پر اسلام میں تقیہ کا مفہوم کفار کے ساتھ معاملہ کرنے میں مستعمل ہے، جیسے کہ اللہ عزوجل کا ارشاد گرامی ہے:

﴿لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكٰفِرِينَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِي شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقٰىةً ۗ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۗ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيرُ ۝﴾ (آل عمران: ۲۸)

---

[1] دیکھئے: اصول الشیعۃ الامامیۃ جلد ۲، ص ۹۸۹۔

[2] تفصیل کے لیے دیکھئے: یوسف البحرانی کی "الحدائق الناضرہ" جلد ۱، ص ۵۔

[3] دیکھئے: المصدر السابق۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"ایمان والے مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست مت بنائیں اور جو ایسا کرے گا وہ اللہ کی طرف سے کسی چیز میں نہیں مگر یہ کہ تم ان سے بچو، کسی طرح بچنا اور اللہ تمھیں اپنے آپ سے ڈراتا ہے اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔" ❶

امام ابوجعفر محمد بن جریر الطبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: (سورۃ آل عمران کی) اس آیت کریمہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے جس تقیہ کا ذکر فرمایا ہے، یہ صرف کفار کے ساتھ ایسا کرنا ہے، ان کے علاوہ کسی اور مومن و مسلمان سے نہیں۔ ❷

اس لیے بعض سلف صالحین کی رائے یہ تھی کہ جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو دنیا میں معزز و مشرف کر دیا اور اسے غلبہ فرما دیا تو اس کے بعد تقیہ کی ضرورت نہیں رہی۔ چنانچہ سیّدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور امام مجاہد رحمہ اللہ فرماتے

---

❶ اس آیت میں کفار کے ساتھ موالات اور دوستی رکھنے سے منع فرمایا ہے اور اس پر سخت وعید سنائی ہے۔ صرف بچاؤ اور تدبیر سلطنت کی حد تک ظاہری طور پر اظہار موالاۃ کی اجازت دی ہے بشرطیکہ یہ اظہار دل میں نفرت کے ساتھ ہو۔ سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں تقیہ صرف زبان سے اظہار کی حد تک جائز ہے نہ کہ عمل سے۔ نیز سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بعض یہودی رؤسا نے انصار کے ایک گروہ سے تعلقات قائم کر رکھے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ کسی موقع پر ہم ان کو دین اسلام سے پھیرنے میں کامیاب ہو جائیں گے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ دراصل یہ اور اس مفہوم کی دوسری آیات اسلامی حکومت کی خارجہ پالیسی وضع کرنے میں اصل کی حیثیت رکھتی ہیں۔ مزید تشریح کے لیے دیکھیے المائدہ: ۵۱۔۵۶ اور مسئلہ تقیہ کی تفصیل کے لیے سورۂ نحل آیت: ۱۰۵۔۱۰۶ ملاحظہ فرمائیں۔

چنانچہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿إِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَاذِبُونَ ۝ مَنْ كَفَرَ بِاللَّهِ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِهِ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ وَلَٰكِنْ مَنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِنَ اللَّهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝﴾ (النحل: ۱۰۵ تا ۱۰۶)

"جھوٹ تو وہی لوگ باندھتے ہیں جو اللہ کی آیات پر ایمان نہیں رکھتے اور وہی لوگ اصل جھوٹے ہیں۔ جو شخص اللہ کے ساتھ کفر کرے اپنے ایمان کے بعد، سوائے اس کے جسے مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو اور لیکن جو کفر کے لیے سینہ کھول دے تو ان لوگوں پر اللہ کا بڑا غضب ہے اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔"

اور وہ اپنی جان بچانے کے لیے زبان سے کفر کا کلمہ کہہ دے یا کفر کا کوئی کام کر بیٹھے۔ اوپر کفار کے شبہات ذکر کر کے اس شخص کا حکم بیان فرمایا جو ایسے شبہات سے متاثر ہو کر ایمان سے پھر جائے۔ اب یہاں اس کے بارے میں فرمایا جس پر کوئی ظالم جبر کرے اور وہ اپنی جان بچانے کی خاطر کلمہ کفر زبان سے کہہ دے۔ یہ رخصت ہے۔ لیکن اگر مرنا قبول کر لے اور منہ سے بھی کلمہ کفر یا خلاف اسلام کوئی بات نہ نکالے تو ایسا شخص شہید اکبر ہوگا جیسا کہ متعدد صحابہ کے واقعات میں مذکور ہے۔ متعدد روایات سے ثابت ہے کہ یہ آیت حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ مشرکین نے عمار کو پکڑ لیا اور انھیں اتنی اذیت دی کہ انھوں نے جان بچانے کی خاطر بعض وہ باتیں کہہ دیں جو وہ ان سے کہلوانا چاہتے تھے۔ اس کے بعد انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: اگر کبھی دوبارہ ایسا سابقہ پڑ جائے تو اس طرح جان بچانے میں کچھ حرج نہیں۔

❷ دیکھیے: تفسیر الطبری جلد ٦، ص ٣١٦.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں: تقیہ مسلمانوں کی قوت بننے سے پہلے ابتدائے اسلام میں جائز تھا۔ مگر آج اللہ رب العالمین نے اہل اسلام کو عزت بخش دی ہے اس لیے انھیں کفار سے تقیہ کرنے کی ضرورت نہیں رہی۔ ❶

مگر روافض شیعہ کا تقیہ تو اہل اسلام کے ساتھ ہے، بالخصوص اہل السنہ والجماعۃ، سلف صالحین کے دین ومنہج پر چلنے والے لوگوں کے ساتھ۔ حتیٰ کہ وہ فضیلت والے زمانہ خیر القرون میں ملت اسلامیہ کے خالصتاً قرآن و سنت والے لوگوں کے ساتھ تقیہ والا تعصب زیادہ اختیار کیے ہوئے تھے، جیسا کہ ان کے بڑے عالم ''المفید'' نے اس بات کا اقرار اپنی کتابوں میں کر رکھا ہے۔ بعینہٖ ان کے باقی تمام نصوص میں بھی ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ یعنی وہ نصوص کہ جنھیں وہ آئمہ اطہار و ابرار کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اس لیے کہ روافض شیعہ اہل السنہ والجماعۃ کے بارے میں یہود و نصاریٰ سے بھی زیادہ سخت کفر والا ہونے کا نظریہ رکھتے ہیں۔ کیونکہ ان کے ہاں بارہ اماموں کے متعلق عقیدۂ امامت کا منکر، نبی کریم محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت و رسالت کا انکار کرنے والے سے بھی زیادہ بڑا گنہگار و مجرم ہوتا ہے۔ ❷

اسلام میں تقیہ کا حکم:

جیسا کہ آپ نے پیچھے حاشیہ میں ملاحظہ کرلیا ہوگا کہ: اسلام میں تقیہ کی اجازت صرف مجبوری کی حالت میں ہے۔ (اور وہ بھی کفار و مشرکین کے ساتھ کہ جو نہ ہی اللہ عزوجل کی توحید خالص کے اقراری ہیں اور نہ ہی وہ خاتم الرسل، امام الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت و رسالت کو مانتے ہیں۔) اسی لیے اللہ عزوجل نے کفار کے ساتھ دوستی کی ممانعت والے ابتدائی حکم میں اس کو بحالت مجبوری مستثنیٰ کر دیا تھا۔ چنانچہ فرمایا:

﴿لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ۭ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ○﴾

(آل عمران: ۲۸)

''ایمان والے مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست مت بنائیں اور جو ایسا کرے گا وہ اللہ کی طرف سے کسی چیز میں نہیں مگر یہ کہ تم ان سے بچو، کسی طرح بچنا اور اللہ تمھیں اپنے آپ سے ڈراتا ہے اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔''

یہاں اس آیت میں اللہ عزوجل نے مسلمانوں کو کافروں سے دوستی لگانے سے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے

---

❶ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: تفسیر القرطبی جلد٤، ص ٥٧، فتح القدیر جلد: ١، ص: ٣٣١.

❷ دیکھیے: أصول الشیعة الإمامیة جلد٢، ص ٩٨٩.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ایسا کرنے کی صورت میں سخت وعید سناتے ہوئے فرمایا: وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ...... اور جو کوئی (تم میں سے اے مسلمانو!) ایسا کرے (یعنی کافروں سے دوستی کرے گا) تو اس کو اللہ تعالیٰ سے کچھ تعلق نہیں رہا۔ (کیونکہ کافر اللہ کے دشمن ہیں۔ ان سے دوستی کرنا اللہ سے دشمنی کرنا ہے۔) اور یہ کہ جو آدمی اللہ عزوجل کے منع کردہ کام کا ارتکاب کرے گا تو اللہ کریم اس سے بری ہے۔ (نہ اس کی وہ حفاظت کرے گا اور نہ ہی اُس کی مدد۔) اس کے بعد اللہ رب العالمین نے فرمایا: ''اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ...... مگر جب ایسے امر کا ڈر ہو کہ جس سے بچنا ضرور ہے۔'' یعنی بعض ملکوں اور بعض حالات و اوقات میں جو آدمی کفار کے شر سے ڈر جائے تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنے ظاہر میں ان سے ڈر جائے (تقیہ و اظہارِ موالاۃ کو اختیار کر لے۔) مگر اپنے باطن اور اپنی نیت سے ساتھ اُن سے دشمنی رکھے۔ ❶

اہل علم، علماء اہل السنہ والجماعۃ سلفی اہل الحدیث علماء حق کا اس بات پر اجماع ہے کہ حالت ضرورت میں تقیہ کرنا جائز ہے۔ چنانچہ ابن المنذر رحمہ اللہ نے فرمایا: ''تمام علماء اہل السنہ والجماعۃ اہل الحدیث والفقہ السّلفی کا اس بات پر اجماع ہے کہ جس آدمی کو کفر پر مجبور کر دیا جائے حتیٰ کہ اسے اپنی جان کے قتل کیے جانے کا خدشہ لاحق ہو جائے تو اگر اس کا دل ایمان و توحید اور دین حنیف کے ساتھ معمور و مطمئن ہو اور وہ کفر کا اظہار کرے تو اُس پر کافر ہو جانے کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔'' ❷

مگر ایسے موقع پر جو آدمی عزیمت و استقامت اختیار کرے تو وہ بہت افضل مومن شمار ہوگا۔ چنانچہ علامہ ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں: تمام علماء اہل السنہ والجماعۃ، سلفی علماءِ حق کا اس بات پر اجماع ہے کہ: جس مسلمان مومن آدمی کو کفر پر مجبور کر دیا جائے اور وہ اس راہ میں قتل ہو جانے کو ترجیح دے تو بلا شبہ وہ اللہ عزوجل کے ہاں نہایت بڑے اجر و ثواب والا ہوگا۔ ❸

مگر روافض شیعہ کے ہاں تقیہ کا معنی و مفہوم اور عمل اس کے بالکل برعکس ہے۔ اُن کے نزدیک تقیہ رخصت نہیں ہے بلکہ یہ تو اُن کے دین کے ارکان میں سے ایک رکن ہے۔ ❹

---

❶ تفصیل کے لیے: تفسیر ابن کثیر جلد ۱، ص ۳۸۱ دیکھ لیں۔

❷ دیکھئے: فتح الباری جلد ۱۲، ص ۳۱٤.

❸ فتح الباری جلد ۱۲، ص ۳۱۷.

❹ تفصیل کے لیے: ''أصول الشیعة الامامیة'' جلد ۲، ص ۹۷۹.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دراصل مذہب شیعہ کی حقیقت کو جاننے کے دوران اہل العلم، علماءِ قرآن وسنت نے اس بات کا ادراک حاصل کیا ہے کہ ان رافضی لوگوں کے نزدیک تقیہ دراصل کذب ونفاق ہے جسے انھوں نے اجتماعی طور پر اختیار کر رکھا ہے۔ اس کے سوا قطعاً اور کچھ نہیں ہے۔ منافق اور جھوٹا آدمی تو کسی حالت وصورت میں بھی قابل معذرت نہیں ہوتا۔ پھر یہ کہ جو مومن آدمی کفار کے درمیان رہ رہا ہو وہ مجبور ہوتا ہے کہ بسا اوقات اسے اپنا ایمان چھپانا پڑتا ہے۔ مگر اُس ایمان باللہ کے تقاضوں کے پیش نظر کہ جس ایمان کو وہ اختیار کیے ہوئے ہو کفار کے ساتھ وہ امانت و دیانت، خیر کی نصیحت اور ان کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کا معاملہ کرتا رہتا ہے۔ اگرچہ وہ ان کے دین پر یکسر موافقت کرنے والا نہ ہو۔ جیسا کہ سیدنا یوسف بن یعقوب علیہما السلام کا معاملہ تھا۔ آپ اہل مصر کے درمیان رہ رہے تھے حالانکہ وہ سخت قسم کے کفار تھے۔ دین حنیف کی اس تعلیم کے بالکل برعکس ہر رافضی کا معاملہ ایسا ہوتا ہے کہ وہ جس بھی شر پر قدرت رکھتا ہو کہ اسے وہ اختیار کرلے تو وہ اسے کبھی بھی ترک نہیں کرے گا، لازماً اُس مسلمان، مومن آدمی کے خلاف اس شر کو اختیار کرے گا کہ جو اس کی مخالفت کرتا ہو۔ [1]

فضیلۃ الشیخ / سلمان بن فہد العودہ حفظہ اللہ نے اہل السنہ والجماعۃ، سلفی جماعت حقہ اور شیعہ روافض کے درمیان ''تقیہ'' کے فرق کو خلاصتاً نہایت اچھے انداز میں یوں بیان کیا ہے: ''سلف صالحین کے دین ومنہج اور عقیدہ صحیحہ پر قائم اہل السنہ والجماعۃ کے نزدیک بلاشبہ تقیہ اصل (ایمان باللہ، ایمان بالرسول، شریعت مطہرہ پر مکمل ایمان، اللہ عزوجل اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت دنیا جہان کے سب لوگوں اور تمام چیزوں سے بڑھ کر ہو۔) کے خلاف وقتی طور پر استثنائی حالت کو کہتے ہیں۔ جہاں تک روافض شیعہ کے ہاں تقیہ کے مفہوم کا تعلق ہے تو اُن کے ہاں یہ فرض و واجب ہے حتیٰ کہ القائم من آل بیت کا قیام ہو جائے۔ اہل السنہ والجماعۃ کے نزدیک کسی مسلمان کے انفرادی طور پر تقیہ پر عمل اس تقیہ پر مجبور کرنے والے مجرد سبب کے ختم ہو جانے تک ہی ہوتا ہے۔ مگر روافض شیعہ کے نزدیک: تقیہ مسلسل رہنے والا ایک اجتماعی اور سارے کے سارے گروہ روافض کے سب افراد کا واجب عمل ہے۔ ان کا یہ تقیہ والا عمل قطعاً منتہی نہ ہوگا حتیٰ کہ ان کا وہ امام مہدی ظہور کردے جو کبھی بھی (تاقیامت) نہیں نکلے گا۔ اہل السنہ والجماعۃ کے نزدیک عموماً کفار ومشرکین کے ساتھ تقیہ اختیار کیا جاتا ہے۔ البتہ بسا اوقات ظلم واستبداد سے کام لینے والے (مسلمان) فاسق و فاجر قسم کے لوگوں کے ساتھ بھی تقیہ اختیار کرنے کی اجازت ہوتی ہے۔ مگر روافض شیعہ کا تقیہ دراصل ہوتا ہی اُن کی مخالفت کرنے والے اہل السنہ والجماعۃ، سلف صالحین کے عقیدہ ومنہج اور فہم دین حنیف پر چلنے والے اہل ایمان مسلمانوں کے لیے ہے۔ (ظاہری طور پر روافض مسلمانوں کے ساتھ ہوتے ہیں مگر

---

[1] تفصیل کے لیے دیکھئے: ''أصول الشیعۃ الإمامیۃ'' جلد۲، ص ۹۹۵۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درحقیقت اُن کی محبتیں کفار ومشرکین اور فساق و فجار کے ساتھ ہوتی ہیں۔) اسی طرح سلف صالحین، صحابہ کرام وتابعین عظام ومن تبعھم باحسان الی یومنا ہذا رحمہم اللہ جمیعا کے منہج وعقیدہ اور فہم قرآن وسنت پر چلنے والے اہل السنہ والجماعۃ کے نزدیک: تقیہ ایک وقتی حالت ہوتی ہے کہ جس کی طرف ایک مسلمان آدمی بغیر دل کی رضامندی اور بغیر اس تقیہ کے ساتھ مطمئن ہونے کے، اسے اختیار کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ (مگر جونہی یہ مجبوری کی حالت ختم ہوتی ہے وہ اسے چھوڑ دیتا ہے۔) مگر روافض شیعہ کے ہاں تقیہ ایک قابل تعریف اور مدح وستائش کے لائق عادت اختیار کیے ہوئے ہے۔ ان کے ہاں اس تقیہ کی تعریف و مدح میں ان کے اماموں کی طرف سے (یکسر جھوٹی اور موضوع روایات کے ساتھ) بے شمار نصوص سے ان کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ ❶

❶ دیکھئے: شیخ سلمان بن فہد العودہ حفظہ اللہ کی کتاب "العزلة والخلطة" ص ۱۴۹.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نویں فصل

امام مہدی المنتظر رحمہ اللہ کے بارے میں شیعہ اور اہل السنہ کے نظریات میں بنیادی فرق

(۱)......روافض کے نزدیک مہدی منتظر کا عقیدہ:

رافضی شیعوں کے عقائد میں سب سے زیادہ نمایاں عقیدہ کہ جس سے اُن کی کتابیں بھری ہوئی ہیں مہدی المنتظر کا عقیدہ ہے۔ اثنا عشری امامی رافضیوں کے نزدیک امام مہدی منتظر سے مراد محمد بن حسن عسکری ہیں۔ (رحمہ اللہ) یہ صاحب شیعہ اثنا عشریہ کے نزدیک بارھویں امام ہیں۔ ان پر وہ حجت کا اطلاق کرتے ہیں اور اُنھیں وہ ''القائم'' کا لقب بھی دیتے ہیں۔ ان کا گمان یہ ہے کہ جناب محمد بن حسن عسکری رحمہ اللہ کی پیدائش ۲۵۵ھ میں ہوئی تھی اور یہ امام صاحب '' سُرَّ مَن رَأی '' نامی غار میں ۲۶۵ھ میں چھپ گئے تھے۔ رافضی شیعہ آخر زمانہ میں ان کا اس غار سے خروج کے انتظار میں ہیں۔ تاکہ وہ ان کا انتقام ان کے دشمنوں سے لے سکیں اور ان کی وہ غار سے نکل کر مدد کریں۔

اس وقت سے لے کر اب تلک روافض اس سرنگ نما غار ''سرمن رأی'' کی مسلسل (پوری عقیدت سے) زیارت کرتے آرہے ہیں اور امام حجت والقائم کو خروج کے لیے پکارتے چلے آرہے ہیں۔ درحقیقت یہ امام مہدی کہ جس کا روافض پرچار کرتے ہیں، اس کا سرے سے کوئی وجود ہی نہیں ہے۔ یہ امام حسن عسکری رحمہ اللہ کہ جن کی طرف روافض مہدی آخر الزمان ہونے کی نسبت کرتے ہیں وہ تو فوت ہو چکے ہیں اور اپنے پیچھے کسی کو نہیں چھوڑا۔ چنانچہ ان کی میراث ان کی وفات کے بعد ان کی والدہ محترمہ اور ان کے بھائی جعفر رحمہما اللہ میں تقسیم ہوگئی تھی۔ روافضِ شیعہ کے نزدیک مہدی منتظر والے عقیدہ کے ساتھ بہت ساری خرافات اور بڑی بڑی کہانیاں جنم لے چکی ہیں کہ جنکی تصدیق کوئی بھی عقلمند آدمی نہیں کرسکتا۔ وہ یہ عقیدہ بھی رکھتے ہیں کہ یہ مہدی امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی اولاد میں سے تھے اور یہ لوگ ان کی ولادت سے متعلق حیرت انگیز قسم کی (جھوٹی اور موضوع) کہانیاں بھی بیان کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ: جب یہ امام مہدی منتظر اپنی سرنگ نما غار سے باہر نکلیں گے تو دنیا جہاں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے تمام شیعہ ہر طرف سے پہنچ کر ان کے پاس جمع ہو جائیں گے۔ پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی قبروں سے اُٹھیں گے اور یہ امام صاحب اب کو عذاب وسزا دیں گے۔ اسی طرح وہ عربوں کو بھی قتل کریں گے اور بنو قریش کو بھی۔ ❶

ان روافض کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ: یہ امام صاحب مہدی منتظر بیت اللہ الحرام کو بھی گرا دیں گے، مسجد نبوی کو بھی اور باقی تمام مساجد کو بھی۔ اس کے بعد وہ ایک نئے دین، ایک نئی کتاب اور ایک نئے فیصلے کی طرف دعوت دیں گے۔ دنیا کے تمام ملک یہ مہدی منتظر تابوتِ یہود کے ساتھ فتح کریں گے۔ ان کے لیے پانی اور دودھ کے دو چشمے پھوٹیں گے اور ہر رافضی شیعہ آدمی کی قوت چالیس آدمیوں کے برابر ہو جائے گی۔ یہ امام مہدی صاحب رافضیوں کی قوت سماعت و بصارت کو بہت بڑھا دیں گے اور آل داؤد کی شریعت (یہودیوں کے قوانین) کے مطابق فیصلے کریں گے۔ ❷

روافض شیعہ کا امام مہدی منتظر کے بارے میں عقیدہ جو اُن کا اپنا ہی گھڑا ہوا ہے، درج ذیل چند دلائل و براہین کی بنا پر یکسر باطل ہے۔

(۱)......اس فرضی مہدی منتظر کی ولادت نہ ہونے کا ثبوت:

ہر چیز پر قادر اللہ علیم وخبیر کی حکمت کا تقاضا ہوا اور شیعہ روافض کے گیارھویں امام جناب حسن عسکری رحمہ اللہ فوت ہو گئے اور موت کے وقت اُن کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ چنانچہ روافض کے لیے یہ ایک بہت بڑا سانحہ اور نہایت بڑی رسوائی کا معاملہ تھا۔ اور وہ اس طرح کہ: ان کا امام خاص فوت ہو جائے اور اُس کی کوئی (نرینہ) اولاد نہ ہو جو اس کی امامت میں اس کی خلافت کا حق ادا کرے؟ اُدھر شیعہ روافض کا عقیدہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ امام کی وفات کے بعد اس کا بیٹا اس کا خلیفہ بنے گا اور اُن کے ہاں یہ جائز ہی نہیں ہے کہ سادا تنا حسن وحسین ابناء علی رضی اللہ عنہم کے بعد امامت کے منصب پر بھائی براجمان ہو سکے۔ یہاں معاملہ یہ ہے کہ خود شیعہ کی کتب میں اس مہدی موعود و منتظر کے پیدا ہی نہ ہونے کے ٹھوس ثبوت موجود ہیں۔ ❸

---

❶ اس پورے مضمون کے حوالہ جات کے لیے دیکھیے: الإرشاد للمفید، ص ٣٦٣۔ کشف الغمة الأربلي ٤٣٧/٢۔ بذل المجهود ٢٣٧/١۔ معجم البلدان ١٧٣/٣۔ المفید ص ٣٤٦۔ کشف الغمة ٤٤٦/٢۔ مصابیح الجنات، محسن العصفور، ص ٢٥٥۔ الغیبة ص ١١٥۔ بذل المجهود ٢٣٨/١، ٢٣٩/١۔ بحار الأنوار ٢٩١/٥٢۔ المصدر نفسه ٣٨٦/٥٢۔ المصدر نفسه ٣٥٥/٥٢.

❷ تفصیل کے لیے دیکھیے: الاحسائی کی: "الرجعة ص ١٨٤۔ الغیبة ص ١٥٤۔ بذل المجهود جلد١، ص ٢٤٧، ٢٤٩.

❸ تفصیل کے لیے دیکھیے: الصدوق کی: "کمال الدین و تمام النعمة ص ٤١٤ اور اُصول الکافی جلد١، ص ٥٠٥۔" بذل المجهود" جلد: ١، ص: ٢٧٦ دیکھ لیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ب)...... مہدی موعود و منتظر کے چھپ جانے کا کوئی معنی و مفہوم نہیں:

اگر ہم اس مہدی موعود کی ولادت وعدم ولادت والے جھگڑے میں نہ بھی پڑیں (اور فرض کر لیں کہ یہ صاحب پیدا ہوئے تھے۔) تو بھی اتنی طویل مدت (گیارہ سو پچھتر۔۱۱۷۵۔سال) تک ایک سرنگ نما غار میں چھپے رہنے کا قطعاً کوئی معنی و مفہوم نہیں بنتا۔ اور جب روافض شیعہ سے ان امام صاحب کے اس غار میں چھپے رہنے اور لوگوں کے لیے وہاں سے نہ نکلنے کی حکمت کے بارے میں پوچھا جاتا ہے تو اس کا جواب وہ یوں دیتے ہیں کہ: انھیں اپنے بارے میں قتل کیے جانے کا خدشہ ہے۔ ❶

یہ ایک ایسا بیہودہ سا جواب ہے کہ اس جواب کے سراسر جھوٹ، فراڈ اور باطل ہونے کے لیے درج ذیل دلائل انتہائی قابل قبول ٹھوس اور یقینی باتیں ہیں۔

(ا)..... ارے روافض! تمھاری کتابوں میں تو یہ لکھا ہے کہ: یہ امام صاحب اللہ رب العالمین کی طرف سے مدد یافتہ اور تائید شدہ ہوں گے۔ وہ تو زمین کے تمام خطوں (مشارق و مغارب) کے مالک ہوں گے اور پھر اُن کے خروج سے روئے زمین پر عدل و انصاف اسی طرح قائم ہو جائے گا جس طرح اس سے قبل پوری زمین ظلم و استبداد سے بھر چکی ہوگی۔ اور یہ امام موعود و منتظر مہدی آخر الزمان سیّدنا عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے نزول تک زندہ رہیں گے۔ ❷

(ب)...... ان کے اس نظریہ سے یہ نتیجہ بھی برآمد ہوتا ہے کہ یہ امام مہدی موعود ہرگز نہیں نکلیں گے حتیٰ کہ ظلم واستبداد اور فساد و دہشت گردی والی حکومتیں ختم ہو جائیں تاکہ وہ اپنے قتل ہونے سے محفوظ ہو جائیں۔ تب تو اُن کے باہر نکل آنے کی کوئی ضرورت ہی نہ رہے گی۔ جبکہ یہ حکومتیں اس بات کی طاقت رکھیں گی کہ: اگر یہ مہدی منتظر غار سے باہر تشریف لے آئیں تو وہ ان کی حفاظت کر سکیں۔ اس لیے سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر وہ جناب محترم غار ''سر من رای'' سے باہر تشریف کیوں نہیں لائے؟ اس سے معلوم ہوا کہ جو ہستی اس بات کی طاقت نہیں رکھتی کہ وہ اپنی ذات کی بھی قتل ہونے سے حفاظت نہ کر سکے تو صاف ظاہر ہے کہ بالاولیٰ وہ دوسروں کی مدد و حمایت سے عاجز ہے۔ جس کے پاس خود کچھ بھی نہیں ہے وہ کسی کو کیا دے گا؟ اس لیے ارے کم عقلو! تم اُس (فرضی) شخصیت کا انتظار کیسے کر رہے ہو کہ جو خود اس طرح کی عاجز صفت و پہچان رکھتا ہے اور وہ تمھارا بدلہ تمھارے دشمنوں سے لے کر تمھاری مدد کرے گا اور مدد بھی نہایت مضبوط قسم کی؟

---

❶ دیکھیے: کتاب ''الغیبۃ'' ص ۱۱۹۔

❷ تفصیل کے لیے دیکھیے: ''بحار الأنوار'' جلد ۲۵، ص ۱۹۱۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دراصل بات یہ ہے کہ: "یَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَّا لَیْسَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا یَكْتُمُوْنَ...... یہ لوگ منہ سے ایسی بات کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں ہے اور اللہ عزوجل خوب جانتا ہے جو وہ (اپنے دلوں میں) چھپاتے ہیں۔ (آل عمران: ۱۶۷)

﴿ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِهِمْ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ اِنْ یَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا ﴾ (الکھف: ۵)

"نہ انھیں اس کا کوئی علم ہے اور نہ ان کے باپ دادا کو۔ بولنے میں ایک بڑی بات ہے، جو ان کے مونہوں سے نکلتی ہے، وہ سراسر جھوٹ کے سوا کچھ نہیں کہتے۔"

بہر حال روافض کا یہ کہنا کہ یہ مہدی منتظر اپنے قتل کے خوف کی وجہ سے صدیاں ہوگئیں غار سے باہر تشریف نہیں لا رہے، بالکل باطل اور جھوٹی کہانی کے سوا کچھ نہیں۔ اسی لیے درحقیقت اس مہدی منتظر وموعود کا موجود و زندہ ہونے والا دعویٰ ہی باطل ہے۔ کیونکہ ان صاحب کا غار میں چھپے رہنے کا سبب قتل کے خوف کے سوا دوسرا کوئی ہے ہی نہیں۔ جیسا کہ اس کی وضاحت ان کے شیخ الطائفہ طوسی نے بھی کی ہے۔ [1]

(ج)...... آج تلک اس مہدی منتظر کا کوئی فائدہ منظر عام پر نہیں آیا:

اس مہدی موعود ومنتظر کے بارے میں روافض شیعہ کے عقیدہ کے باطل وموضوع اور یکسر جھوٹا ہونے پر جو ایک اور چیز بھی دلالت کرتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ: یہ مہدی موعود ومنتظر کہ جس کا دعویٰ روافض کرتے ہیں؛ اس کے ذریعے آج تک دنیا اور دنیا کے جمیع اُمور میں سے کسی بھی معاملے میں کوئی فائدہ ومصلحت حاصل نہیں ہوئے۔ نہ ہی ان سے مسلمانوں کو کوئی نفع پہنچ سکا ہے اور نہ ہی روافض و باطل فرقوں کو۔

چنانچہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: روافض کا معصوم عن الخطا امام غائب، جس کے بارے میں وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اس وقت سے، جب سے وہ پیدا ہوا ہے...... یعنی اب تلک چار سو پچاس سال سے زیادہ ہو رہے ہیں...... [2] ان کے نزدیک اس وقت سے، یعنی ۲۶۵ھ سے ایک غار میں غائب ہوگیا ہے۔ اس وقت ان روافض کے بعض علماء کے نزدیک اُس کی عمر پانچ سال تھی اور بعض کے نزدیک تو اس سے بھی کم تھی۔ مگر اس امام معصوم سے اہل ایمان واسلام کے لیے کوئی نفع بخش عمل ظاہر نہیں ہوا تو اس جیسے وجود کا کیا فائدہ اگر وہ دنیا میں موجود بھی ہو؟ اور اگر اس کا سرے سے وجود ہی نہیں ہے تو پھر کیا حکم لگائیں گے؟ پھر یہ کہ جو لوگ اس معصوم منتظر

[1] دیکھئے: الغیبۃ ص ۱۹۹، و بذل المجھود جلد ۱، ص ۲۷۱.

[2] شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے زمانہ تک یہ مدت چار سو پچاس سال ہی بنتی تھی مگر اب تو انھیں غائب ہوئے تقریباً گیارہ سو پچھتر سال ہوگئے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر ایمان رکھتے ہیں اُنھیں ان کے دین یا اُن کی دنیا میں اُس کی ذات اطہر سے کون سا نفع حاصل ہوا ہے؟ تو یہ مہدی منتظر کہ جس کے بارے میں رافضی شیعہ دعویٰ کرتے ہیں یا پھر وہ ان کے ہاں سرے سے درحقیقت ہے ہی نہیں یا پھر یہ کہ ان کے نزدیک اس کا وجود ضرور ہوگا مگر عقل مند لوگوں کے ہاں اس کا قطعاً کوئی وجود نہیں ہے۔ ❶

عصر حاضر کے اثنا عشری امامی شیعہ نے اس عقیدہ کو عملی طور پر ترک کر رکھا ہے اور اس کی جگہ اکثر نے ''ولایۃ الفقیہ'' کا نظریہ اختیار کرلیا ہے اور وہ یہ ہے کہ امام معصوم کے علاوہ ایک عادی مسلمان کے لیے حکومت و ولایت کو جائز قرار دینا۔ یا وہ شخص کہ جس پر اللہ عزوجل اور اُس کے رسول ﷺ کی طرف سے علم و عدل کی شرط کے ساتھ نص وتصریح نہ ہو۔ اسے بھی ولایۃ الفقیہ کا درجہ دے دیا جائے۔

(۲)......سلف صالحین کے منہج وعقیدہ پر قائم اہل السنہ والجماعۃ کا امام مہدی رحمہ اللہ کے متعلق عقیدہ:

صحیح احادیث مبارکہ میں اس بات کو نہایت واضح کر کے بیان کیا گیا ہے کہ بلاشبہ اللہ عزوجل اہل بیت میں سے ایک شخص کو (اپنی مدد کے ساتھ) نکالے گا، جس کے ذریعے اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے دین کی مدد فرمائے گا۔ یہ صاحب سات سال تک بادشاہی کریں گے اور پھر روئے زمین عدل وانصاف اور اسلام سے بھر جائے گی جیسے اس سے پہلے ظلم واستبداد اور شرک سے بھر چکی ہوگی۔ ان صاحب کے دور میں اُمت مسلمہ ایسی نعمتوں سے سرفراز ہوگی کہ اس سے قبل اسے اس طرح کی نعمتیں نہ ملی ہوں گی۔ زمین اپنی نباتات کو خوب اُگائے گی اور آسمان سے (بروقت) بارشیں بھی خوب ہوا کریں گی۔ اہل ایمان کو بغیر گنتی کے مال دیا جائے گا۔ آیئے اس موضوع سے متعلق چند احادیث مبارکہ کا مطالعہ کرتے ہیں۔

(۱)...... ((عَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: يَخْرُجُ فِي آخِرِ أُمَّتِي الْمَهْدِيُّ يُسْقِيهِ اللّٰهُ الْغَيْثَ، وَتُخْرِجُ الْأَرْضُ نَبَاتَهَا، وَيُعْطِي الْمَالَ صِحَاحًا، وَتَكْثُرُ الْمَاشِيَةُ، وَتَعْظُمُ الْأُمَّةُ، وَيَعِيشُ سَبْعًا أَوْ ثَمَانِيًا يعني: حِجَجًا.)) ❷

''سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری اُمت کے آخر زمانہ میں (لوگوں کو عین قرآن وسنت والی سیدھی راہ پر لگانے والا) مہدی کا ظہور ہوگا جسے اللہ رب العالمین

---

❶ تفصیل کے لیے دیکھئے: منهاج السنة جلد٨، ص ٢٦١، ٢٦٢.

❷ المستدرك ٥٥٧/٤، ٥٥٨ قال الألباني: سنده صحيح ورجاله ثقات۔ سلسلة الأحاديث الصحيحة، رقم: ٧١١۔ المهدي وفقه أشراط الساعة، محمد إسماعيل المقدم، ص ٣٣.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بارشوں سے سیراب کریں گے۔ (یعنی اُن کے ملک کو) اور زمین اپنی نباتات (خوب وافر مقدار میں) اُگائے گی اور وہ تندرست و بری الاخطاء لوگوں کو مال عطا کرے گا۔ اس زمانے میں مال مویشی اور ڈھور ڈنگر کثرت سے ہو جائیں گے، اُمت بہت بڑی ہو جائے گی اور وہ (اپنی حکومت کے ساتھ) سات یا آٹھ سال زندہ رہے گا۔''

(ب)...... ((وَعَنْ أَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتَّى تَمْتَلِئَ الْأَرْضُ ظُلْمًا وَّعُدْوَانًا قَالَ: ثُمَّ يَخْرُجُ رَجُلٌ مِّنْ عِتْرَتِي - أَوْ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي - يَمْلَؤُهَا قِسْطًا وَّعَدْلًا، كَمَا مُلِئَتْ ظُلْمًا وَّعُدْوَانًا .))❶

''سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تک زمین ظلم و استبداد اور دشمنی سے بھر نہ جائے گی قیامت قائم نہ ہوگی۔ پھر فرمایا: اس کے بعد (کہ جب دنیا ظلم و عدوان سے بھر جائے گی اور قیامت ابھی قائم نہ ہوئی ہوگی۔) میرے خاندان (خانوادۂ نبوت) میں سے، یا فرمایا کہ: میرے اہل بیت میں سے ایک شخص کا ظہور ہوگا۔ جو اس زمین کو عدل و انصاف اور امن و شانتی سے بھر دے گا۔ بالکل اُسی طرح جس طرح روئے زمین ظلم و عداوت سے بھر چکی ہوگی۔''

(ج)...... ((وَعَنْ ثَوْبَانَ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: يَقْتَتِلُ عِنْدَ كَنْزِكُمْ ثَلَاثَةٌ، كُلُّهُمْ ابْنُ خَلِيْفَةٍ، ثُمَّ لَا يَصِيْرُ إِلَى وَاحِدٍ مِنْهُمْ، ثُمَّ تَطْلُعُ الرَّايَاتُ السُّوْدُ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ، فَيَقْتُلُوْنَكُمْ قَتْلًا لَمْ يُقْتَلْهُ قَوْمٌ، ثُمَّ ذَكَرَ شَيْئًا لَا أَحْفَظُهُ، فَقَالَ: فَإِذَا رَأَيْتُمُوْهُ، فَبَايِعُوْهُ، وَلَوْ حَبْوًا عَلَى الثَّلْجِ؛ فَإِنَّهُ خَلِيْفَةُ اللّٰهِ الْمَهْدِيُّ .))❷

''جناب ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمھارے ایک خزانہ کے پاس تین سردار مارے جائیں گے۔ ان میں سے ہر ایک خلیفہ (حاکم) کا بیٹا ہوگا۔ مگر باوجود اس کے یہ خزانہ ان میں سے کسی کو نہ ملے گا۔ اس کے بعد مشرق کی طرف سے سیاہ جھنڈے نمودار ہوں گے۔ اور وہ تم لوگوں کو ایسا قتل کریں گے (یعنی عربوں کو جو یہ خزانہ لینا چاہیں گے) کہ ویسا تمھیں کسی نے قتل نہ کیا ہوگا۔'' جناب ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: پھر آپ ﷺ نے کچھ اور بھی بیان فرمایا جو مجھے

---

❶ السلسلة الصحيحة، رقم: ١٥٢٩، وحكم الألباني بتواتره.

❷ سنن ابن ماجه (١٣٦٧/٢)، حديث: ٤٠٨٤، كتاب الفتن، باب خروج المهدي۔ مستدرك الحاكم (٤٦٤/٤)، وقال: هذا حديث صحيح على شرط الشيخين، ووافقه الذهبي.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یاد نہیں رہا۔ (مگر حسن بن سفیان نے اپنی مسند میں اور ابونعیم رحمہ اللہ نے اپنی ''کتاب المھدی'' میں اسے بیان کیا ہے) اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا: تو جب تم اس مہدی آخر الزمان کو دیکھو (اور اس کا زمانہ کو پاؤ) تو اس کے ہاتھ پر برائے اقامت دین ونفاذِ شریعت جہاد کے لیے بیعت کرنا اگرچہ تم لوگوں کو ہاتھوں اور گھٹنوں کے بل برف پر کیوں نہ چل کر جانا پڑے۔ اس لیے کہ وہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کا (فیصلہ شدہ) خلیفہ مہدی ہوگا۔''

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حدیث مذکور بالا میں بیان کیے گئے خزانہ سے مراد بیت اللہ الحرام کا خزانہ ہے۔ اس خزانے کو حاصل کرنے کے لیے خلفاء (مسلمانوں کے حاکموں) کی اولاد میں سے تین سردار مارے جائیں گے۔ حتیٰ کہ وہ دور آ جائے گا جب آخر زمانہ ہوگا اور اس وقت مہدی رحمہ اللہ کا ظہور ہوگا۔ اس مہدی محترم کا ظہور بلاد مشرق سے ہوگا، نہ کہ ''سامراء کی سرنگ نما غار'' سے۔ جیسا کہ رافضی جہلاء کا گمان ونظریہ ہے کہ وہ اب تلک اس غار میں موجود ہے اور وہ آخر زمانے میں اُس کے خروج وظہور کا انتظار کر رہے ہیں۔ اس طرح کے نظریات کا تعلق مالیا خولیا اور ہذیان سے ضرور ہوتا ہے اور شیطان لعین کی طرف سے اس کی شدید قسم کی رسوائی کہ یہ ایک بہت بڑی قسط ہوتی ہے۔ اس ضمن میں اصل بات یہ ہے کہ ان روافض کے پاس نہ کوئی دلیل ہے اور نہ ہی کوئی برہان۔ نہ ہی کتاب اللہ العظیم (قرآن مجید) سے اور نہ ہی سنت رسول اللہ الکریم سے۔ نہ ہی یہ نظریہ صحیح معقول ہے اور نہ ہی استحسان سے اس کا کوئی تعلق ہے۔''

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ آگے بیان کرتے ہیں: اس اصلی مہدی موعود ومنتظر رحمہ اللہ کی تائید بھی اہل مشرق کے بہت سارے لوگ (کثیر تعداد میں اہل السنۃ والجماعۃ کے مسلمان) کریں گے اور اُس کی مدد بھی۔ وہ اس کی حکومت کا قیام عمل میں لائیں گے اور اس کے ارکانِ حکومت کو مضبوط کریں گے۔ ان کے جھنڈے کالے رنگ کے ہوں گے۔ کالے رنگ کے جھنڈے میں وقار ہے۔ اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کا رنگ سیاہ تھا، جس کا نام ''عقاب'' تھا۔ ہمارا مقصودِ بیان یہ ہے کہ: بلاشبہ امام مہدی ممدوح وموعود بوجودہ رحمہ اللہ کا آخر زمانہ (قیامت کی علامات صغریٰ کے اختتام زمانہ) میں پایا جانا ہی اس کا زمین کے مشرقی علاقوں سے اصل خروج وظہور ہوگا۔ اور پھر بیت اللہ الحرام کے پاس اس کے ہاتھ پر (غلبہ دین حنیف کے لیے جہاد فی سبیل اللہ کی خاطر) موت کی بیعت کی جائے گی، جیسا کہ اس موضوع پر بعض صحیح احادیث مبارکہ دلالت کرتی ہیں۔ [1]

(د)...... سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فِيكُمْ وَإِمَامُكُمْ مِنْكُمْ ...... تمہارا اُس وقت کیا حال ہوگا جب عیسیٰ ابن مریم تم میں (آسمان

[1] تفصیل کے لیے دیکھئے: النهاية، الفتن والملاحم جلد ۱، ص ۳۱.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے زندہ) اتریں گے (اس وقت تم نماز پڑھ رہے ہوگے۔) اور تمھارا امام (دین و دنیا کے سب اُمور میں) تم ہی میں سے ہوگا۔'' ❶

(ھ)...... ((وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہما قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي يُقَاتِلُوْنَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِيْنَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ. قَالَ: فَيَنْزِلُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ علیہ السلام ، فَيَقُوْلُ أَمِيْرُهُمْ: تَعَالَ صَلِّ لَنَا، فَيَقُوْلُ: لَا، إِنَّ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ أُمَرَاءُ؛ تَكْرِمَةَ اللّٰهِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ.)) ❷

''سیّدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے خود سماعت کیا: رسول اللہ ﷺ فرما رہے تھے: تا روزِ قیامت ہمیشہ (ہر دور میں) میری اُمت میں سے ایک بہت بڑی جماعت حق پر کافروں اور مخالفوں سے لڑتی رہے گی۔ (ان کی حق پر ہونے کی پہچان یہ ہوگی کہ) وہ ہمیشہ غالب رہیں گے۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام کا (آسمان سے زندہ، سلامت) نزول ہوگا اور اس جماعت حقہ کا امام (مہدی موعود رحمہ اللہ) کہے گا: آیئے نماز پڑھایئے! وہ (عیسیٰ بن مریم علیہما السلام) کہیں گے: نہیں (میں امامت نہیں کرواؤں گا۔) بلکہ تم میں سے بعض بعض پر (ایک دوسروں پر) حاکم رہیں۔ یہ وہ بزرگی ہے جو اللہ عزوجل اس اُمت کو عنایت فرمادے گا۔''

مذکورہ بالا صحیحین کی دونوں احادیث دو اُمور پر دلالت کرتی ہیں۔

(۱)...... عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے آسمان سے (زندہ و سلامت) نزول کے وقت مسلمانوں کی قیادت و امارت کی باگ ڈور انھیں میں سے ایک آدمی اپنے ہاتھ میں لیے ہوئے ہوگا۔

(۲)...... اُس وقت میں کہ جس کی بات ہورہی ہے اہل ایمان مسلمانوں کے امیر و امام کا حاضر و موجود ہونا، اُس کا (قرآن وسنت والے دین حنیف پر قائم) مسلمانوں کو نماز پڑھانے کے لیے مصلیٰ پر ہونا اور اُس کا جناب عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو اُن کے زمین پر اُترنے کے بعد گزارش کرنا کہ وہ آگے بڑھ کر (اُس کی جگہ) اُن کو نماز پڑھائیں...... اس امیر محترم کے ہدایت یافتہ اور اس کے نیک صالح ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ اس ضمن میں صحیحین کے اندر مذکور احادیث کی تفسیر و شرح کرنے والی بہت ساری دیگر احادیث و روایات اور آثار و سنن کی کتب اور دیگر حدیث کی کتابوں (مستدرکات و مصنفات وغیرھا) میں درج ہیں اور یہ روایات و احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ: اس صالح مردِ مومن و مجاہد امیر المومنین کا نام محمد بن عبد اللہ ہوگا۔ (رحمہ اللہ۔ اور اس کا

---

❶ صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب نزول عیسی بن مریم، حدیث: ۳٤٤۹.

❷ صحیح مسلم، کتاب الإیمان (۲/۱۹۳)، مع شرح النووي حدیث: ۳۹۵.

www.KitaboSunnat.com
محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعلق آل بیت سے ہوگا۔) اور اس کو ''المہدی'' کہا جائے گا۔

(و)......سیّدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مِنَّا الَّذِيْ عِيْسَى بْنُ مَرْيَمَ يُصَلِّيْ خَلْفَهُ......وہ شخص (اپنے وقت کا امام وخلیفۃ المسلمین) کہ جس کے پیچھے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نماز پڑھیں گے، وہ ہم (بنو ہاشم کے آل بیت) میں سے ہوگا۔'' ❶

(ز)...... ((وَعَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَلْمَهْدِيُّ مِنِّيْ، أَجْلَى الْجَبْهَةِ، أَقْنَى الْأَنْفِ، يَمْلَأُ الْأَرْضَ قِسْطًا وَّعَدْلًا، كَمَا مُلِئَتْ ظُلْمًا وَّجَوْرًا، وَيُمْلِكُ سَبْعَ سِنِيْنَ.)) ❷

''سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مہدی میری اولاد میں سے، کشادہ پیشانی اور اونچی ناک والا ہوگا۔ وہ روئے زمین کو عدل وانصاف سے بالکل اسی طرح بھر دے گا جس طرح کہ وہ ظلم وجور سے بھر دی گئی ہوگی۔ اس کی حکومت سات سال تک رہے گی۔''

مذکور بالا احادیث صحیحہ اور دیگر سینکڑوں دلائل وآثار اور احادیث مبارکہ سے بالکل واضح ہوتا ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام وسلف صالحین رضی اللہ عنہم اجمعین کے دین ومنہج اور عقیدہ وعمل پر قائم جماعت حقہ اہل السنہ والجماعۃ کے مہدی موعود اور شیعہ روافض کے مہدی منتظر کا آپس میں کوئی تعلق نہیں ہے۔ ان دونوں کے درمیان درج ذیل چند ایک نہایت واضح فرق موجود ہیں۔

(۱)......اہل السنہ کے نزدیک مہدی موعود رحمہ اللہ کا نام ''محمد بن عبداللہ'' ہوگا۔ اُس کا اپنا نام نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے مطابق اور اس کے باپ کا نام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد کے نام کے مطابق ہوگا۔

(۲)......اہل السنہ والجماعۃ کے نزدیک مہدی موعود رحمہ اللہ سیّدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی اولاد ونسب میں سے ہوگا جبکہ روافض شیعہ کے نزدیک مہدی منتظر سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی نسل میں سے ہوگا۔

(۳)......اہل السنہ جماعت حقہ کے نزدیک مہدی موعود رحمہ اللہ کی ولادت اور زندگی کی مدت طبعی ہوگی۔ احادیث مبارکہ میں ایسی کوئی بات دلالت نہیں کرتی کہ جس کی بنا پر مہدی موعود محمد بن عبداللہ رحمہ اللہ دیگر (صالح) لوگوں میں سے کسی بھی وصف میں کوئی امتیازی حیثیت رکھتے ہوں گے۔ مگر جو روافض شیعہ کے ہاں مہدی منتظر ہے تو اس کا حمل ولادت ایک ہی رات میں ہو چکا ہے اور ۹ سال کی عمر میں یہ مہدی صاحب ایک سرنگ نما غارِ

❶ رواه ابونعيم في "أخبار المهدى" وصححه الألباني في "صحيح الجامع" جلده، ص ۷۱۷۰.

❷ سنن أبي داود، كتاب المهدي، رقم: ٤٢٨٥.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سامرا میں جاچھپے تھے۔ اب تلک ان کو اس غار میں چھپے ہوئے ایک ہزار ایک سو پچھتر سال (۱۱۷۵) گزر چکے ہیں۔ (اور ابھی تک وہاں زندہ ہیں۔)

(۴)...... اہل السنہ کی جماعت حقہ کے نزدیک یہ ہے کہ: امام مہدی موعود رحمہ اللہ اللہ کے دین، اسلام اور مسلمانوں کی مدد ونصرت کے لیے نکلیں گے اور وہ کسی شہریت وقومیت میں فرق نہیں کریں گے۔ مگر روافض شیعہ کے مہدی منتظر صرف روافض شیعہ کی مدد کے لیے ہی نکلیں گے اور شیعہ کے دشمنوں سے ان کا انتقام لیں گے۔ وہ عربوں سے اور قریش سے نفرت کریں گے اور انھیں قتل کرنے کے سوا کچھ نہیں دیں گے۔ ان کے پیروکاروں میں سے کوئی شخص عرب میں سے نہیں ہوگا۔ جیسا کہ روافض کی روایات سے واضح ہے۔

(۵)...... مہدیِ سنت، نبی کریم ﷺ کی سنت پر عمل پیرا ہوں گے اور ہر سنت کو قائم کرکے رہیں گے۔ ہر بدعت کا قلع قمع کرکے چھوڑیں گے۔ مگر روافض کے مہدی منتظر صاحب ایک نئے دین اور ایک نئی کتاب کی طرف دعوت دیں گے۔

(۶)...... اہل السنہ والقرآن کی جماعت حقہ کا مہدی موعود رحمہ اللہ مساجد کی تعمیر واقامت کرے گا۔ مگر روافض شیعہ کا مہدی منتظر عام مساجد کو بھی منہدم کرے گا اور مسجد حرام و بیت اللہ الحرام کو بھی تباہ و برباد کردے گا۔ اسی طرح وہ مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کو بھی گرادے گا اور پھر روئے زمین میں کوئی ایک مسجد بھی باقی نہ رہے گی۔ جیسا کہ ان لوگوں نے اپنی کتابوں میں اس موضوع کو خوب وضاحت سے بیان کیا ہے۔

(۷)...... اہل السنہ والقرآن کی جماعت حقہ کا امام مہدی موعود محمد بن عبداللہ القرشی الہاشمی الحسنی رحمہ اللہ کتاب اللہ العزیز اور سنۃ نبیہ الکریم ﷺ کے مطابق فیصلے کرے گا۔ جبکہ روافض شیعہ کا مہدی منتظر آل داؤد کے قانون (یہودیوں کے قوانین) کے مطابق فیصلے کرے گا۔

(۸)...... اہل السنہ جماعت حقہ ومنصورہ کے امام محترم محمد بن عبداللہ رحمہ اللہ کا ظہور وخروج جزیرۂ عرب کے مشرق سے ہوگا جبکہ روافض کے امام مہدی منتظر کا خروج سامراء کے غار سے ہوگا۔

(۹)...... اہل السنہ والقرآن کی جماعت حقہ ومنصورہ کا مہدی موعود محمد بن عبداللہ رحمہ اللہ ایک عین حق سچ والی حقیقت ہے کہ جس کے لیے نبی مکرم ﷺ کی سینکڑوں صحیح الاسناد احادیث مبارکہ کتب میں درج ہیں اور اس ضمن میں علماء حق کا اجماع اور اُن کی شروحات وتفاسیر اور اُن کے اقوال بھی موجود ہیں۔ جبکہ:

روافض شیعہ کا مہدی منتظر صرف ایک تصوراتی تخیل اور نرا وہم ہے۔ نہ ہی اُس کا آج تک خروج وظہور ہوا ہے اور نہ ہی وہ کبھی تا قیامت ہرگز ظاہر ہوگا۔ [1]

[1] تفصیل کے لیے دیکھئے: "بذل المجهود" جلد ۱، ص ۲۵۶، ۲۵۷.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دسویں فصل

روافض شیعہ کے نزدیک موت کے بعد واپس دنیا میں آنے کا عقیدہ

(ہندوانہ عقیدہ کی طرح) ''دنیا کی طرف واپسی'' ...... شیعہ مذہب کے اصول میں سے ایک اصل کی حیثیت رکھتی ہے۔ چنانچہ ان کی روایات میں ہے: ''لَیْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ یُؤْمِنْ بِکَرَّتِنَا ...... جو شخص ہمارا (موت کے بعد) دنیا کی طرف واپس آنے پر ایمان نہیں رکھتا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔'' ❶

ابن بابویہ اپنی کتاب ''الاعتقادات'' میں لکھتا ہے: ''وَاعْتِقَادُنَا فِی الرَّجْعَةِ أَنَّهَا حَقٌّ ...... موت کے بعد دنیا کی طرف واپس پلٹ آنے کے بارے میں ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ: یہ حق ہے۔'' ❷

اور ان کا شیخ المفید لکھتا ہے: ''وَاتَّفَقَتِ الْإِمَامِیَّةُ عَلَی وُجُوْبِ رَجْعَةِ کَثِیْرٍ مِنَ الْأَمْوَاتِ ...... امامیہ اثنا عشریہ روافض کا مرنے والوں کی بہت بڑی، کثیر تعداد کے دنیا میں واپس پلٹ آنے کے واجب ہونے والے نظریہ و عقیدہ پر اجماع و اتفاق ہے۔'' ❸

اسی طرح الطبرسی، الحر العاملی اور ان جیسے دیگر شیعہ روافض کے کبار مشائخ کا بھی یہی قول ہے: ''إِنَّهَا مَوْضَعُ إِجْمَاعِ الشِّیْعَةِ الْإِمَامِیَّةِ وَإِنَّهَا مِنْ ضُرُوْرِیَاتِ مَذْهَبِهِمْ، وَإِنَّهُمْ مَامُوْرُوْنَ بِالْإِقْرَارِ بِالرَّجْعَةِ وَاعْتِقَادِهَا وَتَجْدِیْدِ الْاِعْتِرَافِ بِهَا فِی الْأَدْعِیَةِ وَالزِّیَارَاتِ وَیَوْمِ الْجُمُعَةِ وَکُلِّ وَقْتٍ، کَالْإِقْرَارِ بِالتَّوْحِیْدِ وَالنُّبُوَّةِ وَالْإِمَامَةِ وَالْقِیَامَةِ ...... بعد الموت دنیا میں واپس پلٹ آنے کا عقیدہ امامی شیعہ کے اجماع و اتفاق کا مقام ہے۔ (یعنی اس عقیدہ میں کسی بھی امامی شیعہ کا اپنے کسی بھی اثنا عشری شیعہ سے اختلاف نہیں ہے۔) اور بلاشبہ یہ عقیدہ اُن کے مذہب کی ضروریات میں سے ہے۔ اور بلاشبہ تمام اثنا عشری روافض کو ''عقیدہ رجعت الی الدنیا'' کے اقرار کرنے اور اس عقیدہ کو اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور سب کے سب روافض شیعہ کو اپنی دعاؤں میں (قبروں اور قبوں کی) زیارتوں کے وقت، جمعہ والے دن اور ہر وقت، اللہ کی توحید، نبی کریم ﷺ کی رسالت، اماموں کی امامت اور روزِ قیامت کے اقرار کی طرح ...... ''عقیدہ

---

❶ دیکھئے: ''أصول الشیعة الإمامیة'' جلد۲، ص ۱۱۰۳.

❷ دیکھئے: الاعتقادات ص ۹۰.

❸ دیکھئے: أوائل المقالات ص ۵۱.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رجعت الی الدنیا'' کے اعتراف کی صورت میں اسے بالالتزام ومقرر ومحدود کر لینا چاہیے۔'' ❶

رجعت کا معنی:

رجعت کا معنی ہے: موت کے بعد دنیا کی طرف واپس پلٹ آنا۔ ❷ شیعہ فرقے کثرت کے ساتھ اپنے اماموں کا دنیا میں دوبارہ پلٹ آنے والا عقیدہ نہایت شدت سے اختیار کیے ہوئے ہیں۔ ان میں سے بعض وہ ہیں جو ان اماموں کی وفات اور پھر دوبارہ دنیا میں پلٹ آنے کا اقرار کر کے یہ عقیدہ رکھتے ہیں۔ ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو اپنے اماموں کی وفات وموت کے ہی منکر ہیں۔ یہ لوگ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اُن کے امام غائب ہو گئے ہیں (انھیں موت نہیں آئی بلکہ دنیا سے پردہ فرما گئے ہیں) اور وہ عنقریب واپس دنیا میں پلٹ آئیں گے۔

اس بارے میں سب سے پہلے جس ظالم، اللہ کے دشمن نے ''عقیدہ رجعت'' کو گھڑا وہ ابن سبا یمن کا یہودی تھا۔ شیطان کے اس رشتہ دار نے یہ نظریہ پھیلایا کہ: رسول اللہ ﷺ دراصل دنیا سے غیب ہو (کر پردہ فرما) گئے ہیں اور آپؐ بہت جلد دنیا میں تشریف لے آئیں گے۔ اس ظالم وفاسق نے نبی کریم ﷺ کی وفات وموت کی تصدیق نہیں کی تھی۔ ''عقیدۂ رجعت الی الدنیا'' سبائیوں کے نزدیک ''امام کی دنیا میں واپسی'' والے عقیدہ کے ساتھ خصوصیت اختیار کر گیا۔ اسی طرح کیسانیوں وغیرھم نے بھی یہی عقیدہ اپنا لیا۔ لیکن اثنا عشری امامی روافض کے نزدیک تو بالعموم یہ عقیدہ ان کے امام اور دیگر ان کے بہت سارے لوگوں کے متعلق پوری پوری جڑیں پکڑ گیا۔ شیعہ کا شیخ مجدد وفقیہ آلوسی اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ: تیسری صدی ہجری میں شیعہ روافض کے نزدیک اس عمومی معنی سے تبدیل ہو کر رجعت کا مفہوم صرف ''رجعۃ الامام الی الدنیا'' کے نظریہ وعقیدہ میں تبدیل ہو گیا۔ ❸

اور جہاں تک اثنا عشری امامیوں کے نزدیک ''رجعت کے مبدأ'' والے عمومی مفہوم کا تعلق ہے تو وہ درج ذیل تین اقسام پر مشتمل ہے:

(ا)..... یہ عقیدہ صرف بارہ اماموں سے متعلق ہے۔ ان میں سے بارھواں امام المھدی المنتظر (جس کا حقیقت اور سچائی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔) اپنے چھپنے والے مقام ''غار سامراء'' سے خروج کرے گا اور اس وقت وہ اپنی غیب ہونے والی زندگی سے واپس (دنیا میں) پلٹ آئے گا۔ جبکہ باقی گیارہ امام اپنی موت ووفات کے بعد

---

❶ تفصیل کے لیے دیکھئے: مجمع البیان جلد٥، ص ٥٢، اور "الایقاظ من الھجعة ص ٣٣، ص ٦٤.

❷ دیکھئے: "القاموس" جلد٣، ص ٢٨ و "مجمع البحرین" جلد٤، ص ٣٣٤.

❸ دیکھئے: "روح المعانی" جلد٥، ص ٢٧ اور "ضحی الإسلام"، احمد امین کی جلد٣، ص٢٣٧۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زندہ ہو جاتے ہیں اور دوبارہ پھر اس دنیا میں پلٹ آئے تھے۔

(ب)...... روافض کے عقیدہ ونظریہ کے مطابق مسلمانوں کے وہ خلفاء و اولیاء الامور کہ جنھوں نے خلافت وحکومت کو اس کے اصل شرعی حقداروں ''بارہ اماموں'' سے غصب کر کے چھینا تھا، ان غاصبوں کو ان کی قبروں سے اُٹھا کر، ان سے قصاص لینے کے لیے انھیں دنیا میں بھیجا جاتا ہے اور ان سب (خلفاء اشدین و اولیاء اُمور المسلمین) میں سے سب سے آگے ابوبکر وعمر اور عثمان (رضی اللہ عنہم) ہوتے ہیں، کہ انھوں نے خلافت کے اصل حقداروں سے اسے کیوں چھینا تھا؟ چنانچہ (روافض کے عقیدۂ باطلہ اور نظریۂ دیسیسہ کے مطابق) ان غاصبین کو طرح طرح کے عذاب دینے، انھیں قتل کرنے اور انھیں سولیوں پر لٹکانے جیسی تکالیف سے گزارا جاتا ہے۔

(ج)...... باقی رہے عامۃ الناس؟ تو ان میں سے بعض کو صرف اور صرف ان کے اپنے ایمان کی بنیاد پر مختص کیا جاتا ہے اور یہ عموماً شیعہ ہوتے ہیں کیونکہ ایمان روافض شیعہ کے ساتھ ہی مختص ہوتا ہے۔ جیسا کہ اس نظریہ پر ان کی روایات اور ان کے مولویوں (علماء ومشائخ) کے اقوال وفتاوی ہیں۔ (یعنی وہ روافض شیعہ کے علاوہ کسی کو بھی صاحب ایمان نہیں سمجھتے۔) اسی طرح دنیا میں دوبارہ واپس آنے والا عمل صرف اور صرف کفر کی بنیاد پر بھی ہوتا ہے اور وہ ''مستضعفین'' کے سوا تمام کے تمام لوگ ہوتے ہیں۔ ❶

اس لیے روافض شیعہ ''رجعة الى الدنيا'' کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں: ''إِنَّهَا رَجْعَةُ كَثِيرٍ مِّنَ الْأَمْوَاتِ إِلَى الدُّنْيَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَعَوْدَتُهُمْ إِلَى الْحَيَاةِ بَعْدَ الْمَوْتِ، فِيْ صُوَرِهِمُ الَّتِي كَانُوْا عَلَيْهَا ...... اس نظریہ وعقیدہ کا معنی: بہت سارے فوت شدگان (مرے ہوئے لوگوں) کا دنیا میں قیامت سے پہلے پہلے واپس پلٹنا ہے اور ان کا اپنی انھیں صورتوں میں موت کے بعد دوبارہ دنیاوی زندگی میں پلٹ آنا کہ جن صورتوں، شکلوں اور اجساد واجسام کے ساتھ وہ دنیا میں زندگی گزار کر گئے تھے؛ ''رجعة الى الدنيا'' ہے۔'' ❷

یہ نظریہ وعقیدہ ایجاد کرنے کے بعد روافض شیعہ کے شیوخ (ان کے بڑے بڑے مولوی) پھر قرآن حکیم کی طرف متوجہ ہوئے تاکہ وہ اپنے اس ''عقیدہ رجعت'' کے لیے اس سے دلیل تلاش کر سکیں کہ جس عقیدہ ونظریہ کو اُنھوں نے باقی تمام اہل ایمان مسلمانوں سے یکسر منفرد انداز میں الگ تھلگ ایجاد کیا تھا۔ مگر جب ان کے خواہش پرستوں نے اپنے اس عقیدہ فاسد کے لیے قرآن سے کوئی دلیل نہ پائی تو اُنھوں نے اپنی عادتِ سیئہ

---

❶ دیکھئے: ''أصول الشيعة الإمامية'' جلد ۲، ص ۱۱۰۵۔

❷ تفصیل کے لیے: ''اوائل المقالات'' ص ۹۱، ص ۹۵ اور ''أصول الشيعة الإمامية'' جلد ۲، ص ۱۱۰۵ دیکھ لیجیے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے مطابق اپنے اس نظریہ کو باطل تاویل سے جوڑ دیا اور ظالمانہ زیادتیوں والی تجاوزات کی پشت پر چڑھ بیٹھے۔ اس راہ میں غیر واضح معانی والے الفاظ کے ساتھ انتہائی سوقیانہ انداز میں وہ قیل وقال کرنے لگے۔ بالآخر اُن کا یہی طریقہ استدلال ان کے لیے مصیبت بن کر ان کے کمزور و باطل عقیدہ کے خلاف خود دلیل بن گیا اور ان کے مذہب کے باطل ہونے کے خلاف ایک قاطع وساطع برہان۔

موضوع ہذا کے لیے جن آیات کو روافض نے دلیل بنایا ہے اور ان کی جو تفسیر ان لوگوں نے کی ہے، اس کی ایک مثال پیش خدمت ہے۔ روافض شیعہ کے ہاں ان کا شیخ المفسرین القمی کہتا ہے: عقیدۂ رجعت کے لیے تمام دلائل میں سب سے بڑی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ۝﴾ (الانبیاء: ۹۵) ...... ''اور لازم ہے اس بستی پر جسے ہم ہلاک کر دیں کہ بے شک وہ واپس نہیں لوٹیں گے۔'' ❶

جبکہ اس آیت کریمہ کا مفہوم اگلی آیت کو ساتھ ملائے بغیر واضح ہی نہیں ہو رہا۔ اگلی آیت کو جب ساتھ ملائیں گے تو مفہوم یوں بنے گا: ''اور ہر اُس بستی والوں پر حرام (ناممکن ہے) کہ جنھیں ہم نے ہلاک اور تباہ و برباد کر دیا کہ وہ بے شک دنیا میں واپس نہیں آئیں گے حتیٰ کہ یاجوج و ماجوج کی دونوں قومیں (ذوالقرنین کی بنائی گئی دیوار کے پیچھے سے) کھول دی جائیں اور وہ ہر اونچان (بلند و بالا پہاڑیوں) سے دوڑ پڑیں گے۔ (یعنی ان قوموں کے کھول دیے جانے کے متصل بعد ہی صور پھونک دیا جائے گا اور قیامت قائم ہو جائے گی۔ جیسا کہ سورۃ الکہف کی آیت ۹۲ تا ۱۰۱ میں وضاحت موجود ہے۔)

پھر یہ کہ دنیا کی طرف تمام لوگوں کے ایک بار واپس پلٹنے کے بارے میں اہل اسلام میں سے کسی نے بھی انکار نہیں کیا۔ مگر یہ قیامت والے دن ہوگا جب زمین کی حالت کو بدل دیا جائے گا۔ پھر سب کے سب لوگوں کو اللہ ذوالجلال کے حکم سے زمین کے اندر سے نکال کر زمین کی سطح پر اللہ رب العالمین کے سامنے کھڑا کر دیا جائے گا۔ اس وقت دنیا کے تمام انسان، بمع انبیاء ورسل اور اولیاء وآئمہ کرام، نیک و بد، مومن و کافر اور مشرک و موحد زمین پر کھڑے کر دیے جائیں گے۔ چنانچہ اللہ عزوجل فرماتے ہیں:

﴿كَلَّآ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ۝ وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ۝ وَجِايْٓءَ يَوْمَئِذٍۭ بِجَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ۝ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِيْ ۝﴾

(الفجر: ۲۱ تا ۲۴)

''ہرگز نہیں، جب زمین کوٹ کوٹ کر ریزہ ریزہ کر دی جائے گی۔ اور تیرا رب آئے گا اور فرشتے جو

❶ تفصیل کے لیے: تفسیر القمی جلد۲، ص ۷۶۔ صفحہ کے سب سے اوپر قمی نے عنوان قائم کیا ہے: ''اَعْظَمُ دَلِيْلٍ عَلَى الرَّجْعَةِ''.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صف در صف ہوں گے۔ اور اس دن جہنم کو لایا جائے گا، اس دن انسان نصیحت حاصل کرے گا اور (اس وقت) اس کے لیے نصیحت کہاں۔ کہے گا اے کاش! میں نے اپنی زندگی کے لیے آگے بھیجا ہوتا۔''

ایک دوسرے مقام پر یوں ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْأَرْضَ بَارِزَةً وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا ۝ وَعُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍۭ بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا ۝﴾ (الکهف: ٤٧تا٤٨)

''اور جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور تو زمین کو صاف میدان دیکھے گا اور ہم انھیں اکٹھا کریں گے تو ان میں سے کسی کو نہیں چھوڑیں گے۔ اور وہ تیرے رب کے سامنے صفیں باندھے ہوئے پیش کیے جائیں گے۔ بلاشبہ یقیناً تم ہمارے پاس اسی طرح آئے ہو جیسے ہم نے تمھیں پہلی بار پیدا کیا تھا، بلکہ تم نے گمان کیا تھا کہ ہم تمھارے لیے کبھی وعدے کا کوئی وقت مقرر نہیں کریں گے۔''

سورۃ الانبیاء کی یہ آیت ۹۵ تو خود ان کے خلاف دلیل ہے۔ یہ آیت کریمہ تو (جیسا کہ پیچھے بیان ہو چکا ہے۔) دنیا کی طرف واپس آنے کی نفی پر دلالت کر رہی ہے۔ جس طرح کہ سادا تنا عبداللہ بن عباس، ابوجعفر محمد الباقر، امام قتادہ اور دیگر آئمہ عظام رضی اللہ عنہم نے تصریح فرمائی ہے کہ: اس آیت کریمہ کا معنی یہ ہے کہ: ہر اُس بستی والے لوگوں پر قیامِ قیامت سے پہلے پہلے دنیا میں واپس آنا قطعاً حرام ہے کہ جنھیں اُن کے جرائم کی وجہ سے ہلاک کر دیا گیا تھا۔ ❶

مذکور بالا آیت کا مفہوم بالکل درج ذیل آیات کی طرح ہے۔ اللہ عزوجل فرماتے ہیں:

﴿يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ اِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ۝ وَاِنْ كُلٌّ لَّمَّا جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ۝﴾ (یسین: ٣٠تا٣٢)

''ہائے افسوس بندوں پر! ان کے پاس کوئی رسول نہیں آتا رہا مگر وہ اس کے ساتھ ٹھٹھا کیا کرتے تھے۔ یا انھوں نے نہیں دیکھا، ہم نے ان سے پہلے کتنے زمانوں کے لوگ ہلاک کر دیے کہ بے شک وہ ان کی طرف پلٹ کر نہیں آتے۔ اور نہیں ہیں وہ سب مگر اکٹھے ہمارے پاس حاضر کیے جانے والے ہیں۔''

---

❶ دیکھئے: تفسیر ابن کثیر جلد٣، ص ٢٠٥.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام قرطبی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ''یہاں ''لَا یَرْجِعُوْنَ'' کے لفظ میں ان لوگوں کا ردّ ہے جو بعض شخصیتوں کا موت کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر دنیا میں آنے کے قائل ہیں۔ (اور یہ لوگ سبائی روافض ہیں۔)

اسی سورہ مبارکہ میں دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿ وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۝ مَا يَنظُرُونَ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً تَأْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُونَ ۝ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ تَوْصِيَةً وَلَا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ يَرْجِعُونَ ۝ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَإِذَا هُم مِّنَ الْأَجْدَاثِ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يَنسِلُونَ ۝ قَالُوا يَا وَيْلَنَا مَن بَعَثَنَا مِن مَّرْقَدِنَا ۜ هَٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمَٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُونَ ۝ إِن كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً فَإِذَا هُمْ جَمِيعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُونَ ۝﴾ (یٰسین: ۴۸ تا ۵۳)

''اور وہ کہتے ہیں یہ وعدہ کب (پورا) ہوگا، اگر تم سچے ہو؟ وہ انتظار نہیں کر رہے مگر ایک ہی چیخ کا، جو انھیں پکڑ لے گی جب کہ وہ جھگڑ رہے ہوں گے۔ پھر وہ نہ کسی وصیت کی طاقت رکھیں گے اور نہ اپنے گھر والوں کی طرف واپس آئیں گے۔ اور صور میں پھونکا جائے گا تو اچانک وہ قبروں سے اپنے رب کی طرف تیزی سے دوڑ رہے ہوں گے۔ کہیں گے ہائے ہماری بربادی! کس نے ہمیں ہماری سونے کی جگہ سے اٹھا دیا؟ یہ وہ ہے جو اللہ رحمٰن نے وعدہ کیا اور رسولوں نے سچ کہا تھا۔ نہیں ہوگی مگر ایک ہی چیخ، تو اچانک وہ سب ہمارے پاس حاضر کیے ہوئے ہوں گے۔''

اوپر بیان شدہ سورۃ الانبیاء کی آیت ۹۵ میں کلمہ '' لا '' جو ہے؛ یہ '' وَحَـــرَامٌ '' والی نفی کی تاکید میں آیا ہے۔ ایسا انداز اُسلوبِ قرآن حکیم کے تحسین کلام والے اُن اسالیب میں شمار ہوتا ہے جو انتہائی دقت کے ساتھ غرض و غایت کو بیان کرتے ہیں۔ یہاں پر بذریعہ عذاب ہلاک شدہ قوموں کے لوگوں کو نہایت واضح الفاظ میں قیامت سے پہلے دوبارہ زمین میں قطعاً نہ آنے کی انھیں خبر دینے کا راز یہ ہے کہ ان جیسی قوموں کو ''عدم رجوع الی الدنیا'' والا یہ اعلان انھیں افسوس میں مبتلا کیے رکھے اور انھیں ہمیشہ بے قراری و بے چینی سے دوچار رکھے۔ اس سے اُن کی بڑی بڑی خواہشات دم توڑ جائیں اور ان میں سے سب سے بڑی آرزو ان کی یہ دنیاوی زندگی کا دوبارہ ملنا ہے۔''[1]

اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ؛ روافض شیعہ کے نزدیک موت کے بعد (قیامت سے پہلے) ایک بار پھر دنیا میں واپس پلٹنے والا نظریہ صراحتاً قرآن کریم کی نصوص کا مخالف ہے اور بذاتِ خود قرآن عظیم کی بہت ساری آیات

[1] دیکھیے: تفسیر القاسمي جلد۱، ص ۱۱.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی روشنی میں یہ ایک باطل عقیدہ ونظریہ ہے۔ چنانچہ اللہ رب العالمین کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ۝ لَعَلِّيْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ۭ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَاۗىِٕلُهَا ۭ وَمِنْ وَّرَاۗىِٕهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝﴾

(المؤمنون: ۹۹تا۱۰۰)

''یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے پاس موت آتی ہے تو کہتا ہے اے میرے رب! مجھے واپس بھیجو۔ تاکہ میں جو کچھ چھوڑ آیا ہوں اس میں کوئی نیک عمل کرلوں۔ ہرگز نہیں، یہ تو ایک بات ہے جسے وہ کہنے والا ہے اور ان کے پیچھے اس دن تک جب وہ اٹھائے جائیں گے، ایک پردہ ہے۔''

تو یہاں پر: وَمِنْ وَّرَاۗىِٕهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ...... میں بالصراحت رجعۃ الی الدنیا کی نفی مذکور ہے۔

ایک دوسرے مقام پر اللہ عزوجل فرماتے ہیں:

﴿ وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلَي النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ۭ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ وَقَالُوْٓا اِنْ هِىَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ۝ وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلٰي رَبِّهِمْ ۭ قَالَ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ۭ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ۭ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝﴾ (الانعام: ۲۷تا۳۰)

''اور کاش! تو دیکھے جب وہ آگ پر کھڑے کیے جائیں گے تو کہیں گے اے کاش! ہم واپس بھیجے جائیں اور اپنے رب کی آیات کو نہ جھٹلائیں اور ایمان والوں میں سے ہو جائیں۔ بلکہ ان کے لیے ظاہر ہوگیا جو وہ اس سے پہلے چھپاتے تھے اور اگر انھیں واپس بھیج دیا جائے تو ضرور پھر وہی کریں گے جس سے انھیں منع کیا گیا تھا اور بلاشبہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔ نہیں ہے یہ (زندگی) مگر ہماری دنیا کی زندگی اور ہم ہرگز اٹھائے جانے والے نہیں۔ اور کاش! تو دیکھے جب وہ اپنے رب کے سامنے کھڑے کیے جائیں گے، وہ فرمائے گا کیا یہ حق نہیں؟ کہیں گے کیوں نہیں! ہمارے رب کی قسم! فرمائے گا پھر چکھو عذاب اس کے بدلے جو تم کفر کیا کرتے تھے۔''[1]

---

[1] اس سے قبل (یعنی آخرت میں ہی) جس شرک وکفر اور نفاق کی وہ جھوٹی قسمیں کھا کر چھپانے کی کوشش کریں گے اس کی حقیقت کھل جائے گی اور ان کے اپنے ہاتھ پاؤں ان کے خلاف گواہی دیں گے۔ اس وقت وہ محض ندامت کے مارے یہ آرزو کریں گے۔ بعض نے ''من قبل'' سے دنیا میں چھپانا مراد لیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ آیت منافقین کے بارے میں ہے یا اس سے رؤساء کفار مراد ہیں۔ یعنی وہ قرآن اور ⇐⇐⇐

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی لیے آیاتِ مذکور بالا کے پیش نظر اہل العلم نے موت کے بعد دنیا میں (قیامت سے پہلے) واپس لوٹ آنے والے نظریہ وعقیدہ کو تشیع کی بدعت میں غلو کے مراحل میں سے نہایت ہی ''سخت باطل نظریہ اور بدعت'' شمار کیا ہے۔ ❶

مسند احمد میں ایک روایت یوں درج ہے کہ: امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے ایک شخص جناب عاصم بن ضمرہ نے سیّدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا: شیعہ یہ گمان ونظریہ رکھتے ہیں کہ جنابِ علی رضی اللہ عنہ (قیامت سے پہلے پہلے) دوبارہ دنیا میں آئیں گے تو یہ کیا معاملہ ہے؟ سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''كَذِبَ أُولٰئِكَ الْكَذَّابُوْنَ وَلَوْ عَلِمْنَا ذَاكَ مَا تَزَوَّجَ نِسَاؤُهُ وَلَا قَسَمْنَا مِيْرَاثَهُ ...... یہ کذاب قسم کے جھوٹے لوگ جھوٹ بول رہے ہیں (اور اسلامی عقیدہ توحید پر طعن کر رہے ہیں۔) اگر ہمیں اس بات کا علم ہوتا تو نہ ہی آپ رضی اللہ عنہ کی بیویاں آگے نکاح کرتیں اور نہ ہی ہم آپ کی میراث تقسیم کرتے۔'' ❷

نیکوکار لوگوں کا اجر وانعام دینے، گنہگاروں کو معاف کر دینے اور مجرموں کو سزا دینے کے لیے موت کے بعد دوبارہ دنیا میں پلٹ آنے والا نظریہ وعقیدہ ویسے بھی عقلی طور پر اس دنیا کے چلن اور یہاں کے اُصولوں کے منافی ہے۔ اور جیسا کہ اللہ رب العالمین کا بھی ارشاد گرامی ہے؛ یہ دنیا جزاء وسزا کا مقام نہیں ہے۔ فرمایا:

﴿ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ۝ ﴾ (آل عمران: ۱۸۵)

''ہر جان موت کو چکھنے والی ہے اور تمھیں تمھارے اجر قیامت کے دن ہی پورے دیے جائیں گے، پھر جو شخص آگ سے دور کر دیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا تو یقیناً وہ کامیاب ہوگیا اور دنیا کی

⇐⇐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کو جانتے تھے مگر اپنے اتباع سے چھپاتے تھے۔ قیامت کے دن یہ حقیقت ان کے اتباع پر کھل جائے گی اور ان کو معلوم ہوجائے گا کہ یہ ہمیں دھوکہ دیتے رہے ہیں۔ یعنی پھر شرک اور کفر ونفاق کی روش اختیار کریں گے کیونکہ ان کی یہ آرزو ایمان کی محبت کے سبب نہیں بلکہ محض ندامت کی وجہ سے ہوگی۔ اس لیے آخرت میں اپنی اس آرزو کے اظہار میں بھی جھوٹ ہی سے کام لیں گے۔'' اور مرنے کے بعد ہم اُٹھنے والے نہیں ہیں۔'' یعنی کوئی آخرت اور ثواب وعقاب نہیں ہے یہ محض لوگوں کو اُلو بنانے کے لیے ایک ڈھکوسلا ہے۔ اس زندگی کے جو چند دن ملے ہیں ان میں خوب مزے اڑالو۔ تو ایک عجیب تماشا یا بڑا سانحہ دیکھے گا۔ جب اُنھیں اُن کے رب، اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا کیا جائے گا۔ پہلی آیت میں ان کے انکار حشر ونشر کو بیان کیا تھا، اب اس آیت میں قیامت کے دن ان کی حالت کا ذکر ہے۔ یعنی آخرت میں ان کا یہ انکار اقرار کی صورت اختیار کرے گا مگر اس وقت اس ایمان واقرار کا کچھ فائدہ نہ ہوگا۔

❶ تفصیل کے لیے: "مختصر التحفه" ص ۲۰۱ و "أصول الشيعة الإمامية" جلد ۲، ص ۱۱۱۲.

❷ دیکھیے: مسند أحمد ۲/ ۳۱۲، قال احمد شاکر: إسناده صحيح.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زندگی تو دھوکے کے سامان کے سوا کچھ نہیں۔'' ❶

اس ''نظریہ وعقیدۂ رجعت'' کی بنیاد رکھنے والا سب سے پہلا شخص (تاریخ اُمت محمدیہ علی صاحبہا التحیۃ والسلام میں) یمن کا عبداللہ بن سبا یہودی تھا۔ قبحہ اللہ ولعنہ۔ البتہ اُس نے جس عقیدے کی بنیاد رکھی تھی وہ بالخصوص امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے متعلق تھا۔ وہ آپ رضی اللہ عنہ کی موت وشہادت کا ہی اصل میں منکر تھا۔ مگر اثنا عشری روافض نے اس عقیدے کو اپنے تمام اماموں کے ساتھ بھی جوڑ دیا اور اسے اپنے مہدی منتظر کے ساتھ تو بالکل منسلک کر کے رکھ دیا۔ یہ لوگ اپنے مہدی منتظر کے دنیا میں گیارہ سو سال سے بھی زیادہ عرصہ سے موجود ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

اصل حقیقی صورتِ حال یہ ہے کہ امامی روافض شیعہ کے نزدیک ''رجعۃ الی الدنیا'' والا عقیدہ ونظریہ دین حنیف کی تعلیمات (اور نبوی منہج وعقیدۂ اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم) کے خلاف ہے۔ اور وہ یہ کہ قیامت سے پہلے کسی بھی شخصیت کو دنیا میں دوبارہ نہیں آنا۔ بلاشبہ اس ضمن میں ہر کافر اور ظالم ومشرک آدمی کو اللہ عزوجل نے جو ڈانٹ پلائی ہے تو وہ صرف قیامت کے دن سے متعلق ہے۔ روافض کا یہ نظریہ وعقیدہ قرآن حکیم کی آیات اور تواتر سے بیان شدہ اُن احادیث صحیحہ کے خلاف ہے جو اس بات کی تصریح ووضاحت کر رہی ہیں کہ: ''قیامت سے پہلے کسی بھی شخصیت کا دنیا کی طرف واپس پلٹنا قطعاً ممکن نہیں ہے۔'' ❷

❀❀❀❀❀❀

❶ بخیلوں کا حال اور ان کا کفر بیان کرنے کے بعد یہاں بتایا کہ دنیا کے جس مال ومتاع کے جمع کرنے کے لیے انسان بخل کرتا ہے، یہ سب کچھ فانی اور نہ باقی رہنے والی چیز ہے۔ آخرت کی زندگی ہی باقی اور ابدی ہے۔ لہٰذا انسان کو چاہیے کہ آخرت کی فکر کرے اور اس میں کامیابی کے لیے کوشاں رہے۔ اور یہ جو فرمایا کہ ''قیامت ہی کے دن پورے پورے بدلے دیتے جائیں گے۔'' تو اس کے معنی یہ ہیں کہ انسان کو دنیا یا برزخ میں بھی کچھ نہ کچھ اعمال کا بدلہ ملتا ہے مگر پورا پورا بدلہ، ثواب وعتاب، قیامت کے دن ہی ملے گا، اس سے پہلے ممکن نہیں۔ اور دنیا کی زندگی ''متاع الغرور'' ہے۔ اس کی ظاہری زیب وزینت سے دھوکا نہیں کھانا چاہیے۔ اصل کامیابی آخرت کی کامیابی ہے۔

❷ دیکھیے: "أصول الشيعة الإمامية" جلد۲، ص ۱۱۲٤.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گیارھویں فصل

روافض کا اللہ عز وجل کے متعلق اس کے کسی حکم و رائے کے بارے میں پہلے سے لاعلم و جاہل ہونے کا عقیدہ

رافضی عقیدہ ''البداء'' کا لغوی معنی:

روافض شیعہ اپنے اس غلیظ و باطل عقیدہ کے لیے عربی کا لفظ ''البداء'' استعمال کرتے ہیں جس کا معنی و مفہوم یوں ہے؛ یہ کلمہ باب نَصَرَ یَنصُرُ نَصْرًا کے وزن پر: بَدَا، یَبْدُوْ، بُدُوًّا و بَدَاً و بَدْوًا و بَدَاءَۃً آتا ہے۔ جس کا معنی ہوتا ہے: ظاہر ہونا، روشن ہونا۔ اگر کہا جائے: بَدَا لَہُ فِی الْأَمْرِ کَذَا ......تو معنی ہوگا: رائے قائم ہونا، خیال آنا، (نئی) بات ذہن میں آنا اور اگر اس کا مصدر: ''بَدَاوَۃً اور بِدَاوَۃً '' آئے یا باب اس کا ''تَبَدِّی '' آئے تو معنی ہوتا ہے: بادیہ کی طرف جانا۔ بادیہ میں اقامت اختیار کرنا اور بادیہ میں رہائش پذیر کو بدوی کہا جاتا ہے اور اَبْدَی الْأَمْرَ کا معنی: ''ظاہر کرنا'' آتا ہے اور اگر کہا جائے: ''أَبْدَی فِيْ کَلَامِہٖ'' ......تو اس کا معنی ہوگا: جرأت دکھلانا۔ اَبْدَی فِيْ مَنْطِقِہٖ: اُس نے بیجا اور حد سے بڑھ کر بات کی۔ بَادِي الرَّأْيِ: کا معنی ہوگا: دیکھنے میں، بظاہر۔ البدوۃ: اَلْبَدَاۃُ: ذہن میں آنے والی بات، نئے سرے سے قائم کردہ رائے (جو پہلے نہ ہو) بَدَاوَۃُ الْاَمْرِ: آغاز معاملہ اور ''اَلْبَدَاوَاتُ'' مختلف رائیں۔ جیسے بہت سارے خیالات آئیں اور وہ ان میں سے بہتر کا انتخاب کرے تو اُسے '' ذُو بَدَوَات '' اور '' اَبُو الْبَدَاوَات '' کہا جاتا ہے اور '' اَلْبَدَاءُ '' کا معنی ہے: عدم کے بعد رائے کا ظہور۔ [1]

کلمہ ''اَلْبَدَاءُ'' کے لغت میں دو معنی معروف ہیں؛ (ا)...... مخفی، پوشیدہ و نامعلوم کے بعد ظاہر ہونا۔ جیسے آپ کہیں: بَدَا سُوْرُ الْمَدِیْنَۃِ ......یعنی مدینہ (شہر) کی بیرونی دیواریں (کہ جو پہلے نہیں تھیں، اب بننے کے بعد) ظاہر و نمایاں ہوگئی ہیں۔

(ب)...... نئی رائے کا معرضِ وجود میں آنا۔ چنانچہ نحو کا امام ''الفراء'' کہتا ہے: بَدَا لِيْ بَدَاءً: یعنی مجھے

---

[1] الفاظ مذکور بالا کے اُردو معانی: القاموس الوحید ص ۱۱۵، طبع ادارہ اسلامیات لاہور، کراچی پاکستان اور ''مصباح اللغات'' ص ۵۲، طبع ادارہ ''المصباح'' اردو بازار لاہور سے لیے گئے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک اور رائے سوجھی ہے۔ علامہ جوھری کہتے ہیں: بَـدَا لَـهُ فِي الْأَمْرِ بَدَاءً : یعنی اُس آدمی کو اس معاملے میں ایک نئی رائے معلوم ہوئی۔ ❶

تو ''الفراء'' اور ''الجوھری'' کے بیان کردہ یہ دونوں معانی قرآن حکیم میں بیان ہوئے۔ چنانچہ پہلے معنی کے لیے قرآن مجید میں ہے: ﴿ وَإِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ أَنْفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ﴾ (البقرہ: ۲۸۴) ...... اور اگر جو تمھارے دلوں میں ہے ''اس بات کو تم ظاہر کرو'' یا اسے چھپاؤ تو اللہ تعالیٰ اس کا حساب تم سے (ضرور) لے گا۔'' جبکہ دوسرے معنی کے لیے اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

﴿ ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ لَيَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِيْنٍ ۝ ﴾ (یوسف: ۳۵)

''پھر اس کے بعد کہ وہ کئی نشانیاں دیکھ چکے، ان کے سامنے یہ بات آئی کہ اسے ایک وقت تک ضرور ہی قید کر دیں۔''

مذکور بالا دونوں معانی سے واضح ہو رہا ہے کہ ''البداء'' کو سابق میں جہالت ولاعلمی اور پھر علم کا حدوث مستلزم ہے۔ یہ دونوں باتیں (یا دونوں صفات) اللہ عزوجل کے لیے محال ہیں اور ان دونوں کی نسبت اللہ رب العالمین کی طرف کرنا بہت بڑا کفر ہے۔ اب آیئے دیکھتے ہیں؛ کلمہ ''اَلْبَـدَاءُ'' کے مذکور بالا معانی کی بنا پر روافض کا اس ضمن میں عقیدہ کیا ہے؟ اس نظریہ وعقیدہ کی ضرورت کیوں پیش آئی اور اس کی ابتداء کہاں سے ہوئی؟

روافض کا عقیدہ ''البداء'':

اثنا عشری امامی روافض کے اصول میں؛ اللہ عزوجل کے متعلق ''البداء'' کا عقیدہ رکھنا شامل ہے۔ انھوں نے اس بارے میں یہاں تک مبالغہ سے کام لیا ہے کہ وہ کہتے ہیں: مَا عُبِدَ اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِثْلَ الْبَدَاءِ ...... نظریہ وعقیدۂ البداء کی مانند اللہ عزوجل کی کسی بھی اور چیز کے ساتھ عبادت نہیں کی جاتی۔'' (کسی بھی اور چیز سے مراد قرآن کی تلاوت، اللہ عزوجل کے اسماء حسنیٰ وصفاتِ مقدسہ، مسنون تسبیحات وتہلیلات، جہاد فی سبیل اللہ اور نفل روزے وغیرھا جیسے اعمال صالحہ کے ساتھ ایک اللہ کی عبادت کرنا ہے۔) ❷

روافض کا ایک قول اس ضمن میں یوں بھی ہے: ''وَمَا عُظِّمَ اللّٰهُ بِمِثْلِ الْبَدَاء ...... اور نظریۂ وعقیدۂ البداء کی طرح اللہ عزوجل کی (کسی بھی اور عمل وقول کے ساتھ) عظمت بیان ہی نہیں کی جاسکتی۔'' پھر کہتے ہیں: اگر لوگوں کو البداء کا نظریہ رکھنے کے اجر کا علم ہو جائے تو وہ اس کے متعلق گفتگو کرنے سے بالکل کوتاہی نہ کریں۔

---

❶ تفصیل کے لیے دیکھیے: القاموس المحیط جلد ٤، ص ٣٠٢، اور ''الصحاح'' جلد ٦، ص ٢٢٧٨، ولسان العرب: ٦/٦١٤.

❷ دیکھیے: ''أصول الکافي جلد ١ ص ١٤٦.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ نے کبھی کوئی ایسا نبی نہیں بھیجا مگر یہ ہے کہ اسے شراب کو حرام قرار دینے کا حکم دے کر اور یہ کہ ہر ہر نبی اللہ عزوجل کے بارے میں ''بدا'' کا اقرار کرے۔'' ❶

روافض کی کتب کے مطالعہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ: امامی اثنا عشری شیعہ میں سب سے پہلے جس شخص نے یہ عقیدۂ ''البداء'' جاری کیا تھا وہ ان کے ہاں ''ثقۃ الاسلام'' کے لفظ سے ملقب بہ ہے اور وہ ہے ان کا علامۃ الدہر ''الکلینی'' جو ۳۲۸ھ میں فوت ہوا تھا۔ اُس نے اپنی کتاب ''الکافی'' کی قسم الاصول میں اس عقیدے کو (وضع کرکے) درج کیا ہے۔ اس طرح اُس نے اس باطل نظریہ وعقیدہ کو ''کتاب التوحید'' کے ذیل میں درج کرکے ''باب البداء'' کے عنوان سے ایک باب قائم کیا اور پھر اس باب کے نیچے اپنے اماموں کی طرف منسوب سولہ حدیثیں درج کی ہیں۔ ❷

جیسا کہ پیچھے قرآنی آیات کے حوالے سے لغوی طور پر ثابت ہوگیا کہ: ''اس نظریہ البداء کی نسبت اللہ عزوجل کی طرف کرنا بہت بڑا کفر ہے تو پھر روافض اثنا عشری شیعہ نے اس عقیدۂ باطل کو سب سے بڑی عبادات میں کیسے شمار کررکھا ہے؟ اور وہ دعویٰ اس بات کا بھی کرتے ہیں کہ: اس نظریہ البداء سے بڑھ کر کسی بھی اور قول و فعل کے ساتھ اللہ کی عظمت بیان نہیں کی جاسکتی۔ واللہ العظیم! یہ تو اللہ رب العرش، علیم بذات الصدور عزوجل پر بہتانِ عظیم ہے۔'' ❸

اللہ عزوجل کی نسبت یہ مردود و منکر معنی یہودیوں کی کتابوں میں بھی پایا جاتا ہے۔ یہودیوں کی خواہشات کے مطابق تورات کے تحریف شدہ نسخوں میں نظریہ ''البداء'' کی نسبت اللہ عزوجل کی طرف نسبت کرنے والے نصوصِ صریحہ آج بھی موجود ہیں۔ ❹

دلائل و براہین سے بالکل واضح معلوم ہوتا ہے کہ عبداللہ بن سبا یہودی نے اسلامی معاشرے میں اس باطل نظریہ کی اشاعت کے لیے سرتوڑ کوشش کی تھی اور یہ نظریہ وعقیدہ اس نے اپنی تورات سے لیا تھا۔ ابن سبا نے تشیع کے نام پر مسلم معاشرے میں اس نظریہ کا مکمل طور پر اثر انداز ہونے کے لیے پوری جدوجہد سے کام لیا اور اُس کا یہ عمل شنیع سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی ولایت کے لیے لوگوں کو دعوت کی چھتری کے نیچے جمع کرنا تھا۔ اسی لیے تمام کے تمام سبائی فرقے ''نظریہ البداء'' کے قائل ہیں۔ وہ اس بات کا نظریہ رکھتے ہیں کہ: ''اللہ تعالیٰ کے لیے مختلف آراء

---

❶ تفصیل کے لیے: مصدر سابق ص ۱٤۸، جلد ۱ دیکھ لیجیے۔

❷ دیکھئے: أصول الشیعة الإمامیّة جلد ۲، ص ۱۱۳۳ دیکھ لیجیے۔

❸ حوالہ سابقہ جلد ۲، ص ۱۱۳۵۔ ❹ تفصیل کے لیے دیکھئے: أصول الشیعة الإمامیّة جلد ۲، ص ۱۱۳٦۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ظاہر ہوتی رہتی ہیں۔'' ❶

پھر یہ نظریہ فرقہ کیسانیہ کی طرف (کچھ عرصہ کے بعد) منتقل ہوگیا اور اسی طرح مختار بن ابوعبید ثقفی کے پیروکاروں کے فرقہ ''مختاریہ'' کی طرف۔ یہی وہ فرقۂ مختاریہ تھا جو نظریہ ''البداء'' کی تشہیر کرکے اسے راسخ کرنے کے لیے پورا اہتمام کرتا اور اس کا عقیدہ کے طور پر التزام کرتا تھا۔ ❷

شیعہ علماء شروع سے ہی اپنے پیروکاروں کو دلاسہ دیتے آئے ہیں کہ حکومت کا معاملہ ان کی طرف لوٹ کر رہے گا اور عنقریب ان کی حکومت بن کر رہے گی۔ حتیٰ کہ انھوں نے ایک روایت کے مطابق کہ جسے انھوں نے امام ابوجعفر الصادق رحمہ اللہ کی طرف منسوب کر رکھا تھا اس حکومت کا سال بھی ۷۰ھ کو مقرر کردیا۔ مگر جب ۷۰ ہجری گزر گیا اور اپنے پیروکاروں سے وعدہ پورا نہ کرسکے اور اس ضمن میں کوئی چیز متحقق نہ ہوسکی تو اُن کے پیروکاروں نے ان سے اس بات کی شکایت کی۔ چنانچہ اس مذہب کے مؤسسین نے اُس وقت اس پریشانی سے یہ کہہ کر جان چھڑائی کہ: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ایک نئی رائے قائم کی ہے جو اس (پرانے) وعدہ کو تبدیل کرنے کا تقاضہ کرتی ہے۔ ❸

اس بطلان کا جواب:

قرآن حکیم اللہ عزوجل کی ایسی صفتِ علم کے متعلق بیان کرتا ہے کہ جو ازل سے ابد تک کے لیے ہے اور وہ ایسا وسیع تر علم ہے کہ فرمایا:

(ا) .... ﴿ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۖ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ ۖ ﴾ (البقرہ: ۲۵۵)

''جو ان کے (یعنی سب لوگوں کے) پہلے گزر چکا ہے اور جو ان کے بعد ہوگا وہ سب کچھ جانتا ہے اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز کو بھی نہیں جانتے مگر جتنا وہ چاہتا ہے۔ اس کی کرسی نے تمام آسمانوں اور زمین کو اپنے اندر سما رکھا ہے۔'' ❹

---

❶ دیکھیے: ''التنبیہ والرد'' للملطي ص ۱۹۔ ❷ دیکھیے: ''أصول الشیعۃ الامامیۃ'' جلد: ۲، ص: ۱۱۳۶۔

❸ دیکھیے: ''تفسیر العیاشی'' جلد۲، ص ۲۱۸ اور ''بحار الأنوار'' جلد۴، ص ۲۱۴۔

❹ اللہ تعالیٰ کی ''کرسی'' کی وسعت کا بیان احادیث میں مذکور ہے۔ یعنی یہ کہ سات آسمانوں اور زمین کی نسبت کرسی کے مقابلہ میں وہی ہے جو جنگل میں پڑے ہوئے ایک حلقہ کی ہوتی ہے۔ پس صحیح یہ ہے کہ کرسی کے لفظ کو اس کے ظاہر معنی پر محمول کیا جائے اور تاویل نہ کی جائے۔ کیونکہ یہ آیات صفات اور ان کے ہم معنی احادیث صحیحہ میں سب سے بہتر طریق سلف صالح کا طریق ہے۔ یعنی '' أَمِرُّوْهَا كَمَا جَاءَتْ مِنْ غَيْرِ تَقْيِيْدٍ وَلَا تَكْيِيْفٍ . '' سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما اور بعض سلف سے منقول ہے کہ یہاں کرسی سے مراد ''علم'' ہے۔ مشہور محدث علامہ سہیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سلف سے اگر یہ تاویل ثابت بھی ہو تو ان کا مقصد کرسی کی تفسیر علم سے کرنا نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کے علم وقدرت کے احاطہ کی طرف اشارہ مقصود ہے۔ (الروض الأنف، ج: ۲، ص: ۳۵۵)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ب)..... ﴿ قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ (آل عمران: ۲۹)

''کہہ دے اگر تم اسے چھپاؤ جو تمھارے سینوں میں ہے، یا اسے ظاہر کرو اللہ اسے جان لے گا اور وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔''

(ج)..... ﴿ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴾ (الانعام: ۵۹)

''اور اسی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں، انھیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور وہ جانتا ہے جو کچھ خشکی اور سمندر میں ہے اور کوئی پتا نہیں گرتا مگر وہ اسے جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ نہیں اور نہ کوئی تر ہے اور نہ خشک مگر وہ ایک واضح کتاب میں ہے۔''

(د)..... ﴿ قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا يٰمُوْسٰى ۝ قَالَ رَبُّنَا الَّذِيْٓ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى ۝ قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰى ۝ قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ فِيْ كِتٰبٍ ۚ لَا يَضِلُّ رَبِّيْ وَلَا يَنْسَى ۝ ﴾ (طٰہٰ: ۴۹ تا ۵۲)

''اس نے کہا تو تم دونوں کا رب کون ہے اے موسیٰ؟ کہا ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی شکل وصورت بخشی، پھر راستہ دکھایا۔ اس نے کہا تو پہلے زمانوں کے لوگوں کا کیا حال ہے؟ کہا ان کا علم میرے رب کے پاس ایک کتاب میں ہے، میرا رب نہ بھٹکتا ہے اور نہ بھولتا ہے۔''

(ھ)..... ﴿ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ؕ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا ؕ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ؕ وَهُوَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ ﴾ (الحدید: ۳ تا ۶)

''وہی سب سے پہلے ہے اور سب سے پیچھے ہے اور ظاہر ہے اور چھپا ہوا ہے اور وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا، پھر وہ عرش پر بلند ہوا، وہ جانتا ہے جو چیز زمین میں داخل ہوتی ہے اور جو اس سے نکلتی ہے اور جو آسمان سے اترتی ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور جو اس میں چڑھتی ہے اور وہ تمھارے ساتھ ہے، جہاں بھی تم ہو اور اللہ اسے جو تم کرتے ہو، خوب دیکھنے والا ہے۔ اسی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے اور تمام معاملات اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔ وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور وہ سینوں کی بات کو خوب جاننے والا ہے۔''

تو جہاں قرآن حکیم میں اللہ عزوجل کی یہ بے مثل وغیر محاط بہ علم والی صفت عظیم بیان کی گئی ہے وہاں قرآن عزیز میں شیعہ روافض کی طرف سے اللہ عزوجل کی طرف صفت البداء کی نسبت والے عقیدہ باطل کا بطلان بھی موجود ہے کہ جس میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف جہالت کی نسبت کا اضافہ کیا گیا ہے۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: قرآن حکیم میں یہ جو آیا ہے: ﴿وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِاجْهَرُوْا بِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ۝﴾ (الملك: ۱۳ تا ۱٤) ''اور تم اپنی بات کو چھپاؤ، یا اسے بلند آواز سے کرو (برابر ہے)، یقیناً وہ سینوں والی بات کو خوب جاننے والا ہے۔ کیا وہ نہیں جانتا جس نے پیدا کیا ہے اور وہی تو ہے جو نہایت باریک بین ہے، کامل خبر رکھنے والا ہے۔''

تو یہاں اہل نظر اور قیاسی وعقلی استدلال والے اہل علم کے ہاں بہت ساری وجوہات کی بنا پر کہ جو آپس میں ایک دوسرے سے جڑی ہوئی اور باہم منسلک ہیں، اللہ عزوجل کا علم ازلی ولامتناہی اور غیر محاط بہ علم کا ہر ہر چیز کے ساتھ واجب ہونے کا معنی معلوم ہوتا ہے۔ ان میں سے کچھ وجوہ درج ذیل ہیں:

(ا)...... یہ جو اللہ رب العالمین نے فرمایا ہے: بھلا یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ہی پیدا کردہ چیزوں کو نہ جانے؟ (یعنی جس نے پیدا کیا، کیا وہ ان کو جانتا نہیں؟) تو اس سے معلوم ہوا کہ: وہ اللہ رب العرش الکریم تمام مخلوقات کا پیدا کرنے والا ہے اور عمل تخلیق، مضبوط تر اور صحیح ترین علم والے ٹھیک ٹھیک اندازے کے مطابق ہر ہر چیز کو عدم سے وجود دینا اور ایجاد کرنا ہے۔ یہ قانون اور اصل الاصول ہی اللہ عزوجل کے علم میں تمام چیزوں کی تقدیر (پہلے سے فیصلہ شدہ اور اللہ کے علم کے مطابق لکھی گئی باتوں) کو متضمن ہے اُن کی خارج میں ایک وجود اختیار کرنے سے پہلے۔

(ب)...... اللہ عزوجل کا اپنی مخلوقات کے بارے میں مکمل علم رکھنا اُس کے ارادہ ومشیت کو بھی مستلزم ہے۔ (اس کے بغیر کوئی بھی مخلوق معرضِ وجود میں نہیں آسکتی تھی اور نہ ہی پیدا ہوسکے گی۔) اور یہ کہ: ارادہ ومشیت مطلوب ومراد کے تصور اور اس کے بارے میں مکمل شعور کو لازم کرنے والا ہوتا ہے۔

(ج)...... تمام کی تمام مخلوقات اُسی ایک اللہ عزوجل کی طرف سے ظہور پذیر ہوئی ہیں اور وہ اللہ ربّ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

العالمین ان کا (معرضِ وجود میں آنے کے لیے) مکمل سبب ہے۔ (اس عمل تخلیق میں اس کے ساتھ کوئی دوسرا شریک و معاون اور مددگار نہیں ہے۔) تو ہر معاملے کی اصل اور اس کے سبب کا علم، قابل سبب فرع کے علم کو لازم و واجب کیا کرتا ہے۔ چنانچہ اللہ عزوجل کا اپنی ذاتِ اقدس کے ساتھ کسی بھی (چھوٹی سے چھوٹی، بڑی سے بڑی، ظاہر و باہر اور مخفی و سری) چیز کا علم رکھنا ہر ہر چیز کو مستلزم ہے کہ جو بھی اُس کی طرف سے ظہور پذیر ہو۔

(د)...... بلاشبہ وہ اللہ عزوجل اپنی ذاتِ اقدس میں نہایت باریک بین ہے کہ جو دقیق سے دقیق تر چیز کا بھی علم و ادرک رکھتا ہے۔ وہ ایسا علم وخبر رکھنے والا خبیر ہے کہ جو پوشیدہ سے پوشیدہ تر چیز کا بھی علم و ادراک رکھتا ہے۔ یہی چیز تمام کی تمام چیزوں کے علم کا تقاضا بھی کرتی ہے اور اس کی ذاتِ اقدس کو ان سب سے مستغنی بھی کرتی ہے۔ جیسے کہ وہ ذاتِ باری تعالیٰ اپنی ذاتِ اقدس کے اعتبار سے اپنی تمام صفات سے بھی غنی ہے۔ ❶

درج ذیل آیاتِ کریمہ بھی تمام کائنات کی مخلوقات کو پیدا کرنے سے پہلے اللہ رب العالمین کے علم تام اور صحیح ترین اندازے پر ظاہر و باہر دلالت کر رہی ہیں اور یہ اس جہان و کائنات کے وجود سے بہت پہلے سے اللہ تعالیٰ کے علم تام و ابدی علم کی بنا پر ہے۔ چنانچہ فرمایا:

(ا)..... ﴿الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِیْرًا ﴾ (الفرقان : ۲)

''وہ ذات کہ اسی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے اور اس نے نہ کوئی اولاد بنائی اور نہ کبھی بادشاہی میں کوئی اس کا شریک رہا ہے اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا، پھر اس کا اندازہ مقرر کیا، پورا اندازہ۔''

(ب)..... ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى الَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰى وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰى وَالَّذِیْۤ اَخْرَجَ الْمَرْعٰى فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰى ﴾ (الاعلیٰ : ۱ تا ۵)

''اپنے رب کے نام کی تسبیح کر جو سب سے بلند ہے۔ وہ جس نے پیدا کیا، پس درست بنایا۔ اور وہ جس نے اندازہ ٹھہرایا، پھر ہدایت کی۔ اور وہ جس نے چارا اگایا۔ پھر اس نے اسے سیاہ کوڑا کرکٹ کر دیا۔''

''یعنی اوّل تقدیر لکھی، پھر اسی (کے) موافق دنیا میں دیا۔'' گویا دنیا میں آنے کی راہ بتائی۔ عموماً مفسرین

❶ دیکھئے: فتاوی شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ جلد۲، ص ۲۱۱.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے آیت کی یہی تفسیر کی ہے۔ مجاہدؒ کہتے ہیں کہ اس نے آدمی کو خیر و شر اور سعادت و شقاوت کی راہ بتائی۔ بعض کہتے ہیں کہ اس نے تقدیر میں ہر ایک کی روزی لکھی اور پھر ہر ایک کو وہ راہ بتائی جس سے وہ اپنی روزی حاصل کرے۔

(ج)…… ﴿ اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ٥ فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ٥ اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ٥ فَقَدَرْنَا فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ ٥ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ٥﴾ (المرسلات : ۲۰ تا ۲۴)

''کیا ہم نے تمھیں ایک حقیر پانی سے پیدا نہیں کیا؟ پھر ہم نے اسے ایک مضبوط ٹھکانے میں رکھا۔ ایک معلوم اندازے تک۔ پس ہم نے اندازہ کیا تو ہم اچھے اندازہ کرنے والے ہیں۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔'' ❶

(د)…… ﴿ وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ٥ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ ٥ لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ٥﴾ (یٰسین : ۳۸ تا ۴۰)

''اور سورج اپنے ایک ٹھکانے کے لیے چل رہا ہے، یہ اس سب پر غالب، سب کچھ جاننے والے کا اندازہ ہے۔ اور چاند، ہم نے اس کی منزلیں مقرر کر دیں، یہاں تک کہ وہ دوبارہ پرانی (کھجور کی) ٹیڑھی ڈنڈی کی طرح ہو جاتا ہے۔ نہ سورج، اس کے لیے لائق ہے کہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات ہی دن سے پہلے آنے والی ہے اور سب ایک ایک دائرے میں تیر رہے ہیں۔''

(ھ)…… اور پھر فرمایا:

﴿ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ٥ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ؕ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ؕ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ٥﴾ (الطلاق : ۲ تا ۳)

''اور جو اللہ سے ڈرے گا وہ اس کے لیے نکلنے کا کوئی راستہ بنا دے گا۔ اور اسے رزق دے گا جہاں سے وہ گمان نہیں کرتا اور جو کوئی اللہ پر بھروسا کرے تو وہ اسے کافی ہے، بے شک اللہ اپنے کام کو پورا کرنے والا ہے، یقیناً اللہ نے ہر چیز کے لیے ایک اندازہ مقرر کیا ہے۔''

❶ یعنی ہم نے ایک ایسی مدت مقرر کی جس میں بچہ کی ساخت مکمل ہو جاتی ہے، نہ کوئی چیز ضرورت سے زائد بنتی ہے اور نہ کوئی ضروری چیز رہ جاتی ہے۔ جب تک اس کے لیے رحم کے اندر رہنا ضروری ہوتا ہے وہ اس میں رہتا ہے اور جب باہر آنا ضروری ہوتا ہے تو وہ باہر آ جاتا ہے۔ یہ مدت ہم نے مقرر کی اور ہم کتنا ٹھیک اندازہ کرنے والے ہیں۔ "قَدَرْنَا" کا دوسرا ترجمہ ''ہم قادر ہوئے'' بھی ہو سکتا ہے۔ یعنی ہم نے پانی کی ایک بوند کی بتدریج ترقی دیتے دیتے کامل و عاقل انسان بنایا۔ اس سے تم سمجھ سکتے ہو کہ ہم کیا خوب قدرت رکھنے والے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آیات مذکور بالا میں شیعہ روافض کے اس عقیدے کا مکمل ردّ ہے جو اس بات کا نظریہ رکھتے ہیں کہ: اللہ عزوجل نو پید چیزوں اور پیش آمدہ باتوں کا علم ان کے واقع ہوجانے کے بعد ہی رکھتا ہے اور یہ کہ: وہ کبھی کسی بات کا کوئی حکم دے دیتا ہے مگر بعد میں کسی مصلحت کی تجدید کے لیے اس کی رائے بدل جاتی ہے۔ جبکہ اللہ عزوجل نے تمام کائنات کی سب مخلوقات کی تخلیق سے پہلے اس کی تیاری اور انجام دہی پورے کے پورے غور و فکر سے کام لے کر اُن کا فیصلہ فرما دیا تھا اور دنیا میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو اُس کی تقدیر (اندازۂ ایزدی و فیصلہ الٰہی)، اُس کی تدبیر سے خارج ہو۔ کائنات کے وجود اور مخلوقات کی خلقت سے پہلے اللہ رب العالمین نے جو کچھ لکھ دیا تھا اس سے پہلے کچھ بھی متجاوز نہیں ہوسکتا اور کوئی مخلوق و شے اس سے تجاوز نہیں کرسکتی۔ لیکن ظالم و مشرک اور ملحد و کافر لوگ اللہ عزوجل کی آیات و فرامین کے ساتھ جھگڑا کرتے ہیں۔ ❶

چنانچہ مخلوقات کے بارے میں اللہ رب العرش الکریم اپنے علم و فیصلہ اور تقدیر و تدبیر کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

(ا)…. ﴿قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِيْهَا وَقَدَّرَ فِيْهَآ اَقْوَاتَهَا فِيْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ۭ سَوَاۗءً لِّلسَّاۗىِٕلِيْنَ ۝ ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَاۗءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ۭ قَالَتَآ اَتَيْنَا طَاۗىِٕعِيْنَ ۝ فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ وَاَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَاۗءٍ اَمْرَهَا ۭ وَزَيَّنَّا السَّمَاۗءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ڰ وَحِفْظًا ۭ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝﴾ (حم السجدہ: ۹ تا ۱۲)

''کہہ کیا بے شک تم واقعی اس کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دن میں پیدا کیا اور اس کے لیے شریک بناتے ہو؟ وہی سب جہانوں کا رب ہے۔ اور اس نے اس میں اس کے اوپر سے گڑے ہوئے پہاڑ بنائے اور اس میں بہت برکت رکھی اور اس میں اس کی غذائیں اندازے کے ساتھ رکھیں، چار دن میں، اس حال میں کہ سوال کرنے والوں کے لیے برابر (جواب) ہے۔ پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور وہ ایک دھواں تھا تو اس نے اس سے اور زمین سے کہا کہ آؤ خوشی سے یا ناخوشی سے۔ دونوں نے کہا ہم خوشی سے آگئے۔ تو اس نے انھیں دو دنوں میں سات آسمان پورے بنا دیا اور ہر آسمان میں اس کے کام کی وحی فرمائی اور ہم نے قریب کے آسمان کو چراغوں کے ساتھ

❶ تفصیل کے لیے: ''بذل المجهود'' جلد ۱، ص ۳۴۰ دیکھیے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زینت دی اور خوب محفوظ کر دیا۔ یہ اس کا اندازہ ہے جو سب پر غالب، سب کچھ جاننے والا ہے۔'' ❶

(ب)...... دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ○ اِنَّ فِي اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَّقُوْنَ ○﴾

(يونس: ٥ تا ٦)

''وہی ہے جس نے سورج کو تیز روشنی اور چاند کو نور بنایا اور اس کی منزلیں مقرر کیں، تاکہ تم سالوں کی گنتی اور حساب معلوم کرو۔ اللہ نے یہ (سب کچھ) نہیں پیدا کیا مگر حق کے ساتھ۔ وہ آیات کو ان لوگوں کے لیے کھول کر بیان کرتا ہے جو جانتے ہیں۔ بے شک رات اور دن کے بدلنے میں اور ان چیزوں (میں) جو اللہ نے آسمانوں اور زمین میں پیدا کی ہیں، یقیناً ان لوگوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں جو ڈرتے ہیں۔''

(ج)...... ﴿مَا اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ○﴾ (الحديد: ٢٢)

''کوئی مصیبت نہ زمین پر پہنچتی ہے اور نہ تمھاری جانوں پر مگر وہ ایک کتاب میں ہے، اس سے پہلے کہ ہم اسے پیدا کریں۔ یقیناً یہ اللہ پر بہت آسان ہے۔'' ❷

---

❶ دونوں سے مراد دو عہد (زمانے) ہیں یا اتنی مقدار جو دو دن کے برابر ہو۔ کیونکہ زمین کی پیدائش سے پہلے موجودہ دن رات کا وجود نہ تھا بلکہ ان کا وجود زمین اور سورج کی پیدائش کے بعد عمل میں آیا۔ زمین کی برکت سے مراد درخت اور پودے بھی ہیں، پانی بھی اور وہ بے حد وحساب معدنیات بھی جو لاکھوں برسوں سے اس کے بطن سے نکلتی چلی آرہی ہیں اور تا قیامت نکلتی رہیں گی۔ ''جن سے وہ زندہ ہیں۔'' خوراک کے مفہوم میں انسانی زندگی کی ضروریات اور کسب معاش کے جملہ وسائل شامل ہیں۔ دو دن زمین کی پیدائش کے اور دو دن اس میں پہاڑوں اور اسباب زیست کی پیدائش کے۔ یہ وضاحت ان لوگوں کے لیے ہے جو پیدائش کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ یا ''سائلین'' کے معنی ہیں ''مانگنے والوں کے لیے'' یعنی ضرورت مندوں کے لیے زمین میں خوراک کا سامان مہیا کر دیا ہے۔ دھوئیں سے مراد قدیم مفسرین نے پانی کے بخارات لیے ہیں۔ انھی کو موجودہ سائنس دان ''سدیم'' یا ''سحابیہ'' سے تعبیر کرتے ہیں۔ یعنی بادلوں کے منتشر اجزا۔ ''اِئْتِيَا'' (آ جاؤ) یعنی میرے حکم کی اطاعت کرو۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا کہ پانی کے چشمے بہا، اپنے نباتات کے خزانے نکال اور آسمان کو حکم دیا کہ سورج، چاند اور ستارے نکالو وغیرہ۔ اس طرح آسمانوں اور زمین کی پیدائش چھ دن میں مکمل ہوئی۔

❷ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی تقدیر زمین و آسمان کی پیدائش سے پچاس ہزار سال پہلے لکھ دی تھی۔'' (مسند احمد: ١٦٩/٢۔ وصحيح مسلم: ٢٠٤٤/٤)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(د)..... ﴿ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ط مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ ○ ﴾ (الانعام: ۳۸)

''اور زمین میں نہ کوئی چلنے والا ہے اور نہ کوئی اڑنے والا، جو اپنے دو پروں سے اڑتا ہے مگر تمھاری طرح امتیں ہیں، ہم نے کتاب میں کسی چیز کی کمی نہیں چھوڑی، پھر وہ اپنے رب کی طرف اکٹھے کیے جائیں گے۔'' ❶

(ھ)..... ﴿ مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ ط تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ط وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ○ لَوْ لَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○ فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا ط وَّاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ ﴾ (الانفال: ٦٧تا٦٩)

''کبھی کسی نبی کے لائق نہیں کہ اس کے ہاں قیدی ہوں، یہاں تک کہ وہ زمین میں خوب خون بہا لے، تم دنیا کا سامان چاہتے ہو اور اللہ آخرت کو چاہتا ہے اور اللہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔ اگر اللہ کی طرف سے لکھی ہوئی بات نہ ہوتی، جو پہلے طے ہو چکی تو تمھیں اس کی وجہ سے جو تم نے لیا بہت بڑا عذاب پہنچتا۔ سو اس میں سے کھاؤ جو تم نے غنیمت حاصل کی، اس حال میں کہ حلال، طیب ہے اور اللہ سے ڈرو۔ بے شک اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔'' ❷

---

❶ یعنی لوح محفوظ میں جو کہ تمام مخلوقات کے احوال پر پوری طرح حاوی ہے۔ ایک حدیث میں ہے: '' جَفَّ الْقَلَمُ بِمَا هُوَ كَائِنٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ '' ...... قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے اس کی تحریر پر سیاہی خشک ہو گئی ہے۔ اس سے مراد قرآن پاک بھی ہو سکتا ہے۔ امام رازی فرماتے ہیں: ''اور یہی اظہر ہے'' اس لحاظ سے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں دین سے متعلق تمام اصول (بنیادی امور) بیان کر دیے اور جن جزئیات کا ذکر نہیں کیا وہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے قول وعمل سے بیان فرما دی ہیں اور مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ پیغمبر جس چیز کا حکم دیں اسے بجالاؤ اور جس چیز سے منع کریں اس سے رُک جاؤ۔ پس رسول اللہ ﷺ کی حدیث بھی کتاب الٰہی ہے۔ چنانچہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا: جو عورت وسمہ یا بناوٹی بال لگاتی ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے لعنت بھیجی ہے۔ ایک عورت نے کہا میں نے سارا قرآن پڑھا ہے مگر مجھے کوئی آیت ایسی نہیں ملی جس میں ایسی عورتوں پر لعنت ہو۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر تم قرآن پڑھ لیتیں تو معلوم ہو جاتا۔ کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا: '' مَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ .... الخ. الغرض حدیث کے وحی ہونے پر قرآن میں بہت سے دلائل مذکور ہیں۔ یہاں اس آیت میں کفار کو تہدید ہے کہ جب اللہ تعالیٰ زمین کے کسی معمولی سے معمولی جانور یا پرندے کے حالات سے بھی ناواقف نہیں ہے اور اس کا نامہ اعمال محفوظ ہے اور اس کا اسے بدلہ بھی ملے گا تو تم اپنے بارے میں یہ کیوں سمجھ رہے ہو کہ تمھیں تمھارے اعمال کا بدلہ نہیں دیا جائے گا۔

❷ ان دو آیتوں میں، جو جنگ بدر کے بعد نازل ہوئیں، اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ سمیت تمام مسلمانوں پر عتاب فرمایا کہ ان سے ایک ایسی غلطی سرزد ہو گئی جو مناسب نہ تھی۔ متعدد روایات میں ہے کہ جب جنگ بدر کے قیدی رسول اللہ ﷺ کے پاس لائے گئے تو آپ نے ان کے بارے میں مشورہ طلب فرمایا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رائے دی کہ انھیں فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے رائے دی کہ ⇦⇦

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(و)..... ﴿ وَمَا تَكُونُ فِي شَأْنٍ وَّمَا تَتْلُوا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَلَآ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝﴾ (یونس : ٦١)

''اور تو نہ کسی حال میں ہوتا ہے اور نہ اس کی طرف سے (آنے والے) قرآن میں سے کچھ پڑھتا ہے اور نہ تم کوئی عمل کرتے ہو، مگر ہم تم پر شاہد ہوتے ہیں، جب تم اس میں مشغول ہوتے ہو اور تیرے رب سے کوئی ذرہ برابر (چیز) نہ زمین میں غائب ہوتی ہے اور نہ آسمان میں اور نہ اس سے کوئی چھوٹی چیز ہے اور نہ بڑی مگر ایک واضح کتاب میں موجود ہے۔''

(ح)..... ﴿ رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ وَمَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ۝ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَآءِ ۝﴾ (ابراهیم : ۳۸ تا ۳۹)

''اے ہمارے رب! یقیناً تو جانتا ہے جو ہم چھپاتے ہیں اور جو ہم ظاہر کرتے ہیں اور اللہ پر کوئی چیز نہیں چھپتی زمین میں اور نہ آسمان میں۔ سب تعریف اس اللہ کی ہے جس نے مجھے بڑھاپے کے باوجود اسماعیل اور اسحاق عطا کیے۔ بے شک میرا رب تو بہت دعا سننے والا ہے۔'' [1]

⇐⇐ انھیں قتل کر دیا جائے۔ اکثر مسلمانوں کی رائے سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے متفق تھی۔ کچھ انسانی اور رشتہ داری کی محبت کی وجہ سے اور کچھ مالی فائدہ کے پیش نظر۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے کو پسند فرمایا اور فدیہ قبول فرمالیا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب قیدی لائے گئے تو سیّدنا جبرئیل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ تمھیں اختیار ہے فدیہ لے کر چھوڑ دو یا قتل کر دو مگر فدیہ لینے کی صورت میں آئندہ مسلمانوں کے ستر آدمی شہید ہوں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فدیہ قبول کر لیا۔ یہ صورت چونکہ بہتر نہ تھی اس لیے ان آیتوں میں عتاب آمیز لہجہ میں اس پر کراہت کا اظہار فرمایا۔ یہاں " كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ " سے مراد کئی باتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ اگر اس اُمت کے لیے غنیمت حلال نہ کر دی گئی ہوتی جیسا کہ حدیث: " وَأُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ " سے معلوم ہوتا ہے۔ ابن جریرؒ نے اسی کو پسند فرمایا ہے۔ دوم یہ کہ بدر میں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شریک ہوئے وہ مغفور نہ ہوتے وغیرہ۔ شاہ صاحب لکھتے ہیں وہ بات یہ لکھ چکا کہ ان قیدیوں میں بہت سوں کی قسمت میں مسلمان ہونا لکھا تھا۔ الغرض یہ بات پہلے سے نہ لکھ چکا ہوتا تو عذاب عظیم نازل ہوتا۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عذاب کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشاہدہ فرمایا اور گریہ کرنے لگے۔ مروی ہے کہ ان دو آیتوں کے نزول کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فدیہ کے مال سے اپنے ہاتھ کھینچ لیے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اس میں پچھلی غلطی کی معافی دیتے ہوئے فدیہ کے مال کو کھانا جائز قرار دے دیا گیا۔

[1] یعنی جو کچھ ہم زبان سے ادا کرتے ہیں اسے بھی تو سنتا ہے اور جو خیالات و جذبات ہم زبان سے ادا نہیں کرتے یا نہیں کر سکتے بلکہ ہمارے دل کی گہرائیوں میں مستور ہیں ان سے بھی تو خوب واقف ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے ظاہر میں سب اولاد کے لیے دعا کی ہو اور دل میں داعیہ پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دعا کا ہو۔ یعنی بڑھاپے کے عالم میں ہاجرہ کے بطن سے اسماعیل علیہ السلام اور سارہ کے بطن سے سیّدنا اسحاق علیہ السلام غیر متوقع طور پر عنایت فرمائے۔ اب جس طرح میری پہلی دعا: " رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ " (اے میرے پروردگار! مجھے نیک اولاد عنایت فرما) قبول فرمائی ہے اسی طرح میری یہ دعا بھی قبول فرما۔ ہو سکتا ہے کہ " ما نخفی " سے مقصود یہ ہو کہ میری موت کے بعد ان دونوں اور ان کی اولاد کی اعانت فرماتا رہے اسی طرح " اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ " کی پہلی دعا سے مناسبت بھی ظاہر ہو جاتی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ط)..... ﴿ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ فِيْ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ○﴾ (الحج : ۷۰)

''کیا تو نے نہیں جانا کہ بے شک اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے۔ بے شک یہ ایک کتاب میں درج ہے، بے شک یہ اللہ پر بہت آسان ہے۔''

(ی)..... ﴿ وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ○ وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ○﴾ (النمل : ۷۴تا۷۵)

''اور بے شک تیرا رب یقیناً جانتا ہے جو ان کے سینے چھپاتے ہیں اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں۔ اور آسمان و زمین میں کوئی غائب چیز نہیں مگر وہ ایک واضح کتاب میں موجود ہے۔''

لہٰذا جس عذاب کی یہ جلدی مچا رہے ہیں اس کا وقت بھی اس میں لکھا ہے وہ اپنے وقت پر آ کر رہے گا۔ اس کے دیر سے آنے کا یہ مطلب لینا کہ وہ نہیں آئے گا، سراسر حماقت ہے۔

(س)..... ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي الْاٰخِرَةِ ؕ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ○ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا ؕ وَهُوَ الرَّحِيْمُ الْغَفُوْرُ ○ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ ؕ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ عٰلِمِ الْغَيْبِ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَلَا اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَا اَكْبَرُ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ○﴾ (السبا : ۱تا۳)

''سب تعریف اس اللہ کے لیے ہے کہ جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے اسی کا ہے اور آخرت میں بھی سب تعریف اسی کے لیے ہے اور وہی کمال حکمت والا، ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے۔ وہ جانتا ہے جو کچھ زمین میں داخل ہوتا ہے اور جو اس سے نکلتا ہے اور جو آسمان سے اترتا ہے اور جو اس میں چڑھتا ہے اور وہی نہایت رحم والا، بے حد بخشنے والا ہے۔ اور ان لوگوں نے کہا جنھوں نے کفر کیا ہم پر قیامت نہیں آئے گی۔ کہہ دے کیوں نہیں، قسم ہے میرے رب کی! وہ تم پر ضرور ہی آئے گی، (اس رب کی قسم ہے) جو سب چھپی چیزیں جاننے والا ہے! اس سے ذرہ برابر چیز نہ آسمانوں میں چھپی رہتی ہے اور نہ زمین میں اور نہ اس سے چھوٹی کوئی چیز ہے اور نہ بڑی مگر ایک واضح کتاب میں ہے۔'' ❶

❶ یعنی اس کا ہر کام غایت درجہ حکمت پر مبنی ہے اور اسے اپنی ہر مخلوق کے متعلق پوری خبر ہے۔ جیسے فرشتے یا بندوں کے اعمال وغیرہ اور ⇐⇐⇐

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ع)..... ﴿ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ؕ وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝﴾ (الفاطر: ١١)

''اور اللہ ہی نے تمھیں تھوڑی سی مٹی سے پیدا کیا، پھر ایک قطرے سے، پھر اس نے تمھیں جوڑے بنا دیا اور کوئی مادہ نہ حاملہ ہوتی ہے اور نہ بچہ جنتی ہے مگر اس کے علم سے اور نہ کسی عمر پانے والے کی عمر بڑھائی جاتی ہے اور نہ اس کی عمر میں کمی کی جاتی ہے مگر ایک کتاب میں (درج) ہے۔ بلا شبہ یہ اللہ پر بہت آسان ہے۔'' ❶

آب آیئے! سنن و احادیث مبارکہ سے اللہ عزوجل کے دائمی و ابدی اور غیر متغیر و غیر محاط بہ علم والی صفاتِ مقدسہ کا جائزہ لیتے ہیں۔ چنانچہ:

(ا)..... سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((رَوَى الْبُخَارِيُّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: مَفَاتِيْحُ الْغَيْبِ خَمْسٌ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا اللّٰهُ: لَا يَعْلَمُ مَا فِيْ غَدٍ إِلَّا اللّٰهُ، وَلَا يَعْلَمُ مَا تَغِيْضُ الْأَرْحَامُ إِلَّا اللّٰهُ، وَلَا يَعْلَمُ مَتَى يَأْتِي الْمَطَرُ أَحَدٌ إِلَّا اللّٰهُ، وَلَا تَدْرِيْ نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوْتُ، وَلَا يَعْلَمُ مَتَى تَقُوْمُ السَّاعَةُ إِلَّا اللّٰهُ.)) ❷

''غیب کی پانچ چابیاں ہیں۔ (کنجیاں) جنھیں ایک اللہ عزوجل کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ایک اللہ کے

⇐⇐ فیہا سے اشارہ ہے کہ وہ اعمال آسمانوں میں نفوذ کر کے باری تعالیٰ کے ہاں مرتبہ قبولیت حاصل کر لیتے ہیں۔ جیسے فرمایا: " اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ . " یعنی وہ اپنے بندوں کی بداعمالیوں سے باخبر ہے۔ لیکن چونکہ وہ رحیم وغفور ہے اس لیے وہ ان کی فوری گرفت نہیں کرتا بلکہ توبہ کی مہلت دیتا ہے اور جو توبہ کر لیتا ہے اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ امام رازیؒ لکھتے ہیں: یعنی وہ جو کچھ رزق وغیرہ اتارتا ہے اپنی رحمت سے اتارتا ہے اور جو اعمال وارواح اس کی طرف عروج کر کے پہنچتے ہیں ان پر مغفرت فرماتا ہے۔ یعنی اُخروی نعمتوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ حمد وستائش کے مستحق ہیں۔ مگر کچھ لوگ ہیں کہ اُخروی نعمت کے منکر ہیں اور قیامت جس کے بعد آخرت میں نعمتیں حاصل ہوں گی اس کا انکار کر رہے ہیں۔ یہ آیت ان تینوں آیتوں میں سے ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو قیامت کے آنے پر قسم کھانے کا حکم دیا ہے۔ دوسری آیت سورۃ یونس میں " وَيَسْتَنْبِئُوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ ..... " الآیۃ۔ اور اور تیسری سورۃ التغابن میں ہے: " زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ...... " الآیۃ۔

❶ یعنی ہر شخص کہ جس کی عمر میں کمی یا زیادتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے لکھے ہوئے فیصلہ کے مطابق ہوتی ہے۔ احادیث میں ہے کہ دعاء، صدقہ اور صلہ رحمی سے رزق اور عمر میں اضافہ ہو سکتا ہے۔ پس ان روایات سے دوسری احادیث کے عموم میں تخصیص کی جائے گی جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رزق و عمر اور سعادت و شقاوت ماں کے رحم میں لکھے جاتے ہیں اور پھر اُن میں کمی بیشی اور تغیر و تبدل نہیں ہوتا۔

❷ صحيح البخاري، كتاب التفسير، باب قوله تعالىٰ: الله يعلم ما تحمل......، رقم: ٤٦٩٧.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوا کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا ہونے والا ہے؟ اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ عورتوں کے رحم میں کیا کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔ (اور کس بچے نے نیک اور کس نے بد پیدا ہونا ہے۔) ایک اللہ رب العالمین کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ بارش کب برسے گی۔ کوئی شخص نہیں جانتا کہ اس کی موت کہاں واقع ہوگی اور ایک اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ: قیامت کب آئے گی۔''

یہی مضمون قرآنِ حکیم میں یوں بیان ہوا ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ عِندَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ﴾

(لقمان: ٣٤)

''بے شک اللہ، اسی کے پاس قیامت کا علم ہے اور وہ بارش برساتا ہے اور وہ جانتا ہے جو کچھ ماؤں کے پیٹوں میں ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کمائی کرے گا اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مرے گا۔ بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا، پوری خبر رکھنے والا ہے۔''

تو یہ سارے اُمور کہ جن کا اُوپر حدیث مبارک اور آیت کریمہ میں ذکر ہوا ہے ان کا تعلق مستقبل کے ساتھ ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ اُن کے بارے میں اللہ رب العالمین کو ان کے معرضِ وجود میں آنے سے پہلے علم تھا۔

(ب)...... ((وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: كَتَبَ اللّٰهُ مَقَادِيرَ الْخَلْقِ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ بِخَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ، وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ .)) [1] ......(جناب عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ: میں نے رسول اللہ ﷺ سے خود سماعت کیا،) آپ فرماتے تھے: اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی تقدیر کو لکھا، آسمان وزمین کے بنانے سے پچاس ہزار سال پہلے اور اُس وقت اللہ عزوجل کا عرشِ کریم پانی پر تھا۔''

(امام نووی رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: یہ تقدیر کی کتابت کا زمانہ تھا، نہ کہ اصل تقدیر کا۔ وہ تو ازلی ہے۔ اس کی کوئی ابتداء نہیں۔)

کتب شیعہ میں اس موضوع پر (یعنی عقیدۂ ونظریہ ''البداء'' کے حق میں اور اس کی مدح وستائش میں) نہایت خطرناک باطل اقوال و دلائل کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں اور ایسی ڈھیروں روایات درج ہیں کہ جن کا علماءِ آل بیت رحمہم اللہ کے ساتھ (پورے کذب، افتراء کے ساتھ) نہایت مضبوط تعلق جوڑا گیا ہے۔ اس لیے کہ اس طرح کی

[1] صحیح مسلم، کتاب القدر، رقم: ٦٧٤٨، الترمذی: ٢١٥٦، ومسند الامام احمد: ١٦٩/٢.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روایات حق معنی بیان کرنے میں شمار ہوتی ہیں۔ اسی طرح اس ضمن میں معتدل شیعہ کے آثار و اقوال بھی درج ہیں۔ چنانچہ منصور بن حازم بیان کرتے ہیں کہ: میں نے سیّدنا ابوعبداللہ جعفر الصادق رحمہ اللہ سے پوچھا: کیا آج کسی چیز کا معرضِ وجود میں آنا ممکن ہے کہ جو کل اللہ تعالیٰ کے علم میں نہیں تھی؟ تو اُنھوں نے فرمایا: جو آدمی ایسا کہے (اور اس طرح کا نظریہ رکھے) اللہ اُسے رسوا و ذلیل کرے۔ میں نے پوچھا: جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ قیامت تک (اور اس کے بعد بھی) ہونے والا ہے، آپ کی کیا رائے ہے، کیا وہ اللہ کے علم میں نہیں تھا؟ فرمایا: کیوں نہیں، مخلوقات کی پیدائش وخلقت سے پہلے سب کچھ اُس کے علم میں تھا۔ [1]

---

[1] دیکھیے: ابن بابویہ کی "التوحید" ص ۳۳٤ اور أصول الکافی جلد ۱، ص ۱۰٤۸.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بارھویں فصل

اہل بیت کے متعلق شیعہ روافض کا موقف

سلف صالحینِ عظام رضی اللہ عنہم اجمعین کے منہج وطریقِ فہم قرآن وسنت پر قائم اہل السنہ والجماعۃ کے تمام آئمہ کرام و علماءِ کرام رحمہم اللہ جمیعا کی طرح شیعہ روافض کے عقائد و منہج کے بارے میں تمام آئمہ اہل البیت رضی اللہ عنہم اجمعین کا موقف بھی یہی رہا ہے کہ یہ ٹولہ گمراہ اور قرآن وسنت سے ہٹا ہوا ہے۔ شیعہ روافض حق سے بہت دور اور علماء و آئمہ اہل البیت رضی اللہ عنہم کی مذمت کرنے اور اُن سے بغض وعناد رکھنے میں دوسرے لوگوں سے زیادہ سخت ہیں۔ اس کی ایک بناء ان روافض کا اپنے اماموں کی طرف عقائد فاسدہ و باطلہ کا جھوٹ منسوب کرنا اور ان پر بہت زیادہ جھوٹ باندھنا ہے۔ چنانچہ روافض شیعہ کی مذمت اور ان لوگوں کے عقائد سے براءت میں علماء و آئمہ اہل البیت کی بہت ساری عبارتیں مختلف کتب میں آج تک درج ہیں۔ انھیں عبارتوں میں وہ روایات بھی موجود ہیں کہ جن میں ان آئمہ وعلماء اہل البیت رحمہم اللہ جمیعا کی شیعہ روافض کے عقائد سے براءت اور اہل السنہ والجماعۃ کے ہر ہر عقیدہ سے ناطہ جڑا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ ❶

آیئے تاریخی شواہد و دلائل کے ساتھ ان آئمہ اطہار رضی اللہ عنہم میں سے بعض کی یہ برأت اور شیعہ روافض و خوارج کے بارے میں مذمت کا جائزہ لیتے ہیں۔ چنانچہ:

(۱) امیر المومنین سیّدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ......: سے تواتر ثابت ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے کوفہ کے منبر پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا: ”خَيْـرُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا اَبُوْبَكْرٍ ثُمَّ عُمَرُ ......امت اسلامیہ کے ان کے ہادی وراہنما پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بہتر شخص دو ہی آدمی تھے، پہلے ابوبکر صدیق اور پھر عمر فاروق رضی اللہ عنہما۔“ ❷

اور آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”لَا يُـفَضِّلُنِي أَحَدٌ عَلَى الشَّيْخَيْنِ إِلَّا جَلَدْتُهُ حَدَّ الْمُفْتَرِيْ ... کوئی شخص مجھے ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما پر فضیلت نہ دے۔ مگر یہ ہے کہ (اگر کسی نے ایسا کیا تو) میں اُسے افتراء

❶ تفصیل کے لیے: ”الإنتصار للصحب والآل“ ص ۱۱۲۔

❷ اللالکائی جلد ۷، ص ۱۳۶۶، ص ۱۳۹۷۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

و بہتان باندھنے والے شخص پر (اللہ کی طرف سے مقرر کردہ) حد کے مطابق کوڑے لگواؤں گا۔'' ❶

صحیحین میں ہے کہ: سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: (جب امیر المومنین سیّدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو ابولولؤ مجوسی نے قتل کرنے کی نیت سے شدید زخمی کر دیا اور آپ کو چارپائی پر لٹا دیا گیا تو) میں ان لوگوں کے ساتھ کھڑا تھا جو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے لیے دعائیں کر رہے تھے۔ اس وقت ان کا جنازہ چارپائی پر رکھا ہوا تھا۔ اتنے میں ایک صاحب نے میرے پیچھے سے آ کر میرے شانوں پر اپنی کہنیاں رکھ دیں اور (جناب امیر المومنین رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے) کہنے لگے: (اے عمر بن الخطاب!) اللہ عزوجل آپ پر رحم فرمائے۔ مجھے تو یہ امید تھی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے دونوں ساتھیوں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما وارضاہ) کے ساتھ دفن کرائے گا۔ میں اکثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں فرماتے سنا کرتا تھا: ''كُنْتُ وَاَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ، وَفَعَلْتُ وَاَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ، وَانْطَلَقْتُ وَاَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ ...... میں، ابوبکر اور عمر تھے۔ میں نے، ابوبکر اور عمر نے یوں کیا۔ میں، ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) گئے۔'' اس لیے مجھے یہی امید تھی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ان ہی دونوں بزرگوں کے ساتھ رکھے گا۔ (ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں:) میں نے جو مڑ کر دیکھا تو وہ جناب علی رضی اللہ عنہ تھے۔''

دوسری روایت کے الفاظ ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: جناب علی رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین سیّدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ پر اللہ سے رحمت کی دعا کرنے کے بعد فرمایا: ''مَا خَلَّفْتَ أَحَدًا أَحَبَّ إِلَيَّ أَنْ أَلْقَى اللّٰهَ بِمِثْلِ عَمَلِهِ مِنْكَ، وَايْمُ اللّٰهِ إِنْ كُنْتُ لَأَظُنُّ أَنْ يَجْعَلَكَ اللّٰهُ مَعَ صَاحِبَيْكَ وَحَسِبْتُ أَنِّي كُنْتُ كَثِيْرًا أَسْمَعُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ: ذَهَبْتُ أَنَا وَاَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ، وَدَخَلْتُ أَنَا وَاَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ، وَخَرَجْتُ أَنَا وَاَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ'' ...... (اے امیر المومنین عمر بن الخطاب!) آپ نے اپنے بعد کسی بھی شخص کو نہیں چھوڑا کہ جسے دیکھ کر مجھے یہ تمنا ہوتی کہ: اس کے عمل جیسا عمل کرتے ہوئے میں اللہ سے جاملوں۔ اور اللہ کی قسم! مجھے تو پہلے سے یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے دونوں ساتھیوں (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ) کے ساتھ ہی رکھے گا۔ میرا یہ یقین اس وجہ سے تھا کہ میں نے اکثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے یہ الفاظ سنے تھے: میں، ابوبکر اور عمر گئے۔ میں، ابوبکر اور عمر اندر آئے۔ میں، ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) باہر آئے۔'' ❷

اس طرح کے اور بھی صحیح اسناد سے ثابت شدہ امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے اقوال پر مشتمل آثار سادا تنا

---

❶ دیکھیے: ابن ابی عاصم کی ''السُّنّۃ'' ص ۵۶۱۔

❷ صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ، باب و باب مناقب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، حدیث: ۳۶۷۷، ۳۶۸۵، صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب فضائل عمر رضی اللہ عنہ، حدیث: ۶۱۸۷۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں روافض شیعہ کے عقیدہ کے خلاف انتہائی بین ثبوت ہیں اور یہ آثار و روایات شیعہ روافض اور ان کے عقائد سے سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کی برأت پر بھی دلالت کرتے ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ کی شیخین محترمین ساداتنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سمیت تمام کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے دوستی و محبت پر بھی۔ اسی طرح یہ روایات و آثار آپ کرم اللہ وجہہ کا اپنی ذات پر ساداتنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو بہت زیادہ فضیلت دینے اور احترام کرنے کے اقرار پر بھی دلالت کرتے ہیں۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے ان دونوں بزرگوں پر آپ کو فضیلت دینے والے کو سزا بھی دی تھی۔ اس بات کی آپ کرم اللہ وجہہ نے خواہش فرمائی کہ جب آپؓ اللہ عزوجل سے ملیں تو جناب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے عمل پر ہوں۔ بعینہٖ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام طاہرین وطیبین اصحاب کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے مروی آثار و روایات بھی ہر اُس عقیدہ وقولِ فاسد کے ردّ پر دلالت کرتی ہیں جو شیعہ روافض کے بدعتیوں اور اسلام سے نکل کر جانے والے خوارج نے ان حضرات گرامی قدر رضی اللہ عنہم کی طرف منسوب کر رکھا ہے۔ پھر سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے بعد آپ کے بیٹوں اور آپ کے اہل بیت رضی اللہ عنہم کے اقوال بھی روافض شیعہ سے براءت کے متعلق (بکثرت) کتب میں وارد ہیں۔ ان حضرات گرامی قدر رحمہم اللہ جمیعًا کا عقیدہ بھی بالکل سو فیصد اہل السنہ والجماعۃ کے عقیدہ جیسا تھا اور ان کی مکمل تابعداری و فرمانبرداری بھی بالکل انھیں جیسی۔ [1]

(ب) سیّدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما...... سے بھی ایسا ہی ثابت ہے۔ چنانچہ عمرو بن الاصم سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ: ''میں نے سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ سے پوچھا: شیعہ یہ گمان ونظریہ رکھتے ہیں کہ جناب علی رضی اللہ عنہ کو قیامت سے پہلے ایک بار اپنی قبر سے اٹھایا جائے گا۔ (آپ کی اس بارے میں کیا رائے ہے؟) فرمایا: اللہ کی قسم! وہ لوگ جھوٹ بول رہے ہیں۔ دراصل یہ لوگ ہماری جماعت کے ہے ہی نہیں۔ اگر ہمیں اس بات کا علم ہوتا کہ (میرے والد محترم) سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو قیامت سے پہلے ایک بار اپنی قبر سے اٹھایا جانا ہے تو ہم اُن کی بیویوں کو آگے نکاح کرنے کی اجازت بھی نہ دیتے اور نہ ہی ہم آپؓ کی وراثت کو تقسیم کرتے۔'' [2]

ابونعیم رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ: سیّدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا: لوگ کہتے ہیں: آپ خلافت کے خواہش مند ہیں۔ (تو آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟) فرمایا: عربوں کے سردار و حکام میرے ہاتھ میں تھے۔ جس سے میں جنگ کرتا اُس سے وہ بھی جنگ کرتے اور جس سے مصالحت کرتا اس سے وہ بھی مصالحت کرتے تھے۔ مگر میں نے خلافت کو اللہ عزوجل کی رضا کے لیے اور اُمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خون نہ بہانے کے لیے اسے چھوڑ دیا۔ [3]

(ج) سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما......: عراق کے اُن شیعوں کے بارے میں فرماتے تھے کہ جنھوں نے

[1] دیکھیے: ''الانتصار للصحب والآل'' ص ۱۱٤.
[2] دیکھیے: ''سیر اعلام النبلاء'' جلد۳، ص ۲٦۳.
[3] دیکھیے: حلیۃ الاولیاء جلد۲، ص۳۷.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ رضی اللہ عنہ سے خط و کتابت کر کے آپ کی مدد کرنے کا آپ سے وعدہ کیا تھا۔ مگر بعد میں وہ آپ رضی اللہ عنہ سے الگ ہو گئے اور انھوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو آپ کے دشمنوں کے سپرد کر دیا۔ ''اَللّٰهُمَّ! إِنَّ أَهْلَ الْعِرَاقِ غَرُّوْنِيْ وَخَدَعُوْنِيْ، صَنَعُوْا بِأَخِيْ مَا صَنَعُوْا، اَللّٰهُمَّ! شَتِّتْ عَلَيْهِمْ أَمْرَهُمْ وَاَحْصِهِمْ عَدَدًا ...... اے اللہ! بلاشبہ عراقیوں نے مجھے بہکا کر دھوکہ دیا ہے۔ انھوں نے میرے بھائی کے ساتھ بھی بہت برا سلوک کیا ہے۔ اے اللہ! تو ان کا تار و پود بکھیر دے (ان کا شیرازہ بکھر جائے۔) اور تو ان کو (اپنے عذاب کے لیے) شمار کر لے۔'' [1]

ان عراقیوں کی غداری کا اور آپ رضی اللہ عنہ کو دھوکہ دینے کا نتیجہ یہ نکلا کہ آپ اپنے اہل بیت کے ہمراہ شہید کر دیے گئے۔ رضی اللہ عنہم جمیعا۔ اور یہ سانحہ ان خائنوں کی غداری کے بعد پیش آیا تھا۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت ان غداروں کے لیے بہت بڑی مذمت کا سبب بن کر رہ گئی اور ملت محمدیہ علی صاحبہا التحیۃ والسلام کے اجتماعی وجود میں ایک بہت بڑا گھاؤ بن گئی کہ جس کے لیے آج تک ہر مسلمان کا دل پھٹا جا رہا ہے۔ (ایضاً)

(د) سیّدنا علی بن حسین (زین العابدین) رضی اللہ عنہما ......: سے یہ بات صحیح اسناد سے ثابت ہے کہ آپ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''اے عراقیو! ہمارے ساتھ اسلام والی محبت کرو۔ ہمارے ساتھ بتوں والی محبت نہ کرو۔ ہمارے ساتھ تمھاری محبت تو ایک عیب بن کر رہ گئی ہے۔'' [2]

انھی زین العابدین رحمہ اللہ سے ہی مروی ہے کہ: اُن کے پاس کچھ عراقی لوگ آئے اور وہ سادا تنا ابوبکر و عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے بارے میں بکواس کرنے لگے۔ جب وہ اپنی بھڑاس نکال چکے تو جنابِ زین العابدین رحمہ اللہ نے اُن سے فرمایا: کیا تم لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اوّل مہاجرین مکہ رضی اللہ عنہم کے لیے بیان کردہ درج ذیل صفات کو اپنے اوپر سمجھتے ہوئے کہیں مجھے خبر تو نہیں دے رہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''(اور مالِ فے میں سے حصہ ہے) ان محتاج گھر بار چھوڑنے والوں کے لیے ہے جو اپنے گھروں اور اپنے مالوں سے نکال باہر کیے گئے۔ وہ اللہ کی طرف سے کچھ فضل اور رضا تلاش کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جو سچے ہیں۔'' (الحشر: ۸) ...... کہنے لگے: نہیں۔ پوچھا: کیا پھر تم وہ لوگ ہو جن کی صفتیں اس سے اگلی آیت کریمہ میں آئی ہیں؟ یعنی: ﴿ وَالَّذِيْنَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۭ وَّمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝﴾ (الحشر: ۹) ''اور (ان کے لیے) جنھوں نے ان سے پہلے اس گھر میں اور ایمان میں جگہ بنا لی ہے، وہ ان سے محبت کرتے ہیں جو ہجرت کر کے ان کی طرف آئیں اور وہ اپنے سینوں میں اس چیز کی کوئی خواہش نہیں پاتے جو ان (مہاجرین) کو دی جائے اور اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں، خواہ انھیں سخت

[1] دیکھئے: "سیر اعلام النبلاء" جلد ٤، ص ۳۰۲.

[2] دیکھئے: "سیر اعلام النبلاء" جلد ٤، ص ۳۹۰.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاجت ہو اور جو کوئی اپنے نفس کی حرص سے بچا لیا گیا تو وہی لوگ ہیں جو کامیاب ہیں۔''...... کہنے لگے: نہیں۔ فرمایا: تب تو میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ تم لوگ اُن لوگوں میں سے نہیں ہو کہ جن کے متعلق اللہ عزوجل نے فرمایا ہے: ﴿ وَالَّذِیْنَ جَآءُوْا مِنْ بَعْدِهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ﴾ (الحشر: ۱۰) ''اور (ان کے لیے) جو ان کے بعد آئے، وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جنھوں نے ایمان لانے میں ہم سے پہل کی اور ہمارے دلوں میں ان لوگوں کے لیے کوئی کینہ نہ رکھ جو ایمان لائے، اے ہمارے رب! یقیناً تو بے حد شفقت کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''...... اللہ تمھارا ستیاناس کرے نکل جاؤ یہاں سے۔'' ❶

(ھ) امام محمد بن علی الباقر رحمہ اللہ ......: سیّدنا محمد بن علی (زین العابدین) الباقر رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ اُنھوں نے فرمایا: ''أَجْمَعَ بَنُوْ فَاطِمَةَ عَلَى أَنْ يَقُوْلُوْا فِي أَبِي بَكْرٍ وَّعُمَرَ أَحْسَنَ مَا يَكُوْنُ مِنَ الْقَوْلِ...... بنی فاطمہ (آل بیت الرسول صلی اللہ علیہ وسلم) رضی اللہ عنہم اجمعین کا اس بات پر اجماع ہے کہ وہ سادا تنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں سب سے عمدہ بات کہیں۔'' ❷

جناب محمد الباقر بن علی (زین العابدین) بن حسین رضی اللہ عنہم اجمعین نے جابر الجعفی سے فرمایا تھا: ''جابر! عراق میں ایک ایسی قوم (فرقہ) کے لوگ ہیں جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ سادا تنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما پر طعن و تشنیع اور تبرا کرنے کا میں نے اُنھیں حکم دے رکھا ہے۔ تو تم اُنھیں میری طرف سے پیغام پہنچا دو: ''میں اللہ عزوجل کے ہاں اُن سے بری ہوں اور اللہ تبارک وتعالیٰ اُن سے بری ہیں۔ اس ذاتِ اقدس کی قسم جس کے ہاتھ میں (مجھ) محمد (الباقر یا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے، اگر مجھے مسلمانوں کا حاکم بنا دیا جائے تو میں ان لوگوں کے خون بہا کر اللہ عزوجل کا قرب حاصل کروں۔ اگر میں سادا تنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے لیے اللہ تعالیٰ سے استغفار نہ کروں اور نہ ہی میں ان دونوں کے لیے اللہ عزوجل سے رحم کی دعا کروں تو مجھے قیامت کے دن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت ہی نصیب نہ ہو۔ بلاشبہ اللہ کے دشمن ان دونوں شیخان کریمین رضی اللہ عنہما سے غافل ہیں۔'' ❸

بسام الصیرفی بیان کرتا ہے کہ میں نے ابوجعفر محمد الباقر بن علی زین العابدین رحمہم اللہ جمیعاً سے سادا تنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں پوچھا تو اُنھوں نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! میں ان دونوں صاحبان رضی اللہ عنہما سے محبت و دوستی بھی رکھتا ہوں اور ان دونوں کے لیے اللہ کریم سے استغفار بھی کرتا ہوں۔ میں اپنے اہل بیت میں سے کسی بھی ایسے شخص کو نہیں جانتا جو ان دونوں سے محبت نہ رکھتا ہو۔'' ❹

❶ دیکھیے: "حلية الاولياء" جلد۳، ص ۱۳۷

❷ دیکھیے: "سير إعلام النبلاء" جلد٤، ص ٤٠٦.

❸ دیکھیے: الإعتقاد" ص ٣٦١ لبیهقی رحمہ اللہ

❹ " سير اعلام النبلاء" جلد٤، ص ٣٠٤.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(و) ...... سیّدنا زید بن علی رحمہ اللہ ...... سے مروی ہے کہ اُنھوں نے فرمایا: سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ شاکرین کے امام تھے۔ پھر اُنھوں نے اس کے لیے دلیل کے طور پر یہ آیت تلاوت کی۔

﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۚ أَفَإِن مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ ۚ وَمَن يَنقَلِبْ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ فَلَن يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئًا ۗ وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ ۝﴾

(آل عمران: ۱٤٤)

''اور نہیں ہے محمد مگر ایک رسول، بے شک اس سے پہلے کئی رسول گزر چکے تو کیا اگر وہ فوت ہو جائے، یا قتل کر دیا جائے تو تم اپنی ایڑیوں پر پھر جاؤ گے اور جو اپنی ایڑیوں پر پھر جائے تو وہ اللہ کو ہرگز کچھ بھی نقصان نہیں پہنچائے گا اور اللہ شکر کرنے والوں کو جلد جزا دے گا۔''

اس کے بعد فرمایا: سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے برأت دراصل جناب امیر المومنین علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ سے برأت ہے۔ یہ سن لینے کے بعد اگر تم چاہو تو آگے بڑھو (اور ہمارے ساتھ مل جاؤ) اور اگر چاہو تو پیچھے ہٹ جاؤ۔ [1]

(ز) ...... سیّدنا جعفر الصادق بن محمد الباقر رحمہم اللہ جمیعاً ......: عبدالجبار بن عباس ہمدانی بیان کرتے ہیں کہ: سیّدنا جعفر صادق بن محمد الباقر رحمہ اللہ ان کے پاس آئے۔ راوی کے ساتھ مدینہ منورہ کوچ کر جانا چاہتے تھے۔ آپ رحمہ اللہ نے فرمایا: تم لوگ ان شاء اللہ اپنے شہر والوں میں سے صالح، نیک لوگ ہو۔ ہر اُس شخص کو میری طرف سے یہ پیغام پہنچا دو جو یہ گمان ونظریہ رکھتا ہو کہ میں معصوم عن الخطا امام ہوں اور میری اطاعت واجب ہے؛ میں اُس سے بری ہوں۔ (ایسے کسی شخص سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔) اسی طرح جو آدمی یہ نظریہ وگمان بھی رکھتا ہو کہ: میں ساداتنا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے بری ہوں تو میں ایسے شخص سے بھی بری ہوں۔ (وہ اپنی دوکانداری و سیاست چمکانے کے لیے میرا نام بالکل استعمال نہ کرے۔) [2]

جناب سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ؛ جناب امام جعفر بن محمد الصادق رحمہ اللہ نے اُن سے فرمایا: ''اے سالم! ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے محبت و دوستی رکھو اور ان دونوں کے دشمنوں سے برأت کا اظہار و اعلان کرو۔ اس لیے کہ بلاشبہ یہ دونوں حضراتِ گرامی قدر ہدایت کے امام تھے۔''

پھر جناب امام جعفر رحمہ اللہ نے فرمایا: ''کیا آدمی بھلا اپنے دادا، نانا کو گالی دے سکتا ہے؟ جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ تو میرے نانا جی ہیں۔ اگر میں ساداتنا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے محبت و دوستی نہ رکھوں اور نہ ہی میں ان دونوں کے دشمنوں سے برأت کا اظہار کروں تو اللہ کرے مجھے قیامت والے دن نبی کریم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت ہی

[1] دیکھیے: "شرح أصول اعتقاد اهل السنة" جلد٧، ص ١٣٠٢، "والنهي عن سب الأصحاب للمقدسي" ص ٧٥.

[2] دیکھیے: "سیر اعلام النبلاء" جلد٦، ص ٢٥٩.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نصیب نہ ہو۔'' آپ جناب جعفر بن محمد رحمہ اللہ سے یوں بھی مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کرتے تھے: ''میں جناب علی رضی اللہ عنہ کی کچھ بھی شفاعت نہیں چاہتا البتہ یہ ہے کہ میں اپنے والد (محمد بن علی بن حسین رحمہ اللہ) کی شفاعت کا اُنھیں کی مثل کا اُمیدوار ضرور ہوں۔ اس لیے کہ اُنھوں نے مجھے دوبار جنا ہے۔ (یعنی میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا اُمیدوار ہوں۔) ❶

اسی امام باوقار رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ اُن سے سادا تنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: ''تم مجھ سے ایسے دو حضرات کے بارے میں پوچھ رہے ہو کہ جو جنت کے میوے کھا چکے ہیں؟'' اور آپ رحمہ اللہ نے یہ بھی فرمایا: ''جو شخص سادا تنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے برأت کا اظہار کرے اللہ عزوجل اُس سے بری ہے۔'' ❷

امام ذہبی رحمہ اللہ سیدنا ابوعبداللہ جعفر صادق بن محمد الباقر رحمہ اللہ کی اس بات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں؛ امام جعفر الصادق رحمہ اللہ کا یہ فرمان تواتر سے ثابت ہے۔ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ وہ اپنی اس بات میں بالکل سو فیصد سچے تھے اور آپ کسی کے لیے نفاق (تقیہ) اختیار کرنے والے نہ تھے۔ اللہ تعالیٰ رافضیوں کا ستیاناس کرے۔ ❸

خلاصۂ کلام:

تو یہ تھے جناب! طاہرین وطیبین آئمہ اہل البیت کے اقوال گرامی۔ یعنی وہ آئمہ عظام رضی اللہ عنہم جمیعاً کہ جن کی امامت وولایت پر ایمان لانے کا دعویٰ روافض شیعہ کرتے ہیں اور اپنا عقیدہ ان کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ ان کے اقوال مذکور بالا میں شیعہ روافض کے متعلق ان کے موقف اور ان شیطان کے حواریوں کے دین سے متعلق اُن کے موقف کو نہایت وضاحت سے کھول کر بیان کر دیا گیا ہے۔ اسی طرح ان اصحاب اطہار وطیبین آل بیت کی ان روافض سے برأت اور جو کچھ وہ ان آئمہ کرام رحمہم اللہ جمیعاً کے بارے میں فاسد عقائد رکھتے ہوئے اعمال کرتے ہیں اور خیار صحابہ کرام و اُمہات المومنین رضی اللہ عنہم اجمعین کے متعلق جو یہ روافض طعن وتشنیع اور تبرا بازی کرتے ہیں، ان سے بیزاری کا اظہار ہوتا ہے۔ بلاشبہ یہ آئمہ اہل البیت رضی اللہ عنہم اجمعین ظاہری طور پر بھی اہل السنہ والجماعۃ کے سلف صالحین، تمام صحابہ کرام و تابعین عظام رضی اللہ عنہم جمیعاً والے عقیدہ پر تھے اور باطنی طور پر بھی۔ یہی وہ عقیدہ تھا کہ جسے بطور دین وہ اپنائے ہوئے تھے اور اسی عقیدہ کی بنیاد پر وہ دوستی اور دشمنی کا معیار مقرر کیے ہوئے تھے۔ بلاشبہ جو شخص عقیدہ و عمل اہل السنہ والجماعۃ کے علاوہ کوئی اور عقیدہ ان کی طرف منسوب کرتا ہے وہ اُن پر جھوٹ باندھتا اور اُن پر ظلم کرتا ہے۔ اللہ رب العرش الکریم اُن اصحاب اطہار وطیبین اہل البیت رضی اللہ عنہم جمیعاً پر اپنی بے پایاں رحمتیں نازل فرمائے اور اُن لوگوں کو اللہ تعالیٰ رسوا کرے جو ان کے ساتھ کذب و افتراء کی باتیں جوڑتا ہو۔ ❹

---

❶ دیکھیے: "سیر أعلام النبلاء" جلد ٦، ص ٢٥٥، ٢٥٨.

❷ دیکھیے: "الإنتصار للصحب والآل" ص ١١٩، سیر اعلام النبلاء جلد ٦، ص ٢٦٠.

❸ "سیر أعلام النبلاء" جلد ٦، ص ٢٦٠.

❹ الإنتصار للصحب والآل ص ١٢٠.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیرھویں فصل

اہل السنہ والجماعۃ اور شیعہ روافض کے درمیان قربت کی راہ پیدا کرنے والا نقطۂ نظر

کتاب ہذا کی صورت میں جو ریسرچ وتحقیق شدہ تحریر ہمارے سامنے آئی ہے، اُس سے شیعہ روافض کی اللہ عزوجل کی کتاب عزیز (قرآن مجید)، نبی مکرم ﷺ کی سنت وحدیث اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے منہج و طریق سے انحراف والی گمراہی و بدعت کی منتہائے نظر کھل کر واضح ہو جاتی ہے۔ اسی طرح نہایت ہی خطرناک قسم کے عقائد ونظریات اور بہت بڑی بڑی نقصان دہ اُن باتوں کی منتہائے نظر بھی سامنے آتی ہے کہ جن کا احاطہ تفسیر وتوحید اور حدیث وغیرہ والی ان کی معتمد علیہا کتب کیے ہوئے ہیں۔ بلاشک وشبہ یہ سارے اقوال وعقائد روافض کے اصلی وبنیادی دین کی رو سے ہمیشہ مسلمانوں کو نقصان پہنچاتے رہے ہیں۔

تو قربت کی راہیں پیدا کرنے والے ہر نقطۂ نظر کو ذیلی طور پر اس اعتراف کو بھی ضروری سمجھنا چاہیے کہ روافض کی ان کتب نے اسلام کے نام پر اللہ عزوجل کے دین اور اس کی شریعت کو بدلنے میں ایڑی چوٹی کی کوششوں میں استشراقی سازشوں اور مسلمانوں کو عیسائی بنانے والی کوششوں کے اُس درجہ ومحنت کو بھی مات دے رکھی ہے کہ جس ذلت والے مقام تک وہ کوششیں اور سازشیں خود بھی نہیں پہنچ سکیں۔ بلکہ یہ کہنا بالکل درست ہوگا کہ: استشراق و تبشیر (غیر مسلم مغربی لوگوں کی طرف سے اسلام کی اپنی تشریح اور دین مسیح کی تبلیغ کے ذریعے لوگوں کو عیسائی بنانا۔) تو رافضیت کے نظر آنے والے وہ چشمے ہیں کہ جن سے شیعیت سیراب ہوتی ہے۔ استشراق وتبشیر کے وضع کردہ شبہات اور جعلی کہانیوں پر رافضیت پورا پورا اعتماد کرتے ہوئے دین حنیف ومسلمین کے خلاف سازشیں کرتی ہے۔

اسلامی علوم سے جانکاری رکھنے والے غیر مسلم مغربی لوگوں (مستشرقین) اور لوگوں کو دین مسیح (عیسائیت) کی طرف دعوت دینے والے (مبشرین) کے پیدا کردہ اسلام کے خلاف شبہات اور شیعہ روافض کی آراء کے درمیان مکمل مشابہت وہم آہنگی والا نہایت گہرا علاقہ وتعلق پایا جاتا ہے۔ یہ کوئی نیا تعلق و رابطہ نہیں ہے۔ ان دونوں قوموں کے باہمی معاملات تعلقات پر ایک محققانہ علمی اور خصوصی قسم کی مفصل تحریر آنی چاہیے۔ اللہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عزوجل، اُس کے حبیب وخلیل نبی محمد رسول اللہ ﷺ اور دین حنیف، اسلام کے دشمن پرانے زمانے سے ہی اسلام اور مسلم دشمنی کے لیے رافضی شیعوں کی آراء کو اپنے لیے ٹیک کے طور پر استعمال کرتے آرہے ہیں۔ بلکہ یہ بات حقیقت ہے کہ شیعہ روافض کے لشکر ہمیشہ دشمنوں کے ہاتھوں میں اسلحہ کے طور پر استعمال ہوتے رہے ہیں۔ کفار وملحدین یہود، نصاریٰ، ہنود اور مشرکین وحاسدین میں سے جس کسی نے بھی تاریخ کے کسی بھی دور اور زمین کے کسی بھی خطے میں جب بھی اسلام کو منہدم کرنے کا ارادہ کیا رافضی تشیع ان کے لیے بہترین پناہ گاہ ثابت ہوا۔ دشمنوں کے لیے اس ضمن میں مکمل مددگار ثابت ہونے، اللہ، اس کے رسول اور دین اسلام سے مکمل طور پر ان کی خیانت اور اسلام و اہل کو نیست و نابود کرنے کے لیے ان لوگوں کی اعداء سے مشاورتوں کے ساتھ تاریخ بھری پڑی ہے۔ اس بارے میں سب سے نمایاں اسباب میں سے ایک یہ ہے کہ: یہ رافضی شیعہ قرآن وسنت والی اسلامی حکومت کے قیام پر یکسر ایمان نہیں رکھتے سوائے مہدی منتظر کی حکومت کے۔ جو کہ گیارہ صدیوں سے زیادہ عرصہ گزر گیا وہ ویسے ہی دنیا سے غائب ہے۔ اس لیے اس راستے سے دشمنوں نے ان کے دلوں میں گھر کر رکھا ہے اور وہ یہود ونصاریٰ اور ہنود ومشرکین سے زیادہ محبت رکھتے ہیں۔ [1]

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ان روافض شیعہ میں سے اکثریت مسلمانوں کے ساتھ محبت کی بجائے کافروں کے ساتھ اپنے دلوں کی گہرائیوں سے بہت زیادہ محبت وعشق کرنے والی ہوتی ہے۔ اسی لیے جب مشرق کی جانب سے ترک کافروں کا خروج ہوا اور انھوں نے مسلمانوں کو بے دریغ قتل کیا، ممالک خراسان و عراق اور شام و جزیرۂ عرب میں ان کا خون بہایا تو یہی روافض مسلمانوں کے خلاف ان کے مددگار تھے۔ ملک شام کے شہروں حلب و دمشق وغیرہ میں تو بالخصوص یہ رافضی لوگ مسلمانوں کے خون بہانے اور ان سے جنگ کرنے کے لیے اُن کافروں کے بہت بڑے مددگار تھے۔ بعینہٖ وہ نصاریٰ کہ جنھوں نے ملک شام میں مسلمانوں سے جنگ کی تھی، رافضی شیعہ اُن کے بہت بڑے مددگار تھے۔ یہ روافض ہمیشہ سے کافروں کے ساتھ دوستی نبھاتے آئے ہیں اور مسلمانوں سے جنگ کرنے اور ان کے دشمنی کرنے پر یہ اعداء اللہ مشرکین ونصاریٰ کے زبردست مددگار رہے ہیں۔ [2]

تاریخی شواہد:

شیعہ روافض کی اس خباثت پر بے شمار شواہد کتب تاریخ کے ابواب میں آج بھی درج ہیں۔ مذکور بالا دعویٰ کی دلیل وتائید اور تاکید کے لیے ان میں سے بعض کا تذکرہ فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔

---

[1] دیکھیے: "مسألة التقریب" جلد۲، ص ۲۶۱، ۲۷۸.

[2] دیکھیے: "منهاج السنة النبوية" جلد۲، ص ۱۰٤.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ا)...... سقوط بغداد میں علقمی رافضی کا ترک کافروں کو طلب کرنا اور اُنھیں مشورے دینا:

۶۵۶ھ میں پیش آنے والے سقوط بغداد جیسے عظیم سانحہ کے پیچھے ایک رافضی عالم ابن علقمی کا بڑا ہاتھ تھا۔ اس کارشہ و سانحہ کا خلاصہ یہ ہے کہ: شیعہ رافضی عالم ابن علقمی عباسی خلیفہ مستعصم باللہ کا وزیر تھا۔ خلیفہ مستعصم باللہ اہل السنہ والجماعۃ کے مذہب و مسلک پر تھا۔ اس خلیفہ کا باپ ابوجعفر منصور مستنصر باللہ اور اس کا دادا ابونصر محمد ظاہر باقر اللہ بن ناصر الدین اللہ بھی اہل السنہ والجماعۃ کا مذہب رکھتے تھے۔ ❶

مگر اس خلیفہ میں نرمی اور دینی بیداری کی بجائے نہایت سستی تھی۔ چنانچہ خلیفہ کا یہ رافضي وزیر ابن علقمی خلافت و حکومت پر مکمل قبضہ کے لیے منصوبہ بندی کرتا رہتا تھا۔ اس کی دلی آرزو اور زندگی کا نصب العین سلف صالحین کے مذہب و دین پر قائم اہل السنہ والجماعۃ کو دنیا سے نیست و نابود کر کے روافض شیعہ کی حکومت کو قائم کرنا تھا۔ سو، اُس نے خلیفۂ وقت مستعصم باللہ کی غفلت اور اپنے عہد و منصب سے ناجائز فائدہ اُٹھاتے ہوئے خلافت کے خلاف سازشوں کا ایک جال بنا۔ اس کی منصوبہ بندی اور سازشوں کے بنیادی طور پر تین مراحل تھے۔

پہلا مرحلہ......: مسلمانوں کی فوجی طاقت کو کمزور کرنا اور عامۃ الناس کی زندگیوں کو اجیرن کر دینا۔ اس منصوبے پر عمل کرتے ہوئے اُس نے مسلمانوں کی افواج کے اخراجات میں اس قدر کمی کر دی کہ اُن کی خوراک و رسد گویا بالکل ہی منقطع ہو کر رہ گئی۔ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: خلیفہ مستعصم باللہ کا یہ وزیر ابن علقمی افواج کی تنخواہیں منقطع کرنے اور اُنھیں دیگر سہولتوں سے محروم رکھنے میں اپنی پوری کوشش کرتا اور سپاہیوں کے نام دیوان سے نکال دیتا۔ مستعصم باللہ کے والد ابوجعفر مستنصر باللہ کے آخری دنوں میں حکومت کے پاس ایک لاکھ کے قریب بہادر، لڑاکا سپاہی تھے۔ مگر یہ ابن علقمی سپاہیوں کو فوج سے نکالتا چلا گیا حتیٰ کہ اُن کی تعداد صرف دس ہزار رہ گئی۔ ❶

دوسرا مرحلہ......: ابن علقمی کے منصوبے میں دوسرا مرحلہ تاتاریوں سے خط و کتابت تھی۔ چنانچہ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ اس دور کی تاریخ کو بیان کرتے ہوئے آگے لکھتے ہیں: پھر ابن علقمی رافضی نے تاتاریوں سے خط و کتابت شروع کر دی اور اُنھیں مسلمانوں کے باقی ممالک پر بھی قبضہ کر لینے کا طمع و لالچ دلایا۔ اس ضمن میں اُس نے تاتاریوں کے لیے ہر مشکل کام آسان کر دیا، ملک و حکومت کی اندرونی سچی صورت حال سے آگاہ کیا اور حکومتی لوگوں کی کمزوریوں والے راز اُن کو دے دیے۔ (ایضاً)

تیسرا مرحلہ......: اس رافضی غدار کے منصوبے میں تیسرا مرحلہ مسلمانوں کو تاتاریوں کے ساتھ جنگ

❶ دیکھیے: البدایة والنهایة جلد۱۳، ص ۲۰۲.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنے سے روکنا اور خلیفہ و عامۃ المسلمین کے حوصلوں کو پست کرنا تھا۔ چنانچہ اس ظالم نے عامۃ المسلمین کو بھی تاتاری کفار کے ساتھ لڑنے اور جنگ کرنے سے منع کر دیا تھا۔ (یعنی جب تاتاری حملہ آور ہوں تو مرکز بغداد کے تمام مسلمان باشندے اُن کے خلاف ہتھیار نہ اٹھائیں اور جب کفار و سفاک تاتاری انھیں قتل و ذبح کرنا چاہیں تو وہ بدل و جان خوشی سے اپنی گردنیں اُن کو پیش کر دیں۔) ❶

اُدھر اس غدار ظالم نے خلیفہ وقت اور اُس کے حاشیہ برداروں کو اس وہم و گمان میں مبتلا کر دیا کہ تاتاریوں کا بادشاہ (ہلاکو خاں) ان سے مصالحت کرنا چاہتا ہے۔ پھر اُس نے خلیفہ سے گزارش کی کہ وہ ہلاکو خاں کے پاس تشریف لے چلیں۔ خلیفہ وقت کو بے وقوف بنانے والا چکر (شیطانی منصوبہ) اب اُس کے بالکل سامنے تھا۔ اُس نے خلیفہ صاحب سے کہا: آپ وہاں تشریف لے چلیں تاکہ ملک عراق کی آدھی آمدن تاتاریوں کے لیے اور آدھی آمدن آپ کے لیے پر صلح ہو سکے۔ چنانچہ خلیفہ اپنی حکومت کے تمام بڑے بڑے عہدہ دار و اُمراء اور فقہاء و قضاۃ کے سات سو افراد کو سوار کر کے ہلاکو خاں کی طرف چل نکلا۔ اور پھر طے شدہ منصوبے کے مطابق اس سازش و حیلے کے ذریعے خلیفہ وقت (مستعصم باللہ) اور اُس کے ہمراہ اُمت کے تمام قائدین و معززین کو تہ تیغ کر دیا گیا۔ اس کارروائی میں تاتاریوں کو کسی مزاحمت کا سامنا نہ کرنا پڑا۔

ان رافضی شیعوں اور دیگر منافقین کے سرداروں نے ہلاکو خان کو اس بات پر قائل کر رکھا تھا کہ وہ خلیفہ وقت مستعصم باللہ سے ہرگز مصالحت نہ کرے۔ اس غدار وزیر ابن علقمی نے اُس سے عرض کیا: جناب! جب نصف نصف آمدن پر صلح ہو جایا کرتی ہے تو وہ صرف سال، دو سال ہی چلا کرتی ہے اور پھر معاملہ پہلی حالت پر آ جایا کرتا ہے، اس لیے آپ صلح کی بات ہی نہ کریں۔

البتہ ان لوگوں نے خلیفہ مستعصم باللہ کو ایک اچھے طریقے سے قتل کیا اور جس طرح بیان کیا جاتا ہے، وہ اس طرح کہ: اسے نمدے میں لپیٹ کر کافروں اور منافروں کے قدموں سے روندوا کر اسے قتل کیا گیا (تفصیل نیچے حاشیہ میں دیکھ لیجیے۔) اور اس طرح اُس کے قتل کی رائے ایک تو اسی غدار وزیر ابن علقمی نے دی اور دوسرا اس رائے میں شریک ایک اور شیعہ ہلاکو خان کا وزیر نصیر الدین طوسی تھا۔ ❷

اس کے بعد تاتاری ظالم بغداد شہر کی طرف متوجہ ہوئے اور اُنھوں نے مردوں، عورتوں، بچوں، بوڑھوں،

---

❶ دیکھیے: منهاج السنه جلد۳، ص ۳۸۔

❷ ہلاکو خان نے جب اسماعیلی فرقہ باطنیہ کے ''موت والے قلعوں'' کو فتح کیا تھا تو اُس نے اس نصیر الدین طوسی رافضی شیعہ کو اپنا مصاحب خاص رکھ لیا تھا جو کہ بعد میں یہ بدبخت ضمیر فروش ہلاکو خان کا وزیر بن گیا تھا۔ تفصیل کے لیے: "البدایہ والنہایہ" جلد۱۳، ص ۲۰۱ دیکھ لیجیے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جوانوں اور علماء ومشائخ میں سے کسی کو بھی نہ چھوڑا، سب کو قتل کر کے خون کی ندیاں بہا دیں۔ ان ظالموں کے ہاتھوں سے یہود ونصاریٰ کے اہل الذمہ کے سوا کوئی بھی نہ بچ سکا یا پھر رافضیوں میں سے جس جس نے اپنی زندگی کی اُن سے بھیک مانگی، اُن کی ذلیل ورسوا کرنے والی شرائط پر اُن کی پناہ میں چلا گیا یا پھر جس نے غدار وزیر رافضی شیعہ ابن علقمی کے گھر میں پناہ لے لی۔

بیان کیا جاتا ہے کہ: تاتاریوں نے ایک کروڑ سے زیادہ مسلمانوں کا قتل عام کیا تھا۔ ان تاتاری ترک کافروں نے جس طرح مسلمانوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹا تھا اسی طرح انسانی تاریخ میں اہالیانِ اسلام کا خون کبھی نہیں بہایا گیا تھا۔ ان کافر بدبختوں نے ہاشمیوں کو قتل کیا، عباسی اور غیر عباسی عورتوں کو اُنھوں نے قیدی بھی بنایا۔

تو...... انصاف سے بتلایئے! کیا ایسا شخص آلِ رسول اللہ کا دوست اور خیر خواہ ہوسکتا ہے جو انھیں قتل کرنے اور انھیں قیدی بنانے کے لیے کفار واعداء اللہ کو ان پر مسلط کردے؟ اور تمام اہل ایمان، مسلمانوں پر بھی ان ظالموں کو مسلط کر کے ان کا قتل عام کروائے؟ [1]

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اس کارشنہ فاجعہ و بے مثل قتل عام میں مساجد کے خطیبوں، اماموں، حفاظ قرآن کو بھی تہہ تیغ کر دیا گیا۔ مساجد میں نمازیں، خطبات جمعہ معطل ہو کر رہ گئے اور کئی ماہ تک بغداد میں نماز جماعت تک نہ ہوئی۔ [2]

اس غدار وزیر ابن علقمی قبحہ اللہ کا ہدف ومقصود یہ تھا کہ وہ سنت کو بالکل ہی ختم کردے اور رافضیت کی بدعت کو غالب کردے۔ دوسرا ہدف ومقصد اس کا یہ تھا کہ وہ رافضیوں کے لیے ایک خوفناک قسم کا زبردست مدرسہ قائم کرے جس کے ذریعے وہ اپنے مذہب کو پھیلائیں۔ مگر اللہ عزوجل نے اُسے اس کام کے لیے مقدرت ہی نہ دی۔ بلکہ اللہ نے اُس سے اپنی نعمت کو چھین لیا۔ سقوطِ بغداد والے المناک سانحہ کے صرف چند مہینوں کے بعد ہی عاجز آ کر اُس کی عمر نے اُس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ [3]

(ب)......صفوی حکومت:

صفوی حکومت کی بنیاد شاہ اسماعیل صفوی نے رکھی تھی۔ اس حکومت میں اسلام کو مغلوب کرنے کے لیے ایرانیوں پر اثنا عشری تشیع کو لازم کر دیا گیا تھا۔ اس حکومت میں اثنا عشری تشیع کو ایران کا سرکاری مذہب قرار دیا گیا۔ اس صفوی حکومت کا بانی اسماعیل صفوی نہایت سخت دل اور مسلمانوں کے خون کا اس قدر پیاسا تھا کہ اس کی

---

[1] تفصیل کے لیے دیکھئے: منہاج السنۃ النبویۃ للإمام ابن تیمیۃ رحمہ اللہ جلد۳، ص ۳۸.

[2] دیکھئے: البدایۃ والنہایۃ، جلد ۱۲، ص ۲۰۳.

[3] دیکھئے: البدایہ والنہایہ، جلد۱۳، ص ۲۰۲،۲۰۳.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تاریخ میں مثال نہیں ملتی۔ ❶

اس نے اپنے بارے میں مشہور کر رکھا تھا کہ وہ معصوم عن الخطا ہے اور اس کے اور مہدی منتظر کے درمیان کوئی خاص حد فاصل نہیں اور یہ کہ بلاشبہ وہ کوئی بھی حرکت نہیں کرتا مگر صرف اور صرف بارہ اماموں کے احکام کے تقاضوں کے مطابق۔ ❷

اس ظالم اسماعیل صفوی نے اہل السنہ والجماعۃ (سلفی منہج حق پر چلنے والے مسلمانوں) پر بے دریغ تلوار کو چلوایا اور خود بھی چلائی۔ یہ بدبخت ایرانیوں کا امتحان لینے کے لیے خلفاء ثلاثہ (سادا تنا ابوبکر وعمر اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم) کو گالی گلوچ کرنے کا ذریعہ بنایا کرتا تھا۔ (جو ان تینوں اصحاب اطہار رضی اللہ عنہم کو گالی دیتا وہ بچ جاتا اور جو گالی نہ بکتا وہ اپنی جان گنوا بیٹھتا تھا۔) اس فاسق و فاجر منافق رافضی بادشاہ نے حکم دے رکھا تھا کہ مذکور بالا تینوں اصحابِ اطہار کو (اور اُمہات المؤمنین سمیت تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو) سڑکوں، بازاروں اور منبروں پر علی الاعلان گالی گلوچ کی جائے اور اس حکم کی خلاف ورزی کرنے والوں کے بارے میں اُس نے ان کی گردنیں اُڑانے کا حکم دے رکھا تھا۔ یہ اسماعیل صفوی جب کسی شہر کو فتح کرتا تو اسلحہ کے زور پر (جبراً) اس شہر و علاقہ کے رہنے والوں کو رافضیت کا طوق اپنے گلے میں ڈالنے کے لیے مجبور کر دیتا تھا۔ ❸

سلطنت صفویہ کے دور میں رافضی ملاؤں نے صفوی بادشاہوں کی تشیع کے لیے غلو کے تمام مراحل میں بھرپور مدد کی اور یہ باطل مذہب ایران کے مسلمانوں پر لوہے اور آگ کی طاقت سے فرض کر دیا گیا۔ شیعہ ملاؤں میں سے اس دور کا مولوی علی الکرکی سب سے زیادہ نمایاں نظر آتا ہے۔ ❹ شیعہ روافض نے اسے ''محقق ثانی'' کا نام دے رکھا ہے۔ یہ مولوی شاہ اسماعیل صفوی کے بیٹے شاہ طہماسب صفوی کا بہت قریبی مصاحب تھا۔ طہماسب نے اسے حکومت میں ایک قابل اطاعت آمر و حاکم کا درجہ دے رکھا تھا۔ اسی طرح سلطنت صفویہ کے مشائخ و ملاؤں میں سے ایک مولوی مجلسی بھی تھا کہ جس نے ایران میں مسلمانوں پر ضربِ کاری لگانے کے لیے حکومت وسلطنت میں شرکت کر رکھی تھی۔ حتیٰ کہ کہا جاتا ہے؛ اُس کی کتاب ''حق الیقین'' ستر ہزار ایرانی سنیوں کو شیعہ مذہب اختیار کرنے کا سبب بنی تھی۔ ❺

---

❶ " لمحات اجتماعية من تاريخ العراق "/ علی الوردی کی ص ٥٦.

❷ دیکھیے: کامل الشیبی کی: "الفكر الشيعي والنزعات الصوفية" ص ٤١٣.

❸ تفصیل کے لیے: "أصول الشيعة الإمامية" جلد٣، ص ١٤٧٥.

❹ دیکھیے: ایضاً جلد٣، ص١٤٧٦۔

❺ دیکھیے: دونلدس کی کتاب: "عقيدة الشيعة" ص ٣٠٢.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مگر اس ضمن میں صحیح بات یہی ہے کہ یہ بات شیعوں کی مبالغہ آرائی یعنی کھلا جھوٹ ہے۔ اس لیے ایران میں رافضیت صرف اور صرف اسلحہ کی طاقت اور وہشت گردی کے سبب ہی پنپ سکی ہے۔ نہ کہ کسی نظریہ، فکر و تدبر اور دل و جان سے قبول کر لینے کے ذریعے۔ ❶

اس صفوی حکومت کا ایک اور پہلو بھی یکسر بھلا دینے کے لائق نہیں ہے اور وہ یہ کہ اس حکومت نے اسلامی خلافت عثمانیہ کی حکومت سے جنگوں کا سلسلہ لگاتار جاری رکھا اور اس باطل حکومت نے مسلمانوں کے خلاف پرتگالی کافروں سے اور پھر انگریز کافروں سے بھرپور تعاون جاری رکھا۔ اسی حکومت صفویہ نے سنت اور اہل السنہ کے خلاف جنگ کرنے کے ساتھ ساتھ نصرانیوں (اور یہودیوں) کو گرجے بنانے اور ان کے علاقوں میں عیسائیت کے مبلغین اور قسیسین و راہبین کو داخل کرنے پر بھرپور ترغیب دلائی۔ ❷

اس ضمن میں اس حکومتِ باطلہ کے بعض آثار اور افراد کی مسلسل یہی روش رہی۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے اس بارے میں تبصرہ والے الفاظ و کلمات ہمیشہ یاد رکھنے کے قابل اور اس بارے میں نہایت ہی اہمیت کے حامل ہیں۔ جب آپ تاریخ کا مطالعہ کریں گے اور آج کے حالات و واقعات پر ان کو منطبق کریں گے تو آپ ان الفاظ کی سچائی چڑھتے ہوئے روشن سورج کی طرح بالکل واضح پائیں گے۔ چنانچہ امام رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''ہر عقلمند آدمی کو چاہیے کہ وہ اپنے زمانے میں پیش آمدہ نئے حالات و حوادث کو بنظر عمیق دیکھے اور اس کے دور میں اسلام کے اندر جو فساد، شر انگیز معاملات اور فتنے پیدا کیے جا رہے ہوں اُن پر خوب نظر رکھے۔ چنانچہ ایسا کرنے سے وہ دیکھے گا کہ اس ضمن میں سب سے بڑا فتنہ روافض کی طرف سے پیدا کیا جاتا ہے اور آپ یہ بھی دیکھیں گے کہ: یہ اللہ کے دشمن دنیا جہان کے تمام لوگوں سے زیادہ فتنہ و شر پھیلانے میں سب سے پیش پیش ہیں۔ بلا شک و شبہ یہ روافض اُمت محمدیہ علی صاحبہا التحیۃ والسلام کے درمیان جس حد تک ممکن ہو فتنے، شر انگیز واقعات و معاملات اور فساد برپا کرنے میں چین سے نہیں بیٹھیں گے۔ ہم نے اپنی آنکھوں سے اور بصیرت کی نظروں سے تواتر کے ساتھ دیکھا ہے کہ بلاشبہ فتنے اور بڑے بڑے شر انگیز حوادث کہ جن کی مثال دنیا میں نہیں ملتی وہ بلا شک و شبہ اُنہی روافض سے پھوٹتے ہیں۔'' ❸

تو اے نوجوانانِ اہل السنہ والجماعۃ! سلف صالحین کے منہج و دین حنیف پر گامزن اے جماعت حقہ کے افرادِ حق! بتلائیے ہم کیا ان اللہ کے دشمنوں، روافض کے ساتھ متحد ہوں؟ جو ہمارے قرآن پر طعن کرتے ہیں۔ اس

❶ دیکھیے: "أصول الشيعة الإمامية" جلد۲، ص ۱٤۷۸۔
❷ ایضاً، جلد: ۲، ص: ۱۴۷۸۔
❸ دیکھیے: منهاج السنة النبوية، جلد۳، ص ۲۳٤، ۲٤٥۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی حرام و غیر مناسب اور فاسد تاویل وتفسیر کرتے ہیں۔ وہ قرآن کے الفاظ میں تحریف کر کے اُنھیں اُن کی جگہ سے بدل دیتے ہیں۔ یہ لوگ سادا تنا ابوبکر صدیق، عمر فاروق (جن کے لقب سیّد کائنات محمد رسول اللہ ﷺ کے عطا کردہ ہیں۔) اُمہات المومنین اور نبی مکرم ﷺ کی سب سے زیادہ محبوب بیوی سیّدہ عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہم اجمعین کو کافر قرار دیتے ہیں۔ اسی طرح سادا تنا طلحہ وزبیر اور دیگر تمام اجل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو بھی۔ علاوہ ازیں یہ ظالم لوگ مسلمانوں کو تقیہ کے نام پر ہر جگہ و ہر موقع اور ہر نظریہ وعقیدہ اور ہر رکن اسلام وعمل صالح میں کھلم کھلا دھوکا دیتے ہیں۔'' ❶

(ج)......قربت کی راہوں اور قریب کرنے والی کوششوں کے لیے عصر حاضر کے تجربات:

(ا)...... مصطفیٰ السباعی رحمہ اللہ کا تجربہ:

قربت کی راہیں پیدا کرنے والے اس مسئلہ میں ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی رحمہ اللہ نے بعض شیعہ علماء کے ساتھ کئی بار کوششیں کر دیکھی تھیں اور دونوں فریقوں کے درمیان قربت، مودّت اور اُلفت کے سہاروں کو مضبوطی سے قائم کرنے کے لیے کفالت کرنے والے راستوں کا مطالعہ کرنے کے لیے ایک اسلامی کانفرنس کے انعقاد کی کوشش بھی کی تھی۔ ایک دوسرے سے قریب کرنے کے لیے بڑے عوامل کو استعمال کرنے کے لیے آپ رحمہ اللہ کی رائے یہ تھی کہ دونوں فریقوں کے علماء ایک دوسرے کے پاس آئیں جائیں (اور میل ملاقات کریں۔) اور یہ کہ ایسی کتابیں تصنیف کی جائیں جو قربت کے مواقع پیدا کرنے کے لیے دعوت دیں۔ آپ کی رائے تھی کہ ایسی کتب نشر نہ کی جائیں جو دونوں فریقوں میں کسی کو مشتعل کریں۔

مصطفیٰ سباعی رحمہ اللہ شیعہ کے ایک بڑے عالم، مرجع خلائق تشیع علامہ عبدالحسین شرف الدین الموسوی سے ملاقات کے لیے بھی گئے جو شیعہ روافض کے ہاں وحدتِ اسلامیہ، بین المذاہب قربت پیدا کرنے، مسلمانوں کو ایک صف میں لاکھڑا کرنے اور جمع الکلمہ کے لیے ایک متحرک داعی کے طور پر شمار ہوتا ہے انھوں نے اس فکر و نظریہ کے لیے اسے پر جوش بھی پایا اور اس پر (بظاہر) ایمان رکھنے والا بھی۔ پھر وہ عبدالحسین الموسوی کے ساتھ اس غرض کے لیے شیعہ اور سنی علماء کی مشترکہ ایک اسلامی کانفرنس منعقد کرنے پر متفق ہو گئے۔

اسی طرح علامہ مصطفیٰ سباعی رحمہ اللہ شیعہ مذہب کے بڑے بڑے سیاسی، لوگوں، تجار اور ادباء حضرات سے بھی اس مقصد کے لیے ملتے رہے اور ان تعلقات کے لیے قائم کرنے والے نتائج کے حصول پر ان رابطوں سے بہت خوش ہوئے۔ شیخ مصطفیٰ سباعی رحمہ اللہ کے دل میں جو آتا تھا یا جس نظریہ وعمل کی ہیشگی کے لیے آپ گھومتے

❶ دیکھیے: "مسألة التقریب" جلد ۲، ص ۲۸۰.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہتے تھے تو یہ سب کچھ وہی تھا جس پر قوم کے لوگوں سے اہداف حاصل کرنے کا انحصار تھا۔ مگر وہ تو ''اس قربت کے لیے کوششوں والے منصوبے'' کی دعوت کے پیچھے آپ رحمہ اللہ کو تنقید کا نشانہ بناتے رہتے تھے۔ حتیٰ کہ جناب شیخ رحمہ اللہ کو اچانک چونک جانا پڑا جب تھوڑے ہی عرصہ بعد قربت کے لیے پرجوش اسی عبدالحسین الموسوی نے سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ پر ایک کتاب لکھ کر چھاپ دی کہ جس میں اس جلیل القدر صحابی کو خوب سب وشتم سے نوازا گیا تھا۔ بلکہ اس ملّا نے اپنی اس کتاب میں یہاں تک لکھ دیا کہ: ''ابوہریرہ منافق، کافر تھا اور یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کے بارے میں خبر دی تھی کہ وہ جہنمی ہے۔'' (نعوذ باللہ من ھذہ الخباثة)

شیخ مصطفیٰ سباعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عبدالحسین کے اس کلام اور اس کی کتاب میں بیان کردہ اُس کے موقف سے میں بہت زیادہ حیران ہوا۔ اُس کا یہ موقف ماضی کو بھول جانے اور ایک دوسرے کی قریب ہوجانے والی رغبت کے برعکس یکسر جھوٹا معلوم ہوا۔ [1]

شیخ مصطفیٰ سباعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ: بعد کو دور کرنے والی سوچ کے معاملے میں جو کچھ شیعہ کے مولویوں نے پیش قدمی کی اس کی غرض وغایت، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو ان میں سے اکثریت کی طرف سے گالی گلوچ کرنا اور ان کے بارے میں نہایت ہی برا ایمان ویقین رکھنے پر استمرار کے ساتھ ساتھ پروگراموں اور کانفرنسوں میں ظاہراً اچھی طرح پیش آنے والی کل کوشش تھی بس۔ (یعنی ظاہراً اخلاق سے ملتے تھے مگر اندرونی طور پر مکمل خسیس النفوس تھے۔) اور وہ عقیدتاً جو کچھ اُن کی کتابوں میں پایا جاتا ہے اپنے اُسی گندے عقائد والی روایات وآثار پر مکمل ایمان رکھتے تھے۔

آپ رحمہ اللہ یہ بھی بتلاتے ہیں کہ: یہی لوگ بعد کو دور کرکے قریب ہونے کا دعویٰ کرتے اور اس کی دعوت دیتے مگر اس قربت کی روح ان کے ہاں مفقود تھی۔ اس قریب کرنے والے نظریہ کا اثر عراق وایران میں شیعہ علماء کے ہاں یکسر غائب ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور اُمہات المومنین رضی اللہ عنہن پر طعن وجرح اور سب وشتم کے متعلق اور صحابہ کے درمیان اختلاف کی ایک جھوٹی تصویر کے بارے میں ان کی کتب میں جو کچھ لکھا ہوا ہے شیعہ قوم کے مولوی تاہنوز اُن پر مصر ہیں۔ گویا ان کی ''بُعد کو دور کرکے قربت کی راہیں'' پیدا کرنے والے نظریہ ودعوت کا مقصود ومطلوب سلف صالحین کے منہج مستقیم ودین حنیف پر چلنے والے اہل السنہ والجماعۃ کو شیعہ مذہب کے قریب کرنا ہے نہ کہ اپنی خباثتوں کو چھوڑنا۔

پھر سباعی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: سنت کی تاریخ یا مذاہب ومسالک اسلامیہ کے متعلق ہر علمی ریسرچ وبحث شیعہ

---

[1] دیکھئے: "السنة ومكانتها" ص ۹، ۱۰.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے نقطہ نظر سے کبھی بھی متفق نہیں ہوسکتی اور جو آدمی اس ضمن میں بحث و ریسرچ سے کام لیتا ہے، ان روافض کے بعض علماء اس پر تنقید شروع کر دیتے ہیں اور خود اُنھی غلط اور غلیظ راہوں پر چلتے ہوئے اس قربت پیدا کرنے والے شور کے پیچھے اپنے آپ کو چھپا کر رکھتے ہیں۔ پھر اس طرح کی بحث و ریسرچ کرنے والے مسلمان پر الزام لگاتے ہیں کہ وہ متعصب ہے اور قریب کرنے کے لیے جدوجہد کرنے والے اصلاح کاروں کی کوششوں کے لیے دشواری پیدا کرنے والا ہے۔ مگر خود یہ عیب جو اور ناراضگی کا اظہار کر کے اس راہ سے الگ ہو جانے والے اہل السنہ والجماعۃ کی طرف سے بُعد کو دور کرنے والوں کی کوششوں کے لیے عملی طور پر مشکلات پیدا کرتے ہیں۔ جیسا کہ عبدالحسین شرف الدین الموسوی کی کتاب نے جلتی پر تیل کا کام کیا کہ منہج سلف صالحین پر قائم اہل السنہ والجماعۃ کی نظر میں نبی کریم ﷺ کی احادیث مبارکہ کو سب سے زیادہ روایت کرنے والے نہایت ہی ثقہ صحابی رسول جناب ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں بکواس وطعن سے کام لیا۔

الشیخ السباعی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ پر لکھی گئی مذکور بالا کتاب سے بڑھ کر میں نے کسی اور کتاب کا بھونڈا انداز نہیں دیکھا۔ اسی طرح کی اور کتب بھی عراق و ایران میں طبع ہو رہی ہیں۔ ان کتابوں میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پر وہ طعن و تشنیع ہوتی ہے کہ کسی بھی جاگتے ہوئے ضمیر والے عقلمند انسان کی سماعت و بصارت اس غلاظت کو پڑھنے کی متحمل نہیں ہوسکتی۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ایک نئے انداز میں تفرقہ اور باہمی قتل و غارت کی آگ مزید بھڑک اُٹھی ہے۔ [1]

یہ تھا فضیلۃ الشیخ مصطفیٰ سباعی رحمہ اللہ کا تجربہ اور ان کی شیعہ واہل السنہ کو ایک دوسرے کے قریب کرنے والی کوشش کہ جو روافض کے ملاؤں کے جاہلانہ مذہب پر تعصب اور ان کی تاریخ انسانی کے تمام ادوار میں سے بہترین دور کی عظیم الصفات نسل انسانی (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین) سے دشمنی پر اصرار کے سامنے صفر ہو کر رہ گئی۔ روافض شیعہ کے مفہوم میں ''بُعد کے فاصلے کم کر کے قربت کی راہیں پیدا کرنے'' کا معنی یوں سمجھا جاتا ہے کہ اُنھیں اہل السنہ والجماعۃ کے علاقوں اور ملکوں میں ان کے فاسد و مشرکانہ عقائد پھیلانے کا اُنھیں بھرپور موقع دیا جائے۔ اور یہ کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو گالی گلوچ کرنے میں ہمیشگی اختیار کیے رکھیں، اس ضمن میں انھیں کوئی پوچھنے والا نہ ہو اور یہ کہ اہل السنہ حق بیان کرنے سے خاموش رہیں۔ اس دوران اگر روافض کو معلوم ہو جائے کہ حق بلند ہو رہا ہے تو وہ یہ کہہ کر ہنگامہ برپا کر دیتے ہیں کہ: ''اس وقت وحدت ملت خطرے میں ہے۔'' [2]

---

[1] تفصیل کے لیے دیکھیے: "السنۃ ومکانتہا" ص ۹، ۱۰۔

[2] دیکھیے: "مسئلہ التقریب" جلد۲، ص ۱۹۸۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ب)......الشیخ موسیٰ جار اللہ کا تجربہ:

اس عالم جلیل کا شمار ملک روس کے علماء میں ہوتا ہے۔ یہ تھے بزرگ عالم جناب موسیٰ بن جار اللہ ترکستانی قازانی جو قیصری زمانہ کے آخر اور سوویت یونین کی حکومت کے آغاز میں ملک روس کے شیخ المشائخ تھے۔ یہ صاحب روس کے تین کروڑ سے زیادہ مسلمانوں کے معاملات کی آواز کو بلند کرنے والے پہلے اور آخری شخصیت تھے۔ پھر ان پر کمیونزم کی آندھی چلادی گئی اور اُنھیں ان کے ملک اور اہل وعیال سے دور کردیا گیا۔ انھوں نے بہت ساری کتابیں اور رسالے تصنیف کیے جنھیں ہندوستان، حجاز، مصر اور عراق و ایران میں منتقل اور نشر کیا جاتا تھا۔ جنابِ شیخ اپنے بارے میں خود بیان کرتے ہیں: یہ میرے وسعت و اختیار میں تھا کہ میں ملک روس کا اوّل درجہ کا رائٹر (مصنف) بن جاتا اور اگر میں اپنے ایمان سے الگ ہوجاتا تو اس ملک کی صف اوّل کے عمائدین و قائدین میں سے ایک بڑا سردار ہوتا، مگر میں نے فیصلہ کیا کہ میں دنیا کے بدلے آخرت کو خریدوں گا۔ [1]

اس بزرگ عالم نے بھی کوشش کی کہ وہ اُمت کے بکھرے ہوئے شیرازہ کو ایک جگہ جمع کردے اور یہ کہ اہل السنہ والجماعۃ کو ایک کردے۔ چنانچہ اس ضمن میں اُنھوں نے بڑی بڑی کوششیں کیں اور شیعہ کی کتب کا مطالعہ شروع کردیا۔ ان کتب کا انھوں نے بڑے اہتمام سے مطالعہ کیا۔ جیسا کہ انھوں نے خود بیان کیا ہے کہ انھوں نے روافض کی درج ذیل کتب کو بنظر عمیق پڑھا۔

ا: أصول الكافي وفروعه ب: من لا يحضره الفقيه

ج: الوافي د: مرآة العقول

ھ: بحار الأنوار و: غاية المرام . علاوہ ازیں اور بھی ان کی بہت ساری کتب۔ [2]

اس کے بعد شیعہ کے علاقوں میں پہنچے، وہاں سات ماہ سے زیادہ عرصہ تک رہے اور انھوں نے ان کے عبادت خانوں، اجتماع گاہوں اور ان کے مدارس کو ان دنوں میں خوب دیکھا اور ان کا مطالعہ کیا۔ وہ ان کی دعوتوں، ان کی ماتمی مجلسوں اور ان کی دیگر محفلوں میں بھی شریک ہوتے رہے۔ اسی طرح وہ ان کے گھروں، مسجدوں اور صحنوں میں قائم ہونے والے ان کے حلقاتِ دروس، ان کے مدارس اور ان کے حجرات میں بھی حاضر ہوتے رہتے تھے۔ پھر محرم کے دنوں میں وہ نجف میں رہے اور شیعہ روافض ایام عزا و یوم عاشوراء میں جو کچھ کرتے ہیں اس کا وہاں مشاہدہ کیا تو......اس سارے معاینہ و مشاہدہ کے بعد اس بزرگ عالم نے جو علمی نتیجہ

---

[1] دیکھیے: "مسألة التقريب" جلد ۲، ص ۲۰۱.

[2] تفصیل کے لیے دیکھیے: "الوشيعة" ص ۱۹، "مسألة التقريب" جلد ۲، ص ۱۹۹.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نکالا، انھوں نے اپنی گہری بصیرت کے ساتھ جو کچھ دیکھا اور اپنے گہرے علم کے ساتھ جو کچھ انھوں نے جانا وہ یہ تھا کہ: روافض شیعہ کے عقائد اور ان کی حقیقت پر نقد و جرح، اُمت کے دلوں کی تالیف کے لیے سب سے پہلا مرحلہ ہونا چاہیے۔ اس کے بغیر امت محمد یہ علی صاحبہا التحیۃ والسلام کے دلوں کی تالیف نہیں ہو سکتی۔

تقریب شیعہ واہل السنہ کے لیے اس بزرگ عالم کی پہلی کوششوں میں سے ان کی طہران میں ایک شیعہ عالم محسن الامین سے ملاقات تھی۔ دونوں کے درمیان بعض اُمور پر گفتگو بھی ہوئی۔ اُس کے بعد شیخ موسیٰ جار اللہ نے محسن الامین کو ایک کاغذ دیا جس پر اُنھوں نے ۱۹۳۴-۸-۲۶ کی تاریخ درج کی تھی اور اس خط کا ایک نسخہ اُنھوں نے علماءِ نجف کو بھی بھیج دیا۔ دوسرا نسخہ اُنھوں نے کاظمیہ کے علماء کو بھیجا۔ اس میں انھوں نے لکھا تھا: میں یہ مسائل نجف اشرف کے اساتذہ (پروفیسروں) کے سامنے نہایت ادب و احترام سے پیش کر رہا ہوں، اپنے سچے دل، سلیم القلبی کے ساتھ، صرف اور صرف استفادہ کی اُمید سے اور اس سارے عمل کا مقصد اسلام کے دونوں بڑے گروہوں، امامی شیعہ کے گروہ اور اہل السنہ والجماعۃ کے عامۃ المسلمین کے درمیان اُلفت کی راہیں ہموار کرنا ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ تمام کے تمام شیعہ اساتذہ اکٹھے ایک صفحہ پر یا الگ الگ انفرادی طور پر اس کا جواب ضرور لکھیں گے۔ ہر ایک سے امید کرتا ہوں کہ وہ اپنے نہایت واضح اور بلیغ بیان سے مستفید کرتے ہوئے اپنے ہاتھ سے اُس پر دستخط بھی کریں گے اور اپنی مہر بھی لگا دیں گے۔

اس کے بعد شیخ محترم نے اس خط میں وہ کچھ ذکر کیا جو شیعہ کی کتب میں نا قابل قبول اُمور بیان ہوئے ہیں اور اس پر شیخ محترم نے ہر عبارت کو بیان کرتے ہوئے صفحات کے نمبرز تک کا اشارہ دے دیا۔ چنانچہ آپ رحمہ اللہ نے اُمت محمد یہ علی صاحبہا التحیۃ والسلام اور لوگوں کے متحد ہونے والے عمل کے درمیان حائل روافض شیعہ کی کتب میں مذکور بعض خطرناک قسم کے معاملات و قضایا کو بیان کیا، مثلاً: ''(۱)...... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو کافر قرار دینا۔ (۲)...... صحابہ کرام و تابعین عظام رحمہم اللہ پر لعن طعن و سب و شتم کرنا۔ (۳)...... قرآن کریم کی تحریف کرنا۔ (۴)...... اسلامی سلطنتوں کے حاکموں، ان حکومتوں کے قضاۃ اور ان حکومتوں کے تمام علماء کرام رحمہم اللہ کو شیعہ روافض کی کتب میں طواغیب لکھا گیا ہے۔ (۵)...... ان کی کتب میں یہ بھی لکھا ہے کہ: روافض شیعہ کے علاوہ تمام کے تمام اسلامی فرقے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے لعنت کیے گئے کافر فرقے اور جماعتیں ہیں۔ (۶)...... شیعہ روافض کی کتابوں میں ایسے امام کی قیادت کے علاوہ کہ جس کی اطاعت فرض کر دی گئی ہے کسی اور قائد و امام کی سپہ سالاری میں جہاد کرنا اُسی طرح حرام ہے جس طرح کہ مردار اور خنزیر کا گوشت حرام ہے اور یہ کہ شیعہ کے علاوہ کوئی اور شہید ہوتا ہی نہیں۔ پھر یہ کہ ہر شیعی شہید ہوتا ہے چاہے وہ اپنے بستر پر ہی کیوں نہ مرے۔ شیعہ کے علاوہ جو لوگ اللہ کی راہ میں جنگ و مقاتلہ کرتے ہیں ان کے لیے جہنم ہے کہ جس کے لیے وہ جلدی کر رہے ہیں۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روافض شیعہ کے بڑے بڑے ملاؤں کو مخاطب کرتے ہوئے مذکور بالا مسائل کے شواہد و دلائل کو شیعہ کی معتمد علیہا کتب سے نقل کرنے کے بعد شیخ موسیٰ جار اللہ رحمہ اللہ نے لکھا: ''شیعہ کے عقیدہ سے متعلق یہ بنیادی طور پر چھ مسائل ہیں کہ جن پر ان لوگوں کا یقین و ایمان ہے تو کیا اس طرح کے عقائد ہوتے ہوئے عالم اسلامی میں تمام مسلمانوں (شیعہ سمیت) کو ایک ہی وحدت والے کلمہ پر جمع کرنے کی کوئی امید باقی رہ جاتی ہے؟ اور کیا اس طرح کے عقائد و مسائل رکھنے والوں کے دلوں میں مسلمانوں کو متحد کرنے والی آواز و جدوجہد کا کوئی اثر باقی رہ جاتا ہے؟ اور کیا ممکن ہے کہ اس صورت حال کے پیش نظر زمانہ مستقبل میں غلبہ اسلام کی راہ کے لیے مسلم جماعتوں اور فرقوں کی کوئی کوشش کارآمد ہو سکے گی؟

اس کے بعد شیخ محترم (موسیٰ جار اللہ رحمہ اللہ) نے کچھ اور درج ذیل ناقابل قبول و خلافِ اسلام مسائل کا اضافہ کیا۔ (ا)...... روافض شیعہ نے اُمت اسلامیہ کی اپنی صحیح الاسناد ثقہ احادیث و روایات کا ردّ کر رکھا ہے اور ان کا دعویٰ ہے کہ: ہر وہ قول و فعل کہ جس میں اُمت محمدیہ علی صاحبہا التحیۃ والسلام کی مخالفت ہو اُس میں صحیح راہنمائی ہوتی ہے۔ شیخ محترم نے اپنی حق پر مبنی صحیح رائے کا اظہار کرتے ہوئے لکھا: یہ اُصول و قاعدہ تو قبل اس کے کہ دین اسلام کو منہدم کردے دین شیعہ کو ہی تباہ کر رہا ہے۔

(ب)...... روافض شیعہ کی کتابوں میں قائم کردہ ابواب کے تحت ایسی آیات اور سورتوں کو ذکر کیا گیا ہے جو شیعہ کے اماموں اور خود ان کے بارے میں نازل ہوئیں (حالانکہ قرآن میں ایسی کوئی نہ سورت ہے، نہ ہی آیت کہ جو اس ضمن میں بالخصوص نازل ہوئی ہو۔) اور پھر ان کے ملاؤں نے ایسی آیات و سور کا تذکرہ کیا ہے کہ (نعوذ باللہ) جو سادا تنا ابوبکر و عمر اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور ان کے متبعین کرام رحمہم اللہ کی مذمت اور ان کے کفر کے بارے میں نازل ہوئیں۔ (اور یہ بھی سراسر قرآن حکیم پر الزام، اُس کی تحریف اور کھلم کھلا کفر ہے۔)

(ج)...... اسی طرح ان کی کتب میں ''تقیہ'' سے متعلق انتہائی درجے کا غلو بھی مذکور ہے۔

پھر شیخ محترم نے کتب شیعہ میں درج دوسرے انتہائی شنیع قسم کے باطل دعوؤں کا ذکر کیا۔ مثلاً:

۱...... روافض کی کتب میں لکھا ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی تھی۔ اس اعتبار سے وہ اُمّ المومنین نہیں رہیں۔

۲...... اُن کا امام ''القائم'' جب (اپنی حکومت و امامت کے ساتھ) کھڑا ہوگا تو وہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر حد قائم کرے گا اور ایسا وہ اپنی ماں سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقام لیتے ہوئے کرے گا۔

۳...... جب اُن کا یہ امام (مہدی موعود) ظاہر ہوگا (کہ جو صدیوں سے ایک غار میں چھپا ہوا ہے۔) تو وہ اسلام کی تمام مساجد کو منہدم کردے گا۔ (حتیٰ کہ بیت اللہ الحرام اور مسجد نبوی کو بھی۔)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴ ...... دین رافضیّت کی روح اصل میں ہے ہی دشمنی۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ سادا تنا ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور علی رضی اللہ عنہم کے درمیان دشمنی سے متعلق جتنی حکایات و روایات شیعہ کی کتب میں درج ہیں وہ سب کی سب من گھڑت ہیں۔

۵ ...... کتب شیعہ میں بعض اُن کے آئمہ کی زبانی درج ہے کہ: اُمت محمد یہ علی صاحبہا التحیۃ والسلام کی طرف سے روافض والے عقیدۂ ولایت کے انکار کی وجہ سے قطعاً مومن نہیں رہی اگر چہ اس میں امانت اور صدق و وفا کوٹ کوٹ کر کیوں نہ بھری ہو۔

۶ ...... اور یہ کہ شیعہ روافض کے پاس اگر چہ دین نام کی کوئی چیز نہ ہو، اُن پر کوئی عتاب و سزا نہیں۔ اس لیے کہ اس گروہ کے لوگ امام عادل کی ولایت کا عقیدہ و ایمان رکھتے ہیں۔

علاوہ ازیں اور بھی مسائل کا ذکر کرنے کے بعد شیخ موسیٰ جار اللہ المحترم نے لکھا: اس لیے اے شیعہ کے اساتذہ محترمین! آپ لوگ ان سوالات و اشکالات کے جوابات ضرور دیجیے تا کہ مسلمانوں کو متحد کیا جا سکے اور مسلمانوں کے کلمہ کو اللہ عزوجل کی کتابِ مبین کے گرد جمع کیا جا سکے۔ تو...... شیخ موسیٰ جار اللہ رحمہ اللہ نے شیعہ روافض کی بنیادی اور اُصول والی کتب سے مذکور بالا مسائل جو نقل کر کے عصر حاضر کے تمام بڑے شیعہ علماء کو لکھے تھے، ان پر شیعہ کا کیا جواب تھا؟ یہ آپؒ نے صرف وضاحت طلب کرنے کے لیے کیا تھا اور اللہ عزوجل کے درج ذیل فرمان پر عمل کرتے ہوئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝﴾ (النحل: ٤٣)

''سو ذکر والوں سے پوچھ لو، اگر تم شروع سے نہیں جانتے۔''

آپ رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اس کے بعد میں نے ایک سال سے زیادہ انتظار کیا مگر میں ان سب علماء شیعہ سے کوئی جواب نہ پا سکا، سوائے بصرہ کے مجتہد شیعہ علماء میں سے صرف ایک کا۔ اور اس نے میرے اُوپر جو مہربانی کی تو اس طرح سے کہ اُس نے نوے سے زیادہ صفحات کا ایک لمبا سا خط مجھے لکھا اور اُس میں اُس رافضی ملا نے کتب شیعہ میں صدر اوّل کے اصحاب اطہار و تابعین کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پر پائے جانے والے طعن و تبرا اور سب و شتم سے بھی بڑھ کر اُن اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں مزید غلیظ زبان استعمال کی اور مزید سخت الفاظ کے ساتھ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جرح کی۔

اس کے بعد شیخ موسیٰ جار اللہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''الوشیعة في نقد عقائد الشیعة'' لکھی۔

آپ رحمہ اللہ لکھتے ہیں: بلاشبہ میں اس کتاب کے ذریعے اُمت محمد یہ علی صاحبہا التحیۃ والسلام کی شرف و وقار اور دین

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حنیف کی حرمت کا دفاع کر رہا ہوں اور اس تحریر کے ذریعے اُمت کے ہر فرد اور اپنے اُوپر اصحابِ صدر اوّل کے حقوق کو ادا کر رہا ہوں۔ ❶

شیعہ روافض اور اہل السنہ کے درمیان صدیوں سے قائم دوریوں کو ختم کر کے ان دونوں گروہوں کو قریب کرنے والی جدید کوششوں میں سے یہ ان دو بزرگ اہل السنہ والجماعۃ کے کبار علماء کی کوششوں کا حال اور نتیجہ تھا جو نمونہ کے طور پر آپ کے سامنے پیش کیا گیا ہے۔ ہمیشہ ایسی کوشش سلف صالحین کے منہج و دین حنیف پر قائم اہل السنہ والجماعۃ کے احباب کی طرف سے ہی کی گئیں۔ عصر حاضر میں اور بھی بہت سے لوگ یہ کوشش کر رہے ہیں، (جیسے کہ پاکستان میں جماعت اسلامی اور دیگر کچھ لوگ) مگر ایسی کوششیں روافض کی طرف سے ہٹ دھرمی اور اپنے باطل عقائد ونظریات میں شدید سے شدید تر شدت کی وجہ سے ایسی تمام کوششیں ہمیشہ ناکام رہی ہیں۔

(د)......سب کو قریب اور ایک ہی کلمہ پر اکٹھے کرنے کے لیے قابل قبول طریقہ و منہج:

بکھری ہوئی اُمت محمدیہ علی صاحبہا التحیۃ والسلام کو کسی ایک کلمہ وحدت پر جمع کر کے ان کے درمیان انتہائی مضبوط اتحاد واتفاق پیدا کرنے کا صرف ایک ہی حل اور طریقہ ہے کہ: سلف صالحین ، تابعین اور آئمہ اہل السنہ والجماعۃ کے منہج و دین حنیف پر قائم علماء کرام کتاب اللہ العزیز اور سنت رسول اللہ الکریم ﷺ سے شاداب شدہ انتہائی زرخیز اور اعلیٰ ترین نفع بخش اپنے عقیدہ ومسنون اعمالِ صالحہ کی نشر واشاعت کے لیے کھڑے ہو جائیں۔ یہ علماء اہل السنہ والجماعۃ صحابہ کرام وتابعین عظام اور آئمہ سلف کے منہج وطریق والے عقائد واعمال کے صحیح ہونے کو صحیح الاسناد روایات کے ذریعے بیان کر کے آج کی نوجوان نسل کے سامنے واضح کریں اور ان عقائد واعمالِ صحیحہ کو اہل بدعات کے مذاہب سے نکھیر کر بیان کریں۔ اسی طرح ان پر یہ بھی لازم ہے کہ وہ ان روافض شیعہ کی سازشوں اور جھوٹ پر مبنی بہتانوں کو اہل ایمان مسلمان نوجوان کے سامنے کھول کر بیان کریں۔ اسی طرح اُن شبہات کا ردّ بھی ثقہ علم و عدل اور دلائل سے پیش کریں کہ جو شبہات اہل السنہ والجماعۃ کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں۔ اس کے ساتھ شیعہ روافض کے انحرافات بھی بیان کیے جائیں اور ان کی گمراہیوں اور ان کے فاسد اصولوں کو بھی بیان کیا جائے۔ یہ ساری کوشش انتہائی مضبوط و مربوط منصوبہ بندی کے ساتھ اجتماعی جدوجہد کی صورت میں ہو۔

دراصل فرقوں میں بٹی امت اسلامیہ کو وحدت کی لڑی میں پرونے کے لیے صحیح ترین اور اصلی منہج حق کا مدلل بیان اور باطل سے پردے ہٹانا ہے۔ اس ضمن میں بہت زیادہ کوشش ہونی چاہیے کہ اہل تشیع کو کتاب اللہ الکریم

❶ دیکھئے: "الوشیعة فی نقد عقائد الشیعة" ص ۳۹ و مسألة التقریب، جلد ۲، ص ۲۰۸.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور سنت رسول اللہ العظیم (ﷺ) کی تعلیم وتبلیغ کے ذریعے اہل السنہ والجماعۃ کے قریب کیا جائے۔ (لڑائی جھگڑے اور گالی گلوچ کے ذریعے نہیں۔)

اسی طرح ان لوگوں کے سامنے علماء وفقہاء اور محدثین ومفسرین اہل السنہ والجماعۃ کے ذریعے دین حنیف، اسلام کا صحیح فہم پیش کیا جائے اور اس فہم کو بیان کرنے کے لیے علماء اہل بیت رحمہم اللہ کے اقوال واعمال کو سب سے مقدم کیا جائے۔ جیسے کہ امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ، ان کے صاحبزادوں اور علماء پوتوں رضی اللہ عنہم کے اقوال واعمال صحیح اسناد سے ثابت کتب حدیث اور تاریخ کی ثقہ روایات سے چن چن کر بیان کیے جائیں۔ تاکہ مسلمان ایک ہی کلمہ حق پر جمع ہو کر اللہ کی رسی (کتاب اللہ العزیز، سنت رسول اللہ الکریم اور تعلیمات دین حنیف) کو مضبوطی سے تھام لیں، آپس میں تفرقہ بازی چھوڑ کر کفر والحاد اور شرک وباطل کے خلاف سینہ سپر ہو جائیں۔ اس میدان میں کام کرنے والے علماء کرام و داعیان محترمین اس بات کو ہمیشہ یاد رکھیں کہ روافض شیعہ کی کتب بوائی کے قابل تر زمین کی مانند اپنی تقدیست کے ساتھ جس قدر دنیا میں پھیل کر نوجوان اہل تشیع کے دلوں میں گھر کر چکی اور اکثر روافض شیعہ جس مضبوطی کے ساتھ ان کی صحت پر ایمان رکھتے ہیں اور وہ صرف اُنھی باتوں پر ایمان رکھتے ہیں جو ان کتب میں مذکور ہیں اور دلیل بھی صرف انہیں سے پکڑتے ہیں اور یہ کہ انہی عبارتوں کے ذریعے وہ سنت واحادیث صحیحہ کا رڈ کرتے ہیں بلکہ قرآن حکیم کے نصوص ظاہرہ کا بھی، بلکہ ان میں سے کچھ تعداد ایسے روافض کی بھی ہے جو ان کی بناوٹی کہانیوں اور جعلی روایتوں کی بھی پوری پوری تصدیق کرتے ہیں کہ جن میں کہیں کہیں قرآنی آیات کا بھی تذکرہ کر دیا جاتا ہے۔ یہ لوگ اپنے اماموں کے لیے وحی اور علم غیب کا بھی دعویٰ کرتے ہیں۔ (تفصیلی بحث پیچھے گزر چکی ہے۔)

اس لیے لازم ہے کہ کتب شیعہ سے دلائل جمع کر کے گفتگو نہایت وثوق سے کی جائے اور تحریر بھی اس ضمن میں پوری تحقیق شدہ ہو۔ (کتابوں کی اشاعت، مطبعہ، جلد نمبر، کتاب/ باب اور صفحہ نمبر کا پورا پورا اہتمام کیا جائے۔) اُنہی کی روایات سے اُن کی گمراہی ثابت کی جائے۔ [1]

مذکور بالا انداز وطریق کے مطابق بعض علماء کرام کی تحریری شکل میں درج ذیل کتب کہ جو عصر حاضر میں منصۂ شہود پر آئیں نہایت قابل تعریف اور سعی مشکور ہیں۔ جیسے کہ:

۱: فیصل نور کی: "الإمامة والنص".

۲: محمد سالم الخضر کی: "ثم ابصرتُ الحقیقة".

۳: دکتور نصر عبداللہ بن علی القفاری کی: "أُصول الشیعة الإمامیة الإثنا عشریة".

---

[1] اس موضوع پر تفصیل کے لیے: فضیلۃ الشیخ مصطفیٰ السباعی کی "مسالة التقریب" جلد ۲، ص ۲۸۲، ۲۸۳ دیکھ لیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴: دکتور احمد حلی کی: "دراسة عن الفرق و تاریخ المسلمین" اور

۵: فضیلۃ الشیخ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ کی: "الشیعة والتشیع ، الشیعة والقرآن اور الشیعه واهل السنه".

اسی طرح شیعہ کیمپ کی طرف سے سچی قسم کی اصلاحی آوازوں کی تعریف کرنی چاہیے اور ان کو حوصلہ بھی دلانا چاہیے۔ ایسے لوگوں کو احترام بھی دینا چاہیے اور اُن کے لوگوں کو نصیحت کرنے میں ان شیعہ داعیان کے ساتھ کھڑے بھی ہونا چاہیے۔ جیسا کہ جناب حسین الموسوی رحمہ اللہ اپنی کتاب "للّٰه ثم للتاریخ ، کشف الأسرار وتبرئة الآئمة الأطهار" میں اس طرح کا موقف اختیار کیے ہوئے نظر آتے ہیں۔ بعینہٖ جناب احمد الکاتب شکریہ کے حقدار ہیں کہ انھوں نے بھی اپنی کتاب "تطوّر الفکر السیاسی الشیعي من الشوریٰ إلی ولایة الفقیه" میں ایک شاندار علمی کوشش سے کام لیا ہے۔

ہم پر یہ بھی لازم ہے کہ ہم اہل بیت الاطہار رحمہم اللہ کے صحیح اسناد والے آثار کا انتخاب و تتبع کرتے ہوئے اُن کے ہر سچے محبّ کے ساتھ کھڑے ہوں۔ ان اہل البیت رضی اللہ عنہم اجمعین کی لوگوں کو کتاب اللہ العزیز اور سنت رسول اللہ الکریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راہنمائی میں ان کی ہدایتِ جمیل کی اتباع کریں اور ان حضرات گرامی قدر کے ساتھ نہایت وقار و احترام والا معاملہ کریں۔ ہم اہل تشیع کو نہایت مدلل، عمدہ، نصیحت آموز اور محبت بھری گفتگو کے ذریعے واضح کر کے بتلائیں کہ: اللہ عزوجل کی کتاب (قرآن مجید) اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مطہرہ ہی اسلام کے احکام کی پہچان میں ہر مومن، مسلمان کے لیے مرجع ہیں۔ قرآن کریم کو عربی زبان کے اصول و قواعد کے ساتھ بغیر کسی تکلیف و مبالغہ کے اسی طرح سمجھنا چاہیے جیسے کہ اسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور تابعین و اہل بیت الاطہار رحمہم اللہ جمیعاً نے سمجھا تھا۔ بعینہٖ سنت مطہرہ کے فہم میں اسے صحابہ کرام، تابعین عظام سمیت تمام محدثین و رجال الحدیث رحمہم اللہ کی طرف لوٹا کر سمجھنا چاہیے۔ یہ بات سب کو سمجھانی چاہیے کہ: سوائے معصوم عن الأخطاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی بھی شخصیت کی بات اور سنت و منہج کو پورے کا پورا 100% نہیں لیا جا سکتا اور سلف صالحین سے جو عین قرآن و سنت کے مطابق ملے گا ہم اُسے ہی قبول کریں گے۔ بصورتِ دیگر کتاب اللہ العزیز اور سنت رسول اللہ الکریم (صلی اللہ علیہ وسلم) سب سے زیادہ قابل اتباع ہیں۔ اس کے باوجود ہم اُن حضرات گرامی پر طعن و تشنیع اور سب و شتم سے کام نہیں لیں گے کہ جنھوں نے اجتہادی مسائل میں دوسروں سے اختلاف کیا ہے۔

اور یہ بات بھی عامۃ المسلمین کو ہم بخوبی سمجھائیں کہ "بدعت" کا اللہ عزوجل کے دین میں کوئی اصل نہیں ہے۔ اسے لوگوں نے اپنی نفسانی خواہشات کے ذریعے اچھا بنا رکھا ہے۔ چاہے دین میں کسی چیز اور عمل کو کم کر کے کیا ہو یا کچھ بڑھا کر۔ یہ ایک ایسی گمراہی ہے کہ جس سے جنگ کرنا واجب ہے اور بدعت پر فیصلہ کرنے میں سب سے اعلیٰ اُن وسائل (لٹریچر، اجتماعی اصلاحی پروگرامز، انفرادی ملاقاتیں اور قرآن و سنت کی تعلیم و تربیت بذریعہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدارس و وسائل اعلام) کے استعمال کو بروئے کار لایا جائے کہ جنھیں بدعت سے زیادہ شر والی کسی چیز کے لیے استعمال نہیں کیا جاسکتا۔ اسی طرح صالح لوگوں سے محبت کرتے ہوئے اُن کا احترام کیا جائے اور اللہ عزوجل کا قرب حاصل کرنے کے لیے، ملت کے صالح افراد کے اعمال صالحہ کا اعتراف کرتے ہوئے ان نیک لوگوں کی تعریف کی جائے۔ یہ بھی عامۃ المسلمین کو بتایا جائے کہ ہماری ملت کے صالحین و اولیاء اللہ کسی کو بھی نفع و نقصان پہنچانے کا اختیار نہیں رکھتے۔ یہ بھی ہر جلسہ و پروگرام میں ضرور بتلایا جائے کہ: قبروں کو پختہ بنانا، ان پر گنبد تعمیر کرنا اور ان کے اوپر چادریں، پھول چڑھانا اور پردے لٹکانا، انھیں عقیدت سے چھونا، غیر اللہ کی قسمیں کھانا اور اس طرح کی تمام بدعات یکسر حرام ہیں کہ جو آدمی کو شرک میں مبتلا کر دیتی ہیں۔ [1]

سلف صالحین کے منہج و دینِ حنیف پر قائم وائمہ اہل السنہ والجماعۃ کے منہج کو مضبوطی سے تھامے ہوئے اہل حق کے ہاں بدعات وخرافات کا تصور تک نہیں ہوتا۔ ان کے ہاں مستند صرف قرآن وسنت ہوتے ہیں۔ اس ضمن میں ان کے ہاں کسی چیز اور کسی بھی معاملے میں قرآن وسنت سے دستبرداری نہیں ہوتی کہ جو اسے دین حنیف کا بھاؤ تاؤ کرنے والا کوئی پیش کش کا سا معاملہ کر دے۔ اور جہاں تک روافض شیعہ کا معاملہ ہے تو ان کے ہاں بدعات وخرافات کا ایک ڈھیر ہے۔ اُنھیں ان سے دستبرداری کے لیے نفسانی خواہشات کی پیروی، امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ اور علماء اہل البیت رضی اللہ عنہم اجمعین کی راہِ ہدایت سے منحرف اُن کے بعض ملاؤں کے لیے مادی مصلحتوں اور تعصب کے بغیر کوئی چیز منع نہیں کرتی۔

عین قرآن وسنت والے علماءِ حق نے بیان فرمایا ہے کہ: اہل بدعات کی خرافات کا ردّ و انکار کرنا اُن پر لازم ہے۔ اس لیے کہ بلاشبہ بدعتی آدمی اپنی بدعات پر ایمان رکھتے ہوئے ان کے ساتھ عبادت کرتا ہے اور ان کے درست ہونے پر یقین رکھتا ہے۔ مگر ردِّ بدعت میں اسلوب حکیمانہ ہو۔ جہاں لڑائی جھگڑے اور خون خرابے کا خدشہ ہو وہاں ردِّ بدعات کے لیے مناسب موقع محل اور وقت کا انتظار کرنا چاہیے۔ اسی طرح اہل بدعات کی بدعات کے بارے میں مناقشہ ومباحثہ کرتے وقت سلف صالحین کے منہج پر قائم علماء اہل السنہ والجماعۃ کے علماء پر یہ بھی لازم ہے کہ وہ مدلل براہین کے ساتھ علمی ریسرچ والے اسلوب کو لازم پکڑیں جو اس مناقشہ ومباحثہ اور مناظرہ میں نرمی والے محققانہ پہلو کو اختیار کیے ہوئے ہو۔ سمجھاتے وقت وہ مخاطبین کے ساتھ رفقت وشفقت سے کام لیں۔ رفقت وشفقت میں یہ عمل بھی نہایت فائدہ مند رہتا ہے کہ حوادث وامراض اور فوتگیوں کے مواقع پر ان لوگوں سے میل ملاقات اور ان کی مدد کی جائے۔ مصائب کے دنوں میں ان کی بھرپور معاونت ہو۔ اگر کبھی کسی ظالم وکافر کے ساتھ اُن کا کوئی جھگڑا ہو تو ان کی مدد کرنی چاہیے اور ایسا شرعی سیاست کے تحت مصلحتوں کے

[1] " النهج المبين لشرح الأصول العشرين " ص: ١٢٦، ١٥٧، ٢٣٤، ٢٥٩، ٢٧٩.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حصول اور مفاسد سے بچنے کی خاطر ہو۔ ❶

بلاشبہ قرآن وسنت والے منہج سلف صالحین پر قائم دائم ورواں دواں اہل السنہ والجماعۃ کے علماء حل وعقد ہی وہ لوگ ہوتے ہیں جو مختلف گروہوں، فرقوں اور مختلف مذاہب والے معاشروں میں سیاسی مواقف کا تعین کیا کرتے ہیں اور دوسرے گروہوں کے ساتھ جماعتی معاہدے بھی، مصلحتوں کی سمجھ بوجھ حاصل کرنے اور مفاسد سے بچنے والی اس عقلمندی کے ذریعے کرتے ہیں کہ جسے شرعی سیاست کے اصول وقواعد اپنے ساتھ مربوط کیے ہوئے ہوتے ہیں۔

چنانچہ اس طرح کی شرعی سیاست، منہج سلف صالحین پر قائم علماء ودعاۃ اہل السنہ کو منہج اہل السنہ کے اصول کی تعلیم وتربیت میں عامۃ المسلمین کی تعلیم سے ممانعت نہیں کرتی اور نہ ہی انھیں عامۃ المسلمین کو ان کے درمیان گھسے ہوئے شیعہ روافض وصوفیاء کے اسلام سے منحرف شدہ باطل عقائد سے خبردار ومطلع کرنے سے مانع ہے۔ تاکہ عامۃ المسلمین ان باطل وفاسد افکار سے متاثر ہوکر سلف صالحین والے اسلام کی سیدھی راہوں سے بھٹک کر کہیں دور نہ نکل جائیں، یعنی وہ باطل وفاسد افکار غلیظہ کہ جن کی نشر واشاعت میں ان کی دعوت دینے والے ہر ہر وسیلہ وذریعہ کے استعمال میں رات دن ایک کیے ہوئے ہیں اور یہ لوگ ان افکارِ باطلہ وعقائد فاسدہ کو بغیر کسی آزردگی واکتاہٹ کے اور کسی ڈر کی بنا پر پیچھے ہٹے بغیر خفیہ طور پر بھی پھیلائے چلے جارہے ہیں اور اعلانیہ طور پر بھی۔

رسول اللہ ﷺ نے مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ منورہ پہنچتے ہی یہود کے ساتھ امن کے معاہدے کرلیے تھے۔ یہ معاہدے ایک ''نبوت والی اسلامی حکومت'' کے سائے میں خود یہود کے لیے امن وامان اور عدل وانصاف بہم پہنچانے والی عزت کی زندگی تھی۔ جب کہ قرآن کریم اس کے ساتھ ساتھ انہی دنوں میں یہودیوں کے عقائد، اُن کی (غداریوں سے پُر) تاریخ اور اخلاقِ فاسدہ کے بارے میں مسلسل مطلع کررہا تھا تاکہ مسلمان یہودیوں کی شخصی وجماعتی حیثیت وبدکرداری سے آگاہ رہیں اور اُن سے دھوکہ نہ کھاجائیں۔

هٰذَا مَا عِنْدَنَا وَمَا عَلِمْنَا وَالْعِلْمُ الْاَتَمُّ عِنْدَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ . اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَسَلِّمْ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا. وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

دُعاؤں کے طالب

مصنف کتاب: دکتور علی بن محمد الصلابی

المترجم: ابوعبداللہ بن ابراہیم

❶ اس موضوع پر تفصیل کے لیے: '' مسألة التقريب '' جلد: ۲ کے ص: ۳۶۰، ۳۶۱ اور مابعد کے صفحات کا مطالعہ کرلیا جائے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہم مصادر ومراجع

١- "المهدي وفق أشراط الساعة" د: محمد أحمد إسماعيل المقدم، الدار العالمية، الإسكندرية، الطبعة الأولى (١٤٢٣هـ).

٢- "الانتصار للصحب والآل من افتراءات السماوي الضال" للدكتور إبراهيم بن عامر الرحيلي، مكتبة الغرباء الأثرية، الطبعة الأولى (١٤١٨هـ-١٩٩٧م).

٣- "النهج المبين للأصول العشرين" عبد الله القاسم الوشيلي، دار المجتمع، جدة، الطبعة الأولى (١٤١١هـ- ١٩٩٠م).

٤- "مسألة التقريب بين أهل السنة والشيعة" د: ناصر بن عبد الله القفاري، دار طيبة، الطبعة الثانية (١٤١٣هـ) السعودية.

٥- "أصول مذهب الشيعة الإمامية الاثناعشرية" عرض ونقد: د: ناصر بن عبد الله بن علي القفاري، دار الرضا للنشر والتوزيع، الجيزة بمصر، الطبعة الثالثة (١٤١٨هـ- ١٩٩٨م).

٦- "بذل المجهود في إثبات مشابهة الرافضة لليهود" عبد الله الجميلي، مكتبة الغرباء الأثرية، المدينة المنورة، الطبعة الثانية (١٤١٤هـ- ١٩٩٤م).

٧- "السنة ومكانتها في التشريع" د: مصطفى السباعي، المكتب الإسلامي، الطبعة الرابعة (١٤٠٥هـ- ١٩٨٥م).

٨- "انتصار الحق" (مناظرة علمية مع بعض الشيعة الإمامية) مجدي محمد علي، دار طيبة، الطبعة الأولى (١٤١٨هـ-١٩٩٧م).

٩- الموسوعة الحديثية "السنن الكبرى" للإمام أبي عبد الرحمن أحمد بن شعيب النسائي، مؤسسة الرسالة، الطبعة الأولى (١٤٢١هـ-٢٠٠١م).

١٠- "ثم أبصرت الحقيقة" محمد سالم الخضر، دار الإيمان للطباعة والنشر، الطبعة الأولى (١٤٢٤هـ- ٢٠٠٣م).

١١- "تفسير القرطبي" لأبي عبد الله محمد بن أحمد الأنصاري القرطبي، مكتبة الرشد، الطبعة الأولى (١٤١٨هـ-١٩٩٧م)

١٢- "مع الشيعة الاثنا عشرية في الأصول والفروع" د: علي السالوس، دار التقوى، الطبعة الأولى (١٤١٧هـ-١٩٩٧م).

١٣- "خلافة علي بن أبي طالب رضي الله عنه" عبد الحميد علي ناصر فقيهي، (رسالة علمية قدمت للجامعة الإسلامية بالمدينة المنورة) لم تطبع حتى الآن، أشرف عليها الدكتور أكرم ضياء العمري.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

١٤- "الاستيعاب في معرفة الأصحاب" لأبي عمر يوسف بن محمد بن عبد البر، تحقيق: علي محمد البجاوي، دار الجيل، بيروت، الطبعة الأولى (١٤١٢هـ-١٩٩٢م).

١٥- "البداية والنهاية" لأبي الفداء الحافظ ابن كثير الدمشقي، دار الريان، الطبعة الأولى (١٤٠٨هـ-١٩٨٨م).

١٦- "الانشراح ورفع الضيق في سيرة أبي بكر الصديق" د: علي محمد الصلابي، دار التوزيع والنشر الإسلامية (١٤٢٣هـ-٢٠٠٢م).

١٧- "دراسات في الأهواء والفرق والبدع، وموقف السلف منها" د: ناصر بن عبد الكريم العقل، دار أشبيليا، الطبعة الأولى (١٤١٨هـ-١٩٩٧م).

١٨- "الخوارج في العصر الأموي" د: نايف معروف، دار الطليعة، بيروت، الطبعة الرابعة.

١٩- الموسوعة الحديثية "مسند الإمام أحمد بن حنبل" توزيع وزارة الشئون الإسلامية والأوقاف والدعوة والإرشاد، الطبعة الثانية (١٤٢٠هـ-١٩٩٩م).

٢٠- "عقيدة أهل السنة والجماعة في الصحابة الكرام" د: ناصر علي عائض حسن الشيخ، مكتبة الرشد، الرياض، الطبعة الأولى (١٤١٣هـ-١٩٩٣م).

٢١- "السنة" لأبي بكر أحمد بن محمد الخلال، تحقيق: د: عطية الزهراني، دار الراية، الطبعة الأولى (١٤١٠هـ).

٢٢- "فتح الباري" المطبعة السلفية، الطبعة الثانية (١٤١٠هـ).

٢٣- "تاريخ الطبري" لأبي جعفر، دار الفكر، بيروت، الطبعة الأولى (١٤٠٧هـ-١٩٨٧م).

٢٤- "سنن أبي داود" الإمام أبو داود سليمان السجستاني، تحقيق و تعليق: عزت الدعاس (١٣٩١هـ) سوريا.

٢٥- "سنن ابن ماجه" الحافظ أبو عبد الله محمد بن زيدى القزويني، دار الفكر.

٢٦- "سنن الترمذي" أبو عيسى محمد بن عيسى الترمذي، دار الفكر (١٣٩٨هـ).

٢٧- "سنن النسائي" أحمد بن شعيب بن علي بن بحر بن سنان بن دينار النسائي، بشرح جلال الدين السيوطي، وحاشية الإمام السندي، دار الفكر، بيروت، الطبعة الأولى (١٣٤٨هـ-١٩٣٠م).

٢٨- "الإحسان في صحيح ابن حبان" علاء الدين علي بن بلبان الفارسي، مؤسسة الرسالة، بيروت، الطبعة الأولى (١٤١٢هـ-١٩٩١م).

٢٩- "السلسلة الصحيحة" للألباني، المكتب الإسلامي / بيروت.

٣٠- "معجم الطبراني الكبير" لأبي القاسم سليمان بن أحمد الطبراني، مكتبة العلوم والحكم، الطبعة الثانية (١٤٠٦هـ-١٩٩٥م).

٣٠- "السنة" لعبد الله بن أحمد بن حنبل، تحقيق: أبي هاجر محمد السعيد بن بسيوني زغلول، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

٣١۔ "شرح العقيدة الطحاوية" للعلامة محمد بن علي بن نحمد الأذرعي، خرّج أحاديثها: محمد ناصر الدين الألباني، المكتب الإسلامي، بيروت (١٣٩١هـ).

٣٢۔ "النهاية في غريب الحديث والأثر" لمجد الدين أبي السعادات المبارك بن محمد الجزري، تحقيق: طاهر أحمد الزاوي، ومحمود الطناحي، المكتبة الإسلامية.

٣٣۔ "صحيح مسلم" تحقيق: محمد فؤاد عبد الباقي، دار إحياء التراث العربي، بيروت، لبنان، الطبعة الثانية (١٩٧٢م).

٣٤۔ "صحيح مسلم بشرح النووي" المطبعة المصرية بالأهرام، الطبعة الأولى (١٣٤٧هـ-١٩٢٩م).

٣٥۔ "مجموع الفتاوى" تقي الدين أحمد بن تيمية الحراني، دار الوفاء بالمنصورة، مكتبة العبيكان بالرياض، الطبعة الأولى (١٤١٨هـ-١٩٩٧م).

٣٦۔ "المصنف في الأحاديث والآثار" للحافظ أبي بكر أبي شيبة، طبع الدار السلفية، بومباي، الهند، الطبعة الأولى (١٤٠٣هـ).

٣٧۔ "المصنف" لعبد الرزاق بن همام الصنعاني، تحقيق: حبيب الرحمن الأعظمي، طبع المكتبة الإسلامية، بيروت، الطبعة الثانية (١٤٠٣هـ).

٣٨۔ "العواصم من القواصم" القاضي أبوبكر بن العربي، تحقيق: محب الدين الخطيب، إعداد: محمد سعيد مبيض، دار الثقافة، قطر، الدوحة، الطبعة الثانية (١٩٨٩م).

٣٩۔ "تحقق مواقف الصحابة في الفتنة من روايات الطبري والمحدثين" تأليف: د: محمد أمحزون، دار طيبة، مكتبة الكوثر، الرياض، الطبعة الأولى (١٤٠٥هـ-١٩٩٤م).

٤٠۔ "الإمامة والرد على الرافضة" للحافظ أبي نعيم الأصبهاني، تحقيق وتعليق: د: علي بن محمد بن ناصر الفقيهي، طبع مكتبة العلوم والحكم، الطبعة الأولى (١٤٠٧هـ).

٤١۔ "أصول الدين" لعبد القاهر البغدادي، طبع دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان، الطبعة الأولى (١٣٤٦هـ).

٤٢۔ "الاعتقاد على مذهب السلف وأهل السنة والجماعة" لأبي بكر أحمد بن الحسين البيهقي، الناشر: دار الكتاب والسنّة نشاط آباد فيصل آباد، باكستان.

٤٣۔ "الاقتصاد في الاعتقاد" لأبي حامد الغزالي، طبع دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان، الطبعة الأولى (١٤٠٣هـ).

٤٤۔ "المقدمة" لابن خلدون.

٤٥۔ "عبد الله بن سبأ وأثره في إحداث الفتنة في صدر الإسلام" سليمان بن حمد العودة، دار طيبة، الطبعة الثالثة (١٤١٢هـ).

٤٦۔ " دراسات في عهد النبوة والخلافة الراشدة " د: عبد الرحمن الشجاع، دار الفكر المعاصر، صنعاء، الطبعة الأولى (١٤١٩هـ-١٩٩٩م).

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

٤٧- "منهج علي بن أبي طالب في الدعوة إلى الله" د: سليمان بن قاسم العيد، دار الوطن، الرياض، الطبعة الأولى (١٤٢٢هـ-٢٠٠٢م).

٤٨- "الدور السياسي للصفوة في صدر الإسلام" السيد عمر، معهد الفكر العالمي.

٤٩- "المرتضى من سيرة أمير المؤمنين أبي الحسن بن علي بن أبي طالب" لأبي الحسن الندوي، دار القلم، دمشق، الطبعة الثانية (١٤١٩هـ-١٩٩٨م).

٥٠- "لسان العرب" محمد بن مكرم بن منظور، دار صادر، بيروت.

٥١- "تاريخ المذاهب" لأبي زهرة، دار الفكر العربي، الطبعة الأولى.

٥٢- "الإمامة العظمى عند أهل السنة والجماعة" عبد الله بن عمر بن سليمان الدميجي، دار طيبة، السعودية، الطبعة الثانية (١٤٠٩هـ).

٥٣- "مشكاة المصابيح" للتبريزي.

٥٤- "صحيح سنن الترمذي" محمد ناصر الدين الألباني، مكتب التربية العربي لدول الخليج، الرياض، الطبعة الأولى (١٤٠٨هـ).

٥٥- "صحيح سنن ابن ماجه" للألباني، مكتب التربية العربي لدول الخليج الرياض، الطبعة الثالثة (١٤٠٨هـ-١٩٨٨م).

٥٦- "صحيح النسائي" للألباني، مكتب التربية العربي لدول الخليج الرياض، الطبعة الثالثة (١٤٠٨هـ-١٩٩٨).

٥٧- "مشكاة المصابيح" للألباني.

٥٨- "حلية الأولياء وطبقات الأصفياء" لأبي نعيم أحمد بن عبد الله الأصفهاني، دار الكتب العلمية، بيروت.

٥٩- "مسند أحمد" تحقيق: أحمد شاكر، الطبعة الثالثة، دار المعارف، مصر (١٣٦٨هـ).

٦٠- "تذكرة السامع والمتكلم في آداب العالم والمتعلم" سعد الله بن جماعة، دار الكتب العلمية.

٦١- "جامع بيان العلم وفضله" لأبي عمر يوسف بن عبد البر النمري القرطبي، دار الفكر، دار الكتب الإسلامية (١٤٠٢هـ).

٦٢- "جامع بيان العلم وفضله" لأبي عمر يوسف بن عبد البر، الطبعة الرابعة (١٤١٩هـ-١٩٩٨م).

٦٣- "الإمام علي بن أبي طالب" محمد رشيد رضا، دار الكتب العلمية، بيروت (١٤٠٣هـ-١٩٨٣م).

٦٤- "كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال" تحقيق: نديم مرعشلي، أسامة مرعشلي، مؤسسة الرسالة (١٤١٣هـ-١٩٩٣م).

٦٥- "روح المعاني" للألوسي.

٦٦- "مدارج السالكين" ابن القيم، تحقيق: محمد حامد الفقي، دار الكتاب العربي، بيروت (١٣٩٢هـ).

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

٦٧۔ "تاريخ دمشق" دار إحياء التراث، الطبعة الأولى .
٦٨۔ "شرح اعتقاد أهل السنة والجماعة" لأبي القاسم هبة الله بن الحسن بن منصور الطبري اللالكائي، تحقيق: د: أحمد سعد حمدان الغامدي، دار طيبة، الرياض .
٦٩۔ "روضة الناضر وجنة المناظر" لابن قدامة، موفق الدين عبد الله بن أحمد المقدسي، المطبعة السلفية، القاهرة، الطبعة الأولى (١٣٩١هـ) .
٧٠۔ "المستدرك على الصحيحين" للإمام أبي عبد الله النيسابوري بذيله "التلخيص" للذهبي، دار الفكر، طبعة (١٣٩٠هـ-١٩٧٠م) .
٧١۔ "نهج البلاغة" شرح الشيخ محمد عبده، دار البلاغة، الطبعة الثامنة (١٤٢١هـ-٢٠٠٠م) .
٧٢۔ "مجمع الزوائد ومنبع الفوائد" نور الدين علي بن أبي بكر الهيثمي، دار الريان، القاهرة، دار الكتاب العربي، بيروت .
٧٣۔ "الغلو في الدين" د: الصادق عبد الرحمن الغرياني، دار السلام، الطبعة الأولى (١٤٢٢هـ-٢٠٠١م) .
٧٤۔ "الاعتصام" للشاطبي، تحقيق: محمد رشيد رضا، دار المعرفة، بيروت، سنة (١٤٠٢هـ) .
٧٥۔ "تفسير الفخر الرازي" أبو عبد الله محمد بن عمر، دار إحياء التراث العربي، بيروت، الطبعة الثانية .
٧٦۔ "الشريعة" للإمام المحدث أبي بكر محمد بن الحسين الآجري، تحقيق: د: عبد الله بن سليمان الدميجي، الطبعة الأولى، دار الوطن، الرياض (١٤١٨هـ-١٩٩٧) .
٧٧۔ "المغني" للإمام العلامة ابن قدامة المقدسي، دار الحديث، القاهرة، الطبعة الأولى (١٤١٣هـ-١٩٩٦م) .
٧٨۔ "الإصابة في تمييز الصحابة" أحمد بن علي بن حجر، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولي (١٤١٥هـ-١٩٩٥م) .
٧٩۔ "إعلام الموقعين عن رب العالمين" لشمس الدين أبي عبد الله محمد بن أبي بكر بن القيم، تحقيق: محمد محي الدين عبد الحميد، المكتبة العصرية، صيدا، بيروت، طبعة (١٤٠٧هـ) .
٨٠۔ "الأحكام السلطانية" لأبي الحسن علي بن محمد حبيب، دار الفكر، بيروت، بدون تاريخ .
٨١۔ "شرح نهج البلاغة" لابن أبي الحديد، تحقيق: حسن تميم، مكتبة الحياة، بيروت (١٩٦٤م) .
٨٢۔ "صحيح سنن أبي داود" مكتب التربية العربي لدول الخليج .
٨٣۔ "المحلى بالآثار" للإمام أبي محمد علي بن أحمد بن سعيد بن حزم الأندلسي، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان .
٨٤۔ "معجم الطبراني الأوسط" سليمان بن أحمد الطبراني، دار العربية، بغداد (١٣٩٨هـ) .
٨٥۔ "الموافقات في أصول الشريعة" لأبي إسحاق الشاطبي، تحقيق: عبد الله دراز، دار الباز، مكة المكرمة .

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

٨٦ـ "مسائل الإمام أحمد" لأبي داود سليمان بن الأشعث، مطبعة المنار بمصر، سنة (١٣٥٣هـ).

٨٧ـ "مناقب الشافعي" للرازي محمد عبد الرحمن بن أبي حاتم، تحقيق: عبد الغني عبد الخالق، دار الكتب العلمية، بيروت.

٨٨ـ "تهذيب التهذيب" لابن حجر العسقلاني، عن طبعة حيدر آباد.

٨٩ـ "الاستبصار في نسب الصحابة من الأنصار" تحقيق: د: علي نويهض، دار الفكر، بيروت، بدون تاريخ.

٩٠ـ "تهذيب تاريخ دمشق" دار إحياء التراث العربي، بيروت، الطبعة الثالثة، (١٤٠٧هـ-١٩٨٧م).

٩١ـ "النجوم الزاهرة في ملوك مصر والقاهرة" جمال الدين أبي المحاسن يوسف بن تغزي بردي، وزارة الثقافة والإرشاد القومي، القاهرة، بدون تاريخ.

٩٢ـ "منهاج السنة النبوية" لابن تيمية، تحقيق: محمد رشاد، مؤسسة قرطبة.

٩٣ـ "فصل الخطاب في سيرة أمير المؤمنين عمر بن الخطاب" علي محمد الصلابي، دار الصحابة، الإمارات، الطبعة الأولى (٢٠٠٢م).

٩٤ـ "التمهيد والبيان في مقتل الشهيد عثمان" محمد بن يحيى بن أبي بكر المالقي الأندلسي، حققه: د: محمود يوسف زايد، دار الثقافة، الدوحة، الطبعة الأولى (١٤٠٥هـ-١٩٨٥م).

٩٥ـ "ميزان الاعتدال" للذهبي، تحقيق: علي محمد البجاوي، دار المعرفة، بيروت.

٩٦ـ "لسان الميزان" لابن حجر العسقلاني، مؤسسة الأعلمي للمطبوعات، بيروت، الطبعة الثانية (١٣٩٠هـ).

٩٧ـ "المجروحين من المحدثين والضعفاء والمتروكين" لابن حبان البستي، محمود إبراهيم زيد، دار المعرفة، بيروت.

٩٨ـ "رجال الكشي" لأبي عمرو محمد بن عمر بن عبد العزيز الكشي، قدم له وعلق عليه: أحمد السيد الحسيني.

٩٩ـ "الفصل في الملل والأهواء والنحل" لأبي محمد بن حزم الظاهري، مكتبة الخانجي، مصر.

١٠٠ـ "المغني في الضعفاء" للذهبي، تحقيق: نور الدين عتر.

١٠١ـ "غياث الأمم في التياث الظلم" لإمام الحرمين الجويني، تحقيق: عبد العظيم الديب، مطابع الدوحة الحديثة، قطر، الطبعة الأولى (١٤٠٠هـ).

١٠٢ـ "التذكرة في أحوال الموتى والآخرة" لأبي عبد الله محمد بن أحمد الأنصاري القرطبي، حققه وأخرج أحاديثه: فؤاد أحمد زمرلي، دار الكتاب العربي.

١٠٣ـ "حقبة من التاريخ" عثمان الخميس، دار الإيمان، الإسكندرية.

١٠٤ـ "العقيدة في أهل البيت بين الإفراط والتفريط" د: سليمان بن سالم بن رجاء السحيمي، مكتبة البخاري، الطبعة الأولى (١٤٢٠هـ-٢٠٠٠م).

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

١٠٥ـ "أسد الغابة في معرفة الصحابة" تحقيق: محمد إبراهيم البنا، مطبعة الشعب.

١٠٦ـ "تقريب التهذيب" لابن حجر.

١٠٧ـ "الكامل في ضعفاء الرجال" لابن عدي، الحافظ أحمد بن عبد الله الجرجاني، دار الفكر للطباعة، بيروت، الطبعة الثانية (١٤٠٥هـ).

١٠٨ـ "أنساب الأشراف" لأبي الحسن أحمد بن يحيى بن جابر البلاذري.

١٠٩ـ "المنتقى من منهاج الاعتدال في نقض كلام أهل الرفض والاعتزل" للحافظ أبي عبد الله محمد بن عثمان الذهبي، مكتبة دار البيان، حققه وعلق عليه: محب الدين الخطيب.

١١٠ـ "تحفة الأحوذي بشرح جامع الترمذي" لمحمد بن عبد الرحمن المباركفوري، مطبعة الاعتماد، نشر: محمد عبد المحسن الكتبي، تصحيح: عبد الرحمن محمد عثمان.

١١١ـ "إرواء الغليل تخريج أحاديث منار السبيل" للشيخ محمد ناصر الدين الألباني، الطبعة الأولى (١٣٩٩هـ) نشر: المكتب الإسلامي.

١١٢ـ "مسند أحمد مع الفتح الرباني" أحمد عبد الرحمن الساعاتي، مطبعة الفتح الرباني بالقاهرة، الطبعة الأولى.

١١٣ـ "تلخيص الحبير في أحاديث الرافعي الكبير" لأبي الفضل أحمد بن علي بن حجر العسقلاني، مراجعة: السيد عبد الله هاشم اليماني المدني، المدينة المنورة (١٣٨٤هـ-١٩٦٤م).

١١٤ـ "الفكر الشيعي والنزعات الصوفية" كامل الشبي، مكتبة النهضة، بغداد، مطابع دار التضامن (١٣٨٦هـ).

١١٥ـ "صحيح موارد الظمآن إلى زوائد ابن حبان" للألباني، دار الصميعي السعودية، الطبعة الأولى (١٤٢٢هـ-٢٠٠٢م).

١١٦ـ "الأحكام السلطانية" لأبي يعلى محمد بن الحسين، تعليق: محمد حامد الفقي، دار الكتب العلمية، بيروت (١٤٠٣هـ).

١١٧ـ "الإنصاف فيما يجب اعتقاده ولا يجوز الجهل به" للقاضي أبي بكر بن الطيب الباقلاني، تحقيق: محمد زاهد الكوثري، الطبعة الثانية، مؤسسة الخانجي (١٣٨٢هـ).

١١٨ـ "مناقب الإمام أحمد بن حنبل" لأبي الفرج بن الجوزي، تحقيق: لجنة إحياء التراث، طبع دار الآفاق الجديدة، الطبعة الثالثة (١٤٠٢هـ).

١١٩ـ "عقيدة الإمام ابن قتيبة" د: علي بن نفيع العلياني، مكتبة الصديق، الطبعة الأولى (١٤١٢هـ-١٩٩١م) السعودية.

١٢٠ـ "مختصر التحفة الاثنا عشرية" للسيد محمود شكري الألوسي، مكتبة إيشيق، استانبول، تركيا (١٣٩٩هـ-١٩٧٩م).

١٢١ـ "أثر التشيع على الروايات التاريخية في القرن الأول الهجري" د: عبد العزيز محمد نور ولي، دار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الخضيري، المدينة النبوية، الطبعة الأولى (١٤١٧هـ-١٩٩٦م).

١٢٢ـ "الشيعة والسنة" إحسان إلهي ظهير.

١٢٣ـ "دراسات عن الفرق وتاريخ المسلمين" د: أحمد محمد جلي، شركة الطباعة العربية، السعودية، الطبعة الأولى (١٤٠٦هـ).

١٢٤ـ "الإمام الصادق" محمد أبوزهرة، دار الفكر العربي.

١٢٥ـ "الشيعة والقرآن" إحسان إلهي ظهير، إدارة ترجمان السنة، لاهور، باكستان، الطبعة الثالثة (١٤٠٣هـ).

١٢٦ـ "تأويل مختلف الحديث" لأبي محمد عبد الله بن مسلم بن قتيبة، تحقيق: محمد محيى الدين الأصفر، المكتب الإسلامي، الطبعة الأولى (١٤٠٩هـ).

١٢٧ـ "الكفاية" أحمد بن علي الخطيب، تحقيق وتعليق: الدكتور أحمد عمر هاشم، دار الكتاب العربي، الطبعة الأولى (١٤٠٥هـ).

١٢٨ـ "فتح المغيث شرح ألفية الحديث" محمد بن عبد الرحمن السخاوي، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان.

١٢٩ـ "تدريب الراوي في شرح تقريب النواوي" لجلال الدين عبد الرحمن بن أبي بكر السيوطي، منشورات المكتبة العلمية بالمدينة المنورة، الطبعة الثانية (١٣٩٢هـ-١٩٧٢م).

١٣٠ـ "مقدمة ابن الصلاح في علوم الحديث" لأبي عمرو عثمان بن عبد الرحمن المعروف بابن الصلاح، طبع دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان.

١٣١ـ "الباعث الحثيث شرح اختصار علوم الحديث" إسماعيل بن عمر بن كثير، تحقيق: أحمد شاكر، طبع مكتبة ومطبعة محمد علي صبيح وأولاده، الطبعة الثانية (١٣٧٠هـ).

١٣٢ـ "تفسير السعدي" المسمى "تيسير الكريم الرحمن في تفسير كلام المنّان" للشيخ عبد الرحمن بن ناصر السعدي، تحقيق: محب زهدي النجار، المؤسسة السعدية.

١٣٣ـ "تفسير القرآن الكريم" لأبي الفداء إسماعيل بن كثير القرشي الدمشقي، دار الفكر للطباعة والنشر، بيروت، الطبعة، الثانية (١٣٨٩هـ-١٩٧٠م).

١٣٤ـ "الفرق بين الفرق" لعبد القاهر بن طاهر البغدادي، تعليق: محمد محي الدين عبد الحميد، مكتبة محمد علي صبيح، مصر.

١٣٥ـ "أثر الإمامة في الفقه الجعفري وأصوله" علي أحمد السالوس، دار وهدان للطباعة، القاهرة، الطبعة الأولى (١٤٠٢هـ).

١٣٦ـ "الخطوط العريضة للأسس التي قام عليها دين الشيعة الإمامية الاثنا عشرية" محب الدين الخطيب، المطبعة السلفية، القاهرة (١٣٩٣هـ).

١٣٧ـ "المحاسن النفسانية في أجوبة المسائل الخرسانية" الشيخ حسين آل عصفور البحراني، دار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المشرق العربي، بيروت، البحرين.

١٣٨ـ "فتح القدير الجامع بين فني الرواية والدراية من علم التفسير" محمد علي الشوكاني، مطبعة مصطفى البابي الحلبي، مصر، الطبعة الثانية (١٣٨٣هـ).

١٣٩ـ "ضحي الإسلام" أحمد أمين.

١٤٠ـ "لمحات اجتماعية من تاريخ العراق" د: علي الوردي، مطبعة الإرشاد، بغداد (١٩٦٩م).

١٤١ـ "خصائص أمير المؤمنين علي بن أبي طالب" لأبي عبد الرحمن أحمد بن شعيب النسائي، تحقيق: أحمد ميرين البلوشي، مكتبة المعلا، الكويت، الطبعة الأولى (١٤٠٦هـ-١٩٨٦م).

١٤٢ـ "منهج ابن تيمية في مسألة التكفير" د: عبد المجيد بن سالم المشعبي، أضواء السلف، السعودية، الطبعة الأولى (١٤١٨هـ-١٩٩٧م).

١٤٣ـ "مقالات الإسلاميين واختلاف المصلين" لأبي الحسن الأشعري، تحقيق: محمد محيى الدين عبد الحميد، مكتبة النهضة المصرية.

١٤٤ـ "هدى الساري مقدمة فتح الباري" الحافظ ابن حجر العسقلاني، المطبعة السلفية ومكتبتها.

١٤٥ـ "التنبيه والرد على أهل الأهواء والبدع" لأبي الحسين محمد بن أحمد الملطي، مكتبة المثنى، بغداد (١٣٨٨هـ-١٩٦٨م).

١٤٦ـ "الخوارج" د/ ناصر العقل، دار الوطن، الرياض، الطبعة الأولى (١٤١٦هـ).

١٤٧ـ "الوظيفة العقيدية للدولة الإسلامية" حامد عبد المجاد قويسي، دار التوزيع والنشر الإسلامية، الطبعة الأولى (١٤١٣هـ-١٩٩٣م).

١٤٨ـ "تلبيس إبليس" لابن الجوزي، بتحقيق: محمود مهدي استانبولي (١٣٩٦هـ-١٩٧٦م).

١٤٩ـ "الخوارج دراسة ونقد لمذهبهم" ناصر بن عبد الله السعوي، دار المعارج الدولية، الرياض، الطبعة الأولى (١٤١٧هـ-١٩٩٦م).

١٥٠ـ "نصب الراية لأحاديث الهداية" جمال الدين أبو محمد عبد الله بن يوسف الزيلعي، دار المأمون، القاهرة (١٣٥٧هـ-١٩٣٨م).

١٥١ـ "الإباضية في موكب التاريخ" علي يحيى معمر، مكتبة وهبة.

١٥٢ـ "السياسة الشرعية في إصلاح الراعي والرعية" ابن تيمية، المطبعة السلفية ومكتبتها، القاهرة (١٣٨٧هـ).

١٥٣ـ "فيض القدير شرح الجامع الصغير" عبد الرؤف المناوي، دار الفكر للطباعة والنشر، الطبعة الثانية (١٣٩١هـ-١٩٧٢م).

١٥٤ـ "قواعد في التعامل مع العلماء" د: عبد الرحمن بن معلا اللويحق، دار الوراق، السعودية، الطبعة الأولى (١٤١٠هـ-١٩٩٢م).

١٥٥ـ "التكفير جذوره وأسبابه" د: نعمان عبد الرازق السامرائي، دار المنارة، جدة، الطبعة الأولى

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(١٤١٠هـ-١٩٩٢م).

١٥٦ـ "ظاهرة التكفير" الأمين الحاج محمد أحمد، مكتبة دار المطبوعات الحديثة، جدة، السعودية، الطبعة الأولى (١٤١٢هـ-١٩٩٢م).

١٥٧ـ "الصحوة الإسلامية بين الجمود والتطرف" د: يوسف القرضاوي، كتاب الأمة (٢) الطبعة الرابعة (١٤٠٥هـ-١٩٨٥م).

١٥٨ـ "مصباح الظلام في الرد على من كذب على الشيخ الإمام" عبد اللطيف بن عبد الرحمن بن حسن آل الشيخ، دار الهداية، الرياض.

١٥٩ـ "الصحاح: تاج اللغة وصحاح العربية" إسماعيل بن حماد الجوهري، تحقيق: أحمد عبد الغفور، الطبعة الثانية، القاهرة (١٤٠٢هـ).

١٦٠ـ "المصباح المنير في غريب الشرح الكبير للرافعي" تأليف: أحمد بن محمد المقري الفيومي، المكتبة العلمية، بيروت، لبنان.

١٦١ـ "مقاييس اللغة" لأبي الحسين أحمد بن فارس، تحقيق: عبد السلام هارون، دار الجيل، بيروت، الطبعة الأولى (١٤١١هـ).

١٦٢ـ "الحجة في بيان المحجة وشرح عقيدة أهل السنة" للحافظ قوام السنة أبي القاسم إسماعيل الأصبهاني، تحقيق: د: محمد ربيع مدخلي، ومحمد بن محمود أبو رحيم، دار الراية، الطبعة الأولى (١٤١١هـ).

١٦٣ـ "اعتقادات فرق المسلمين والمشركين" لفخر الدين الرازي، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان (١٤٠٢هـ).

١٦٤ـ "الصارم المسلول على شاتم الرسول" لشيخ الإسلام ابن تيمية، تحقيق: محيي الدين عبد الحميد، عالَم الكتب (١٤٠٢هـ-١٩٨٢م).

١٦٥ـ "الكشاف للزمخشري، جار الله محمود الزمخشري، دار المعرفة، بيروت.

١٦٦ـ "تاج العروس من جواهر القاموس" محمد مرتضى الزبيدي، دار مكتبة الحياة، بيروت، لبنان.

١٦٧ـ "آية التطهير وعلاقاتها بعصمة الأئمة" عبد الهادي الحسيني.

١٦٨ـ "تفسير البغوي" المسمى "معالم التنزيل" لأبي محمد الحسين بن مسعود الفراء البغوي الشافعي، تحقيق: خالد عبد الرحمن العلك، ومروان سوار، دار المعرفة، بيروت.

١٦٩ـ "الحجج الدامغة لنقض كتاب المراجعات" أبو مريم بن محمد الأعظمي.

١٧٠ـ "الرسالة التدمرية لابن تيمية" تحقيق: زهير الشاويش، المكتب الإسلامي، الطبعة الثانية (١٣٩١هـ).

١٧١ـ "أسمى المطالب في سيرة أمير المؤمنين علي بن أبي طالب" محمد علي الصلابي، القاهرة، دار التوزيع والنشر الإسلامية (١٤٢٥هـ-(٢٠٠٤م).

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

١٧٢ـ "المنحة الإلهية في تهذيب الطحاوية" عبد الآخر حمَّاد الغنيمي، دار الصحابة، بيروت، الطبعة الثالثة (جمادى الآخرة ١٤١٨هـ-١٩٩٧م).
١٧٣ـ "الملل والنحل" لأبي الفتح محمد عبد الكريم الشهرستاني، تحقيق: الأستاذ أحمد فهمي محمد، دار الكتب العلمية، الطبعة الثانية (١٤١٣هـ).
١٧٤ـ "مختصر تفسير القرآن العظيم" المسمى "عمدة التفاسير عن الحافظ ابن كثير" اختصار وتحقيق: أحمد شاكر، دار طيبة، دار الوفاء، الطبعة الأولى (١٤٢٤هـ-٢٠٠٣م).
١٧٥ـ "اليهود في السنة المطهرة" عبد الله الشقاوي، دار طيبة الطبعة الأولى (١٤١٧هـ-١٩٩٦م).
١٧٦ـ "خلافة علي بن أبي طالب" رتّبه وهذبه: د: محمد بن صامل السلمي، مستخرج من "البداية والنهاية" دار الوطن، الطبعة الأولى (١٤٢٢هـ-٢٠٠٢م).
١٧٧ـ "وسطية أهل السنة بين الفرق" د: محمد باكريم، دار الراية، الرياض، الطبعة الأولى (١٤١٥هـ-١٩٩٤م).
١٧٨ـ "العزلة والخُلطة أحكام وأحوال" سلمان بن فهد العودة، الطبعة الأولى (١٤١٣هـ-١٩٩٣م).
١٧٩ـ "السلسلة الضعيفة" للألباني، مكتبة المعارف، الرياض، الطبعة الأولى (١٤٢٢هـ-٢٠٠٢م).

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اس کتاب کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کو قرآن وسنت والے دینِ حنیف کے قریب کیا جائے اور اس ضرورت کو سمجھایا جائے کہ سلف صالحین کی راہ پر گامزن علمائے کرام کو صحیح ترین عقائد و منہج کی دعوت کے لیے پر اثر جدوجہد کے ساتھ کھڑے ہو جانا چاہیے۔ یعنی ان عقائد صحیحہ کی بنیاد پر کہ جو قرآنِ حکیم اور سنت مطہرہ کے چشمہ صافی سے جاری ہوئے ہوں۔ ان علما پر لازم ہے کہ اہل بدعات وخرافات کے مذہب ومسلک کو علیحدہ علیحدہ کر کے ان کے عقائد واحکام کو بیان کرتے ہوئے ان کے غلط ہونے پر روشنی ڈالیں۔ بلاشبہ اللہ عزوجل کا قرب حاصل کرنے کے لیے قرآن وسنت والا منہج ہی دراصل حق کو بیان کرنا اور باطل نظریات کو کھول کر واضح کرنا ہے۔ اسی طریقے سے گمراہوں کو کتاب اللہ اور سنت رسول کریم ﷺ کے قریب کیا جاسکتا ہے۔ ہم پر لازم ہے کہ ہم اللہ عزوجل کی کتاب قرآن مجید اور نبی کریم ﷺ کی سنت کی طرف لوگوں کی راہنمائی کے لیے اصحاب اہل بیت کے آثار صحیحہ اور ان کے توحید خالص وسنت رسول اللہ ﷺ سے مزین اُسوہ کی پیروی میں کھڑے ہو جائیں۔ ان کے ساتھ ہم پوری عزت اور احترام سے معاملہ کریں۔ لوگوں کو امن وامان کے منابع تک پہنچانے کے لیے ہم ان کے ہاتھ علم وتدبر سے پکڑے رہیں۔ ان کو عقل کے ناخن لینے پر تیار کریں اور ان کی عقل کو گمراہی کے طوقوں سے آزاد کرائیں۔ فطرتوں اور عادتوں پر پڑی ہوئی باطل عقائد ونظریات اور غلط اعمال کی موٹی تہوں کو زائل کرنے کے لیے جدوجہد کریں حتیٰ کہ باطل افکار حق کی روشنی سے منور ہو جائیں۔ وہ سچائی اور حقیقت کی روشنی کہ جس سے پھیلنے والے نور کو گہرے بادل بھی چھپا نہیں سکتے، یہی حق کا نور سلیم الفطرت طبیعتوں کے قبول کرنے کا مقام ہوتا ہے اور وہ اس نور کو حاصل کر کے رہتے ہیں۔

شعبہ تصنیف وتالیف
الفرقان ٹرسٹ

الفرقان ٹرسٹ
خان گڑھ ضلع مظفر گڑھ، گل والا 066-2611270
مکتبة الکتاب
حق سٹریٹ، اردو بازار لاہور 0321-4210145